

۷ شعبان ۱۴۳۵ھ / جون ۲۰۱۴ء کو جامعہ عبداللہ بن مسعود  
کولکاتا انڈیا میں منعقدہ ”امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار“ کے مقالات کا مجموعہ

جہانِ  
امام اعظم ابوحنیفہ  
رضی اللہ عنہ

ترتیب

مفتی محمد رحمت علی تنغی مصباحی

کتاب محل



17 شعبان 1435ھ / جون 2014ء کو جامعہ عبداللہ بن مسعود  
کولکاتا انڈیا میں منعقدہ ”امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار“ کے مقالات کا مجموعہ

# جہانِ امام اعظم ابوحنیفہ

رضی اللہ عنہ

ترتیب

مفتی محمد رحمت علی تنغی مصباحی

کتاب محل

9846771986

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ کتاب محل سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر نہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا، اگر اس قسم کی کوئی بھی صورت حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب : جہان امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
ترتیب : مفتی محمد رحمت علی تنغی مصباحی  
سن طباعت : ۲۰۱۷ء  
قیمت :  
297-992  
155  
140082

## کتاب میل

نئی و پرانی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتب کا مرکز  
اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں  
مسودہ دیں تیار کتاب لیں

0300-4827500, 0321-8836932  
0348-4078844, 0311-7004893

در بار مارکیٹ لاہور

## شرف انتساب

میں اپنی ان تمام کاوشوں کو منسوب کرتا ہوں  
اپنے پیر و مرشد ماوائی و طبائعی جلالت الارشاد  
حضور سیدی الحاج الشاہ محمد نمازی علی تبیخی آبادانی قادری  
خلیفہ اجل حضرت غوث زمن شیخ المشائخ  
الحاج الشاہ محمد تبیخی علی قادری آبادانی  
علیہما الرحمة والرضوان  
اور مرشد اجازت جلالت الہدایۃ  
حضور سیدی الحاج الشاہ محمد عبدالغفار تبیخی قادری  
دامت برکاتہم القدسیہ  
اور پدر بزرگوار محترم المقام مجاہد سنیت  
محمد اسرائیل خطابی تبیخی قادری صاحب  
اور والدہ محترمہ و مشفقہ  
زہرا خاتون صاحبہ  
دامت برکاتہم القدسیہ  
کی بارگاہوں میں  
جن کے فیوض و برکات اور ادعیہ کریمانہ سے  
میں کسی لائق ہوا۔  
..... خاک پائے اولیا.....  
محمد رحمتی تبیخی مصباحی

## ہدیہ تبریک و تشکر

میں دل کی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ سراپا امتنان و تشکر ہوں اپنے جملہ اساتذہ کرام  
 خصوصاً پیر زادہ مکرم استاذ محترم مخدوم گرامی حضرت علامہ  
 مفتی حامد القادری مصباحی نمازی تیخی قادری قبلہ مدظلہ العالی  
 و خلیفہ پیر و مرشد اشرف العلماء استاذ محترم حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری قبلہ مدظلہ العالی (نیپال)  
 و شہزادہ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد ثناء المصطفیٰ امجدی قادری رضی اللہ عنہ  
 و حضرت علامہ مولانا قمر الحسن مصباحی صاحب قبلہ (امریکہ)  
 و حضرت علامہ ابوالکلام احسن القادری صاحب قبلہ نکیہ پاڑہ (ہوڑہ)  
 و محدث کبیر ممتاز الفقہاء حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (گھوسی)  
 محدث جلیل شمس الاساتذہ حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی  
 شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ (مبارکپور)  
 و صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ (مبارکپور)  
 و سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب قبلہ (مبارک پور)  
 و خلیفہ حضور حافظ ملت، نصیر ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین عزیز میمنہ اتی صاحب قبلہ (مبارکپور)  
 اور دیگر تمام مرہبین اساتذہ کی بارگاہوں میں  
 جن کی تعلیمی، تعمیری، اور تحریکی تربیتوں اور دعاؤں سے میں کسی قابل ہوا۔

طالب دعا  
 محمد رحمت علی تیخی مصباحی

## عنايات و كرامات و توجہات عالیہ

- ۱- حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲- حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳- حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴- حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ
- ۶- حضرت خواجہ عارف دیوگری رحمۃ اللہ علیہ
- ۷- حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

## خرائجہائے عقیدت و محبت پیش ہے

- ۱- امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲- حضرت صوفی شاہ آبادانی سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳- حضرت حافظ شاہ فرید الدین آروی رحمۃ اللہ علیہ
- ۴- حضرت سید شاہ عبدالمسیح مونگیری رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- حضرت سید شاہ جلال الدین جرہوی رحمۃ اللہ علیہ
- ۶- شیخ المشائخ محبوب الاولیاء سرکار تیج علی آبادانی فریدی قادری رحمۃ اللہ علیہ

کی مقدس بارگاہوں میں



## ارمغان خلوص و عقیدت

پیش ہے ان بزرگان دین و مشائخ کرام کے نام

- ۱- سرتاج اولیا سرخیل کاروان اصفیا پیر و مرشد مخدوم سمنان حضرت علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ
- ۲- سید الواصلین سلطان التارکین امام المحققین حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ
- ۳- سرکار دیوبہ سلطان الواصلین امام الکاملین حافظ و حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۴- سرکار کلیر امام السالکین سلطان العارفین حضرت علاء الدین احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- مخدوم الملک سلطان المحققین امام المتکلمین سید العارفین حضرت شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

## بہ فیوض و برکات عالیہ

- ۱- شیخ الانس و الجن و الملائکہ سلطان الاولیاء غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
- ۲- خواجہ خواجگان چشت اہل بہشت حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ
- ۳- مجدد اعظم امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ
- ۴- تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ علیہ
- ۵- استاذ الاساتذہ مصنف بہار شریعت حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ
- ۶- استاذ العلماء جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- ۷- سید السالکین امام التارکین سلطان المناظرین مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن ہاشمی حامدی قادری رحمۃ اللہ علیہ
- ۸- تلمیذ و خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت، ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
سيدنا محمد وآله الطيبين  
الطاهرين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ يُوْتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ط

(البقرة: ۲۶۸)

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثَّرِيَاءِ لَذَهَبَ  
بِهِ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ. أَوْ قَالَ مِنْ  
أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.  
(عن أبي هريرة رضي الله عنه)

(مسلم شریف، باب فضل فارس، ج: ۲، ص: ۳۱۲)

رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:  
اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص  
اسے ضرور حاصل کر لیتا، یا یہ فرمایا کہ فارس کے کچھ  
لوگ اسے ضرور حاصل کر لیتے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ  
(ولادت: ۱۵۰ھ - وفات: ۲۰۴ھ)

فرماتے ہیں:

إِنِّي لِأَتَبَرَّكَ بِأَبِي حَنِيفَةَ وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ فِي كُلِّ  
يَوْمٍ - يَعْنِي زَائِرًا - فَإِذَا عَرَضْتُ لِي حَاجَةٌ  
صَلَّيْتُ رَكَعَتَيْنِ وَجِئْتُ إِلَى قَبْرِهِ وَسَأَلْتُ اللَّهَ  
تَعَالَى الْحَاجَةَ عِنْدَهُ فَمَا تَبَعُدُ عَنِّي حَتَّى تَفْضِيَ  
(تاریخ بغداد، ج: ۱، ص: ۱۳۵، دار الکتب العلمیة، بیروت)

میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا  
ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی  
حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت پڑھ  
کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

## ائمہ اربعہ کی ولادت و وصال کی تاریخیں اور عمریں اشعار میں

تَارِيخُ نَعْمَانَ يَكُنْ سَيْفٌ سَطَا      وَ مَالِكٍ فِي قَطْعِ جَوْفٍ ضَبِطَا  
وَ الشَّافِعِيِّ صِينٌ بِبَرٍّ نِدٍ      وَ أَحْمَدٍ بِسَبْقِ أَمْرِ جَعْدٍ  
فَأَحْسِبُ عَلَى تَرْتِيبِ نَظْمِ الشُّعْرِ      مِيْلَادَهُمْ      فَمَوْتَهُمْ      كَالْعُمْرِ

﴿ردالمحتار، جلد: ۱، مقدمہ﴾

### ترجمہ

ولادت	وفات	عمر
حضرت نعمان کی تاریخ "يَكُنْ، سَيْفٌ، سَطَا" ہے۔	۸۰	۱۵۰
اور حضرت مالک کی تاریخ "فِي، قَطْعِ، جَوْفٍ" ہے۔	۹۰	۱۷۹
اور حضرت شافعی کی تاریخ "صِينٌ، بِبَرٍّ، نِدٍ" ہے۔	۱۵۰	۲۰۴
اور حضرت احمد کی تاریخ "بِسَبْقِ، أَمْرِ، جَعْدٍ" ہے۔	۱۶۴	۲۴۱

ایک تلوار حملہ آور ہے۔

(ایک جوف کو قطع کرنے میں) ضبط کی گئی۔

(ایک ہم مثل نکو کار سے حفاظت کی گئی)

ایک پیچیدہ امر میں سبقت سے (حفاظت کی گئی)

نظم شعر کی ترتیب پر ان حضرات کی ولادت، وفات اور عمر کا حساب کر لو (پہلے لفظ کا عدد ولادت کا ہے، دوسرے کا عدد وفات کا، تیسرے کا عدد عمر کا ہے۔)



شافعی مالک احمد امام حنیف  
چار باغ امامت په لاکھوں سلام  
کاملان طریقت په کامل درود  
حاملان شریعت په لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

## فہرست مضامین

### تاثرات علما و مشائخ

۱۹	.....	جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی مدظلہ العالی
۲۰	.....	العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ
۲۲	.....	ت علامہ عبدالباقی نعمانی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ
۲۴	.....	ت علامہ مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی
۲۶	.....	ت مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی
۲۸	.....	ت مفتی محمد انور نظامی مصباحی
۲۹	.....	ت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم رضوی مصباحی

### آغازِ باب

۳۴	مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی	س مرتب
۳۸	مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی	سبہ استقبالیہ
۴۱	مولانا حسن، فہما قادری	مینار اور کانفرنس کی رپورٹ
۴۳	مولانا محمد مرشد القادری	حاجب مقالات و شرکائے سیمینار و کانفرنس
۴۷	مولانا عبدالقدوس مجاہدی	رتبہ جہان امام اعظم ابو حنیفہ: مختصر تعارف

## باب اول سوانح حیات

امام اعظم ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ

امام اعظم ابو حنیفہ: حیات و خدمات

امام اعظم اور ان کی سیاسی زندگی

امام اعظم کے سوانحی ماخذ

مولانا ساجد علی مصباحی

محمد اکبر حسین برکاتی

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی

مولانا طفیل احمد مصباحی

## باب دوم اساتذہ و تلامذہ

امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

امام اعظم کے اساتذہ کرام

امام اعظم اور آپ کے تلامذہ

امام ابو یوسف: حیات و خدمات

امام محمد کا سوانحی خاکہ

امام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ - مختصر سوانح

مولانا قمر عالم اشرفی جامعی

مولانا شہادت حسین مصباحی

مولانا عرفان عالم مصباحی

مفتی قمر الدین مصباحی

مولانا حسن رضا قادری

مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی

## باب سوم فضائل و کمالات

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب

امام اعظم کے فضائل و مناقب

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رضی اللہ عنہ

مولانا سید مہتاب عالم اشرفی



۲۰۵	مولانا اسلم رضا قادری	امام عظیم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام
۲۳۵	مفتی مختار عالم رضوی	امام عظیم ابو حنیفہ کی تابعیت
۲۵۴	مولانا شہباز احمد مصباحی پوکھر یروی	امام عظیم ابو حنیفہ کا تاجر علمی
۲۵۹	مفتی اشرف القادری تبینی	مناقب امام عظیم
۲۶۹	مفتی ناصر حسین مصباحی	امام عظیم کا مناظرانہ کمال
۲۹۵	مفتی شمیم رضا قادری مصباحی	امام عظیم - مناظرے، شواہد ذہانت
۳۰۱	محمد مرشد رضا تبینی	امام عظیم اور کشف و فراست
۳۰۶	مولانا محمد شعیب احمد مصباحی	سیدنا عبداللہ بن مسعود اور امام عظیم - نسبت و تعلق
۳۱۹	مولانا عبدالوکیل رضوی مصباحی	مقام امام عظیم اور امام بخاری
۳۳۱	محمد اظہار النبی حسینی، مصباحی	امام عظیم اپنے معاصرین کی نظر میں

## باب چہارم افکار و نظریات اور اجتہادی کارنامے

۳۴۳	مفتی حامد القادری المصباحی	امام عظیم اور اصلاح عقائد و اعمال
۳۴۹	مولانا صلاح الدین رضوی	امام عظیم اور ان کا طریقہ اجتہاد
۳۵۴	مفتی محمد شمس الدین مصباحی	رفع یدین اور احناف کا موقف
۳۶۱	مولانا محمد حنیف جیبی مصباحی	یزید پلید کے تعلق سے امام عظیم کا موقف
۳۶۹	مولانا محمد ناظم علی مصباحی	اجتہاد و تقلید کی شرعی حیثیت
۳۳۴	مولانا ابو حذیفہ مصباحی	محدثین اور تقلیدائہ
۳۴۱	مولانا عبدالمالک مصباحی ایم، اے	امام عظیم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ
۳۵۴	مولانا اشرف الدین رضوی	مذہب اربعہ کی ضرورت و اہمیت
۳۶۱	مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی	ضرورت فقہ اور مقام امام عظیم
۳۷۶	محمد وسیم اصغر خان اشرفی	رفع یدین اور فقہ حنفی

فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام

۴۹۲ مولانا اصغر علی مصباحی

## باب پنجم امام اعظم، امام الائمہ فی الحدیث

- ۵۰۱ مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی  
۵۱۸ مفتی امام الدین مصباحی  
۵۳۰ مولانا حبیب رضا مجدی

امام اعظم کی اُحادی، ثنائی اور ثلاثی حدیثیں  
فقہ حنفی اور عمل بالا حدیث  
امام اعظم بحیثیت محدث

## باب ششم فقہ حنفی - ضرورت و اہمیت

- ۵۳۷ مولانا نفیس احمد مصباحی  
۵۶۹ مولانا سجاد عالم مصباحی  
۵۷۶ مولانا قمر الزماں رضوی مصباحی  
۵۷۹ محمد حسان رضا تبغی مصباحی  
۵۸۵ محمد ریاض الدین مجاہدی  
۵۸۸ مولانا ابوالکلام احسن قادری  
۵۹۲ مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی

امام اعظم اور تدوین فقہ  
اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ  
امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں  
مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت  
امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی مہارت  
امام اعظم کی فقہی بصیرت  
فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب و علل

## باب ہفتم اخلاق اور تصوف

- ۵۹۹ علامہ عبدالحمید نعمانی مصباحی  
۶۰۸ مولانا عبدالخالق مصباحی

امام اعظم - حسن اخلاق کے آئینہ میں  
امام اعظم اور خدمت خلق

۶۱۲	محمد طفیل احمد تبینی	امام اعظم اور تصوف
۶۲۲	مولانا محمد مشتاق رضا مجاہدی	امام اعظم بحیثیت تاجر

## باب ہشتم تصنیفات وارشادات و ملفوظات

۶۲۷	جناب مہتاب پیامی	کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانید امام اعظم۔ مختصر تعارف
۶۳۲	مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی	ملفوظات امام اعظم ابو حنیفہ
۶۳۹	مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی	ارشادات امام اعظم۔ قرآن و حدیث اور اپنے کردار کے آئینے میں
۶۶۲	ادارہ	امام اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ
۶۷۱	ادارہ	امام اعظم ابو حنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں



## دعائیہ کلمات

محدث جلیل شمس الاساتذہ حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی مدظلہ العالی  
شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، یوپی

نحمدہ و نصلى على رسولہ الکریم

امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ علم و حکمت، اجتہاد و بصیرت اور فقہ و فراست کے اعتبار سے آپ کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و بالا ہے۔ امت مسلمہ آپ کے دینی و علمی احسانات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آپ حدیث پاک: لو کان العلم بالشریا لتناولہ رجال من أبناء فارس۔ کے مصداق تھے اور صحیح معنوں میں ”امام اعظم“ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فکر و شخصیت اور حیات و خدمات پر عربی، فارسی اور اردو زبان میں مختلف کتب و رسائل لکھے گئے اور آج بھی یہ مبارک سلسلہ جاری ہے۔

مقام مسرت ہے کہ اب حضرت امام موصوف کے علمی و فقہی مقامات کو اجاگر کرنے اور نئی نسل کو ان سے واقف کرانے کے لیے سیمینار اور کانفرنس کا انعقاد بھی ہونے لگا ہے اور سیمینار کے مضامین و مقالات، کتابی شکل میں شائع ہو رہے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جزائے خیر دے عزیز القدر فاضل گرامی مولانا مفتی رحمت علی مصباحی زید علمہ کو، انھوں نے سال گذشتہ کلکتہ کی سرزمین پر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر ایک عظیم الشان سیمینار منعقد کرایا اور اب سیمینار میں موصول ہونے والے مقالات کو یکجا کر کے طباعت و اشاعت کے مرحلے سے گزار رہے ہیں۔ یقیناً یہ کام قابل قدر اور لائق ستائش ہے۔ مولانا موصوف جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک ہونہار، ذی استعداد اور نہایت محنتی و مخلص فرزند ہیں۔ ہمیشہ دینی، علمی اور ملی کاموں میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ کلکتہ کی سرزمین پر جامعہ عبداللہ بن مسعود اور دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ قائم کر کے مولانا نے بہت بڑی دینی اور علمی ضرورت کی تکمیل کی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر و اقبال میں برکتیں عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دین و سنیت کی خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم۔

فقط

عبدالشکور مصباحی عفی عنہ

۱۱ جمادی الاخرہ ۱۴۳۶ھ

تقریظ

صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ، ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرافیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆☆☆ حامدا و مصلیا و مسلما  
عزیز گرامی مولانا رحمت علی مصباحی کی ذہانت و فطانت، تعلیمی محنت و دل چسپی اور متانت و نیک طبعی تو زمانہ طالب علمی ہی میں نمایاں تھی مگر ان کی تنظیمی و انتظامی صلاحیت کا بخوبی اندازہ نہ تھا۔ غالباً ۱۳۰۹ھ / ۱۹۹۰ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ان کی فراغت ہوئی، اس کے بعد بیس بائیس سال کے عرصے میں میری ان سے ملاقات اور روابط کم ہی رہے۔ چند سال پہلے جب ان کے صاحب زادے حسان رضا جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے تو ان کے حالات اور مصروفیات سے کچھ واقفیت ہونے لگی۔

مولانا نے اپنے وطن ویشالی۔ بہار سے باہر کلکتہ (کولکاتا) کو اپنی تعلیمی و تنظیمی سرگرمیوں کے لیے منتخب کیا اور وہاں جامعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے ۲۰۰۵ء میں ایک ادارہ قائم کیا جس میں ابتدائی درجات سے عالمیت تک کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور اس کی ماتحتی میں کئی دوسرے ادارے بھی قائم ہو چکے ہیں۔ اس سے قبل ۱۹۹۵ء میں دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ قائم کیا۔ وہ بھی جاری ہے۔

گزشتہ سال ۱۷ شعبان ۱۴۳۵ھ کو انھوں نے اپنے ادارے میں امام اعظم سیمینار اور کانفرنس کا پروگرام رکھا اور مجھے بھی دعوت دی مگر میں ان دنوں مرکزی دارالقرآنہ جمشید پور کے کاموں میں مصروف تھا اس لیے دن کے سیمینار میں کلکتہ پہنچ نہ سکا، رات کے اجلاس میں چند گھنٹوں کے لیے حاضر ہوا۔ ادارے کی عمارت اور مولانا کی مساعی کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی جس کا اظہار میں نے جلسہ عام میں بھی کیا۔ سیمینار کی تفصیلی روداد معلوم نہ ہو سکی مگر اب کمپوز شدہ مقالات پر سرسری نظر ڈالنے سے سیمینار کی کیفیت بھی بڑی حد تک معلوم ہو گئی۔

آج جب کہ مذہب سے آزادی اور عدم تقلید کا فتنہ حکومتی وسائل اور طرح طرح کی ضلالت خیز تدبیروں سے پورے عروج پر ہے مقلدین کو بیدار رہنے اور امت مسلمہ کو ان فتنوں سے بچانے کی سخت ضرورت ہے خصوصاً

جب کہ اس فتنہ آزادی کے پیچھے باطل عقائد کی ترویج، چودہ سو سالہ قدیم مذہب اہل سنت و جماعت کی مخالفت اور امت مسلمہ حقہ کی کھلی تکفیر کے عوامل بھی پورے زور و شور کے ساتھ کار فرما ہیں۔

اس ماحول میں تقلید کی ضرورت، ائمہ اربعہ کی عظمت اور امام اعظم کی اہمیت سے مسلم قوم کو روشناس کرانا بڑا نتیجہ خیز اور زریں کار نامہ ہے۔ مولا تعالیٰ اس مہم میں علمی، عملی، مالی کسی بھی جہت سے حصہ لینے والے تمام افراد کو اپنی بے کراں جزاؤں سے نوازے۔

سرسری جائزے سے اندازہ ہوا کہ بعض مقالات بڑی محنت و کاوش سے سپرد قلم ہوئے ہیں۔ بعض نظر ثانی و ثالث کے محتاج ہیں۔ صاحبزادے (محمد حسان رضا مصباحی)، مولانا قمر الدین مصباحی، مولانا سجاد عالم مصباحی، عزیز ی جاوید عالم بکار و متعلم درجہ سابعہ اشرفیہ (و غیر ہم) نے کافی تصحیح کی ہے پھر بھی کئی اصحاب علم کی دقت نظر اور توجہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے امید ہے کہ مزید محنت کر کے بقیہ تصحیح بھی مکمل کر لی جائے گی۔

سیمینار کے انعقاد کے بعد ان مقالات کی اشاعت بھی ایک گراں قدر کارنامہ ہے جس پر حضرت مولانا رحمت علی مصباحی اور ان کے تمام رفقاء کا تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ مولا تعالیٰ ان کے حوصلے بلند فرمائے اور مزید دینی و علمی خدمات کی سعادتیں مرحمت فرمائے۔ وهو المستعان وعلیہ التکلان. و الصلاة والسلام علی سید العالمین و علی آلہ و صحبہ اجمعین.

رکن المجمع الاسلامی، ملت نگر مبارک پور

۱۵ جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ

۱۵ اپریل ۲۰۱۵ء - یک شنبہ

محمد احمد مصباحی

ناظم تعلیمات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور



نقوش فکر

حضرت علامہ محمد عبد الباقی نعمانی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ، سربراہ اعلیٰ دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، منو، (پوٹی)

باسمہ و حمدہ والصلاة والسلام علی رسولہ و آلہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے اور امت مسلمہ پر ان کا اتنا احسان ہے کہ ان کی ذات و صفات پر جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔ عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں آپ کی حیات و خدمات اور فقہی علو شان پر بہت کچھ لکھا گیا، اس کے علاوہ انگریزی، ہندی، گجراتی، بنگالی وغیرہ متعدد دیگر زبانوں میں بھی آپ پر کافی تحریریں پائی جاتی ہیں۔ ادھر چند سالوں سے سیدنا امام اعظم پر سمینار اور مقالہ نگاری کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ آپ کی شان میں رسائل و مجلات کے کئی ایک خصوصی شمارے (نمبرات) بھی شائع ہو چکے ہیں اور ابھی سلسلہ شروع ہے۔ امام اعظم کی صبح و شام جلالت شان اور علمی و فقہی مقامات پر متنوع انداز میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے ان کے اشاریے کی سخت ضرورت ہے۔ ایک ہی چیز بار بار لکھنا اور مشق قلم کرنا کوئی کمال کی بات نہیں، جو کام نہیں ہوا ہے یا جس کی سخت ضرورت ہے اس پر توجہ دینی چاہیے اور اس پر وقت و مال صرف کرنا چاہیے، اس انسائیکلو پیڈیا کی دور میں قدیم روش سے ذرا ہٹ کر عصر حاضر کے تناظر میں کام کیا جائے گا تو زیادہ پذیرائی ہوگی اور ضروریات کی تکمیل بھی۔

اس ہما ہی کے دور میں حضرت مولانا رحمت علی تیغی مصباحی نے اپنے ادارہ جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا کی جانب سے سال گزشتہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر ایک عظیم الشان سمینار منعقد کرایا اور کانفرنس بھی، زیر نظر مجموعہ مقالات اسی سمینار کی دین ہے۔ اس میں پختہ قلم کار بھی ہیں اور نو آموز مضمون نگار بھی گویا یہ مجموعہ ایک حسین گلدستہ ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے متعلق مضامین و مقالات کا، امید ہے کہ علمی اور عام دونوں حلقوں میں اس گنجینہ علم و ادب کو قبول کی سند ملے گی، امام اعظم کے بارے میں معلومات کو فروغ ملے گا، اور جامعہ عبداللہ بن مسعود کی خدمات میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی ہو جائے گا۔

کلکتہ جیسی سر زمین پر جامعہ عبداللہ بن مسعود کا قیام مولانا رحمت علی مصباحی کے نمایاں کارناموں میں شمار کیا



جاتا ہے، جب کہ تلجلا روڈ، (کولکاتا) میں بھی دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کے نام سے ایک دینی درسگاہ اپنی الگ شناخت بنائے ہوئے ہے جسے قائم ہوئے تقریباً بیس سال ہو چکے ہیں۔ ہر دو درس گاہیں اپنی اپنی جگہ تعلیمی کام میں مصروف ہیں، کلکتہ جیسے گراں اور مصروف ترین شہر میں دو دو درس گاہ کا قیام بڑے دل گردے کا کام ہے، اس خصوص میں حضرت مولانا موصوف ہزار ہا ہزار داد و تحسین کے مستحق ہیں۔ اہل خیر حضرات کو چاہیے کہ ان کا بھرپور تعاون کریں، ان کے ہاتھوں کو مضبوط کریں ان کے حوصلوں کو بڑھاوا دیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی ان گراں قدر خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلاة و التسليم.

محمد عبدالحمین نعمانی قادری

خادم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، منو، (یوپی) ۲۷۶۱۲۹  
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء

رکن المجمع الاسلامی

ملت نگر، مبارک پور

اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۳۰۴



حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

باسمہ و حمدہ تبارک و تعالیٰ

بد مذہبوں خصوصاً غیر مقلدوں نے امام الائمہ سراج الامۃ کاشف الغمۃ مالک الازمۃ سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ پر ان کے تلامذہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا کہ ان کی فقہ کا وافر حصہ احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ یہ حضرات اپنے قیاس اور رائے کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے۔ اسی بنا پر انہیں اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو کسی مجتہد کی تقلید نہ کر کے اسے بدعت گردانتے ہیں گو کہ خود ابن حرازی، ابن قیم، شوکانی، البانی وغیرہم کی تقلید اعمیٰ کو اپنے اوپر لازم و واجب سمجھتے ہیں بلکہ اپنے ہوائے نفس کی پیروی و تقلید میں گرفتار ہیں اگر تعصب کی عینک اتار کر موطا امام محمد رضی اللہ عنہ، شرح معانی الآثار، نصب الرایۃ، درایۃ وغیرہ کتب حدیث پڑھ لیتے تو انہیں سمجھ میں کچھ آجاتا کہ فقہ حنفی کا واقعی سرچشمہ کتاب و سنت ہی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا موقف حق یہ ہے کہ اگر خبر واحد بھی کسی قضیہ میں ملے تو قیاس متروک ہے۔ سیدنا امام اعظم کا ارشاد ہے: "اذا صح الحدیث فهو مذہبی۔" بڑے بڑے محدثین نے آپ کی حدیث دانی نیز فقہی بصیرت کا نہ صرف لوہا مانا بلکہ آپ کے دامن کرم سے وابستہ اور مقلد نظر آتے ہیں، جنہیں دنیا امیر المؤمنین فی الحدیث کہتی ہے وہ آپ کی ہی بارگاہ کے بالواسطہ یا بغیر واسطہ خوشہ چیں ہیں، مالکی، شافعی، حنبلی ائمہ کرام و حفاظ عظام بھی آپ کی مدح میں خوب رطب اللسان ہیں۔ تبلیض الصحیفہ، الخیرات الحسان، مناقب الامام الکروری والامام موفق والذہبی وغیرہ کتب جلیلہ اس پر شاہد عدل ہیں۔

بد مذہب اگر امام اجل مجدد اعظم احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ رضویہ بلکہ صرف رسالہ "حاجز البحرین" ہی کا کھلے دل و دماغ سے مطالعہ کر لیں تو اسیر امام اعظم رحمہ اللہ عزوجل ضرور بن جائیں گے۔ امام نے پانچ لاکھ سے زائد مسائل شرعیہ مرتب فرمائے ہیں۔ آپ تابعی ہونے کے شرف سے مشرف ہیں اور زبان نبوی پر وہ زمانہ مبارک کہ خیر القرون سے متصف ہے۔ ان سب پر مستزاد آپ کا وزع و تقویٰ کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا

فرمائی اور ساری رات عبادت الہی میں گذاری، بہت ایسا ہوا کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پاک تلاوت کر ڈالا۔ جسے قرض دیا اس کے گھر کی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھے کہ کہیں ”کل قرض جتر منفعۃ فہو ربا“ کی وعید کے تحت نہ آجاؤں، یہ سب کچھ اور بہت کچھ آپ کو ”جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ کے مطالعہ سے ملے گا جسے عزیز مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رحمت علی تسبی زید فضلہ نے بڑی محنت و مشقت سے اس عنوان پر اہم سیمینار کروا کے اس کے مقالات کو مرتب فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبول بخشے اور توفیق مزید سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

دعا گو

شمس الہدیٰ رضوی عفی عنہ

استاذ الجامعۃ الاشرافیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۲۰۱۵/۴/۱۷ء



## فقہ اسلامی کے مدون اول

حضرت مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اسلامی کی تدوین کے ذریعہ امت مسلمہ پر جو عظیم احسان فرمایا ہے اس کو رہتی دنیا تک بھلایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ روز اول ہی سے اہل اسلام کے خواص و عوام آپ کی بارگاہ عالی میں ہدیہ امتنان و تشکر پیش کرتے چلے آ رہے ہیں اور ہر دور میں آپ کی مساعی جمیلہ کو شائع کرنے کی سعی بلیغ کرنا اپنا اہم فریضہ خیال کرتے رہے ہیں۔

مگر احسان شناسوں کے درمیان ہمیشہ کچھ احسان فراموش بھی رہتے ہیں اور یہ تقریباً ہر اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جس نے کوئی اہم کام انجام دیا ہو لیکن سیدنا امام اعظم کے ساتھ یہ سب کچھ زیادہ ہی ہوا، اور احسان فراموشی پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے ساتھ معاندت و دشمنی، ظلم و ستم، سب و شتم، اور کذب و جھوٹ جیسی قبیح حرکات بھی روا رکھی گئیں، حد تو یہ ہے کہ جس عظیم امام نے صاف الفاظ میں اعلان فرمادیا تھا کہ میں کسی مسئلہ شرعی کو پہلے قرآن کریم میں اور پھر احادیث نبویہ میں تلاش کرتا ہوں، ان کے ذریعہ مقصود حاصل ہو جائے تو پھر مجھے کسی دلیل کی چنداں ضرورت نہیں رہتی، اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا تھا کہ جب حدیث پاک کی روشنی میں مسئلہ حل ہو جاتا ہے خواہ وہ حدیث خبر واحد ہی ہو تو پھر مجھے نہ کسی قیاس کی ضرورت رہتی ہے اور نہ ہی ایسا قیاس مقبول قرار دیتا ہوں جو خبر واحد کے مقابل ہو۔

ان واضح اصول و ضوابط کے باوجود یہ کہ دینا کہ امام اعظم ابو حنیفہ قرآن و حدیث کے مقابل قیاس کرتے تھے بلکہ یہاں تک کہ دینا کہ ان کو احادیث سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا بس ان کو سترہ اٹھارہ حدیثیں یاد تھیں، اور اب تو لاندہ ہوں (غیر مقلدوں) نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ ابو حنیفہ کو تین احادیث

دیث سے زیادہ یاد نہیں تھیں، معاذ اللہ رب العلیین۔ حالاں کہ یہ ایسا ہی سفید جھوٹ ہے جیسے آفتاب کے نصف النہار پر ہونے کے وقت کوئی شخص دن کی موجودگی کا انکار کر کے اپنے جھوٹے ہونے کا اعلان کرے اور لعنة الله على الكاذبین کا مصداق قرار پائے۔

برصغیر ہندوپاک میں لاندہبوں نے عمل بالحدیث کا آواز بلند کر کے یہ فریب دینے کی کوشش کی تھی کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ایک تحریک ہے۔ حالاں کہ فقہ حنفی کی کتابوں کی سطر سطر اس بات کی گواہ ہے کہ فقہ حنفی کا کتاب و سنت سے نہایت مضبوط اور گہرا تعلق ہے۔

الحمد للہ ہر قرن و صدی میں علمائے اسلام نے جس طرح فقہ حنفی اور اس کے مدون اول سیدنا امام اعظم کے احوال و آثار کو منصفہ شہود پر لانے کی کوششیں کیں تھیں اسی طرح رواں صدی میں بھی بحسن و خوبی یہ سلسلہ تیزی سے جاری ہے، سیدنا امام اعظم کی پاکیزہ زندگی کے شب و روز اور ان کی تعلیمات سے لوگ واقف ہوتے جا رہے ہیں اور اس تعلق سے ضخیم مجلدات منظر عام پر آرہی ہیں۔ بجزہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کی کوششیں رنگ لارہی ہیں، اندھیرے چھٹ رہے ہیں، اجالے پھیل رہے ہیں، اور امام اعظم پر لگائے گئے الزامات کو دفع کر کے لاندہبوں کی اصلیت کو طشت از بام کیا جا رہا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ”جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ آپ کے ہاتھوں میں ہے جو پچاس (۵۰) سے زیادہ علمائے اہل سنت کے مقالات کا مجموعہ ہے جس میں فقہ حنفی اور اس کے مدون سیدنا امام اعظم کے احوال و آثار کو مختلف حیثیات سے پیش کیا گیا ہے تاکہ تحقیق کے طالب خواص و عوام اس سے آگاہی حاصل کریں اور لاندہبوں کے مکر و فریب سے دور رہیں۔

اس مجموعہ کو فاضل محترم حضرت مفتی محمد رحمت علی صاحب تبغی مصباحی مدظلہ العالی نے نہایت خوبی کے ساتھ مرتب فرمایا ہے جو طبع ہو کر آپ کے پیش نظر ہے۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے مشرف فرمائے اور متلاشیان حق کے لیے منارہ نور بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

خادم طلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

## تاثر گرامی

حضرت علامہ مفتی محمد انور نظامی مصباحی، نائب قاضی ادارہ شرعیہ، جھار کھنڈ

سالنامہ ضیائے مصطفیٰ کو لکھنا کا پہلا خصوصی شمارہ ”جہان امام اعظم ابو حنیفہ“ کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ اس میں سراج الامتہ کا شرف الغمۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر ماہر اصحاب قلم کے تحقیقی مقالے شامل اشاعت ہیں۔ سوانح حیات، فقہی کارنامے، محدثانہ مقام، اخلاق و تصوف جیسے اہم عنوانات پر مشتمل یہ شمارہ اس دور میں امام اعظم کی ہمہ جہت شخصیت کے تعارف میں ایک اہم کارنامہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

اس کے مرتب حضرت مفتی رحمت علی مصباحی ویشالوی میرے ہم سبق ساتھیوں میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ بڑے محنتی، جفاکش مہنکسر المزاج عالم دین ہیں، فراغت کے بعد انھوں نے کو لکھنا کو اپنی تعلیمی اور تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، کئی تعلیمی ادارے قائم کیے جو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، آپ کے تصنیفی کارنامے بھی ہیں جن میں مجلہ ضیائے مصطفیٰ بھی شامل ہے اس کا پہلا خصوصی شمارہ امام اعظم کی شخصیت پر مشتمل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو مقبول عام بنائے، اور فقہ حنفی کی خوبیوں سے خاص و عام کو روشناس فرمائے تاکہ غیر مقلدیت کے بڑھتے افراد کا خاتمہ ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین

فقط

محمد انور نظامی مصباحی

نائب قاضی ادارہ شرعیہ جھار کھنڈ

۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

مطابق ۱۵ مئی ۲۰۱۵ء بروز منگل



حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم رضوری مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر پریسڈنسی یونیورسٹی، کالج اسٹریٹ، کولکاتا-۷۳

جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے روح رواں حضرت مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا حکم تھا کہ میں بھی کسی عنوان پر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات پر ۱۶ جون ۲۰۱۲ء کو منعقد سیمینار میں مقالہ پیش کروں۔ مگر اپنی گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے حکم کی تعمیل نہیں ہو سکی تھی۔ اس کے علاوہ سیمینار کے عنوانیں جس شخص، تحقیق اور فنی مہارت کے متقاضی تھے وہ مجھ میں نہ تھے اور نہ ہیں۔ اس فن میں ماہر اہل علم و کمال کی مجلس میں اظہار خیال علمی جسارت کے مترادف تھا۔ جو لوگ اپنے تحقیقی میدان دائرہ میں رہ کر لکھتے اور بولتے ہیں ان کی بات مستند اور معتبر ہوتی ہے۔ جہاں تک ان علوم و فنون کی بات ہے جو دائرہ تحقیق سے باہر ہیں تو ان کے حوالے سے ایک شخص کو ان کے ماہر اہل علم سے استفادہ کرنا چاہیے۔

تاہم حضرت مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی دعوت اور اصرار پر اس موضوع پر منعقد سیمینار میں شرکت کا اعزاز ملا۔ زیر نظر مجلہ میں جو مقالات شائع کیے جا رہے ہیں ان میں سے چند کو اہل علم نے اس سیمینار میں پیش کیا تھا۔ اس طرح سے ان پر ہونے والی بحث کو سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سیمینار کے مقالات کے لیے منتخب عناوین متنوع تھے۔ موضوعات اور عناوین کا یہ تنوع حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوانحی حالات، علمی، فقہی و اجتہادی خدمات، سیاسی بصیرت اور اسلامی شریعت کی توضیح و تشریح میں ان کے کردار و کارناموں کا احاطہ کرتا ہے۔ بعض مقالات میں فقہ اور اصول فقہ کی ضرورت اور فقہی مذاہب کی پیروی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب فقہ اور خاص کر حنفیت پر تنقیدات و اعتراضات کا اصولی اور فروعی مسائل کے حوالے سے جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

اس سیمینار میں مقالہ پیش کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد نوجوان علما کی تھی۔ یہ ایک خوش آئند بات

ہے۔ اکابر کی نگرانی اور سرپرستی میں مقالہ پیش کرنے سے ان کی تربیت بھی ہوتی ہے اور ان کو تجربہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ اسلام کے نام پر ہر پانچھ ”تحریکوں“ کے کردار و عمل اور ان کے منفی اثرات کو دیکھتے ہوئے اس طرح کے عناوین پر سیمینار کا انعقاد وقت اور حالات کی ضرورت کا اعتراف ہے۔ فقہ اور اصول فقہ شریعت اسلامیہ کی تفہیم، تشریح اور نئے مسائل پر شرعی موقف کی تعیین میں مفید اور کارآمد علوم و فنون میں شمار ہوتے ہیں۔ ہر دور میں فقہائے عظام کی پاک طینت جماعت نے زمانی اور مکانی حالات و ضروریات کے پیش نظر متعینہ اصول و مبادی کی روشنی میں مسائل کا استنباط و استخراج کیا ہے۔ ان کی علمی و فکری کاوشوں اور فقہی و اجتہادی خدمتوں کے لیے مسلمان تاقیامت ان کے احسان مند رہیں گے۔ نفسانیت سے پاک اور تقویٰ شعار فقہائے عظام نے اخلاص و للہیت اور خدمت خلق کے جذبے کے ساتھ شریعت اسلامیہ کی وضاحت میں جانفشانی اور عرق ریزی کر کے وہ عظیم کارنامے انجام دیے ہیں جن کی وجہ سے شرعی خطوط پر زندگی گزارنے کے لیے آسانیاں پیدا ہوئیں۔ گذشتہ دور ڈھائی صدیوں سے کچھ لوگ — ”اجتہاد اور تقلید“ کی غلط اور من مانی تعبیر کر کے مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ فقہاء و محدثین کی علمی جلالت شان، تقویٰ و پرہیزگاری اور مسائل کی تخریج و استنباط کے لیے ان کے وضع کردہ اصول و مبادی کی جامعیت و موزونیت کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور اس طرح سے وہ مسلمانوں کی نظر میں ان عظیم فقہاء کے ”اعتبار اور استناد“ کو مشکوک بنانے کی مذموم حرکت کرتے ہیں۔ یہ حضرات ”اسلاف شناسی“ کی بجائے ”اسلاف بیزاری“ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سرگرم عمل وہ تحریکیں ہیں جو سیاست اور مذہب کے حوالے سے ”اختیار و اقتدار“ اور ”اعتبار و استناد“ کی کوشش و تلاش میں ہیں۔

عالم اسلام کی سیاسی، عسکری، اقتصادی اور صنعتی زوال کے پس منظر میں رونما ہونے والی ان تحریکوں نے اپنے اقتدار اور اعتبار کو قائم کرنے کی کوشش میں ماضی کے مستند و معتبر علماء و فقہاء کو اپنی بے سرو پا تنقیدات کا نشانہ بنایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ”تقلید“ کو بھی مسلمانوں کے زوال کا ایک سبب شمار کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان تحریکوں کے علم بردار زمام سیاست پر قبضہ کے بعد بھی عالم اسلام میں سیاسی استحکام لانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ مذہب کی جس جدید تعبیر و تشریح کا یہ دم بھرتے ہیں وہ بھی مسلمانوں میں اتحاد اور یک جہتی کے متوقع اثرات پیدا نہیں کر سکی ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس کے بجائے اپنے مخصوص افکار و نظریات کو ہی درست مان کر ان کو دوسروں پر تھوپنے کے کوشش کرتے ہیں۔ جب کوئی ان کے افکار و نظریات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور ان کے بالقابل اپنی الگ رائے اور موقف پیش کرتا ہے تو یہ اس کی ”تضلیل و تکفیر“ تک کر بیٹھتے ہیں۔

اسی لیے وقت کی ضرورت ہے کہ فقہی مذاہب کی اہمیت و افادیت اور فقہائے عظام کی خدمات اور عصر حاضر میں ان کی معنویت و موزونیت سے مسلمانوں کو روشناس کرایا جائے۔ نوجوان علما کی تربیت کا کام اس انداز سے کیا



جائے کہ وہ اسلاف بے زار تحریکوں کے کردار و عمل پر نظر رکھتے ہوئے فقہائے عظام کی عظیم خدمات اور ان کے مقام و مرتبہ کو واضح کر سکیں۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے بانی و مہتمم مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ، اراکین اور اساتذہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ انھوں نے وقت کی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات پر سیمینار کا انعقاد کیا۔ اب افادہ عام کی خاطر وہ اس سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کو کتابی شکل میں پیش بھی کر رہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے اس اقدام کے مثبت اثرات ظاہر ہوں گے۔ مسلم عوام کو اس فکری انتشار اور اختلاف کے دور میں اس کتابی مجلہ سے معتدل راہ عمل متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ مذہبی اور تعلیمی اداروں کے ذمہ دار افراد کو وقت، حالات اور ضروریات کے پیش نظر اہم اور حساس موضوعات پر علمی مجلس کے انعقاد کی تحریک ملے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ عبداللہ بن مسعود (کولکاتا، مغربی بنگال) کے بانی و مہتمم مفتی رحمت علی مصباحی صاحب قبلہ، اراکین اور اساتذہ کو ان کی اس کوشش کے بدلے جزائے خیر سے نوازے۔ آمین!

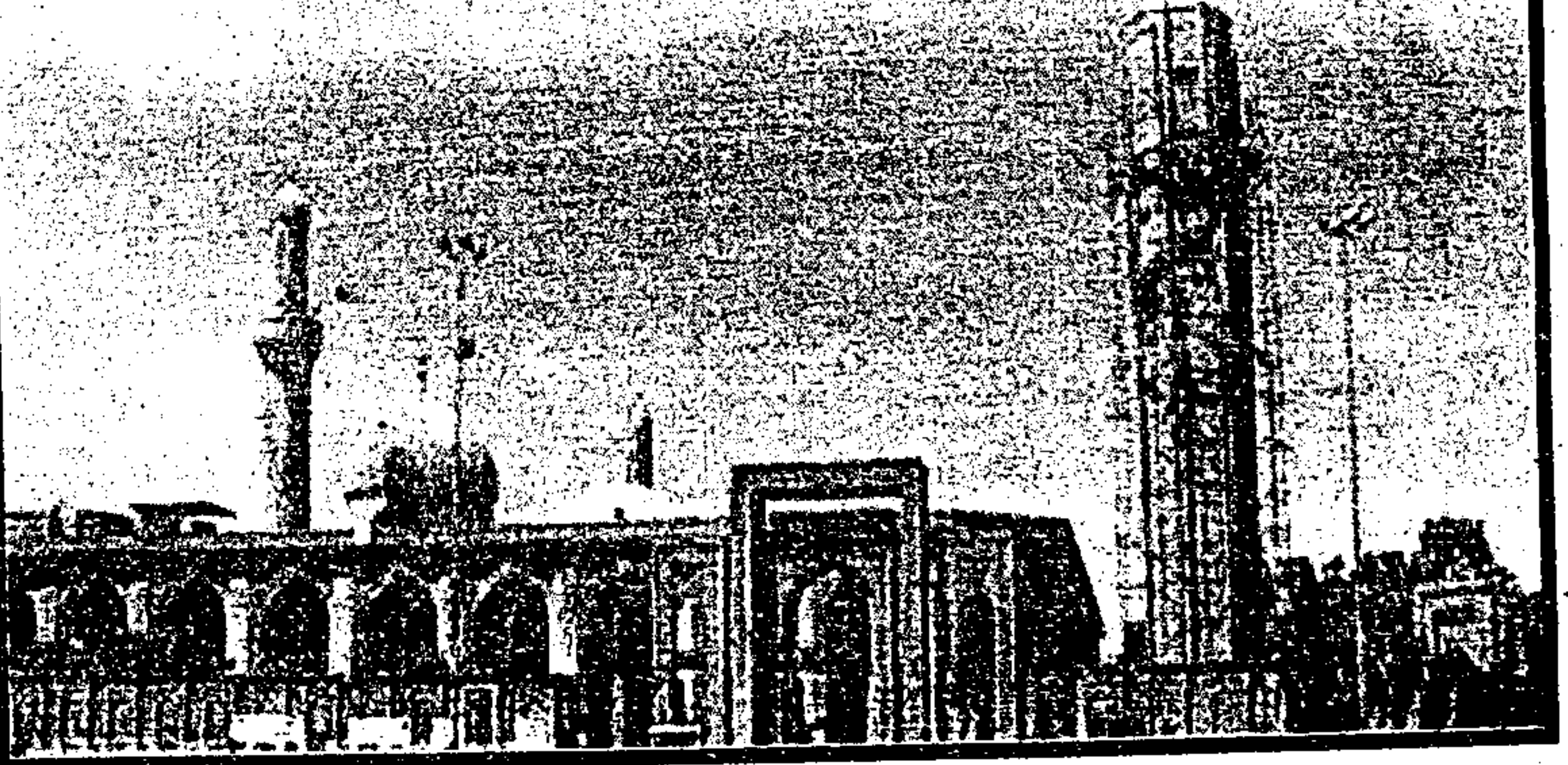
محمد سجاد عالم رضوی مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف ہسٹری

پریسنسی یونیورسٹی، 86/1، کالج اسٹریٹ، کولکاتا - ۷۰۰۰۷۳



# آغازِ باب



## عرض مرتب

مفتی محمد رحمت علی تبغنی مصباحی، جامعہ عبداللہ بن مسعود دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا

امام اعظم رضی اللہ عنہما کی نہ ذات محتاج تعارف ہے اور نہ ان کی حیات و خدمات۔ ہزاروں کی تعداد میں ان پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں ان کی حیات پاک کے بے شمار گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ حال ہی میں یعنی گذشتہ ۸/۹ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ / ۲۱/۲۲/۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ء کو شہر ممبئی کی مشہور و معروف علاقہ ”گوونڈی“ میں ”امام اعظم سیمینار“ کا انعقاد ہوا۔ اور ملک کے نامور اہل قلم حضرات نے وقیع و بسیط مقالات پیش کیے ان کا مجموعہ بنام ”انوار امام اعظم“ مرتبہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، حضرت علامہ محمد نفیس احمد مصباحی و علامہ اختر حسین فیض مصباحی، مکتبہ ایوبیہ، خانقاہ قادریہ ایوبیہ، رضا نگر شریف، پیرانگ ضلع کشی نگر سے شائع ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار کا انعقاد، مقالات تحریر کرنا اور پھر ان کو شائع کرنا بلاشبہ ایک ناقابل فراموش اقدام اور لائق صد مبارک باد سعی ہے۔ رب قدیر قبول فرمائے۔

کولکاتا کی دنیا میں مدارس کی بھرمار ہے لیکن ان میں نمایاں اور ممتاز مقام ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ کو حاصل ہے۔ اور یہ محض فضل رب عزوجل، عنایات مصطفیٰ ﷺ اور فیوض و برکات مقبولان خداے قادر مطلق سے ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ جامعہ سے پہلے نوری مسجد، تجلاروڈ، میں جب سے ”دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ“ قیام پذیر ہوا، کبھی بھی ۱۰ شوال المکرم کو جشن ولادت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہما کا انعقاد قضا نہیں ہوا۔ اور الحمد للہ اب تو پورے کولکاتا کے مدارس و مساجد اور انجمنوں میں ”جشن ولادت اعلیٰ حضرت“ منایا جانے لگا ہے لیکن یہ خصوصیت دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کو ہے کہ آغاز قیام سے ہی اس کا سلسلہ چل پڑا۔ اور انشاء اللہ تا قیام قیامت چلتا رہے گا۔

اور اب تو کہیں کہیں ”عرس امام اعظم ابو حنیفہ“ کا قیام بھی سننے کو ملتا ہے لیکن دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ابتداء قیام سے ”انوار رضا کانفرنس“ و ”جشن دستار بندی“ کے ساتھ ”عرس امام اعظم ابو حنیفہ“ کا انعقاد ہوتا آ رہا ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ انعقاد ہوتا رہے گا۔

اس کے علاوہ ۲ ذی قعدہ کو ہر سال جامعہ عبداللہ بن مسعود، میں عرس حضور صدر الشریعہ کے موقع پر یوم اساتذہ کا قیام ہوتا ہے۔ ۱۰ محرم کو ذکر شہادت امام حسین و شہدائے کربلا، ۱۳ محرم کو عرس حضور مفتی اعظم ہند، ۲۷ محرم الحرام کو عرس مخدوم سمنان، ۲۵ صفر کو عرس سرکار اعلیٰ حضرت، اس کے بعد ہی فیضان رضا کانفرنس، ربیع الاول شریف میں تقریب میلاد پاک، ربیع الثانی میں پورے ماہ بعد عشا کچھ ناغوں کے ساتھ ذکر سرکار غوث اعظم، یکم ربیع الثانی کو عرس حضور تیغ علی رضی اللہ عنہ سرکار سرکانہی شریف اور ساتھ ہی سرکار سرکانہی کانفرنس، ۵ جمادی الاولیٰ کو عرس حضور مجاہد ملت، ۲۲ جمادی الاولیٰ کو عرس سرکار نمازی رضی اللہ عنہ، یکم جمادی الاخرہ کو عرس حضور حافظ ملت، ۶ رجب کو عرس حضرت خواجہ غریب نواز، ۵ شوال المکرم کو عرس مخدوم بہاری رضی اللہ عنہ اور ۲۹ شوال کو قتیلان عشق رسول رضی اللہ عنہ دو دوست شاہ عبداللہ اور امیر حمزہ رضی اللہ عنہما کا عرس، کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور بھی دیگر بزرگوں کی بارگاہوں میں ان کے اعراس کے موقع پر فاتحہ و نیاز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کا ہی کرم اور نوازشیں ہیں کہ دارالعلوم قادر یہ ضیائے مصطفیٰ اور اس سے ملحق ایک چھوٹا سا غیر معروف مدرسہ جو ادارہ ملت اسلامیہ سے ترقی کر کے آج پورے بھارت میں ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ کے نام سے جانا اور پہچانا جا رہا ہے، اور جس کی تعمیر و ترقی کو دیکھ کر عصر حاضر کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ اپنے عمدہ اور اعلیٰ تاثرات سے نوازتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ روز و شب اپنی ترقی کی طرف مائل ہیں۔ خدا کرے قیامت تک یہ ادارے حکمتے دکتے رہیں اور سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ آمین

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فقہیات میں زیادہ تر روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعود سے لی ہیں اور ہم لوگ بفضلہ تعالیٰ حنفی ہیں اس لیے جامعہ کا نام حضرت عبداللہ بن مسعود کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اور الحمد للہ نام ہی کی برکت ہے کہ آج جامعہ عبداللہ بن مسعود پورے ملک میں جانا، پہچانا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

چوں کہ کولکاتا کے سنی حلقہ میں ہماری دانست میں کوئی پائیدار اور تاریخی کام نہیں ہوا تھا اس لیے فقیر (راقم الحروف) نے سوچا کہ مروجہ و مرسمہ جلسے اور کانفرنسیں تو ہوتی ہی رہتیں ہیں اور ہوتی رہیں گی اس لیے ارادہ کیا کہ کوئی تاریخی اور پائیدار کام ہونا ضروری ہے تو ایک سیمینار کا پروگرام رکھا گیا۔ پھر چوں کہ جامعہ عبداللہ بن مسعود، حنفیت کا ترجمان و پرچارک ہے اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر سیمینار ہونا، طے ہوا۔

لہذا جامعہ اور دارالعلوم کے سالانہ جلسہ دستار بندی بنام انوار رضا کانفرنس کے موقع پر گذشتہ ۱۶ جون ۲۰۱۲ء بروز سوموار بوقت صبح ۸ بجے تا ۱ بجے دن، جامعہ کے ”سرکار سرکانہی کانفرنس ہال“ میں تاریخی سیمینار انعقاد پذیر ہوا، جس میں شہر کے سینکڑوں علماء کے علاوہ بیرونی بہت سے علمائے شریعت فرمائی۔ اور اہل قلم حضرات

نے اپنے قیمتی، فکر انگیز، معلومات افزا اور نکات آفریں مقالات پیش کیے، جن کا مجموعہ زیور طبع سے آراستہ کر کے آپ کے ہاتھوں تک پہنچانے میں، ہم اپنی سعادت مندی تصور کرتے ہیں۔

بہت سے ارباب فکر و قلم مخلصین علمائے کرام تشریف نہیں لاسکے لیکن انھوں نے اپنے مقالے بذریعہ ڈاک یا نیٹ ارسال فرمائے جن کو شامل اشاعت کر لیا گیا ہے۔ میں ان حضرات کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

شرکائے سیمینار میں چند اہم شخصیات میں سرفہرست ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مصنف تصانیف کثیرہ حضرت علامہ عبد الباقی نعمانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر پروفیسر سجاد عالم مصباحی کے نام ہیں جن کی شرکت نے سیمینار میں جان پیدا کر دی۔ رب قدیر ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے۔

ان کے علاوہ ممتاز العلماء مولانا قاسم علوی صاحب (ٹیما برج)، علامہ شاہد القادری رضوی (ٹیما برج)، علامہ مفتی دلدار حسین مصباحی (ہوڑہ)، مولانا شہادت حسین (دھام ٹکڑ شریف)، مولانا عارف حسین مصباحی (ہوڑہ)، نے بھی سیمینار میں شرکت کی۔ رب قدیر ان تمام حضرات کو کونین کی شادمانیوں سے سرفراز فرمائے۔

پھر میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیر ٹرسٹ، توپسیا، کے جملہ اراکین و ممبران خصوصاً ٹرسٹ کے جنرل سکریٹری حضرت علامہ مولانا مشرف حسین رضوی صاحب کا، جن کے خصوصی تعاون سے سیمینار کے اخراجات میں بڑی آسانی پیدا ہو گئی۔ ماشاء اللہ لوگوں نے مہمانوں کی ضیافت کے ساتھ مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لیے قیمتی بیگ کا انتظام کیا۔ خدائے پاک ٹرسٹ کے تمام اراکین و ممبران کو اس کا اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ آمین

مقالات کی کمپوزنگ اور ان کی ترتیب و تہذیب میں سب سے بڑا رول فرزند ارجمند مولانا محمد حسان رضا مصباحی تبغی متعلم اختصاص فی الادب، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اور ان کے ساتھیوں کا ہے، جن کی انتھک کوششوں اور بے لوث کاوشوں سے یہ مجموعہ مقالات ”جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ مراحل طباعت طے کر کے ہمارے اور آپ کے ہاتھوں تک پہنچا۔

سیمینار کے آغاز پر وگرام سے اخیر تک جامعہ اور دارالعلوم کے اساتذہ کرام خصوصاً مفتی افضل حسین رضوی مصباحی، مولانا قمر الدین رضوی مصباحی، مولانا سجاد عالم مصباحی، مولانا مرشد القادری، مولانا حسن رضا ثقفانی، مولانا عبد القدوس مجاہدی، قاری ہاشم رضا رضوی، ماسٹر محمد طفیل احمد غفاری، ماسٹر مشتاق احمد، قاری نیر القمر قادری، قاری احمد رضا رضوی، قاری محمد نعیم الدین رضوی، حافظ محمد طاہر حسین تبغی، قاری بشیر القادری وغیرہم نے قدم قدم پر ہمارا ساتھ دیا۔ مقالہ نگاروں سے رابطے کرنا، عناوین تقسیم کرنا، ای میل وغیرہ سے مقالہ وصول کرنا، علما کی ضیافت وغیرہ میں نگرانی کرنا وغیرہ جملہ امور بحسن و خوبی انجام دیے ہم ان کے بھی بے حد ممنون و شکر گزار ہیں۔

ساتھ ہی دارالعلوم اور جامعہ کے اراکین کمیٹی جناب اکبر تیغی، شہود عالم اشرفی، کوثر علی رضوی، حاجی محمد شمس الدین نقشبندی، محمد اشرف قریشی تیغی، عبدالرزاق عرف (ہیرا بھائی)، محمد ظہیر الدین، محمد احمد جوہری وغیرہم دیگر تمام ارکان و ممبران بھی بڑی مبارک بادی کے مستحق ہیں جو دارالعلوم و جامعہ کے تمام تعلیمی، تعمیری، اصلاحی اور سماجی تحریکات اور منصوبہ جات میں ہر ممکن تعاون کے لیے ہمہ وقت پیش پیش رہتے ہیں اور جلسہ و سیمینار میں بھی ان حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ خدائے پاک دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے انہیں محفوظ رکھے۔

”جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما“ کی طباعت میں بڑھ چڑھ حصہ لینے والوں میں محترم الحاج عابد رحمانی صاحب، محترم الحاج طاہر وقار صاحب، محترم الحاج محمد ابولکلام صاحب، الحاج محمد شاکر نوری، جناب محمد ہادی حسین صاحب، محترم الحاج مطیع الرحمان صاحب متولی نوری مسجد جھاؤ تلہ (کولکاتا)، محترم جناب ابراہیم الزماں عرف (بلو بھائی) متولی نوری مسجد تلجلاروڈ (کولکاتا)، محترم الحاج ہارون صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج محمد روشن علی صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج مظہر حسین صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج محمد مشتاق صاحب (پام ایونیو، کولکاتا)، محترم الحاج غلام مرتضیٰ رضوی صاحب (توپسیا، کولکاتا)، محترم الحاج عثمان غنی صاحب تیغی (درگاہ روڈ، کولکاتا)، محترم الحاج خلیل تیغی صاحب (راپنچی)، محترم الحاج عبدالرحمان صاحب تیغی (راپنچی)، محترم الحاج غلام غوث تیغی (اندور)، محترم الحاج محمد ایوب صاحب (ٹھیٹھر روڈ، کولکاتا)، محترم جناب شاہد صاحب (امیر علی ایونیو، کولکاتا)، محترم الحاج طالب علی وارثی صاحب (تلجلاروڈ، کولکاتا)، وغیرہم، کے اسماء شامل ہیں۔ میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدائے پاک ان سب حضرات کے تعاون کو قبول فرمائے اور سال نامہ ضیائے مصطفیٰ کے اس خصوصی نمبر ”جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما“ کو ان کے لیے اور ان کے مرحومین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

طالب دعا

محمد رحمت علی تیغی مصباحی عنفی عنہ

خادم جامعہ عبداللہ بن مسعود

(غریب نواز مسجد) گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰

ودارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ

(نوری مسجد، تلجلاروڈ، کولکاتا-۴۶)

09433295643, 08478021995

jamia092@gmail.com

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی



عرض مرتب

## خطبہ استقبالیہ

مفتی محمد رحمت علی مصباحی، سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود، ودارالعلوم قادریہ ضیاء مصطفیٰ، کولکاتا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

أما بعد! بے حد بے حساب حمد ہے اس پاک پروردگار عالم کی جس نے ہمیں اپنے ایک مقبول اور پسندیدہ بندہ یعنی امام الائمہ، کاشف الغمہ، سراج الائمہ، محسن اعظم خیر امت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ ناز میں ایک عظیم الشان تاریخی سیمینار کی شکل میں خراج عقیدت اور نذرانہ محبت پیش کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی۔ اور کرم بالائے کرم ہے رسولوں کے رسول، نبیوں کے نبی، دو عالم کے سرکار، شفیع روز شمار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتنا کا کہ آپ کی بشارت، آپ کے دین کے سچے علم بردار، علم قرآن و سنت کے بحرِ خارا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد منانے کا شرف ہم سب لوگوں کو نصیب ہوا۔ رب قدر شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

اور احسان مند ہیں ہم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنھوں نے اس فقیر بے مایہ پر اپنے افضال و تکریمات کی موسلہ دھار بارشیں برسائیں کہ سالوں سے ”انوار رضا کانفرنس اور جشن دستار بندی“ کے ساتھ اپنے عرس منانے کا موقع دیا۔ اور اس سال تو الحمد للہ ان کے فیضان کا موجیں مارتا ہوا سمندر ہم غریب پر امنڈ پڑا کہ کولکاتا جیسے بنجر سرزمین پر ان کی ذات سے منسوب ایک عظیم المرتبت یادگار پروگرام بنام ”امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار“ کے انعقاد کا موقع مرحمت فرمایا۔ ع

### گر قبول افتدز ہے عز و شرف

بموجب فرمان رسالت ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“ اس سیمینار کے انعقاد میں معاونت فرمانے والے خواہ روپے پیسے سے، خواہ رائے اور مشورہ کے ذریعہ یا انتظام و انصرام میں محنت و مشقت کر کے، میں سبھی حضرات کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکر گزار ہوں، سبھوں کا نام لینا اس مختصر وقت میں مشکل امر ہے۔ میں آپ تمام حضرات کا بہت ممنون ہوں اور آپ کی خدمت عالیہ میں استقبالیہ پیش کرنے پر فخر محسوس کرتا ہوں، کہ بلاشبہ آپ نے اس بے مایہ اور بے حقیقت ذرہ ناچیز کی دعوت پر مقالہ نگاری میں اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے اپنے عظیم محسن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ اور سوانح جلیلہ کے اہم گوشوں پر لائق تحسین اور وقیع مقالے سپرد قریطاس کر کے اس سیمینار میں تشریف فرما ہوئے۔ اور میں ان لوگوں کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے، ای میل کے ذریعے یا کسی کے بدست اپنا مقالہ ارسال فرمایا۔ بہر حال مقالہ نگاریا غیر مقالہ نگار مندوبین یا غیر مندوبین تمام حاضرین کا تہ دل سے



شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ساتھ ہی بہت مبارکبادی کے مستحق ہیں امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ توپسیا کے تمام اراکین و ممبران خصوصاً سراپا اخلاص حضرت علامہ و مولانا محمد مشرف حسین رضوی مدظلہ العالی، جنہوں نے اس سیمینار کے قیام میں بھرپور تعاون سے نوازا اور علما کی خدمت میں تحفہ اور حاضرین کی ضیافت کے لیے کھانے کا انتظام کیا۔

حضرات! پہلی بار سرزمین کلکتہ پر امت مسلمہ کے سب سے عظیم کرم فرما حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر سیمینار عمل میں لایا جا رہا ہے حالاں کہ یہ کام اور پہلے ہونا چاہیے تھا۔ اس بات پر چاہے جتنا افسوس کیا جائے کم ہے کہ ہم اپنے پیر، استاذ اور بزرگوں کا نعرہ تو بہت لگاتے ہیں۔ ان کے نام سے جلسے اور کانفرنسیں کرتے ہیں۔ مقررین اور خطبا حضرات اپنے خطاب و تقریر میں، از باب تصنیف و تالیف حضرات اپنے مصنفات و مولفات میں، شعر اور سخن و حضرات اپنے قصائد و منظومات میں، اپنے پیر، استاذ و غیرہ اکابر و اسلاف کا ذکر تو ضرور کرتے ہیں لیکن جتنا ذکر امت میں سب سے بڑے امام، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہونا چاہیے، دور دور تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے کو نہیں ملتا۔ آج ضرورت ہے کہ گھر گھر میں امام اعظم کا چرچا ہو، ہمارا بچہ بچہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح، اور ان کے فضائل و کمالات اور ان کے اعلیٰ کردار اور عمل سے واقف ہو۔ اور جیسے ہماری اور ہمارے بڑے چھوٹوں کی زبان پر غوث اعظم، خواجہ پاک، مخدوم پاک، وارث پاک، صابز پاک، اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، سرکار تیغ علی، اور سرکار نمازی وغیرہم رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جمیلہ ہمیشہ جاری اور ساری رہتا ہے، ویسے ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نام اور ان کا ذکر بھی جاری و ساری رہنا چاہیے۔

اگرچہ آج صحابہ یا تابعین کے نام پر مدارس، مساجد اور تحریکی تنظیموں کا نام رکھنا بد عقیدوں کی پہچان اور ان کی شناخت بن گیا ہے اور ان کا یہ کام فقط اولیائے کرام سے بغض اور نفرت کے تناظر میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں اور اولیائے کرام سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہوئے صحابہ اور تابعین کے نام اپنے مدارس و مساجد کو منسوب کریں تو بلاشبہ ان نفوس قدسیہ سے فیض اور برکت حاصل کرنے اور ان کی سعادت سے مالا مال ہونے کا بہترین طریقہ ہوگا۔ اور فائدہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمارے عوام ناخواندہ طبقہ کے ساتھ ساتھ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر بھی غوث و خواجہ و امام اعظم و تیغ علی کے چرچے اور تذکرے کی طرح ان اساطین دین متین کے احوال و کوائف اور سیرت و سوانح کا ذکر جمیل اور خوبصورت چرچا قائم و دائم ہوگا۔

یقیناً آج عوام الناس میں کتنے لوگ ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ کو جانتے ہیں؟ ہمارے گھروں کے کتنے بچے، بوڑھے اور جوان ہیں جن کو امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا نام سن ولادت، وصال، وطن اور ان کی علمی اور فقہی حیثیت سے واقفیت اور آگاہی ہے؟ سچائی اور صداقت یہ ہے کہ بہت کم لوگ جانتے ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے چند ہی مخصوص بزرگوں کی عقیدت و محبت اور ان کے تذکرہ سیرت و کرامت میں محدود ہو کر رہ گئے ہیں اور اوپر کے اہم اور عظیم بزرگوں کا چرچا ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اس

لیے قطع نظر وہابیہ، دیابنہ وغیرہم بد عقیدوں کے خیالات و نظریات کے ہم اپنے مساجد و مدارس اور خانقاہوں کا نام جہاں قادریہ، چشتیہ، رضویہ، اشرفیہ، حبیبیہ، تیغیہ، نمازیہ رکھتے ہیں وہیں اپنے اداروں کو خلفائے راشدین و دیگر صحابہ اور تابعین کے علاوہ اپنے امام و پیشوا اور مقتدا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نام سے بھی منسوب کریں۔

یہی وجہ ہے کہ اس فقیر سر اپنا تقصیر نے فقہ حنفی کے مرجع اور مذہب حنفیت کی اصل و اساس، افتخار صحابہ کبار، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے اپنے ادارے کو منسوب و معنون کیا اور اس کا نام ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ رکھا۔ اور ادارے کے دیگر شعبوں کو جہاں اور اپنے دیگر بزرگوں کے نام موسوم کیا مثلاً غریب نواز مسجد، باب اعلیٰ حضرت، صابری لنگر خانہ، مخدوم سمنائے دارالشفاء حضور مفتی اعظم کمپیوٹر ایجوکیشن سینٹر، ملک العلماء دارالمطالعہ، حضور حافظ ملت دارالضیوف، حضور مجاہد ملت دارالاہتمام، سرکار سرکانہی کانفرنس ہال، انجمن برکات جلالۃ الارشاد وغیرہ۔ وہیں برکت کے لیے لائبریری کا نام ”امام اعظم ابو حنیفہ لائبریری“ رکھا تاکہ ہماری نسلیں دیگر بزرگوں کے ساتھ اپنے امام کے مدارج و مراتب اور فضائل و کمالات سے ضرور واقف ہوں اور الحمد للہ! ”امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار“ کا انعقاد بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم اور تاریخ ساز اقدام ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے ایک عظیم آیت، رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کے معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ، اور امت مسلمہ پر خدائی انعام و اکرام میں سے ایک عظیم نعمت، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نام کا اس یادگار سیمینار کو رب قدر ضرور اپنے کرم سے قبول فرمائے گا اور اس کی برکات و حسنات اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے روحانی فیوض و برکات سے ادارے، اساتذہ، طلبہ، اراکین، اہل محلہ اور خصوصاً تمام شرکائے سیمینار کو مالا مال فرمائے گا اور دنیا و آخرت کی شاد کامی اور دارین کی سعادت مندی سے سرفراز فرمائے گا۔

محترم شرکائے سیمینار ہماری جانب سے انتظام و انصرام اور خاطر تواضع میں کسی طرح کی اگر کمی ہو گئی ہو تو ہم معافی کے طلب گار ہیں اور ہم آپ کی تشریف آوری اور ذرہ نوازی کا کیا بدلہ دے سکتے ہیں۔ دعا کرتے ہیں کہ رب قدر آپ کو اس کا بھرپور صلہ عطا فرمائے اور اپنے رسول ﷺ کی غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

بجاء سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم و علی الہ و صحبہ و امامنا الاعظم ابی حنیفہ و غوثنا الاعظم عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وارضاهما عنا وعن جمیع المسلمین۔

فقط

محمد رحمت علی تیغی قادری المصباحی

خادم جامعہ و دارالعلوم، کولکاتا

۱۷ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ ۱۶ جون ۲۰۱۴ء

بروز دو شنبہ

## جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا میں

امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار و انوار رضا کانفرنس

مولانا محمد حسن رضا قادری، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود و ایڈیٹر سہ ماہی پیغام اہل سنت، کولکاتا

۱۶/۱۷ جون ۲۰۱۴ء دن: سوموار اور منگل، کو جامعہ عبداللہ بن مسعود و دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا میں ۲۰ واں سالانہ، ۲۲ روزہ عظیم الشان اجلاس بنام ”انوار رضا کانفرنس“ منایا گیا۔ جس کی تقریبات میں سب سے اہم ”جامعہ عبداللہ بن مسعود اور امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ“ کے زیر اہتمام ”امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار“ کا پروگرام تھا۔ جو پہلے دن صبح ۸:۳۰ تا رات ۱ بجے دن (قبل نماز ظہر) منعقد ہوا۔

سیمینار کی سرپرستی حضرت مولانا قاسم علوی، جنرل سکریٹری: مجلس علمائے مغربی بنگال اور صدارت حضرت علامہ عبدالبین نعمانی مصباحی، مبارکپور، نے فرمائی۔ جب کہ نظامت کے فرائض جامعہ کے استاذ مولانا مفتی قمر الدین مصباحی نے انجام دیے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، نعت خوانی کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں منقبت کے چند اشعار پیش کیے گئے۔ ناظم اجلاس نے شرکاء سیمینار کا مختصر تعارف پیش کیا، اور موصول ہونے والے مقالات کا اجمالی فہرست سامعین کے گوش گزار کیا۔

اس کے بعد شرکاء سیمینار نے اپنے اپنے مقالے پیش کیے جن میں مولانا شہادت حسین مصباحی (اڑیسہ)، مولانا شعیب احمد مصباحی (کشن گنج)، مولانا وسیم اصغر اشرفی (کولکاتا)، مولانا مہتاب عالم اشرفی (کولکاتا)، مولانا مجاہد حسین چیبی (کولکاتا)، کے نام سرفہرست ہیں۔ دوران سیمینار، دینی و عصری علوم کے ماہر پریسڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا، کے پروفیسر، ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی نے اپنے توسیعی خطاب میں سیمینار کے معنی و مطالب، اس کی اہمیت و افادیت اور اصول و ضوابط کے حوالے سے جامع اور انتہائی معلوماتی گفتگو فرمائی۔ قبل ازیں حضرت مفتی محمد رحمت علی مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود و دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ کولکاتا، نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں امام اعظم پر منعقدہ اس سیمینار کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے تشریف لائے تمام مقالہ نگاروں اور مندوبین کا پر تپاک استقبال کیا۔ سیمینار کے اخیر میں حضرت علامہ عبدالبین نعمانی صاحب قبلہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں مجلس انتظامیہ کو گراں قدر تاثرات سے نوازا، اور سیمینار کو مزید کارگر اور کارآمد بنانے کے لیے چند رہنما اصول بھی بتائے، اور ساتھ ہی جامعہ کے طلبہ و اساتذہ اور علما کو بیش قیمت نصیحتوں سے نوازا۔

یہ واضح رہے کہ امام اعظم کی شخصیت پر ملک بھر کے اربابِ قلم کے تقریباً ۶۰ علمی، ادبی، فکری اور تحقیقی مقالات و مضامین موصول ہوئے ہیں، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ عبدالمبین نعمانی، مبارک پور۔ مولانا نفیس احمد مصباحی، مبارک پور۔ مفتی ناظم علی مصباحی، مبارک پور۔ مولانا عرفان عالم مصباحی، مبارک پور۔ مولانا ساجد علی مصباحی، مبارک پور، مولانا اختر حسین فیضی، مبارک پور۔ ڈاکٹر سید ضیاء الدین نقشبندی، حیدرآباد۔ مولانا طفیل احمد مصباحی، مبارک پور۔ مولانا امام الدین مصباحی، ٹانانگر۔ مولانا اسلم رضا قادری، ناگور۔ مفتی اشرف قادری، نیپال۔ مولانا شہباز عالم مصباحی، مبارک پور۔ مولانا شاہد قادری، کولکاتا۔ مفتی ناصر حسین مصباحی، مبارک پور۔ مولانا مجاہد حسین جینی، کولکاتا۔ مولانا فیض رضا مصباحی، کولکاتا۔ مولانا شہادت حسین مصباحی، دھام نگر۔ مولانا قمر عالم اشرفی، کچھوچھو شریف۔ مولانا مہتاب عالم اشرفی، کولکاتا۔ مولانا وسیم اصغر اشرفی، کولکاتا۔ مفتی مختار حسین رضوی، کولکاتا۔ مولانا احسان رضا مصباحی، کولکاتا۔ جناب مہتاب پیامی، مبارک پور۔ مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ۔ مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی، پٹنہ۔ مولانا عبدالمالک مصباحی، ایم، اے۔ مفتی شمیم رضا مصباحی، مظفر پور۔ مولانا شعیب احمد مصباحی، کشن گنج۔ مولانا ریاض الدین مجاہدی، چترا۔ مولانا عبدالوکیل مصباحی، سون بھدر۔ مولانا مشتاق احمد مجاہدی، دیناج پور۔ (وغیر ہم)

اسی شب میں بعد نماز عشاء، انوارِ رضا کانفرنس و جلسہ دستار بندی کا انعقاد ہوا جس کی سرپرستی صدرالعلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے فرمائی۔ حضرت مصباحی صاحب قبلہ نے اپنے خطاب میں عصر حاضر کے جلسوں اور کانفرنسوں کے متعلق چند مفید اور رہنما اصول بتائے، اور اپنے کلمات خیر سے تمام اساتذہ، طلبہ، اراکین اور جملہ سامعین کو نوازا۔ اور حضرت ہی کے ہاتھوں جامعہ کے فارغین علماء و قراء کو دستار بندی سے سرفراز کیا گیا۔ صلاۃ و سلام کے بعد حضرت مفتی نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

حضرت مصباحی صاحب قبلہ کے علاوہ دیگر علماء و شعرا اور مقررین حضرات بھی مدعو تھے جن میں خصوصاً: مناظر اہل سنت مفتی شہباز انور کانپوری صاحب قبلہ، خطیب باکمال حضرت مولانا اظہر القادری (سیتا مہی)، حضرت مولانا نعمت حسین جینی (کولکاتا)۔ نقیب اہل سنت مولانا غلام سرور جعفری مصباحی (ویشالی)، مولانا شمس الزماں خان جامعی (مظفر پور)، شاعر اسلام ذیشان متھراوی (ہوڑہ)، ارشد امام مظفر پوری (کولکاتا)، سید شرف الحق شانوبابو (سٹڈیلہ شریف)، حامد رضا ویشالوی، سرفہرست ہیں۔

دوسری شب (۱۷ جون) میں یہی جلسہ بمقام دارالعلوم قادریہ ضیاء مصطفیٰ، نوری مسجد، تلجلا روڈ میں منعقد ہوا، جس میں خصوصی خطاب حضرت مفتی نسیم مصباحی، استاذ مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور، نے فرمایا، اور بعد تقریر تقریباً ارگھنٹہ تک سوال و جواب کا پروگرام چلا، جس میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے سائلین کے سوالات کا تشفی بخش جواب دیا۔ حضرت مولانا اظہر القادری صاحب قبلہ کی تقریر کے بعد فارغین دارالعلوم کو دستار حفظ سے نوازا گیا، پھر حضرت مفتی رحمت علی مصباحی کی دعا پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ ☆☆☆

## اصحاب مقالات و شرکائے سیمینار و کانفرنس

مولانا محمد مرشد قادری، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود رکن امام اعظم ویلفیئر ٹرسٹ، کولکاتا

### سیمینار اور انوار رضا کانفرنس میں شرکت فرمانے والے علماء و مشائخ و شعرا

- حضرت صوفی الحاج الشاہ عبدالغفار صاحب قبلہ مدظلہ النورانی ..... خانقاہ قادری، کولن اسٹریٹ، کولکاتا
- صدرالعلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی ..... جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- علامہ عبدالہمید نعمانی مصباحی دامت برکاتہ ..... المجمع الاسلامی، مبارک پور
- محبوب الفقہاء حضرت مفتی نسیم مصباحی ..... استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- حضرت مولانا قاسم علوی زید فضلہ ..... دارالعلوم قادریہ رضائے مصطفیٰ، ٹیابرج، کولکاتا
- حضرت مفتی دلدار حسین مصباحی ..... استاذ و مفتی دارالعلوم ضیاء الاسلام، نکیہ پارہ، ہوڑہ
- حضرت مولانا ڈاکٹر سجاد عالم مصباحی ..... پروفیسر ریڈنسی یونیورسٹی، کولکاتا
- مولانا مشرف حسین رضوی ..... جنرل سیکریٹری امام اعظم ابو حنیفہ ویلفیئر ٹرسٹ، توپسیا، کولکاتا
- مناظر اہل سنت مولانا مفتی شہباز انور ..... کانپور
- مولانا عارف حسین مصباحی ..... رکن تنظیم ابنائے اشرفیہ، نکیہ پارہ، ہوڑہ
- مولانا نعمت حسین جیبی ..... امام و خطیب: ہاسٹل مسجد، کولکاتا
- مولانا جنید احمد نظامی ..... استاذ دارالعلوم رضائے مصطفیٰ، ٹیابرج، کولکاتا
- خطیب ذیشان علامہ مولانا اظہر قادری ..... سیتا مہی

- مولانا غلام نبی مصباحی ..... ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ معتبریہ، گیا
- نقیب اجلاس مولانا غلام سرور جعفری مصباحی ..... (فاضل اشرفیہ) ویشالی بہار
- نقیب اجلاس مولانا محمد شمس الزماں جامعی ..... (فاضل جامع اشرف) مظفر پور
- عاشق رسول سید شرف الحق نقشبندی ..... سندیلہ شریف (یوپی)
- شاعر اسلام ذیشان متھراوی ..... ہوڑہ (ویسٹ بنگال)
- بلبل باغ رسالت ارشد امام مظفر پوری ..... کولکاتا
- مداح نبی حامد رضا ویشالوی ..... حاجی پور، ویشالی
- جناب تابش و نیاز صاحبان ..... گیا
- مولانا حافظ عبدالحق مصباحی ..... جان نگر روڈ، کولکاتا

### مقالات کے ساتھ سیمینار میں شریک ہونے والے علمائے کرام

- مولانا شاہد قادری رضوی ..... چیرمین امام احمد رضا سوسائٹی، کولکاتا
- مفتی فیض عالم قادری مصباحی ..... لال مسجد خضر پور، کولکاتا
- مولانا شہادت حسین مصباحی ..... استاذ دارالعلوم مجاہد ملت، وہام نگر
- مولانا مجاہد حسین جیبی ..... مہتمم مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ، توپسیا، کولکاتا
- مولانا سید مہتاب عالم اشرفی ..... خطیب و امام بڑی مسجد نارکل ڈانگہ، کولکاتا
- مولانا محمد وسیم اصغر خان اشرفی ..... ناظم اعلیٰ مدرسہ اشرفیہ قطبیہ، پنجابی پاڑہ کولکاتا
- مولانا محمد شعیب احمد مصباحی ..... متعلم اختصاص فی الحدیث، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا اکبر حسین برکاتی ..... ولی اللہ لین، کولکاتا
- مفتی بلال احمد رضوی مصباحی ..... دارالعلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ
- مولانا ریاض الدین مجاہدی ..... مہتمم مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی (جھارکھنڈ)
- محمد مرشد رضا تنغی ..... (گریڈیہ)، متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- مولانا محمد مشتاق رضا مجاہدی ..... دیناج پور، بنگال

## مقالات بھیجنے والے علمائے کرام و دانشوران ملت

- مفتی حامد قادری المصباحی تبغی \_\_\_\_\_ خانقاہ قادری تھتیاں شریف، مظفر پور
- مفتی اشرف قادری نوری تبغی \_\_\_\_\_ امانت شرعیہ، مہوتری (نیپال)
- مولانا ابوالکلام احسن قادری \_\_\_\_\_ دارالعلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ
- مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی \_\_\_\_\_ حیدرآباد
- مفتی ناظم علی مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا نفیس احمد مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا اختر حسین فیضی مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مفتی شمیم رضا تبغی مصباحی \_\_\_\_\_ حامد آباد، پھکولی شریف، مظفر پور
- مولانا ساجد علی مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا عبدالمالک مصباحی ایم، اے \_\_\_\_\_ ایڈیٹر سہ ماہی فیضان مخدوم اشرف، رانچی
- مفتی مختار عالم رضوی \_\_\_\_\_ ناظم مدرسہ سلیمیہ فیض الاسلام، کمرہٹی، کولکاتا
- مولانا طفیل احمد مصباحی \_\_\_\_\_ نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ
- مفتی ناصر حسین مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا ابو حذیفہ مصباحی \_\_\_\_\_ بانی تحریک نجات الاسلام، شیب پور، ہوڑہ
- مولانا اشرف الدین رضوی \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ
- مفتی شہروز عالم اکرمی \_\_\_\_\_ استاذ و مفتی دارالعلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ
- مولانا اسلم رضا قادری اشفاقی \_\_\_\_\_ مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، باسنی، ناگور راجستھان
- مولانا شہباز احمد مصباحی \_\_\_\_\_ پوکھریروی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- مولانا عرفان عالم مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
- مولانا قمر عالم اشرفی جامعی \_\_\_\_\_ استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف
- مولانا امام الدین برکاتی مصباحی \_\_\_\_\_ استاذ مرکزی دارالقرآءت، ٹانانگر
- مفتی عبدالستار قادری \_\_\_\_\_ استاذ مدرسہ معراج العلوم، گھسڑی، ہوڑہ
- مولانا حبیب رضا امجدی \_\_\_\_\_ پرنسپل مدرسہ اہل سنت مدینۃ العلوم، گیا
- مولانا اصغر علی مصباحی \_\_\_\_\_ استاذ دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڑیسہ

- جناب مہتاب پیامی \_\_\_\_\_ مبارک پور، اعظم گڑھ
- مولانا حنیف جیبی مصباحی \_\_\_\_\_ استاذ حدیث دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر
- مفتی محمد شمس الدین مصباحی \_\_\_\_\_ بھینڈی، ممبئی (مہاراشٹر)
- مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی \_\_\_\_\_ کھردہ، بڑی مسجد، کولکاتا
- مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی \_\_\_\_\_ جامعۃ المدینہ، فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات
- مولانا صلاح الدین رضوی \_\_\_\_\_ استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری، سیتا مڑھی
- مولانا عبدالوکیل رضوی مصباحی \_\_\_\_\_ استاذ دارالعلوم قادریہ نوریہ، بگھاڑو، سون بھدر، یوپی
- مولانا محمد قمر الزماں رضوی مصباحی \_\_\_\_\_ پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ
- مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی \_\_\_\_\_ استاذ الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

### اساتذہ جامعہ و دارالعلوم

- مفتی افضل حسین مصباحی \_\_\_\_\_ پرنسپل جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مفتی قمر الدین مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مفتی سجاد عالم مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا مرشد قادری \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا محمد عطاء اللہ صاحب \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا صابر عالم مصباحی \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا حسن رضا قادری \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- ماسٹر محمد طفیل احمد تیغی نمازی \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا عبدالقدوس مجاہدی \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- مولانا بشیر قادری سعودی \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ ضیائیہ مصطفیٰ
- مولانا نعیم الدین رضوی سعودی \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ ضیائیہ مصطفیٰ
- قاری نیر القمر قادری \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ ضیائیہ مصطفیٰ
- قاری احمد رضا ماہر \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ ضیائیہ مصطفیٰ
- حافظ طاہر حسین تیغی \_\_\_\_\_ دارالعلوم قادریہ ضیائیہ مصطفیٰ
- ماسٹر مشتاق احمد \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود
- قاری ہاشم رضا قادری \_\_\_\_\_ جامعہ عبداللہ بن مسعود



## مرتب جہان امام اعظم ابو حنیفہ

### مختصر تعارف

مولانا عبدالقدوس مجاہدی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا-۷۰۰۱۰۰

خوش اخلاق، وسیع النظر، بلند اقبال عالم دین، نفیس طبیعت، کتابی چہرہ، بارعب و پر وقار نگاہیں، پر درد دل، متحرک و فعال مزاج، پیکر اخلاق مصطفیٰ، ان سارے اوصاف حمیدہ کا نام حضرت علامہ مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی مدظلہ العالی ہیں، جن کا گھرانہ مذہبی، جن کی تعلیم معیاری، جن کا کارنامہ لائق صد تحسین، جن کا مشغلہ درس و تدریس، جن کی سرگرمی مسلک حق کی ترویج و اشاعت، جن کے اساتذہ قابل فخر، جنہوں نے ہمیشہ مسلک کے نام پر مرثنا سیکھا ہے اور کفر و ارتداد کی تیز و تند آندھیوں میں چراغ مصطفوی جلانا سیکھا ہے۔ الغرض اسلامی افکار و نظریات، عقائد و اعمال اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنا جن کی حیات مستعار کا نصب العین ہے۔ آئیے ان کی کتاب زندگی کے چند اوراق الٹیں اور مشام جاں کو معطر کیجیے۔

**اسم گرامی:** محمد رحمت علی مصباحی نمازی تبغی، والد کا نام محمد اسرائیل تبغی، اور والدہ کا نام زہرا خاتون ہے۔

**ولادت:** آپ کی پیدائش صوبہ بہار کے ایک گاؤں تبغی نگر برہنیا، ڈاکخانہ جھولی، ضلع ویشالی میں ۲۹ دسمبر

۱۹۶۹ء کو ہوئی۔

**ابتدائی تعلیم:** ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں قاعدہ بغدادی سے ناظرہ قرآن شریف اور اردو وغیرہ حافظ محمد محی الدین مرحوم ساکن مدھوبنی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۶ کلاس تک اردو ہندی میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کیا پھر جامعہ مدینۃ العلوم خانقاہ قادریہ پھکولی شریف مظفر پور، میں داخلہ لے کر ۴ سال تک وہاں تعلیم حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے دارالعلوم ضیاء الاسلام نکیہ پاڑہ (ہوڑہ، ویسٹ بنگال) تشریف لے گئے اور ایک سال کے بعد اعلیٰ اور معیاری تعلیم کی غرض سے ۱۹۸۶ء میں برصغیر کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرافیہ مبارک پور اعظم گڑھ پہنچے اور وہاں عظیم المرتبت اور باصلاحیت اساتذہ کرام کے زیر نگرانی درجہ عالمیت تافضیلت تعلیم مکمل کی۔

**فراغت:** مکمل چار سال تک بافیض درس گا ہوں میں اکتساب فیض کے بعد ۱۹۹۰ء میں مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے مقدس و بابرکت ہاتھوں سے فضیلت کا تاج زریں آپ کے سر پر رکھا گیا۔ آپ کا شمار ہمیشہ ذہین و محنتی طلبہ میں ہوتا رہا۔ اور آپ کا نام ٹاپ فائبر طلبہ میں ہمیشہ رہا۔

**تدریسی خدمات:** آپ الجامعۃ الاشرافیہ، مبارکپور سے فراغت کے بعد درس و تدریس کی خدمت انجام دینے کی غرض سے ۱۹۹۰ء میں دارالعلوم قادریہ رشیدیہ جلیشور ضلع مہوٹری (نیپال) گئے، وہاں مکمل تین سال درس نظامیہ کی اہم اہم کتابیں مثلاً ہدایہ اولین و آخرین، مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی تعلیم دی اور درس و تدریس میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ اور یہیں فتویٰ نویسی کی مشق بھی کی۔

۱۹۹۳ء میں شہر کلکتہ تشریف لائے اور یہاں دارالعلوم قادریہ فردوسیہ، (گھانسی داتا مسجد) ۶۶/ بابلی گنج سرکولر روڈ بحیثیت مدرس آپ کی تقرری ہوئی، ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۵ء تک وہیں رہ کر سیکڑوں طلبہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ اسی درمیان ”نوری مسجد، تلجلاروڈ“، (کولکاتا - ۷۶) میں امامت کی جگہ خالی ہوئی، وہاں کے لوگوں نے حضرت مولانا محمد ناظر حسین خان اشرفی جالوی سے کہا کہ ایک اچھے اور باصلاحیت امام کی ضرورت ہے تو ان کی نظر حضرت موصوف کی ذات پہ پڑی اور آپ ۲۸ اپریل ۱۹۹۵ء میں نوری مسجد کے امام و خطیب مقرر ہوئے بعد ازاں مسجد سے متصل دارالعلوم قادریہ ضیاء المصطفیٰ قائم کیا لیکن دارالعلوم میں طلبہ کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے جگہ کی قلت ہوئی تو آپ مدرسہ کی زمین کے انتظام و انصرام میں لگ گئے کچھ دنوں کے بعد مدرسہ کی زمین حاصل ہوئی تو آپ نے اس پر اہل سنت و جماعت کا عظیم قلعہ بنام ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ قائم کیا۔ اس طریقے سے آپ دارالعلوم (تلجلاروڈ) میں ۱۹۹۵ء اور جامعہ (گلشن کالونی) میں ۲۰۰۵ء سے تاہنوز درس و تدریس و نظامت کے ساتھ نوری مسجد، (تلجلاروڈ) میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

**اساتذہ:** آپ نے جن اساتذہ کے پاس رہ کر زانوںے ادب تہ کیا اور علم و عمل سے بہرہ ور ہوئے ان مقتدر علمائے کرام کے اسماء یہ ہیں:

- (۱) حضرت مفتی حامد القادری تیغی مصباحی (۲) حضرت مفتی اشرف القادری تیغی (۳) حضرت مفتی ثناء المصطفیٰ
- علیہ السلام امجدی (۴) حضرت علامہ ابوالکلام احسن القادری (۵) حضرت علامہ قمر الحسن مصباحی (۶) حضرت قاری حیدر علی (۷) محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی (۸) محدث جلیل حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی (۹) صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی (۱۰) نصیر ملت حضرت علامہ محمد نصیر الدین عزیز مصباحی (۱۱) حضرت علامہ اسرار احمد مصباحی (۱۲) حضرت علامہ شمس الہدی مصباحی (۱۳) حضرت علامہ اعجاز احمد مصباحی (۱۴) حضرت علامہ عبدالحق رضوی مصباحی (۱۵) حضرت مفتی نظام الدین رضوی مصباحی، وغیرہم

**تعمیری خدمات:** اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو بچپن ہی سے مذہب و مسلک کی خدمت کرنے کا حوصلہ اور جذبہ صادقہ قلب و جگر میں ودیعت فرمادیا تھا اور آپ نے بزرگان دین و اسلاف کرام کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا، بالخصوص حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہ ”زمین کے اوپر کام اور زمین کے نیچے آرام“ اس وقت سے اور زیادہ دین متین کی خدمت کرنے کا شوق بڑھ گیا۔ چنانچہ آپ نے حضور حافظ ملت کے قول کو سامنے رکھا اور اپنے اسلاف کے طریقہ کار کو اپناتے ہوئے دینی قلعہ مدارس و مساجد اور مکاتب کی شکل میں قائم کرنا شروع کر دیا تاکہ مذہب و مسلک کی خدمت بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔

۱۹۹۵ء میں دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ (تلجلا روڈ، کولکاتا - ۲۶) قائم کیا جس میں باضابطہ حفظ و قراءت اور درس نظامیہ کا اہتمام ۲۰۰۰ء سے ہوا۔ ادارہ ملت اسلامیہ جو ۱۹۹۳ء میں قائم ہوا تھا دین کے خیر خواہ حضرات سے ۲۰۰۵ء میں آپ کے حوالہ کر دیا اور اسی سال حفظ کی تعلیم شروع ہو گئی۔ پھر آپ نے ۲۰۰۷ء میں ادارہ ملت اسلامیہ میں درس نظامیہ کا شعبہ دارالعلوم (تلجلا روڈ) سے منتقل کیا۔ اور ادارہ کا نیا نام صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ”جامعہ عبداللہ بن مسعود“ رکھا۔

۲۰۰۸ء میں آپ نے جامعہ سے قریب ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے لیے پانچ کٹھ زمین مسلمانوں کے تعاون سے خرید اور البیسٹر ڈال کر نماز شروع کیا۔ اور مسجد کا نام ”غریب نواز جامع مسجد“ تجویز فرمایا۔

۲۰۱۱ء میں باضابطہ جامعہ کی سینٹرل بلڈنگ کا تعمیری کام شروع کروایا، فی الحال مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان یہ ادارہ اپنی جاذبیت و دلکش منظر کے ساتھ تعمیری سفر طے کر رہا ہے جو فی الوقت تین منزلہ اور مستقبل قریب میں پانچ منزلہ خوشنما عمارت کی شکل اختیار کرے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

۲۲ فروری ۲۰۱۵ء میں غریب نواز جامع مسجد کی ۵ منزلہ عمارت کا تعمیری کام شروع کروایا اور اب تک ایک چھت کی ڈھلائی ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد از جلد کام تکمیل تک پہنچائے۔ اس کے علاوہ آپ ہی کی سربراہی میں محلہ ”لوہاپل (کولکاتا)“ میں واقع اہل سنت کی قدیم مسجد جدید تعمیری مرحلے سے گزر رہی ہے۔

**آپ کی سرپرستی میں چلنے والے ادارے:** مذکورہ دونوں اداروں کے علاوہ کئی ادارے جو مختلف صوبوں میں آپ کی سرپرستی اور سربراہی میں چل رہے ہیں جس میں متحرک و فعال، باصلاحیت اور کہنہ مشق اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) دارالعلوم قادریہ معتبریہ، بشرام پور، ضلع گیا، بہار (۲) دارالعلوم قادریہ فیض الکریم، بوکھرا، سیتامڑھی، بہار
- (۳) مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی، ہنترنج، چترا، جھارکھنڈ (۴) دارالعلوم منصور شاہ بابا، بروا، جاجپور، اڈیشہ۔

**تصنیفات و تالیفات:** مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت کا مضبوط و مستحکم اور پائیدار ذریعہ تصنیف و

تالیف ہے۔ اور علمی میدان میں سب سے زیادہ مشکل امر تصنیف و تالیف کا ہے۔ کسی موضوع پر کچھ لکھنے کے لیے اس موضوع کی کتابوں کو کھنگالنا پڑتا ہے تب جا کے کہیں دو تین صفحہ کا مضمون تیار ہو پاتا ہے۔ اور جو درس و تدریس، امامت و خطابت اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ کئی مدارس کی نظامت و سربراہی کا فرضہ انجام دیتا ہو اس کے لیے اور زیادہ مشکل کام ہو جاتا ہے لیکن ان ساری مصروفیات کے باوجود آپ کے زور قلم سے کئی کتابیں معرض وجود میں آئی اور عوام و خواص آپ کی کتابوں سے بے حد مستفید و مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

**حضرت کی تصنیفات و تالیفات ایک نظر میں:** (۱) احکام قربانی (۲) حکایات شرف (۳) محرم اور تعزیہ داری (۴) اذان قبر و تجہیز و تکفین کا طریقہ (۵) حیات و خدمات حضور جلالت الارشاد (۶) پیغام حق (۷) اصلاح ملت (۸) پیغام شریعت (۹) مسائل زکوٰۃ و فطرہ (۱۰) جلسہ و جلوس (۱۱) منتخب فتاویٰ قادریہ (۱۲) تجلیات امام احمد رضا (۱۳) رسالہ القلم [۱۱ شمارہ] (۱۴) وصایا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) جشن عید میلاد النبی ﷺ - فوائد و ثبوت (۱۶) سالنامہ ضیاء مصطفیٰ [چار شمارے] (۱۷) جہان امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸) بشار المومنین فی لسان رحمة للعالمین (۱۹) مرویات عبد اللہ بن مسعود (زیر ترتیب)

ان کے علاوہ بہت سے اردو اور عربی مقالات و مضامین (مطبوع و غیر مطبوع) ہیں جن کا شمار طوالت کے خوف سے نہیں کیا جا رہا ہے۔

**بیعت اور اجازت و خلافت:** آپ نے سلسلہ تیغیہ قادریہ آبادنیہ کے شیخ کامل حضور جلالت الارشاد شاہ محمد نمازی علی تیغی قادری علیہ الرحمۃ (مظفر پور) خلیفہ اجل محبوب المشائخ محمد تیغ علی سرکار سرکانہی (مظفر پور) سے بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا۔

اور آپ کو دو سلسلہ کے دو بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ سلسلہ تیغیہ قادریہ آبادانیہ سے پیر طریقت حضرت صوفی شاہ محمد عبدالغفار تیغی قادری دام ظلہ، خلیفہ حضور جلالت الارشاد نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمایا۔ جب کہ سلسلہ رضویہ سے حضرت علامہ مفتی شمس الدین رضوی (بہرائچ شریف) نے آپ کو اجازت و خلافت سے نوازا لیکن آپ سلسلہ تیغیہ ہی سے لوگوں کو حلقہ ارادت میں داخل کرتے ہیں۔

**ازواج و اولاد:** آپ کا نکاح ۱۹۸۹ء میں ہوا۔ آپ کے چار بچے ہیں جن میں دو صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں ہیں۔ ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) محمد حسان رضا مصباحی (۲) غزالہ پروین (۳) فاطمہ رحمت (۴) محمد حسنین رضا سبھی بچے تحصیل علم میں مصروف ہیں۔ مولا تعالیٰ سب کو علم نافع عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ ☆☆☆

## ایک ضروری وضاحت

جهان امام اعظم ابو حنيفه رضى الله عنه میں درج ذیل کام انجام پائے

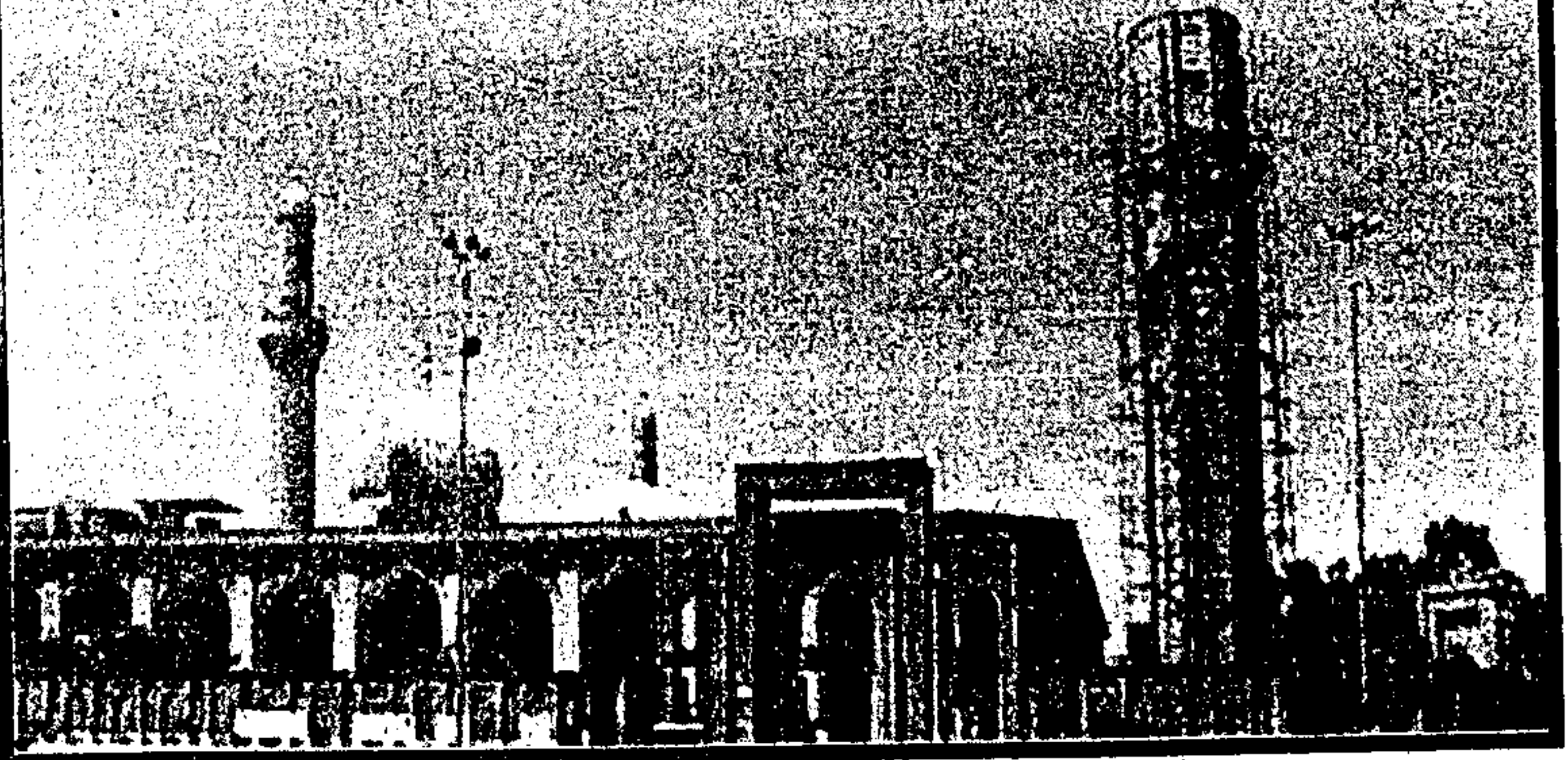
- ☆ تمام مقالات کی تصحیح اور بنظر عمیق پروف ریڈنگ۔
- ☆ احادیث و اقتباسات کا اصل سے مقابلہ اور ان کی تخریج۔
- ☆ مقالات میں علمائے کرام کی نشان دہی کے مطابق تکررات اور غیر ضروری باتوں کا حذف۔
- ☆ کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ گوشہ امام اعظم پر ہندی، انگلش اور بنگلہ زبانوں میں جامع مقالات۔
- ☆ واضح رہے کہ امام اعظم ابو حنيفه رضى الله عنه سیمینار میں ارباب لوح و قلم کے ۶۰ سے زائد مقالات موصول ہوئے۔
- ان سب کی اشاعت کی گنجائش نہ بن سکی اس لیے مجبوراً کچھ مقالات کو شامل اشاعت نہیں کیا گیا اور بار دیگر کے لیے محفوظ رکھا گیا۔ ان مقالہ نگار حضرات سے معذرت چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ عزوجل ان بقیہ مقالات کی اشاعت کسی دوسرے موقع سے کی جائے گی۔
- قارئین کرام سے گزارش ہے کہ بقاضائے بشری کتاب میں کہیں بھی کوئی کمی رہ گئی ہو تو ازراہ نوازش ہمیں باخبر کریں۔ انشاء اللہ اس کی تلافی کی کوشش ہوگی۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم  
ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا أو أخطأنا

محمد حسان رضا مصباحی  
خادم سالنامہ ضیاء مصطفیٰ  
(کولکاتا)



باب اول  
سوانح حیات



امام اعظم ابوحنیفہ کا سوانحی خاکہ  
امام اعظم ابوحنیفہ: حیات و خدمات  
امام اعظم اور ان کی سیاسی زندگی  
امام اعظم کے سوانحی مآخذ



## امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا سوانحی خاکہ

[ولادت: ۸۰ھ - وفات: ۱۵۰ھ]

مولانا ساجد علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم الله الرحمن الرحيم

### آپ کا نام و نسب:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام ”نعمان“ کنیت ”ابو حنیفہ“ اور لقب ”امام اعظم“ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان تیمی کوفی رضی اللہ عنہ۔ آپ کے پوتے حضرت ”اسماعیل بن حماد رضی اللہ عنہ“ نے فرمایا:

”أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان، من أبناء فارس من الأحرار، والله ما وقع علينا رق قط. ولد جدي سنة ثمانين، وذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب -رضي الله عنه- وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه وفي ذريته، ونحن نرجو أن يكون الله تعالى قد استجاب ذلك لبعلي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه فينا“<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم لوگ فارسی النسل ہیں، بخدا ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا ”امام اعظم ابو حنیفہ“ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے پردادا ”ثابت“ بچپن میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ان کے لیے اور ان کی آل و اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی، ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی۔

### آپ کے دادا کا نام:

حضرت اسماعیل بن حماد کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دادا کا نام ”ثابت بن

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج ۱، ص ۱۶، المكتبة الشاملة

مرزبان“ ہے، لیکن بعض علمائے آپ کے دادا کا نام ”زوطی ابن ماہ“ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابن خلکان فرماتے ہیں:

”أبو حنیفة النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ الفقیہ الکوفی“ (۱)

تاج العروس میں اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

زوطی، کسلسلی: جدُّ الإمام أبي حنیفة النعمان بن ثابت، رضي الله عنه، و عليه اقتصر الحافظ عبد القادر القرشي في الطبقات. وقيل: هو زوطی، كُتُوسی، و هو الذي جزم به كثيرون، واقتصر عليه الإمام النُّووي، وذكر الوجهين صاحب عقود الجمان في مناقب النعمان. (۲)

یعنی ”زوطی“ بروزن ”سلسلی“ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہما کے دادا کا نام ہے، حافظ عبد القادر قرشی نے ”طبقات“ میں صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ”زوطی“ بروزن ”کُتُوسی“ ہے، بہت سے علمائے اسی پر جزم کیا ہے اور امام نووی نے صرف اسی صورت کا ذکر کیا ہے، اور ”عقود الجمان فی مناقب النعمان“ کے مصنف نے دونوں صورتیں ذکر کی ہیں۔

### نام میں اختلاف کی وجہ:

امام اعظم ابو حنیفہ کے ”دادا“ اور ”پردادا“ کے نام میں اس اختلاف کی وجہ شاید یہ ہے کہ دامن اسلام میں آنے سے پہلے ”نعمان“ کا نام ”زوطی“ اور ”مرزبان“ کا نام ”ماہ“ تھا جو فارس کے کسی علاقہ کے حاکم تھے، فارسی میں حاکم و امیر کو ”مرزبان“ کہتے ہیں۔ اس صورت میں دادا، اور پردادا دونوں کے دو دو نام ہوئے، ایک نام اسلام لانے سے پہلے کا اور دوسرا نام اسلام قبول کرنے کے بعد کا۔

آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد نے سلسلہ نسب بیان کرنے میں ان حضرات کا وہ نام ذکر کیا جو اسلام لانے کے بعد رکھا گیا، اور بعض دیگر علمائے اس موقع پر ان کا وہ نام ذکر کیا جو اسلام قبول کرنے سے پہلے تھا، اس لحاظ سے حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یا اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ”نعمان“ کا لقب ”زوطی“ اور مرزبان کا لقب ”ماہ“ تھا، یا زوطی کا معنی ”نعمان“ اور ماہ کا معنی ”مرزبان“ ہے، اب کسی نے نام ذکر کیا اور کسی نے لقب ذکر کیا، چنانچہ علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمۃ اس اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ثابت کے والد میں اختلاف ہے کہ ”نعمان“ ہے یا ”زوطی“ اور دادا ان کے ”مرزبان“ ہیں یا ”ماہ“۔ ہو سکتا ہے

(۱) وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، الإمام أبو حنیفة، ج ۵، ص ۴۰۵، المكتبة الشاملة

(۲) تاج العروس

کہ دو دو نام تھے، یا ایک ایک نام اور دوسرا لقب تھا، یا زوطی کا معنی نعمان اور مرزبان کے معنی ماہ کے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### آپ کی کنیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیت جو نام سے بھی زیادہ مشہور و معروف ہے، وہ آپ کی کسی بیٹی کی طرف نسبت کرتے ہوئے حقیقی کنیت نہیں ہے؛ اس لیے کہ تمام تذکرہ نگار تقریباً اس امر پر متفق ہیں کہ آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام ”حماد“ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی ”أبو الملة الحنیفة“ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں سے فرمایا: فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا<sup>(۲)</sup> تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ”ابو حنیفہ“ اختیار کی۔

بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آپ کے پاس ہمیشہ دوات رہتی تھی اور عراقی زبان میں اسے ”حنیفہ“ کہتے ہیں؛ اس لیے آپ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ یعنی ”دوات والے“ ہو گئی۔

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی علیہ الرحمۃ ان دونوں اقوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں:

”آپ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے، حنیف کے معنی ہیں: ناسک، عابد، مسلم۔ اور بعضوں نے کہا کہ آپ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دوات رہتی تھی جس کو عراق کی زبان میں ”حنیفہ“ کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ آپ کی صاحب زادی کا نام ”حنیفہ“ تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ کی اولاد ذکور یا اثنا میں سوائے حماد کے کوئی ثابت نہیں۔“<sup>(۳)</sup>

### آپ کی ولادت:

اکثر مورخین کا قول یہ ہے کہ آپ ۸۰ھ میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی موجود تھے، عبد الملک بن مروان کی حکومت تھی اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کے بہت سے صحابہ موجود تھے، ان میں سے بعض امام اعظم ابو حنیفہ کے آغاز شباب تک زندہ رہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے، ۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، اور حضرت ابو طفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ، یہ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے۔

تبیین الصحیفہ میں ہے:

(۱) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۷۷، دوسری فصل آپ کے نسب کے بیان میں۔

(۲) پارہ: ۴، آل عمران: ۳، آیت: ۹۵

(۳) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۷۹، چوتھی فصل آپ کے نام نامی کے بیان میں

”أدرك الإمام أبو حنيفة جماعة من الصحابة؛ لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة، وبها يومئذ من الصحابة: عبد الله بن أبي أوفى، فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق، وبالْبصرة يومئذ أنس بن مالك و مات سنة تسعين أو بعدها“ (۱)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا، کیوں کہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور وہاں اس زمانے میں صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی تھے جن کا وصال بالاتفاق اس کے بعد ہوا۔ اور اس وقت بصرہ میں انس بن مالک تھے جن کا وصال ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوا۔  
شرح مسند ابو حنیفہ میں ہے:

”قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى (ولدت سنة ثمانين، و حججت مع أبي سنة تسع و تسعين، و أنا ابن تسع عشرة فلما دخلت المسجد الحرام، رأيت حلقة) بسكون اللام، و تفتح وتكسر، أي جماعة من الناس (عظيمة) أي كثيرة (فقلت لأبي: حلقة من هذا؟ فقال: حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء) بفتح الجيم و سكون الزاء بعدها همزة (الزبيدي) بفتح الزاي، وكسر الموحدة) صاحب النبي ﷺ، فتقدمت، فسمعته يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ”من تفقه في دين الله كفاه الله همه“ (۲)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۹ھ میں حج کیا، اس وقت میری عمر ۱۹ سال تھی، جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو لوگوں کی ایک بڑی جماعت نظر آئی، میں نے اپنے والد سے دریافت کیا: یہ کس کی مجلس ہے؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبد اللہ بن حارث بن جزء کی مجلس ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا تو انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ کا دین سیکھے گا اللہ جل شانہ اس کے رنج و غم دور فرما دے گا۔

### آپ کا حلیہ اور لباس و گفتار:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بڑے وجیہ و شکیل اور خوب صورت تھے، قد درمیانی اور رنگ گندمی تھا، بہترین کپڑے اور عمدہ خوش بو استعمال کرتے تھے، بڑے خوش اخلاق اور انتہائی شیریں کلام تھے، امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی ”تاریخ بغداد“ میں نقل کرتے ہیں:

”كان أبو حنيفة حسن الوجه، حسن الثياب، طيب الريح، حسن المجلس، شديد

(۱) تبيين الصحيفة للإمام السيوطي، ص ۳۴

(۲) شرح مسند أبي حنيفة، ج ۱، ص ۵۸۶، المكتبة الشاملة

الکرم، حسن المواساة لإخوانه... و في رواية كان أبو حنيفة ربعا من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل و كان أحسن الناس منطلقا و أحلاهم نغمة و أنبههم على ما يريد... و في رواية كان طوالا تعلوه سمرة و كان لباسا، حسن الهيئة، كثير التعطر يعرف بريح الطيب إذا أقبل و إذا خرج من منزله قبل أن تراه“ (۱)

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ خوب صورت، خوش لباس، خوش بودار، بھلی مجلس والے، بڑے کرم فرما اور اپنے احباب کے انتہائی خیر خواہ تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نہ کوتاہ قد تھے نہ دراز قامت، بلکہ ان کا سراپا متوسط تھا، وہ لوگوں میں سب سے فصیح و بلیغ، خوش آواز اور اپنے مقصد پر نظر رکھنے والے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا قد کچھ لمبا اور رنگ گندمی تھا، عمدہ کپڑے پہنتے، بہترین وضع قطع اختیار فرماتے اور کثرت سے خوش بو استعمال کرتے تھے، خوش بو کی وجہ سے دیکھنے سے پہلے ہی ان کی آمد و رفت کا پتہ چل جاتا تھا۔

آپ کے صاحب زادے حضرت حماد نے فرمایا کہ ”آپ طویل القامت، گندمی رنگ، حسین و خوب رو اور باہمت تھے، بے وجہ کلام نہ فرماتے، جب کوئی پوچھتا اس کا جواب دیتے، بے کار باتوں میں نہ پڑتے... جامہ زیب تھے، خوش بو بہت لگاتے تھے، قبل اس کے کہ لوگ آپ کو دیکھیں ہوا کی خوش بو سے آپ پہچان لیے جاتے تھے۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے یہی کہتی ہے خوش بو اس ہوا کی

امام ابو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ”آپ متوسط قامت، بہت خوب صورت، فصیح زبان، اکمل الایراد، شیریں بیان، اپنے مطلب پر اہلین الحجة تھے... اپنے جوتے کے تسمے کا بھی خیال رکھتے تھے، کبھی نہ دیکھا گیا کہ تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔“ (۲)

## تعلیم و تربیت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، جب آپ نے شعور و ادراک کی آنکھیں کھولیں تو اسی سے منسلک ہو گئے، بعد میں کوفہ کے مشہور امام حضرت امام شعبی علیہ السلام کی ترغیب و تلقین سے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور علم کلام حاصل کرنا شروع کر دیا، اور خداداد ذہانت و فطانت اور فہم و فراست سے بہت جلد اس فن میں یگانہ روزگار ہو گئے، پھر بعض واقعات ایسے رونما ہوئے جس سے آپ نے علم کلام سے منہ موڑ کر علم فقہ کی تحصیل شروع کر دی اور اس کے لیے فقیہ وقت حضرت حماد رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ السلام فرماتے ہیں: ”امام صاحب علیہ السلام نے اپنی جوانی کے وقت میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۳۱، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

(۲) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص ۵۰، پانچویں فصل آپ کی صورت کے بیان

میں/ص ۱۴۶/ ۱۴۷، چھبیسویں فصل آپ کے لباس کے بیان میں

موجودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرے تو آپ بیچ و شر میں مشغول ہو گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امام شعبی کو اس کی توفیق بخشی تو انھوں نے امام صاحب کو تحصیل علم اور علما کی ہم نشینی کی طرف متوجہ کیا تو آپ کے دل میں ان کی بات بیٹھ گئی، اس وجہ سے کہ آپ نے اس میں ہوشیاری اور شرافت سمجھی تو بازار چھوڑ، تجارت سے منہ موڑ کر علم کی طرف متوجہ ہوئے، پہلے علم کلام حاصل فرمایا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آپ کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے، اور آپ ایک زمانہ تک اس میں مناظرہ کرتے اور اس فن پر سے اعتراضات دفع کرتے رہے... کیوں کہ اس زمانہ میں امام صاحب علم کلام کو بہ سبب اصل دین ہونے کے جملہ علوم سے ارفع و اعلیٰ خیال فرماتے تھے، پھر آپ کو الہام ہوا کہ صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہ تھا باوجود اس کے کہ وہ اس پر زیادہ قادر تھے اور اس کو زیادہ جانتے تھے، بلکہ انھوں نے اس سے سخت منع کیا اور انھوں نے سوائے شرعیات و مسائل فقہیہ کی تعلیم کے کسی کام پر وقت صرف نہ کیا؛ اس وجہ سے امام صاحب نے طریقہ جدل کو ناپسند کیا۔<sup>(۱)</sup>

### حضرت حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں:

امام اعظم رضی اللہ عنہما کی کلامی مجلس درس و تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہما کے فقہی حلقہ درس کے قریب تھی، ان ہی ایام میں جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما علم کلام میں غایت اشتغال سے بے زار ہو رہے تھے اور آپ کے دل میں من جانب اللہ مسائل فقہیہ کی رغبت و محبت ڈال دی گئی تھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے فوراً ہی آپ کو حضرت حماد رضی اللہ عنہما کے فقہی حلقہ درس میں پہنچا دیا۔ اس کی تفصیل خود امام صاحب اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”كنت أنظر في الكلام حتى بلغت فيه مبلغا يشار إلي فيه بالأصابع و كنا نجلس بالقرب من حلقة حماد بن أبي سليمان فجاءتني امرأة فقالت لي: رجل له امرأة أمة أراد أن يطلقها للسنة كم يطلقها؟ فلم أدري ما أقول فأمرتها أن تسأل حماداً ثم ترجع فتخبرني فسألت حماداً فقال: يطلقها وهي طاهر من الحيض والجماع تطليقة ثم يتركها حتى تحيض حيضتين فإذا اغتسلت فقد حلت للأزواج فرجعت فأخبرتني فقلت: لا حاجة لي في الكلام وأخذت نعلي فجلست إلى حماد“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: میں علم کلام کی تحصیل میں مصروف تھا یہاں تک کہ اس فن میں اس مرتبہ کمال پر فائز ہو گیا کہ لوگ میری طرف انگلیوں سے اشارہ کرنے لگے، ہماری کلامی مجلس درس و تدریس حضرت حماد بن ابی سلیمان کے فقہی

(۱) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۵۸، نوین فصل آپ کی پیدائش و نشوونما اور علم کی

کی طرف توجہ کے بیان میں

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

حلقہ درس کے بالکل قریب تھی، ایک دن ایک عورت میرے پاس آئی اور پوچھا: ایک مرد اپنی باندی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کیسے طلاق دے؟ مجھے اس کا جواب سمجھ میں نہیں آیا تو میں نے اس سے کہا: حماد بن ابی سلیمان سے جا کر پوچھو اور وہ جو جواب دیں مجھے آکر بتاؤ۔ اس عورت نے حضرت حماد سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ مرد اپنی بیوی کو ایک طلاق دے اس وقت جب کہ وہ حیض سے پاک ہو اور اس میں جماع نہ ہو، پھر اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ دو بار حیض آجائے، تو جب دوسرے حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کر لے تو اب اسے دوسرے مردوں سے نکاح کرنا حلال ہو جائے گا۔

اس عورت نے واپس آکر مجھے یہ جواب بتایا تو میں نے کہا: مجھے علم کلام کی ضرورت نہیں ہے اور کلامی مجلس سے اپنا جو تالے کر نکلا اور حضرت حماد کے فقہی حلقہ درس میں جا کر بیٹھ گیا۔

اس طرح سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم کلام کے بعد علم فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور انتہائی ذوق و شوق اور غایت انہماک کے ساتھ اٹھارہ سال تک ان سے کتاب فیض کرتے رہے۔

## الگ درس گاہ قائم کرنے کا خیال:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب شروع میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ کی درس گاہ میں حاضر ہوئے تو ایک طرف بیٹھتے رہے، لیکن چند ایام میں آپ کے استاذ نے اندازہ کر لیا کہ پورے حلقہ درس میں کوئی بھی ذہانت و فطانت اور فہم و فراست میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہے؛ اس لیے انھوں نے حکم دے دیا کہ ابو حنیفہ کے علاوہ کوئی شخص صدر مجلس میں میرے سامنے نہ بیٹھے۔ اس طرح آپ دس سال ان کی صحبت میں رہ کر فقہی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر آپ کے دل میں خیال ہوا کہ اپنا حلقہ درس الگ قائم کر لیں، چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

”فصحبتہ عشر سنین ثم نازعتني نفسي الطلب للرياسة فأحبت أن اعتزله و أجلس في حلقة لنفسي فخرجت يوما بالعشي و عزمي أن أفعل فلما دخلت المسجد فرأيتہ لم تطب نفسي أن أعتزله فجئت و جلست معه“ (۱)

ترجمہ: میں دس سال ان کی صحبت میں رہا، پھر میرے دل میں سرداری کی خواہش ہوئی اور میں نے ان سے الگ اپنا حلقہ درس قائم کرنا چاہا، اور ایک دن اسی عزم و ارادہ کے ساتھ شام کے وقت گھر سے نکلا، لیکن جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا اور حضرت حماد پر نظر پڑی دل نے ان سے الگ ہونا گوارا نہ کیا اور میں خاموشی سے ان کی مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ مگر خدا کا کرنا دیکھیے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس خواہش کی تکمیل کتنے عمدہ طریقے سے ہوئی کہ استاذ کا ادب

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۳۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

واحترام بھی ملحوظ رہا اور الگ درس گاہ قائم کرنے کے فوائد و نقصانات بھی ظاہر ہو گئے، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

”اسی شب خبر آئی کہ بصرہ میں حضرت حماد کے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص مرحوم کا وارث بھی نہیں ہے؛ اس لیے وہ مجھے اپنی جگہ بٹھا کر بصرہ تشریف لے گئے اور دو ماہ تک اپنے حلقہ درس میں حاضر نہ ہو سکے، اس درمیان میرے سامنے ایسے بھی مسائل آئے جن کے بارے میں حضرت حماد سے کچھ بھی نہیں سنا تھا، میں ان نئے مسائل کے جو جوابات دیتا انہیں اپنی یادداشت میں لکھ بھی لیتا تھا، اس طرح ساٹھ نئے مسائل پیش ہوئے جن کے جوابات میں نے اپنے اجتہاد سے بیان کیے، پھر جب حضرت حماد بصرہ سے واپس ہوئے تو میں نے ان کے سامنے سارے مسائل رکھ دیے، انہوں نے چالیس مسائل میں اتفاق کیا اور بیس مسائل میں اختلاف کیا، اس کے بعد میں نے قسم کھالی کہ جب تک وہ زندہ رہیں گے ان کے حلقہ درس سے الگ نہیں ہوں گا، اس طرح میں حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے حلقہ درس میں شریک رہا۔<sup>(۱)</sup>

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”قدمت البصرة فظننت اني لا أسأل عن شيء إلا أجبت فيه فسألوني عن أشياء لم يكن عندي فيها جواب فجعلت على نفسي أن لا أفارق حمادا حتى يموت فصحبته ثمانى عشرة سنة“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: میں بصرہ آیا، میرا خیال تھا کہ مجھ سے جو مسئلہ بھی دریافت کیا جائے گا میں اس کا جواب دے دوں گا، لیکن وہاں لوگوں نے مجھ سے بعض ایسے مسائل دریافت کیے جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا؛ اسی وقت میں نے عہد کر لیا کہ میں حضرت حماد کی زندگی میں کبھی ان سے الگ نہیں ہوں گا، تو میں اٹھارہ سال ان کی خدمت میں رہا۔

### آپ کے معروف اساتذہ کرام:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام کی تعداد چالیس ہزار بتائی جاتی ہے، جمال الدین ابو یوسف مزنی نے آپ کے بعض اساتذہ کا شمار اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن محمد بن منتشر [۲] اسماعیل بن عبد الملک بن ابی الصغیراء [۳] جلیتہ بن سحیم [۴] ابو ہند حارث بن عبد الرحمان ہمدانی [۵] حسن بن عبید اللہ [۶] حکم بن عتیبہ [۷] حماد بن ابی سلیمان [۸] خالد بن علقمہ [۹] ربیعہ بن ابی عبد الرحمان [۱۰] زبید البیامی [۱۱] زیاد بن علاقہ [۱۲] سعید بن مسروق ثوری [۱۳] سلمہ بن کبیل [۱۴] سماک بن حرب [۱۵] ابو رۓبہ شداد بن عبد الرحمان [۱۶] شیبان بن عبد الرحمان نخوی [۱۷] طاؤس بن کیسان [۱۸] ابوسفیان طریف سعدی [۱۹] ابو

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

(۲) تاریخ بغداد، ذکر من اسمه النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان



سفیان ظلمہ بن نافع [۲۰] عاصم بن کلیب [۲۱] عاصم بن ابی النجود [۲۲] عامر شعبی [۲۳] عبداللہ بن ابی حبیبہ [۲۴] عبداللہ بن دینار [۲۵] عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود [۲۶] قابوس بن ابی [۲۷] ابوامیہ عبدالکریم بصری [۲۸] عبدالملک بن عمیر [۲۹] عدی بن ثابت انصاری [۳۰] عطاء بن ابی رباح [۳۱] عطاء بن سائب [۳۲] عطیہ بن سعد عوفی [۳۳] عکرمہ مولیٰ ابن عباس [۳۴] علقمہ بن مرثد [۳۵] علی بن اقمرا [۳۶] علی بن حسن الزراد [۳۷] عمرو بن دینار [۳۸] عوف بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود [۳۹] قابوس بن ابی ظبیان [۴۰] قاسم بن عبدالرحمان بن عبداللہ بن مسعود [۴۱] قتادہ بن دعامہ [۴۲] قیس بن مسلم جدلی [۴۳] محارب بن دثار [۴۴] محمد بن زبیر حنظلی [۴۵] محمد بن سائب کلبی [۴۶] ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب [۴۷] محمد بن قیس ہمدانی [۴۸] محمد بن مسلم بن شہاب زہری [۴۹] محمد بن منکدر [۵۰] مخول بن راشد [۵۱] مسلم البطحین [۵۲] مسلم الملانی [۵۳] معن بن عبدالرحمان [۵۴] مقسم [۵۵] منصور بن معتمر [۵۶] موسیٰ بن ابی عائشہ [۵۷] ناصح بن عبداللہ حکمی [۵۸] نافع مولیٰ ابن عمر [۵۹] ہشام بن عروہ [۶۰] ابو غسان الہیثم بن حبیب الصراف [۶۱] ولید بن سرج مخزومی [۶۲] یحییٰ بن سعید انصاری [۶۳] ابو حنیہ یحییٰ بن عبداللہ کنذی [۶۴] یحییٰ بن عبداللہ الجابر [۶۵] یزید بن صہیب الفقیر [۶۶] یزید بن عبدالرحمان کوفی [۶۷] یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ [۶۸] ابواسحاق سبعی [۶۹] ابو بکر بن عبداللہ بن ابی الجہم [۷۰] ابو جناب کلبی [۷۱] ابو حصین اسدی [۷۲] ابو زبیر کی [۷۳] ابوسوداء سلمیٰ [۷۴] ابو عون ثقفی [۷۵] ابو فروہ جہنی [۷۶] ابو معبد مولیٰ ابن عباس [۷۷] ابو یعفر عبدی۔<sup>(۱)</sup>

### امام اعظم ابو حنیفہ کا فقہی حلقہ درس:

حضرت حماد بن سلیمان رضی اللہ عنہ ۱۲۰ھ میں جب اس دار فانی سے کوچ کر گئے، تو اہل علم کو ان کے جانشین کی تلاش ہوئی اور ان کے شاگردوں کی نگاہ انتخاب ان کے فرزند ازجند حضرت اسماعیل بن حماد پر پڑی اور سب نے انھیں مسند تدریس پر بٹھادیا، لیکن ان سے تمام شاگردوں کو تشفی نہ ہو سکی؛ کیوں کہ ان کی توجہ فن نحو و کلام کی طرف زیادہ تھی اور فقہ و فتویٰ میں وہ کمال نہیں تھا جس کی توقع تھی، پھر حضرت موسیٰ بن کثیر کو حضرت حماد کا جانشین بنایا گیا؛ اس لیے کہ وہ ان کے شاگردوں میں تجربہ کار اور عمر کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے، وہ اگرچہ فقہ میں پورے ماہر نہ تھے، لیکن اکثر بزرگوں کی صحبت میں رہ چکے تھے؛ اس لیے لوگوں پر ان کا ایک خاص اثر تھا، چند روز تک ان کی وجہ سے حلقہ درس قائم رہا، پھر وہ حج کے لیے چلے گئے تو سب نے باتفاق رائے امام اعظم ابو حنیفہ کا انتخاب کیا اور یہ کہا کہ: "إن هذا الخزاز حسن المعرفة و إن كان حدثاً" یعنی یہ ریشم فروش فقہ کی اچھی معرفت رکھتا ہے، اگرچہ دوسروں کی بہ نسبت ابھی کم عمر ہے۔ امام صاحب نے بھی احباب کی بات مان لی اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ علم مرجائے۔ اس طرح سے آپ کا حلقہ درس جاری ہو گیا اور حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ کے اونچے تلامذہ حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ جب اس کی

(۱) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، من اسماء النعمان، ج: ۲۹، ص: ۶۱۸ تا ۶۲۰، المكتبة الشاملة

خبر عام ہوئی تو ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل، ولید بن ابان، ابو بکر ہذلی اور دوسرے اہل علم آنے لگے اور کوفہ کی مسجد اتنی پرکشش ہو گئی کہ امرا و حکام اور اعیان و اشراف تک جمع ہونے لگے۔<sup>(۱)</sup>

### آپ کے مشہور تلامذہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ بے شمار ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر جمال الدین ابو یوسف مزنی نے اس طرح کیا ہے:

[۱] ابراہیم بن طہمان [۲] ابیض بن اغربل بن صباح منقری [۳] اسباط بن محمد قرشی [۴] اسحاق بن یوسف ازرق [۵] قاضی اسد بن عمرو بجلی [۶] اسماعیل بن یحییٰ صیرفی [۷] ایوب بن ہانی جعفی [۸] جارود بن یزید نیشاپوری [۹] جعفر بن عون [۱۰] حارث بن نہبان [۱۱] حبان بن علی عنزی [۱۲] حسن بن زیاد لولوی [۱۳] حسن بن فرات قزاز [۱۴] حسین بن حسن بن عطیہ عوفی [۱۵] قاضی حفص بن عبدالرحمان بلخی [۱۶] حکام بن سلم رازی [۱۷] ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی [۱۸] حماد بن ابی حنیفہ [۱۹] حمزہ بن حبیب زیات [۲۰] خارجہ بن مصعب سرخسی [۲۱] داؤد بن نصیر طائی [۲۲] ابو ہذیل زفر بن ہذیل تیمی [۲۳] زید بن حباب عکلی [۲۴] سابق الرقی [۲۵] قاضی شیراز سعد بن صلت [۲۶] سعید بن ابی جہم قابوسی [۲۷] سعید بن سلام بن ابی الہیفاء عطار بصری [۲۸] سلم بن سالم بلخی [۲۹] سلیمان بن عمرو نخعی [۳۰] ہبل بن مزاحم [۳۱] شعیب بن اسحاق دمشقی [۳۲] صباح بن محارب [۳۳] صلت بن حجاج کوفی [۳۴] ابو عاصم ضحاک بن مخلد [۳۵] عامر بن فرات نسوی [۳۶] عائد بن حبیب [۳۷] عباد بن عوام [۳۸] عبداللہ بن مبارک [۳۹] عبداللہ بن یزید مقری [۴۰] ابویحییٰ عبدالحمید بن عبدالرحمان حمانی [۴۱] عبدالرزاق بن ہمام [۴۲] عبدالعزیز بن خالد ترمذی [۴۳] عبدالکریم بن محمد جرجانی [۴۴] عبدالحمید بن عبد العزیز بن ابی رواد [۴۵] عبدالوارث بن سعید [۴۶] عبید اللہ بن زبیر قرشی [۴۷] عبید اللہ بن عمرو الرقی [۴۸] عبید اللہ بن موسیٰ [۴۹] عتاب بن محمد بن شوزب [۵۰] قاضی علی بن ظبیان کوفی [۵۱] علی بن عاصم واسطی [۵۲] علی بن مسہر [۵۳] عمرو بن محمد عنقری [۵۴] ابوقطن عمرو بن ہشتم قطعی [۵۵] عیسیٰ بن یونس [۵۶] ابو نعیم فضل بن دکین [۵۷] فضل بن موسیٰ سینانی [۵۸] قاسم بن حکم عنزی [۵۹] قاسم بن معن مسعودی [۶۰] قیس بن ربیع [۶۱] محمد بن ابان عنبری کوفی [۶۲] محمد بن بشر غبیری [۶۳] محمد بن حسن بن آتش صنعانی [۶۴] محمد بن حسن شیبانی [۶۵] محمد بن خالد وہبی [۶۶] محمد بن عبداللہ انصاری [۶۷] محمد بن فضل بن عطیہ [۶۸] محمد بن قاسم اسدی [۶۹] محمد بن مسروق کوفی [۷۰] محمد بن یزید واسطی [۷۱] مروان بن سالم [۷۲] مصعب بن مقدم [۷۳] معانی بن عمران موصلی [۷۴] مکی بن ابراہیم بلخی [۷۵] ابوہبل نصر بن عبدالکریم بلخی المعروف بالصیقل [۷۶] نصر بن عبدالملک عکلی [۷۷] ابو غالب نصر بن عبداللہ ازدی [۷۸] نصر بن محمد مروزی [۷۹]

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه. ج: ۱، ص: ۲۲، المكتبة الشاملة / جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص: ۶۲، دسویں فصل فتویٰ دینے اور پڑھانے کے لیے بیٹھنے کے بیان میں

نعمان بن عبدالسلام اصہبانی [۸۰] قاضی نوح بن دراج [۸۱] ابو عصمہ نوح بن ابی مریم [۸۲] ہشیم بن بشیر [۸۳] ہوزہ بن خلیفہ [۸۴] ہیاج بن بسطام ہرجمی [۸۵] وکیع بن الجراح [۸۶] یحییٰ بن ایوب مصری [۸۷] یحییٰ بن نصر بن حاجب [۸۸] یحییٰ بن میان [۸۹] یزید بن زریع [۹۰] یزید بن ہارون [۹۱] یونس بن بکیر شیبان [۹۲] ابواسحاق فزاری [۹۳] ابو حمزہ سکری [۹۴] ابوسعید صافانی [۹۵] ابو شہاب حناط [۹۶] ابو مقاتل سمرقندی [۹۷] قاضی ابو یوسف۔<sup>(۱)</sup>

### تلامذہ سے محبت اور ان کی امداد:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے تلامذہ اور حلقہ نشینوں کا بہت خیال رکھتے تھے، ان سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور ضرورت مند تلامذہ کو اتنا نوازتے کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔ قاضی ابو عبداللہ حسین بن علی صیمری اپنی کتاب ”أخبار أبي حنيفة وأصحابه“ میں لکھتے ہیں:

”كان يصبر على من يعلمه و إن كان فقيرا أغناه و أجرى عليه و على عياله حتى يتعلم فإذا تعلم قال له قد وصلت إلى الغنى الأكبر بمعرفة الحلال و الحرام“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے تلامذہ کا خوب خیال رکھتے، اگر کوئی طالب علم محتاج ہوتا تو اسے غنی کر دیتے، اس کا اور اس کے اہل خانہ کا وظیفہ جاری فرمادیتے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا یہاں تک کہ وہ اپنی تعلیم مکمل کر لیتا، جب وہ عالم ہو جاتا تو اس سے فرماتے: اب تم حلال و حرام کی معرفت کی وجہ سے غناے اکبر کی منزل پر فائز ہو چکے ہو۔

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی جو امام صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، جب وہ امام صاحب کی مجلس میں شریک ہونے لگے تو ان کے والد نے امام صاحب سے کہا: میری کئی بیٹیاں ہیں اور حسن کے علاوہ میرا کوئی ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے؛ اس لیے میں بہت پریشان ہوں، امام صاحب نے حسن بن زیاد کو بلا کر فرمایا: إن أباك قال كيت و كيت، الزم فإني لم أرفقيها قط فقيراً - تمہارے والد ایسا ایسا کہ رہے تھے، تم میرے پاس رہو، میں نے کسی فقیہ کو فقیر نہیں دیکھا۔ ساتھ ہی اپنے پاس سے ان کا وظیفہ جاری کر دیا جو ان کی فراغت تک برابر جاری رہا۔<sup>(۳)</sup>

علامہ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر کی فرماتے ہیں:

”ولید بن قاسم نے کہا کہ امام صاحب کریم الطبع تھے، اپنے اصحاب کا خیال رکھتے اور مواسات (غم خواری) فرماتے۔ عصام نے کہا کہ کسی شخص کو اپنے شاگردوں کا ایسا خیال نہ تھا جس طرح امام صاحب کو تھا حتیٰ کہ اگر کسی کے بدن پر مکھی بھی بیٹھتی تو اس کی ناگواری امام صاحب پر محسوس ہوتی تھی۔“

(۱) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، من اسمہ النعمان، ج: ۲۹، ص: ۴۲۰ تا ۴۲۲، المكتبة الشاملة

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج: ۱، ص: ۵۹

(۳) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ج: ۱، ص: ۱۳۶، المكتبة الشاملة

کسی نے آپ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کیا کہ وہ اپنی چھت پر سے گر گیا۔ یہ سن کر امام صاحب نے زور سے چیخ ماری جس کو تمام مسجد والوں نے سنا اور گھبرائے ہوئے ننگے پاؤں کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا: اگر اس مصیبت کا اٹھالینا میرے امکان میں ہوتا تو میں اس کو ضرور اٹھالیتا اور تاصحت روزانہ صبح و شام اس کی عبادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### امام ابو یوسف کا بیان:

آپ کے تلمیذ رشید قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں عسرت و تنگ دستی میں امام صاحب کے پاس حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، ایک دن میرے والد آئے اور مجھے درس سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا: بیٹا! ابو حنیفہ خوش حال آدمی ہیں اور تم تنگ دست ہو؛ اس لیے تم ان کی برابری نہ کرو، اس کے بعد میں نے اپنے والد کی اطاعت و فرماں برداری میں امام صاحب کے پاس آنا جانا بند کر دیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری کے بارے میں حلقہ نشینوں سے دریافت کیا، چند دنوں کے بعد جب دوبارہ میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو غیر حاضری کی وجہ معلوم کی، میں نے معاشی الجھن بیان کی اور والد کی اطاعت کا حوالہ دیا، مجلس درس ختم ہونے پر امام صاحب نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، جب سب لوگ چلے گئے تو ایک تھیلی دی اور کہا کہ اپنا کام چلاؤ اور برابر مجلس درس میں آتے رہو، جب یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے خبر دینا، میں نے دیکھا تو اس تھیلی میں سو درہم تھے، چند دنوں کے بعد بغیر کچھ کہے سنے سو دینار کی دوسری تھیلی دی، پھر تو یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے بڑے اطمینان و سکون سے اپنی تعلیم مکمل کی، میں نے کبھی ان سے حاجت بیان نہیں کی اور نہ ہی مال ختم ہونے کی اطلاع دی، ایسا لگتا تھا کہ انھیں من جانب اللہ اطلاع ہو جاتی تھی، وہ مجھے عطا کرتے رہے یہاں تک کہ میں غنی اور مال دار ہو گیا۔<sup>(۲)</sup>

### ذریعہ معاش:

ریشم کی تجارت کرنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا خاندانی پیشہ تھا، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کر کے اپنی روزی روٹی کا انتظام کرتے تھے، اس کے علاوہ بازار میں ریشمی کپڑوں کی بہت بڑی دکان بھی تھی جس میں اپنے کارخانے کے تیار شدہ ریشمی کپڑے اور دوسرے نوع بنوع کے کپڑے فروخت ہوتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

”کان من اذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء. وکان لا یقبل جوائز الدولة بل ینفق و یؤثر من کسبه. له دار کبيرة لعمل الخبز، و عنده صناع و اجراء.“<sup>(۳)</sup>

ترجمہ: ابو حنیفہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، انھوں نے فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت کو اپنی ذات

(۱) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۱۳۹، استانبول، ترکی

(۲) أخبار أبي حنيفة و أصحابه، ج: ۱، ص: ۹۹، المكتبة الشاملة

(۳) العبر في خبر من غیر، ج: ۱، ص: ۱۶۴، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

میں جمع کر لیا تھا، وہ حکومت کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے، ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا بننے کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاری گر اور مزدور کام کرتے تھے۔

## ریشمی کپڑے کی دکان:

کوفہ شہر کے بیچ میں جامع مسجد اور دار الامارت کے پاس صحابی رسول حضرت عمرو بن حریت مخزومی رضی اللہ عنہما کے عظیم الشان اور با برکت مکان میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی ریشمی کپڑوں کی دکان تھی جس کی شہرت عام تھی، چنانچہ خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

”کان أبو حنیفة خزازا و دکانہ معروف فی دار عمرو بن حریت“ (۱)

ترجمہ: ابو حنیفہ ریشم فروش تھے اور کوفہ میں ان کی دکان حضرت عمرو بن حریت کے مکان میں مشہور تھی۔ اس مکان اور دکان کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت ابو سعید عمرو بن حریت مخزومی قریشی رضی اللہ عنہما وصال نبوی کے وقت بارہ سال کے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ غزوہ بدر کے سال ان کی والدہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور ان کے لیے بیع و شرا میں برکت اور فراوانی رزق کے لیے دعا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن حریت بیان فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرے بھائی سعید بن حریت مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے، اس وقت آپ سونا تقسیم فرما رہے تھے، مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا، میں نے دل میں کہا کہ اس کو جس چیز میں لگاؤں گا برکت ہوگی، اس کا آخری حصہ اس مکان میں لگایا ہے، اس کا نتیجہ راوی کے بیان کے مطابق یہ ہوا کہ انھوں نے بہت زیادہ مال کمایا اور وہ کوفہ کے سب سے بڑے مال دار ہو گئے۔ (۲)

حضرت عمرو بن حریت جنگ قادسیہ میں شریک تھے اور جب ۱۴ھ میں کوفہ آباد ہوا تو وہیں چلے آئے، اور جامع مسجد کے پہلو میں ایک بڑا مکان تعمیر کیا، ابن سعد فرماتے ہیں:

”نزل عمرو بن حریت الکوفة وابتنی بها دارا إلى جانب المسجد و هي كبيرة مشهورة فيها أصحاب الخزاليوم“ (۳)

ترجمہ: عمرو بن حریت کوفہ تشریف لائے اور وہاں مسجد کے پہلو میں ایک مکان تعمیر کیا، یہ مکان بہت بڑا اور

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج ۱۳، ص ۳۲۶، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

(۲) أسد الغابة، ج ۲، ص ۳۴۵، المكتبة الشاملة

(۳) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج ۶، ص ۲۳، المكتبة الشاملة

مشہور ہے، آج کل (تیسری صدی ہجری میں) اس میں ریشم کا کاروبار کرنے والے رہتے ہیں۔ اس مکان میں دکان حاصل کرنے کے لیے بڑی کوشش کی جاتی تھی؛ کیوں کہ اس کی ہر دکان میں اس طرح خیر و برکت ہوتی تھی کہ معمولی معمولی دکان دار چند دنوں میں اچھے خاصے مال دار ہو جاتے تھے۔

### خرید و فروخت میں دیانت:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی تجارت نہایت وسیع تھی، اکثر شہر میں آپ کے کارندے رہتے تھے، بڑے بڑے سوداگروں سے لین دین رہتا تھا، مگر اس کے باوجود احتیاط اور دیانت کا حال یہ تھا کہ کبھی ناجائز، بلکہ مشکوک طریقے سے ایک پیسہ بھی ان کے خزانہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا، اس احتیاط میں آپ کو کبھی کبھی بہت نقصان بھی اٹھانا پڑتا تھا، مگر آپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں نقل کرتے ہیں:

"حفص بن عبد الرحمن امام ابو حنیفہ کے شریک تجارت تھے، امام صاحب ان کے پاس مال بھیجتے رہتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے مال بھیجا اور ان کو بتا دیا کہ فلاں فلاں کپڑے میں عیب ہے، جب اسے فروخت کرنا تو خریدار کو بتا دینا، مگر حفص بن عبد الرحمن بھول گئے اور عیب بتائے بغیر اسے بیچ دیا اور یہ معلوم بھی نہیں رہا کہ کس سے بیچا ہے۔ جب امام اعظم ابو حنیفہ کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اس کی پوری قیمت صدقہ کر دی۔" (۱)

جعفر بن عون عمری فرماتے ہیں: ایک عورت امام اعظم ابو حنیفہ کے پاس ریشم کا کپڑا خریدنے آئی، آپ نے کپڑا دکھایا تو اس عورت نے کہا: میں غریب عورت ہوں اور یہ امانت کا معاملہ ہے؛ لہذا یہ کپڑا بغیر نفع لیے مجھے دے دیجیے۔ تو امام صاحب نے فرمایا: اسے چار درہم میں لے لو، یہ سن کر اس عورت نے کہا: میں سن رسیدہ عورت ہوں، آپ مجھ سے مذاق نہ کریں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: سنو! میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک ساتھ دو کپڑے لیے تھے، ان میں سے ایک میں نے فروخت کر دیا اور چار درہم کے علاوہ پوری قیمت وصول ہو چکی ہے؛ اس لیے اب میرا صرف چار درہم باقی رہ گیا ہے؛ لہذا تم چار درہم میں یہ کپڑا لے لو۔ (۲)

ملیح بن کبیج کے والد بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کی دکان پر بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت ریشمی کپڑا بیچنے آئی، امام ابو حنیفہ نے قیمت دریافت کی تو اس نے سو درہم بتایا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: یہ کپڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے دو سو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے تین سو درہم کہا، آپ نے کہا: اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے، اس نے چار سو درہم بتایا، آپ نے کہا: یہ کپڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

(۲) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

بوڑھی عورت نے سمجھا امام صاحب تفریح کر رہے ہیں۔ تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا: تم کسی مرد کو بلا لاؤ جو اس کا واجبی دام بتائے، وہ عورت ایک مرد کو بلا کر لے آئی اور امام صاحب نے وہ کپڑا پانچ سو درہم میں خریدا۔<sup>(۱)</sup>

### وفور عقل:

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر کی فرماتے ہیں: خطیب نے ابن مبارک سے روایت کی کہ میں نے کسی شخص کو امام اعظم ابو حنیفہ سے زیادہ عقل مند نہ دیکھا۔

خلیفہ ہارون رشید سے مروی ہے کہ ان کے سامنے امام اعظم ابو حنیفہ کا تذکرہ ہوا، تو ہارون رشید نے امام اعظم ابو حنیفہ کے حق میں دعائے رحمت کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ چیز دیکھتے تھے جو دوسرا سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔  
علی بن عاصم سے روایت ہے کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ کی عقل روئے زمین والوں کی عقلوں سے تولی جائے تو ضرور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقل راجح ہوگی۔

محمد بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی بات چیت، کام کاج، چلنے پھرنے، آنے جانے میں ان کی عقل کا پتہ چلتا تھا۔

بکر بن حبیش نے کہا: اگر امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانہ کے تمام لوگوں کی عقلیں اور امام صاحب کی عقل جمع کی جاتی تو امام اعظم ابو حنیفہ کی عقل ان سب لوگوں کی عقلوں پر راجح ہوتی۔<sup>(۲)</sup>

### خوف و خشیت الہی:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خوف و خشیت خداوندی کا کس قدر غلبہ تھا اس کا اندازہ ان کے تلامذہ و معاصرین کے مندرجہ ذیل بیانات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر کی علی الخلیفہ فرماتے ہیں:  
”رات کو جب آپ نماز ادا فرماتے تو چٹائی پر آپ کے آنسو کے گرنے کی آواز اس طرح آتی جس طرح بارش کے قطرے گرتے ہوں۔ رونے کا اثر آپ کی آنکھوں اور رخساروں پر نظر آتا تھا۔

اسد بن عمرو نے کہا: ”امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا رونا شب میں سنا جاتا، یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے۔

حضرت وکیع فرماتے ہیں: ”بخدا آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت و کبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔ آپ اپنے رب کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے، اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں پڑتیں، اس کو سہا لیتے اور وہ اپنے رب کی رضائے چھوڑتے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے، اور امام اعظم ابو حنیفہ

(۱) أخبار أبي حنيفة، ذكر ماروي في أمانة أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۵۰، المكتبة الشاملة

(۲) جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص: ۱۰۲، ۱۰۳، استانبول، ترکی

واقعی ابرار میں سے تھے۔

ابوالاحوص نے کہا: اگر کوئی شخص امام صاحب سے یہ کہتا کہ آپ تین دن میں انتقال فرمائیں گے تو جو کچھ آپ کا معمول تھا اس میں زیادہ نہ فرماتے۔ یعنی ہر روز اس قدر عبادت کرتے تھے جتنی عبادت وہ شخص کرتا ہے جسے یہ معلوم ہو کہ میں آج کے تیسرے دن مر جاؤں گا۔

ایک روز امام اعظم ابو حنیفہ کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا۔ اس لڑکے نے کہا: اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے یہ بات سنی تو غصہ کھا کر گر گئے، کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا ہے۔<sup>(۱)</sup>

یزید بن کسیت جو اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ کے دل میں خشیت الہی بہت زیادہ تھی، ایک شب علی بن حسین مؤذن نے نماز عشا میں ”سورۃ اذاززلزلت الارض“ پڑھی اور امام اعظم ابو حنیفہ مقتدی تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب متفکر بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں، میں وہاں سے اٹھ گیا تاکہ آپ کا دل مشغول نہ ہو اور قندیل کو روشن ہی چھوڑ دیا، اس میں صرف تھوڑا سا تیل تھا، پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قندیل روشن ہے اور امام صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اے وہ جو ذرہ خیر کی مقدار جزائے خیر دے گا اور ذرہ شر کی مقدار جزائے شردے گا! اپنے بندے نعمان کو آگ سے بچالے، کہ وہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کر لے۔ میں نے فجر کے لیے اذان دی، پھر جب اندر گیا تو امام صاحب نے پوچھا: کیا قندیل لینا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں صبح کی اذان بھی دے چکا۔ فرمایا: جو کچھ تم نے دیکھا اسے چھپانا، کسی پر ظاہر نہ کرنا، پھر دو رکعت سنت فجر پڑھ کر بیٹھے یہاں تک کہ نماز فجر کی تکبیر ہوئی اور آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اول شب کی وضو سے پڑھی۔<sup>(۲)</sup>

### تقویٰ و پرہیزگاری:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ابن مبارک فرماتے ہیں: میں کوفہ پہنچا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ سب لوگوں نے کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ (رضی اللہ عنہما)<sup>(۳)</sup>

حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ امام صاحب بہت بڑے پرہیزگار تھے، حرام سے ڈرتے، بلکہ صرف شبہ کی وجہ سے بہت سی حلال چیزیں بھی چھوڑ دیتے تھے، میں نے کسی فقیہ کو آپ سے زیادہ اپنی جان اور علم کا بچانے والا نہ

(۱) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، بتغیر یسیر، ص: ۸۶ تا ۹۰، استانبول، ترکی

(۲) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۵، ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

(۳) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان



دیکھا۔ (۱)

آپ کے بے مثال تقویٰ و پرہیزگاری کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار کوفہ کی بکریوں میں ایک چھینی ہوئی بکری مل گئی، آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کتنے دنوں تک بکری زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا: سات سال تک۔ امام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔

اسی زمانہ میں ایک فوجی کو دیکھا کہ اس نے گوشت کھا کر اس کا بقیہ حصہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا تو آپ نے مچھلی کی عمر دریافت فرمائی، لوگوں نے کہا: اتنے سال۔ آپ نے اتنے زمانہ تک مچھلی کھانا چھوڑ دیا۔ (۲)

### حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

”امام اعظم اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں، بلکہ فقہاء کے امام تھے۔ تقویٰ و ورع میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے مال کے ذریعہ غریبوں کی مدد کرتے، جو سائل آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔ شب و روز عبادت میں اور علم سکھانے میں مصروف رہتے۔ کم گوا اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرماتے اور بادشاہ اور امرا کے مال سے دور رہتے۔“ (۳)

### عبادت و ریاضت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما عابد شب زندہ دار بھی تھے، کثرت عبادت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی اس پر کسی اور عبادت کا اضافہ کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا تھا۔ کثرت قیام کی وجہ سے آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا تھا۔ ابو یحییٰ حمانی امام اعظم ابو حنیفہ کے بعض اصحاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ”ابو حنیفہ عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور جب وہ رات میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی زینت کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔“ (۴)

مسعر بن کدام آپ کے معمولات و عبادت کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں:

”میں امام اعظم ابو حنیفہ کی مسجد میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کو درس دینے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر ادا کی، پھر لوگوں کو عصر تک تعلیم دیتے رہے، پھر عصر ادا فرمائی، اسی طرح عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا تک درس و تدریس میں مشغول رہے، پھر عشا پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔“

(۱) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۹۷، استانبول، ترکی

(۲) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۱۰۰، استانبول، ترکی

(۳) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

(۴) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

آپ کا یہ معمول دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب آپ کی تدریسی مصروفیات اس قدر ہیں تو آپ نفل عبادت کیسے کرتے ہوں گے، میں ضرور آپ پر نگاہ رکھوں گا۔ جب لوگ عشا پڑھ کر گھروں کو جا چکے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ گھر سے صاف ستھرا لباس پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دولہا ہیں۔ آپ نفل نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو گئی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے۔ جب کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ آپ نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر حسب دستور وہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا جو عشا تک جاری رہا۔ میں نے خیال کیا کہ آج رات یہ ضرور آرام کریں گے، مگر دو بھری رات بھی وہی معمول دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں امام ابو حنیفہ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا؛ لہذا میں نے مستقل ان کی خدمت میں رہنے اور ان کی شاگردی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں:

”میں نے امام اعظم کو دن میں بغیر روزہ کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی رات میں سوتے ہوئے پایا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ کچھ دیر آرام کر لیا کرتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔“

علامہ ابن حجر کی حضرت مسعر بن کدام کی زبانی امام اعظم ابو حنیفہ کے معمولات و عبادت کا بیان نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”مسعر بن کدام بھی بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کا وصال امام ابو حنیفہ کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوا جب کہ وہ سجدہ میں اپنی جبین نیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔“<sup>(۱)</sup>

عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم ابو حنیفہ کی غیبت کی تو عبداللہ ابن مبارک نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے، تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے ۲۵ سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھی ہیں، وہ ایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے، اور جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے ان سے حاصل کیا ہے۔“

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام اعظم ابو حنیفہ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن کرتے، اور رمضان شریف سے یوم عید تک ۶۲ ختم فرماتے۔ آپ بہت بڑے سخی تھے، علم سکھانے پر بڑے صابر تھے، جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر تحمل فرماتے، غصہ سے دور رہتے، میں نے ان کو دیکھا کہ ۲۰ برس تک اول شب میں وضو کیا اور اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی، اور جو شخص ہم سے قبل آپ کی خدمت میں رہا اس نے کہا: چالیس سال سے یہی حال ہے۔“<sup>(۲)</sup>

### اخلاق و عادات:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق فاضلہ اور عادات حسنہ کی بہترین

(۱) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۸۲، ۸۳، استانبول، ترکی / تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ

النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۵۴، ۳۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

(۲) جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۸۱، ۸۲، استانبول، ترکی

یادگار تھے۔ امام اعظم کے حسن اخلاق و کردار کے بارے میں کثیر واقعات متعدد کتابوں میں منقول ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح علم و عمل میں آپ بے مثال تھے اسی طرح حسن اخلاق اور پاکیزگی کردار میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے عزیز ترین شاگرد حضرت امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید نے کہا: امام اعظم ابو حنیفہ کے اخلاق و عادات بیان کیجیے، تو امام ابو یوسف نے فرمایا:

”جہاں تک میرا علم ہے ابو حنیفہ محرمات الہیہ سے بچانے کی بہت کوشش کرتے تھے۔ دین کے سلسلے میں بغیر علم کسی بات کے اظہار سے بہت احتراز فرماتے، ان کی خواہش رہتی کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور کوئی بھی اس کی نافرمانی نہ کرے، وہ اپنے زمانے کے دنیا داروں سے بچتے تھے، دنیوی جاہ و عزت میں ان سے مناقشہ نہیں کرتے تھے، ان کا زیادہ وقت خاموش رہنے میں گزرتا تھا، ہمیشہ فکر میں رہا کرتے، عمل میں فراخی تھی، باتیں بنانے والے نہیں تھے، اگر ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس سلسلے میں جو علم ہوتا بیان کر دیتے تھے اور جتنا سنا ہے جواب میں کہہ دیتے تھے، اور جس میں کچھ نہیں سنا ہے صحیح اور حق طریقہ پر قیاس کرتے تھے اور اپنے نفس کی اور دین کی حفاظت کرتے تھے، ان کا نفس تمام لوگوں سے بے نیاز تھا، لالچ اور حرص کی طرف ان کا میلان نہ تھا، غیبت کرنے سے بہت دور تھے، جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے تھے۔“

یہ سن کر ہارون رشید نے کہا: ”یہی اخلاق صالحین (نیکوں) کے ہیں اور پھر کاتب سے کہا کہ یہ بیان لکھ کر میرے بیٹے کو دو تاکہ وہ اس کو پڑھے، پھر ہارون رشید نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اس بیان کو یاد کر لو، اگر اللہ نے چاہا تو میں کبھی تم سے پوچھ لوں گا۔“<sup>(۱)</sup>

امام زفر بن ہذیل کا بیان ہے:

”مجھے امام اعظم کی خدمت میں بیس سال سے زائد مدت گزارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل و جان سے چاہتے۔ آپ کے شب و روز اللہ کی یاد کے لیے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم و تدریس میں گزرتا، باہر سے آنے والے مسائل کا جواب لکھتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی رہنمائی فرماتے۔ مجلس میں بیٹھتے تو درس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقرا و مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہو جاتے۔ رات عبادت میں گزرتی اور قرآن مجید کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔“<sup>(۲)</sup>

معافی موصلی فرماتے ہیں:

(۱) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ذكر الروايات في ورع أبي حنيفة رضي الله عنه، ج: ۱، ص: ۷۳، المكتبة الشاملة

(۲) مناقب للموفق، ص: ۷۰۰، بحوالہ امام اعظم، سید شاہ تراب الحق قادری

”امام ابو حنیفہ میں دس باتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنے وقت کا رئیس اور اپنے قبیلہ کا سردار ہو:

۱۔ پرہیزگاری۔ ۲۔ سچ بولنا۔ ۳۔ عفت۔ ۴۔ لوگوں کی خاطر مدارات کرنا۔ ۵۔ سچی محبت رکھنا۔ ۶۔ اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا۔ ۷۔ زیادہ تر خاموش رہنا۔ ۸۔ ٹھیک بات کہنا۔ ۹۔ عاجزوں کی مدد کرنا۔ ۱۰۔ اگرچہ وہ عاجز دشمن ہو۔<sup>(۱)</sup>

### والدہ کی خدمت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے والدین جب تک زندہ رہے، آپ ان کی ہر خدمت کے لیے تیار رہتے تھے، آپ کے والد ماجد کا انتقال پہلے ہو گیا اور والدہ ماجدہ ۱۳۰ھ کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں؛ اس لیے والدہ کی خدمت کا زیادہ موقع ملا۔ والدین کے انتقال کے بعد امام صاحب ان کے حق میں ایصالِ ثواب اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے، امام صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

”قد جعلت عملي أثلاثا، ثلاثا لنفسی، وثلاثا لوالدتی، وثلاثا لخدمتی“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: میں نے اپنے اعمال کے تین حصے کر لیے ہیں، ایک تہائی اپنے لیے، ایک تہائی والدین کے لیے اور ایک تہائی اپنے استاذ حماد بن ابی سلیمان کے لیے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: آپ (امام اعظم رضی اللہ عنہما) اپنی والدہ کو سوار کر کے عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتے اور ان کا حکم ماننا پسند فرماتے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں: کبھی میں اپنی والدہ کو ان کے یہاں لے جاتا اور وہ خود سوال کرتیں اور کبھی والدہ صاحبہ مجھے حکم فرماتیں تو میں وہاں جا کر ان سے مسئلہ پوچھ کر والدہ سے عرض کرتا۔ میں وہاں یہ کہتا کہ میری والدہ نے حکم کیا ہے کہ میں آپ سے یہ مسئلہ دریافت کروں۔ وہ فرماتے: آپ پوچھتے ہیں؟ میں کہتا کہ انھوں نے مجھے حکم کیا ہے۔

عمر بن ذر فرماتے: جواب مسئلہ بیان کیجیے۔ میں صورت واقعہ اور جواب دونوں بیان کرتا، پھر وہ مجھ سے وہی جواب کہہ دیا کرتے، میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ وہ کہتے اس کی خبر دے دیتا۔<sup>(۳)</sup>

حضرت حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب کی والدہ نے کسی بات پر قسم کھالی اور اس کے متعلق اپنے بیٹے (امام ابو حنیفہ) سے فتویٰ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا مگر وہ مطمئن نہیں ہوئیں اور کہا: جب تک زرعہ واعظ سے تم دریافت نہیں کرو گے مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ امام صاحب والدہ کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس

(۱) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۱۴۳، ۱۴۴، استانبول، ترکی

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ذکر ما جاء في بره بوالديه، ج ۱، ص ۶۳، المكتبة الشاملة

(۳) جواهر البیان ترجمہ الخیرات الحسان، ص: ۱۴۰، ۱۴۱، استانبول، ترکی

گئے اور والدہ نے خود ان سے فتویٰ پوچھا۔ زرعہ نے تعجب سے کہا: کوفہ کا فقیہ آپ کے ساتھ ہے، پھر میں کیا فتویٰ دوں۔ امام صاحب نے زرعہ واعظ کو جواب بتا کر کہا کہ آپ اس طرح فتویٰ دیں۔ چنانچہ زرعہ نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی والدہ راضی اور مطمئن ہو گئیں۔<sup>(۱)</sup>

امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری نے امام صاحب کے لیے عہدہ قضا تجویز کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا، اس پر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کو ایک سو دس (۱۱۰) کوڑے کی سزا دی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی جتنی کہ اس حادثہ پر والدہ کے رنج و غم سے ہوئی۔ والدہ نے کہا: نعمان! جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے ترک تعلق کر لو۔ میں نے کہا: اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا، میں نے یہ علم صرف اللہ کی رضا جوئی اور اپنی نجات کے لیے حاصل کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

### پڑوسیوں کی خبر گیری:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما اخلاقیات میں نہایت بلند کردار کے مالک تھے، وہ ہمیشہ دوسروں پر احسان کرتے، حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے، ہم سایوں کی غم خواری کرتے، پڑوسی اگر تکلیف پہنچا رہا ہو تب بھی اس کی حاجت روائی فرماتے، پڑوسیوں کو تکلیف میں مبتلا دیکھنا ان کو گوارا نہ تھا۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا یہ واقعہ آپ کے متعدد سوانح نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ:

”آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا۔ جو دن میں محنت، مزدوری کرتا اور شام کو بازار سے گوشت اور شراب لے کر آتا۔ گوشت بھون کر کھاتا اور شراب پیتا، جب شراب و کباب کے نشے میں مست ہو جاتا تو غل مچاتا اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھتا رہتا:

أضاعوني و أتی فتی أضاعوا

لیوم کریهة و سداد ثغر

یعنی لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال جوان کو کھویا جو لڑائی اور صف بندی کے دن کام آتا۔ امام صاحب روزانہ اس کی آواز سنا کرتے اور خود تمام رات عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک رات آپ نے اس کی آواز نہ سنی تو صبح لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا، بتایا گیا کہ اسے کل رات سپاہیوں نے پکڑ لیا ہے اور وہ قید میں ہے۔ امام صاحب نماز فجر کے بعد گورنر کے پاس پہنچے۔ گورنر نے بڑے ادب سے عرض کیا: حضور! آپ یہاں کیسے

(۱) تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج: ۱۳، ص: ۳۶۳، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

(۲) أخبار أبي حنیفة و أصحابه، ذکر ماجاء فی برہ بوالدیہ، ج: ۱، ص: ۶۳، المكتبة الشاملة

تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا:

”لی جار إسکافی أخذہ العتس منذ لیلال، یأمر الأمير بتخلية سبیلہ، فقال: نعم. و کل من أخذ تلك اللیلة، فترکوا أجمعین“

ترجمہ: میرا ایک موچی پڑوسی ہے جسے چند راتوں سے آپ کے سپاہیوں نے قید کر رکھا ہے، اسے چھوڑنے کا حکم فرمائیں۔ گورنر نے حکم دیا: وہ قیدی اور اس کے ساتھ کے تمام قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ اس طرح وہ سب رہا ہو گئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پڑوسی نوجوان سے فرمایا: ”ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟ آپ کا اشارہ اس شعر کی طرف تھا جسے وہ پڑھا کرتا تھا۔ اس نے عرض کی: نہیں، بلکہ آپ نے میری حفاظت فرمائی اور میری سفارش کی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ہم سایہ کے حق کی رعایت فرمائی، پھر اس نے سچی توبہ کر لی اور نیک بن گیا۔<sup>(۱)</sup>

### وفات سے قبل کی سیاسی صورت حال:

بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کی دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے وہ مظالم کیے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں، منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بد نما داغ ہیں۔

اسی خون خوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا، ابتدا میں ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا، نفس ذکیہ بہت شجاع، فن جنگ کے ماہر، طاقت ور تھے، مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۳۵ھ میں دادِ مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعویٰ کیا، ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی، خاص کوفہ میں لگ بھگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے، بڑے بڑے ائمہ، علماء، فقہانے ان کا ساتھ دیا، حتیٰ کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی حمایت کی، بعض مجبور یوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو زندگی کے آخری لمحات تک افسوس رہا، مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتہ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

(۱) تبيين الصحيفه، ص: ۳۹ / جواهر البيان ترجمه الخيرات الحسان، ص: ۱۳۸، استانبول، ترکی / الوافی بالوفیات، ج: ۷، ص: ۳۵۳، ۳۵۴، المكتبة الشاملة

### عہدہ قضا سے انکار اور قید و بند:

خلیفہ ابو جعفر منصور جب ابراہیم کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کی طرف توجہ کی جنہوں نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۳۶ھ میں بغداد کو دار السلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انہیں شہید کرنا چاہتا تھا، مگر جواز قتل کے لیے بہانہ کی تلاش تھی، اسے معلوم تھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ میری حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہ کریں گے۔

اس نے حضرت امام کی خدمت میں عہدہ قضا پیش کیا، امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا: تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدہ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدہ قضا کے لائق نہیں؛ اس لیے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا: تم کو عہدہ قضا قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔

ربیع نے غصہ سے کہا: ابو حنیفہ! تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے ناراض ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔

### قید خانہ میں وفات:

عہدہ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے منصور نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو قید تو کر دیا، مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ بغداد چوں کہ دار السلطنت تھا؛ اس لیے تمام دنیاے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، خواص، عوام بغداد آتے تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا، قید و بند نے ان کی عظمت و اثر کو بجائے کم کرنے کے اور زیادہ بڑھا دیا، جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد رضی اللہ عنہما اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوادیا، جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدے ہی کی حالت میں روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ عظیم سانحہ ۱۵۰ھ شعبان میں پیش آیا، اس وقت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کی عمر ستر سال تھی۔

### تجمیر و تدفین:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی، جو سنتا بھاگتا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے: واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ

وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع موجود تھا، اس پر بھی آنے والوں کا اتنا بندھا ہوا تھا، چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحب زادے حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لیے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اس کے مطابق آپ کو اس کے مشرقی حصے میں دفن کیا گیا۔

### وفات پر اکابر کے تاثرات:

اس وقت بڑے بڑے ائمہ، محدثین و فقہا موجود تھے، جن میں بعض حضرات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاذ بھی تھے، سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔

مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے، انھوں نے وصال کی خبر سن کر انا للہ پڑھا اور کہا: بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا: کونے میں اندھیرا ہو گیا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سن کر بغداد حاضر ہوئے، جب امام کے مزار پر پہنچے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے: ابو حنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے، ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد نے وصال کیا تو تمہیں اپنا جانشین چھوڑا، تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

### مزار پر انوار کے فیوض و برکات:

حضرت امام کا مزار پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا: میں امام ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالی شان قبہ بنوایا، اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا، نہایت شان دار، لاجواب عمارت بنوائی، اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ ”مشہد ابو حنیفہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔<sup>(۱)</sup>



(۱) نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۱۶۲ تا ۱۶۴



## امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ - حیات و خدمات

محمد اکبر حسین برکاتی - ولی اللہ لین، کولکاتا-۱۶

**ولادت:** حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

**نام و نسب:** سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ”نعمان“ اور کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ آپ کے نام کے متعلق یہ لطیف نکتہ لکھتے ہیں: نعمان کے معنی لغت میں اس خون کے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ جسم کے تمام اعضا کام کرتے ہیں۔ بعض علما نے کہا کہ اس کے معنی روح کے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی دستور اسلام کے لیے بنیاد و محور اور فقہی مسائل و تعلیمات کے لیے روح کی طرح ہے۔<sup>(۱)</sup>

آپ کے والد گرامی کا نام ”ثابت“ ہے۔ آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں، ہم لوگ فارسی النسل ہیں اور خدا کی قسم ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔ ہمارے دادا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا اپنے مولود بیٹے ثابت کو لے کر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا ہمارے حق میں ضرور قبول فرمائی ہے۔<sup>(۲)</sup>

یہ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ حضرت ثابت کے گھر امام اعظم ابو حنیفہ جیسے سراج امت پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام اعظم کے دادا نعمان بن مرزبان کے گہرے تعلقات و مراسم تھے۔ آپ نے نوروز کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فالودہ کا تحفہ بھیجا تو حضرت علی نے فرمایا: ہمارے لیے ہر روز نوروز ہے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) الخیرات الحسان، ص ۷۰ کراچی

(۲) تبيين الصحيفه، ص ۵

(۳) حوالہ مذکورہ

سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے: الفقہاء کلہم علی عیال ابی حنیفہ۔<sup>(۱)</sup>  
تمام فقہاء و مجتہدین ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بچوں کی طرح ہیں۔<sup>(۲)</sup>

### امام اعظم کی کنیت:

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے۔ اس پر محققین اور تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے۔ مگر اختلاف اس بات میں ہے کہ انھیں ”ابو حنیفہ“ کیوں اور کس وجہ سے کہا جاتا؟ اور اس کنیت کو انھوں نے کس وجہ سے اپنایا؟۔ اکثر تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام ”حماد“ تھا ان کے علاوہ آپ کی کوئی مذکر اولاد نہ تھی۔ بیٹے کا نام چوں کہ حنیفہ نہیں تھا اسی لیے یہ کہنا مشکل ہے آپ نے یہ کنیت اپنے بیٹے کے نام سے اپنائی۔ لہذا اکثر تذکرہ نگاروں نے ”ابو حنیفہ“ کنیت ہونے کی یہ توجیہات بیان کیں:

(۱) ”حنیفہ، حنیف کی تانیث ہے جس کے معنی ہیں عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب ہونے والا“۔

(۲) آپ کا حلقہ درس وسیع تھا اور آپ کے شاگرد اپنے ساتھ قلم و دوات رکھا کرتے تھے چوں کہ اہل عراق دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اس لیے آپ کو ابو حنیفہ کہا گیا یعنی دوات والے۔

(۳) آپ کی یہ کنیت وضعی معنی کی اعتبار سے ہے۔ یعنی ”ابو الملة الحنیفة“ قرآن عظیم میں رب تعالیٰ نے

مسلمانوں سے فرمایا ہے: فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا۔ (آل عمران)

تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھا۔ (کنز الایمان)

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ”ابو حنیفہ“ اختیار کی ہے۔ اس کا مفہوم ہے باطل ادیان کو چھوڑ کر دین حق اختیار کرنے والا۔<sup>(۳)</sup>

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ امام اعظم کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

حنیفہ اوراق کو کہتے ہیں، حضور کو ابتدا ہی سے لکھنے کا بہت شوق تھا (اسی مناسبت سے امام اعظم کو ابو حنیفہ کہا جاتا ہے۔) (الملفوظ)

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۷۴ کراچی

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد: ۲۶، ص: ۴۲، برکات

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۷۱، کراچی

## امام ابو حنیفہ سے متعلق حضور ﷺ کی بشارتیں:

حضرت اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے متعدد واحادیث میں فارس کے بعض مردوں کے بارے میں بشارات و پیش گوئیاں ارشاد فرمائی ہیں، اگرچہ ارشادات مبہم و کنایہ کے طور پر ہیں مگر محدثین و علما نے ان کا مصداق امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اس طرح کی بعض احادیث کا مصداق امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے پیش کرتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من أبناء فارس. (مسند احمد، جامع صغير وغيره)  
علم اگر ثریا پر معلق ہوتا تو اولاد فارس سے کچھ لوگ وہاں سے بھی لے آتے۔

اسے امام احمد نے مسند میں ابو نعیم نے حلیہ میں، حضرت ابو ہریرہ سے اور شیرازی نے القاب میں، حضرت قیس سے روایت کیا ہے۔

امام احمد اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس عظیم بشارت کے مصداق امام الائمہ سراج الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔<sup>(۱)</sup>

(حضرت ابو ہریرہ سے اسی مفہوم کی دوسری صحیح حدیث یوں مروی ہے): لو كان العلم معلقا بالثريا

لینالہ رجل اهل فارس.<sup>(۲)</sup>

علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک فارسی مرد وہاں سے لے آتا۔ علامہ موفق بن احمد مکی (۸۷۸ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام ابو حنیفہ ہوگا وہ قیامت میں میری امت کا چراغ ہے۔<sup>(۳)</sup>

علامہ موفق نے یہ روایت بھی تحریر کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت لقمان کے پاس حکمت کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اگر وہ اپنے خرمن حکمت سے ایک دانہ بیان فرماتے تو ساری دنیا کی حکمتیں ان کے سامنے دست بستہ کھڑی ہو جاتیں۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ کو خیال آیا کہ کاش! میری امت میں کوئی شخص ایسا ہوتا جو حضرت لقمان کی حکمت کا سرمایہ ہوتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ کی امت میں ایک ایسا مرد ہوگا جو حکمت کے خزانے سے ہزاروں حکمتیں بیان کرے گا اور

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ص: ۳۱۲، رسالہ النہی الحاضر، برکات رضا، پور بندر

(۲) مسلم شریف، ص ۳۱۲ کتاب الفضائل، باب فضل فارس

(۳) مناقب للموفق، ۵۰

آپ کی امت کو آپ کے احکام سے آگاہ کرے گا۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے منہ میں لعاب دہن عنایت فرمایا اور وصیت کی کہ ابو حنیفہ کے منہ میں پہ امانت ڈالنا۔ حضور رحمت عالم ﷺ کی یہ امانت یعنی لعاب دہن، امام اعظم کو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملی۔ (حوالہ مذکورہ)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں امام مالک رضی اللہ عنہ کے لیے بشارت دی کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر علم کی تلاش میں نکلیں گے مگر مدینہ منورہ کے ایک عالم سے بڑھ کر کبھی کو نہ پائیں گے۔

ایک اور حدیث میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے لیے یہ بشارت دی کہ قریش کو برانہ کہو کیوں کہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس حدیث میں بشارت دی ہے۔ جسے حافظ ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے جوان مردوں میں سے ایک مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔ ان روایات کے بعد امام سیوطی فرماتے ہیں: یہ ایک صحیح اصل ہے جس سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ اور یہ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی حدیثوں کی مانند ہے۔<sup>(۱)</sup>

### امام اعظم کا مقام بارگاہ رسول ﷺ میں:

حضرت فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی پاک ﷺ کے مزار پر انور پر حاضر ہو کر ”السلام علیک یا سید المسلمین“ کہہ کر سلام کیا تو جواب ملا ”و علیک السلام یا امام المسلمین!“ سبحان اللہ! (تذکرۃ الاولیاء)

حضور کے دیے ہوئے خطاب کا یہ اثر ہے کہ آج لوگ امام ابو حنیفہ کو ان کے نام کی بہ نسبت حضور کے دیے ہوئے خطاب سے زیادہ جانتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجوری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ملک شام میں حضرت بلال مؤذن رسول اللہ ﷺ کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا کہ میں خود کو مکہ مکرمہ میں پایا اسی خواب میں، میں نے دیکھا کہ حضور نبی رحمت ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لارہے ہیں اور ایک معمر بزرگ کو اپنے پہلو میں نہایت ہی شفقت سے لیے ہوئے ہیں۔ میں غایت محبت سے دوڑا اور حضور کے پائے مقدس کو چومنے لگا اور حیرت میں تھا کہ یہ معمر بزرگ حضور کے اتنے محبوب کیوں ہیں؟۔ میرے اس خیال کو حضور پاک ﷺ نے نور نبوت سے بھانپ لیا اور فرمایا: یہ تیرا اور تیرے شہر کے لوگوں کا امام ہے (یعنی امام ابو

(۱) تبیض الصحیفہ، ص: ۷

حنیفہ)۔ اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اجتہاد حضور کی پیروی میں بے خطا ہے اس لیے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جا رہے تھے بلکہ حضور خود انہیں اٹھائے ہوئے لیے جا رہے تھے۔<sup>(۱)</sup>

### امام ابو حنیفہ کی تابعیت:

خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کے بارے میں فرمایا ”رأیت أنس بن مالك قائما يصلي“ ترجمہ: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالت قیام میں تھے۔

امام دارقطنی کی گواہی: امام دارقطنی رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۸۵ھ) امام اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بے شک آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔<sup>(۲)</sup>

خطیب بغدادی کی گواہی: خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔<sup>(۳)</sup>

علامہ ابن جوزی کی تحقیق: علامہ ابن جوزی رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۷۹ھ) امام اعظم کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں: آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔<sup>(۴)</sup>

علامہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق: (متوفی ۷۷۳ھ) امام اعظم کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ ان چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے۔ اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب پر مقدم ہیں؛ کیوں کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کے علاوہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی زیارت کی ہے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق: حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) امام اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تیمی الکونی بنو ثعلب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ ابنائے فارس میں سے ہیں اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔<sup>(۵)</sup>

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سارے محدثین نے امام اعظم کے تابعی ہونے پر گواہی دی ہے۔

(۱) کشف المحجوب، ص: ۱۵۰

(۲) ابن جوزی، العلل المتناہیہ: ۱۳۶

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۳۲۴، ۱۳

(۴) ابن جوزی،

(۵) عسقلانی، تہذیب التہذیب

امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ و اجتہاد میں مہارت تامہ کے سبب اپنے ہم عصروں میں فائق و ممتاز ہوئے۔ اجتہادی فکر و بصیرت ہی کی بنیاد پر انہوں نے تدوین فقہ کا بیڑا اٹھایا اور اسے اس شان سے پایہ تکمیل کو پہنچایا کہ بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین حیرت زدہ رہ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جو پیچیدہ مسائل ائمہ و علما غور و فکر کے بعد بھی نہ حل کر سکے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں لمحوں میں حل کر دیا۔

ذیل میں ہم امام موفق بن احمد کی کتاب ”مناقب الامام“ اور امام ابن حجر کی کتاب ”الخصیرات الحسان“ کے حوالے سے چند واقعات و مسائل درج کر رہے ہیں جن سے امام اعظم کی فقہی بصیرت کا اندازہ ہو سکے گا۔

واقعہ (۱): ایک عورت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی، میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ اس کی جائداد میں سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ ”ترکہ کی تقسیم کس نے کی تھی؟“ اس نے بتایا: حضرت داؤد طائی رضی اللہ عنہ نے، آپ نے فرمایا: پھر یہی تمہارا حق بنتا ہے۔ تمہیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے، اس لیے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ایک بیوی، بارہ بھائی، والدہ اور ایک بہن (جو تو خود ہے) چھوڑے ہیں، اس نے کہا: ہاں! وارث تو صرف یہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بیٹیوں کے حصے دو تہائی اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئیں مان کو چھٹا حصہ ملا، وہ ایک سو دینار لے گئی۔ بیوی کو آٹھواں حصہ ملا، وہ پچھتر دینار لے گئی باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمہارے حصہ میں آئے گا۔“

واقعہ (۲): امام اعظم ایک بار اپنی بیوی کو غصہ میں یہ کہ بیٹھے: ”اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آنا ختم ہو گیا ہے تو تمہیں طلاق، اگر آٹے کے ختم ہونے کے بارے میں کچھ لکھایا آنا ختم ہونے کے متعلق کوئی پیغام دیا تو ان تمام صورتوں میں تمہیں طلاق۔“ ان کی بیوی حیران رہ گئی کہ انہوں نے کیا کہ دیا ہے، وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے؟ اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی نکال سکتے ہیں، تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کرو، چنانچہ وہ ان کے پاس گئی اور تمام واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا مشکل ہے؟ اس کا حل تو بہت ہی آسان ہے، تم رات کے وقت ان کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا باندھ دینا وہ خود ہی محسوس کریں گے کہ آنا ختم ہو گیا ہے، چنانچہ دوسرے دن نیند سے بیدار ہو کر ہلکی تاریکی میں جب وہ شلوار پہننے لگے تو انہیں ازار بند کے ساتھ کچھ چیز پٹی ہوئی محسوس ہوئی جب دیکھا تو آٹے کا خالی تھیلا تھا، انہیں معلوم ہو گیا گھر میں آنا ختم ہو گیا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر امام اعظم کہنے لگے: بخدا یہ ترکیب امام اعظم ابو حنیفہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں سوجھ سکتی۔ جب تک وہ زندہ ہے، ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔

## امام اعظم کا حسن سلوک:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نہایت رحم دل تھے ہر کسی کے ساتھ نہایت ہی فیاضانہ سلوک فرماتے، چنانچہ منقول ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت ہی آوارہ قسم کا آدمی تھا، دن بھر محنت و مزدوری کرتا اور شام کو جب کام سے لوٹتا تو شراب اور گوشت خرید لاتا۔ رات جب کچھ ڈھل جاتی تو اسی کی طرح کچھ آوارہ لوگ اس کے گھر جمع ہو جاتے اور یہ اپنے ہاتھوں سے کباب بناتا اور شراب کا دور چلتا پھر رقص و سرور کی محفل گرم ہوتی، شور شرابہ ہوتا جس سے امام اعظم کی عبادت میں خلل واقع ہوتا تھا۔ لیکن یہی اس شخص کے روزانہ کا معمول تھا۔ حضرت امام اعظم کمال درجہ کا صبر فرماتے اور کچھ نہ کہتے۔ ایک رات موچی اور اس کے دوستوں کی آواز نہ ملی تو فجر کے بعد آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ہمارے پڑوس میں جو موچی رہتا ہے، کیا بات ہے کہ رات اس کی آواز سننے کو نہ ملی؟ لوگوں نے بتایا کہ کل رات کو تو ال اور اس کے کارندے جب موچی کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے تو انہوں نے موچی کے گھر سے کافی شور شرابا سنا اور اس وجہ سے اسے گرفتار کر لیا ہے۔ یہ سن کر آپ بہت غمگین ہوئے اور سیدھے دارالامان گورنر کوفہ کے پاس پہنچے۔ گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے تشریف لانے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: میرے پڑوس میں ایک موچی رہا کرتا ہے جسے کل رات کو تو ال گرفتار کر لیا ہے، میں اس کی سفارش کے لیے آیا ہوں اسے رہا کر دیا جائے۔ اسی وقت گورنر نے حکم دیا اور موچی کو چھوڑ دیا گیا۔ جب آپ لوٹنے لگے تو موچی بھی آپ کے ساتھ ہو لیا اس کے دل پر آپ کے سلوک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سچے دل سے تائب ہو گیا اور حضرت کی صحبت میں رہنے لگا یہاں تک کہ لوگ اسے فقیہ کے معزز لقب سے پکارنے لگے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی کسی سے اس کی برائی کا بدلہ نہیں لیا، نہ ہی کسی پر لعنت کی اور نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا اور نہ ہی کسی کو دھوکا دیا اور نہ کسی کو فریب میں مبتلا کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

## وصال امام اعظم:

کوفہ کے افتخار پر ۸۰ھ میں علم و فضل کا جو سورج طلوع ہوا تھا وہ نصف صدی سے زائد عرصے تک نور فشانہ کے بعد ۱۲ شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو شہر بغداد میں روپوش ہو گیا، وہ ایسا نیر تاباں تھا جس کی روشنی شرق و غرب میں پہنچی۔ دوسری صدی ہجری میں تدوین فقہ و اجتہاد کی جو کرن چمکی تھی وہ اسی سورج کی ضیا ہے۔ کوفہ اور بغداد کے اس روشن آفتاب کو سراج الامت کہا جاتا ہے۔☆☆☆

(۱) الخیرات الحسان

## امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کی سیاسی زندگی

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

سیاسی اعتبار سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (ولادت: ۸۰ھ - وفات: ۱۵۰ھ)، کا سامنا جس عہد سے ہوا وہ عہد الملک بن مروان اموی سے لے کر ابو جعفر منصور عباسی کے دور اقتدار تک تھا۔ آپ نے عمر عزیز کی کل ستر بہاریں دیکھیں، باون سال عہد اموی میں گزارے اور اٹھارہ سال عہد عباسی میں، گویا آپ نے دولت امویہ کا عروج و زوال بھی دیکھا اور عباسی حکومت کا زمانہ آغاز بھی۔ اس مدت میں آپ نے ان حکومتوں کے فرماں رواؤں کے طرز حکومت کو قریب سے دیکھا اور ان میں سے بعض کی ستم رانیوں کے شکار بھی ہوئے۔ آپ نے جن بادشاہوں کا عہد پایا ان کے نام بہ قید مدت حکومت یہ ہیں:

مدت خلافت	خلفائے بنو امیہ
۵۵۶-۵۸۶ھ	عبد الملک بن مروان
۵۸۶-۵۹۶ھ	ولید اول بن عبد الملک
۵۹۶-۵۹۹ھ	سلیمان بن عبد الملک
۵۹۹-۱۰۱ھ	حضرت عمر بن عبد العزیز
۱۰۱-۱۰۵ھ	یزید بن عبد الملک
۱۰۵-۱۲۵ھ	ہشام بن عبد الملک
۱۲۵-۱۲۶ھ	ولید ثانی بن یزید بن عبد الملک
رجب ۱۲۶ھ - ذوالحجہ ۱۲۶ھ	یزید بن ولید بن عبد الملک
۱۲۶ھ - صفر ۱۲۷ھ	ابراہیم بن ولید بن عبد الملک
۱۲۷-۱۳۲ھ	مروان بن محمد بن مروان (مروان الحمار)



خلفائے بنو عباس

ابوالعباس عبداللہ بن محمد سفاح

ابوجعفر عبداللہ بن محمد منصور

مدت خلافت

۱۳۲ھ-۱۳۶ھ

۱۳۶ھ-۱۵۸ھ

عہد بنو امیہ:

بنو امیہ کی حکومت ۹۲ سال قائم رہی، اس مدت میں ۱۲ سال خاندان معاویہ نے حکومت کی اور ۷۸ سال مروانی خاندان نے، چوں کہ خلافت راشدہ کے بعد حکومت اسلامیہ کا مزاج ملکیت میں تبدیل ہو چکا تھا اس لیے آزادی فکر و کردار کو خوب فروغ ملا، اس آزادی نے نبیرہ رسول، جگر گوشہ بتول حسین بن علی کا سرتن سے جدا کر کے ایک دہشت کا ماحول پیدا کر دیا تھا، عبدالملک بن مروان اور اس کے بعد نظام حکومت میں مزید خرابیاں پیدا ہوتی گئیں، حکم ران اب بھی خلیفہ اور امیر المومنین کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، خلیفہ کے تقرر کے وقت بیعت اب بھی لی جاتی تھی، لیکن اس کی حیثیت صرف نمائشی رہ گئی تھی۔

نظام ملکیت کی وجہ سے اسلامی دنیا ان نعمتوں اور برکتوں سے یکسر محروم ہو چکی تھی جو خلافت راشدہ کی اہم خصوصیات تھیں جس کی وجہ سے اسلامی سلطنت کے سیاسی ڈھانچے میں بڑے پیمانے پر خرابیاں نمودار ہو چکی تھیں۔ حکم ران ایک عام فرد نہیں رہا جیسا کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں تھا، بیت المال رعایا کی امانت نہ رہا بلکہ بادشاہ کا ذاتی خزانہ بن گیا، خلافت راشدہ میں لوگوں کو حکم رانوں سے محاسبہ کرنے کی آزادی تھی، لیکن اب اظہار رائے کی یہ آزادی ختم ہو گئی تھی، حق گوئی کی سزا قید یا قتل ہوتی تھی، اسلامی شریعت کو قانون کی حیثیت حاصل تھی، اس کی بالا دستی سے انکار نہیں تھا، لیکن جہاں کہیں ان کے مفادات تقاضا کرتے تو وہ حدود شرعی سے انحراف کر جاتے، سیاسی اور نجی زندگیوں میں خاص طور سے یہ انحراف بہت نمایاں تھا، اس طرح دین اور سیاست عملاً آزاد ہو گئے تھے اور اس نظریے کی راہ ہموار ہو گئی کہ سیاسی امور بادشاہوں سے متعلق ہیں، علما سے نہیں۔

بادشاہت کا یہ نظام اسلامی سیاست کے طور پر کبھی تسلیم نہیں کیا گیا اور جب یہ نظام تلوار کے زور پر تھوپ دیا گیا تو اسے صرف اس لیے قبول کر لیا گیا کہ مسلمان باہمی خون ریزی سے محفوظ رہیں، علما کے اس طرز عمل سے، پیدا ہونے والی بہت سی خرابیوں اور نقصانات کا سدباب ہو گیا، لیکن ان کی اسلامی حمیت نے حکم رانوں کی غلط باتوں کو اسلام کا جز نہیں بننے دیا اور ظلم و استبداد کے مقابلے میں انھوں نے عام لوگوں کی طرف داری کی، ان کو جب بھی موقع ملتا حق بات کہنے میں جھجک محسوس نہ کرتے۔

علما کا یہ طبقہ اگرچہ حکم رانوں کی روش کو پسند نہیں کرتا تھا اور ان میں محتاط افراد سرکاری عہدوں کو قبول نہیں کرتے تھے لیکن چوں کہ مملکت کا باشعور اور دانش ور طبقہ اسی گروہ پر مشتمل تھا اس لیے حکومت ان کا تعاون حاصل

کرنے پر مجبور تھی۔ چنانچہ عدالت اور تعلیم کے شعبے علما ہی کے ہاتھ میں تھے، اس دور کے قاضیوں نے استبدادی نظام کے باوجود ممکن حد تک عدالت کو آزاد رکھنے کی کوشش کی اور ان کے بے لاگ فیصلے عوام کو انصاف فراہم کرتے رہے، اس زمانے کے قاضیوں میں سب سے نمایاں ذات قاضی شریح کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے عبد الملک بن مروان کی خلافت کے آغاز تک ساٹھ سال کوفہ کے قاضی رہے۔ انہوں نے عدالتی نظام میں مفید اصلاحات کیں، خفیہ تحقیقات کا طریقہ رائج کیا، نئے نئے اصولِ عدالت وضع کیے ان کے فیصلے سننے کے لیے بڑے بڑے علما عدالت میں آتے تھے۔

علما نے حکم رانوں کے غلط فیصلوں کے آگے کبھی سر نہیں جھکایا اور حق کی آواز بلند رکھنے کے لیے اپنی جان کی بھی پروا نہ کی، چنانچہ جب عبد الملک نے اپنی زندگی میں اپنے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے جانشین بنانا چاہا تو مشہور تابعی سعید بن مسیب نے مخالفت کی اور قید و بند کی تکلیفیں اٹھائیں اور کوڑے کھائے، حجاج نے جب بصرہ اور کوفہ کے نو مسلموں پر جزیہ لگایا تو علما نے شدید مخالفت کی اور جب عبد الرحمن بن اشعث نے حجاج کے مظالم کے خلاف بغاوت کی اور امر بالمعروف کا علم بلند کیا تو علما کی بڑی تعداد نے جن میں سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور شعبی جیسے بزرگ شامل تھے، عبد الرحمن کا ساتھ دیا۔ اس حق پسندی کی وجہ سے سعید بن جبیر کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا، اس بغاوت کے سلسلے میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام شعبی رضی اللہ عنہ جیسے علما نے بھی جو حکومت کا تعاون کرتے تھے باغیوں کا ساتھ دیا تھا۔ اس طرح جب ہشام کے زمانے میں حضرت زید بن علی نے استبدادی نظام کا تختہ پلٹنا چاہا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تائید کی۔

بنی امیہ کی حکومت سے متعلق علما کے طرز عمل کا اس دور کے دو مشہور اہل علم کے اقوال سے ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ مدینہ کے عالم سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

”بنی مروان انسانوں کو بھوکا رکھتے تھے اور کتوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔“

اور بصرہ کے مشہور عالم امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

”اس زمانہ کے امرا کی تلواہیں، ہماری زبانوں کے آگے بڑھ گئی ہیں جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو وہ ہمیں تلوار

سے جواب دیتے ہیں۔“

اس دور کے حکم ران اگرچہ عوام کا دل نہیں جیت سکے، لیکن علما نے اپنی حق گوئی کی بدولت عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا، عوام کے ہمدرد، دین کے محافظ اور اخلاق و انصاف کے علم بردار کی حیثیت سے ان کا وقار بہت بلند ہو گیا، مسلم معاشرے میں علما کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ ان ہی روایات کا نتیجہ ہے، ایک مشہور مورخ نے لکھا ہے:

”امویوں کے استبداد کے باوجود علما کی حق گوئی اور حق پرستی کی جتنی مثالیں اس زمانہ میں ملتی ہیں اتنی بعد کے

کسی زمانہ میں نہیں ملتیں۔<sup>(۱)</sup>

بنو امیہ کی خلافت چوں کہ اسلامی روح سے بالکل خالی تھی اس لیے بیش تر علما ان کی حکومت سے نفرت کرتے اور موقع ملتا تو کھل کر سامنے بھی آجاتے یہ الگ بات رہی کہ نتیجے میں قید یا گردن زدنی کا سامنا کرنا پڑتا۔

جب ہشام بن عبد الملک کا زمانہ آیا تو اس وقت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مسند درس وافتا کو زینت بخشی۔ ہشام بن عبد الملک ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک تخت نشین رہا اور یہی وہ دور ہے جب کہ امام نے کھل کر میدان سیاست میں بھی قدم رکھا اور حکم رانوں کی خلاف مذہب باتوں سے کبھی سمجھوتا نہ کیا اور نہ مداہنت کا سہارا لیا، حق گوئی اور عزیمت کو ہمیشہ سینے سے لگائے رکھا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت زید بن علی بن حسین بن علی نے حکومت وقت کے ظلم و استبداد اور غیر آئینی خلافت کے خلاف مہم شروع کی تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دیا۔ علامہ موفق لکھتے ہیں:

حضرت زید بن علی نے امام ابو حنیفہ کے پاس ایک قاصد بھیجا وہ انھیں اپنا ہم نوا بنانا چاہتے تھے، حضرت امام نے قاصد سے کہا کہ اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ لوگ انھیں دھوکا نہیں دیں گے اور وفاداری کے ساتھ آپ کا ساتھ دیں گے تو میں ان کا اتباع کرتا اور ان کے ساتھ رہ کر جہاد کرتا۔ اس لیے کہ وہ امام برحق ہیں، لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ (اہل کوفہ) انھیں دھوکا نہ دیں جیسا کہ ان کے آبا و اجداد کر دیا، لیکن میں ان کی مال کے ذریعے مدد کرتا ہوں تاکہ ان کے کام آئے اور کہا کہ میرا یہ غدر بیان کر دینا اور یہ دس ہزار روپے میری جانب سے ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی ایک بیماری کا عذر پیش کیا جو رہ رہ کے ابھر جاتی، اس لیے حضرت زید کا ساتھ نہ دے سکے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام اعظم سے حضرت زید بن علی کی تحریک جہاد میں شرکت کے تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ زید بن علی کا خروج رسول کریم ﷺ کے بدر میں خروج کے مشابہ ہے۔ یہ جواب سن کر عدم شرکت کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا: میرے پاس لوگوں کی کچھ امانتیں ہیں، میں نے ان کو ابن ابی لیلیٰ کے سپرد کرنا چاہا تو انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو مجھے یہ خوف دامن گیر ہو گیا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو امانتیں مجھول رہ جائیں گی۔ (اس خروج کے صلے میں حضرت زید کو جام شہادت نوش کرنا پڑا یہ سانحہ ۱۲۲ھ میں ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں ہوا۔) جب بھی حضرت زید کی شہادت کا ذکر ہوتا تو امام اعظم رو پڑتے۔<sup>(۲)</sup>

ان اقتباسات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے زید بن علی کی حمایت اور معاونت کر کے گویا حکومت وقت کی مخالفت کی یہی وجہ ہے حکومتوں کی نظروں میں آپ ہمیشہ خار رہے اور مختلف حیلے، بہانے سے ان کے عتاب و

(۱) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج: ۱، ص: ۱۶۷، ۱۶۸

(۲) مناقب موفق، ج: ۱، ص: ۲۶۰، ۲۶۱

سزا کے شکار بھی رہے۔

امام اعظم کے سلسلے میں حکومت بنو امیہ کی پالیسی:

چوں کہ حکومت پر یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ امام ابو حنیفہ درپردہ حضرت زید کی حمایت کرتے ہیں، اس لیے بعد کے حکم رانوں کی نظر میں بھی کھٹکتے رہے۔

بنو امیہ کے آخری حکم ران مروان الحمار (متوفی: ۱۳۲ھ) کے دور حکومت میں عراق کے ظالم گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے اور عوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے امام صاحب کو قریب کرنے کی کوشش کی، مگر حضرت نے حکومت کی بے اعتدالیوں اور ان کے ظلم و ستم کے پیش نظر حکومت سے الگ رہنے ہی میں بھلائی سمجھی، گورنر کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حضرت کوئی نہ کوئی عہدہ قبول کر لیں، کبھی وہ عہدہ قضا پیش کرتا، کبھی بیت المال کی ذمہ داری سپرد کرتا، لیکن حضرت عہدہ قبول کرنے سے برابر انکار کرتے رہے۔

ابتداءً ابن ہبیرہ کسی بہانے سے اپنے پاس بلاتا اور بڑی ہم دردی اور نرمی سے پیش آتا تاکہ حضرت امام اپنے موقف میں کچھ لچک پیدا کریں اور حکومت کا کوئی عہدہ قبول کر لیں، درج ذیل واقعے میں اس مقصد کی جھلک صاف نظر آتی ہے:

ایک روز ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا، وہ کسی مسئلے میں ان کی رائے لینا چاہتا تھا، امام صاحب جب ابن ہبیرہ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک قیمتی نگینہ اس کے سامنے پڑا ہوا ہے اور وہ اسی کے تعلق سے کچھ سوچ رہا ہے، امام صاحب نے پوچھا کہ آپ کس فکر میں ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ نگینہ میں استعمال کرنا چاہتا ہوں، مگر دقت یہ ہے کہ اس پر دوسرے کا نام کندہ ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ دیکھوں، جب آپ نے دیکھا تو اس پر ”عطاء بن عبد اللہ“ لکھا تھا آپ نے ابن ہبیرہ سے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ نام تبدیل ہو جائے؟ اس نے کہا: ہاں، امام صاحب نے وہ نگینہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کو دیا اور کہا کہ نقاش کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہنا کہ ”بن“ کی ”ب“ کو اس طرح گھس دے کہ ”من“ ہو جائے، اور ”عبد“ کی ”ب“ کو ”ن“ بنا دے، وہ شخص گیا اور مطلوبہ ترمیم کے بعد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے ابن ہبیرہ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ یہ نقش آپ کی خواہش کے مطابق ہو گیا اب آپ اسے پہن سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا پڑھیے، پڑھا تو ”عطاء بن عبد اللہ“ کے بجائے ”عطاء من عند اللہ“ لکھا ہوا تھا ”یعنی اللہ کی طرف سے عطا کردہ“ امام کی اس ذہنی جولانی اور تیزی فہم پر ابن ہبیرہ اچھل پڑا، اسی وقت نگینے کو سنار کے وہاں بھیجا گیا تاکہ اسے انگوٹھی میں جڑ دے۔

امام صاحب نے جب واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے انھیں بیٹھایا اور کہا:

حضور! اگر آپ اپنی آمد و رفت ہمارے یہاں بڑھادیں تو ہم آپ سے فائدہ اٹھائیں اور نفع حاصل کریں۔

امام صاحب نے جواب دیا کہ میں تمہارے پاس آکر کیا کروں گا، اگر تم قرب عطا کرو گے تو فتنے میں ڈالو گے اور اگر دور کرو گے یا قرب کے بعد نکال دو گے تو رنج میں ڈالو گے اور تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی مجھے خواہش ہو اور نہ میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے میں تم سے ڈروں۔<sup>(۱)</sup>

اس اقتباس سے امام صاحب کی دربار شاہی سے نفرت اور بے باکی کی جرأت نمایاں ہے۔

ابن ہبیرہ کی نرم پالیسی جب کام نہ آئی تو اس نے سخت رویہ اختیار کیا اور یہ طریقہ اپنایا کہ آپ کی بارگاہ میں عہدے اور مناصب پیش کیے جب آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اسی عدم قبول کو بہانہ بنا کر حضرت امام کے لیے قید و بند اور زد و کوب کی سزا تجویز کی اور بڑی بے دردی کے ساتھ اس پر عمل بھی کرایا، یہ تاریخ اسلامی کا بڑا تاریک اور دل خراش باب ہے جسے پڑھ کر رو نگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مفتی حجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

خطیب نے ابن ہبیرہ کے ساتھ امام صاحب کا ایک واقعہ یہ بیان کیا:

انہ کلمہ فی ان یلی قضاء الکوفۃ فابی علیہ فضر بہ مائۃ سوط و عشرۃ أسواط فی کل یوم عشرۃ أسواط وهو علی الامتناع فلما رأى ذلك خلی سبیلہ.<sup>(۲)</sup>

ابن ہبیرہ چاہتا تھا کہ امام کوفہ کا منصب قضا قبول کریں، آپ نے انکار کیا تو اس پر اس نے روزانہ دس کوڑے کے حساب سے ایک سو دس کوڑے لگوائے، لیکن امام کا انکار بڑھتا رہا، جب اس نے اس قدر انکار دیکھا تو رہائی دے دی۔

ایک روایت میں یہ ہے:

انہ امرہ بولایۃ القضاء فامتنع فحبسہ فقیل لہ: انہ حلف ان لا یخرجک حتی تلی ولایۃ وانہ یرید بناء تعدلہ اللین فقال واللہ ولو سألنی ان اعدلہ أبواب المسجد ما فعلت ولما خلی سبیلہ قال: کان غم والدتی بضری علی اشد من الضرب.<sup>(۳)</sup>

ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضا دینا چاہا، آپ نے انکار کر دیا تو اس نے انہیں قید میں ڈال دیا۔ انہیں بتایا گیا کہ خلیفہ نے قسم کھالی کہ جب تک تم منصب قضا قبول نہیں کرو گے وہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ (اور یہ بھی سن لو کہ) وہ ایک تعمیر کار ارادہ رکھتا ہے جس کی اینٹ گننے کی ذمہ داری تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا: بخدا اگر وہ مجھ سے یہ توقع رکھے کہ میں اس کی خاطر مسجد کی دریں گنوں تو یہ بھی نہیں کروں گا۔ جب پروانہ آزادی مل گیا تو فرمایا: مجھے

(۱) مناقب موفق، ج: ۱، ص: ۱۷۲

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۵۸، ۵۹

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۵۹

اپنی مار کا اتنا غم نہ تھا جتنا کہ مجھ پر مار کی وجہ سے میری والدہ کی پریشانیوں کا صدمہ تھا۔  
ایک اور روایت میں ہے:

انه امر بضربه علی رأسه فاتفخ رأسه ثم أمر باطلاقه وذكر انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم وهو يقول له أما تخاف الله تعالى تضرب رجلا من أمتي بلا جرم وهدده فأرسل اليه وأخرجه واستحله وكان أحمد بن حنبل لما ضرب في محنته يتذكر حال أبي حنيفة ويترحم عليه. (۱)

عہدہ قضا نہ قبول کرنے کی وجہ سے ابن ہبیرہ نے یہ حکم دیا کہ ان کے سر پر کوڑے برسائے جائیں، جب کوڑا مارا گیا تو آپ کا سر سوج گیا پھر اس نے پروانہ رہائی دے دی۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس واقعے کے بعد اس نے خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کی آپ فرما رہے ہیں کہ کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں ہے کہ میرے ایک امتی کو بے قصور مار رہا ہے؟ پھر سرکار نے اسے سزائش کی اور تنبیہ فرمائی، اس کے بعد اس نے ایک آدمی کو بھیج کر رہائی کا حکم دیا اور اپنے قصور کی معافی مانگی، جب امام احمد بن حنبل کو قید خانے میں مار کی سزا ملی تو آپ امام اعظم کی حالت زار یاد کر کے ان پر رحمت کی دعا کرتے۔

ان روایتوں سے یہ ظاہر ہے کہ منصب قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے امام صاحب کو جیل کی سلاخوں میں ڈالا گیا اس پر مستزاد یہ کہ کوڑوں کی سزا برابر جاری رہی، لیکن امام نے حکومت کی مطلق العنانی اور جوہر و ظلم کی حکم رانی کا کبھی ساتھ نہ دیا اور بڑی جرأت کے ساتھ ارشاد فرمایا:

ضربه لي في الدنيا أسهل علي من مقام الحديد في الآخرة والله لأفعلن ولو قتلتني. (۲)  
میرے لیے دنیا میں ابن ہبیرہ کی سزا آخرت میں لوہے کے ہتھوڑوں کی سزا سے آسان ہے، قسم خدا کی میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہ کروں گا اگرچہ وہ مجھے قتل کر ڈالے۔

ابھی ابن ہبیرہ کی ستم رسانی کا سلسلہ ٹوٹا نہیں ہے ذیل کا واقعہ بھی دل کو چھلنی کرنے کے لیے کافی ہے:

قال الربيع أرسلني لأحضاره يزيد بن عمرو بن هبيرة متولى العراق لمروان بن محمد آخر ملوك بني أمية فأراده على بيت المال فأبى فضربه أسواطا.

وبسط هذه القصة أن ابن هبيرة كان واليا على العراق من بني أمية فظهرت الفتنة بالعراق فجمع فقهاء العراق فولى كلامهم شيئا من عمله وأرسل إلى أبي حنيفة ليكون على خاتمه ولا ينفذ كتاب ولا يخرج شيء من بيت المال إلا من تحت يده فامتنع فخلف إن

(۱) الخيرات الحسان، ص: ۵۹

(۲) مناقب موفق، ج: ۲، ص: ۲۲

لم يفعل ليضربنه فقال له الفقهاء ننشدك الله أن لا تهلك. نفسك فإننا إخوانك وكلنا كاره لهذا الأمر ولم نجد بُدًا من قبوله فأبى وقال لو أرادني أن أعدلہ أبواب المسجد لم أفعل فكيف وهو يريد أن يكتب عنق رجل مسلم أي مثلاً وخص ذلك لأن القتل أعظم الكبائر بعد الشرك وأختم أنا على ذلك الكتاب فوالله لا أدخل في هذا أبداً فحبسه صاحب الشرطة جمعيتين لم يضربه ثم ضربه أربعة عشر سوطاً.

وفي رواية أنه ضرب أياماً متوالية فجاء رجل لابن هبيرة فقال له إن الرجل ميت فقال: قل له: يخرجنا من يميننا فسأله فقال لوسألني أن أعدلہ أبواب المسجد ما فعلت دعوني أستشير إخواني في ذلك فاغتنم ابن هبيرة ذلك فأمر بتخليته فركب دوابه وهرب إلى مكة سنة مائة وثلاثين فأقام بها إلى أن صارت الخلافة للعباسية. (۱)

ربیع نے کہا کہ بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد (مروان الحمار) کی جانب سے نام زد عراق کے گورنر یزید بن عمرو بن ہبیرہ نے مجھے بھیجا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤں تاکہ وہ انھیں بیت المال کی نظامت و نگرانی سپرد کرے، امام نے انکار کیا تو اس نے انھیں کوڑے مارے۔

واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی جانب سے عراق کا گورنر تھا، جب عراق میں فتنہ رونما ہوا تو اس نے فقہائے عراق کو جمع کر کے اپنی کچھ ذمے داریاں ان کے سپرد کیں، اور امام ابو حنیفہ کو بھی بلا بھیجا کہ ان کے پاس اس کی مہر رہے اور کوئی فرمان ان کی مہر کے بغیر نافذ نہ ہو اور نہ ان کی دستخط کے بغیر بیت المال سے کوئی رقم برآمد ہو، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو اس نے قسم کھائی کہ اگر آپ قبول نہیں کریں گے تو آپ پر مار پڑے گی، فقہائے عراق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ کے واسطے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں، ہم آپ کے بھائی ہیں ہم بھی یہ کام پسند نہیں کرتے، مجبوراً قبول کر لیا ہے، آپ بھی بادل ناخواستہ ہی قبول کر لیں، امام صاحب نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر وہ یہ چاہے کہ اس کی دل داری کے لیے میں مسجد کی دریں گنوں تو میں یہ بھی نہیں کر سکتا تو اتنا برا کام مجھ سے کیوں کر ہو سکتا ہے، مثلاً وہ لکھے گا کہ فلاں مسلمان کی گردن مار دی جائے اور میں اس پر مہر کروں بخدا میں اس کا عذاب اپنے سر نہ لوں گا، قتل کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ ناحق قتل شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، اس بات پر کو تو وال نے آپ کو دو ہفتے قید میں رکھا، اس دوران مارا پینا نہیں بعد میں چودہ کوڑے مارے، ایک روایت میں ہے کہ کئی دن متواتر مارا۔ ابن ہبیرہ کے ایک کارندے نے آکر بتایا کہ وہ شخص مرجائے گا، ابن ہبیرہ نے کہا کہ ان سے کہو کہ ہمیں ہماری قسم سے آزاد کریں یعنی عہدہ قبول کر لیں، یہ بات اس نے امام تک پہنچادی تو امام صاحب نے کہا کہ اگر وہ مجھے

(۱) الخیرات. الحسان، ص: ۵۸

مسجد کی دریں گننے کو کہے تب بھی نہ گنوں گا۔ مجھے موقع دو کہ اس سلسلے میں اپنے بھائیوں سے مشورہ کر لوں، ابن ہبیرہ نے یہ غنیمت سمجھا اور رہائی کا حکم دے دیا، موقعے کا فائدہ اٹھا کر آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مکہ چلے گئے اس وقت سنہ ۱۳۰ھ تھا اور وہیں اقامت اختیار کر لی یہاں تک کہ عباسیوں کا دور آ گیا۔

### عہد بنو عباس:

۱۳۰ھ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مکہ شریف کے لیے روانہ ہو گئے اور دو سال بعد ۱۳۲ھ میں سلطنت بنو امیہ کا آفتاب غروب ہو گیا اور آل عباس تخت و تاج کے مالک ہوئے، اس خاندان کا پہلا فرماں رواں ابو العباس سفاح ہوا، درج ذیل عبارت سے اس کی سیاسی قلابازیوں کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

عبد اللہ بن محمد جو ابو العباس، سفاح کے نام سے زیادہ مشہور ہے پہلا عباسی خلیفہ ہے، اس کی حکومت کی مدت صرف چار سال ہے، یہ سارا زمانہ مخالفوں کو دبانے اور نئی حکومت مضبوط بنانے میں گزارا، سفاح نے عراق میں شہر انبار کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور ۱۳۳ھ میں اس شہر کے قریب ہاشمیہ کے نام سے نیا شہر تعمیر کیا۔

مورخوں نے سفاح کی عقل، تدبیر اور اخلاق کی تعریف کی ہے لیکن اس کے ظلم و ستم نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا، کہا جاتا ہے کہ سفاح کے دست راست ابو مسلم خراسانی نے بنی امیہ کا اقتدار ختم کرنے میں چھ لاکھ انسان ہلاک کیے، دمشق فتح کر کے عباسی فوجوں نے وہاں قتل عام کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام اموی حکمرانوں کی قبریں کھود ڈالی گئیں، ہشام بن عبد الملک کی لاش قبر میں صحیح سلامت ملی تو اس کو کوڑوں سے پیٹا گیا، بنی امیہ کا بچہ بچہ قتل کیا گیا اور اموی سرداروں کی تڑپتی لاشوں پر فرش بچھا کر کھانا کھایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مورخین نے ابو العباس کو سفاح (یعنی خون ریزی کرنے والا) کا لقب دیا ہے۔

سفاح کے دور کا ایک اہم واقعہ جسے مسلمان مورخوں نے اہمیت نہیں دی جنگ تالاس ہے، یہ جنگ قلب سلطنت سے بہت دور ترکستان کی مشرقی سرحد پر عربوں اور چینوں کے درمیان ۷۵۱ء میں ہوئی تھی، چینوں نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ترکستان پر قبضہ کرنے کی آخری بار کوشش کی تھی، لیکن اس تالاس کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد ہمیشہ کے لیے ترکستان سے دست بردار ہو گئے۔ عربوں کی فتح نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ ان ملکوں کی آئندہ تہذیب اسلامی ہی رہے گی اور چینی تہذیب کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

علامہ ابن حجر مکی کی تصریح کے مطابق امام صاحب سلطنت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے دور حکومت میں مکہ معظمہ سے کوفہ تشریف لائے، اس نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم اور ایک باندی امام کی خدمت میں پیش کی جائے، لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابن حجر رقم طراز ہیں:



فقدم الكوفة زمن المنصور فاکرمه واجله واموله بعشرة آلاف درهم وجارية فابی قبول ذلك. (۱)

منصور کی حکم رانی کس نوعیت کی تھی اور اس کے دور میں دینی اور مذہبی کاموں کی رفتار کیا تھی اس کی جان کاری کے لیے ذیل کی سطریں ضرور رہ نمائی کریں گی:

منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ)

ابوالعباس سفاح اگرچہ پہلا عباسی خلیفہ ہے لیکن عباسیوں کا پہلا نامور حکم ران اس کا بھائی ابو جعفر منصور (۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) ہے جو سفاح کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا منصور نے بائیس سال حکومت کی اور خلافت عباسیہ کی جڑیں کو مضبوط کر دیں، منصور بڑا قابل حکم ران تھا، وہ مخالفوں کے ساتھ تو بڑی سختی کرتا لیکن عام رعایا کے لیے وہ عادل بادشاہ تھا، وہ اپنا تمام وقت سلطنت کے کاموں پر صرف کرتا تھا، اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جس کو کسی حاکم سے تکلیف پہنچے وہ بلا روک ٹوک اس سے شکایت کر سکتا ہے، وہ خود سادہ زندگی بسر کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کی لونڈی نے اس کے بدن پر پیوند لگے ہوئے کپڑے دیکھ کر کہا ”خلیفہ اور پیوند لگا ہوا کرتا؟“ منصور نے اس کے جواب میں کہا:

”مرد اس حالت میں عزت حاصل کر لیتا ہے کہ اس کی چادر پرانی ہوتی ہے اور اس کی قمیص میں پیوند لگا ہوتا ہے۔“ منصور کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی بنیاد ہے، خلفائے راشدین کا دار الخلافہ مدینہ تھا، بنی امیہ کا دمشق، منصور نے عباسی دار الخلافہ بنانے کے لیے دریائے دجلہ کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا جو بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔ آگے چل کر بغداد نے ایسی ترقی کی کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا شہر بن گیا اس کی آبادی بیس لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ عروج کے زمانے میں بغداد میں سترہ ہزار حمام، اس سے زیادہ مسجدیں اور دس ہزار سڑکیں اور گلیاں تھیں۔

منصور کے زمانے میں عباسیوں کی حکومت اندلس کو چھوڑ کر ان تمام علاقوں میں قائم ہو گئی جو بنی امیہ کے قبضے میں تھے، منصور نے اندلس پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی، اور ایک اموی شہزادہ عبدالرحمن نے وہاں بنو امیہ کی حکومت قائم کر لی۔

منصور کے عہد کا ایک اہم واقعہ ابو مسلم خراسانی کا قتل ہے، عباسیوں کی حکومت قائم کرانے میں ابو مسلم خراسانی کا بہت بڑا حصہ تھا، لیکن منصور نے جب دیکھا کہ ابو مسلم خراسانی کا اثر بڑھ رہا ہے اور اس کی ہمدردیاں عباسیوں سے زیادہ حضرت علی کی اولاد کے ساتھ ہیں تو اس نے ابو مسلم کو دھوکا دے کر قتل کرادیا۔

منصور کے عہد حکومت میں کئی بغاوتیں بھی ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کی طرف سے خلافت حاصل کرنے کی کوششیں بھی ہوئیں، ان میں ایک کوشش محمد بن عبداللہ زکیہ نے، (جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۵۸

سے تھے) حجاز میں کی اور دوسری اسی کے قریب ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نفس رضیہ نے، لیکن منصور نے ان تمام بغاوتوں کو بادیا۔<sup>(۱)</sup>

اسلامی حکومت قائم ہوتے ہی تعلیم کو بھی فروغ ملا مگر ابتداءً تعلیم زبانی ہوتی تھی، بنو امیہ کے دور اخیر سے کتاب لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، لیکن تصنیف و تالیف کا باضابطہ آغاز بنو عباس کے دور میں ہوا، علمائے اسلام نے پہلے دینی علوم کی طرف توجہ کی، قرآن کی تفسیریں لکھیں، حدیث کی جمع و تدوین کی، پھر فقہ کی کتابیں وجود میں آئیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے علاوہ ادب، فلسفہ، ہیئت، ریاضی اور طب وغیرہ علوم پر بھی کتابیں لکھی گئیں۔

عباسی دور میں جو علما اور ادبا پیدا ہوئے ان پر مسلمانوں کو فخر ہے ان کا علمی قد اتنا بلند ہے کہ آج تک ان کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور سند کا درجہ رکھتی ہیں، ہمارے پاس آج جو اسلامی معلومات کا ذخیرہ ہے انہیں کتابوں کی مرہون منت ہے، بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ یہ کتابیں اسلامی علوم کی بنیاد ہیں۔

فقہ اسلامی کی تدوین اور احادیث کے مجموعوں کی ترتیب و تالیف عہدِ عباسی کا عظیم کارنامہ ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالک اسی زمانے میں لکھی، امام اعظم نے فقہ اسلامی کو اسی دور میں تحریری صورت دی اور ابن اسحاق نے سیرت رسول پر پہلی مکمل کتاب اسی زمانے میں مرتب کی۔

وہ چار مکاتب فقہ جو مذاہب فقہ کہے جاتے ہیں یعنی فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی، فقہ حنبلی اسے دور سے تعلق رکھتے ہیں، بلکہ فقہ جعفری جس کے اثنا عشری شیعہ پابند ہیں اسی زمانے میں مدون ہوا۔

فقہ حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو شاگردوں امام ابو یوسف (۱۱۳ھ تا ۱۸۳ھ) اور امام محمد بن حسن شیبانی (۱۳۲ھ تا ۱۸۹ھ) کے ذریعہ ہوئی، ان دونوں حضرات نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں اس پر مستزاد یہ کہ امام ابو یوسف کو ہارون رشید نے پوری خلافت عباسیہ کا قاضی بنا دیا تھا اس وجہ سے مذہب حنفی کو بہت فروغ ملا۔

روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ ابو جعفر منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ابتداءً بڑی آؤ بھگت کی، لیکن جب اس نے حکومت کے استحکام اور عوام و خواص کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے امام صاحب کو آلہ کار بنانا چاہا تو اس کے لیے اس نے بھی ابن ہبیرہ کی طرح منصب قضا پیش کیا، انکار پر قید و بند کی سزا دی گئی، انجام کار موت کا سامنا کرنا پڑا۔ دور منصور میں امام اعظم کی آزمائش کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے:

**منصور کے دربار میں امام اعظم کی پہلی تقریر:**

ربیع بن یونس بیان کرتے ہیں کہ منصور نے امام مالک، ابن ابی ذئب اور امام اعظم رضی اللہ عنہم کو اپنے دربار

(۱) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ج: ۱، ص: ۱۸۸، ۱۸۹

میں بلا کر پوچھا کہ یہ جو خلافت کا بوجھ مجھ پر ڈالا گیا ہے میں اس کا اہل بھی ہوں یا نہیں؟ امام مالک نے جواب دیا کہ تو اس کا اہل نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ بوجھ نہ ڈالتا اور بجائے تمہارے اہل بیت میں سے کوئی خلیفہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اس خلافت پر تیری مدد فرمائے اور اس کا بوجھ اٹھانے پر تجھے صبر کی توفیق دے۔

ابن ابی ذئب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کا ملک جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور آخرت کا ملک طلب گاروں میں سے جسے چاہے عطا فرمائے گا اور جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے، اگر تو نے اللہ کی اطاعت کی تو اس کی توفیق تیرے قریب ہے اور اگر نافرمانی کی تو دور ہے، رہا خلافت کا معاملہ تو یہ تقویٰ شعار لوگوں کے اتفاق رائے سے طے پاتا ہے جب کہ یہ خلافت ایسے حضرات کے اتفاق سے قائم نہیں ہوئی ہے اور یہ بھی سن لو کہ تم اور تمہارے معاونین توفیق اور عدل و انصاف سے کہیں دور ہیں، اگر تو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرے اور نیک اعمال کے ذریعے قرب خداوندی چاہے تو ٹھیک ہے ورنہ (سزا) کے لیے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا، امام اعظم فرماتے ہیں مجھے اور مالک کو یقین ہو گیا تھا کہ اب یہ زندہ بچ کر نہیں جائے گا۔

پھر منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے تو آپ نے جواب دیا کہ دین کی ہدایت طلب کرنے والا غصہ سے دور رہتا ہے اگر تو نے نصیحت کے لیے ہمیں بلایا ہے تو یقین رکھ کہ صرف ہمارے جمع ہونے سے رب راضی نہ ہوگا اور اگر اپنی مرضی کے مطابق ہم سے کہلوانا چاہتا ہے کہ لوگ یقین کر لیں کہ ہم نے تیری خلافت کے جواز میں فتویٰ دے دیا ہے اور تو خلافت کا مستحق ہو گیا ہے تو یاد رکھ کہ ابھی تک دوسرے مفتیوں نے تیری خلافت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا ہے، جب کہ خلافت مومنین کے اتفاق اور مشوروں سے طے پاتی ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں نے خلیفہ منتخب کیا، اس کے باوجود انھوں نے چھ ماہ تک حکم صادر نہ فرمایا جب تک کہ اہل یمن اور دوسرے علاقے کے لوگوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی۔

ان تینوں حضرات کی تقریر سننے کے بعد منصور نے کہا کہ آپ لوگ تشریف لے جائیں، جب وہ چلے گئے تو اشرافیوں کی تین تھیلی دے کر ایک شخص کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ امام مالک سب لیں تو سب دے دینا، اگر ابن ابی ذئب یا ابو حنیفہ مانگیں تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس لانا، چنانچہ وہ شخص امن ذئب کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ جو مال مجھے منصور کے لیے پسند نہیں وہ میں اپنے لیے کیسے پسند کر سکتا ہوں، پھر وہ شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے جواب دیا کہ بخدا میں اس میں سے ایک درہم بھی نہیں چھوؤں گا اگرچہ میری گردن مار دی جائے، اور امام مالک نے وہ سب مال قبول کر لیا، وہ شخص سارا مال انھیں دے کر منصور کے پاس آیا تو منصور نے کہا اس طرز عمل سے انھوں نے اپنی جان بچالی ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) مناقب کردری، ج: ۲، ص: ۱۵، ۱۶

امام صاحب کی یہ بے باکی منصور کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی، اس جرأت مندانہ تقریر نے تمام شکوک و شبہات سے پردہ اٹھا کر امام صاحب کا سیاسی موقف واضح کر دیا تھا، ابھی وہ اسی فکر میں تھا کہ امام کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے جب تک یہ اطلاع ملی کہ محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے، یہ تحریک ایک ہمہ جہت اور انقلابی تحریک تھی، ایک ہی روز میں پوری سلطنت کا تختہ الٹنے کی تیاری مکمل ہو چکی تھی، مدینہ منورہ میں کوئی فرد ایسا نہ رہ گیا تھا جس نے محمد نفس زکیہ کی حمایت میں ہاتھ نہ اٹھایا ہو، محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ اس لحاظ سے مضبوط تھے کہ اجتماعی تحریک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی۔

کوفہ میں جب ابراہیم نفس رضیہ نے تحریک کا کام آگے بڑھایا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حکومت کی پالیسی سے قطعاً بے نیاز ہو کر نفس رضیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ یعنی لکھتے ہیں:

کان ابو حنیفۃ یجاہر فی أمرہ و یامر بالخروج معہ. (۱)

ابراہیم کی حمایت پر امام ابو حنیفہ علانیہ ابھارتے اور ان کے ساتھ حکومت سے مقابلہ کرنے کا حکم دیتے۔ اس تحریک کو نیست و نابود کرنے کے لیے ابو جعفر منصور کوفہ پہنچا اور جس کے متعلق مخالفت کا تھوڑا سا بھی شبہہ ہوتا حکومت کے کارندے اسے فوراً اچک لیتے، مگر اس ہول ناک ماحول میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بڑی بے نیازی کے ساتھ میدان میں کود پڑے اور یہ فتویٰ صادر فرمایا:

غزو بعد حجة الإسلام أفضل من خمسين حجة. (۲)

حج فرض کے بعد اس جنگ میں شریک ہونا پچاس حج سے بہتر ہے۔

امام اعظم کے شاگرد امام زفر بن ہذیل کا بیان ہے:

کان أبو حنیفۃ یجہر بالکلام ایام ابراہیم جہازا شدیداً. (۳)

ابراہیم نفس رضیہ کے خروج کے زمانے میں امام ابو حنیفہ علانیہ بلند آواز سے لوگوں کو حکومت کی بغاوت پر برا بیچتے کرنے لگے۔

ایک طرف تو امام اعظم نے منصور کے خلاف معرکہ آرائی کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری طرف اس کے وفادار جرنیل حسن بن قحطبہ کو اپنا حامی بنا کر منصور سے متنفر کر دیا، جب منصور نے حسن کے اندر کچھ تبدیلی محسوس کی تو تحقیقات شروع کی اور دریافت کیا:

(۱) السعی الشافعی، ج: ۱، ص: ۳۰۰

(۲) مناقب الموفق، ج: ۲، ص: ۸۳

(۳) مناقب موفوق، ج: ۲، ص: ۱۷۱

من هذا الذی یفسد علینا هذا الرجل۔ کون ہے جو حسن کو ہم سے متنفر کر رہا ہے۔

تو اسے بتایا گیا کہ وہ ابو حنیفہ کے پاس آتا جاتا ہے۔ امام موفق لکھتے ہیں:

انه یدخل علی ابی حنیفہ رحمہ اللہ۔<sup>(۱)</sup>

وہ ابو حنیفہ کے پاس آتا جاتا ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخی شواہد یہ بتاتے ہیں کہ جب محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نفس رضیہ کی انقلابی تحریک مدینہ، بصرہ اور کوفہ میں خفیہ طور پر سرگرم عمل تھی تو اس وقت امام ابو حنیفہ، عباسی فوج کے سپہ سالار حسن بن قحطبہ کو اس سے توڑنے میں مصروف تھے اور کامیابی بھی ملی۔

ایک دن وہ بھی آیا کہ محمد و ابراہیم کے ہم نوا اور ملت اسلامیہ کے خیر خواہ منصور کے آمنے سامنے ہو گئے اور یہ معرکہ آرائی اتنی زبردست ہوئی کہ منصور اپنی بہادری اور سیاسی پختگی کے باوجود پریشاں حال نظر آنے لگا اور اتنا ایوس ہوا کہ میدان جنگ سے فرار کا راستہ تلاش کرنے لگا۔ لیکن منشاے الہی کچھ اور ہی تھی، تدبیر پر تقدیر غالب آئی، محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نفس رضیہ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، اس طرح اس انقلابی تحریک نے دم توڑ دیا اور عباسی خلافت کی جان میں جان آئی۔

یہ سب ہونے کے باوجود منصور نے امام اعظم کی گرفتاری کی طرف فوراً کوئی پیش رفت نہ کی وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ ان نازک حالات میں امام ابو حنیفہ کو چھیڑنا شیربہر کو چھیڑنے کے مرادف ہے، اس لیے کہ امام کی شخصیت علمی، دینی اور سیاسی اعتبار سے بہت بلند تھی جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی تھی۔ لیکن منصور اندر ہی اندر اضطرابی کیفیات سے دوچار تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ امام کے اوپر کیسے اور کب قابو پایا جاسکتا ہے۔

منصور اچھی طرح سمجھتا تھا کہ امام صاحب منصب قضا قبول نہیں کریں گے، اس بہانے انھیں جیل کی سلاخوں میں ڈال کر ان کی تحریک پر قدغن لگائی جاسکتی ہے، اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے حضرت امام سے از سر نو تعلق استوار کیا، انھیں کوفہ سے بغداد بلا کر پہلے مقامی قضا کا عہدہ پیش کیا، آپ نے انکار کیا تو چند ریاستوں کی قضا کی پیش کش کی، جب یہ بھی قبول نہ کیا تو تمام ممالک محروسہ کے لیے قاضی القضاة کا عہدہ قبول کرنے کی گزارش کی، ساتھ ہی یہ بھی اختیار دیا کہ اسلامی ریاستوں میں جہاں کہیں بھی قضاة کی ضرورت ہوگی حضرت امام ہی ان کا تقرر فرمائیں گے، امام نے یہ ساری ذمہ داریاں قبول کرنے سے انکار کر دیا، منصور کا غصہ بڑھتا گیا، جب انکار اور عذر خواہی کے بعد بھی چھٹکارے کی صورت نظر نہ آئی تو آپ نے منصور سے کہا کہ میرے اندر قضا کی صلاحیت نہیں، منصور نے کہا کہ ایسا تو کچھ نہیں، تم بھر پور قضا کی صلاحیت رکھتے ہو، ایسے ہی جب سوال و جواب کا سلسلہ دراز ہو گیا تو

(۱) مناقب موفق، ج: ۵، ص: ۱۸۴

منصور نے غضب ناک انداز میں کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، تم قضا کی صلاحیت رکھتے ہو۔

منصور کے اس انداز گفتگو پر امام صاحب کو موقع مل گیا اور خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

عالی جاہ! آپ نے تو میرے حق میں فیصلہ کر دیا، آپ کے لیے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے شخص کو قاضی بنائیں جو جھوٹا ہو، حضرت امام کے اس جواب پر منصور کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کو یہ کام کرنا پڑے گا، امام نے بھی قسم کھائی کہ بخدا میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا، یہ بے باکانہ جواب سن کر منصور آگ بگولا ہو گیا اور اسی وقت آپ کے اوپر تازیانے برسائے گئے۔

علامہ موفق لکھتے ہیں:

فشمہ ودعالة بالسیاط فضربه ثلاثین سوطا۔

منصور نے امام صاحب کو برا بھلا کہا اور کوڑا منگا کر تیس کوڑے لگائے۔

اس واقعے کے راوی عبدالعزیز بن عصام کہتے ہیں کہ جس وقت امام ابو حنیفہ باہر لائے گئے تو میں نے دیکھا کہ

آپ صرف پانچامہ پہنے ہوئے ہیں، پشت پر مار کے آثار ہیں اور خون اڑیوں تک بہ رہا ہے۔<sup>(۱)</sup>

ان سختیوں کے بعد بھی جب آپ نے منصب قضا قبول نہ کیا تو اس نے انہیں جیل بھیجنے کا حکم دیا اور یہ بھی تاکید کی کہ ان پر سختیاں کی جائیں، ان سختیوں کے تعلق سے علامہ موفق داؤد بن راشد واسطی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

داؤد کہتے ہیں کہ جن دنوں امام ابو حنیفہ کو منصب قضا قبول کرنے کی وجہ سے سزائیں دی جا رہی تھی اس وقت میں

موجود تھا، آپ کو روزانہ جیل سے نکالا جاتا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ دس کوڑے لگائے جاتے۔ پھر جیل میں واپس کر

دیا جاتا، اسی طرح ایک سو دس کوڑے مارے گئے۔ آپ سے روز کہا جاتا کہ منصب قضا قبول کر لو، لیکن آپ کہتے کہ میں اس

کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جب آپ پر برابر پڑتی تو روتے، راوی کہتے ہیں وہ چپکے چپکے یہ دعا کرتے:

اللهم ادفع عني شرهم بقدرتك. اے اللہ تو مجھے ان کے ظلم سے بچا۔

جب انکار بڑھا تو کھانے پینے اور قید و بند کی سختی کی گئی، اس پر بھی انکار رہا تو زہر دے کر قتل کر دیا گیا۔<sup>(۲)</sup>

زہر دینے کے بعد آپ کو پیٹا گیا تاکہ زہر بدن میں جلد سرایت کر جائے۔ علامہ کردری لکھتے ہیں:

ثم أمر المنصور أن يضرب مصلو باحتی يتفرق السم علی أعضائه ففعل به ذلك.<sup>(۳)</sup>

پھر منصور نے یہ حکم دیا کہ انہیں سولی پر لٹکا کر پیٹا جائے تاکہ زہر جلدی سے اعضا میں پھیل جائے، تو ایسا ہی کیا گیا۔

(۱) مناقب موفق، ج: ۲، ص: ۱۷۰، ۱۸۱

(۲) موفق، ج: ۲، ص: ۱۷۴

(۳) مناقب کردری، ج: ۲، ص: ۲۵

یہ بات عام طور سے مشہور ہے کہ آپ کو زہر لاعلمی میں دیا گیا تھا، لیکن مورخین کی ایک اچھی خاصی تعداد اس رائے سے اتفاق نہیں کرتی۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

وروی جماعة أنه رفع إليه قدح فيه سم ليشرب فامتنع وقال: إني لأعلم مافيه ولا أعين على قتل نفسي فطرح ثم صب في فيه قهرا فمات. (۱)

ایک جماعت کا یہ خیال ہے کہ امام کو زہر کا پیالا دیا گیا تاکہ وہ پی لیں تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے، میں اسے پی کر خودکشی نہیں کر سکتا، چنانچہ انھیں زمین پر پٹک کر جبراً منہ میں زہر انڈیل دیا گیا، جس کی وجہ سے آپ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔

یہ تھی امام پاک کے اوپر ظلم و ستم کی داستان۔ ان دونوں حکومتوں کے فرماں رواؤں نے آپ کے اوپر صرف اس لیے مظالم ڈھائے اور اخیر میں شہید کر دیا کہ امام نے ان کی بے راہ روی، حرام خوری اور ناصافی کی وجہ سے ان کی ہم نوائی سے پہلو تہی کی اور کسی طرح کا کوئی تعاون نہیں کیا، اس کے برخلاف جو اصلاح پسند تحریکیں تھیں، ان کا حتی المقدور ساتھ دیا، امام چاہتے تھے کہ خلافت کا طور طریقہ اسلامی ہو، خلافت راشدہ کے نہج پر ہو، اسی خلافت راشدہ کی بہاریں دوبارہ لانے کے لیے امام کی جدوجہد عمر بھر جاری رہی، جس کی وجہ سے آپ حکمرانوں کی نظر میں ہمیشہ کانٹے کی طرح چبھتے رہے۔

اسلامی سلطنت میں قاضی القضاة اور بیت المال کی نظامت کا عہدہ بڑا ہی قابل قدر تھا، اس عہدے تک پہنچنے کے لیے بڑی بڑی کوششیں کی جاتیں، مگر امام کو یہ عہدے جبراً دیے جا رہے تھے اور آپ نے لینے سے انکار کیا جس کی پاداش میں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں، ناتواں بدن زخمی کیا گیا، برس عام کوڑے برسائے گئے، لیکن امام کی عزیمت و ہمت اور استقامت و پامردی پر کوئی آنچ نہ آئی، آپ اخیر وقت تک ظلم کے خلاف لڑتے رہے، جہاں کہیں بھی دین حنیف کے خلاف کوئی بات دیکھتے فوراً ٹوک دیتے، اس کی بھی پروا نہ کرتے کہ سامنے والا کوئی عام آدمی ہے یا تخت و تاج کا مالک۔ درج ذیل واقعے میں آپ کی جرأت اسلامی اور حرارت ایمانی صاف دیکھی جاسکتی ہے۔

ابو الملیح کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ کوفہ گئے، جمعہ کا دن تھا اور ان دنوں خالد بن عبداللہ قسری بنو امیہ کی جانب سے کوفہ کا گورنر تھا (وہاں کے دستور کے مطابق جمعہ کی نماز گورنر ہی پڑھاتا تھا) خالد خطبے کے لیے منبر پر چڑھا اور حکومت کے مراسلات پڑھنے میں اس قدر مشغول ہو گیا کہ قریب تھا کہ عصر کا وقت آجائے (مصلیوں پر خاموشی طاری تھی، کسی میں کچھ بولنے کی ہمت نہ تھی) اچانک ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

الصلوة خرج الوقت ودخل وقت آخر۔ نماز جمعہ کا وقت نکل گیا اور عصر کا وقت آگیا۔

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۶۱

اتنا کہنا تھا کہ فوراً اس شخص کو گرفتاری کا حکم دیا گیا اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ابوالملیح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پاس کے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ہیں۔ انھیں ابوالملیح سے بعض راویوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے کنکریاں پھینکنا شروع کر دیں اور نماز، نماز کی آواز بلند کی تو خالد نے نماز پڑھی پھر حکم دیا کہ نعمان کو گرفتار کر لو، انھیں گرفتار کر لیا گیا اور جب خالد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے پوچھا کہ تمہیں اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا تو انھوں نے کہا: نماز کسی کا انتظار نہیں کرتی، اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور تم زیادہ مستحق ہو کہ قرآن کا اتباع کرو، انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشهوات۔ انھوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشوں کی پیروی کی۔ پھر خالد نے کہا کہ بخدا بتاؤ کہ نماز کے علاوہ اور کوئی چیز تمہارے پیش نظر نہ تھی۔ انھوں نے کہا اس کے علاوہ میرا اور کوئی ارادہ نہ تھا، اس بیان پر خالد نے انھیں چھوڑ دیا۔<sup>(۱)</sup>

### ماخذ

- ۱- مناقب الامام الاعظم، امام موفق بن احمد مکی حنفی، ۵۶۸ھ، دائرة المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن
- ۲- مناقب الامام الاعظم، محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی (ابن بزآن)، ۸۲۸ھ، دائرة المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن
- ۳- الخیرات الحسان، امام شہاب الدین احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۳ھ، دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر
- ۴- ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی

(۱) مناقب موفق، ج: ۱، ص: ۱۷۲



## حضرت امام اعظم قدس سرہ کے سوانحی ماخذ

مولانا محمد طفیل احمد مصباحی، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

امام الائمہ، سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی: ۱۵۰ھ) اسلامی تاریخ کی اس مایہ ناز ہستی اور علمی دنیا کی اس فقید المثال عبقری شخصیت کا نام ہے، جس پر علم و حکمت، فقہ و افتا اور تدبر و تفقہ کی ہزاروں انجمنیں قربان ہیں۔ آپ مجلس علم و فن کے صدر نشین، بحر شریعت و طریقت کے غواص، میدان تحقیق و تنقیح کے شہ سوار اور صحیح معنوں میں ”امام اعظم“ تھے۔ امامت علم اور جلالت فن کے آپ جس ”قصر رفیع“ پر فائز تھے، بعد کے ائمہ و محدثین اور علماء و فقہاء اس بام رفیع کی چند سیڑھیاں ہی طے کر پائے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے آپ کی ہمہ گیر اور تہ دار فکر و شخصیت کا جامع تعارف صرف ایک جملے میں اس طرح کرایا ہے: الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ جیسا ذہین و فطین، اخاذ و طباع اور فقہ و فتویٰ کا ماہر انسان آج تک پیدا نہ ہو سکا۔ امام شافعی جیسے جلیل القدر صاحب مذہب امام، آپ کے شاگرد (امام محمد) کے شاگرد ہیں۔ بخاری شریف کے بلند پایہ مصنف حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری ۶ واسطوں سے امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ غرض کہ بڑے بڑے ائمہ و محدثین آپ کے سلسلہ تلمذ سے وابستہ اور آپ کے خوان علم کے خوشہ چیں ہیں۔

حدیث پاک میں فرمایا گیا: لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من أبناء فارس۔ یعنی اگر علم ثریا پر بھی ہوتا تو فارس کے کچھ نوجوان اسے حاصل کر لیتے۔ امام اعظم فارسی النسل ہیں اور محدثین کی صراحت کے مطابق اس حدیث کے مصداق امام اعظم ابو حنیفہ ہیں۔ علم و حکمت، تحقیق و تدقیق اور تبحر و تفقہ کو اوج ثریا سے اٹھا کر زمین کی وسعتوں میں پھیلانے والے اور ہزاروں کی تعداد میں باکمال فقہاء و محدثین کی کھپ تیار کرنے والے کوئی اور نہیں بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں۔

امام موصوف کا مختصر رسالہ ”فقہ اکبر“ علم کلام کا ”نقش اول“ ہے اور آپ علم کلام کے بانی و موجدین میں سے ہیں۔ فقہ کے علاوہ علوم قرآن، تفسیر و حدیث، اصول فقہ اور دیگر علوم و فنون میں بھی آپ کو بہت سارے امتیازات و ترجیحات حاصل ہیں اور ہر اعتبار سے آپ کی امامت اور علمی جلالت مسلم ہے۔

لیکن افسوس! صد افسوس! اس کثیر الجہات اور متنوع صفات کی حامل شخصیت کی حیات و خدمات پر قابل ذکر اور خاطر خواہ کام نہ ہوا اور آپ کی بے مثال ذات تحقیق و ریسرچ کا موضوع نہیں بن سکی۔ سچ پوچھیے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کی ایک ”مظلوم شخصیت“ ہیں۔ مسلکی اختلاف رکھنے والے علمائے تعصب سے کام لیتے

ہوئے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے اور حقائق سے کوسوں دور من گڑھت اور بے بنیاد باتیں آپ کی طرف منسوب کر دیں اور ہمارے علمائے امام موصوف کی فکر و شخصیت اور سیرت و سوانح مرتب کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی، جس کے باعث آپ کی ”صدرنگ حیات“ کے بیشتر گوشوں سے دنیا کا حقہ واقف نہ ہو سکی۔

الحمد للہ! اب جمود و تعطل کی برف دھیرے دھیرے پگھل رہی ہے اور ہمارے علمائے کرام نے اپنے رہوار فکر و عمل کو تیز گام کرتے ہوئے اس میدان میں پیش قدمی شروع کر دی ہے اور اس عمل خیر کے مثبت اثرات اور خوش گوار نتائج دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ جامعہ عبداللہ بن مسعود کولکاتہ کے زیر انتظام ”امام اعظم سیمینار“ اسی سلسلے کی ایک خوب صورت کڑی ہے۔ سیمینار کے منتظمین قابل مبارک باد اور توصیف و تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان حضرات کو امام اعظم کے علمی و روحانی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

### ماخذ کی اہمیت و افادیت:

علم و تحقیق اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں ماخذ کو جو اہمیت و افادیت حاصل ہے، اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ماخذ اور حوالوں کے بغیر مضمون اور مقالے کی حیثیت جسد بے روح کی ہے۔ مضمون و مقالہ خواہ جس نوعیت کا ہو، اس میں ماخذ کا التزام اور حوالے کی رعایت بہر حال ضروری ہے۔ ان دونوں کے التزام سے ہی ایک مقالہ یا مضمون مکمل اور کامیاب کہلاتا ہے۔ ورنہ ہمارے مضمون پر ”ہوائی فائرنگ“ والا محاورہ صادق آتا ہے۔ بنیادی طور پر ہر زبان و ادب کے دو حصے ہوا کرتے ہیں۔ (۱) ادب لطیف، (۲) ادب سنجیدہ۔ انگریزی میں ”ادب لطیف“ کو ”Light Literature“ کہتے ہیں۔ جب کہ ”ادب سنجیدہ“ کو ”Serous Literature“ کہتے ہیں۔ ادب لطیف میں شعری و نثری اقسام و اصناف داخل ہیں۔ غزل، قصیدہ، مرثیہ، حمد و نعت، مثنوی، رباعی وغیرہ ادب لطیف کے شعری اقسام ہیں اور ناول، افسانہ، ڈراما، مقالہ اور سوانح وغیرہ یہ چیزیں ادب لطیف کے نثری اقسام و اصناف ہیں۔ ادب لطیف کے نثری اقسام میں ”سوانح نگاری“ یا ”تذکرہ نگاری“ کو ایک بلند مقام حاصل ہے۔ ہمارے مصنفین نے افسانہ اور ناول نگاری میں جس قدر اپنی فکری توانیاں صرف کی ہیں، تذکرہ یا سوانح نگاری میں بھی ان کی خدمات دیگر اصناف نثر سے کم نہیں ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور دنیا کے دیگر زبانوں میں ناول اور افسانہ کے ساتھ تذکرہ اور سوانح کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے۔ اردو میں الف لیلا، بوستان خیال، باغ و بہار، فسانہ عجائب، ابن الوقت اور بنات النعش جیسی ناول اور افسانہ کی کتابوں کے مقابلے میں نکات الشعراء، گلشن بے خار، یادگار غالب، آب حیات اور حیات اعلیٰ حضرت جیسی ممتاز سوانحی کتابوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ماخذ و مراجع اور مصادر و منافع کی اہمیت و معنویت اور عظمت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تصنیف و تالیف اور تحقیق و تنقید کے دشوار گزار مراحل، ماخذ کے بغیر طے ہو ہی نہیں سکتے۔ ارباب علم و دانش اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ایک مضمون، مقالہ، کتابچہ، رسالہ اور کتاب ترتیب دینے کے لیے سب سے پہلے مواد کی ضرورت اور ماخذ کی فراہمی کا دشوار کن مرحلہ سامنے آتا ہے اور در حقیقت ماخذ ہی اس دشوار کن اور دقت طلب

مرحلہ کو آسان بناتا ہے۔ ایک مصنف کو کسی موضوع پر کتاب لکھنے کے لیے جتنی محنت و مشقت اٹھانی پڑتی ہے، اس سے کہیں زیادہ محنت و عرق ریزی مواد کی فراہمی اور ماخذ کی تلاش میں اٹھانی پڑتی ہے۔ اس سے آپ ماخذ کی اہمیت و افادیت اور مواد کے حصول میں دشواری و جگر کاوی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

ماخذ دو طرح کے ہوتے ہیں (۱) منفرد اور مستقل ماخذ (۲) جزوی اور ضمنی ماخذ

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوانحی ماخذ زیادہ تر جزوی اور ضمنی ہیں۔ منفرد اور مستقل سوانحی ماخذ کی تعداد جزوی اور ضمنی ماخذ سے کم ہے۔ لیکن پھر بھی یہ تعداد پچاس سے متجاوز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مستقل اور انفرادی طور پر آپ کی سیرت و سوانح پر کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ ہمارے بعض علمائے مستقل اور انفرادی طور پر چند کتابیں لکھیں، لیکن وہ امتدادِ زمانہ اور مرورِ ایام کے ساتھ عام نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ آج امام اعظم سے متعلق دونوں قسم کے ماخذ کو منظر عام پر لانے اور جدید رنگ و آہنگ کے ساتھ انھیں عام و تام کرنے کی ضرورت ہے۔ تحریک اسلاف شناسی کا یہ ایک لازمی حصہ اور حالات کا جبری مطالبہ ہے۔

### سوانح نگاری اور اس کے لازمی اجزاء:

سوانح نگاری یہ تاریخ کی ایک شاخ اور اصنافِ نثر کا ایک اہم شعبہ ہے اور بعض خصوصیات کی وجہ سے اس کا شمار ”ادب“ میں بھی ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اولین سوانح نگار کون ہے؟ تاریخ اس کی وضاحت سے قاصر ہے۔ اردو زبان میں تنقید کی طرح سوانح نگاری کا فن خواجہ الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے اور حالی کو اولین سوانح نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ سائنسی ترقی اور ٹیکنالوجی کے حیرت انگیز انقلاب نے علوم و فنون کے دائرے کو پہلے سے کہیں زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ ادبیات کا دائرہ بھی اب کافی حد تک وسیع اور متنوع ہو چکا ہے۔ زمانہ قدیم میں کسی بھی عظیم شخصیت کی زندگی سے متعلق چند امور و واقعات کو قلم بند کرنے کو ”سوانح نگاری“ کہا جاتا تھا۔ لیکن آج سوانح نگاری کا فن کافی ترقی پذیر اور متنوع جہات کا حامل بن چکا ہے۔ سوانح نگاری کیا ہے اور اس کے لازمی اجزاء کیا ہیں؟ اس تعلق سے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

خواجہ الطاف حسین حالی کے بقول ”سوانح حیات (سوانح نگاری) اس تصنیف کو کہیں گے جس میں کسی شخص کی زندگی کے واقعات مفصل طور پر بیان کیے گئے ہوں“<sup>(۱)</sup>

ڈاکٹر عبد القیوم لکھتے ہیں:

”اب سوانح نگاری محض انسان کی پیدائش، حاندان، تعلیم، مشاغل زندگی اور وفات کا بیان ہی نہیں۔ بلکہ کسی فرد کے ظاہر و باطن، عادات و اطوار، اخلاق و معاشرت، وراثت، نفسانی کیفیت اور اس کی زندگی کے نشیب و فراز کی داستان بن گئی ہے۔ اب سوانح نگاری کے لیے وہ تمام باتیں دل چسپی کا باعث ہیں، جن سے شخصیت کی تعمیر اور ایک

(۱) حیات جاوید، ص: ۵

مکمل تصویر بنانے میں مدد ملے۔ سوانح نگاری میں سطحی واقعات اور ظاہری حالات بیان کر دینے سے زیادہ باطنی کیفیت، نفسانی حالت، ذہنی ارتقا، طبعی رجحان اور صاحب سوانح کی خوبیاں و کمزوریاں دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ تاکہ ایک واضح تصویر ابھر کر سامنے آسکے۔ (۱)

### سوانح نگاری اور تذکرہ نویسی دو الگ چیزیں ہیں:

تذکرہ نویسی ایجاز و اختصار چاہتی ہے، جب کہ سوانح نگاری تفصیل اور طوالت کی حامل ہے۔ اردو ادب میں سوانح نگاری کم اور تذکرہ نویسی کار جہان زیادہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوانح عمریوں کا ذخیرہ اردو میں کم اور تذکرہ کی کتابیں زیادہ ہیں۔ سوانح نگاری کا فن اردو میں انگریزی ادب کے دروازے سے داخل ہوئی۔ اردو ادب میں سوانح نگاری کا باقاعدہ آغاز سرسید تحریک سے ہوا، جس کا مقصد اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارناموں سے درس نصیحت حاصل کرنا اور خود کو روشن مستقبل کے لیے تیار کرنا تھا۔ اس مقصد کے لیے سرسید، حالی اور شبلی نے اعلیٰ پایے کی سوانح عمریاں لکھیں اور اس طرح باقاعدہ اردو میں ”فن سوانح نگاری“ کا آغاز ہوا۔

صداقت و واقعیت اور جامعیت ”سوانح نگاری“ کے لازمی اجزاء عناصر ہیں۔ اس سلسلے میں ایک کامیاب سوانح عمری لکھنے اور مواد کی فراہمی کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل امور کا سہارا لیا جائے۔

(۱) خطوط (۲) ڈائری (۳) یادداشت (۴) تاثرات و اعترافات (۵) ذاتی واقفیت (۶) معاصرین کی شہادت (۷) خودنوشت حالات وغیرہ۔

وہ کتب و رسائل جن میں کسی شخصیت کے متعلق مندرجہ بالا موضوعات کے تحت مدلل انداز میں روشنی ڈالی گئی ہو، وہ ”سوانحی ماخذ“ ہیں۔ جس کتاب میں کسی اہم شخص کی سیرت و سوانح مستقل اور انفرادی طور پر بیان کی گئی ہو، صرف وہی ”سوانحی ماخذ“ نہیں ہے۔ بلکہ جس کتاب میں ضمناً بھی کسی کی سیرت و سوانح بیان ہو، اس کا شمار بھی ”سوانحی ماخذ“ میں ہوتا ہے۔ اہم شخصیات کی سیرت و سوانح پر مضامین بالعموم دو طریقے سے لکھے جاتے ہیں۔ (۱) اجمالی (۲) تفصیلی۔ اجمالی سوانحی مضمون میں متعلقہ شخصیت کی زندگی کے کسی اہم اور خاص گوشے پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ مثلاً ”حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی تقویٰ شعار زندگی“ ”حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کا مجاہدانہ کردار“ وغیرہ۔ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات پر مشتمل مبسوط، مفصل اور ہر اعتبار سے مکمل کتابیں بہت کم لکھی گئی ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات اور سیرت و سوانح زیادہ تر اجمالی، جزوی اور ضمنی ہیں۔ درج ذیل سطور میں امام موصوف کے سوانحی ماخذ اور آپ کی حیات و خدمات کے اجمالی و تفصیلی تذکروں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱) اردو نثر کا فنی ارتقا، ص: ۳۱۸، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

## امام اعظم کے ضمنی اور اجمالی سوانحی ماخذ: (عربی زبان میں)

مندرجہ ذیل کتابوں میں امام اعظم کے مختصر اور ضمنی تذکرے موجود ہیں۔

- (۱) الطبقات الكبرى، لابن سعد، ۲۵۶/۶ (۲) التاريخ الكبير، للبخاري، ۸۱/۸
- (۳) الجرح والتعديل، لابن أبي حاتم، ۴۴۹/۱ (۴) المعارف، لابن قتيبة، ص: ۴۹۵
- (۵) ذيل المذيل، للطبري، ص: ۱۰۲ (۶) الفهرست، لابن ندیم، ص: ۲۸۷
- (۷) تاريخ بغداد، للخطيب، ۳۲۳/۱۳ (۸) طبقات الفقهاء، للشيرازي، ص: ۸۶
- (۹) الأنساب، ص: ۱۹۶. اللباب، ۳۶۰/۱ (۱۰) تهذيب الأسماء واللغات، ۲/۲۱۶
- (۱۱) خلاصة تهذيب الكمال، ص: ۴۰۲ (۱۲) وفيات الأعيان، لابن خلكان، ۵/۴۰۵
- (۱۳) تذكرة الحفاظ، للسيوطي، ۱/۱۶۸ (۱۴) ميزان الاعتدال، للذهبي، ۴/۲۶۵
- (۱۵) تهذيب التهذيب، لابن حجر العسقلاني، ۱۰/۴۴۹
- (۱۶) غاية النهاية، لابن الجزري، ۲/۳۴۲ (۱۷) العبر، ۱/۲۱۴
- (۱۸) البداية والنهاية، لابن كثير، ۱۰/۱۰۷ (۱۹) مرآة الجنان، لليافعي، ۱/۳۰۹
- (۲۰) النجوم الزاهرة، ۲/۱۲ (۲۱) طبقات الحفاظ، للسيوطي، ۳/۸
- (۲۲) الخميس في أحوال أنفيس نفيس، ۲/۳۲۶ (۲۳) مفتاح السعادة، ۲/۱۹۵
- (۲۴) طبقات الكبرى، للشعراني، ۱/۵۳ (۲۵) شذرات الذهب، ۱/۲۲۷
- (۲۶) الكواكب الدرية، للمناوي، ۱/۱۷۵
- (۲۷) كشف الظنون، للحاجي خليفة (كاتب چلبی)، ص: ۸۴۲
- (۲۸) نزهة الجليس، للموسوي، ۲/۱۷۶ (۲۹) التاج المكلل، ص: ۱۳۶
- (۳۰) جامع كرامات اولياء، للنبهاني، ۲/۲۷۷
- (۳۱) روضات الجنات، ۸/۱۶۸
- (۳۲) هدية العارفين، ۲/۴۹۵ (۳۳) الذريعة إلى تصانيف الشيعة، ۱/۳۱۶
- (۳۴) الجواهر المضية، ۱/۵۰.۳۹ (۱)

عربی زبان کی یہ کل ۳۴ کتابیں ہیں، جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے احوال و فضائل اور مناقب مختصر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ امام موصوف کے احوال و مناقب سے متعلق ان ۳۴ کتابوں کے متفرق عبارات و اجزا کتابی شکل میں یکجا کر دیے جائیں تو ”حیات امام اعظم“ پر ایک مفصل اور مبسوط کتاب باسانی تیار ہو سکتی ہے۔ صاحب كشف الظنون ملا کاتب چلبی کے بیان کے مطابق امام اعظم کے تذکرہ نگاروں کی ایک طویل فہرست اور

(۱) الجواهر المضية، ۱/۵۰، مطبوعه دارا لعلوم، رياض

کثیر تعداد ہے۔ غرض کے مصنفین و مؤرخین اور ارباب سیر و تاریخ نے امام اعظم کا ذکر جمیل اور آپ کے فضائل و کمالات کا اعتراف بڑے پر شکوہ الفاظ میں کیا ہے۔

## امام اعظم کے تفصیلی اور انفرادی سوانحی ماخذ:

حضرت امام اعظم قدس سرہ کی حیات و خدمات، احوال و آثار اور فضائل و مناقب کے تذکرے ان کتابوں میں مستقل طور پر تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ امام موصوف کے سوانحی ماخذ میں مندرجہ ذیل کتابوں کو استناد و اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔ امام اعظم کے سیرت و سوانح مرتب کرنے والے مصنفین ان کتابوں کا سہارا لیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ کتابیں عربی زبان میں نہ لکھی گئی ہوتیں تو دنیا آج امام اعظم جیسے مایہ ناز فقیہ، بے مثال محدث اور اپنے وقت کی اس عبقری شخصیت سے نا واقف رہتی اور حیات امام اعظم کے بیشتر گوشے ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتی۔ حضرت امام اعظم کا علمی جاہ و جلال، محدثانہ کمال، مناظرانہ شان اور محققانہ رنگ و آہنگ کا جلوہ دیکھنا ہو تو ان کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں۔ یہ وہ کتابیں ہیں، جن میں امام موصوف کی علمی و روحانی شخصیت کی پاکیزہ اور دل آویز تصویریں چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں۔

- (۱) مناقب الإمام الأعظم. مصنف: شیخ ابوالموفق بن احمد کی خوارزمی۔
- (۲) مناقب الإمام أبو حنیفة. مصنف: صاحب فتاویٰ بزاز یہ حافظ محمد بن محمد شہاب الکردری۔
- (۳) خیرات الحسان فی مناقب الإمام أبی حنیفة النعمان. مصنف: علامہ ابن حجر مکی، ہیتمی شافعی۔
- (۴) تبیض الصحیفة فی مناقب أبی حنیفة. مصنف: امام جلال الدین سیوطی۔
- (۵) مناقب الإمام الأعظم. مصنف: حضرت ملا علی قاری حنفی۔
- (۶) تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمة أبی حنیفة من الأكاذیب. مصنف: شیخ محمد زاہد الکوثری۔
- (۷) أبو حنیفة: حیاته و عصره. مصنف: شیخ محمد ابو زہرہ۔
- (۸) المطالب المتینة فی الذب عن الإمام أبی حنیفة. مصنف: مصطفیٰ نور الدین۔
- (۹) حیاة الإمام أبی حنیفة و فقہه. مصنف: سید محمد عفیفی۔
- (۱۰) الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقہاء. مصنف: امام ابو عمر یوسف بن عبد البر۔<sup>(۱)</sup>

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات و خدمات، فضائل و مناقب اور آپ کے محاسن و کمالات پر مشتمل مندرجہ بالا کتابیں عربی زبان میں ہیں، جن کے اسما تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں۔ تلاش و جستجو کے بعد مزید کتابوں کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ یہاں حصر مقصود نہیں بلکہ موضوع کی مناسبت سے آپ کی سوانحی ماخذ کی چند جھلکیاں قارئین کے سامنے پیش کرنا ہے۔ عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبان میں آپ کی سیرت و سوانح پر کتنی کتابیں لکھی گئی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(۱) الجواهر المضیة، ۱/ ۵۰، دار العلوم، ریاض

حضرت علامہ ابوالبشیر محمد صالح حنفی نقشبندی اپنی کتاب ”تحفہ حنفیہ“ میں لکھتے ہیں:  
امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اسلام میں جورتبہ حاصل ہے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی سوانح عمریاں لکھی گئیں، کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ اور ان نامور شخصیتوں نے لکھیں جو اس قابل تھے کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جاتیں۔ چنانچہ من جملہ سوانح عمریوں کی چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں:

- |   |                               |
|---|-------------------------------|
| مصنف: امام احمد بن محمد طحاوی                           | (۱) عقود المرجان              |
| مصنف: امام احمد بن محمد بن طحاوی                        | (۲) قلائد عقود الدر والعقیان  |
| مصنف: امام محمد بن احمد بن شعیب                         | (۳) مناقب النعمان             |
| مصنف: شیخ ابو عبد اللہ صمیری حسین بن علی                | (۴) مناقب النعمان             |
| مصنف: علامہ جار اللہ زمخشری                             | (۵) شقائق النعمان             |
| مصنف: امام موفق الدین بن احمد کی خوازی                  | (۶) مناقب النعمان             |
| مصنف: امام عبد اللہ بن محمد حارثی                       | (۷) کشف الآثار                |
| مصنف: امام ظہیر الدین مرغنیانی                          | (۸) مناقب النعمان             |
| مصنف: امام محمد بن محمد کردری                           | (۹) مناقب النعمان             |
| مصنف: شیخ ابوالقاسم بن کاسن                             | (۱۰) مناقب النعمان            |
| مصنف: قاضی بن عبدالبر                                   | (۱۱) کتاب الانتہاء            |
| مصنف: امام ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد احمد ابن ابی عوام | (۱۲) مناقب النعمان            |
| مصنف: حضرت امام ذہبی                                    | (۱۳) مناقب ابی حنیفہ          |
| مصنف: .....   | (۱۴) المواہب الشریفۃ          |
| مصنف: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر                     | (۱۵) البستان فی مناقب النعمان |
| مصنف: امام جلال الدین سیوطی                             | (۱۶) تبیض الصحیفہ             |
| مصنف: علامہ ابن حجر مکی بیہمی                           | (۱۷) خیرات الحسان             |
| مصنف: شیخ شمس الدین احمد بن محمد سنوای                  | (۱۸) مناقب النعمان            |
| مصنف: شیخ ابوسعید (فارسی)                               | (۱۹) مناقب الامام الاعظم      |
| مصنف: شیخ عتیق بن داؤد یمانی                            | (۲۰) رسالہ فی فصل ابی حنیفہ   |
| مصنف: شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد قہباق              | (۲۱) نظم الجنان               |
| مصنف: مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد (ترکی)          | (۲۲) مناقب الامام الاعظم      |

مصنف: محمد سلمان سعد الدین آفندی (ترکی)

مصنف: مولوی شبلی نعمانی (اردو)

مصنف: مولانا محمد عبدالغفار (اردو)

مصنف: مولوی عبدالحمید صاحب (اردو)

مصنف: ..... (اردو)

(۲۳) مناقب الامام الاعظم

(۲۴) سیرۃ النعمان

(۲۵) غرائب البیان

(۲۶) مواعظ حسنه

(۲۷) روح الایمان

ان کے علاوہ امام اعظم کی اور کئی سوانح عمریاں عربی، فارسی اور اردو میں ہیں، جن کے نام بخوف طوالت

چھوڑ دیا گیا۔ (تحفہ حنیفہ، ص: ۲۳۴/۲۳۶، اسلامی کتب خانہ، سیال کورٹ، پاکستان)

۲۷۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ”تحفہ حنیفہ“ بجائے خود امام اعظم کی ایک مفصل سوانح حیات ہے، جن میں آپ کے فضائل و کمالات اور حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر علم و استدلال کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

شیخ دکتور مصطفیٰ الشعمہ دنیائے عرب کے ایک ممتاز عالم دین اور بلند پایہ مصنف و محقق ہیں۔ انھوں نے حضرت امام

اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی پر ”الائمة

الاربعة“ کے نام سے چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ اس کی پہلی جلد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح حیات

پر مشتمل ہے، جو ۲۸۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ کتاب ”دار الکتب المصری“ قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

مشہور حنفی عالم دین حضرت علامہ عبدالقادر محمد بن قرشی حنفی نے اپنی مایہ ناز تصنیف ”الجواهر المضية فی طبقات

الحنفیة“ میں امام اعظم کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ”البتان فی مناقب امامنا النعمان“ کے

نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں امام موصوف کے احوال و کوائف درج ہیں۔

شیخ عبدالجلیم جندی کی عربی کتاب ”ابو حنیفہ بطل الحریة فی الاسلام“ ۲۴۷ صفحات پر مشتمل ہے، جو آپ کی

زندگی کے بہت سارے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتی ہے اور آپ کے سوانحی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اردو زبان میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ میری

ناقص معلومات کی حد تک علامہ ابن حجر مکی دمشقی کی مایہ ناز عربی کتاب ”الخیرات الحسان فی مناقب النعمان“

کا سب سے پہلے اردو ترجمہ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے کیا ہے اور اردو داں طبقہ کو امام اعظم کی

شخصیت سے روشناس کرایا ہے۔ آج بھی یہ کتاب ”حضرت امام اعظم ابو حنیفہ“ کے نام سے مختلف اداروں سے شائع

ہور ہی ہے۔

حضرت امام سیوطی کی کتاب ”تبیيض الصحیفة“ کا اردو ترجمہ، مولانا محبوب علی خاں لکھنوی نے ”تنویر

الصحیفة“ کے نام سے کیا ہے۔

مصنف فتاویٰ بزاز یہ حافظ محمد بن شہاب الدین کروری کی کتاب ”مناقب الامام ابو حنیفہ“ کا اردو ترجمہ علامہ

فیض احمد اویسی اور علامہ محی الدین احمد (پاکستان) نے کیا ہے۔ مکتبہ نبویہ، لاہور، پاکستان سے یہ کتاب ”مقامات امام



اعظم کے نام سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ یہ کتاب ۶۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسی مکتبہ نبویہ نے شیخ ابو موفق بن احمد کی خوازمی کی عربی تصنیف ”مناقب الامام الاعظم“ کا اردو ترجمہ ”مناقب امام اعظم“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ حضرت مولانا جمیل شرق پوری نقشبندی نے ایک کتاب ”تذکرہ امام اعظم ابو حنیفہ“ کے نام سے مرتب کیا ہے۔ ۲۹۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں بڑے بڑے اہل علم و قلم اور جید علماء و مشائخ کے گراں قدر مضامین شامل ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا مضمون ”فقہ حنفی اکسیر اعظم اور کبریت احمر ہے“ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کتاب کو سر ہند پبلی کیشنز، کراچی، لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب ”حضرت امام اعظم کی سیاسی زندگی“ امام موصوف کی سوانحی ماخذ میں ایک گراں قدر اور بیش قیمت اضافہ ہے۔

عصر حاضر کے مایہ ناز محقق، بے مثال مصنف اور قد آور مبلغ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، پاکستان نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی تہ دار علمی شخصیت پر مختلف جہتوں سے کام کیا ہے۔ امام اعظم کی علمی جلالت اور محدثانہ عظمت سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے مندرجہ ذیل تین کتابیں لکھی ہیں، جو معنوی خوبیوں سے مالا مال اور عظیم علمی اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) تذکرہ مسانید امام اعظم

(۲) تکمیل الصحیفہ باسانید الحدیث فی الامام ابی حنیفہ

(۳) امام ابو حنیفہ: امام الائمہ فی الحدیث

اب اردو زبان میں حضرت امام اعظم کے ایک ضخیم اور عظیم سوانحی ماخذ کا ذکر کر کے ہم اپنا مقالہ ختم کرتے ہیں۔ ۸۵۶ صفحات پر مشتمل کتاب بنام ”انوار امام اعظم“ مجلہ یادگار ایوبی سپرائنگ، ضلع کشی نگر، یوپی کا تیسرا خصوصی شمارہ اور ”امام اعظم سیمینار، ممبئی“ کے مقالات کا ایک حسین، دلکش اور وسیع مجموعہ ہے۔ اردو زبان میں حضرت امام اعظم کی حیات و خدمات، افکار و خیالات اور محاسن و کمالات پر اتنی ضخیم کتاب شاید پہلی بار منظر عام پر آئی ہے۔ صوری اور معنوی محاسن سے لبریز کتاب کے مندرجات اور مشمولات دیکھ کر ان کے مرتبین کی دقت نظر اور مضمون نگار حضرات کی محنت و جانفشانی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین رضوی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی اور مولانا اختر حسین مباحی دام ظلہم کی ترتیب اور تہذیب نے اس کتاب کو امام اعظم کے سوانحی ماخذ کے باب میں ایک بیش قیمت دستاویز کی شکل عطا کی ہے۔

کثرت کار، ہجوم افکار اور صفحات کی قلت مانع ہے، ورنہ امام اعظم کے چند عربی سوانحی ماخذ کا تجزیاتی اور تبصراتی مطالعہ نذر قارئین کرتا۔

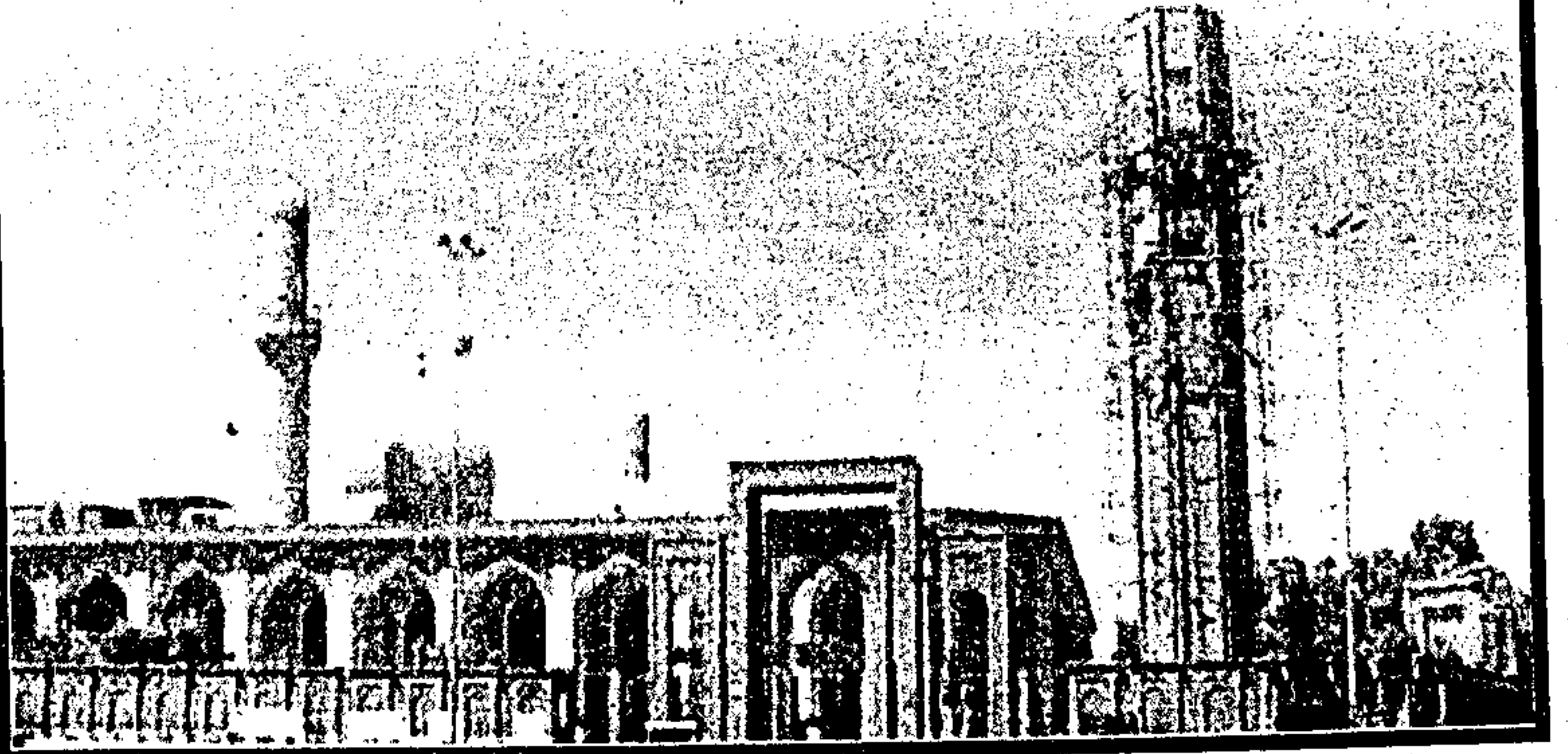
اللہ تبارک و تعالیٰ ہم غلامان امام اعظم کو ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین

بجاء سید المرسلین علیہم التحیة والتسلیم۔\*\*\*



باب دوم

اساتذہ و تلامذہ



امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

امام اعظم کے اساتذہ کرام

امام اعظم اور آپ کے تلامذہ

امام ابو یوسف: حیات و خدمات

امام محمد کا سوانحی خاکہ

امام زفر رضی اللہ عنہ: مختصر سوانح

## امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

مولانا سید محمد قمر عالم اشرفی جامعی، استاذ جامع اشرف، درگاہ کچھوچھ شریف، امبیڈ کرنگر (پوپی)

بسم الله الرحمن الرحيم

وبه نستعين

امابعد!

مجھے سیمینار کے لیے مقالہ کا جو موضوع دیا گیا ہے وہ ہے ”امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین“ ظاہر ہے یہ موضوع تفصیل بھی چاہتا ہے اور تحقیق بھی۔ تفصیل تو اس لیے کہ امام نے جن حضرات سے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کیا ان کی فہرست بڑی لمبی اور طویل ہے اور تحقیق اس لیے کہ میری معلومات میں شیوخ ابی حنیفہ پر باضابطہ اور بالترتیب اب تک کوئی کام نہیں ہوا ہے۔

ناچیز کو اس بات کا مکمل اعتراف ہے کہ وہ اپنے اس موضوع کا حق ادا نہیں کر سکا ہے جس کی پہلی وجہ تو اپنی علمی کم مانگی ہے اور دوسری وجہ وقت و فرصت کی کمی اور وسائل کی عدم فراہمی ہے لیکن سیمینار میں مقالہ نگاری کی دعوت نے مجھے اس بات پر آمادہ اور مہینز کیا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو عن قریب ہی شیوخ ابی حنیفہ پر تفصیلی کام کا آغاز کروں جس کے لیے میں اس سیمینار کے سارے منتظمین خصوصاً استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی رحمت علی مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود دارالعلوم قادریہ ضیائے مصطفیٰ، کولکاتا، کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں۔

ہم اپنے اس موضوع پر اجمالاً یا تفصیلاً گفتگو سے پہلے تین تمہیدی نکات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں:

**پہلا نکتہ:** محدثین اور ناقدین حدیث کے عرف میں اگر کسی شخص کا سلسلہ تلمذ معلوم کرنا ہو تو اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ وہ کن حضرات سے روایت کرتا ہے بعدہ یہ معلوم کیا جائے کہ جو روایت کر رہا ہے اور جن سے روایت کر رہا ہے ان دونوں کے درمیان امکان لقایا معاشرت وہم زمانگی ثابت ہے کہ نہیں اگر یہ ثابت ہو جائے تو پھر اس سے اس شخص کا سلسلہ تلمذ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے اپنے اس مقالے میں اسی انداز کو اپنایا ہے، مسند ابی حنیفہ بروایت حصکفی جو ملا علی قاری کی شرح کے ساتھ دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہو چکی ہے اس کے ذریعہ جن

حضرات سے امام کا سلسلہ تلمذ معلوم ہوتا ہے ان میں سے میں نے صرف پچیس شیوخ پر گفتگو کی ہے۔  
**دوسرا نکتہ:** ناقدین حدیث اگر کسی شخص کی حدیث دانی اور علم حدیث میں اس کے تجر و تثبت، مہارت و حداقت اور اس کی عظمت و جلالت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہیں کہتے کہ اُسے اتنی حدیثیں یاد تھیں، اس نے اتنی حدیثیں روایت کیں، اس کے شیوخ اتنی تعداد میں تھے، اس کے تلامذہ شمار سے باہر تھے، اس نے فلاں فلاں مقام کا سفر کیا وغیرہ وغیرہ.... بلکہ جب وہ علم حدیث میں کسی کی عظمت و جلالت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں وہ حجت ہیں، وہ امام ہیں، وہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، وہ ثقہ ہیں، وہ ثبت ہیں، وہ حافظ ہیں، وہ مستقن ہیں، وہ اثبت الناس ہیں، وہ احفظ الناس ہیں.... میں نے اپنے اس مقالے میں اسی طریقے پر عمل کیا ہے اور شیوخ ابی حنیفہ کی عظمت و جلالت پر ناقدین حدیث کے اقوال و آرا کو جمع کر دیا ہے۔

**تیسرا نکتہ:** امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں زیادہ تر ایسے حضرات ہیں جو امام کے شہر سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے مقالے کا آغاز میں نے شہر ابو حنیفہ سے کیا ہے اور اس کی علمی مرکزیت پر اختصاراً روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

## شہر ابو حنیفہ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کو کہ ابنائے فارس میں سے تھے تاہم تمام مورخین و سیرت نگار کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ امام کا مولد و مسکن شہر کوفہ ہے جو عرب جغرافیہ نگاروں کے مطابق دریائے فرات کے کنارے ایک وسیع میدان میں واقع ہے۔ جس کی بنیاد جلیل القدر صحابی رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے ۷۱ھ ہجری بمطابق ۶۳۸ عیسوی میں رکھی۔ [۱]

امام جس زمانے میں پیدا ہوئے، اس وقت اسلامی علوم کے تین مرکز تھے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے قیام فرمایا جن میں چوبیس بدری صحابی تھے۔ [۲] ابن سعد کا بیان ہے کہ کوفہ میں تین سو ایسے اصحاب تھے جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ ابن سعد کے شمار کے مطابق کوفہ کی سر زمین کو ایک سو پچاس فقہائے صحابہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم کا شرف بخشا۔ [۳] جن میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت خباب بن ارت، حضرت سلمان فارسی، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت براء بن عازب، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابوالطفیل، حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔ حضرت علی نے کوفہ کو اسلام کا ”جمجمہ“ یعنی سر قرار دیا۔ [۴] حضرت سلمان فارسی نے اسے اسلام اور اہل اسلام کا ”قبۃ“ یعنی شان و شوکت بتایا۔ [۵]

تاریخ و سیرت کی دسیوں کتابوں میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تاکہ وہاں کے رہنے والوں کو قرآن و فقہ کی تعلیم دیں اور بھیجتے وقت وہاں کے لوگوں

کو یہ لکھ بھیجا کہ ”میں نے عبد اللہ کو بھیج کر تم کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی ہے“ [۶] شمس الائمہ سرخسی کے بیان کے مطابق حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جب کوفہ تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود اپنے چار ہزار شاگردوں کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے نکل پڑے۔ حضرت علی نے شاگردوں کی اس عظیم تعداد کو دیکھ کر فرمایا ”ملاّت هذه القرية علما و فقہا“ عبد اللہ! تو نے اس بستی کو علم و فقہ سے بھر دیا ہے۔ [۷]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے باشندگانِ کوفہ میں تحصیلِ علم کا ایسا شوق بھر دیا اور کچھ ہی عرصے میں علما و فقہا کی ایک ایسی شاندار ٹیم تیار کر دی تھی جن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”أصحاب عبد الله سُرُج هذه القرية“ عبد اللہ بن مسعود کے تلامذہ شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔ [۸]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

”فبت عبد الله فيهم علما كثير اوفقه منهم جماعفيرا“

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے باشندگانِ کوفہ میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا اور ایک عظیم تعداد کو فقیہ بنا دیا۔ [۹]

محمد بن سیرین کہتے ہیں:

”أتيت الكوفة فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث وأربع مائة قدفقوها“

میں کوفہ آیا تو دیکھا کہ وہاں علمِ حدیث کے چار ہزار طلبہ موجود تھے اور چار سو ایسے طلبہ تھے جو فقیہ بن چکے تھے۔ [۱۰]

عفان کہتے ہیں:

”قدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر ولو اردنا ان نكتب مائة ألف حديث لكتبنا بها فما كتبنا إلا قدر خمسة آلاف حديث“

میں نے کوفہ میں چار مہینے قیام کیا، اس مدت میں اگر ایک لاکھ حدیثیں لکھنا چاہتا تو لکھ لیتا مگر میں نے صرف پچاس ہزار حدیث پر اکتفا کیا۔ [۱۱]

مذکورہ بالا تاریخی روایات اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ ابھی اسلام پر پوری ایک صدی بھی نہیں گزری تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قدومِ مہینتِ لزوم نے شہرِ کوفہ کو علمِ حدیث کا ایسا عظیم مرکز اور وہاں کے باشندگان میں روایتِ حدیث، سماعتِ حدیث، کتابتِ حدیث اور فقہیتِ حدیث کا ایسا عظیم ماحول برپا کر دیا کہ کوفہ کی سرزمین علمِ حدیث کے بحرین اور جلیل القدر محدثین سے مالا مال ہو گئی اور لوگ اخذِ حدیث اور روایتِ حدیث کے لیے مختلف دیار و اصمار سے وہاں کا رخ کرنے لگے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے محدثین کا جو قافلہ تیار کیا تھا ان کی بارگاہ میں آکر زانوئے تلمذتہ کرنے لگے۔ جن چار صحابہ کرام کے اصحاب و تلامذہ سے علمِ نبوت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا، ابنِ قیم نے ان میں سب سے پہلے حضرت عبد اللہ

بن مسعود کے اصحاب و تلامذہ کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”والدين والفقہ والعلم انتشر في الأمة عن أصحاب ابن مسعود، وأصحاب زيد بن ثابت، وأصحاب عبيد الله بن عمر وأصحاب عبدالله بن عباس فعلم الناس عامته عن أصحاب هؤلاء الأربعة فأما أهل المدينة فعلمهم عن أصحاب زيد بن ثابت وعبدالله بن عمرو أما أهل مكة فعلمهم عن أصحاب عبدالله بن عباس وأما أهل العراق فعلمهم عن أصحاب عبدالله بن مسعود“ [۱۲]

ترجمہ: دین و فقہ اور علم امت میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اصحاب و تلامذہ سے پھیلا۔ عموماً لوگوں کا علم ان چار صحابہ کرام کے تلامذہ سے ماخوذ ہے، اہل مدینہ کا علم حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عمر کے اصحاب و تلامذہ سے، اہل مکہ کا علم حضرت عبداللہ بن عباس کے اصحاب و تلامذہ سے اور اہل عراق (خصوصاً کوفہ) کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب و تلامذہ سے ماخوذ ہے۔ لہذا بعض ناقدین امام کا یہ کہنا کہ چوں کہ کوفہ میں حدیث کی روایت و سماعت کا رواج اور ماحول کم تھا شاید اسی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ کا خزانہ علم و فقہ حدیث کے سرمایہ سے خالی تھا۔ یہ کوفہ کی علمی تاریخ سے بے خبری یا غفلت کا نتیجہ ہے۔

### امام اعظم کا سلسلہ تلمذ

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جن حضرات سے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کیا حتیٰ طور پر ان کی تعداد مقرر نہیں کی جاسکتی اور نہ اس بات کا تعین کیا جاسکتا ہے کہ امام نے کن شیوخ سے کون سا فن حاصل کیا؟ البتہ بعض سوانح نگاروں نے اجمالی طور پر چار ہزار مشائخ کا ذکر کیا ہے۔

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

”هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكرهم وقد ذكر منهم إمام أبو حفص الكبير أربعة آلاف شيخ وقال غيره له أربعة آلاف شيخ من التابعين“  
امام کے شیوخ و اساتذہ اتنے کثیر تعداد میں ہیں جن کا ذکر اس کتابچے میں نہیں کیا جاسکتا ہے البتہ ابو حفص کبیر نے مجموعی طور پر چار ہزار شیوخ کا ذکر کیا ہے جب کہ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ چار ہزار شیوخ تو صرف تابعین میں سے ہیں۔ [۱۳]

ابن حجر عسقلانی نے نام بہ نام سولہ شیوخ کا ذکر کیا ہے جن سے امام نے حدیث کی روایت کی۔ [۱۴]

علامہ نووی نے خطیب بغدادی کے حوالے سے چودہ شیوخ حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ”وغیر ہم“



کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ اور بھی ہیں جن سے امام نے علم حدیث حاصل کیا۔ [۱۵]

ابن عبدالبہادی ۱۳ شیوخ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”عن جماعة کثیرین غیر هؤلاء“ ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد سے امام نے حدیث کی روایت کی۔ [۱۶]

جمال الدین مزنی نے ۷۶ / مشائخ کا ذکر کیا ہے۔ [۱۷]

ذہبی ۱۳ شیوخ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”وعدد کثیر من التابعین“ اور تابعین کی ایک بڑی تعداد سے علم حدیث حاصل کیا [۱۸]

## امام کے شیوخ فی الحدیث کی اجمالی فہرست

مسند ابی حنیفہ بروایت حصکفی کے مطابق صحابہ کے علاوہ امام نے جن شیوخ سے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کیا ان کی

تعداد سو سے زائد ہے جن کے اسمائے گرامی نیچے مذکور ہیں:

(۱) حماد بن ابی سلیمان	(۲) علقمہ بن مرثد	(۳) عطاء بن ابی رباح
(۴) ابوالزبیر کئی	(۵) عمرو بن دینار کئی	(۶) طاؤس بن کیسان
(۷) عکرمہ	(۸) مقسم	(۹) نافع
(۱۰) سالم	(۱۱) سلیمان بن یسار	(۱۲) عطاء بن یسار
(۱۳) زہری	(۱۴) ابو جعفر باقر	(۱۵) محمد بن منکدر
(۱۶) یحییٰ بن سعید	(۱۷) ربیعہ	(۱۸) عبدالرحمن بن ہر مزالاعرج
(۱۹) عبداللہ بن دینار	(۲۰) ابواسحاق سبعی	(۲۱) عبدالملک
(۲۲) شعبی	(۲۳) حکم	(۲۴) محارب بن دثار
(۲۵) سماک بن حرب	(۲۶) زیاد بن علاقہ	(۲۷) ابورودہ بن ابی موسیٰ اشعری
(۲۸) علی بن الاقر	(۲۹) ابراہیم بن منکدر	(۳۰) عطیہ بن سعد عوفی
(۳۱) یزید بن عبدالرحمن	(۳۲) موسیٰ بن ابی عائشہ	(۳۳) عبداللہ بن ابی حبیبہ
(۳۴) طریف بن شہاب سعدی	(۳۵) سفیان بن طلحہ بن زیاد	(۳۶) عطاء بن سائب بن مالک
(۳۷) عبدالعزیز بن رفیع	(۳۸) عبدالکریم بن امیہ	(۳۹) عبدالکریم بن ابی المخارق
(۴۰) ہشیم بن حبیب الصرنی	(۴۱) قیس بن مسلم	(۴۲) قاسم بن عبدالرحمن
(۴۳) خالد بن علقمہ	(۴۴) حارث بن عبدالرحمن	(۴۵) یحییٰ بن عبداللہ

- (۳۶) مسلم بن ابی عمران (۳۷) معن بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود  
 (۳۸) عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود (۳۹) اسماعیل بن ابی خالد  
 (۵۰) منصور بن معتمر (۵۱) مسلم بن سالم جہنی (۵۲) عثمان بن عاصم اسدی  
 (۵۳) سعید بن مسروق ثوری (۵۴) عدی بن ثابت (۵۵) عاصم بن کلیب جری  
 (۵۶) سلمہ بن کہیل (۵۷) کئی بن ابراہیم (۵۸) محمد بن منصور بن ابی لیلیٰ سلیمان بلخی  
 (۵۹) یزید بن صہیب الفقیر (۶۰) جبلہ بن حکیم (۶۱) یحییٰ بن عبد اللہ کندی  
 (۶۲) زبید بن الحرث الیامی (۶۳) شیبان (۶۴) محمد بن زبیر حنظلی  
 (۶۵) محمد ثقفی (۶۶) محمد بن سائب کلبی (۶۷) محمد بن قیس ہمدانی  
 (۶۸) مخول بن راشد النہدی (۶۹) حسن بن عبد اللہ (۷۰) ناصح بن عبد اللہ  
 (۷۱) علی بن الحسین الرزاد (۷۲) ابو بکر بن ابی الجہم (۷۳) ابو یعفر العبدی  
 (۷۴) ابو السوار سلمی (۷۵) یونس بن عبد اللہ (۷۶) ابومالک الاشجعی  
 (۷۷) عبد الرحمن بن حزم (۷۸) زبیر بن حبیش اسدی (۷۹) ابو سلمہ بن سبط  
 (۸۰) ابراہیم نخعی (۸۱) حمید اعرج (۸۲) اسحاق  
 (۸۳) ابوالمنہال (۸۴) ایوب سجستانی (۸۵) محمد بن عیسیٰ  
 (۸۷) یزید طوسی (۸۸) بیان بن بشر (۸۹) خالد بن علقمہ  
 (۹۰) طلحہ بن نافع (۹۱) مسعر بن کدام (۹۲) سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی  
 (۹۳) یحییٰ بن ابی حنیہ ابی جناب (۹۴) یونس بن عبد اللہ (۹۵) ناصح بن عبد اللہ  
 (۹۶) یحییٰ بن یعلیٰ (۹۷) اسحاق سلوی (۹۸) محمد بن علی بن نفیل  
 (۹۹) حسن بن عبد اللہ (۱۰۰) یزید بن عبد الرحمن (۱۰۱) داؤد بن ابی ہند  
 (۱۰۲) ابو فرودہ (۱۰۳) ام ثور۔

### امام اعظم کا سلسلہ تلمذ اور جلیل القدر محدثین

ناقدین حدیث کی نگاہ میں ایک محدث کا سب سے بڑا سرمایہ اور سب سے عظیم پونجی اس کی عدالت و ثقاہت، اس کا مثبت و اتقان اور اس کا حفظ و ضبط ہوتا ہے، میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے جس کا نام ابھی میرے ذہن میں نہیں ہے کہ امام بخاری نے اپنی عدالت و ثقاہت کو بچانے کے لیے ایک ہزار دینار کی تھیلی دریا میں پھینک دی تھی، اسی طرح معاذ بن معاذ نے مسعودی سے اپنی بے اعتباری کا اعلان کر دیا تھا صرف اس لیے کہ روایت

حدیث کے لیے انھیں اپنی تحریری یادداشت کو دیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔  
بہر کیف چوں کہ اس مقالے میں امام کے تمام شیوخ کا استیعاب نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے میں نے صرف  
پچیس حضرات کا مختصر تعارف اور ان کی عظمت و جلالت پر ناقدین حدیث کی شہادت کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

### (۱) - حماد بن ابی سلیمان

**مختصر حالات: نام:** حماد بن ابی سلیمان، کنیت: ابو اسماعیل، القاب: ذہبی نے انھیں علامہ، امام اور فقیہ  
العراق جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۰ ہجری میں وصال ہوا، والد کا نام مسلم اور کنیت ابو سلیمان تھی، وہ حضرت  
ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

**روایت حدیث:** حضرت انس بن مالک، ابراہیم نخعی، ابو وائل شقیق بن سلمہ، زید بن وہب، سعید بن  
مسیب اور عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** عبدالملک شیبانی نے حماد کے استاذ ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ آپ کے بعد مسئلہ کس سے  
دریافت کروں؟ جواب دیا حماد سے۔ [۱۹]

مغیرہ کہتے ہیں: ہم ان کے استاذ ابراہیم نخعی کے پاس ان کی عیادت کے لیے آئے تو انھوں نے کہا: ”  
علیکم بحماد فانہ قد سألني عن جميع ما سألني عنه الناس“ حماد کی ملازمت اختیار کرو کیوں کہ انھوں  
نے مجھ سے وہ سارا کچھ پوچھ لیا ہے جو عام طور پر لوگ دریافت کرتے ہیں۔ [۲۰]

معمر کہتے ہیں: زہری، حماد اور قتادہ سے بڑھ کر کتاب و سنت کی بصیرت رکھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ [۲۱]

ابو اسحاق شیبانی کہتے ہیں: حماد بن ابی سلیمان، شعبی سے زیادہ کتاب و سنت کی بصیرت رکھتے ہیں۔ [۲۲]

یحییٰ بن معین، عجل اور نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۳]

یوں تو امام ابو حنیفہ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے مگر امام نے سب سے زیادہ وقت اپنے جس شیخ  
کے پاس گزارا، وہ حماد بن ابی سلیمان ہیں تقریباً اٹھارہ سال ان کی صحبت میں رہے اور اپنے استاذ کے وصال کے  
بعد ان کے حلقہ علم کے صدر نشین مقرر ہوئے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں:

”وأما أبو حنيفة فشيخه الذي اختص به حماد بن أبي سليمان وحماد عن إبراهيم وإبراهيم  
عن علقمة وعلقمة عن ابن مسعود“ [۲۴]

رہ گئے ابو حنیفہ تو ان کے خاص شیخ حماد بن ابی سلیمان ہیں، حماد نے ابراہیم سے، وہ علقمہ سے، وہ حضرت  
عبداللہ بن مسعود سے۔

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۵]

## (۲) - عطاء بن ابی رباح

**مختصر حالات: نام:** عطاء بن ابی رباح، کنیت: ابو محمد، القاب: ذہبی نے انھیں الامام، شیخ الاسلام اور مفتی الحرم جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۲۷ ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یمن کے ایک مشہور شہر جند میں پیدا ہوئے اور باختلاف اقوال ۱۱۴ ہجری میں وصال ہوا، والد کا نام: سلم، اور کنیت: ابو رباح تھی۔

**روایت حدیث:** حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ام ہانی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حکیم بن حزام، حضرت رافع بن خدیج، حضرت زید بن ارقم، حضرت زید بن خالد جہنی، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسعید خدری وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”اے باشندگانِ مکہ تم میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تم میں عطا موجود ہیں“ [۲۶]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”تم لوگ میرے لیے مسائل جمع کر کے رکھتے ہو حالانکہ عطاء بن ابی رباح تمہارے پاس ہیں“ [۲۷]

کیسان کہتے ہیں: ”مجھے یاد ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں آواز لگانے والا یہ آواز لگاتا تھا کہ خبردار! لوگ مسائل نہ پوچھیں مگر عطاء بن ابی رباح سے۔“ [۲۸]

ربیعہ کہتے ہیں: عطاء فتویٰ میں اہل مکہ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ [۲۹]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن عمرو کہتے ہیں: میں نے عطاء سے بہتر کوئی مفتی نہیں دیکھا۔ [۳۰]

اوزاعی کہتے ہیں: عطاء لوگوں کے نزدیک سب سے پسندیدہ تھے۔ [۳۱]

ابو جعفر باقر کہتے ہیں: عطاء بن ابی رباح سے زیادہ مناسک حج کا جاننے والا نہ رہا۔ [۳۲]

ابو جعفر باقر ہی کہتے ہیں: عطاء سے جتنی حدیثیں لینی ہوئے لو۔ [۳۳]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، فقیہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۳۴]

یحییٰ بن معین اور ابو زر عہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۳۵]

عجلی کہتے ہیں: عطاء بن ابی رباح ثقہ اور اپنے زمانہ میں اہل مکہ کے مفتی تھے۔ [۳۶]

نووی کہتے ہیں: اہل علم نے ان کی جلالت و امامت اور ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ [۳۷]

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۳۸]

### (۳) - ابوالزبیر محمد بن مسلم سبکی

مختصر حالات: نام: محمد بن مسلم بن تدرس، کنیت: ابوالزبیر، القاب: ذہبی نے انھیں امام و حافظ اور صدوق جیسے القاب سے یاد کیا، ۱۲۸ ہجری میں وفات پائی۔

روایت حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت ابوالطفیل، حضرت عبد اللہ بن زبیر، طاؤس، سعید بن جبیر، عطاء، ابوصالح ذکوان، سفیان بن عبد الرحمن ثقفی، عبید بن عمیر، اعرج، عکرمہ اور نافع بن جبیر وغیرہ سے۔

علمی جلالت: ان کے ساتھی عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس ہوتے تھے، جب ان کے حلقہ درس سے نکلتے تو حدیث کا مذاکرہ کرتے، ابوالزبیر ہم میں سب سے زیادہ حدیث یاد رکھنے والے تھے۔ [۳۹]

ابن عدی کہتے ہیں: مالک بن انس نے ابوالزبیر سے حدیثیں روایت کی ہیں، ابوالزبیر کے صدوق ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ مالک بن انس ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ [۴۰]

یعنی بن عطاء کہتے ہیں: ابوالزبیر نے مجھ سے حدیث بیان کی، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل رکھنے والے اور احادیث کو بہت یاد رکھنے والے تھے۔ [۴۱]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۴۲]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ حفاظ حدیث میں سے تھے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں عطاء بن ابی رباح ابوالزبیر کو ان کے حافظہ کی وجہ سے آگے رکھتے تھے۔ [۴۳]

عجلی کہتے ہیں: وہ تابعی اور ثقہ ہیں۔ [۴۴]

علی بن مدینی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مثبت ہیں۔ [۴۵]

یحییٰ بن معین، نسائی، یحییٰ بن سعید قطان اور محدثین کی ایک جماعت نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ [۴۶]

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۴۷]

### (۴) - طاؤس بن کیسان یمانی ہمدانی خولانی

مختصر حالات: نام: طاؤس بن کیسان، کنیت: ابو عبد الرحمن، القاب: ذہبی نے انھیں الفقیہ، القدوہ، عالم

ایمن اور حافظ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۳ ہجری میں یمن میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶ ہجری میں وصال ہوا۔  
**روایت حدیث:** حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت سراقہ بن مالک، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عمر و اور حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** خسیف کہتے ہیں: طاؤس حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ [۴۸]

حنظلہ بن سفیان کہتے ہیں: طاؤس سے زیادہ کسی عالم کو یہ کہتے ہوئے نہیں پایا "لا أدري" میں نہیں جانتا۔ [۴۹]

زہری کہتے ہیں: تم طاؤس کو دیکھ لیتے تو جان لیتے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ [۵۰]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ اہل یمن کے عابدین و فقہا اور سادات تابعین میں سے تھے۔ [۵۱]

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۵۲]

نووی کہتے ہیں: وہ کبار تابعین، علما فضلا اور صالحین میں سے تھے۔ لوگوں نے ان کی جلالت و عظمت، ان کے وفور علم اور حفظ و اتقان پر اتفاق کیا ہے۔ [۵۳]

ذہبی کہتے ہیں: طاؤس اہل یمن کے شیخ و مفتی تھے اور بڑی عزت و عظمت کے مالک تھے۔ [۵۴]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور فقیہ و فاضل تھے۔ [۵۵]

ابوزرعہ اور یحییٰ بن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۵۶]

ابن قیم کہتے ہیں: طاؤس اہل یمن کے فقیہ تھے۔ [۵۷]

ابن تیمیہ کہتے ہیں: وہ علم و فقہ اور دین کے لحاظ سے فضلاء تابعین میں سے تھے۔ [۵۸]

ذہبی کہتے ہیں: وہ ایک مدت تک حضرت عبد اللہ بن عباس کی ملازمت میں رہے، ان کا شمار ان کے تلامذہ کبار میں ہوتا ہے۔ [۵۹]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۶۰]

**نوٹ:** بعض لوگوں نے ان کا نام ذکوان اور طاؤس لقب بتایا ہے۔ [۶۱]

(۵) - عکرمہ

**مختصر حالات:** نام: عکرمہ بن عبد اللہ، کنیت: ابو عبد اللہ، القاب: ذہبی نے العلامہ، الحافظ اور المفسر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، ۲۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵ ہجری میں وفات ہوئی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت صفوان بن امیہ، حضرت حجاج بن عمرو انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حمنہ بنت جحش، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ام عمارہ وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** عبدالرحمن بن حسان کہتے ہیں: عکرمہ نے بیان کیا کہ میں چالیس سال تک حصول علم میں لگا رہا، میں دروازے پر فتویٰ دیا کرتا تھا اور عبداللہ بن عباس گھر میں ہوا کرتے تھے۔ [۶۲]

جابر بن زید کہتے ہیں: یہ عکرمہ ہیں، عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، یہ سمندر ہیں، ان سے مسائل دریافت کرو۔ [۶۳]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: عکرمہ لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ [۶۴]

مغیرہ کہتے ہیں: سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ آپ کسی ایسے کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! وہ عکرمہ ہیں۔ [۶۵]

قرہ بن خالد کہتے ہیں: عکرمہ جب بصرہ میں ہوتے تو حسن بصری تفسیر و فتویٰ کا کام موقوف کر دیتے۔ [۶۶]

قتادہ کہتے ہیں: تابعین میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے چار ہیں: (۱) عطاء بن یسار (۲) سعید بن جبیر (۳) عکرمہ (۴) حسن بصری۔ [۶۷]

شعبی کہتے ہیں: عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا جاننے والا نہ رہا۔ [۶۸]

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: عبداللہ بن عباس کے اصل تلامذہ چھ ہیں: (۱) مجاہد (۲) طاؤس (۳) عطاء بن یسار (۴) سعید بن جبیر (۵) عکرمہ (۶) جابر بن زید۔ [۶۹]

یحییٰ بن معین کہتے ہیں: عبداللہ بن عباس کے علم کے سب سے بڑے امین عکرمہ تھے۔ [۷۰]

یحییٰ بن معین اور ابو حاتم انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۷۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ تابعی ہیں، ثقہ ہیں اور ان پر خارجی ہونے کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ اس سے بری ہیں۔ [۷۲]

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وہ ثقہ ہیں، ثبت ہیں اور تفسیر کے عالم ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر کی سند سے ان کی تکذیب ثابت نہیں ہے اور نہ ان سے کوئی بدعت ثابت ہے۔ [۷۳]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۷۴]

(۶) - مشتم مولیٰ بن عبداللہ بن عباس

**مختصر حالات: نام:** مشتم بن بجرہ، کنیت: ابوالقاسم یا ابوالعباس، حضرت عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ

غلام ہیں، ۱۰۱ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت میمونہ، حضرت ام سلمہ، حضرت معاویہ وغیرہ سے۔ [۷۵]

**علمی جلالت:** ابو حاتم بستی کہتے ہیں:

وہ صالح الحدیث ہیں ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [۷۶]

یعقوب بن سفیان اور دارقطنی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۷۷]

عجلی کہتے ہیں: وہ مکی ہیں، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں [۷۸]

ابن شاہین کہتے ہیں: بلاشبہ وہ ثقہ اور ثبوت ہیں یعنی اعلیٰ درجے کے راویوں میں سے ہیں۔ [۷۹]

ابن حجر عسقلانی انھیں صدوق کہتے ہیں۔ [۸۰]

**تخریج:** بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۸۱]

**فائدے:**

(۱) مقسم کے والد کے نام میں دو طرح کا اختلاف ہے: پہلا اختلاف نام میں ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے والد کا نام بجرہ ہے جب کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نجدہ ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

”مقسم بن بجرہ أو بن نجدة“ [۸۲]

دوسرا اختلاف ضبط حرکات میں ہے: بعض لوگ بجرہ کہتے ہیں جب کہ بعض بجرہ کہتے ہیں۔ مزنی لکھتے ہیں:

”مقسم بن بجرہ، مقسم بن بجرۃ علی وزن شجرۃ“ [۸۳]

(۲) مقسم کو بعض لوگ مولیٰ بن حارث کہتے ہیں اور بعض لوگ مولیٰ بن عباس کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ

مولیٰ بن حارث ہیں رہ گیا انھیں مولیٰ بن عباس کہنا تو یہ ان کی شاگردی میں رہنے کی وجہ سے ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں:

”مولى عبدالله الحارث الهاشمي ويقال مولى ابن عباس سمع ابن عباس“ [۸۴]

مزنی کہتے ہیں:

”ويقال له مولى بن عباس للزومه له“ [۸۵]



## (۷) - نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر

**مختصر حالات: نام: نافع، کنیت: ابو عبداللہ، القاب: ذہبی** نے انھیں الامام، المفتی، الثبت اور عالم المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام، نیشاپور کے ایک شہر ابرہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک غزوہ میں انھیں پایا تھا، ۱۱ ہجری میں انھوں نے وفات پائی، والد کا نام ہرمزیا کاؤس ہے۔

**روایت حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت نافع بن خدیج، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ام سلمہ، حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر، حضرت ربیع بنت معوذہ وغیرہ سے۔**

**علمی جلالت: سالم اور نافع ایک ساتھ کھڑے تھے، کسی نے سالم سے سوال کیا، انھوں نے کہا "سلوانافعا" نافع سے پوچھو۔** [۸۶]

عبید اللہ بن عمر بن حفص کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے نافع کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا۔ [۸۷]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: بھلا نافع کی حدیث سے بھی عمدہ کوئی حدیث ہوگی۔ [۸۸]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۸۹]

احمد بن صالح مصری کہتے ہیں: نافع حافظ الحدیث تھے، ثبت تھے اور ان کی ایک شان تھی۔ [۹۰]

خلیل کہتے ہیں: نافع مدینہ طیبہ کے ائمہ تابعین میں سے ہیں، ان کی جلالت علمی پر لوگوں کا اتفاق ہے، صحیح روایت کرنے والے ہیں، بعض لوگ انھیں سالم پر فوقیت دیتے ہیں جب کہ بعض لوگ ان کا ہمسر قرار دیتے ہیں، ان کی روایت کردہ کسی بھی حدیث میں خطا معلوم نہ ہو سکی۔ [۹۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی ہیں، تابعی ہیں اور ثقہ ہیں۔ [۹۲]

نوی لکھتے ہیں: لوگوں نے ان کی عظمت و جلالت اور ان کی ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔ [۹۳]

ذہبی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے ائمہ کبار میں سے تھے۔ [۹۴]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت اور مشہور فقیہ ہیں۔ [۹۵]

**تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔** [۹۶]

## (۸) - سالم بن عبداللہ بن عمر

**مختصر حالات: نام: سالم، حضرت عبداللہ کے بیٹے اور حضرت عمر فاروق کے پوتے تھے، کنیت میں کئی اقوال ہیں (۱) ابو عمرو (۲) ابو عبداللہ (۳) ابو عبید اللہ (۴) ابو عمر (۵) ابولمنذر، القاب: ذہبی نے انھیں الامام**

الزاهد، الحافظ اور مفتی المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶ ہجری میں وفات ہوئی۔

**روایت حدیث:** اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سفینہ وغیرہ سے۔

**علمی جلال:** عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: وہ فقہائے مدینہ جن کے فتوے جاری ہو کرتے تھے، سات ہیں: (۱) سعید بن مسیب (۲) سلیمان بن یسار (۳) سالم (۴) قاسم (۵) عروہ (۶) عبید اللہ بن عبداللہ (۷) خارجہ بن زید۔ [۹۷]

ابن سعد کہتے ہیں: نافع ثقفی اور کثیر الحدیث تھے۔ [۹۸]

امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: سب سے عمدہ سند کی حدیث وہ ہے جس میں زہری نے سالم سے اور انھوں نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہو۔ [۹۹]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی اور ثقہ ہیں۔ [۱۰۰]

ذہبی کہتے ہیں: وہ فقیہ و حجت تھے، انھوں نے علم و عمل اور زہد و شرف دونوں کو جمع کیا۔ [۱۰۱]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۰۲]

### (۹) - سلیمان بن یسار

**مختصر حالات:** نام: سلیمان بن یسار، کنیت: ابوایوب یا ابو عبدالرحمن یا ابو عبداللہ، القاب: ذہبی نے الفقیہ، الامام، عالم المدینہ اور مفتی المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۹ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ام سلمہ، حضرت عائشہ، حضرت میمونہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو رافع، حضرت مقداد بن اسود، حضرت رافع بن خدیج وغیرہ سے۔

**علمی جلال:** سعید بن مسیب اپنے ایک مستفی سے کہتے ہیں: سلیمان بن یسار کے پاس جاؤ؛ کیوں کہ آج ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہ رہا۔ [۱۰۳]

قتادہ کہتے ہیں: میں نے مدینہ طیبہ کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں طلاق کے مسائل کا سب سے زیادہ علم کون رکھتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، سلیمان بن یسار۔ [۱۰۴]

حسن بن محمد کہتے ہیں: سلیمان ہمارے نزدیک سعید بن مسیب سے زیادہ درک و بصیرت والے ہیں۔ [۱۰۵]

یحییٰ بن معین اور ابو زر عہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۰۶]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدنی، تابعی، ثقہ، مامون، فاضل و عابد اور فقیہ تھے۔ [۱۰۷]

ابن حبان کہتے ہیں: سلیمان بن یسار مدینہ طیبہ کے فقہا اور قرائیں سے تھے۔ [۱۰۸]

نسائی انھیں "احد الائمہ" کہتے ہیں۔ [۱۰۹]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، فقیہ تھے، بلند شان والے اور کثیر الحدیث تھے۔ [۱۱۰]

نووی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے فقہائے سب سے ایک تھے، لوگوں نے متفقہ طور پر انھیں جلالت و عظمت اور کثرت علم سے متصف کیا ہے۔ [۱۱۱]

ذہبی کہتے ہیں: وہ فقیہ و امام اور مجتہد تھے، لوگوں میں ان کا بڑا چرچا تھا۔ [۱۱۲]

تخریج: اصحاب سنت یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۱۳]

## (۱۰) - ابواسحاق السبعی

**مختصر حالات: نام:** عمرو بن عبداللہ ہمدانی سبعی، کنیت: ابواسحاق، القاب: ذہبی نے انھیں الحافظ، شیخ الکوفہ، عالم الکوفہ اور محدث الکوفہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۳۲ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷ ہجری میں وصال ہوا۔

**روایت حدیث:** حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عدی بن حاتم، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، مسروق اجدع، اسود بن یزید نخعی، حارث اعور، عاصم بن ضمیرہ اور عبداللہ بن یزید خطمی وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں:

ہم نے حدیث چار لوگوں کے پاس پائی، زہری کے پاس، قتادہ کے پاس، ابواسحاق کے پاس اور اعمش کے پاس، قتادہ اختلاف متون کو سب سے زیادہ جاننے والے، زہری سلسلہ روایۃ کو سب سے زیادہ جاننے والے، ابواسحاق سبعی حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی حدیث کے سب سے بڑے عالم اور اعمش کے پاس تو سب کچھ تھا۔ [۱۱۴]

شعبہ کہتے ہیں: وہ حدیث کے معاملے میں مجاہد، حسن بصری اور محمد بن سیرین سے بہتر تھے۔ [۱۱۵]

علی بن مدینی کہتے ہیں: امت محمدیہ کے لیے علم کو چھ لوگوں نے محفوظ کر دیا، اہل مکہ کے لیے عمرو بن دینار نے، اہل مدینہ کے لیے ابن شہاب زہری نے، اہل کوفہ کے لیے ابواسحاق اور اعمش نے، اہل بصرہ کے لیے قتادہ اور یحییٰ

بن کثیر نے۔ [۱۱۶]

امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابو حاتم بستی انہیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۱۷]

نسائی انہیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۱۸]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت، جلالت شان اور ان کے قابل ستائش ہونے پر اتفاق ہے۔ [۱۱۹]

ابو سعید علانی کہتے ہیں: ائمہ تابعین میں سے ہیں، ان کے حجت ہونے پر اتفاق ہے۔ [۱۲۰]

ابوالبرکات کہتے ہیں: اکابر اور ائمہ تابعین میں سے تھے۔ [۱۲۱]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی وابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۲۲]

### (۱۱) - عطاء بن یسار

**مختصر حالات:** نام عطاء بن یسار، کنیت: ابو محمد ہے مگر شام والے انہیں ابو عبداللہ اور مصر والے ابویسار کی کنیت سے یاد کرتے ہیں، القاب: ذہبی نے انہیں الامام الربانی اور الفقیہ الواعظ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳ ہجری میں اسکندریہ میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** ہشام بن عروہ کہتے ہیں: میں نے عطاء بن یسار سے بہتر کوئی قاضی نہیں دیکھا۔ [۱۲۳]

یحییٰ بن معین، ابو زرہ رازی اور نسائی انہیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۲۴]

عجلی کہتے ہیں: مدنی، تابعی اور ثقہ ہیں [۱۲۵]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۱۲۶]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ [۱۲۷]

ذہبی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، بڑی شان والے تھے اور اوعیہ علم یعنی علم کا بھرا ہوا برتن تھے۔ [۱۲۸]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی وابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۲۹]

### (۱۲) - ابن شہاب زہری

**مختصر حالات:** نام: محمد بن مسلم بن عبید اللہ، کنیت: ابوبکر، ابن شہاب زہری سے مشہور ہوئے، القاب: ذہبی نے الامام، الحافظ العالم اور حافظ زمانہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے

اور ۱۲۲ ہجری میں ملک شام کے کسی قصبے میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، ابان بن عثمان، خارجہ بن زید، حفص

بن عاصم بن عمر، سلیمان بن یسار اور طاؤس بن کیسان وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** مکحول کہتے ہیں: روئے زمین پر زہری سے بڑھ کر علم حدیث کا جاننے والا کوئی نہ رہا۔ [۱۳۰]

امام مالک کہتے ہیں: ابن شہاب کی مثال دنیا میں موجود نہیں ہے۔ [۱۳۱]

امام مالک ہی کہتے ہیں: زہری پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث کو سند کے ساتھ بیان کیا۔ [۱۳۲]

انہی کا قول ہے: زہری ہم پر وارد ہوئے اس حال میں کہ وہ بالکل جوان تھے اور ہم لوگ ان کے دروازے

پر بھیڑ لگایا کرتے تھے۔ [۱۳۳]

یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: زہری کا حافظہ بڑا زبردست تھا وہ کسی بات کو سن لیتے تو وہ بات جیسے ان سے چپک

جاتی۔ [۱۳۴]

ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ [۱۳۵]

عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں نے زہری سے صاف حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا۔ [۱۳۶]

ابو بکر ہذلی کہتے ہیں: مجھے حسن بصری اور محمد بن سیرین کے حلقہ درس میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے، میں نے زہری

سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔ [۱۳۷]

معمر کہتے ہیں: میں نے زہری کے مانند نہیں دیکھا۔ [۱۳۸]

لیث بن سعد کہتے ہیں: میں نے زہری سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں پایا، وہ جب ترغیب سے متعلق بیان کرتے تو ہم

اپنے دل میں کہتے کہ شاید وہ اس فن میں بہتر ہوں گے، جب وہ انساب کے بارے میں بیان کرتے تو ہم سمجھتے کہ شاید اس

فن میں اچھے ہوں گے، جب وہ قرآن و سنت سے متعلق بیان فرماتے تو سب سے جامع بیان فرماتے۔ [۱۳۹]

خلیلی لکھتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے چپے چپے میں لکھ بھیجا کہ زہری کو پکڑ لو کہ ان سے زیادہ حدیث کا جاننے

والا اور کوئی نہیں ہے۔ [۱۴۰]

عراک بن مالک کہتے ہیں: میرے نزدیک سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر اور عبید اللہ بن عبداللہ سے زیادہ

جاننے والے زہری تھے، کیوں کہ انہوں نے ان کے علم کو اپنے علم کے ساتھ ملا لیا تھا۔ [۱۴۱]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ فقیہ و فاضل، اپنے زمانے میں سب سے مضبوط حافظہ والے اور متون حدیث کو خوب

یاد رکھنے والے تھے۔ [۱۴۲]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ فقیہ اور حافظ الحدیث تھے، ان کی جلالت و عظمت اور ان کا حفظ و اتقان متفق علیہ

ہے۔ [۱۴۳]

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۳۱]

### (۱۳۰)۔ ابو جعفر باقر

**مختصر حالات: نام:** محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، کنیت: ابو جعفر، لقب: الباقر کے لقب سے مشہور ہوئے، ۵۶ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۱۱۴ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** اپنے والد حضرت زین العابدین، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن جعفر اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** احمد بن عبد اللہ عجمی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۳۵]

سفیان ثوری کہتے ہیں: ان کا نام باقر رکھا گیا کیوں کہ انھوں نے علم کو کوڑا اور اس کی باریکیوں کو جانا۔ [۱۳۶]  
ذہبی کہتے ہیں: وہ ان میں سے ایک تھے جنھوں نے علم و فقہ، شرافت و دین داری اور ثقاہت و سرداری کو جمع کیا۔ [۱۳۷]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور فاضل تھے۔ [۱۳۸]

زبیر بن بکار کہتے ہیں: انھیں ”باقر العلم“ کہا جاتا تھا۔ [۱۳۹]

ابن البرقی کہتے ہیں: وہ فقیہ اور فاضل تھے۔ [۱۴۰]

نووی کہتے ہیں: وہ جلیل القدر تابعی اور امام باقر تھے، ان کی عظمت و جلالت مسلم ہے، ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ائمۃ الفقہاء میں ہوتا ہے۔ [۱۴۱]

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین ثقہ اور قوی الحدیث تھے۔ [۱۴۲]

ابن تیمیہ کہتے ہیں: اسی طرح ابو جعفر محمد بن علی ممتاز علمائے دین میں سے تھے، کہا جاتا ہے کہ انھیں باقر کا لقب اس لیے دیا گیا کہ انھوں نے علم کو کوڑا۔ [۱۴۳]

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۴۴]

### (۱۳۱)۔ محمد بن منکدر

**مختصر حالات: نام:** محمد بن منکدر، کنیت: ابو عبد اللہ یا ابو بکر، القاب: ذہبی نے الامام الحافظ، القدوہ، شیخ الاسلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے، رشتے میں حضرت عائشہ صدیقہ کے ماموں زاد بھائی تھے، ۵۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت امیمہ بنت رقیقہ، حضرت ربیعہ بن عباد، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوامامہ بن اہل وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: وہ معادن صدق میں سے تھے، ان کے پاس صلحا کی بھیڑ رہتی تھی، حدیث رسول کے معاملے میں ان سے زیادہ مقبولیت کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔ [۱۵۵]

امام مالک انھیں سید القراء کہتے ہیں۔ [۱۵۶]

یعقوب قسوی کہتے ہیں: وہ حفظ و اتقان اور زہد و پارسائی میں انتہائی اعلیٰ مقام پر تھے، وہ حجت تھے۔ [۱۵۷]

ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی انھیں حافظ الحدیث کہتے ہیں۔ [۱۵۸]

یحییٰ بن معین اور ابوحاتم لستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۵۹]

احمد بن عبداللہ عجمی کہتے ہیں: وہ مدینہ کے رہنے والے، تابعی، ثقہ اور مرد نیک تھے۔ [۱۶۰]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، زہد و پارسائی والے تھے اور قلیل الحدیث تھے۔ [۱۶۱]

ذہبی کہتے ہیں: ثقاہت اور علم و عمل میں ان کے تقدم و برتری پر سب کا اتفاق ہے۔ [۱۶۲]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۶۳]

## (۱۵)۔ یحییٰ بن سعید بن قیس

**مختصر حالات:** نام: یحییٰ بن سعید بن قیس، کنیت: ابوسعید، القاب: ذہبی نے انھیں الامام، العلامہ، المجدود، عالم المدینہ فی زمانہ و شیخ عالم المدینہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، انھوں نے ۱۲۳ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید اور حضرت ابوامامہ وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** حماد بن زید کہتے ہیں: ایوب مدینہ طیبہ سے واپس ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ وہاں سب سے زیادہ ثقاہت اور درک و بصیرت رکھنے والا کون ہے؟ جنھیں تم چھوڑ کر آئے انھوں نے جواب دیا یحییٰ بن سعید۔ [۱۶۴]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: محدثین حجاز زہری، ابن جریج اور یحییٰ بن سعید ہیں۔ [۱۶۵]

ابن ابی خیشمہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد اور یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن سعید بن قیس مدینہ طیبہ کے رہنے والے اور ثقہ ہیں۔ [۱۶۶]

احمد بن عبداللہ عجمی کہتے ہیں: وہ تابعی ہیں، ثقہ ہیں، درک و بصیرت والے، مسند قضا پر فائز اور مرد نیک تھے۔ [۱۶۷]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، کثیر الحدیث، حجت اور پختہ حفظ و اتقان والے تھے۔ [۱۶۸]

نسائی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور مامون تھے [۱۳۹]

ذہبی لکھتے ہیں: وہ حدیث کے حافظ، حدیث کے فقیہ اور حجت تھے۔ [۱۴۰]

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: وہ حفاظ الناس میں سے تھے۔ [۱۴۱]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید لوگوں میں سب سے پختہ حفظ و اتقان والے تھے۔ [۱۴۲]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۴۳]

## (۱۶) - ربیعہ بن ابی عبدالرحمن

**مختصر حالات:** نام: ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، کنیت: ابو عثمان یا ابو عبدالرحمن، ربیعۃ الراعی سے مشہور ہوئے، القاب: ذہبی نے الامام، مفتی المدینہ اور عالم الوقت جیسے القاب سے یاد کیا ہے، والد کا نام فروخ اور کنیت ابو عبدالرحمن تھی، ۱۳۳ ہجری میں انھوں نے وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید، سعید بن مسیب، حارث بن بلال، حنظلہ بن قیس زرقی، عطاء بن یسار، قاسم بن محمد، سلیمان بن یسار، سالم بن عبداللہ وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** ذہبی کہتے ہیں: وہ ائمہ مجتہدین میں سے تھے۔ [۱۴۴]

امام مالک کہتے ہیں: فقہ کی جلالت ختم ہو گئی جب سے ربیعہ کا انتقال ہوا ہے۔ [۱۴۵]

ابوحاتم بستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۴۶]

ابن حبان کہتے ہیں: وہ فقہائے مدینہ میں سے تھے۔ [۱۴۷]

احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں: وہ مدینہ کے رہنے والے، ثقہ اور کبار تابعین میں سے تھے۔ [۱۴۸]

خلیل کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے ائمہ میں سے تھے، ثقہ تھے، امام مالک کے استاذ اور مفتی وقت تھے۔ [۱۴۹]

ابن خیشمہ کہتے ہیں: مدینہ طیبہ میں لوگوں کے چہرے ان کی طرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ [۱۵۰]

محمد بن عمر کہتے ہیں: علم و فقہ کے ساتھ ان کے اندر سخاوت و فیاضی تھی۔ [۱۵۱]

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: ربیعہ سے پختہ عقل والا میں نے نہیں پایا۔ [۱۵۲]

لیث بن سعد کہتے ہیں: وہ اہل مدینہ کے لیے حل مشکلات تھے اور فتویٰ میں ان کے آقا تھے۔ [۱۵۳]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۱۵۴]

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید ہم سے حدیث روایت کرتے اور جب ربیعہ دکھائی پڑتے تو ان کے

اجلال و تعظیم میں وہ حدیث روایت کرنا موقوف کر دیتے۔ [۱۵۵]



نووی کہتے ہیں: علما اور محدثین وغیرہ نے ان کی ثقاہت، ان کی عظمت و جلالت، اور علم و فہم میں ان کے اعلیٰ مقام پر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ [۱۸۶]

**تخریج:** ابن ماجہ کے علاوہ بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۱۸۷]

### (۱۷) - الاعرج

**مختصر حالات:** نام: عبدالرحمن بن ہرمز، کنیت: ابوداؤد یا ابو حازم، القاب: ذہبی نے انھیں الامام، الحافظ، الحجہ اور المقری جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۱۷ ہجری میں اسکندریہ میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاویہ، حضرت ابوسعید خدری وغیرہ۔

**علمی جلالت:** علی بن مدینی کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص تلامذہ یہ چھ ہیں: (۱) سعید بن

مسیب (۲) ابوسلمہ (۳) عبدالرحمن اعرج (۴) ابوصالح (۵) محمد بن سیرین (۶) طاؤس بن کیسان۔ [۱۸۸]

ذہبی کہتے ہیں: اعرج پہلے شخص ہیں جنہوں نے قواعد عربیہ کو تفصیلاً وضع کیا۔ [۱۸۹]

ابن حبان نے "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ [۱۹۰]

عجلی کہتے ہیں: مدینہ کے رہنے والے، تابعی اور ثقہ تھے۔ [۱۹۱]

سخاوی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، ثبت تھے اور حضرت ابو ہریرہ کے علم کے سب سے بڑے امین تھے۔ [۱۹۲]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۱۹۳]

ابوزرعہ انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۱۹۴]

نووی لکھتے ہیں: ان کی ثقاہت متفق علیہ ہے۔ [۱۹۵]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی

ہے۔ [۱۹۶]

### (۱۸) - عبداللہ بن دینار

**مختصر حالات:** نام: عبداللہ بن دینار، کنیت: ابو عبدالرحمن، القاب: ذہبی نے الامام، المحدث اور الحجہ جیسے

القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۷ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ [۱۹۷]

ابن حبان نے "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔ [۱۹۸]

شعبہ کہتے ہیں: میراجی چاہتا ہے کہ اگر عبداللہ مجھے اجازت دیں تو میں کھڑے ہو کر ان کے سر کو بوسہ

ابو حاتم نستی، یحییٰ بن معین اور ابو زر عہ انھیں ثقہ کہتے ہیں [۲۰۰]

ربیعہ کہتے ہیں: وہ صدوق و دین دار اور صحابے تابعین میں سے تھے۔ [۲۰۱]

عجلی کہتے ہیں: وہ مدینہ طیبہ کے رہنے والے، تابعی اور ثقہ تھے۔ [۲۰۲]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت مسلم ہے۔ [۲۰۳]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ [۲۰۴]

نوٹ: عقیلی نے عبداللہ بن دینار کا ذکر ضعف میں کیا ہے جس کی وجہ سے دوسرے ناقدین نے ان کے اس عمل کو غیر مناسب قرار دیا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں:

”فلا یلتفت الی فعل العقیلی فان عبد اللہ حجة بالإجماع.“

عقیلی کے اس فعل کی طرف توجہ نہ کی جائے؛ کیوں کہ عبداللہ بالاتفاق حجت ہیں۔ [۲۰۵]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”وقد أساء أبو جعفر العقیلی بإیراده فی کتاب الضعفاء له.“

ابو جعفر عقیلی نے ان کا ذکر کتاب الضعفاء میں کر کے اچھا نہیں کیا۔ [۲۰۶]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

”وهذا قصور شدید ممن قاله.“

یہ ان لوگوں کی طرف سے بڑی کوتاہی ہے جنہوں نے عبداللہ بن دینار کے ضعف کا قول کیا ہے۔ [۲۰۷]

تخریج: اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۰۸]

## (۱۹) - شعبی

مختصر حالات: نام: عامر بن شراحیل، کنیت: ابو عمرو، القاب: ذہبی نے علامۃ التابعین، الامام اور علامۃ العصر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، شعب ہمدان کی نسبت سے آپ شعبی سے مشہور ہوئے، ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۴ ہجری میں وفات پائی۔

روایت حدیث: حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جریر بن عجلان اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے۔

**علمی جلالیت:** ابواسامہ کہتے ہیں: ایک زمانے میں عمر، ان کے بعد عبداللہ بن عباس، ان کے بعد شعبی اور ان کے بعد سفیان ثوری مرجع علم تھے۔ [۲۰۹]

ابو بکر ہذلی کہتے ہیں: مجھ سے محمد بن سیرین نے کہا کہ شعبی کی صحبت اختیار کرو؛ کیوں کہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ کوفہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے جب کہ صحابہ کرام اس وقت وہاں موجود تھے۔ [۲۱۰]

مکحول کہتے ہیں: میں نے شعبی سے بڑھ کر حدیث کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ [۲۱۱]

عاصم احول کہتے ہیں: میں نے شعبی سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ [۲۱۲]

ذہبی کہتے ہیں: وہ امام و حافظ، فقیہ و فن کار اور پختہ حفظ و ضبط والے تھے۔ [۲۱۳]

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: وہ مشہور ثقہ اور فقیہ فاضل تھے۔ [۲۱۴]

عاصم بن سلیمان کہتے ہیں: کوفہ، بصرہ، حجاز اور آفاق میں پھیلی ہوئی احادیث کو شعبی سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔ [۲۱۵]

محمد بن سیرین کہتے ہیں: میں نے کوفہ میں شعبی کا عظیم حلقہ دیکھا جب کہ اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ موجود تھے۔ [۲۱۶]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۱۷]

## (۲۰) - حکم بن عتیبہ

**مختصر حالات:** نام: حکم بن عتیبہ، کنیت: ابو عمر یا ابو عبداللہ یا ابو محمد، القاب: ذہبی نے انہیں الامام الکبیر، عالم اہل الکوفہ، الحافظ اور الفقیہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ ۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۱۵ ہجری میں وفات ہوئی۔

**روایت حدیث:** ابو حنیفہ، شرح قاضی، ابوالفضل شقیق بن سلمہ، ابراہیم نخعی، قاسم بن مخیرہ، عامر شعبی وغیرہ سے۔

**علمی جلالیت:** اوزاعی کہتے ہیں: میں حج کے لیے گیا تو میری ملاقات عبدہ بن ابی لبابہ سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا حکم بن عتیبہ سے ملے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا اے اس لیے کہ اس پورے خطے میں ان سے بڑا فقیہ کوئی نہیں ہے۔ [۲۱۸]

مجاہد کہتے ہیں: مجھے حکم بن عتیبہ کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہوا جب کہ لوگ مسجد منیٰ میں جمع ہوئے، میں نے دیکھا کہ علما ان پر جھکے پڑے تھے۔ [۲۱۹]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: ابراہیم نخعی کی روایات کو سب سے عمدہ طریقے سے یاد رکھنے والے حکم بن عتیبہ ہیں۔ [۲۲۰]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: کوفہ میں حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان کی طرح کوئی نہیں ہے۔ [۲۲۱]

یحییٰ بن معین اور ابو حاتم لستی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۲۲]

نسائی انھیں ثقہ اور ثبت کہتے ہیں۔ [۲۲۳]

ابن سعد کہتے ہیں: حکم بن عتیبہ ثقہ تھے، عالم تھے، بلند شان والے اور کثیر الحدیث تھے۔ [۲۲۴]

عجلی کہتے ہیں: حکم بن عتیبہ علم حدیث میں ثقہ اور ثبت تھے، وہ ابراہیم نخعی کے ان تلامذہ میں سے تھے جو فقیہ

بھی تھے۔ [۲۲۵]

**تخریج:** اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی

ہے۔ [۲۲۶]

**نوٹ:** ملا علی قاری کی شرح میں حکم بن عتیبہ کے بجائے حکم بن عیینہ ہے جو یقیناً کتابت کی غلطی ہے۔

(۲۱) - محارب بن دثار

**مختصر حالات:** نام: محارب بن دثار، کنیت میں چار اقوال ہیں:

(۱) ابو مطرف (۲) ابوالنضر (۳) ابو کردوس (۴) ابودثار،

**القاب:** ذہبی نے الفقیہ اور قاضی الکوفہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۱۶ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، سلیمان بن بريدہ، عبداللہ بن

بریدہ، عبداللہ بن یزید خطمی اور اسود بن یزید نخعی وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** عجلی کہتے ہیں: ثقہ تھے اور کوفہ میں مسند قضا پر فائز تھے۔ [۲۲۷]

امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، یعقوب فسوی اور نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۲۸]

ابوزرعہ انھیں ثقہ مامون کہتے ہیں۔ [۲۲۹]

ابن شاہین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۳۰]

ذہبی کہتے ہیں: عظیم علما اور زاہدین میں تھے۔ [۲۳۱]

دوسری جگہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثبت تھے۔ [۲۳۲]

ایک مقام پر کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت تھے۔ [۲۳۳]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ [۲۳۴]

**تخریج:** اصحابِ ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی

ہے۔ [۲۳۵]

## (۲۲) - سماک بن حرب

**مختصر حالات: نام:** سماک بن حرب، **کنیت:** ابوالغیرہ، **القاب:** ذہبی نے انھیں الحافظ اور الامام الکبیر جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۲۳ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت جابر بن سمرہ، نعمان بن بشیر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت انس بن مالک، موسیٰ بن طلحہ اور عکرمہ وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** ابواسحاق ہمدانی کہتے ہیں: سماک بن حرب سے علم حاصل کرو۔ [۲۳۶]

احمد بن حنبل کہتے ہیں: سماک حدیث میں عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہیں۔ [۲۳۷]

ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ [۲۳۸]

عجلی انھیں جائز الحدیث کہتے ہیں۔ [۲۳۹]

یحییٰ بن معین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۴۰]

ابن شاہین انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۴۱]

ابوحاتم بستی انھیں ثقہ اور صدوق کہتے ہیں۔ [۲۴۲]

ذہبی نے الکاشف: ۱/۳۶۵ میں کہا ”وہ ثقہ تھے البتہ ان کا حافظہ کمزور تھا، المغنی فی الضعفاء: ۱/۲۸۵ میں صدوق جلیل کہا، تاریخ الإسلام: ۳/۲۲۸ میں احداً الحدیث کہا، میزان الاعتدال: ۲/۲۳۲ میں کہا ”وہ صدوق صالح اور علم کا بھرا ہوا برتن تھے“ دیوان الضعفاء: ۱/۱۷۷ میں صالح الحدیث کہا۔ ابن عدی کہتے ہیں: سماک سے بے شمار احادیث مروی ہیں جو درست ہیں، ان سے ائمہ محدثین نے حدیثیں اخذ کی ہیں، وہ کوفہ کے بزرگ تابعی تھے، وہ صدوق ہیں ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [۲۴۳]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۴۴]

## (۲۳) - عمرو بن دینار

**مختصر حالات: نام:** عمرو بن دینار مکی، **کنیت:** ابو محمد، **القاب:** ذہبی نے انھیں الامام الکبیر، الحافظ، احد الاعلام، احداً ائمة الدین اور شیخ الحرم فی زمانہ جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۲۵ یا ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ ہجری میں وفات پائی۔

**روایت حدیث:** حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت ابوالطفیل وغیرہ سے۔

**علمی جلالیت:** شعبہ کہتے ہیں: میں نے حفظ و اتقان میں عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ اور قتادہ بن دعامہ کی طرح کسی کو نہیں پایا۔ [۲۳۵]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: عمرو بن دینار سے بڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباس کے علم کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ [۲۳۶]

سفیان بن عیینہ ہی کہتے ہیں: وہ ثقہ تھے، وہ ثقہ تھے، وہ ثقہ تھے۔ [۲۳۷]

عبداللہ بن ابی کحیح کہتے ہیں: عمرو بن دینار سے بڑا عالم میں نے کسی کو نہیں پایا۔ [۲۳۸]

ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ [۲۳۹]

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ [۲۴۰]

ابو حاتم بستی کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثقہ تھے۔ [۲۴۱]

ابن سعد کہتے ہیں: عمرو بن دینار ثقہ، ثبت اور کثیر الحدیث تھے۔ [۲۴۲]

نوی کہتے ہیں: وہ ائمہ تابعین میں سے تھے، لوگوں نے ان کی جلالیت و امامت اور ان کی ثقاہت پر اتفاق کیا ہے۔ [۲۴۳]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۴۴]

**نوٹ:** تبییض الصحیفہ کے محشی نے امام کے شیوخ میں عمرو بن دینار ابوخلدہ کا ذکر کیا ہے جو مجہول راوی ہیں اور ملا علی قاری نے عمرو بن دینار ابو یحییٰ بصری کا ذکر کیا ہے جو ناقدین حدیث کے نزدیک ضعیف راوی ہیں، صحیح یہ ہے کہ کچھ خارجی قرآن اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ امام کے شیوخ میں نہ تو عمرو بن دینار ابوخلدہ ہیں نہ عمرو بن دینار ابو یحییٰ ہیں بلکہ عمرو بن دینار ابو محمد ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔

## قرائن:

(۱) مسند ابی حنیفہ بروایت ابی نعیم میں امام کے شیوخ میں عمرو بن دینار ابو محمد کی کا ذکر ہے۔

(۲) امام نے عمرو بن دینار کی سند سے جو متن حدیث ذکر کیا ہے وہی متن عمرو بن دینار کی سند سے بخاری و مسلم بھی

لائے ہیں اور اس بات پر اتفاق ہے کہ رجال بخاری و مسلم میں عمرو بن دینار ابو محمد ہیں نہ کہ ابوخلدہ اور ابو یحییٰ ہیں۔

(۳) حماد بن زید کہتے ہیں:

”کناناتی عمرو بن دینار فیحدثنا فإذا جاء أبو حنیفة أقبل علیہ وترکنا حتی نسال أبا حنیفة أن یقله وکان یقول یا أبا محمد حدثهم فیحدثنا.“

ہم لوگ عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے، جب ابو حنیفہ آتے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، ہم ابو حنیفہ سے درخواست کرتے کہ وہ ان سے حدیث سنانے کی فرمائش کریں لہذا ابو حنیفہ کہتے اے ابو محمد! حدیث بیان کریں تو وہ ہم سے حدیث بیان کرتے۔ [۲۵۵]

### (۲۴) - اسماعیل بن ابی خالد

**مختصر حالات: نام:** اسماعیل، **کنیت:** ابو عبد اللہ، **القاب:** ذہبی نے کہیں الامام، الحافظ اور الامام الکبیر کے لقب سے، کہیں احدثائے الحدیث اور کہیں احدثاء الاعلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے، ۱۳۶ ہجری میں وفات پائی، والد کی کنیت ابو خالد ہے جب کہ نام میں اختلاف ہے بعض نے سعد بجلی اور بعض نے ہرمز ذکر کیا ہے،

**روایت حدیث:** حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی، حضرت عمرو بن حریث، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو حنیفہ، وہب بن عبد اللہ سوائی اور قیس بن عائد وغیرہ سے۔

**علمی جلالت:** احمد بن عبد اللہ عجلی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت فی الحدیث اور مرد نیک تھے۔ [۲۵۶]

اور لکھتے ہیں: شیوخ کوفہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ [۲۵۷]

سفیان ثوری کہتے ہیں: لوگوں میں حفاظ حدیث تین ہیں: (۱) اسماعیل بن ابی خالد (۲) عبد الملک بن ابی سلیمان (۳) یحییٰ بن سعید انصاری [۲۵۸]

ابن سعد میں یہ روایت اس طرح ہے: ہمارے نزدیک حفاظ حدیث چار ہیں: (۱) عبد الملک بن ابی سلیمان (۲) اسماعیل بن ابی خالد (۳) عاصم احول (۴) یحییٰ بن سعید انصاری۔ [۲۵۹]

ابو حاتم بستی کہتے ہیں: شعبی کے تلامذہ میں اسماعیل بن ابی خالد پر میں کسی کو فوقیت نہیں دیتا، وہ ثقہ تھے۔ [۲۶۰]

شعبی کہتے ہیں: اسماعیل نے علم کو چاٹ لیا تھا۔ [۲۶۱]

ذہبی کہتے ہیں: "احدثائے الحدیث" یعنی ائمہ محدثین میں سے ایک ہیں۔ [۲۶۲]

دوسری جگہ کہتے ہیں: وہ اپنے زمانے میں کوفہ کے محدث، اعمش کے ہم پلہ بلکہ ان سے بھی عمدہ تھے۔ [۲۶۳]

ایک مقام پر کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت تھے۔ [۲۶۴]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: وہ حجت اور اعلیٰ ضبط و اتقان والے تھے۔ [۲۶۵]

نووی کہتے ہیں: ان کی ثقاہت اور ان کی عظمت و جلالت پر سب متفق ہیں۔ [۲۶۶]

یعقوب بن ابی شیبہ کہتے ہیں: وہ ثقہ اور ثبت تھے۔ [۲۶۷]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۶۸]

نوٹ: ملا علی قاری کی شرح مسند میں امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں اسماعیل بن عبد اللہ کا نام ہے جب کہ تہذیب الکمال، تبییض الصحیفہ اور مسند ابی حنیفہ بروایت ابی نعیم میں اسماعیل بن عبد الملک کا ذکر ہے۔ میری رائے میں امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں نہ تو اسماعیل بن عبد اللہ ہیں اور نہ اسماعیل بن عبد الملک ہیں بلکہ اسماعیل بن ابی خالد ہیں جس پر مندرجہ ذیل وجہیں قرینہ ہیں:

(۱) امام بخاری نے اسماعیل بن ابی خالد کے حالات میں یہ روایت بیان کی ہے:

”قال یحییٰ: قال إسماعیل کان أبو صالح جاراً لنا فکنت لا أسأله عن شی من التفسیر الا فسرہ.“

یحییٰ سے اسماعیل بن ابی خالد نے بتایا کہ ابو صالح ہمارے پڑوس تھے جب بھی میں نے ان سے تفسیر سے متعلق کوئی سوال کیا انھوں نے اس کا جواب دیا۔ [۲۳۹]

(۲) امام اعظم نے اسماعیل کی سند سے راویوں کا جو سلسلہ ذکر کیا ہے کہ ”اسماعیل نے ابو صالح سے اور وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے“ وہ سلسلہ رُوایۃ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام کے شیوخ میں جس اسماعیل کا ذکر ہے وہ اسماعیل بن ابی خالد ہیں دوسرے کوئی اسماعیل نہیں ہے کیوں کہ اس سند کے مطابق اور اوپر امام بخاری کی روایت کے مطابق ابو صالح اسماعیل کے شیخ ہیں اور طبقات و تراجم کی کسی بھی کتاب میں اسماعیل بن عبد اللہ اور اسماعیل بن عبد الملک کے شیوخ میں ابو صالح کا ذکر نہیں ہے البتہ اسماعیل بن ابی خالد کے شیوخ میں ابو صالح باذام کا ذکر آتا ہے جو حضرت ام ہانی کے آزاد کردہ غلام اور ان کی سند سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

(۳) طبرانی کہتے ہیں: اسماعیل بن ابی خالد ابو صالح باذام سے، وہ ام ہانی سے۔ [۲۴۰]

(۴) احمد بن حنبل کہتے ہیں: اسماعیل یعنی ابن ابی خالد ابو صالح سے وہ ام ہانی سے۔ [۲۴۱]

(۵) اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں: اسماعیل بن ابی خالد ابو صالح سے جو ام ہانی کے آزاد کردہ غلام ہیں، وہ ام ہانی سے۔ [۲۴۲]

(۶) علی بن مدینی نے اسماعیل بن ابی خالد کا شیخ ابو صالح کو قرار دیا ہے۔ [۲۴۳]

## (۲۵) منصور بن معتمر

**مختصر حالات: نام:** منصور بن معتمر، کنیت، ابو عتاب، کوفہ کے رہنے والے، تابعین میں سے ہیں، القاب: ذہبی نے الحافظ، الثبت، القدوہ اور احد الاعلام جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ ۱۳۲ ہجری میں وفات ہوئی۔

**روایت حدیث:** ابوداؤد، ربیع بن حراش، ابراہیم نخعی، خیشمہ بن عبد الرحمن، ابو صالح باذام، سعید بن جبیر اور عامر شعبی وغیرہ سے۔



**علمی جلالت:** عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں: کوفہ میں منصور سے بڑھ کر حافظہ والا میں نے نہیں دیکھا۔ [۲۴۳]  
 بشر بن مفضل کہتے ہیں: مکتہ المکرمہ میں میری ملاقات سفیان ثوری سے ہوئی، انھوں نے کہا کہ کوفہ میں اپنے پیچھے حدیث کے معاملے میں سب سے زیادہ جسے قابل اعتماد چھوڑ کر آیا ہوں، وہ منصور بن معتمر ہیں۔ [۲۴۵]  
 یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں: منصور لوگوں میں سب سے پختہ حفظ والے تھے۔ [۲۴۶]  
 یحییٰ بن معین کہتے ہیں: منصور اثبت الناس یعنی علم حدیث میں اعلیٰ مرتبہ والے تھے۔ [۲۴۷]  
 احمد بن عبداللہ عجمی کہتے ہیں: وہ ثقہ، ثبت فی الحدیث اور اہل کوفہ میں سب سے پختہ حفظ و اتقان والے تھے۔ [۲۴۸]

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ، مامون، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ والے تھے۔ [۲۴۹]  
 نووی کہتے ہیں: لوگوں نے ان کی ثقاہت، ان کی جلالت، ان کے حفظ و اتقان اور ان کے زہد و ورع پر اتفاق کیا ہے۔ [۲۵۰]

علی بن مدینی نے اپنے ایک سائل کو جواب دیا:

”إذا حدثك عن منصور ثقة فقد ملأت يدك ولا تريد غيره.“

منصور کی سند سے جب کوئی ثقہ راوی تم سے حدیث بیان کرے تو سمجھ لو کہ تمہارے دونوں ہاتھ بھر گئے اب کسی اور کا قصد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲۵۱]

ذہبی لکھتے ہیں: اگر کسی سند میں سفیان ثوری منصور بن معتمر سے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کریں تو وہ سند محدثین کے نزدیک اصح الاسانید کہلاتی ہے۔ [۲۵۲]

**تخریج:** اصحاب ستہ یعنی بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ نے ان کی سند سے احادیث کی تخریج کی ہے۔ [۲۵۳]

یہ تھا ان پچیس حضرات کی عظمت و جلالت کا مختصر بیان جن سے امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کیا، شیوخ ابو حنیفہ پر مطالعہ کے دوران میں اس نتیجے تک پہنچا کہ امام کے اکثر شیوخ ثقاہت و عدالت کی صفت سے متصف ہونے کے ساتھ ثقاہت یعنی اللہ کی اس خاص نعمت سے بہرہ مند ہیں جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے ”من یرد الله به خیر ایفقہ فی الدین“ اور جس نعمت کی وجہ سے محدثین کو اس بات کا ذمہ دار بنایا گیا کہ وہ حدیثیں دوسروں تک پہنچائیں، کیوں کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ حدیث پہنچانے والے کے پاس ثقاہت نہیں ہوتی ہے جب کہ جس تک پہنچائی جاتی ہے وہ اس نعمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ”نضر الله امرأ سمع مقالتي فبلغها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه“

## تفصیل حوالہ جات

حوالہ نمبر	کتاب	جلد	صفحہ	مصنف	وفات مصنف
۱	اردو دائرہ معارف اسلامیہ	۱۷	۴۵۴	-	-
۲	الکنی والاسماء للددولابی	۲	۵۴۰	محمد بن احمد بن حماد دولابی	۳۱۰ ہجری
۳	الطبقات الکبریٰ فہرست	۶	۳۸۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۴	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۶	محمد بن احمد شمس اللائمہ سرخسی	۴۸۳ ہجری
۵	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۶	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۶	الطبقات الکبریٰ	۶	۸۹	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۷	المبسوط	۱۶	۶۸	محمد بن احمد شمس اللائمہ سرخسی	۴۸۳ ہجری
۸	الطبقات الکبریٰ	۶	۹۰	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۹	تاریخ بغداد	۱	۴۸۲	احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادی	۴۶۳ ہجری
۱۰	المحدث الفاصل بین الراوی والواوی	۱	۵۶۰	حسن بن عبد الرحمن بن خلاد رامہر مزی	۳۴۰ ہجری
۱۱	الجامع للاحلاق الروای	۲	۲۴۴	احمد بن علی بن ثابت المعروف بہ خطیب بغدادی	۴۶۳ ہجری
۱۲	اعلام الموقعین	۱	۱۷	محمد بن ابی بکر المعروف بہ ابن قیم الجوزیہ	۷۵۱ ہجری
۱۳	الخیرات الحسان	-	۲۶	احمد بن محمد بن علی المعروف بہ ابن حجر ہیتمی	۹۷۴ ہجری
۱۴	تہذیب التہذیب	۱۰	۴۴۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۱۵	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۲۱۶	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۶	مناقب الائمۃ الاربعۃ	-	۵۸	محمد بن احمد بن عبد البہادی المقدسی	۷۴۴ ہجری
۱۷	تہذیب الکمال	۲۹	۴۱۸	یوسف بن عبد الرحمن جمال الدین مزی	۷۴۲ ہجری
۱۸	مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ	-	۱۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۱۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۰	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۱	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۲	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۳۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۳	تہذیب التہذیب	۲	۱۳	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۴	منہاج السنۃ النبویۃ	۷	۵۳۰	احمد بن عبد الحلیم المعروف بہ ابن تیمیہ	۷۲۸ ہجری
۲۵	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۳۸۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	-
۲۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۷۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۷	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۸	تہذیب التہذیب	۷	۲۰۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری

۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۰۱	۷	۲۹	تہذیب التہذیب
۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۰۱	۷	۳۰	تہذیب التہذیب
۶۷۶ ہجری	یحییٰ بن شرف نووی	۳۳۳	۱	۳۱	تہذیب الاسماء واللغات
۲۳۰ ہجری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۴۶۸	۵	۳۲	الطبقات الکبریٰ
۳۲۷ ہجری	عبدالرحمن بن محمد بن ادیس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۳	۶	۳۳	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
۲۳۰ ہجری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۴۶۷	۵	۳۴	الطبقات الکبریٰ
۳۲۷ ہجری	عبدالرحمن بن محمد بن ادیس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۳۰	۶	۳۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
۲۶۱ ہجری	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۱۳۵	۲	۳۶	الثقات للعجلی
۶۷۶ ہجری	یحییٰ بن شرف نووی	۳۳۳	۱	۳۷	تہذیب الاسماء واللغات
-	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	۳۶	۳	۳۸	موسوعہ رجال الکتب التسعہ
۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۸۲	۵	۳۹	تہذیب التہذیب
۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۸۲	۵	۴۰	تہذیب التہذیب
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۳۸۰	۵	۴۱	سیر اعلام النبلاء
۲۳۰ ہجری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۳۰	۶	۴۲	الطبقات الکبریٰ
۳۵۲ ہجری	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۵۱۶۶	۵	۴۳	الثقات لابن حبان
۲۶۱ ہجری	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۱۳	۱	۴۴	الثقات للعجلی
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۳۸۰	۵	۴۵	سیر اعلام النبلاء
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین	۳۸۰	۵	۴۶	سیر اعلام النبلاء
-	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	۴۶۰	۳	۴۷	موسوعہ رجال الکتب التسعہ
۲۷۹ ہجری	احمد بن ابی خثیمہ	۱۰۶	۱	۴۸	تاریخ ابن خثیمہ
۲۷۹ ہجری	احمد بن ابی خثیمہ	۱۰۶	۱	۴۹	تاریخ ابن خثیمہ
۲۷۹ ہجری	احمد بن ابی خثیمہ	۱۰۶	۱	۵۰	تاریخ ابن خثیمہ
۳۵۲ ہجری	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۳۹۱	۴	۵۱	الثقات لابن حبان
۲۶۱ ہجری	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۳۳	۱	۵۲	الثقات للعجلی
۶۷۶ ہجری	یحییٰ بن شرف نووی		۲۵۱	۵۳	تہذیب الاسماء واللغات ۱
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۰	۱	۵۴	تذکرۃ الحفاظ
۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۸۱	۱	۵۵	تقریب التہذیب
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۷	۵	۵۶	سیر اعلام النبلاء
۷۵۱ ہجری	محمد بن ابی بکر شمس الدین المعروف ابن قیم الجوزیہ	۱۸	۱	۵۷	اعلام الموقعین
۷۲۸ ہجری	احمد بن عبداللیم المعروف لابن ابی تیبہ	۱۴۵	۴	۵۸	الفتاویٰ الکبریٰ
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۳۹	۵	۵۹	سیر اعلام النبلاء

۶۰	موسوعتر جال الکتب التسعہ	۲	۲۰۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین
۶۱	تقریب التہذیب	۱	۲۸۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ ہجری
۶۲	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۳	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۴	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۵	تذکرۃ الحفاظ	۱	۴۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۶	تذکرۃ الحفاظ	۱	۴۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۷	تہذیب التہذیب	۷	۲۶۶	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ ہجری
۶۸	تذکرۃ الحفاظ	۱	۴۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۶۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۷۰	تاریخ ابن معین	۳	۲۴۹	یحییٰ بن معین بن عون بغدادی ۲۲۳ ہجری
۷۱	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۲۱	یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ ہجری
۷۲	الثقات للعلی	۱	۳۳۹	احمد بن عبداللہ بن صالح لعجلی ۲۶۱ ہجری
۷۳	تقریب التہذیب	۱	۳۹۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ ہجری
۷۴	موسوعتر جال الکتب التسعہ	۳	۵۵	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین
۷۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم ۳۲۷ ہجری
۷۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم ۳۲۷ ہجری
۷۷	تہذیب التہذیب	۱۰	۲۸۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ ہجری
۷۸	الثقات للعلی	۲	۲۹۵	احمد بن عبداللہ بن صالح لعجلی ۲۶۱ ہجری
۷۹	تاریخ اسماء الثقات	۱	۳۱۴	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاکین ۳۸۵ ہجری
۸۰	تقریب التہذیب	۱	۵۴۵	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ ہجری
۸۱	موسوعتر جال الکتب التسعہ	۲	۳۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین
۸۲	الکاشف	۲	۲۹۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی ۴۴۸ ہجری
۸۳	تہذیب الکمال	۱۸	۳۵۴	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی ۴۴۲ ہجری
۸۴	التاریخ الکبیر	۸	۳۳	محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۶ ہجری
۸۵	تہذیب الکمال	۱۸	۳۵۴	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی ۴۴۲ ہجری
۸۶	الجرح والتعدیل	۸	۴۵۲	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم ۳۲۷ ہجری
۸۷	الجرح والتعدیل	۸	۴۵۲	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم ۳۲۷ ہجری
۸۸	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۴۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد ۲۳۰ ہجری
۸۹	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۴۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد ۲۳۰ ہجری
۹۰	الثقات للعلی	۱	۲۴۰	احمد بن عبداللہ بن صالح لعجلی ۲۶۱ ہجری

۲۰۵	خلیل بن عبد اللہ ابو یعلیٰ خلیلی	۲۰۵	۱	۹۱	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث
۲۳۷	احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلی	۲۳۷	۱	۹۲	الثقات للحلی
۱۲۴	یحییٰ بن شرف نووی	۱۲۴	۲	۹۳	تہذیب الاسماء واللغات
۳۲۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۳۲۸	۳	۹۴	تاریخ الاسلام
۵۵۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۵۵۹	۱	۹۵	تقریب التہذیب
۸۷	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	۸۷	۴	۹۶	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ
۴۶۱	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۶۱	۴	۹۷	سیر اعلام النبلاء
۱۵۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۱۵۴	۵	۹۸	الطبقات الکبریٰ
۲۳۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۲۳۷	۳	۹۹	تہذیب التہذیب
۱۷۴	احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلی	۱۷۴	۱	۱۰۰	الثقات للحلی
۶۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۶۸	۱	۱۰۱	تذکرۃ الحفاظ
۵	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	۵	۲	۱۰۲	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ
۲۹۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۹۳	۲	۱۰۳	الطبقات الکبریٰ
۲۹۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۹۳	۲	۱۰۴	الطبقات الکبریٰ
۲۰۷	احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلی	۲۰۷	۱	۱۰۵	الثقات للحلی
۱۴۹	عبدالرحمن بن محمد بن ادیس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۱۴۹	۴	۱۰۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
۲۰۷	احمد بن عبد اللہ بن صالح الحلی	۲۰۷	۱	۱۰۷	الثقات للحلی
۳۰۱	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۳۰۱	۴	۱۰۸	الثقات لابن حبان
۴۴۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۴۶	۴	۱۰۹	سیر اعلام النبلاء
۱۷۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۱۷۵	۵	۱۱۰	الطبقات الکبریٰ
۲۳۵	یحییٰ بن شرف نووی	۲۳۵	۱	۱۱۱	تہذیب الاسماء واللغات
۵۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۵۷	۳	۱۱۲	تاریخ الاسلام
۱۰۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین	۱۰۶	۲	۱۱۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ
۸۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۸۷	۱	۱۱۴	تذکرۃ الحفاظ
۲۴۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادیس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۲۴۳	۶	۱۱۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
۴۷۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۷۳	۱	۱۱۶	تاریخ الاسلام
۲۴۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادیس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۲۴۳	۶	۱۱۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم
۶۵	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۶۵	۸	۱۱۸	تہذیب التہذیب
۱۷۲	یحییٰ بن شرف نووی	۱۷۲	۲	۱۱۹	تہذیب الاسماء واللغات
۹۳	خلیل بن سیکلدی علانی	۹۳	۱	۱۲۰	المختلطین للعلانی
۳۴۱	برکات بن احمد المعروف ابو البرکات زین الدین کیالی	۳۴۱		۱۲۱	الکواکب النیرات

۱۲۲	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۳۶۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین
۱۲۳	التاریخ الکبیر	۶	۳۶۱	محمد بن اسماعیل بخاری
۱۲۴	تہذیب التہذیب	۷	۲۱۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۲۵	الثقات للعجلی	۱	۳۳۴	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی
۱۲۶	الطبقات الکبریٰ	۵	۱۷۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد
۱۲۷	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۳۵	یحییٰ بن شرف نووی
۱۲۸	تذکرۃ الحفاظ	۱	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی
۱۲۹	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۳۹	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسین
۱۳۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۲	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۲	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۳	تہذیب الکمال	۱۷	۲۳۰	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی
۱۳۴	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۳	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادريس المعروف بہ ابن ابی حاتم
۱۳۹	تہذیب التہذیب	۹	۲۴۹	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۴۰	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۱	۱۸۹	خلیل بن عبداللہ ابو یحییٰ خلیل
۱۴۱	تہذیب الکمال	۱۷	۲۲۸	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی
۱۴۲	الثقات لابن حبان	-	-	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم نسبی
۱۴۳	تقریب التہذیب	۱	۵۰۶	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۴۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۳۶۱	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن
۱۴۵	الثقات للعجلی	۱	۲۱۰	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی
۱۴۶	الطبقات الکبریٰ	۱	۲۸	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد
۱۴۷	تاریخ الاسلام	۳	۳۰۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی
۱۴۸	تقریب التہذیب	۱	۲۹۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۴۹	تہذیب التہذیب	۹	۳۵۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۵۰	تہذیب التہذیب	۹	۳۵۰	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی
۱۵۱	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۸۷	یحییٰ بن شرف نووی
۱۵۲	موسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل	۳	۲۹۵	ترتیب: السید ابو المعاطی - احمد بن عبدالرزاق - محمود محمد خلیل

۱۵۳	منہاج السنۃ النبویہ	۴	۵۰	احمد بن عبد الحلیم المعروف بہ ابن تیمیہ	۴۲۸ ہجری
۱۵۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۲۸	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۵۵	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۵۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۵۷	سیر اعلام النبلاء	۵	۳۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۵۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۹۸	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۵۹	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۹۸	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۶۰	الثقات للعلی	۱	۴۱۴	احمد بن عبداللہ بن صالح الحنظلی	۲۶۱ ہجری
۱۶۱	الطبقات الکبریٰ	۱	۱۹۸	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۶۲	تذکرۃ الحفاظ	۱	۹۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۶۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۴۶۸	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۶۴	اخبار القضاۃ	۳	۲۴۳	محمد بن خلف بن حبان بغدادی	۳۰۶ ہجری
۱۶۵	التاریخ الکبیر للبخاری	۸	۲۷۶	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ ہجری
۱۶۶	تاریخ ابن ابی خنیثمہ	۲	۲۹۹	احمد بن ابی خنیثمہ	۲۷۹ ہجری
۱۶۷	الثقات للعلی	۱	۴۷۲	احمد بن عبداللہ بن صالح الحنظلی	۲۶۱ ہجری
۱۶۸	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۲۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۶۹	تاریخ الاسلام	۳	۱۰۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۷۰	الکاشف	۲	۳۶۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۷۱	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۵۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۷۲	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۱۵۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۷۳	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۴	۲۱۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۷۴	سیر اعلام النبلاء	۶	۸۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۷۵	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۶	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۷۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۳	۴۷۵	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۷۷	الثقات لابن حبان	۴	۲۳۲	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۳۵۴ ہجری
۱۷۸	تاریخ الثقات للعلی	۱	۱۵۸	احمد بن عبداللہ بن صالح الحنظلی	۲۶۱ ہجری
۱۷۹	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۱	۲۰۸	خلیل بن عبداللہ ابو یعلیٰ خلیل	۴۴۶ ہجری
۱۸۰	تاریخ ابن خنیثمہ	۲	۲۸۲	احمد بن ابی خنیثمہ	۲۷۹ ہجری
۱۸۱	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۸۲	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۸۳	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری

۱۸۴	الطبقات الکبریٰ	۵	۴۱۷	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۸۵	تاریخ الاسلام	۳	۶۴۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۸۶	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۱۹۰	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۸۷	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۴۹۶	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۸۸	تاریخ دمشق	۱۵	۶۵	علی بن حسین ہبۃ اللہ المعروف بہ ابن عساکر	۵۷۱ ہجری
۱۸۹	سیر اعلام النبلاء	۵	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۱۹۰	الثقات لابن حبان	۵	۱۰۷	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم نسبی	۳۵۴ ہجری
۱۹۱	تاریخ الثقات للعلی	۲	۸۹	احمد بن عبداللہ بن صالح الحلی	۲۶۱ ہجری
۱۹۲	التحفة اللطیفہ	۲	۱۵۶	محمد بن عبدالرحمن سخاوی	۹۰۲ ہجری
۱۹۳	الطبقات الکبریٰ	۵	۲۸۳	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۹۴	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۵	۲۹۷	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۱۹۵	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۳۰۶	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۱۹۶	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۴۵۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۱۹۷	الطبقات الکبریٰ	۱	۳۰۵	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۱۹۸	الثقات لابن حبان	۵	۱۰	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم نسبی	۳۵۴ ہجری
۱۹۹	جامع ترمذی	۴	۴۳۷	محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی	۲۷۹ ہجری
۲۰۰	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۰۱	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۲	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۰۲	تاریخ الثقات للعلی	۱	۲۵۴	احمد بن عبداللہ بن صالح الحلی	۲۶۱ ہجری
۲۰۳	لسان المیزان	۹	۳۳۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۰۴	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۲۶۵	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۰۵	میزان الاعتدال	۲	۴۱۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۰۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۵۴	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۰۷	تہذیب التہذیب	۵	۲۰۳	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۰۸	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۲	۲۸۳	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۰۹	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۱۰	الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	۲	۵۵۶	خلیل بن عبداللہ ابو یعلیٰ خلیلی	۴۴۶ ہجری
۲۱۱	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۱۲	سیر اعلام النبلاء	۳	۷۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۱۳	تذکرۃ الحفاظ	۱	۶۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۲۸ ہجری
۲۱۴	تقریب التہذیب	۱	۲۸۷	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری



۲۱۵	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۷۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۱۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۱۷۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۱۷	موسوعۃ رجال الکتب التسع	۲	۲۲۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۱۸	تہذیب الکمال	۷	۱۱۷	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی	۷۲۲ ہجری
۲۱۹	تہذیب الکمال	۷	۱۱۷	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی	۷۲۲ ہجری
۲۲۰	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۲۱	سیر اعلام النبلاء	۵	۲۰۹	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۲۲	تہذیب التہذیب	۱	۵۷۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۳	تہذیب التہذیب	۱	۵۷۸	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۴	الطبقات الکبریٰ	۶	۳۳۲	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۲۲۵	تاریخ الثقات للعلی	۱	۱۲۷	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۲۶	موسوعۃ رجال الکتب التسع	۱	۳۷۴	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۲۷	تاریخ الثقات للعلی	۱	۴۲۱	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۲۸	تہذیب التہذیب	۱۰	۵۰	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۲۹	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۴۱۷	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۰	تاریخ اسماء الثقات	-	۲۳۱	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاین	۳۸۵ ہجری
۲۳۱	الکاشف	۲	۲۲۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۳۲	تاریخ الاسلام	۳	۳۰۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۳۳	سیر اعلام النبلاء	۵	۵۱۷	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۲۸ ہجری
۲۳۴	تہذیب الاسماء واللغات	۲	۸۴	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۳۵	موسوعۃ رجال الکتب التسع	۳	۵۱۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۳۶	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۸۰	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۸	الثقات لابن حبان	۴	۳۴۰	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۳۵۴ ہجری
۲۳۹	تاریخ الثقات للعلی	۲	۲۰۷	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۴۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۴۱	تاریخ اسماء الثقات	-	۱۵۷	عمر بن احمد بن عثمان المعروف بہ ابن شاین	۳۸۵ ہجری
۲۴۲	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۴	۲۷۹	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۴۳	الکامل فی ضعفاء الرجال ۴	۵۲۳		ابو احمد بن عدی جرجانی	۵۶۵ ہجری
۲۴۴	موسوعۃ رجال الکتب التسع	۲	۱۰۸	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن	-
۲۴۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری

۲۳۶	التاریخ الکبیر	۶	۳۲۸	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ ہجری
۲۳۷	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۳۹	الثقات لابن حبان	۵	۱۶۷	محمد بن حبان بن احمد المعروف ابو حاتم ہستی	۳۵۳ ہجری
۲۵۰	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۳۶۳	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۵۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۶	۲۳۱	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۵۲	الطبقات الکبریٰ	۵	۲۸۰	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۲۵۳	تہذیب الاسماء واللغات ۲	۲۷		یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۵۴	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۳	۱۴۲	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری سید کردی حسن	-
۲۵۵	اخبار ابی حنیفہ واصحابہ	۱	۸۰	حسن بن علی بن محمد بن جعفر صمیری	۴۳۶ ہجری
۲۵۶	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۶۴	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۵۷	تاریخ الثقات للعجلی	۱	۶۴	احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی	۲۶۱ ہجری
۲۵۸	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۵۹	الطبقات الکبریٰ	۶	۳۴۴	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۲۳۰ ہجری
۲۶۰	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۶۱	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۲	۱۷۴	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۶۲	تاریخ الاسلام	۳	۸۱۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۶۳	سیر اعلام النبلاء	۶	۳۱۰	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۶۴	تاریخ الاسلام	۳	۸۱۶	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۶۵	تذکرۃ الحفاظ	۱	۱۱۵	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۶۶	تہذیب الاسماء واللغات	۱	۱۲۱	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ ہجری
۲۶۷	تہذیب التہذیب	۱	۲۹۱	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ ہجری
۲۶۸	موسوعۃ رجال الکتب التسعہ	۱	۱۲۰	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری سید کردی حسن	-
۲۶۹	التاریخ الکبیر	۱	۳۵۱	محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ ہجری
۲۷۰	المعجم الکبیر	۲۴	۴۱۳	سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی	۳۶۰ ہجری
۲۷۱	مسند احمد بن حنبل	۷	۴۸۰	احمد بن محمد بن حنبل شیبانی	۲۴۲ ہجری
۲۷۲	مسند اسحاق بن راہویہ	۵	۱۸	اسحاق بن ابراہیم المعروف بہ ابن راہویہ	۲۳۸ ہجری
۲۷۳	سوالات ابن ابی شیبہ لابن المدینی	۱	۱۰۶	علی بن عبداللہ مدینی	۲۳۴ ہجری
۲۷۴	سیر اعلام النبلاء	۵	۴۰۳	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری
۲۷۵	الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم	۸	۱۷۸	عبدالرحمن بن محمد بن ادریس المعروف بہ ابن ابی حاتم	۳۲۷ ہجری
۲۷۶	سیر اعلام النبلاء	۵	۴۰۸	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۷۴۸ ہجری

۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۳۱۴	۱۰	۲۷۷ تہذیب التہذیب
۲۶۱ ہجری	احمد بن عبد اللہ بن صالح الحنفی	۴۴۱	۱	۲۷۸ تاریخ الثقات للحلی
۲۳۰ ہجری	محمد بن سعد بن منیع ہاشمی المعروف بابن سعد	۳۳۷	۶	۲۷۹ الطبقات الکبریٰ
۶۷۶ ہجری	یحییٰ بن شرف نووی	۱۱۴	۲	۲۸۰ تہذیب الاسماء واللغات
۸۵۲ ہجری	احمد بن علی بن محمد المعروف بہ ابن حجر عسقلانی	۳۱۴	۱۰	۲۸۱ تہذیب التہذیب
۷۴۸ ہجری	محمد بن احمد شمس الدین ذہبی	۴۰۲	۵	۲۸۲ سیر اعلام النبلاء
	ترتیب: عبدالغفار سلیمان بنداری - سید کردی حسن -	۴۳	۴	۲۸۳ موسوعہ رجال الکتب التسعہ

☆☆☆☆☆

## امام اعظم کے اساتذہ کرام

مولانا شہادت حسین مصباحی، استاذ دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر، اڈیشہ

امام الفقہاء والمجتہدین سراج الامۃ کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ولادت: ۸۰/۷۰ھ وصال: ۱۵۰ھ) ان چار عظیم المرتبت جلیل القدر ائمہ کرام میں سے ہیں، جن کے فضل و کمال، زہد و ورع، علم و اجتہاد پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

اللہ رب العزت جل و علانے آپ کو بے حد و حساب خوبیوں اور کمالات سے آراستہ فرمایا ہے۔ آپ یگانہ روزگار، علم و اجتہاد کے روشن مینار اور اپنے ہم عصروں میں ممتاز و منفرد ہیں۔

مشہور ہے کہ استاذ کے علم و عمل سے شاگرد کے علم و ہنر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی شاگرد کی علمی و عملی عظمت و رفعت سے استاذ کی شوکت عیاں ہوتی ہے۔ یہی حال ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا، کہ شاگرد اپنے استاذ کے فضل و کمال، زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری پر ناز کرتا ہے۔ لیکن امام اعظم ایسے فخر روزگار شاگرد ہیں کہ استاذ ان کی شوکتِ علم اور رفعتِ فقہت پر نازاں و مداح ہیں، چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”یہ شخص (ابو حنیفہ) بڑا عالم و فاضل و فقیہ ہے۔“ (۱)

حضرت امام حماد بن ابوسلیمان رضی اللہ عنہما حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے تدریسی آداب و کمال اور ذہانت کو ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں: ”وہ (ابو حنیفہ) بڑے ذہین اور جلد سمجھنے والے طالب علم ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ عن قریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دسترخوانِ علم سے استفادہ کرنے آئیں گے۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب ہے جو بطنِ گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا۔“ (۲)

امام اعظم نے جن اساتذہ کرام سے اکتسابِ علم کیا، وہ بھی اپنے وقت کے درخشاں آفتاب و ماہتاب تھے۔ امام اعظم کے اساتذہ کرام کی تعداد کے بارے میں اہل علم و تحقیق کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نے جتنے اساتذہ سے حدیث و فقہ اور دیگر علوم و فنون حاصل کیے۔ دیگر ائمہ کرام میں کسی نے اتنے اساتذہ سے حصولِ علم نہیں کیا۔ کثرتِ اساتذہ کی بات امام اعظم کی فضیلت و برتری میں شمار کی جاتی ہے۔ چنانچہ امام ابو حفص کبیر فرماتے ہیں:

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں، ص: ۱۹۹

(۲) مناقب للموفق، امام اعظم: از شاہ سید تراب الحق، ص: ۵۸

”ہمارے زمانے میں یہ اختلاف ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما میں کون افضل ہیں؟ پھر یہ بات طے ہوئی کہ دونوں بزرگوں کے مشائخ و اساتذہ شمار کیے جائیں۔ جن کے اساتذہ زیادہ ہوں وہ افضل ہیں۔ چنانچہ امام شافعی کے اساتذہ اسی (۸۰) شمار ہوئے۔ جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کرام کی تعداد چار ہزار پہنچ گئی۔<sup>(۱)</sup> اور بعض نے کہا کہ چار ہزار شیوخ تابعین میں سے تھے، اب سوچئے کہ ان کے علاوہ اور کتنے اساتذہ ہوں گے۔<sup>(۲)</sup> امام اعظم ابو حنیفہ (ولادت ۷۰/۸۰ھ وصال ۱۵۰ھ) ابتدائی دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے۔

**فقہی تعلیم کی طرف رغبت:** امام اعظم فرماتے ہیں: ”میں ایک دن بازار جا رہا تھا کہ کوفہ کے مشہور امام شعبی سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے مجھ سے کہا: بیٹا کیا کام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: بازار میں کاروبار کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم علما کی مجلس میں بیٹھا کرو، مجھے تمہاری پیشانی پر علم و فضل اور دانش مندی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ ان کے اس ارشاد نے مجھے متاثر کیا اور میں نے علم کے حصول کا راستہ اختیار کیا۔“<sup>(۳)</sup>

**حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما:** آپ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پوتے ہیں۔ آپ کو وسیع العلم اور کثیر الحدیث ہونے کی وجہ سے باقر العلوم کہا جاتا تھا۔ آپ اپنے والد گرامی امام زین العابدین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے حدیث سماعت فرمائی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہما سے اکتساب فیض کیا ہے اس لیے آپ ان کے شاگرد ہوئے۔ ایک بار آپ امام باقر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ابو حنیفہ! ہم سے کچھ پوچھیے۔ آپ نے چند سوالات دریافت کیے، اور پھر اجازت لے کر آپ کی مجلس سے واپس ہوئے، تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ”ابو حنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں۔ اور ہمارے پاس باطنی و روحانی علوم کے ذخائر ہیں۔“<sup>(۴)</sup>

امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: کہ ایک مرتبہ جب امام ابو حنیفہ امام باقر سے علمی گفتگو کر کے رخصت ہوئے، تو امام باقر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”ان (امام ابو حنیفہ) کا طریقہ اور انداز کتنا اچھا ہے اور ان کی فقہ کتنی زیادہ ہے۔“ آپ کا وصال پرملال ۱۱۸ھ میں ہوا۔

**حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما:** آپ حضرت امام باقر کے صاحبزادے اور امام زین العابدین کے پوتے ہیں۔ آپ بہت بڑے متقی اور مستجاب الدعوات تھے، بلا و ضوابط بھی حدیث پاک روایت نہیں فرماتے۔ آپ کے شاگردوں میں امام اعظم کے علاوہ امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، ابن جریج وغیرہ

(۱) مناقب للموفق، ص: ۶۴، امام اعظم: ص: ۲۳۳

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۸۳

(۳) مناقب للموفق، ص: ۸۴، امام اعظم: از شاہ سید تراب الحق، ص: ۵۶

(۴) امام اعظم، ص: ۲۳۴

رضی اللہ عنہ کئی اکابر محدثین شامل ہیں۔ ایک بار امام اعظم سے چند مسائل پر گفتگو ہوئی، تو فرمایا: یہ شخص (ابو حنیفہ) بڑا عالم و فقیہ ہے۔ علمائے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ طریقت میں امام جعفر رضی اللہ عنہ کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ سلوک و طریقت کے مراحل امام جعفر سے دو سال میں طے کیے ہیں جن پر انھوں نے فرمایا: لولا السنن لهلك النعمان۔ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔<sup>(۱)</sup>

علامہ موفق علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”مناقب“ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایک بار امام اعظم سے فرمایا: اے ابو حنیفہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان رسول کریم رضی اللہ عنہ کی سنتیں زندہ کرو گے، تمہاری رہنمائی سے لوگوں کو صحیح راستہ ملے گا۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق حاصل ہوگی کہ زمانے بھر کے علمائے ربانیین تمہاری وجہ سے صحیح مسلک اختیار کریں گے۔<sup>(۲)</sup>

آپ کا وصال پر ملال ۱۲۸ھ میں ہوا۔

**حضرت امام قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ:** آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں ایک ہیں علم و فضل میں اہل مدینہ میں افضل مانے جاتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ قاسم بن محمد سے زیادہ افضل ہم نے کسی کو نہ پایا۔

آپ حدیث میں اپنے والد محمد بن ابو بکر اور اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، ابو ہریرہ، امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کثیر صحابہ کرام کے شاگرد ہیں۔<sup>(۳)</sup>

آپ کے تلامذہ میں امام شعبی، سالم بن عبد اللہ، امام زہری، امام اعظم اور دیگر سینکڑوں تابعین و تبع تابعین شامل ہیں رضی اللہ عنہم۔ آپ زیادہ وقت خاموش رہتے اور احادیث کی روایت کم کرتے، اکثر اوقات عبادت الہی میں گزارتے۔

آپ کا وصال ۱۰۶ یا ۱۰۷ھ میں ہوا۔

**امام شعبہ بن الحجاج رضی اللہ عنہ:** علم حدیث میں آپ کا لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے۔ آپ کو دو ہزار حدیثیں یاد تھیں، امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر امام شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث پہنچانے والا نہ ہوتا۔<sup>(۴)</sup>

عراق میں آپ پہلے محدث ہیں کہ آپ نے جرح و تعدیل کے مراتب مقرر فرمائے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ سے خوب خوب اخذ علم کیا ہے۔ امام اعظم آپ کے چہیتے شاگرد تھے، ان پر آپ کو بہت ناز تھا۔ امام اعظم سے آپ غایت درجہ محبت فرماتے تھے۔

ایک بار امام اعظم کے ذکر میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے۔ اسی طرح مجھے

(۱) سوانح بے بھائے امام اعظم، ص: ۴۱

(۲) امام اعظم اعلیٰ حضرت کی نظر میں، ص: ۵۸

(۳) امام اعظم: از عیسیٰ رضوی

(۴) امام اعظم: از عیسیٰ رضوی ص: ۲۰۴

یقین ہے کہ علم اور ابو حنیفہ ساتھی اور ہم نشین ہیں۔<sup>(۱)</sup> آپ کا وصال ۱۶۰ھ میں ہوا۔

**حضرت ابراہیم بن الاسود نخعی** رضی اللہ عنہ: آپ عراق کے نام ور فقیہ و محدث اور کبار تابعین میں سے ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور دیگر اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ آپ کا لقب صیرفی الحدیث ہے۔ کیوں کہ کھری کھوٹی حدیث کی پرکھ پر خوب خوب نظر رکھتے تھے۔ حضرت امام اعش کا ارشاد ہے: محدثین تو بہت ہیں لیکن حدیث کو پرکھنے والا ابراہیم نخعی کے سوا کوئی نہیں۔<sup>(۲)</sup>

آپ سے اخذ علم و فضل اور حدیث و فقہ حاصل کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت حماد بن ابوسلیمان اور حضرت سماک بن حرب سرفہرست اور نہایت قریبی ہیں۔ اور دونوں ہی سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے اکتساب علم کیا ہے۔ اس لیے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی فہرست میں حضرت امام ابراہیم نخعی کا نام سرفہرست آتا ہے۔<sup>(۳)</sup> آپ کا وصال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوا۔

**حضرت حماد بن ابوسلیمان اشعری** رضی اللہ عنہ: آپ کوفہ کے عظیم فقیہ، جلیل القدر محدث اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم دین تھے۔ صحابہ کرام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ابراہیم نخعی سعید بن مسیب، سعید بن جبیر وغیرہم جیسے جلیل القدر فقہائے اسلام کے مایہ ناز شاگرد و تلمیذ ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تمام علوم کے وارث اور جانشین ہیں۔<sup>(۴)</sup>

آپ کے خوش بخت تلامذہ میں امام اعظم، امام اعش، سفیان ثوری، امام شعبہ، امام عاصم احوول وغیرہم رضی اللہ عنہم جیسے عظیم المرتبت ائمہ فقہ و حدیث ہیں۔ آپ کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا۔<sup>(۵)</sup>

خلاصہ یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مختلف علوم و فنون کثیر اساتذہ و شیوخ سے حاصل کیے۔ علوم و فنون کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے علم قرآن و تفسیر سیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے شاگردوں اور دیگر تابعین محدثین سے علم حدیث حاصل کیا جب کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے علم فقہ کا اکتساب کیا۔

حضرت حماد بن ابوسلیمان کے حلقہ درس میں اٹھارہ سال رہ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ کا خلاصہ کسب کر لیا۔



(۱) انوار امام، ص: ۱۵۶، رضوی کتاب گھر

(۲) تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۴۸۰

(۳) انوار امام اعظم، ص: ۱۵۵

(۴) امام اعظم: از شاہ سید تراب الحق، ص: ۲۴۸

(۵) اولیا رجال الحدیث، ص: ۹۷

## امام اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے تلامذہ

مولانا محمد عرفان عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں یکتا اور بے مثال تھے، اپنے معاصرین پر درجوں فائق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ کبار نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، مجتہدین کرام اور محدثین عظام نے آپ سے تعلیم حاصل کی اور آپ سے اکتساب فیض کر کے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔

وہ خوش نصیب حضرات جن کو امام صاحب کی مبارک مجلس میسر آئی ان کی صحیح تعداد کہیں نہیں ملتی۔ اور ان کا احاطہ ممکن بھی نہ تھا کہ دو چار یا چند سو کی تعداد ہو تو شمار میں آئے یہاں تو عالم یہ تھا کہ ایک عالم حاضر بارگاہ رہتا تھا۔ ایسا جم غفیر تھا کہ مورخین اس عظیم جماعت کے حالات کیا لکھتے، نام تک محفوظ نہیں کر سکے۔ آپ کے زمانے کے اکثر محدثین آپ کے حلقہ سے منسلک تھے۔ اصل میں امام صاحب کے یہاں کوئی ایسا رجسٹر بھی نہ تھا جس میں ان تمام حضرات کے نام درج کیے جاتے جو مختلف اوقات میں شامل درس ہوتے تھے اس لیے کل تلامذہ کی تعداد معلوم کرنا ممکن نہ رہا۔

بعض مورخین کا اندازہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار سے بھی زائد ہو سکتی ہے۔  
علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قیل: استيعابه متعذر لا يمكن ضبطه، ومن ثم قال بعض الأئمة: لم يظهر لاحد من أئمة الاسلام المشهورين مثل ماظهر لابي حنيفة من الاصحاب والتلاميذ، ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ماانتفعوا به وباصحابه في تفسير الاحاديث المشبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحكام. جزاهم الله خيرا. وقد ذكر منهم بعض متاخرى المحدثين في ترجمته نحوثمان مائة مع ضبط اسما ثهم ونسبهم. (الخيرات الحسان)

آپ کے تلامذہ کی تعداد کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ ان کا شمار ناممکن ہے۔ بعض ائمہ نے کہا: مشہور ائمہ کرام میں سے کسی کے اتنے اصحاب و تلامذہ نہ ہوئے جتنے امام اعظم کے ہوئے۔ اور علما اور عوام کو کسی سے اتنا نفع نہ پہنچا



جتنا امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے احادیث مشتبہ کی تفسیر اور مسائل مستنبطہ کی توضیح اور جدید مسائل اور احکام قضا میں پہنچا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ بعض متاخرین علمائے حدیث نے امام اعظم کی سوانح عمری میں ان کے شاگردوں کی تعداد ۸۰۰ لکھی ہے۔ اور ان کے نام و نسب بھی لکھے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وعنه: ابنہ حماد و ابراہیم بن طہمان و حمزہ بن حبیب الزیات و زفر بن الہذیل و ابو یوسف القاضی و ابو یحییٰ الحماني و عیسیٰ بن یونس و وکیع و یزید بن زریع و اسد و عمرو البجلی و حکام بن یعلیٰ بن سلم الرازی و خارجه بن مصعب و عبد المجید ابن ابی رواد و علی بن مسهر و محمد بن بشر العبدي و عبد الرزاق و محمد بن الحسن الشیبانی و مصعب بن المقدم و یحییٰ بن یمان و ابو عصمة نوح ابن ابی مریم و ابو عبد الرحمن المقرئ و ابو عاصم و آخرون“ (تہذیب التہذیب)

مناقب امام اعظم میں اپنے تلامذہ کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد نقل ہے:

”یہ ۳۶ آدمی ایسے ہیں جن میں ۲۸ قاضی اور ۸ مفتی بننے کے لائق ہیں اور (امام) ابو یوسف اور (امام) زفر رضی اللہ عنہما قاضیوں کی تادیب و اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہیں۔“

ذیل میں چند نام در اور مشہور تلامذہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

### (۱) سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ

آپ کا نام یعقوب، کنیت ابو یوسف، اور لقب قاضی القضاة ہے۔ نسب نامہ یوں ہے یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن عقبہ انصاری البجلی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی ولادت ۹۳ھ اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ قاضی، فقیہ اور حافظ حدیث تھے، آپ پچاس / ساٹھ حدیثیں سنتے اور فوراً دوسروں کو لکھوادیتے تھے۔ آپ ۳۳ عباسی خلفا مہدی، ہادی، اور ہارون رشید کے دور میں قاضی القضاة کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ کے بارے میں امام اعظم فرماتے ہیں: ”میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں۔“

آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے جس میں چند یہ ہیں:

محمد بن حسن شیبانی، شفیق بن ابراہیم بلخی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، معلیٰ بن منصور، محمد بن ساعد، بشر بن ولید کندی اور بشر بن غیاث۔

آپ کو عبادت و ریاضت سے بڑا لگاؤ تھا۔ عہدہ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت اور نوافل کی کثرت فرماتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کی بارگاہ میں ۲۹ برس تک رہا لیکن میری فجر کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ عہدہ قضا کی مصروفیات کے باوجود روزانہ دو سو رکعتیں نفل ادا فرماتے۔

امام اعظم کی بارگاہ میں آپ کا مرتبہ اتنا عظیم تھا کہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو امام اعظم ان کی عیادت کے لیے آئے جب واپس جانے لگے تو دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: اگر یہ مرد میدان فوت ہو گیا تو بہت بڑا نقصان ہو گا کیوں کہ اس وقت روئے زمین میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں۔

آپ کی وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر ہوئی۔ مزار اقدس: بغداد شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

## (۲) - سیدنا امام محمد بن شبیبی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام محمد، اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نسب نامہ یوں ہے محمد بن حسن بن فرقد شبیبی۔ آپ کے والد فلسطین سے نقل مکانی کر کے عراق آئے اور واسط میں مقیم ہو گئے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کے والدین کوفہ منتقل ہو گئے۔ امام محمد کی پرورش یہیں ہوئی۔ آپ چودہ سال کی عمر میں امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات وہ فجر سے پہلے بالغ ہو جائے تو عشا کی نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: دہرائے گا، آپ نے اٹھ کر نماز عشا ادا کی۔ امام اعظم نے یہ دیکھ کر فرمایا: ان شاء اللہ یہ لڑکا راجل رشید ہو گا۔

اللہ رب العزت نے آپ کو زبردست قوت حافظہ عطا فرمایا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ جب امام اعظم کی بارگاہ میں حصول علم کے لیے حاضر ہوئے تو امام اعظم نے عمر کم ہونے کی وجہ سے قرآن پاک حفظ کرنے کا حکم دیا آپ چند دنوں کے بعد دوبارہ حاضر ہوئے اور اس دوران محض ایک ہفتے کی قلیل مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ مسعر بن کدام، سفیان ثوری، مالک بن انس سے بھی استفادہ کیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ میراث میں مجھے تیس ہزار درہم ملے تھے جن میں سے پندرہ ہزار علم نحو اور شعر و ادب پر خرچ کر دیا اور پندرہ ہزار فقہ و حدیث میں خرچ کر ڈالا۔ خلیفہ ہارون رشید نے شام کے علاقے رتہ کے لیے امام محمد کو قاضی بنایا، وہیں آپ نے رقیات لکھی۔

امام محمد رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث تھے مجتہد فی المذہب فقیہ تھے، اصول و فروع اور نصوص کی انہیں کامل معرفت حاصل تھی۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے: جب امام محمد بات کرتے تھے تو لگتا تھا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا ہے، میں نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر کتابیں لکھی ہیں۔

مذہب حنفی کو عروج بخشنے میں امام ابوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کا بڑا دخل رہا ہے۔

ائمہ حنفیہ میں سب سے زیادہ کتابیں امام محمد ہی نے تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ راتوں کو سوتے نہیں تھے بلکہ اکثر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۸۹ھ مقام رے میں ہوئی۔

### (۳) سیدنا امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ کے والد کا نام مبارک ہے۔ آپ کی ولادت مقام ”مرو“ میں ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ آپ کے بارے میں مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے والد ماجد نے آپ کو بچپاس ہزار درہم تجارت کی غرض سے عطا کیے۔ آپ نے پوری رقم طلب حدیث میں خرچ کر ڈالی اور والد کے حضور حدیث کے دفتر پیش کر دیے اور عرض کیا میں نے ایسی تجارت کی ہے جس میں ہمارے اور آپ کے لیے دونوں جہان میں نفع ہوگا۔ اس پر آپ کے والد بہت خوش ہوئے اور تیس ہزار درہم اور دیا اور فرمایا: جاؤ اپنی تجارت کامل کر لو۔

آپ علم فقہ و حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ میں کتنی بھی کوشش کروں کہ سال بھر میں ایک دن عبداللہ بن مبارک کی طرح گزاروں تو نہیں گزار سکتا۔

۱۸۱ھ میں ایک جہاد سے فاتح کی حیثیت سے لوٹ رہے تھے کہ راستے میں علییل ہو گئے اور چند ایام کے بعد وفات پا گئے۔

### (۴) سیدنا امام زفر رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زفر اور کنیت ابو ہزریل تھی۔ نسب نامہ یوں ہے: زفر بن ہزریل بن قیس بن سلیم بن قیس بن ہزریل۔ آپ کی ولادت سن ۱۱۱ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حصول علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے لیکن پھر طبیعت کا میلان فقہ کی جانب ہو گیا تو آپ جامع کوفہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

ابن خلکان فرماتے ہیں کہ امام زفر پہلے ائمہ حدیث میں سے تھے پھر امام کی صحبت میں مسائل فقہیہ پر عبور حاصل کر کے درجہ اجتہاد پر فائز ہوئے۔

آپ امام اعظم کے بہت ہی محبوب اور معتمد شاگرد تھے فقہ میں آپ امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہم پلہ قرار پائے۔ آپ کا شمار امام اعظم کے ان اصحاب میں ہے جن حضرات نے تدوین فقہ میں امام اعظم کی معاونت کی۔ حضرت امام اعظم نے آپ کا نکاح پڑھاتے وقت خطبے میں ارشاد فرمایا:

”هذا زفر امام من ائمة المسلمين وعلم من اعلاهم في شرفه وحسنه ونسبه“

عبادت و ریاضت اور زہد و ورع میں بھی آپ بے مثال تھے۔ سن ۱۷۸ھ میں بصرہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

### (۵) سیدنا امام داؤد طائی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام داؤد اور کنیت ابو سفیان ہے۔ آپ کے والد کا نام نصیر ہے۔

آپ نے امام اعظم اور ابن لیلیٰ سے حدیث کی سماعت کی۔ پھر امام اعظم کی صحبت درس میں داخل ہوئے اور بیس برس تک آپ حصول علم میں لگے رہے۔

آپ امام اعظم کے عزیز ترین تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ اگر داؤد طائی اگلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا قصیدہ بیان فرماتا۔ حدیث و فقہ حاصل کرنے کے بعد آپ تارک الدنیا ہو گئے اور اہل تصوف کے سید قرار پائے۔

حضرت عطاء بن مسلم بیان فرماتے ہیں کہ میں جب بھی داؤد طائی کے مکان پر گیا مجھے وہاں درج ذیل چیزیں ہی نظر آئیں۔ ایک چٹائی، اس پر تکیہ کے لیے اینٹ، ایک لوٹا۔ آپ کی وفات ۱۶۰ھ یا ۱۶۵ھ میں ہوئی۔

### (۶) سیدنا و کعب بن جراح رضی اللہ عنہ

آپ کا نام و کعب اور کنیت ابوسفیان تھی۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: و کعب بن جراح بن ملیح بن عدی بن سفیان الرواسی۔ آپ کی ولادت ۱۲۹ھ یا ۱۲۸ھ میں بغداد کے نواح میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام زفر سے علم فقہ کی تحصیل کی اور علم حدیث عبد اللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے حاصل کیا۔

محدثین آپ کی جلالت علمی پر متفق ہیں۔ آپ ایک یاد و تہائی قرآن پاک ختم کیے بغیر نہیں سوتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، یہ گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔ ۱۹۸ھ یا ۱۹۹ھ میں سفر حج کے دوران اسہال کا عارضہ لاحق ہوا اور اسی میں وفات ہوئی۔

### (۷) سیدنا فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ

آپ کا نام فضیل، کنیت امام القدوة اور شیخ الاسلام تھا۔ آپ کا نسب نامہ یوں ہے: فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر۔

آپ کی ولادت سمرقند میں ہوئی اور ابوورد میں پروردان چڑھے۔ جوانی کے عالم میں امام اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور علم فقہ حاصل کیا۔ آپ ابوورد کے مشہور ڈاکو تھے۔ کسی لڑکی پر عاشق ہو گئے، رات کو دیوار چڑھ کر اس کے گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ کسی طرف سے تلاوت قرآن کی آواز آئی، جسے سنتے ہی دل کی دنیا بدل گئی۔ آپ نے وہ رات ایک ویرانے میں گزاری اور بارگاہ الہی میں صدق دل سے توبہ کر لی اور تمام مال مالکوں کے حوالے کر دیا۔ اور ان سے معافی مانگی۔

آپ عالم ربانی، زاہد، صالح اور صاحب کرامت تھے۔ آپ اپنے دور میں فقہ و فتویٰ اور زہد و تقویٰ کے شیخ کامل تھے۔ آپ کو بیس سال تک کسی نے ہنتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی وفات مکہ معظمہ میں ۱۸۷ھ میں ہوئی۔

### (۸) - سیدنا حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حسن اور والد کا نام زیاد تھا۔ امام اعظم سے علم فقہ حاصل کیا پھر صاحبین سے بھی استفادہ کیا۔ آپ امام اعظم کے شاگردوں میں بڑے دانش مند بیدار مغز فقیہ تھے۔ جب آپ ۳۰ سال کے ہوئے تو علم فقہ پڑھنا شروع کیا اور چالیس سال تک اسی میں مشغول رہے۔ آپ بلند پایہ محدث بھی تھے، آپ نے تقریباً ۱۲ ہزار احادیث ایسی نقل کی جن کی فقہائے کرام کو ضرورت تھی۔ آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

### (۹) - سیدنا حفص بن غیاث رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حفص اور کنیت ابو یوسف تھی۔ نسب نامہ یوں ہے: حفص بن غیاث بن طلق معاویہ بن ثعلبہ بن عامر بن ربیعہ بن عامر بن جسیم۔ آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے ۱۳ سال اور بغداد کے ۲ سال قاضی رہے۔

آپ اپنے زمانے کے عالم، محدث، زاہد، اور پرہیزگار تھے۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج فرمائی ہے۔ آپ پرفانج کا اثر ہوا اور اسی میں ۱۹۴ھ میں وفات پائی۔

### (۱۰) - سیدنا حماد بن ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام حماد اور کنیت ابو اسماعیل ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیروان۔ امام اعظم نے آپ کی تعلیم نہایت اہتمام سے فرمائی۔ آپ نے فقہ میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اپنے والد کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ نہ صرف مسند افتاء پر متمکن رہے بلکہ تدوین فقہ میں بھی اہم رول ادا کیا۔ آپ کی وفات ذی قعدہ ۱۷۶ھ میں ہوئی۔

### (۱۱) - سیدنا ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ابراہیم اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ ادہم بن سلیمان بن منصور کے گھر پیدا ہوئے جو شاہان بلخ کے اولاد سے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ امام اعظم کی خدمت میں رہے امام اعظم آپ کو اپنے قریب جگہ عنایت فرماتے۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو اولیا کو حاصل ہوتے ہیں۔ ابتدا میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے بعد میں بادشاہت کو خیر باد کہہ کر فقیری اختیار کر لی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی وفات ۱۶۱ھ یا ۱۶۲ھ یا ۱۸۷ھ میں ملک شام میں ہوئی۔

### (۱۲) - سیدنا مسعر بن کدام رضی اللہ عنہ

آپ کا نام مسعر بن کدام اور کنیت ابو سلمہ تھی۔ اجل تبع تابعین سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۵۳ھ یا ۱۵۱ھ میں ہوئی۔

### (۱۳) - نوح بن دارج نخعی کوفی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نوح بن دارج نخعی کوفی اور کنیت ابو محمد تھی۔ امام زفر اور ابن ابی لیلیٰ سے بھی فقہ حاصل کیا۔ آپ کا وصال ۱۸۳ھ میں ہوا۔

### (۱۴) - سیدنا یحییٰ بن زکریا رضی اللہ عنہ

آپ کا نام یحییٰ بن زکریا اور کنیت ابو سعد تھی۔ آپ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جن حضرات نے فقہ و حدیث کو جمع کیا۔ امام اعظم کے چالیس اصحاب، جو تدوین فقہ میں مشغول تھے ان میں آپ پہلے دس میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

### (۱۵) - سیدنا اسد بن عمرو رضی اللہ عنہ

آپ کا نام اسد ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے: اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم بن مغیث کوفی۔ آپ بھی مذکورہ چالیس اصحاب میں سے پہلے دس میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے تیس سال تک امام اعظم ابو حنیفہ کے لیے کتابت کی اور ان ہی سے حدیث سنا اور فقہ حاصل کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف کے بعد آپ کو بغداد کا قاضی مقرر کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا۔

### (۱۶) - سیدنا سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام و نسب یوں ہے: سفیان بن عیینہ بن ابو عمران میمون کوفی، آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ بیس سال کی عمر میں امام اعظم کی بارگاہ میں تحصیل حدیث کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے ستر بار حج کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ جاتا۔ آپ کی وفات ۱۹۸ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔

ان کے علاوہ علی بن مسہر، یحییٰ بن سعید قطان، یزید بن ہارون، ابو عاصم ضحاک، حفص بن غیاث، حبان بن علی رضی اللہ عنہم اور ان جیسے کثیر اصحاب علم و فضل، زہد و تقویٰ ہیں جن کو امام اعظم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل امام اعظم اور آپ کے تلامذہ کے فیضان سے دارین میں مالامال فرمائے۔ ان حضرات کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین☆☆☆

## امام ابو يوسف رضي الله عنه - حیات و خدمات

مفتی محمد قمر الدین رضوی مصباحی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا-۱۰۰

مجتہد فی المذہب، قاضی القضاة جن کا نام یعقوب اور والد کا نام ابراہیم ہے تاریخ اسلام میں بہت نامور مفسر، محدث، مورخ اور پوری سلطنت اسلامیہ کے چیف جسٹس تھے خلفائے عباسیہ میں تین خلیفہ مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے زمانے میں قاضی القضاة کے منصب جلیل پر فائز رہے اور یہ خلفا بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔ فقہ حنفی کے اصول کی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ سب سے پہلے امام اعظم کے علم کو ملک یمن میں آپ ہی نے پھیلایا۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و پرہیزگاری میں بھی اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ قاضی ہو جانے کے بعد بھی روزانہ دو سو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تھے اور شروع میں آپ ابن ابی لیلیٰ کی مجلس فقہ میں بیٹھتے اور فقہ حاصل کرتے تھے پھر ان کو چھوڑ کر امام اعظم ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں بیٹھنا شروع کیا تو ان ہی کے ہو کر رہ گئے اور امام اعظم رضي الله عنه کی آخری حیات تک ان سے جدا نہ ہوئے۔

آپ انتہائی غریب آدمی تھے، غربت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد نے کہا: بیٹا! اگر تم امام اعظم کی مجلس میں اسی طرح مسلسل بیٹھتے رہو گے تو معاش کا انتظام کیسے ہوگا؟ اس کے بعد کچھ دنوں تک امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہونا ترک کر دیا۔ امام اعظم کی مردم شناس نگاہوں نے امام ابو یوسف کی پیشانی کی لکیروں میں علمی بلندی کا اثر دیکھ لیا تھا۔ ان کو آپ نے بلوایا اور جب غربت و افلاس کو حصول علم کی راہوں میں مانع پایا تو ان کے اخراجات اپنے ذمہ لے لیا اور نہ صرف یہ کہ صرف امام ابو یوسف کی کفالت کی بلکہ بیس سالوں تک ان کی اور ان کی والدہ کی کفالت کا ذمہ اٹھا لیا، انتیس برس تک فجر کی نماز امام اعظم کے ساتھ پڑھی اس طرح کہ کبھی تکبیر تحریمہ بھی فوت نہ ہوئی۔ علم حدیث آپ نے امام لیث بن سعد، ابواسحاق شیبانی، سلیمان تیمی، امام اعش، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق، عطاء بن سائب اور امام اعظم ابو حنیفہ رضي الله عنه سے حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تو کثیر ہے جن میں ممتاز امام محمد، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں۔ امام محمد نے جامع صغیر میں آپ ہی کی روایتوں کو جمع کیا ہے۔

**ولادت و وفات:** تاریخ ولادت میں اختلاف ہے متعدد کتب کے مطالعہ سے تین تاریخیں ملتی ہیں ۹۷ھ،

۱۰۳ھ، ۱۱۳ھ لیکن بالاتفاق تاریخ وصال ۱۸۲ھ ہے۔ سر زمین کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وصال فرمایا۔ بغداد شریف میں مزار مقدس ہے۔

### امام ابو یوسف کی علمی خدمات:

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ زندگی بھر علم امام اعظم کو تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ ملک میں پھیلاتے رہے، اس کے لیے سینکڑوں کتابیں بھی تصنیف فرمائیں اور امام اعظم کے قواعد استنباط و اجتہاد کی روشنی میں سینکڑوں مسائل کا آیات و احادیث سے استنباط فرمایا۔ اگلی تحریروں میں اس کے کچھ نمونے آپ دیکھیں گے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے فقہ کے الگ الگ ابواب پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے بعض یہ ہیں: کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الفرائض، کتاب البيوع، کتاب الحدود، کتاب الوكالة، کتاب الوصايا، کتاب الصيد و الذبائح، کتاب الغضب والاستبراء، کتاب اختلاف الأمصار، کتاب الرد علی مالک بن أنس، کتاب الجوامع اور کتاب الخراج وغیرہ۔

”کتاب الجوامع“ جو امام ابو یوسف نے یحییٰ بن حامد کے لیے تصنیف فرمائی یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اور ”کتاب الخراج“ عباسی خلیفہ ہارون رشید کی درخواست پر تصنیف فرمائی اس میں زمین کے اقسام، لگان کی مختلف جہتیں، کاشت کاروں کی حیثیتوں کا اختلاف، پیداوار کی قسمیں اور اس نوعیت کے دوسرے مسائل اس خوبی اور دقت نظر سے تحریر کیے کہ اس کو ہر زمانے کا قانون مال گزاری کہہ سکتے ہیں نیز جابجا ان خامیوں کا بھی ذکر کیا ہے جو انتظامات سلطنت میں موجود تھیں اور اس پر نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ خلیفہ وقت کو متوجہ کیا ہے۔

### امام ابو یوسف کی احادیث پر گہری نظر:

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فقہ و اجتہاد کے ساتھ ساتھ احادیث پر بڑا درک اور بہت دقت نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی شاہ کار تصنیف ”کتاب الخراج“ میں ۲۲۳ مرفوع روایتیں بیان کی ہیں اور ان سے سینکڑوں اسلامی احکام مستنبط فرمائے ہیں بطور نمونہ یہاں ایک روایت اور طریقہ استنباط پیش کیا جا رہا ہے۔ مثال: کسی چشمے یا کنویں کے مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسے شخص کو اپنی زیر ملکیت پانی سے روکے اور اس کی قیمت وصول کرے جو اس پانی سے اپنے کھیت یا باغ کو سیراب کرنا چاہتا ہو لیکن اگر کوئی مسافر ہو تو اسے یا اس کے جانور کو پانی لینے سے روکنا جائز نہیں، اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ”کتاب الخراج“ میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: جو شخص کسی چشمے، کنویں اور نہر وغیرہ کا مالک ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی مسافر کو اس کا پانی پینے سے منع کرے؛ کیوں کہ اس سلسلے میں احادیث و آثار موجود ہیں البتہ وہ شخص لوگوں کو اپنے کھیت، درخت اور کھجور، انگور کو سیراب کرنے سے روک سکتا ہے۔ اس لیے کہ ایک تو اس سلسلے میں ممانعت کی کوئی حدیث نہیں دوسرا یہ کہ یہ



چیز اصل مالک کو ضرر پہنچاتی ہے اور جہاں تک مویشیوں، جانوروں کو پانی پلانے کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں واضح رہے کہ اصل مالک کو جانوروں کو پانی سے روکنے کا کوئی حق نہیں۔

مذکورہ عبارت میں آپ نے پینے کے لیے یا جانوروں کو پلانے کے لیے اور کھیتوں، باغوں کو سیراب کرنے کے درمیان فرق بیان کیا ہے اس کی وجہ خود بیان کرتے ہیں: ”وفضل ما بین ہذین الأحادیث التي جاءت في ذلك والسنة“ یعنی ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے کی وجہ وہ سنت و احادیث ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، اس کے بعد آپ نے ان احادیث کو نقل فرمایا جن کو کھیتوں اور باغوں کی سینچائی کے لیے ممانعت وارد ہے مسافروں کے لیے نہیں۔ نقل کردہ احادیث میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، چارہ اور آگ۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے احادیث اور آثار کی بنیاد پر اپنے استاذ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف بھی کیا ہے بعض اوقات اختلاف کی وجہ بیان کر دی ہے اور بعض جگہوں پر وجہ بیان نہیں کی ہے۔ ذیل میں اختلاف کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وہ مجاہدین جو جنگوں میں حصہ لیتے ہیں ان میں بعض سوار ہوتے ہیں اور بعض پیادہ، فتح یابی کے بعد مال غنیمت کی تقسیم میں سوار و پیادہ شرعاً برابر نہیں ہوتے بلکہ سوار کو پیادہ سے زیادہ حصہ ملتا ہے لیکن کتنا زیادہ ملنا چاہیے، اس سلسلے میں امام ابو یوسف کا موقف امام اعظم سے مختلف ہے۔ امام ابو یوسف کی رائے ہے: ”یضرب للفارس منہم ثلاث أسهم سہمان للفارس و سهم له وللراجل سهم علی ما جاء في الأحادیث والآثار“ ترجمہ: گھوڑ سوار کو مال غنیمت میں سے تین حصے ملیں گے ایک اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے جب کہ پیادہ کو ایک ہی حصہ ملے گا اس لیے کہ احادیث اسی طرح وارد ہیں، پھر آپ نے ان احادیث کو نقل بھی فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے:

قال أبو یوسف: حدثنا الحسن بن علی بن عمار عن الحكم بن عتيب عن مقسم عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما: ان رسول الله ﷺ قسم غنائم بدر للفارس سہمان وللراجل سهم. (ابن ماجہ)

اس کے بعد اس مسئلہ میں امام اعظم کا موقف ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام اعظم فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کے لیے ایک حصہ ہے اور گھوڑے کے لیے بھی ایک، نیز وہ کہتے تھے کہ میں ایک جانور کو ایک مسلمان آدمی سے افضل قرار نہیں دے سکتا اور اپنی دلیل میں وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے:

أن عاملاً لعمر بن خطاب قسم في بعض الشام للفارس سهم وللراجل سهم فرجع

ذالك إلى عمر فسلمه وأجازہ. (ابن ماجہ)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقہ میں سوار کو ایک حصہ اور پیادہ کو ایک حصہ دیا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی گئی تو آپ نے اسے جائز قرار دیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اس روایت کی بنیاد پر گھوڑے کے لیے ایک حصہ اور آدمی کے لیے ایک حصہ کا قول کرتے ہیں لیکن جن احادیث و آثار میں گھوڑے کے لیے دو حصے اور آدمی کے لیے ایک حصہ مذکور ہے ان کی تعداد زیادہ ہے اور حدیثیں امام اعظم کی مستدل سے زیادہ مستند ہیں اور عام طور پر اسی مسلک کو اختیار کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ جانوروں کو آدمی پر فضیلت دی جا رہی ہے اگر فضیلت پیش نظر ہو تو یہ بھی نامناسب ہوتا کہ گھوڑے کے لیے بھی ایک حصہ ہو اور آدمی کے لیے بھی ایک؛ کیوں کہ یہ شکل بھی ایک آدمی کو ایک جانور کے برابری کا درجہ دیتی ہے۔ دراصل اس قول کی بنیاد اس پر ہے کہ ایک گھوڑا سوار کے پاس سامان حرب بنسبت ایک پیادہ کے زیادہ ہوتا ہے اور تقسیم میں اس فرق کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو راہ خدا میں لڑنے کے لیے گھوڑے تیار رکھنے کی رغبت زیادہ ہو؛ کیوں کہ گھوڑے کا حصہ بھی اس کے مالک ہی کو ملتا ہے نہ کہ گھوڑے کو۔

(۲) احادیث پر گہری نظر کی بنیاد پر اپنے شیخ سے اختلاف رائے کی دوسری مثال سمندر سے حاصل ہونے والی اشیاء کے خراج کا مسئلہ ہے جب اس سے متعلق خلیفہ ہارون رشید نے حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ”امیر المؤمنین آپ نے سمندر سے نکالے جانے والے عنبر اور زیور بنانے کے لائق چیزوں کے بارے میں حکم دریافت کیا ہے تو سنیے! سمندر سے جو اشیاء زیور بنانے کے لائق یا عنبر برآمد ہو، ان میں خمس واجب ہے۔ ان دو کے علاوہ اور کسی چیز میں کچھ بھی واجب نہیں لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ سمندر سے حاصل شدہ کسی شے پر کچھ بھی واجب نہیں، کیوں کہ عنبر اور دیگر برآمد اشیاء کی نوعیت بھی مچھلی جیسی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ ان مذکورہ چیزوں میں خمس لیا جائے گا اور بقیہ حصے نکالنے والوں کے ہوں گے۔ میرے اس موقف کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث موجود ہے اور اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے اس لیے ہم نے اس اثر کو قبول کیا اور اس کے برخلاف حکم دینا مناسب خیال نہ کیا۔

بطور نمونہ یہ دو مثالیں پیش کی گئیں جن سے حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی فقہی مہارت کے ساتھ ساتھ احادیث پر کامل دست گاہ کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

**امام ابو یوسف فقہا اور محدثین کی نظر میں:**

امام ابو یوسف بے مثال ذہانت و فطانت کے مالک اور اجتہادی صلاحیت کے بحر بے کنار تھے اور نہ صرف یہ

(۱) ماخوذ از الفيوضات الرضویہ فی تشریحات الہدایہ للامام ابوالحسن المنزی، ج: ۱

کہ فقہ و حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، منازل، تاریخ، لغت اور علم کلام وغیرہ میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ حضرت امام اعظم بھی آپ کی خاص قدر و منزلت فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں انھی خوبیوں کی بنیاد پر بڑے بڑے فضلاء روزگار کے دلوں میں اپنی عظمتوں کی دھاک بٹھا چکے تھے جن کا اعتراف اکابر و اصاغر نے بھی کیا ہے مثلاً نور الانوار میں ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار موضوع احادیث یاد تھیں پھر صحیح احادیث کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے (ص: ۲۰۵)

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ آپ کسی محدث کے پاس حاضر ہوتے تو ایک نشست میں پچاس ساٹھ حدیثیں سن کر یاد کر لیتے تھے۔ یحییٰ بن معین، علی بن مدینی استاذ امام بخاری اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ امام اعظم کے شاگردوں میں امام ابو یوسف کے ہمسر کوئی بھی نہ تھا حضرت طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور کوئی دوسرا ان سے بڑھ کر نہیں تھا۔

داؤد بن رشید کا قول ہے امام اعظم نے اگر صرف یہی ایک شاگرد پیدا کیا ہوتا تو ان کے فخر کے لیے کافی تھا۔ بشیر بن ولید کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود آپ روزانہ دو سو رکعت نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

امام ذہبی جو فن جرح و تعدیل کے بڑے مشہور امام ہیں باوجود اس کے کہ وہ حنفی اور شافعی علما کے حق میں متشدد ہیں امام ابو یوسف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آپ حافظ الحدیث ہیں اور آپ سے سماع کیا ہے فلاں بن فلاں راوی نے وغیرہ۔

امام مزنی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف اہل عراق میں سے حدیث کے سب سے بڑے تابع تھے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں امام ابو یوسف سے بڑھ کر اصحاب الرائے میں سے کوئی بھی کثیر الحدیث ثابت نہیں۔

### امام ابو یوسف کے نزدیک آثار صحابہ کی حیثیت:

آثار جمع ہے اثر کی اور اثر قول صحابی کو کہتے ہیں اور اس کی مختلف حیثیتیں ہیں اور سب کا حکم جداگانہ ہے جس کو

تفصیلاً امام سرخسی نے اپنی مایہ ناز تصنیف "اصول السرخسی" میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

(۱) قول صحابی کی پہلی حیثیت یہ ہے کہ اگر اس میں قیاس اور رائے کو دخل نہ ہو تو ایسی صورت میں متقدمین و

متاخرین سب کے یہاں حجت ہے اور یہ مرفوع روایت کے درجے میں ہے۔

(۲) دوسری حیثیت یہ ہے کہ اگر قول صحابی، ورے اور اجتہاد کی قبیل سے ہو اور اس قول کو دیگر صحابہ کی تائید

و حمایت حاصل ہو جائے تو چوں کہ وہ اجماع کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اس لیے یہ صورت بھی حجت ہے۔

(۳) تیسری حیثیت یہ ہے کہ اگر قول صحابی فتاویٰ کی قبیل سے ہو تو ایسی صورت میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ

صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے شاید اس سلسلے میں کچھ سنا ہو جس کی بنیاد پر انھوں نے فتویٰ دیا لہذا یہ احتمال اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے قیاس پر اسی طرح ترجیح دی جائے جیسے کہ خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دی جاتی ہے اور اگر مذکورہ احتمال نہ ہو بلکہ واضح ہو رہا ہو کہ یہ فتویٰ صحابی نے اپنی رائے سے دیا ہے جب بھی صحابی کی رائے پر فتویٰ بعد والوں کی رائے سے بہر حال افضل ہے؛ کیوں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے اور نزول وحی کے احوال و کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہیں اور حضور ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ پیش آمدہ مسائل میں کس طریقہ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

(۴) چوتھی حیثیت یہ ہے کہ اگر صحابی کی رائے صرف رائے ہو اور فتویٰ وغیرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی ان کی رائے بعد والوں کی رائے سے افضل قرار دی جائے گی کیوں کہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعد والوں کے مقابلے میں ان کی رائے میں حجت کا امکان زیادہ اور خطا کا امکان کم ہے، کیوں کہ انھیں صحبت رسول ﷺ کی برکت حاصل ہے اور آپ ﷺ نے ان کے حق میں خیر و بھلائی اور عدالت کی گواہی دی ہے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی تحریروں میں آثار صحابہ کی یہ تمام حیثیتیں ہمیں نظر آتی ہیں اور ان کے پیش نظر ان سے استدلال مسائل کی نظیریں بھی خوب ملتی ہیں۔ آپ نے آثار صحابہ کو کتنی اہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب الخراج میں ۲۲۹ آثار نقل کیے ہیں اور ان سیکڑوں مسائل کا استنباط بھی فرمایا ہے بعض آثار تو مرفوع روایت کی جگہ نقل کیے ہیں جب کہ اکثر جگہ مرفوع حدیث نہ ہونے کی وجہ سے انھیں آثار سے فقہی مسائل پر استدلال کیا ہے اور بہت سی جگہ پر آپ نے آثار کی موجودگی کی وجہ سے واضح قیاس ترک کر کے آثار کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور بہت سے مسائل میں انھیں کی بنیاد پر اپنے اساتذہ، معاصرین، متقدمین اہل علم سے اختلاف رائے کا اظہار بھی کیا ہے جن کے چند نمونے گزشتہ سطور میں میں نے پیش کر دیے گئے ہیں۔



## امام محمد علیہ الرحمۃ کا سوانحی خاکہ

مولانا حسن رضا قادری، استاد جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، (کولکاتا) و ایڈیٹر سہ ماہی پیغام اہل سنت (کولکاتا)

امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ عنہما دنیائے اسلام کی ایک ایسی نابغہ روزگار شخصیت کا نام ہے جنہوں نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ حق کی تلاش، احیائے دین، اسلام کی حقیقی افہام و تفہیم میں بسر کیا اور نہایت ہی اعتدال پسندی اور حکمت و تدبیر کے ساتھ مسائل شرعیہ کو پیش فرمایا ہے۔

**نام و نسب:**

محمد بن حسن بن فرقد شیبانی۔

**کنیت:**

ابو عبداللہ اور قبیلہ شیبان بن ذہل بن ثعلبہ کی نسبت سے شیبانی کہے جاتے ہیں۔

**ولادت:**

آپ کا آبائی وطن دمشق کا ایک نواحی گاؤں ”حرستی“ ہے آپ کے والد فلسطین سے نقل مکانی کر کے عراق تشریف لائے اور وہیں ”واسط“ پر مقیم ہو گئے۔ یہیں آپ کی پیدائش ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۹ء میں ہوئی۔ پھر آپ کے والد وہاں سے منتقل ہو کر ”کوفہ“ تشریف لائے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ امام محمد کی پرورش کے سلسلے میں کتابوں میں یہی مذکور ہے کہ آپ کی نشوونما کوفہ میں ہوئی۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ امام محمد رضی اللہ عنہما کا آبائی وطن ”الجزیرہ“ ہے۔ آپ ”واسط“ کے مقام پر پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ ”کافی“ نامی کتاب کے مصنف کا بیان ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب آفریدوں تک پہنچتا ہے۔

**تعلیم و تربیت:**

چودہ سال کی عمر میں امام اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور امام اعظم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشا کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات فجر سے پہلے بالغ ہو جائے تو وہ نماز دہرائے گا کہ نہیں؟ امام اعظم نے فرمایا: دہرائے گا، امام اعظم سے پوچھنے کے بعد اسی وقت اٹھ کر نماز پڑھی، امام اعظم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا: ”

ان شاء اللہ یہ لڑکار جل رشید ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد آپ گاہے بہ گاہے مجلسِ امامِ اعظم میں آتے رہے اور تحصیلِ علم میں لگے رہے اللہ رب العزت نے آپ کو بلا کا قوت حافظہ عطا فرمایا تھا اسی بنا پر آپ نے محض ایک ہفتہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

اور ایک جگہ یوں مذکور ہے کہ آپ مسلسل چار سال تک امامِ اعظم کی خدمت میں رہے پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مسعر بن کدام، سفیان ثوری، مالک بن انس اور ابو عمرو والد امام اوزاعی سے خوب استفادہ کیا۔ آپ امامِ اعظم اور امام ابو یوسف کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ چنانچہ ابو عمرو بہ الحمرانی نے عمرو بن عمرو کے حوالے سے روایت کی ہے کہ محمد بن حسن نے فرمایا: میرے والد نے ترکہ میں تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے پندرہ ہزار علمِ نحو و فنِ شاعری کی تعلیم میں اور پندرہ ہزار علمِ فقہ و حدیث کی تحصیل میں خرچ کیا۔

### تلامذہ:

آپ سے لاکھوں تشنگانِ علوم نے استفادہ کیا اور آپ ہی کی درس گاہ سے بڑے بڑے فقہ و حدیث کے امام معرض وجود میں آئے۔ ذیل میں آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے اسما مکتوب ہیں جنہوں نے دنیاے حدیث و فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیا:

ہشام بن عبید اللہ رازی، ابو حفص (استاد امام بخاری)، محمد بن مقاتل رازی، ابو سلیمان، موسیٰ بن سلیمان الجوزنی، موسیٰ بن نصیر رازی، ابو عبد اللہ محمد بن سماعہ، اسد بن فرات، معلى بن منصور رازی، ابو عبید قاسمی، محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ و دیگر جلیل القدر فقہاء و محدثین نے علمِ فقہ و حدیث حاصل کیا۔

امام شافعی رضی اللہ عنہما آپ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں فرماتے ہیں: میں آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور میں نے آپ سے آپ کی چند کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں: علم اور اسبابِ دنیا کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمدؒ کا ہے۔ اسی لیے امام شافعی اکثر اوقات امام محمدؒ کے بلندی درجات کی دعا مانگا کرتے تھے۔

امام بویطی امام شافعی کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے علم کے بارے میں دو حضرات کے ذریعے میری دستگیری فرمائی ہے، علم حدیث میں سفیان بن عیینہ کے ذریعے اور علم فقہ میں امام محمد کے ذریعے۔

### منصبِ قضا:

خلیفہ عباسی ہارون رشید نے شام کے علاقہ کے لیے امامِ اعظم کے شاگرد رشید امام محمدؒ کو قاضی مقرر کیا آپ نے کچھ دنوں تک اس عہدہ کو سنبھالا لیکن پھر خوفِ خدا کے خاطر اس سے سبک دوش ہو گئے۔ اور پھر چند سالوں بعد اس عہدہ کو سنبھالا اور اس کے فرائض بخوبی انجام دیے۔

## فضل و کمال:

آپ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بہت ہی معتمد اور محبوب شاگرد تھے۔ آپ نہ صرف فقہ پر عبور رکھتے تھے بلکہ حدیث، تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، ادب، لغت، علم کلام و دیگر علوم و فنون میں کافی دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ کے معاصرین آپ کے تبحر فقہی کے قائل ہوئے۔

آپ بہت غیور و مستقل مزاج تھے، اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم کلام ہوتے اور اظہار حق کے راستے میں کوئی چیز ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی تھی، سنت نبوی اور مستحبات پر دوام برتتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رضی اللہ عنہ جیسا پیکر رعنائی نہیں دیکھا اور نہ ہی اس زمانے میں اتنا دلکش شخص پیدا ہوا۔

آپ راتوں کو نہیں سوتے تھے بلکہ اکثر عشا کے وضو سے نماز فجر ادا فرماتے تھے چنانچہ امام شافعی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کے یہاں قیام کیا، اور صبح تک نماز پڑھتا رہا لیکن آپ رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر یوں ہی نماز میں شریک ہو گئے۔

ہشام بن عبداللہ رازی جن کے گھر میں آپ کا وصال ہوا فرماتے ہیں: جب آپ پر نزع کا عالم طاری ہوا تو آپ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شروع ہو گئے، کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کر لیا کہ تم ”رے“ میں جہاد کے لیے آئے تھے یا میری رضامندی کی طلب اس آمد کا باعث بنی تھی تو میرے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

## تصانیف:

ائمہ حنفیہ میں سب سے زیادہ کتابیں آپ ہی نے تصنیف فرمائیں۔ مولانا محمد بن عبداللہ فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ آپ نے نو سو نواوے (۹۹۹) کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں کتاب الآثار، کتاب الحج، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر، زیادات، مؤطا امام محمد اور کتاب الاصل المعروف بہ المبسوط کافی مشہور ہیں جن پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الحج، نوادر، نوازل، الرقیات، ہارونیات اعلیٰ تصانیف میں سے ہیں۔

کتاب الحجہ علی اهل المدینہ کی تحقیق مولانا مہدی حسن گیلانی نے بیس سال کے عرصے میں مکمل فرمائی۔ اس کتاب کی تحقیق و تعلیق حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ کی ایما پر ہوئی، مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے اسے شائع کیا۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب الحجہ پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی حاشیہ تحریر فرمایا۔ الجامع الکبیر کی تحقیق خود حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ کتاب الاصل کی بھی تحقیق حضرت ابو الوفا افغانی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ فقہ میں

”الامالی“ آپ کی دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

ابراہیم حربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا: حضرت! آپ نے اس قدر دقیق مسائل کہاں سے سیکھے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا: امام محمد رضی اللہ عنہ کی کتب سے سیکھے ہیں۔

### حدیث و فقہ میں نمایاں مقام:

آپ حافظ الحدیث، مجتہد فی المذہب تھے۔ اصول و فروع اور نصوص کی انہیں کامل معرفت حاصل تھی۔ مجاشع بن یوسف نقل کرتے ہیں: امام محمد، امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص جنبی ہے اور پانی صرف مسجد میں موجود ہے تو کیا وہ پانی لینے کے لیے مسجد میں داخل ہو جائے گا؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، امام محمد نے فرمایا: حضرت نماز کا وقت رخصت ہو رہا ہے اور مسجد کے علاوہ کہیں سے بھی پانی دریافت ہونے کے آثار نہیں تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا جواب دہرایا کہ جنبی شخص مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ہے، جب امام محمد نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تو امام مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے خیال میں اس کا حل کیا ہے؟ امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سیدھی بات ہے وہ شخص تیمم کر کے مسجد میں داخل ہوگا اور پانی باہر لا کر اس سے غسل کرے گا۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے صرف محمد بن حسن کی یہ فصاحت و بلاغت دیکھی کہ جب وہ بات کرتے تھے تو محسوس ہوتا تھا کہ قرآن ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔ میں نے ان سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں لکھی ہیں۔

امام شافعی کے جلیل القدر شاگرد ادریس بن یوسف القراطیسی کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے محمد بن حسن سے زیادہ حرام و حلال، ناسخ و منسوخ اور دلائل شرعیہ کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم محمد بن حسن سے بڑا کسی کو نہیں دیکھا۔ اگر فقہا پر انصاف کی نظر ڈالیں تو انہیں یہ معلوم ہوگا کہ محمد بن حسن جیسا کوئی نہیں۔ فقہ کا انہیں وہ علم حاصل ہے جو بہت سے اکابر کو حاصل نہیں تھا۔ علم فقہ میں میری زبان جو کچھ کھل رہی ہے وہ انھی کا عطیہ ہے۔

احمد بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مزنی کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا: تم کس کی مجلس علم میں بیٹھتے ہو؟ اس نے کہا: محمد بن حسن کے اصحاب کی مجلس میں، امام مزنی نے فرمایا: واللہ! محمد بن حسن جب بات کرتے ہیں تو کانوں کو علم کی باتوں سے پر کر دیتے ہیں اور فقہا کی مشکلات کی عقدہ کشائی کرتے ہیں۔ امام مزنی کی ان باتوں کو ان کے اصحاب تعجب سے سن رہے تھے تو انھوں نے کہا: واللہ! میں نے یہ باتیں از خود نہیں کہیں بلکہ اس سے زیادہ امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا۔

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”کتبت الجامع الصغیر من محمد بن الحسن“ میں نے جامع صغیر محمد بن حسن سے لکھی۔



محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ عیسیٰ بن ابان بڑے حسین اور بڑے حافظ الحدیث تھے۔ وہ میرے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں انھیں محمد بن حسن کے پاس آنے کو کہتا تو یہ کہہ کر انکار کریتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ اتفاق سے بعد نماز فجر محمد بن حسن کی مجلس علم منعقد ہونے والی تھی، میں نے اصرار کر کے انھیں بیٹھا لیا جب مجلس ختم ہوئی تو عیسیٰ بن ابان، محمد بن حسن کے قریب ہوئے اور اس دن ابن ابان نے ۲۵ عنوانات سے متعلق احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ محمد بن حسن نے ان کا جواب دیا اور شواہد و دلائل سے ثابت کیا کہ کون کون سی حدیث منسوخ ہے۔ ہم مجلس سے باہر آئے تو ابن ابان نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ حائل تھا جو آج اٹھ گیا میں نہیں سمجھتا کہ اللہ نے روئے زمین میں ایسا آدمی بھی پیدا کیا ہے۔ اسی دن سے عیسیٰ بن ابان نے محمد بن حسن کی صحبت کو اپنے لیے لازم کر لیا اور فقیہ بن کر نکلے۔

### وصال پر ملال:

ہارون رشید کے ساتھ آپ ایک مرتبہ کسی سفر میں گئے وہاں ”رے“ کے اندر ”رنبویہ“ نامی مقام پر ایک بستی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اتفاق سے اسی دن نحو کے مشہور امام امام کسائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ ہارون رشید کو ان دونوں بزرگوں کے وصال پر کافی غم ہوا، اس نے افسوس سے کہا کہ آج میں نے فقہ اور نحو دونوں کو ”رے“ میں دفن کر دیا۔ فتنی ذکر کرتے ہیں ”رے“ سے واپسی کے لیے کوچ کرتے ہوئے ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ بڑا منحوس شہر ہے جب میں اس میں داخل ہوا تھا توفیق اور لغت کے امام میرے ہمراہ تھے واپسی میں تنہا جا رہا ہوں۔

امام محمد بن اسماعیل (ایک قلعہ ہے) میں ہشام بن عبد اللہ رازی کے گھر کے قریب دفن ہوئے؛ کیوں کہ آپ انھی کے گھر بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ جب کہ امام کسائی کو ”رنبویہ“ نامی محلے میں سپرد خاک کیا گیا۔ ان دونوں حضرات کی آرام گاہوں کے درمیان قریباً چار فرسخ کا فاصلہ ہے۔ امام محمد بن اسماعیل شہر کے ایک کونہ میں آرام فرما رہے ہیں جب کہ امام کسائی دوسرے کونے میں آسودہ خاک ہیں۔

عبید اللہ بن محمد بن سلام کہتے ہیں: ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو چاند آسمان سے زمین پر اترے ہیں۔ اس خواب کو دیکھے ابھی چند عرصہ ہی گزرا تھا کہ خبر آگئی کہ ایک ہی دن فقہ کے امام محمد بن حسن اور نحو کے امام کسائی انتقال فرما گئے۔ امام حلبی رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق امام محمد نے ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۸ برس تھی۔ اسماعیل بن محمد نے ان دونوں کی وفات پر درج ذیل مرثیہ کہا:

تصرمت الدنيا فليس خلود	وما قد نرى من بهجة شبید
لكل امرء منا من الموت منهل	فليس له إلا عليه ورود
ألم نر شابا قد ابتدر البلى	و ان الشباب الغض ليس يعود
سياتيك ما أفنى القرون التي مضت	فكن مستعد اللقا عتيد

آسیت علی قاضی القضاة محمد فاجريت دمعي والفواد عميد  
 و قلت إذا ما الخطب أشكل من لها بإيضاحه يوما و انت فقيد  
 هما عالمان أوديا و تحرما فما لهما في العالمين نديد  
 روایت ہے کہ بعد وفات کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: آپ کے نزع کے وقت کیا حال تھا؟ آپ  
 نے فرمایا: میں اس وقت مکاتب کے مسائل میں سے ایک مسئلہ میں غور کر رہا تھا، مجھ کو روح نکلنے کی خبر تک نہ ہوئی۔  
 آپ نے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات فقہی تحقیقات و تدقیقات اور اجتہاد میں گزار دیے اور مذہب حنفی کو بام  
 عروج تک پہنچایا۔

### مراجع و مصادر:

- (۱) الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة، ج: ۳
- (۲) مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ، ص: ۷۹
- (۳) کتاب الآثار، ص: ۴۹ / ۲۹
- (۴) حدائق الحنفیہ، ص: ۱۵۵
- (۵) علماء العربیة و مساهماتہم فی الادب العربی، ص: ۵۰۴ / ۲۸۰
- (۶) جامع الاحادیث، ص: ۲۸۳
- (۷) مقدمہ موطا امام محمد
- (۸) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، ص: ۱۶۴ / ۲۶ / ۲۹ / ۲۸
- (۹) تاریخ للخطیب، ج: ۱۲، ص: ۴۸۰، دار الغرب الاسلامی بیروت.
- (۱۰) مقامات امام اعظم، ص: ۵۱۹ / ۵۲۱ / ۵۲۲ / ۵۳۴، المجمع المصباحی مبارکپور.
- (۱۱) تاریخ بغداد، ج: ۲، ص: ۱۷۲
- (۱۲) انوار امام اعظم، ص: ۵۲۸
- (۱۳) بلوغ الامانی فی سیرة امام محمد، ص: ۴
- (۱۴) دائرة المعارف العثمانیہ عباس بن صالح طاشکندی، ص: ۲۲

☆☆☆☆

## امام زفر رضی اللہ عنہ - مختصر سوانح

مفتی محمد رحمت علی تیغی مصباحی، سربراہ اعلیٰ جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کولکاتا

نام مبارک: زفر

نسب: زفر العنبری المصری بن ہذیل بن قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمر بن جنور بن العنبر بن جندب بن العنبر بن عمرو بن تمیم بن مرابن ادبن طان بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔<sup>(۱)</sup>

خاندانی حالات: امام زفر رضی اللہ عنہ عربی النسل تھے۔ ان کے والد حضرت ہذیل اموی دور حکومت میں بعض سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ ولید بن عبدالملک کے قتل کے بعد ان کو اصبہان کا گورنر بنا یا گیا لیکن کچھ ہی دنوں میں گورنری سے معزول کر دیے گئے۔ بہر حال امام زفر کا گھرانہ بہت خوش حال تھا اس لیے دیگر علما اور ائمہ کی بہ نسبت آپ کے وسائل زندگی میں کسی طرح کی کمی نہیں تھی۔ امام زفر تین بھائی تھے۔ ان میں سے ایک کا نام ہرشمہ اور دوسرے کا نام کوثر تھا۔ ایک روایت میں ایک اور بھائی کا ذکر ملتا ہے جن کا نام صباح بن ہذیل ہے۔

ولادت: امام زفر کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی۔ علامہ صفدی نے الوافی بالوفیات میں آپ کی تاریخ پیدائش

۱۱۶ھ بتائی ہے۔

وطن: امام زفر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کس شہر میں پیدا ہوئے معلوم نہیں۔

ابتدائی تعلیم: امام زفر نے ابتدائی تعلیم اپنے محلہ میں ہی حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ اس کے بعد ان

کے والد اصبہان گئے وہاں کے اہم علما اور محدثین سے انھوں نے اکتساب فیض کیا۔

امام زفر اور آپ کے اساتذہ علم حدیث: امام زفر کا زمانہ ایسا زمانہ تھا جس میں تدوین حدیث کا سلسلہ

بہت زوروں پر تھا۔ اکثر و بیش تر محدثین کرام علیہم الرحمۃ والرضوان احادیث رسول کے جمع و تدوین میں مصروف

و منہمک تھے۔ امام زفر رضی اللہ عنہ نے بھی علم حدیث کی تحصیل کی طرف رخ فرمایا۔ اور بقول حافظ ذہبی کے اس میں اعلیٰ

مقام، پختگی اور اتقان حاصل کر لیا۔

جن محدثین کرام سے امام زفر نے علم حدیث حاصل کیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) وفیات الأعیان ج: ۳، ص: ۱۱۷

(۱) حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ

(۲) حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ

(۳) حضرت امام محمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ

(۴) حضرت حجاج بن ارطابہ علیہ الرحمۃ

امام زفر اور آپ کے تلامذہ: انسان جب اپنے استاذ سے تحصیل علوم و فنون میں پختگی حاصل کر لیتا ہے اور استاذ کی کامل توجہ اور قلبی دعائیں شامل رہتی ہیں تو ایک دن ایسا ضرور آتا ہے کہ بہت سے بندگان خدا اس کی بارگاہ میں زانوئے تلمذتہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور بہت سے تشنہ کا مان جہاں اپنی علمی تشنگی کی آگ کو بجھانے کے لیے اس طرح کے دریائے علوم و فنون کے سنگھسٹوں پر پہنچنے کو اپنی بقائے حیات کی خاطر لازم و ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی حال کچھ امام زفر رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ پہلے تو اپنے زمانے کے مایہ ناز محدثین اور فقہا کی بارگاہوں میں اکتساب علوم و فنون کے لیے رجوع کرتے رہے اور جب آپ کو علمی میدان میں بلند و بالا مقام حاصل ہو گیا تو دوسرے لوگ آپ کی بارگاہ فیض میں طالب صادق بن کر حاضری دینے لگے چنانچہ ذیل میں چند ان عظیم المرتبہ علمائے محدثین و فقہا کے نام درج کر رہا ہوں جنہوں نے امام زفر کی بارگاہ سے علمی فیضان حاصل کیا ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ (۲) حضرت وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ (۳) حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ

(۴) حضرت محمد بن حسن رضی اللہ عنہ (۵) حضرت شقیق بن ابراہیم رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابو نعیم فضل دین رضی اللہ عنہ

امام زفر کے بارے میں فقہا و محدثین کے اقوال: (۱) ابن حبان کہتے ہیں:

زفر بن الہذیل الکوفی من أصحاب أبي حنيفة، يروي عن يحيى بن سعيد الأنصاري، روى عنه شداد بن حكيم البلخي وأهل الكوفة وكان زفر متقنا حافظا قليل الخطأ. (۱)

[ترجمہ] زفر بن الہذیل کوفی جو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ہیں یحییٰ بن سعید الانصاری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے شداد بن حکیم بلخی اور دیگر اہل کوفہ اور زفر حدیث میں متقن، حافظ اور کم غلطیاں کرنے والے ہیں۔

(۲) حسن بن زیاد کہتے ہیں:

كان زفر وداؤد الطائي متواخين، فأما داؤد فترك الفقه وأقبل على العبادة وأما زفر فجمعها. (۲)

[ترجمہ] زفر اور داؤد طائی مشہور عابد و زاہد تھے دونوں نے ایک دوسرے سے بھائی کا رشتہ قائم کیا تھا۔ داؤد الطائی نے آخر میں فقہ کو ترک کر دیا اور ہمہ تن عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور امام زفر نے فقہ سے شغل رکھا اور عبادت بھی کی۔

(۳) حافظ ابو نعیم اصہبہانی کہتے ہیں:

كنت أعرض الحديث على زفر، فيقول. هذا ناسخ هذا منسوخ، هذا يوخذ به، هذا يرفض. (۳)

(۱) كتاب الثقات: ص ۳۳۹

(۲) سير أعلام النبلا: ج ۸، ص ۴۱

(۳) سير أعلام النبلا: ج ۸، ص ۴۱

[ترجمہ] میں امام زفر پر احادیث پیش کیا کرتا تھا تو وہ فرماتے تھے یہ ناسخ ہے، یہ منسوخ ہے، یہ قابل عمل ہے اور یہ متروک ہے۔

(۴) مشہور محدث امام و کعب کہتے ہیں:

كان زفر شديد الورع، حسن القياس، قليل الكتاب يحفظ ما يكتب. (۱)  
امام زفر انتہائی پرہیزگار، بہترین قیاس کرنے والے، کم لکھنے والے تھے اور جو لکھتے وہ یاد رکھتے تھے۔  
امام زفر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی بارگاہ میں:

امام زفر رضی اللہ عنہ کا شغل شروع شروع میں حدیث کی طرف تھا بعد میں فقہا کی جماعت خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دامن فقہ سے وابستہ ہوئے۔ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں:

امام زفر کے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جانب منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولاً اصحاب حدیث میں سے تھے۔ کوئی مسئلہ پیش آیا جس کے جواب سے وہ اور ان کے ساتھی عاجز تھے تو وہ امام اعظم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، امام اعظم نے مسئلہ کا جواب دے دیا: امام زفر نے عرض کیا: حضور! یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حدیث یہ ہے اور اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔ پھر امام اعظم نے امام زفر سے پوچھا کہ اگر فلاں صورت پیش آتی تو جواب کیا ہوتا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں اس بارے میں پہلے سے بھی زیادہ عاجز تھا، پھر امام اعظم نے خود ہی ارشاد فرمایا: اس میں جواب یہ ہو گا اور جواب کی وجہ یہ ہے۔ پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اور بھی چند دوسرے مسائل پوچھے۔ اور ان مسائل کے جواب اور ان کی وجوہات بھی خود بتائیں۔

امام زفر فرماتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور ان سے وہ مسائل پوچھے جو امام اعظم ابو حنیفہ نے بتائے تھے تو وہ لوگ مجھ سے بھی زیادہ عاجز تھے۔ تو پھر میں نے ان کو مسائل کے جواب اور وجوہات بتائیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ سب تم نے کہاں سے جانا؟ میں نے کہا: ابو حنیفہ سے۔ اس کے بعد محض تین مسائل کی وجہ سے میں اپنی جماعت کا امیر اور سردار ہو گیا۔ (۲)

اس کے بعد امام زفر، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دامن تلمذ سے وابستہ ہو گئے اور کم و بیش بیس سال ان کی خدمت میں رہ کر علم فقہ حاصل کرتے رہے۔

**امام اعظم کی عظمت امام زفر کے دل میں:** امام زفر نے اپنی شادی کے موقع پر اپنی جانب سے خطبہ پیش کرنے کے لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو چنا۔ تو اس وقت ان کے خاندان کے بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ اس موقع پر جب کہ خاندان کے سربر آوردہ اور شرفا لوگ موجود ہیں تم خطبہ کے لیے امام ابو حنیفہ کا انتخاب

(۱) لمحات النظر: ص: ۷

(۲) أخبار أبي حنيفة وأصحابه للصمیری، ص: ۱۱۳

کر رہے ہو؟ اس پر امام زفر نے جو جواب دیا اور اپنے استاذ کی عقیدت مندی اور ارادت مندی کی ایک نایاب مثال پیش فرمائی یقیناً وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔

امام زفر نے معترضین سے فرمایا:

اگر اس وقت میرے والد بھی باحیات ہوتے تو بھی امام ابو حنیفہ کو ہی خطبہ دینے کے لیے کہتے۔<sup>(۱)</sup>  
**تفقہ اور اجتہاد میں امام زفر کا مقام:** امام زفر، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی صحبت بافیض میں رہ کر تفقہ اور اجتہاد میں بہت اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ اور آپ کے اندر اجتہادی صلاحیت اتنی پختہ اور مضبوط ہو گئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو امام المسلمین کے گراں قدر خطاب سے نوازا۔ چنانچہ شادی کے خطبہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذا زفر بن الهذیل امام من أئمة المسلمين وعلم من أعلامهم في شرفه وحسبه وعلمه.<sup>(۲)</sup>

یہ زفر بن الہذیل مسلمانوں کے امام اور اپنے شرف خاندان اور علم کے لحاظ سے ایک قابل قدر شخصیت ہیں۔

**امام زفر کا مقام میدانِ فقہ میں:** علامہ ابن عابدین نے اگرچہ امام زفر رضی اللہ عنہ کو مجتہد فی المذہب کے درجہ میں

شمار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مجتہد مطلق کے درجے پر فائز تھے؛ کیوں کہ مسائل کے قیاس میں ان کی بلند پروازی، دلائل کا انضباط اور فن حدیث میں اتقان، جس کا علامہ ابن حبان نے اعتراف کیا ہے اور انتہائی پرہیزگاری وغیرہ ایسے امور ہیں جنہیں سب جانتے ہیں۔ یہ اور بات ہے امام زفر ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا انتہائی ادب کرتے تھے اور ان کی جانب نسبت کی حفاظت کرتے تھے۔ اور امام ابو حنیفہ کے اپنے ساتھ حسن سلوک کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اصول و فروع دونوں میں امام ابو حنیفہ سے بسا اوقات اختلاف رکھتے تھے جو فقہائے احناف کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

چنانچہ شیخ ابوزہرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر لکھی گئی کتاب میں اس پر بحث کی ہے اور آخر میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ مجتہد مطلق منتسب تھے یعنی اجتہاد مطلق کی تمام شرائط و اوصاف ان میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ لیکن انھوں نے ہمیشہ امام ابو حنیفہ کے اقوال کی نشر و اشاعت اور ان کے مسلک کو عام کرنے کی کوشش کی۔<sup>(۳)</sup>

**وصال:** امام زفر رضی اللہ عنہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آٹھ سالوں تک فقہ حنفی کی خدمت اور

پر زور نشر و اشاعت کرنے کے بعد کم عمری ہی میں مالک حنفی سے جا ملے۔ وفات کے وقت ان کی عمر صرف ۳۸ سال تھی۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا انتقال ۱۵۸ھ میں ہوا۔ لیکن کس ماہ میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ شعبان کے مہینے میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ بصرہ میں مقیم تھے آپ میراث کے سلسلہ میں بصرہ گئے تھے اور وہاں کے لوگ آپ کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ آپ کو وہاں سے واپس نہ آنے دیا۔

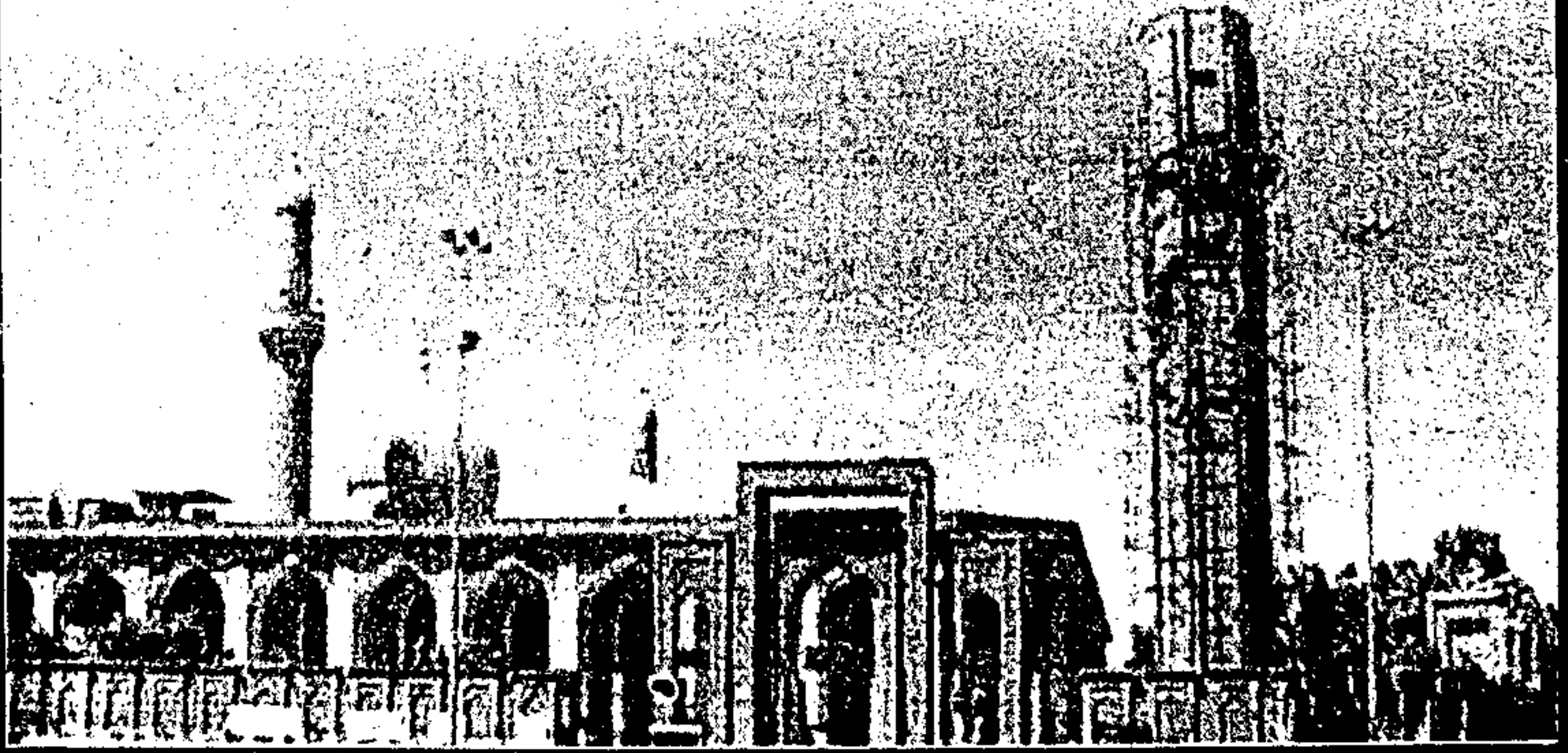
☆☆☆

(۱) أخبار أبو حنیفہ وأصحابہ للصبیری: ص: ۱۰۹

(۲) جواهر المضیة فی طبقات الحنفیة للحافظ عبد القادر القرشی: ج: ۲، ص: ۲۰۷

(۳) حیات امام ابو حنیفہ، مولفہ شیخ ابوزہرہ ترجمہ غلام احمد عزیز: ص: ۲۲۵

باب سوم  
فضائل و کمالات



حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب

امام اعظم کے فضائل و مناقب

امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام

امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت

امام اعظم ابو حنیفہ کا تبحر علمی

مناقبِ امامِ اعظم

امام اعظم کا مناظرانہ کمال

امام اعظم - مناظرے شواہد ذہانت

امام اعظم اور کشف و فراست

سیدنا عبداللہ بن مسعود اور امام اعظم - نسبت و تعلق

مقام امام اعظم اور امام بخاری

امام اعظم اپنے معاصرین کی نظر میں



## حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

خشک مزاج غیر مقلد وہابی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سخت دشمن ہیں۔ ان کی جناب میں بہت بکواس کرتے ہیں، ان کے مسائل پر پھبتیاں کستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ بعض بد نصیبوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تاریخ ولادت ”سنگ“ اور تاریخ وفات ”بوکم جہاں پاک“ لکھی ہے۔ نعوذ باللہ۔ جیسے روافض کے نزدیک صحابہ کبار پر تبرا بہترین عبادت ہے ایسے ہی ان وہابیوں کے نزدیک حضرت امام پر تبرا بہترین مشغلہ، سچ ہے کہ ”وہابی“ اور ”گد“ کے عدد ایک ہیں گد بھی مردار خور ہے وہابی گزرے ہوئے بزرگوں کے تبرائی، غیبت کو قرآن کریم نے مرے بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے وہابی اور گد عدد میں بھی ایک مشغلہ میں بھی یکساں۔ خیال رہے کہ ”وہابی“ کے عدد چوبیس ”چوہے“ کے عدد چوبیس، یہ تینوں ایک ہی جنس کے ہیں۔ وہابی چوہے کی طرح دین کترتے ہیں، گد کی طرح غیبت کر کے مردار کھاتے ہیں مجھے یہ بکواس سن کر صدمہ ہوا دل نے چاہا کہ اس عالی جناب کے کچھ حالت اور مناقب مسلمانوں کو سناؤں، اور بتاؤں کہ حضرت امام کا اسلام میں کیا درجہ و منزلت ہے۔ شاید رب تعالیٰ ان بزرگوں کی مدح خوانی کو میرے لیے کفارہ سیئات بنا دے۔ اور مجھے ان بزرگوں کے غلاموں میں حشر نصیب فرمادے، مسلمان اپنے امام کے مناقب سنیں اور ایمان تازہ کریں۔

### امام اعظم کا نام و نسب:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا نام شریف نعمان بن ثابت بن زوطی ہے۔ حضرت زوطی یعنی امام کے دادا فارسی النسل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے۔ آپ ہی کی محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا، جو حضرت علی مرتضیٰ حیدر رضی اللہ عنہ کرار کا دار الخلافہ تھا، حضرت زوطی اپنے فرزند حضرت ثابت کو جو بچہ تھے حضرت علی کے پاس دعا کے لیے لے گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ثابت کے لیے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی، حضرت امام، حضور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت و بشارت ہیں۔

حضرت ابو حنیفہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی خیرزان قبرستان میں دفن

ہوئے، آپ کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ستر سال عمر شریف ہوئی۔

حضرت امام نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا، جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی، انس بن مالک جو بصری میں تھے، عبد اللہ بن ابی اوفی جو کوفہ میں تھے، سہیل بن سعد ساعدی جو مدینہ منورہ میں تھے۔ ابو طفیل عامر ابن واصلہ جو مکہ معظمہ میں تھے، اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں، مگر یہ قول راجح ہے، امام اعظم حضرت حماد کے شاگرد رشید اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تلمیذ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو سال تک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت نصیب ہوئی۔

حضرت امام کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا، پھر آپ سے قاضی القضاة کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی، آپ نے انکار کیا، اس پر آپ کو قید کر دیا، اور قید میں ہی یہ آفتاب علم و عمل غروب ہو گیا۔

### امام اعظم کے مناقب:

حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام اعظم کے فضائل و مناقب ہماری حد و عدت سے باہر ہیں، حضرت امام حضور ﷺ کا زندہ جاوید معجزہ اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ حیدر کرار کی رضی اللہ عنہ نہ مٹنے والی کرامت ہیں۔ امت مصطفویہ کے چراغ دینی مشکلات کو حل فرمانے والے ہیں، الحمد للہ! اہل سنت احناف بڑے خوش نصیب ہیں ہمارا رسول، رسول اعظم ﷺ ہمارا پیر غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہمارا امام امام اعظم رضی اللہ عنہ۔ عظمت و عزت ہمارے ہی نصیب میں ہے بفضلہ تعالیٰ و کرمہ ہم تبرک کے لیے چند مناقب عرض کرتے ہیں حنفی سنیں اور باغ باغ ہوں۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی، چنانچہ مسلم و بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابو نعیم، شیرازی، طبرانی نے قیس بن ثابت بن عبادہ سے روایت کی:

”لو كان الإيمان عند الثريا لتناوله رجال من أبناء فارس وفي رواية البخاري والمسلم الذي نفسي بيده لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس“

ترجمہ: اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے۔ مسلم بخاری

کی دوسری روایت میں ہے کہ: قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اسے حاصل کر لیتا۔

بتاؤ! فارسی النسل میں اس شان کا، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہوا؟

(۲) علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک مستقل کتاب لکھی جس

کا نام ہے ”خیرات الحسان فی ترجمۃ ابي حنیفة النعمان“ اس میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور ﷺ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں رحیمی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا:

”ترفع زینة الدنيا سنة خمسين ومائة“

ترجمہ: سن ڈیڑھ سو (۱۵۰) میں دنیا کی زینت اٹھائی جاوے گی۔

سن ڈیڑھ سو (۱۵۰) میں حضرت امام اعظم کی وفات شریف ہے، معلوم ہوا کہ امام اعظم دنیاے شریعت کی زینت، شریعت کی رونق، علم و عمل کی زیبائش تھے، امام کردری نے فرمایا، کہ اس حدیث سے حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۳)۔ حضرت امام اعظم دنیاے اسلام میں پہلے وہ عالم دین ہیں جنہوں نے فقہ و اجتہاد کی بنیاد رکھ کر ساری امت رسول پر احسان عظیم فرمایا، باقی تمام ائمہ جیسے امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رضی اللہ عنہم نے اسی بنیاد پر عمارت قائم کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اسلام میں جو اچھا و نیک طریقہ ایجاد کرے اسے اپنا بھی ثواب ملے گا اور تمام عمل کرنے والوں کا بھی۔

(۴)۔ حضرت امام اعظم تمام فقہاء و محدثین کے بلا واسطہ یا بالواسطہ استاذ ہیں، یہ تمام حضرات، امام اعظم کے شاگرد، چنانچہ امام شافعی حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور ان کے شاگرد ہیں، ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا، نیز امام بخاری محدثین کے استاذ ہیں، اور امام بخاری کے بہت استاذ و شیخ حنفی ہیں، گویا آسمان علم کے سورج امام اعظم ہیں باقی علماتارے۔

(۵)۔ امام اعظم علیہ السلام کے بلا واسطہ شاگرد ایک لاکھ سے زیادہ ہیں جن میں سے اکثر مجتہد ہیں جیسے امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام ابن مبارک جو دنیاے علم کے چمکتے ہوئے تارے ہیں، حضرت امام محمد صاحب نے نو سو نوے دینی شاندار کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے چھ کتابیں بڑے پائے کی ہیں جنہیں کتب ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے، اور یہ تمام کتب فقہ کی اصل مانی جاتی ہیں۔

(۶)۔ تمام نبیوں کے سردار چار نبی ہیں، آسمانی صحیفوں کی سردار چار کتب، فرشتوں کے سردار چار فرشتے، صحابہ میں افضل و اعلیٰ چار یار، علمائے مجتہدین میں افضل چار امام۔ پھر ان چار نبیوں میں حضور افضل، چار کتابوں میں قرآن افضل، چار فرشتوں میں حضرت جبریل افضل، چار یار میں ابو بکر صدیق افضل، چار اماموں میں امام اعظم افضل، اسی لیے امام شافعی نے فرمایا کہ: فقہا ابو حنیفہ کی اولاد ہیں، وہ ان سب کے والد۔

(۷)۔ امام اعظم جیسے آسمان علم کے سورج ہیں ویسے ہی میدان عمل کے شہ سوار چنانچہ آپ نے چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پر بھی، چالیس سال ایسے روزے رکھے کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ گھر سے کھانا لائے، باہر طلبہ کو کھلا دیا، گھر والے سمجھے کہ باہر جا کر کھایا، باہر والے سمجھے کہ گھر میں کھا کر تشریف لائے ہمیشہ ماہ رمضان میں اکٹھ

قرآن ختم کرتے تھے ایک قرآن دن میں، ایک رات میں اور ایک سارے مہینہ میں تراویح میں مقتدیوں کے ساتھ اور پچپن حج کیے۔

(۸) - امام اعظم رضی اللہ عنہما کا مزار پر انوار قبول دعا کے لیے اکسیر اعظم ہے چنانچہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں بغداد شریف امام اعظم کے مزار شریف پر حاضر ہوتا ہوں، دو رکعت نفل پڑھ کر امام اعظم کی قبر شریف کی برکت سے دعا کرتا ہوں بہت ہی جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔ امام شافعی جب امام اعظم کے قبر انور پر حاضر ہوتے تو حنفی نماز پڑھتے تھے کہ قنوت نازل نہ پڑھتے تھے کسی نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس قبر والے کا احترام و ادب کرتا ہوں۔ (شامی)

خیال رہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام شافعی بغداد شریف میں امام اعظم رضی اللہ عنہما کے مزار کے ادب میں سنت ترک فرمادیتے تھے، مطلب یہ ہے کہ کوئی امام یا مقلد یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں برحق ہوں، دوسرے ائمہ غلطی پر بلکہ اپنے حق ہونے کا ظن غالب کرتا ہے یہ بھی کہتا ہے کہ شاید دوسرے امام کا قول حق ہو، عقائد میں یقین ہے، اور ائمہ کے اختلافی مسائل میں ہر ایک کو ظن غالب ہے، تو گویا حضرت امام شافعی نے یہاں حاضر ہو کر اس پر عمل کیا جسے امام اعظم سنت سمجھتے ہیں اس میں ایک سنت کا ترک دوسری سنت پر عمل ہے لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

(۹) - امام اعظم رضی اللہ عنہما نے سو بار رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، آخری بار جو دعارب سے پوچھی، اور رب نے جو جواب دیا وہ ردالمحتار میں تفصیل وار درج ہے۔

امت محمدیہ کے بڑے بڑے اولیاء اللہ، غوث و قطب، ابدال، اوتاد حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے دامن سے وابستہ ہیں اور آپ کے مقلد ہیں جس قدر اولیاء مذہب حنفی میں ہیں دوسرے مذہب میں نہیں چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض خراسانی، داؤد بن نصیر بن سلیمان طائی، ابو حامد لفاف، خزردی بلخی، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک ولی، فقیہ، محدث، وکیع بن جراح، شیخ الاسلام ابو بکر بن وراق ترمذی جیسے سرداران اولیاء حنفی ہیں، اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے دامن سے وابستہ ہیں، غرض کہ مذہب حنفی مذہب اولیاء ہے، آج بھی تقریباً سارے اولیاء اللہ حنفی ہی ہیں، فخر پاک و ہند حضرت داتا گنج بخش جویری جن کا آستانہ مرجع خلائق ہے حنفی تھے۔ آپ نے اپنی کتاب ”کشف المحجوب“ میں حضرت امام اعظم کے بڑے فضائل کشف سے بیان فرمائے، اسی طرح تمام چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی مشائخ سب حنفی ہیں۔

(۱۰) - حضرت امام اعظم کا مذہب حنفی عالم میں اتنا شائع ہوا، اتنا پھیلا کہ جہاں اسلام ہے وہاں مذہب حنفی ہے اکثر مسلمان حنفی ہیں۔ حرین طیبین میں اکثر حنفی بلکہ دنیا بے اسلام کے بعض خطے ایسے بھی ہیں جہاں صرف حنفی

مذہب ہی ہے دوسرے مذہب کو عوام جانتے بھی نہیں، جیسے بلخ، بخارا، کابل، قندھار اور تقریباً سارا ہندوستان اور پاکستان کہ یہاں شافعی، حنبلی، مالکی دیکھنے میں نہیں آتے کچھ غیر مقلد وہابی جو کہیں کے نہیں وہ دیکھے جاتے ہیں مگر یہ مٹھی بھر جماعت ایسی گم ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونے کی طرح ہے اس مقبولیت عامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم مقبول بارگاہ الہی ہیں اور مذہب حنفی عند اللہ محبوب ہے۔

(۱۱)۔ امام اعظم کے مخالفین نے بھی امام اعظم کے فضائل و مناقب میں بہت عظیم الشان کتابیں لکھیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان فی ترجمہ ابي حنیفة النعمان لکھی اور سبط بن جوزی نے ”کتاب الانتصار لامام أئمة الأمصار“ دو جلدوں میں لکھی، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے ”تبیيض الصحیفة فی مناقب ابي حنیفة“ لکھی، علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی نے ”تنویر الصحیفة فی ترجمہ ابي حنیفة“ تحریر فرمائی جس میں ابن عبداللہ کا قول نقل فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے امام ابو حنیفہ جیسا عالم، فقیہ متقی، بہترین نہ دیکھا

غرض کہ امت مرحومہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و کمال کے گواہ ہیں۔ اگر مٹھی بھر وہابی ان کی شان میں بکواس کریں تو کیا اعتبار، اگر چمگاڈ سورج کو برا کہے تو سورج سیاہ نہیں ہو جاتا، جیسے آج روافض حضرات صحابہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہابی غیر مقلد حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔

(۱۲)۔ تمام ائمہ مجتہدین میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ حضور ﷺ سے نہایت قریب ہے۔ کہ آپ کی ولادت پاک ۸۰ ہجری میں ہے آپ تابعی ہیں، آپ نے چار صحابہ سے ملاقات و روایت کی جنہوں نے آپ کی تابعیت کا انکار کیا محض تعصب سے کیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی جیسے صحابی امام اعظم کے زمانہ میں کوفہ میں ہوں، اور حضرت امام ان سے نہ ملیں، آج بزرگوں سے ملنے دنیا کھنچی آتی ہے۔ تو صحابہ کی شان کا کیا پوچھنا، بہر حال آپ تابعی ہیں اور آپ کو صحیح حدیثیں حضور سے ملیں، خیر القرون میں ہوئے۔

## چاروں اماموں کی ولادت، وفات، عمر، مزار:

خیال رہے کہ...

امام اعظم علیہ السلام کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہے وفات ۱۵۰ ہجری میں عمر شریف ۷۰ سال، مزار شریف بغداد میں  
امام مالک کی ولادت ۹۰ ہجری میں وفات ۱۷۹ ہجری میں، عمر شریف ۸۹ سال، مزار شریف مدینہ منورہ میں  
امام شافعی کی ولادت شریف ۱۵۰ ہجری میں، وفات ۲۰۴ ہجری، عمر شریف ۵۴ سال  
آپ امام اعظم کی وفات کے دن پیدا ہوئے۔

امام احمد بن حنبل کی ولادت شریف ۱۶۴ ہجری میں وفات ۲۴۱ ہجری میں، عمر شریف ۷۷ سال۔

(۱۳) - حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل بیت نبوت سے خاص فیوض و برکات حاصل کئے، جو دوسرے ائمہ کو حاصل نہ ہوئے، کیوں کہ امام اعظم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مجلس پاک میں دو سال حاضر رہے خود فرماتے ہیں: "لولا السنن لهلك النعمان" اگر وہ دو سال نہ ملتے تو نعمان یعنی میں ہلاک ہو جاتا۔

(۱۴) - حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق کے مظہر اتم ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق حضور پروردگار ﷺ کے خلیفہ اول ہیں، اور امام اعظم حضور کی امت کے مجتہد اول، صدیق اکبر، جامع قرآن ہیں، امام اعظم جامع مسائل فقہیہ اور قواعد دینیہ، ہیں حضرت صدیق اکبر نے حضور کے بعد پہلے عدل و انصاف کے قوانین خلافت رکھی، امام اعظم نے اجتہاد اور تفقہ کی بنیاد رکھی، ابو بکر صدیق نے امت مصطفوی کی بروقت مدد و اعانت کی کہ انہیں اختلاف سے بچالیا، شیرازہ بکھرنے نہ دیا، امام اعظم نے مسلمانوں کی اتنی بڑی مدد کی کہ انہیں کفر و الحاد زندقہ کی آندھیوں سے بچالیا، آج ان کے اجتہاد علمی کی برکت سے امت مسلمہ کفار و مرتدین کے فتنوں سے محفوظ ہے۔

(۱۵) - جیسے حضور غوث اعظم تمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں کہ سب کی گردن پر حضور غوث پاک کا قدم ہے آپ طریقت کے امام اول ہیں، کسی نے کیا خوب کہا: ع

غوث اعظم در میان اولیا چوں جناب مصطفیٰ در انبیا

ایسے ہی امام اعظم تمام علماء کے سردار ہیں کہ تمام علماء شریعت آپ کے زیر سایہ ہیں اسی لیے طریقت کے امام اول کا لقب غوث اعظم ہوا، اور شریعت کے امام اول کا لقب امام اعظم بغداد شریف مجمع بحرین ہے کہ دونوں امام وہاں آرام فرما ہیں۔ ☆☆☆

## امام اعظم کے فضائل و مناقب

مولانا سید محمد مہتاب عالم اشرفی جامعی، امام و خطیب: نور محمدی جامع مسجد، نارکل ڈانگا، راجا بازار، کولکاتا

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر تقریباً تیرہ صدی کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کے احوال و کوائف اور فضائل و مناقب پر لکھنے کا سلسلہ برابر جاری ہے جو امام اعظم کی عظیم ترین مقبولیت پر غماز ہے۔ میرا اپنا ذاتی تجزیہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ اور خلفائے اربعہ کے بعد امام اعظم پر جتنا لکھا گیا ہے شاید ہی کسی اور پر لکھا گیا ہو۔ امام اعظم کی کثرتِ فضیلت نے اگر بہتوں کو ان کا مدح خواں بنا دیا تھا تو بعض حضرات کے وہ محسوس مطعون بھی رہے۔ اگر بہت سے لوگوں نے ان کی شان میں قصیدے اور ان کے مناقب میں مستقل رسالے تحریر کیے تو بعضوں نے ان کی تخریج و تنقیص بھی کی۔ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلبی جو گیارہویں صدی ہجری کے عظیم مؤرخ گزرنے ہیں اور جنہوں نے مختلف علوم و فنون اور بہت سی اسلامی شخصیات و تصانیف کا ایک انڈیکس تیار کیا ہے جو اہل علم کے درمیان ”کشف الظنون عن آسامی الکتب والفنون“ کے نام سے مشہور و متداول ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر بیس سے زائد کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ہم ذیل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات اور ان کے فضائل و مناقب پر مستقل و غیر مستقل کتابوں کی ایک مختصر فہرست نقل کر رہے ہیں جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب سے اسلامی دنیا میں تاریخ رجال اور اسمائے رجال پر کتابیں لکھنے کا رواج ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی زمانہ اور کوئی عہد ایسا نہیں گزرا جس میں امام پر کتابیں نہ لکھی گئی ہوں۔

فہرست ملاحظہ کریں:

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	مصنف کا سن وفات
۱.	مناقب النعمان	ابوالعباس احمد بن صلت	۳۰۸ھ
۲.	عقود المرجان	علامہ احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ھ
۳.	قلائد عقود الدرر والعقیان	ابوالقاسم بن عبدالعلیم الیمینی	---
۴.	الروضۃ العالیۃ المنسیۃ	---	---

۵	کشف الآثار الشریفہ	عبداللہ بن محمد الحارثی	۳۳۰ھ
۶	مناقب النعمان	شیخ محمد بن احمد المعروف بالشمعی	۳۵۷ھ
۷	الانتقاء فی مناقب الثلاثة الائمتہ الفقہاء	یوسف بن عبداللہ بن عبدالبرہاکی	۳۶۳ھ
۸	تاریخ بغداد	احمد بن علی خطیب بغدادی	۳۶۳ھ
۹	مناقب النعمان	شیخ ابو عبداللہ الصمیری	۳۷۶ھ
۱۰	مناقب النعمان	امام ظہیر الدین مرغینانی	۵۰۶ھ
۱۱	شقائق النعمان فی مناقب النعمان	جار اللہ ز مخشری	۵۳۸ھ
۱۲	المواہب الشریفہ	ابو الحسن علی بن ابی القاسم بہقی	۵۶۵ھ
۱۳	مناقب النعمان	موفق الدین بن احمد کی	۵۶۸ھ
۱۴	الکامل فی التاریخ	عزالدین بن اثیر جزری	۶۳۰ھ
۱۵	تہذیب الاسماء واللغات	یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ
۱۶	وفیات الاعیان	احمد بن محمد بن خلکان برکی	۶۸۱ھ
۱۷	تہذیب الکمال	یوسف بن عبدالرحمن جمال الدین مزنی	۷۲۲ھ
۱۸	مناقب الائمتہ الاربعہ	محمد بن احمد بن عبدالہادی حنبلی	۷۲۲ھ
۱۹	مناقب الامام ابی حنیفہ	محمد بن احمد بن عثمان الذہبی	۷۲۸ھ
۲۰	تذکرۃ الحفاظ	محمد بن احمد الذہبی	۷۲۸ھ
۲۱	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۲۸ھ
۲۲	العبر فی خبر من غیر	محمد بن احمد الذہبی	۷۲۸ھ
۲۳	الوفائی بالوفیات	خلیل بن ایبک الصفدی	۷۶۲ھ
۲۴	مرآة الجنان	عبداللہ بن اسعد یافعی	۷۶۸ھ
۲۵	البدایۃ والنہایۃ	اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی	۷۷۲ھ
۲۶	البتان فی مناقب النعمان	عبدالقادرا بن ابی الوفاء القرشی	۷۷۵ھ
۲۷	مناقب النعمان	محمد بن محمد الکردی	۸۲۷ھ
۲۸	تہذیب التہذیب	احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۲۹	النجوم الزاہرہ	یوسف بن تغری بن عبداللہ الظاہری النخعی	۸۷۲ھ
۳۰	تبیین الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ	جلال الدین بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱ھ



۳۱	عقود الجمان فی مناقب الامام	شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی ۵۹۴۲ھ
۳۲	الخیرات الحسان	احمد بن حجر ہیتمی مکی ۵۹۷۲ھ
۳۳	شذرات الذهب	عبدالحی بن احمد بن محمد بن عماد حنبلی ۱۰۸۹ھ
۳۴	تانیب الخطیب	زاہد بن حسن کوشری ۱۳۱۱ھ
۳۵	تحفة السلطان فی مناقب النعمان ابن کاس	-
۳۶	مناقب النعمان	عبداللہ بن محمد بن احمد
۳۷	ابو حنیفہ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام - عبدالحلیم الجندی	جدید راسٹر
۳۸	ابو حنیفہ بین الجرح والتعدیل	شاکر زبیب فیاض
۳۹	ابو حنیفہ واصحابہ	حبیب احمد کیرانوی
۴۰	ابو حنیفہ حیاتہ وعصرہ وآرائہ الفقہیہ - ابو زہرہ مصری	جدید راسٹر
۴۱	ابو حنیفہ النعمان	وہبی سلیمان غاوجی
۴۲	المطالب المنسیفۃ فی الذب عن الامام ابی حنیفہ - سید مصطفیٰ نور الدین حسینی - جدید راسٹر	جدید راسٹر
۴۳	حیۃ الامام ابو حنیفہ	السید عقیفی

ایک عربی شاعر کہتا ہے: "لا یعرف ذا الفضل من الناس الاذووه" (اہل فضل کو فضل والے ہی جانتے ہیں) اور آج کل عربی میں یہ مثل کہی جاتی ہے: "الفضل ماشہدت بہ الأعلام" "فضیلت وہ ہے جس کی گواہی اکابر زمانہ اور روسائے فن نے دیں۔ میں نے اپنے اس مقالے میں امام کے فضائل و مناقب پر اپنی طرف سے ایک جملہ نہیں لکھا ہے بلکہ ہر زمانہ کے اکابر روزگار اور صاحبان علم و فضل نے امام کی شان میں جو کچھ کہا اور لکھا انہیں میں نے مستند کتابوں کے حوالے سے نقل کر دیا ہے۔

**حریت نسب:** امام اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد کہتے ہیں:

"نحن من أبناء فارس الأحرار ولد جدي النعمان سنة ثمانين وذهب جدي ثابت إلى علي و هو صغير فدعاه بالبركة فيه وفي ذريته" (۱)

ہم ابنائے فارس کے آزاد لوگوں میں ہیں، میرے دادا نعمان (امام ابو حنیفہ) ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور میرے پردادا بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے حق میں اور ان کی ذریت کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔

**حسن صورت و معنی:** فضل بن وکین کہتے ہیں:

(۱) الثقات للعجلی: ۱/ ۴۵۰

”ابو حنیفہ حسین و جمیل، خوبصورت داڑھی اور اچھی ہیئت و لباس والے تھے“ (۱)

ابو یوسف کہتے ہیں:

”ابو حنیفہ میانہ قد، حسین صورت، فصیح و بلیغ اور شیریں زبان رکھتے تھے اور اپنے مافی الضمیر کو انتہائی صفائی کے ساتھ واضح فرماتے تھے“ (۲)

**شرف تلمذ:** امام ابو حنیفہ کو تین واسطوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہونے اور علم نبوت میں ان کے امین و جانشین ہونے کا شرف حاصل ہے۔  
ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں:

ابو حنیفہ نے حماد سے علم حاصل کیا اور حماد نے ابراہیم سے، وہ علقمہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ (۳)

ذہبی لکھتے ہیں:

فأفقه أهل الكوفة علي وابن مسعود وأفقه أصحابها علقمة وأفقه أصحابه إبراهيم وأفقه أصحاب إبراهيم حماد وأفقه أصحاب حماد أبو حنيفة (۴)

اہل کوفہ میں سب سے زیادہ علم نبوت کا درک و بصیرت رکھنے والے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں، ان کے شاگردوں میں علقمہ، ان کے شاگردوں میں ابراہیم نخعی، ان کے شاگردوں میں حماد اور ان کے شاگردوں میں ابو حنیفہ ہیں۔

**عبادت و ریاضت:** ابو یوسف کہتے ہیں:

ایک شخص نے امام اعظم کے سامنے کسی سے کہا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں جو پوری رات سوتے نہیں ہے۔ امام اعظم نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ میرے بارے میں ایسی بات نہ کہو جو میں نہیں کرتا اس کے بعد آپ پوری رات بیدار رہنے لگے۔ (۵)

حماد کہتے ہیں:

جب میرے والد (امام اعظم ابو حنیفہ) کا انتقال ہوا تو حسن بن عمارہ نے انہیں غسل دینے کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی بخشش کرے کہ آپ تیس سال تک اکثر و بیش تر روزے سے رہا کرتے

(۱) مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ للذہبی: ۱۵

(۲) تاریخ الاسلام للذہبی: ۳/۹۹۰

(۳) الارشاد فی معرفة علماء الحدیث: ۲/۷۰۷

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۵/۵۳۱

(۵) تہذیب التہذیب: ۵/۶۳۰

اور چالیس سال تک آپ نے رات میں اپنے ہاتھ کو بھی تکیہ نہیں بنایا۔<sup>(۱)</sup>  
حفص بن عبدالرحمن کہتے ہیں:

ابو حنیفہ پرتیس سال اس حال میں گزرے کہ وہ پوری رات بیدار رہتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن پاک پڑھ جاتے۔<sup>(۲)</sup>

اسد بن عمرو کہتے ہیں:

ابو حنیفہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے۔ عام طور پر وہ تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے، ان کے گریہ وزاری کو سن کر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا۔ جس جگہ ان کا وصال ہوا وہاں انھوں نے سات ہزار کلام مجید ختم کیے تھے۔<sup>(۳)</sup>

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر زہد و پارسائی والا کسی کو نہیں پایا حالانکہ انھیں دڑوں اور مال و دولت سے آزمایا گیا۔<sup>(۴)</sup>

ابوعاصم نبیل کہتے ہیں:

”کان أبو حنیفۃ یسمی الوتد لکثرة صلاته“

ابو حنیفہ کو کثرت نماز کی وجہ سے وتد یعنی میخ کہا جاتا تھا۔<sup>(۵)</sup>

خدا کا ڈر: یزید بن کیت کہتے ہیں:

ابو حنیفہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شدید خوف تھا، ایک رات امام نے عشا کی نماز میں سورہ ”اذ لزلت الارض“ پڑھی، ابو حنیفہ جماعت میں تھے، جب لوگ نماز ختم کر کے جا چکے تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہ فکر میں ڈوبے ہیں، سانس تیز تیز چل رہی ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو، چنانچہ قندیل روشن چھوڑ کر میں چلا آیا، اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوع فجر کے وقت جب میں مسجد آیا تو دیکھا کہ ابو حنیفہ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں:

”یامن یجزی بمثقال ذرة خیر خیرا، ویامن یجزی بمثقال ذرة شر شررا أجر النعمان عبدك“

(۱) تہذیب التہذیب: ۶۳۰/۵

(۲) تاریخ بغداد: ۳۵۴/۱۳

(۳) تہذیب الکمال: ۱۱۲/۱۹

(۴) تہذیب الکمال: ۱۱۳/۱۹

(۵) تاریخ الاسلام: ۹۹۰/۳

من النار وما يقرب منها من سوء وأدخله في سعة رحمتك“

ترجمہ: اے ذرہ برابر نیکی کا بدلہ نیکی سے دینے والے! اے ذرہ برابر بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے! اپنے بندے نعمان کو جہنم کی آگ سے، اس کے قریب کرنے والی برائی سے بچائے رکھ اور اسے اپنی وسیع رحمت میں داخل کر۔<sup>(۱)</sup>

**یزید بن کبیر کی بیان ہے:** ایک شخص نے امام اعظم سے کہا: ”اتق الله“ اللہ کا خوف کیجیے، یہ سن کر امام کا چہرہ زرد پڑ گیا، سانس پھولنے لگی، سر نیچے کر لیا اور فرمایا ”جزاك الله خيرا ما أحوج الناس كل وقت إلى من يقول لهم مثل هذا“. اللہ تعالیٰ تجھے جزاے خیر عطا کرے، قسم خدا کی لوگوں کو ہر وقت ایسے شخص کی ضرورت ہے جو انہیں اس طرح کی باتوں کے ذریعہ تشبیہ کرتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

**کم گوئی: شریک نغی کہتے ہیں:**

”كان أبو حنيفة - رحمه الله - طويل الصمت دائم الفكر قليل المجادلة للناس“<sup>(۳)</sup>

ابو حنیفہ بڑے چپ چاپ رہنے والے، ہمیشہ فکر میں ڈوبے ہوئے اور لوگوں سے بہت کم بات چیت والے تھے۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں:

”أقمت على أبي حنيفة خمس سنين فما رأيت أطول صمتا منه فإذا سئل عن الفقه تفتح وسال كالوادي“<sup>(۴)</sup>

میں نے ابو حنیفہ کے پاس پانچ برس قیام کیا، میں نے ان سے زیادہ خاموش نہیں پایا، البتہ جب ان سے کوئی شرعی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ وادی کی طرح بہ پڑتے۔

**خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک:** ابو یوسف کہتے ہیں:

”كان أبو حنيفة لا يكاد يسأل حاجة إلا قضاها.“

ابو حنیفہ سے جب بھی کچھ مانگا گیا انہوں نے ضرور پورا کیا۔<sup>(۵)</sup>

قیس بن ربیع کہتے ہیں:

”كان كثير الصلة والبر لكل من لجأ إليه كثير الإفضال على إخوانه“<sup>(۶)</sup>

(۱) تاریخ بغداد: ۱۵/۴۸۷

(۲) تاریخ الاسلام للذہبی: ۳/۹۹۰

(۳) الانتقاء في فضائل الثلاثة الاثمة الفقهاء: ۱/۱۳۱

(۴) الوافی بالوفیات: ۲۷/۸۹

(۵) تہذیب الاسماء واللغات: ۲/۲۲۲

(۶) تاریخ بغداد: ۱۵/۴۸۷

ابو حنیفہ ہر اس شخص کے ساتھ بہت زیادہ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے جو ان کے پاس اپنی ضرورت لے جاتا اور وہ اپنے ساتھیوں پر بڑے مہربان تھے۔  
دکیج کہتے ہیں:

جب ابو حنیفہ بال بچوں کے لیے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر مشائخِ علما کے لیے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو پہلے اپنی خوراک کی مقدار سے دو گنا نکال کر کسی محتاج کو دیدیتے۔<sup>(۱)</sup>

**علما کی خدمت:** قیس بن ربیع کہتے ہیں:

ابو حنیفہ مال تجارت بغداد بھیجتے اور اس کے بدلے سامان تجارت منگوا کر کوفہ میں فروخت کرتے اور سالانہ منافع جمع کر کے شیوخِ محدثین کے لیے ضرورت کی چیزیں مثلاً لباس و خوراک وغیرہ خریدتے اور جو روپے بچ جاتے وہ جملہ سامان کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کر دیتے اور کہتے:

”أنفقوا في حوائجكم ولا تحمدوا إلا الله فإني ما أعطيتكم من مالي شيئا ولكن من فضل الله علي فيكم وهذه أرباح بضائعكم فإنه هو والله مما يجريه الله لكم على يدي فما في رزق الله حول لغيره.“<sup>(۲)</sup>

**مشتبہات سے پرہیز:** عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: ”مارأيت أحدا أروع من أبي حنيفة“

ابو حنیفہ سے بڑھ کر مشتبہات سے بچنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔<sup>(۳)</sup>

کی بن ابراہیم کہتے ہیں:

”جالست الكوفيين فمارأيت منهم أروع من أبي حنيفة“

باشندگانِ کوفہ کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا رہا ہے میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر مشتبہات سے بچنے والا کسی کو نہیں

دیکھا۔<sup>(۴)</sup>

امامِ اعظم کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمن تجارت میں آپ کے شریک تھے، ایک بار کپڑے کے ایک تھان میں کوئی عیب تھا، امام نے انھیں تاکید کی کہ جب یہ تھان بیچنا تو اس کا عیب بتا دینا مگر حفص تھان بیچتے وقت عیب بتانا بھول گئے اور انھیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا ہے، امام کو جب معلوم ہوا تو سارے

(۱) تاریخ بغداد: ۱۵/۴۸۷

(۲) تاریخ بغداد: ۱۵/۵۸۷

(۳) تاریخ بغداد: ۱۵/۵۸۷

(۴) تاریخ بغداد: ۱۵/۵۸۷

تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔<sup>(۱)</sup>

**شرفِ تابعیت:** ائمہ اربعہ میں یہ شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ آپ تابعیت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

ابن تیمیہ کے ایک قریبی شاگرد ابن عبد البہادی لکھتے ہیں:

فأول هؤلاء الأئمة المذكورين وأقربهم زمنا إلى سيد المرسلين الإمام أبو حنيفة ..... أدرك جماعة من أصحاب النبي ﷺ ورأي أنس بن مالك خادم رسول الله ﷺ وصاحبه غير مرة لما قدم عليهم الكوفة.<sup>(۲)</sup>

مذکورہ بالا ائمہ میں سب سے پہلے اور عہد رسالت مآب ﷺ سے سب سے زیادہ قریب امام ابو حنیفہ ہیں، انھوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا خاص کر خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو ان کے دیدار سے بارہا مشرف ہوئے۔

ابن تیمیہ کے ایک اور شاگرد ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں:

”لأنه أدرك عصر الصحابه ورأي أنس بن مالك قيل وغيره وذكر بعضهم أنه روى عن سبعة من الصحابه فالله اعلم“

آپ نے صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ کہا گیا ہے کہ دیگر صحابہ کرام کی بھی زیارت نصیب ہوئی بلکہ بعض حضرات نے سات صحابہ کرام سے روایت کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔<sup>(۳)</sup> ڈاکٹر علی عبدالباسط مزید لکھتے ہیں:

وقد صرح برويته لأنس وكونه تابعيا على المختار جمع عظيم من المحدثين وأهل الأخبار ذكر منهم ابن سعد والذهبي وابن حجر والعراقي والسيوطي، والمزي و الخطيب البغدادي، وابن الجوزي، وابن عبد البر، والسمعاني، والنووي، وعبد الغني المقدسي، والجزري، والعيني وغيرهم من الأئمة والحفاظ.<sup>(۴)</sup>

محدثین و مورخین کی ایک کثیر تعداد نے امام کے تابعی ہونے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہونے کی صراحت کی ہے، ابن سعد، ذہبی، ابن حجر عسقلانی، زین الدین عراقی، جلال الدین سیوطی، جمال

(۱) تاریخ بغداد: ۱۵/۵۸۷

(۲) مناقب الأئمة الأربعة: ۵۸

(۳) البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۱۰/۱۱۴

(۴) منهاج المحدثین فی القرن الاول الهجری: ۱/۲۲۸

الدین مزی، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابن عبدالبر، عبدالکریم سمعانی، شرف الدین نووی، عبدالغنی مقدسی، ابن اثیر جزری اور بدر الدین عینی وغیرہ ائمہ و حفاظ حدیث نے ان کے تابعی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

**امام اعظم اپنے شیوخ کی نظر میں:** علمائے بیان کیا ہے کہ امام کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد حد شمار سے باہر ہے بلکہ بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد کا ذکر کیا ہے جن میں سے مشہور عطاء بن ابی رباح، حماد بن سلیمان، سلیمان بن مہران اعمش، شعبہ بن حجاج اور مسعر بن کدام جیسی عظیم علمی شخصیت کے حامل لوگ آپ کے اساتذہ میں ہیں، امام نے اپنے شیوخ میں سب سے زیادہ حماد بن ابی سلیمان سے استفادہ کیا اور تقریباً ۱۸ سال ان کی ملازمت و معیت میں رہے۔ ایک مرتبہ حماد کے بیٹے اسماعیل نے پوچھا: ابا جان! آپ جب سفر پہ ہوتے ہیں تو سب سے زیادہ کسے دیکھنے کا شوق ہوتا ہے؟ جواب دیا: ”الی ابی حنیفہ ولو أمکنی لأرفع طرفی عنه فعلت“۔ ابو حنیفہ کو دیکھنے کا، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی ان کے چہرے سے اپنی نگاہ نہ ہٹاتا۔<sup>(۱)</sup>

شیخ حماد کہا کرتے تھے:

”لا یجلس فی صدر الحلقة بحدائی غیر ابی حنیفہ“

میرے روبرو ابو حنیفہ کے علاوہ کوئی اور نہ بیٹھے۔<sup>(۲)</sup>

حارث بن عبدالرحمن کہتے ہیں:

کنانکون عند عطاء بعضنا خلف بعض فإذا جاء أبو حنیفہ أوسع له وأدناه.<sup>(۳)</sup>

ہم لوگ عطاء بن ابی رباح کے حلقہ درس میں صف بہ صف بیٹھے ہوتے اور جب ابو حنیفہ آتے تو عطا ان کے لیے جگہ کشادہ کرتے اور انہیں اپنے قریب بٹھاتے۔

عبید اللہ بن عمر کہتے ہیں:

میں اعمش کے حلقہ درس میں موجود تھا، ایک شخص نے ان سے سوال کیا جس کے بارے میں وہ غور و خوض کرنے لگے، پھر ابو حنیفہ کی طرف دیکھا اور کہا: ”یا نعمان قل فیہا“ نعمان تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے مسئلہ بتا دیا۔ اعمش نے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملا؟ امام نے جواب دیا کہ آپ نے جو حدیث بیان کی اسی سے۔ اس پر اعمش نے کہا: ”نحن الصیادلہ وأنتم الأطباء“ ہم لوگ دو فروخت کرنے والے ہیں اور تم لوگ بیماری پکڑنے والے اور اس کا علاج کرنے والے ہو۔<sup>(۴)</sup>

(۱) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۴

(۲) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۲۶

(۳) تجرید الاسماء والکنی: ۱/۱۶۵

(۴) جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۱۰۳۰

عبدالوارث کہتے ہیں:

”کنا عند شعبة بن الحجاج، فقيل له: مات أبو حنيفة فقال، شعبة: لقد ذهب معه فقه الكوفة تفضل الله علينا وعليه برحمته“

ہم لوگ شعبہ بن حجاج کے پاس تھے، جب انھیں ابو حنیفہ کے وصال کی خبر دی گئی تو فوراً انھوں نے کہا افسوس! ان کے ساتھ کوفہ کی فقہت رخصت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل فرما کر ہم پر اور ان پر فضل فرمائے۔<sup>(۱)</sup>

یحییٰ بن معین کہتے ہیں:

”ما سمعت أحد أضعفه هذا شعبة الحجاج يكتب إليه أن يحدث ويأمره وشعبة شعبة.“<sup>(۲)</sup> میں نے کسی کے بارے میں نہیں سنا کہ انھوں نے امام کو حدیث میں ضعیف قرار دیا ہو۔ یہ شعبہ ہیں جنھوں نے امام کو حدیث بیان کرنے کا حکم لکھ کر دیا اور شعبہ بالآخر شعبہ ہیں۔

مسعر بن کدام کہتے ہیں:

”ما أحسد أحدًا بالكوفة إلا رجلين أبا حنيفة في فقهه والحسن بن صالح في زهده“

مجھے کوفہ میں دو لوگوں پر بڑا رشک آتا تھا، فقہ میں ابو حنیفہ پر اور زہد میں حسن بن صالح پر۔<sup>(۳)</sup>

**معاصرین و اقران کی نظر میں:** معاصرین و اقران سے مراد ہماری یہ ہے کہ امام کے اساتذہ اور شیوخ کے

علاوہ جو امام کے ہم زمانہ ہیں خواہ وہ عمر میں امام سے بڑے رہے ہوں یا چھوٹے یا ہم عمر، انھوں نے امام سے اپنا سلسلہ تلمذ قائم کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: ”ما مقلت عيني مثل أبي حنيفة“ میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا نہ دیکھا۔<sup>(۴)</sup>

ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں:

”ما رأيت أروع ولا أفقه من أبي حنيفة“

ابو حنیفہ سے زیادہ مشتبہات سے بچنے والا اور حدیث کا درک و بصیرت رکھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔<sup>(۵)</sup>

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن معن سے کہا گیا:

”أنت ابن عبد الله بن مسعود ترضى أن تكون من غلمان أبي حنيفة فقال ماجلس“

(۱) الانتقاء: ۱/۱۲۶

(۲) الانتقاء: ۱/۱۲۷

(۳) تهذيب الاسماء واللغات: ۲/۲۱۹

(۴) تهذيب الاسماء واللغات: ۲/۲۱۹

(۵) تهذيب الاسماء واللغات: ۲/۲۲۰



الناس إلى أحد أنفع مجالسة من أبي حنيفة.

آپ عبداللہ بن مسعود کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ہونا کیسے گوارا کر لیا؟ انھوں نے جواب دیا لوگوں کے لیے ابو حنیفہ کے حلقہ درس سے زیادہ نفع بخش اور کوئی درس گاہ نہیں ہے۔ مکی بن ابراہیم کہتے ہیں: "کان أعلم الأرض" ابو حنیفہ روئے زمین پر سب سے بڑے عالم تھے۔<sup>(۱)</sup> سفیان ثوری کہتے ہیں:

"کان أبو حنيفة أفتح أهل الأرض"

ابو حنیفہ روئے زمین پر سب سے زیادہ درک و بصیرت والے تھے۔<sup>(۲)</sup> وکیع کہتے ہیں:

"ما لقيت أفتح من أبي حنيفة ولا أحسن صلاة منه"

ابو حنیفہ سے زیادہ درک و بصیرت رکھنے والا اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا میں نے نہیں پایا۔<sup>(۳)</sup> عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

"لولا ان الله أعانني بأبي حنيفة وسفيان الثوري لكنت كسائر الناس"<sup>(۴)</sup>

اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔ عبداللہ بن داؤد خربی کہتے ہیں:

"ينبغي للناس أن يدعوا في صلاتهم لأبي حنيفة لحفظه الفقه والسنن"<sup>(۵)</sup>

لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابو حنیفہ کے لیے دعا کریں کہ انھوں نے ان کے لیے حدیث و فقہ کو محفوظ کر دیا۔

اسرائیل بن یونس کہتے ہیں:

"كان نعم الرجل النعمان ما كان أحفظه لكل حديث فيه فقه"<sup>(۶)</sup>

امام ابو حنیفہ کیا ہی خوب مرد تھے انھیں ہر وہ حدیث اچھی طرح یاد تھی جس میں کوئی شرعی مسئلہ ہوتا۔

(۱) الانتقاء: ۱/ ۱۳۴

(۲) البداية والنهاية: ۱۰/ ۱۰۷

(۳) تهذيب الاسماء واللغات: ۲/ ۲۲۰

(۴) البداية والنهاية: ۱۰/ ۱۰۷

(۵) البداية والنهاية: ۱۰/ ۱۰۷

(۶) صفائح اللجين، ص: ۴۳، ۴۴

فضیل بن عیاض کہتے ہیں:

كان أبو حنيفة فقيها معروفا بالفقه، مشهورا بالورع، وسيع المال معروفا بالأفضال على من يطيق، صبورا على تعليم العلم بالليل والنهار، كثير الصنت، قليل الكلام حتى ترد مسألة في حلال أو حرام وكان يحسن يدل على الحق هاربا من السلطان<sup>(۱)</sup>

ابو حنیفہ فقہ میں معروف، ورع میں مشہور، بہت مال والے، ضرورت مند پر خرچ کرنے والے، رات و دن علم سکھانے پر معمور، انتہائی خاموش اور اس وقت تک نہ بولتے جب تک حلال و حرام کی کوئی بات نہ آجاتی، وہ حق پر بہترین رہ نمائی کرنے والے اور بادشاہ سے بہت زیادہ بچنے والے تھے۔  
حسن بن صالح کہتے ہیں:

”كان النعمان بن ثابت فهما عالما مثبتا في علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لم يعده إلى غيره“<sup>(۲)</sup>

نعمان بن ثابت سمجھ بوجھ والے، علم والے، علم میں بڑے محتاط اور غور و خوض والے، جب ان کے نزدیک کسی حدیث کا صحیح ہونا ثابت ہو جاتا تو پھر وہ کسی اور طرف رجوع نہ فرماتے۔  
روح بن عباد فرماتے ہیں:

”كنت عند ابن جريج سنة خمسين ومائة فقبل: له مات أبو حنيفة فقال رحمه الله قد ذهب معه علم كثير“

میں سن ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس تھا، ان تک ابو حنیفہ کے وصال کی خبر پہنچی، انھوں نے کہا اللہ ان پر رحم کرے ان کے ساتھ بہت سا علم چلا گیا۔

**امام اپنے بعد والوں کی نظر میں:**

امام شافعی کہتے ہیں:

”من أردا الفقه فهو عيال على أبي حنيفة“  
جو شخص فقہ کا طالب علم ہے وہ ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔<sup>(۳)</sup>  
یحییٰ بن سعید قطان کہتے ہیں:

(۱) تہذیب الاسماء والملفات: ۲/ ۲۱۹

(۲) الانتقاء: ۱/ ۱۲۸

(۳) الانتقاء: ۱/ ۱۳۶

”لانكذب الله! ما سمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة وقد اخذنا بأكثر أقواله“<sup>(۱)</sup>  
ہم جھوٹ نہیں بولتے، بخدا، ہم نے ابو حنیفہ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے بہت سے اقوال سے استفادہ کیا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں:

”أبو حنيفة عندنا من أهل الصدق ولم يتهم بالكذب“

ابو حنیفہ ہمارے (محدثین) نزدیک ثقہ اور صدوق ہیں، ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔<sup>(۲)</sup>  
یحییٰ بن معین ہی کہتے ہیں:

”ما رأيت مثل وكيع وكان يفتي برأي أبي حنيفة“

میں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا، وہ فتویٰ ابو حنیفہ کے مذہب پر دیتے تھے۔<sup>(۳)</sup>  
وہی کہتے ہیں:

”العلماء أربعة الثوري وأبو حنيفة ومالك والأوزاعي“

علماء تو صرف چار ہیں سفیان ثوری، ابو حنیفہ، مالک اور اوزاعی۔<sup>(۴)</sup>  
ابھی کا قول ہے:

”أبو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث إلا بما يحفظه ولا بما لا يحفظ“<sup>(۵)</sup>

ابو حنیفہ ثقہ تھے وہ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے جو محفوظ ہوتی غیر محفوظ حدیث بیان نہ کرتے۔  
عباس بن محمد دوری کہتے ہیں:

”سمعت يحيى بن معين يقول: أصحابنا يفرطون في أبي حنيفة وأصحابه فقليل له: أكان

أبو حنيفة يكذب فقال: كان انبل من ذلك“

میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب حدیث ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں افراط کے شکار ہیں، ان سے پوچھا گیا، کیا ابو حنیفہ کذب بیانی سے کام لیتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: کہاں جھوٹ اور کہاں

(۱) البداية والنهاية: ۱۱۴/۱۰

(۲) تاريخ ابن معين: ۷۹/۱

(۳) الانتقاء: ۱۳۶/۱

(۴) البداية والنهاية: ۱۲۴/۱۰

(۵) تهذيب التهذيب: ۴۵۰/۱۰

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

”وقد أثنى عليه جماعة من العلماء ولعلنا إن وجدنا نشطة نجمع من فضائله وفضائل مالك والشافعي والثوري والأوزاعي رحمهم الله كتابا املنا جمعه قديما في أخبار أئمة الأمصار إن شاء الله تعالى“ (۲)

علماء کی ایک جماعت نے ابو حنیفہ کی ستائش کی ہے، شاید ہمیں موقع ملے تو میں ایک کتاب ابو حنیفہ، مالک، شافعی سفیان ثوری اور اوزاعی کے فضائل و مناقب میں جمع کریں۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”الذين رووا عن أبي حنيفة ووثقوه وأثنوا عليه أكثر من الذين تكلموا فيه“ (۳)

جن حضرات نے امام سے حدیث روایت کی اور انہیں ثقہ قرار دیا ان کی تعداد ان لوگوں سے زیادہ ہے جنہوں نے امام کے بارے میں کلام کیا ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں:

”وصلى عليه ببغداد ست مرات لكثرة الزحام“ (۴)

کثرت ازدحام کے باعث شہر بغداد میں امام کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی۔

امام اعظم کے چند شاخو انوں کے اسمائے گرامی: ابن عبدالبر جو پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ

و محدث ہیں، جن کے نوکِ قلم سے التہمید، الاستذکار اور جامع العلوم والحکم، جیسی گراں بہا تصانیف عالم وجود میں آئیں، انہوں نے اپنی کتاب مستطاب ”الانتقاء في مناقب الثلاثة الأئمة“ میں امام کے چالیس شاخو انوں کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

- |                              |                       |
|------------------------------|-----------------------|
| (۱) عبدالحمید بن یحییٰ جمانی | (۳) معمر بن راشد      |
| (۲) نصر بن محمد              | (۴) یونس بن ابی اسحاق |
| (۵) اسرائیل بن یونس          | (۶) زفر بن ہذیل       |
| (۷) عثمان بن                 | (۸) جریر بن عبدالحمید |

(۱) جامع البیان و فضله: ۱۰۸۱/۲

(۲) جامع البیان و فضله: ۱۰۸۰/۲

(۳) جامع بیان العلم و فضله: ۱۰۸۲/۲

(۴) البدایة و النہایة: ۱۰۸/۲

- |                             |                        |
|-----------------------------|------------------------|
| (۹) حفص بن مسلم             | (۱۰) امام بو یوسف      |
| (۱۱) سلم بن سالم            | (۱۲) یحییٰ بن آدم      |
| (۱۳) یزید بن ہارون          | (۱۴) ابن ابی رزمہ      |
| (۱۵) سعید بن سالم           | (۱۶) شداو بن حکیم      |
| (۱۷) خارجہ بن مصعب          | (۱۸) خلف بن ایوب       |
| (۱۹) ابو عبد الرحمن المقرئ  | (۲۰) محمد بن سائب کلبی |
| (۲۱) حسن بن عمارہ           | (۲۲) فضل بن ذکین       |
| (۲۳) حکم بن ہشام            | (۲۴) یزید بن زریع      |
| (۲۵) عبد اللہ بن داؤد خریبی | (۲۶) محمد بن فضیل      |
| (۲۷) زکریا بن ابی زائدہ     | (۲۸) یحییٰ بن زکریا    |
| (۲۹) زائدہ قدامہ            | (۳۰) یحییٰ بن معین     |
| (۳۱) مالک بن مغول           | (۳۲) ابو بکر بن عیاش   |
| (۳۳) ابو خلد الاحمر         | (۳۴) قیس بن ربیع       |
| (۳۵) ابو عاصم النبیل        | (۳۶) عبد اللہ بن موسیٰ |
| (۳۷) محمد بن جابر اصمعی     | (۳۸) شقیق بلخی         |
| (۳۹) علی بن عاصم            | (۴۰) یحییٰ بن نصر۔     |

”الإكمال تهذيب الكمال“ کے مصنف علاء الدین مغلطائی نے ان کے علاوہ اور بھی حضرات کا نام

لیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- |                              |                             |
|------------------------------|-----------------------------|
| (۴۱) حماد بن ابی سلیمان      | (۴۲) فضیل بن عیاض           |
| (۴۳) ایوب بن ابی تمیمہ       | (۴۴) سلیمان بن مہران الاعمش |
| (۴۵) سفیان بن سعید الثوری    | (۴۶) قاسم بن معن مسعودی     |
| (۴۷) عبد الملک بن عبد العزیز | (۴۸) اوزاعی                 |
| (۴۹) یزید بن ہارون           | (۵۰) خالد طحان              |
| (۵۱) یحییٰ بن سعید القطان    | (۵۲) حکم بن ہشام الثقفی     |
| (۵۳) حسن بن محمد لیشی        | (۵۴) سفیان بن عیینہ۔        |

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

”وأخبار أبي حنيفة رضي الله عنه لا يحتملها هذا التاريخ فإني قد أفردت أخباره في جزئين.“<sup>(۱)</sup>  
حضرت ابو حنیفہ کے حالات تاریخ کی یہ کتاب نہیں سمیٹ سکتی اس لیے میں نے الگ سے ان کے حالات پر دو حصوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

”ومناقب الإمام أبي حنيفة كثيرة جدا فرضى الله تعالى عنه وأسكنه الفردوس. أمين.“<sup>(۲)</sup>  
امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں اللہ ان سے راضی ہو اور جنت الفردوس ان کا ٹھکانہ بنائے۔ (آمین)  
ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم. ☆☆☆

(۱) تاریخ الاسلام: ۳۱۳/۹

(۲) تہذیب التہذیب: ۴۵۰/۱۰

## امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام

مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی، مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ، صدر بازار، باسنی، ناگور شریف (راجستھان)

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہما (۸۰ھ - ۱۵۰ھ) صرف جلیل القدر فقیہ اور عظیم الشان محدث ہی نہ تھے بلکہ فقہاء و محدثین کے امام اور شیخ الشیوخ تھے آپ کی محدثانہ عظمت و رفعت، فقیہانہ جلالت و وقعت سے چشم پوشی اور صرف نظر کوتاہ بینی ہے، آج تک ملت اسلامیہ کی اکثریت جس عظیم فقیہ و محدث کی مقلد و پیروکار ہے اسی کے علم حدیث اور فہم حدیث پر انگشت نمائی قابل تشویش بات ہے، جس امام حدیث نے فقہ مدون کر کے اپنی عمر عزیز کا مکمل حصہ فروغ حدیث، اشاعت حدیث اور ترویج حدیث میں صرف فرمایا اسی کے مقام حدیث و فقہ کو آج کل کم خواندہ اور ناخواندہ حضرات اپنی خود ساختہ دانشوری کے نشے میں اپنے عقلی پیمانے سے ناپنے کی نازیبا کوشش کر رہے ہیں اور بزعم خویش یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم نے بڑی دور کی کوڑی ماری ہے، افسوس ہے ایسی سوچ و فکر پر جو ملت اسلامیہ میں انتشار و افتراق کا باعث ہو اور جس سے فقہاء و محدثین کی توہین و گستاخی کا دروازہ کھلے۔

آج جو غیر مقلدین ائمہ اربعہ کی فقاہت اور محدثانہ عظمت و رفعت کو ناپنے بیٹھے ہیں کیا ان کا علم و ادراک اس قابل ہے کہ کتاب و سنت کی باریکیوں اور علمی گہرائیوں کو اسی طرح سمجھ لے جس طرح ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سمجھا؟ کیا بلا واسطہ ائمہ اربعہ کسی بھی چیز کی حلت و حرمت کا حکم قرآن و حدیث سے نکال سکتے ہیں؟ اگر واقعی وہ علم و تحقیق، فہم و شعور کی اس بلند چوٹی پر فائز ہیں تو ایسے حضرات کے لیے ہمارا مفید مشورہ ہے کہ ذرا آپ کسی ایک ایسے مسئلے کی نشاندہی کیجیے جس کا ائمہ اربعہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں کوئی حل پیش نہ کیا ہو؟

ہمارا یہ سوال ہر اس شخص سے ہے جو [حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ ثلاثہ (حضرت امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) کے علم فقہ و حدیث کو] اردو کی چند کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو ماضی کے فقہاء و محدثین سے بڑا فقیہ اور محدث سمجھتا ہے اور اپنے علم و فہم، تحقیق و مطالعہ کو نہ صرف اپنے حق میں بلکہ کل امت مسلمہ کے واسطے قابل عمل جانتا ہے۔ ان ظاہر بینوں کو جب کسی مسئلہ میں بطور دلیل کوئی حدیث نظر نہیں آتی تو یہیں چہکتے ہیں کہ یہ

مسئلہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، محترم! دعویٰ کرنا بڑا آسان ہے مگر دلیل پیش کرنا بڑا مشکل ہے۔ اکابر واجلہ فقہا و محدثین تو ”لم آر“ ”لم آجد“ پر اقتصار کرتے ہیں، یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ اور انہیں اپنے مطالعہ پر اس قدر اعتماد کلی حاصل ہے کہ فوراً کہہ اٹھے: امام ابو حنیفہ نے ہر جگہ قیاس ہی سے کام لیا، اگر چشم بینا ہو تو محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام کا یہ قول مبارک پڑھیے اور ہوش کے ناخن لیجیے، لکھتے ہیں: ”لعل قصور نظرنا اخفاہما عنا“ امید کہ ہماری نظر کے قصور نے انہیں چھپالیا۔

حدیث ”اختلاف امتی رحمة“ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلا الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ دے سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ ان بعض علما کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ:

”لعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم تصل إلینا.“

شاید وہ حافظان حدیث کی ان بعض کتابوں میں روایت کی گئی ہو جو ہم تک نہ پہنچیں۔<sup>(۱)</sup>

جلیل القدر محدثین بآں جلالت علم و شان یہ فرمائیں اور ان کو اپنی حدیث دانی پر اتنا ناز کہ ائمہ اربعہ کے علم فقہ و حدیث کو چیلنج دے۔ العیاذ باللہ! اور ان کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یوں ہی معاذ اللہ باطل و غیر ثابت ٹھہرائیں۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”ان حضرات (غیر مقلدین) کا داب نکلے ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں، پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء و مشائخ کی تو کیا گنتی حضرات عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یوں ہی معاذ اللہ باطل و غیر ثابت بتاتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا، ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ ”کے آمدی و کے پیر شدی“ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ ”لم آر ولم آجد“ پر اقتصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی۔ نہ کہ تمہاری طرح عدم و جدان کو عدم و وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔“<sup>(۲)</sup>

جن ائمہ کرام اور مجتہدین عظام کی شان جلالت آج تک مسلم، چودہ صدیاں گزر گئیں کوئی ان کا ہم پلہ پیدا نہ ہوا مگر آج یہ غیر مقلد فرقہ فریبی اہل حدیث حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ و محدث بلکہ

(۱) صفائح اللجین، ص: ۴۳، ۴۲

(۲) صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین، ص: ۳۶، ۳۵



اصحاب صحاح ستہ کے شیخ و استاذ کی شان میں جو گستاخیاں اور بے ادبیاں کر رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔  
 آج کی اس مجلس و نشست میں راقم السطور نے اپنے عنوان ”امام اعظم کا محدثانہ مقام“ پر کچھ اپنے انداز میں  
 خامہ فرسائی کرتے ہوئے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم حدیث و فقہ  
 میں جو مقام و منصب ہے آج تک ایسا کوئی فقیہ و محدث پیدا نہیں ہوا، بلکہ خود حضرت امام شافعی قدس سرہ مدون  
 مذہب شافعی نے آپ کی فقاہت کا اعتراف اس طور پر فرمایا ہے: فقہ میں سب ابو حنیفہ کی اولاد ہیں۔ یعنی جتنے فقہا بھی  
 آج تک بلکہ قیامت تک پیدا ہوں گے وہ سب کے سب ابو حنیفہ کے خوشہ چیں اور فیض یافتہ ہوں گے اور کسی بھی  
 واسطہ و ذریعہ سے ان کی فقاہت کی خیرات تقسیم کرتے رہیں گے۔

مقالہ کا عنوان بڑا تفصیل طلب تھا مگر وقت کی تنگی ہمیشہ دامن گیر رہی اس لیے یہ چند صفحات ذوق طبع کے  
 لیے حاضر ہیں بغور مطالعہ کریں اور اپنے امام کی شان دو بالا سے اذہان و قلوب روشن کریں۔

## مولد مسکن :

امام الفقہاء والمحدثین، سرانجام الامۃ، کاشف الغمۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منعم  
 حقیقی جل مجدہ نے اپنی شان فیاضی سے بے مثال فہم و ذکاوت، استعداد و صلاحیت، علمی و فنی کمالات، فصاحت و  
 بلاغت، اور زبان و بیان کی اعلیٰ خوبیوں سے نوازا تھا صحیح قول کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت (۸۰ھ) میں ہوئی،  
 جیسا کہ آپ خود بیان کرتے ہیں:

”قال أبو حنیفہ: ولدت سنة ثمانین و حججت مع أبي سنة ست و تسعين وأنا ابن ست عشرة  
 سنة، فلما دخلت المسجد الحرام ورأيت حلقة عظيمة، فقلت لأبي حلقة من هذه؟ فقال: حلقة  
 عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي صاحب النبي ﷺ فتقدمت فسمعتة يقول: سمعت رسول الله  
 ﷺ يقول: من تفقه في دين الله كفاة الله تعالى مهمته ورزقه من حيث لا يحتسب“ (۱)

ترجمہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں (۸۰ھ) میں پیدا ہوا، اور اپنے والد کے ساتھ  
 (۹۲ھ) میں نے حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی، جب میں مسجد حرام میں گیا تو بہت سے لوگوں کو حلقہ بنا  
 ئے بیٹھے ہوئے دیکھا، میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا یہ کس بزرگ کا حلقہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: یہ حلقہ حضور اقدس  
 ﷺ کے صحابی حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کا ہے تو میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے  
 رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا علم حاصل کیا تو اللہ  
 تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کو گمان بھی نہ ہوگا۔

(۱) مسند امام اعظم، ص: ۳۶

آپ کی ولادت جس عہد زریں میں ہوئی اس عہد مبارک میں کوفہ شہر کے گوشے گوشے میں اصحاب حدیث وفقہ تشنگان علوم کی تشنه لبی بجھاتے ہوئے ان کے دامن مراد کو گوہر آبدار سے بھر رہے تھے وہ محدثین عظام مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ علم و فضل کا آفتاب و ماہتاب تصور کیا جاتا تھا، گویا کوفہ کا ہر گھر علم و انوار کی تجلیات سے منور تھا۔ حضرت شارح بخاری قدس سرہ لکھتے ہیں: ”اس شہر مبارک میں ایک ہزار صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور بیعت رضوان کے شرکاتھے آکر آباد ہوئے، جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشائیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے۔“ (۱)

### شیوخ و اساتذہ علم الحدیث:

وہ کوفہ جس کا کوچہ کوچہ علم و عرفان کے انوار سے جگمگاہا تھا جہاں کا ہر گھر رقعہ نور بن کر ایک دار الحدیث و الفقہ و التفسیر کا نقشہ پیش کرتا ہو، اور ہزاروں طالبان علوم نبوت اپنی پیاس بجھانے کے لیے جس کا رخ کرتے ہوں، حقیقت تو یہ ہے کہ کوفہ شہر کو مرکز علم و فن ہونے کا جو شرف و امتیاز حاصل ہوا یہ سب اصحاب رسول ﷺ کی جلوہ افروزی کا صدقہ و نتیجہ تھا۔ اور یہی شہر ہمارے امام حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مولد و مسکن تھا جس کی وجہ سے یقیناً آپ کو بے شمار اجلہ و اکابر محدثین و فقہا سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دور عباسی کے خلیفہ دوم ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ آپ نے کس شخص سے علم الحدیث حاصل کیا؟ تو آپ نے فرمایا:

”عن أصحاب عمر - رضی اللہ عنہ - عن عمر - رضی اللہ عنہ - وعن أصحاب علی - رضی اللہ عنہ - عن علی - رضی اللہ عنہ - وعن اصحاب عبد اللہ - رضی اللہ عنہ - عن عبد اللہ - رضی اللہ عنہ - وما کان فی وقت ابن عباس - رضی اللہ عنہ - علی وجه الأرض أعلم منه، قال: لقد استوثقت لنفسك“ (۲)

ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگردوں کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے ذریعہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا، جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی بڑا عالم نہیں تھا۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے کہا: بے شک آپ نے اپنے علم کو پختہ کر لیا۔ اکابر تابعین سے علم الحدیث و الفقہ حاصل کرنے کو خود آپ نے بھی بیان فرمایا ہے جب امام عبد اللہ بن داؤد نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کن کن اکابر ائمہ سے شرف تلمذ حاصل ہے؟ تو فرمایا:

(۱) نزہة القاری: ۱/۱۱۱

(۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۴. دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان ابو حنیفہ حیاتیہ و عصرہ ص: ۵۹

”القاسم وسالما وطاؤسا وعكرمة ومكحولاً وعبدالله بن دينار والحسن البصري وعمرو بن دينار و ابا الزبير وعطاء وقتادة و ابراهيم والشعبي ونافعا وامثالهم.“<sup>(۱)</sup>  
حضرت قاسم، سالم، طاؤس، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابو زبیر، عطاء، قتادہ، ابراہیم، شعبی، نافع، اور ان جیسے دوسرے بزرگوں سے۔

ان دونوں روایتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم نے علم حدیث کن نفوس قدسیہ سے حاصل کیا۔ اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی دوراے نہیں کہ اکابر محدثین کرام میں آپ ہی کی وہ منفرد شخصیت ہے جن کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد علم حدیث میں بھی دیگر محدثین کے اساتذہ و شیوخ سے زیادہ ہے، جو چار ہزار کے قریب ہے۔ ”ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ“

(۱) امام سیف الائمہ ساجلی فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور و معروف ہے:

”إِنَّ أبا حنيفة تلمذَ عند أربعة آلاف من شيوخ أئمة التابعين“<sup>(۲)</sup>

یعنی بے شک حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار (۴۰۰۰) ائمہ تابعین سے شرف تلمذ کیا۔

(۲) حضرت امام ابن حجر کی شافعی لکھتے ہیں:

”امام صاحب کے اساتذہ بہت ہیں جن کے لیے یہ مختصر کسی طرح گنجائش نہیں رکھتا، حضرت ابو حفص کبیر نے چار ہزار اساتذہ ذکر کیے ہیں۔ اور دوسروں نے کہا: صرف تابعین میں آپ کے اساتذہ چار ہزار ہیں، تو غیر تابعین کا کون خیال کر سکتا ہے کہ کتنے ہوں گے۔“<sup>(۳)</sup>

(۳) امام ابو عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر نے حضرت امام ابو حنیفہ اور امام شافعی قدس سرہما کے تلامذہ کا آپس

میں ایک مناقشہ ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

”فَجُعِلَ أصحاب الشافعي يفضلون الشافعي على أبي حنيفة ، فقال : أبو عبد الله بن

أبي حفص : عدوا مشايخ الشافعي كم هم ؟ فيعدوا فبلغوا ثمانين ، ثم عدوا مشايخ أبي حنيفة من

العلماء والتابعين فبلغوا أربعة آلاف ، فقال : أبو عبد الله هذا من أدنى فضائل أبي حنيفة“<sup>(۴)</sup>

ترجمہ: حضرت سیدنا امام شافعی کے بعض شاگرد آپ کو امام اعظم پر فضیلت دینے لگے تو حضرت ابو عبد اللہ بن

ابی حفص (حقی) نے شوافع حضرات سے کہا: تم امام شافعی کے اساتذہ گن کر بتاؤ وہ کتنے ہیں؟ تو انھوں نے گنا تو آپ

(۱) مسند الامام الاعظم ص: ۳۱۱ للحصكفي

(۲) جامع المسانيد: ۱/۳۲

(۳) الخيرات الحسان، ص: ۵۶ اردو

(۴) مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ: ۱/۳۸۰

کے کل اساتذہ اسی (۸۰) ہوئے۔ پھر احناف نے حضرت امام اعظم کے اساتذہ و شیوخ (علماء تابعین) کو شمار کیا تو آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی، اس پر حضرت ابو عبد اللہ بن ابی حفص قدس سرہ نے فرمایا: یہ حضرت امام اعظم کی (امام شافعی اور دیگر ائمہ) پر ادنیٰ فضیلت ہے۔

یہ بھی بتادوں کہ دیگر محدثین عظام کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد دو سو (۲۰۰) سے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) تک پہنچتی ہے، اس حیثیت سے بھی تمام ائمہ حدیث میں امام اعظم منفرد مقام پر فائز نظر آتے ہیں اور یہ ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) اساتذہ بھی صرف حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ عنہ کے ہیں جو انتہا ہے، کسی اور محدث کے نہیں۔

اس تفصیل و تحقیق کے بعد آپ غور کر سکتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ علم الحدیث کی کس بلند چوٹی پر فائز ہیں اس کے بعد بھی آپ کے مخالفین و معاندین اور حاسدین زمانہ (غیر مقلدین) کا یہ دعویٰ کہ امام اعظم علم حدیث میں غیر ثقہ اور کمزور تھے کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ انصاف و دیانت داری سے آپ کے شیوخ و اساتذہ پر ہی ایک نظر ڈالی جائے کہ علم الحدیث میں ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ اگر حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنے ہر استاذ سے صرف ایک حدیث ہی لیتے ہیں جب بھی چار ہزار احادیث آپ کے علمی ذخیرہ میں آتی ہیں، جب کہ یہ بات تو بعید از قیاس ہے کہ آپ نے ان مبارک اصحاب سے احادیث کے سوا کسی اور علم کی تحصیل کی ہو، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سیدنا امام اعظم کے پاس احادیث رسول ﷺ کا مستند ذخیرہ تھا۔

اتنی تفصیل کے بعد کوئی شخص ہٹ دھرمی کرے اور عیب جوئی میں پھنسا رہے اس کے واسطے حضرت امام ابن حجر کی شافعی قدس سرہ کی یہ نصیحت کافی اور مناسب سمجھتا ہوں، آپ لکھتے ہیں:

”جو شخص صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے فضائل کے بعد فضائل امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی کو پڑھے اور اس کا اہتمام رکھے اور ان کے اچھے طریقے، ستھری خصلتوں پر واقف ہو تو اس کے لیے یہ ستھرا کام ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی محبت سے نفع بخشے، اور جو شخص ان کے متعلق ان امور کے سوا یاد نہ رکھے جو ان کے حاسدوں نے حسد اور بے ہودہ بکواس کے طور پر کہے وہ شخص محروم التوفیق ہے، عیب کرنے والا اور کج راہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو ان لوگوں سے بنائے جو بات سنتے ہیں، پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔“ (۱)

امام اعظم کے چند شیوخ و اساتذہ کے اسما تحریر کیے جاتے ہیں: ”حضرت عطاء، نافع، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، عدی بن ثابت، سلمہ بن کہیل، ابو جعفر، محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابواسحاق“ (۲)

ابریم بن محمد، اسماعیل بن عبد الملک، ابو ہند حارث بن عبدالرحمن، حماد بن ابی سلیمان، خالد بن علقمہ، ربیعہ

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۴۵، اردو

(۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۵۹

بن عبد الرحمن، طاؤس بن کیسان، عبد اللہ بن دینار، امام زہری، زیاد بن علاقہ، سعید بن مسروق، سماک بن حرب، مقداد بن عبد الرحمن، شیبان بن عبد الرحمن، عکرمہ، علقمہ بن رشید، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ۔<sup>(۱)</sup>

محدثین کرام میں صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ و شیوخ کے اسمائے گرامی مؤرخین نے اپنی اپنی تحقیق و تفتیش کی بنا پر تلاش کر کے تحریر کیے ہیں، ہم ذیل میں حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیوخ کی تعداد مختلف کتب ائمہ سے درج کرتے ہیں:

(۱) خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) نے امام اعظم کے پندرہ (۱۵) شیوخ کے نام لکھے ہیں جن سے آپ نے سماع کیا۔<sup>(۲)</sup>

(۲) امام ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے امام اعظم کے سولہ (۱۶) شیوخ حدیث کے نام لکھے ہیں۔<sup>(۳)</sup>

(۳) عظیم نقاد محدث امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے امام اعظم کے چالیس (۴۰) شیوخ حدیث کے نام لکھے ہیں۔<sup>(۴)</sup>

(۴) امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے امام اعظم کے چوتتر (۴۴) شیوخ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔<sup>(۵)</sup>

(۵) امام مزنی (متوفی ۷۴۲ھ) نے امام اعظم کے پچھتر (۷۵) شیوخ حدیث کے نام درج کیے ہیں۔<sup>(۶)</sup>

(۶) امام ابن بزار کردری (متوفی ۸۲۷ھ) نے امام اعظم کے ایک سو اکیانوے (۱۹۱) شیوخ حدیث کے نام رقم کیے ہیں۔<sup>(۷)</sup>

(۷) امام موفق بن احمد المکی (متوفی ۵۶۸ھ) نے امام اعظم کے دو سو انتالیس (۲۳۹) شیوخ حدیث کے نام رقم کیے ہیں۔<sup>(۸)</sup>

(۸) امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی شافعی (متوفی ۹۴۲ھ) نے امام اعظم کے تین سو چھ (۳۰۶) شیوخ

(۱) محدثین عظام ص: ۵۴

(۲) تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۵

(۳) تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۰۱، رقم: ۹۹۴

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۶/۵۳۰، رقم: ۹۹۴

(۵) تبيين الصحيفه بمناقب ابی حنیفہ ص: ۳۹ . ۶۵

(۶) تہذیب الکمال: ۲۹/۴۱۸ . ۴۲۰

(۷) مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ: ۱/۷۰ . ۸۸

(۸) مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ: ۱/۳۹ . ۵۳

حدیث کے اسما حروف تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

حضرت سیدنا امام اعظم نہ صرف خود تابعی تھے بلکہ آپ کے اکثر شیوخ و اساتذہ تابعین عظام تھے جس کی تصریح حضرت امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمائی ہے آپ لکھتے ہیں:

”لا یروی حدیثاً إلا عن خيار التابعین العدول الثقات ، الذین ہم من خیر القرون بشهادة رسول اللہ ﷺ كالأسود ، وعلقمة ، وعطاء ، وعكرمة ، ومجاهد ، ومكحول ، والحسن البصري وأضرابهم - رضی اللہ تعالیٰ عنہم - فكل الرواة الذین ہم بینہ و بین رسول اللہ ﷺ عُدُوٌّ ، ثِقَاتٌ ، أَغْلَامٌ ، لیس فیہم کذَابٌ ، وَلَا مُتَمِّمٌ بِکَذِبٍ“<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ، ثقات ، عدول ، اور خيار تابعین کے سوا کسی سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کرتے ، یہ تابعین وہی ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ کی زبان اقدس سے خیر القرون شمار کیا گیا ، جیسے حضرت اسود ، علقمہ ، عطاء ، عکرمہ ، مجاہد ، مکحول ، حسن بصری اور ان جیسے دوسرے اکابر تابعین رضی اللہ عنہم ۔ پس حضور اقدس ﷺ اور ان کے درمیان سارے رواة ، عادل ، ثقات ، اور نہایت بلند پایہ اور بہترین اوصاف کے حامل تھے ، ان میں کوئی بھی کذاب اور متہم بالکذب نہیں تھا۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”کونے میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو، ابوالحسان شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ تراویح وہ مشائخ ہیں جو کونے کے ساکن تھے یا کونے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی، اور یہ تو کوئی بھی ”تہذیب الاسماء“ ”تذکرۃ الحفاظ“ وغیرہ کا مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ امام صاحب نے کونے کے ایسے انتہائی محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے، حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث میں امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں، سفیان ثوری نے انھیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی ۱۶۰ھ میں وصال ہوا، جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا: آج علم حدیث مر گیا، امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا غائبانہ ان کی ذہانت و نکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے، ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا: جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں“ یحییٰ ابن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے

(۱) عقود الجمان ص ۶۳ . ۸۷ ، بحوالہ امام ابو حنیفہ امام الائمہ فی الحدیث : ۱ / ۵۷۷ ، ۵۷۶ ، دہلی ۲۰۱۰ء

(۲) المیزان الشریعة الکبریٰ : ۱ / ۶۸ ، بحوالہ امام الائمہ فی الحدیث : ۱ / ۵۹

انہیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی، شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔“ (۱)

حضرت شارح بخاری مزید لکھتے ہیں:

”حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما بھی ہیں ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں امام باقر نے امام اعظم سے کہا وہ تمہیں ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو، امام اعظم نے عرض کیا معاذ اللہ! حدیث کون رد کر سکتا ہے، حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں، اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت، عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا، عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دو نا حصہ دینے کا حکم کرتا۔ پھر عرض کیا نماز افضل ہے کہ روزہ؟ ارشاد فرمایا: نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے۔ اس پر حضرت امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض فرمایا۔“ (۲)

### حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کے ارشادات:

حضرت امام بخاری و امام مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے۔“ (۳)

اور فرمایا: ”امام ابو حنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں، وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہیں ہوئے۔“ (۴)

حضرت امام ابو داؤد صاحب سنن نے فرمایا: ”امام ابو حنیفہ امام شریعت تھے۔“ (۵)

حضرت علامہ ابن حجر مکی شافعی نے تحریر فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: امام ابو حنیفہ حدیث وفقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق ہیں۔“ (۱)

حضرت امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: امام اعظم کی نسبت تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے، اور فرمایا: ابو حنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو، خدا کی قسم ابو حنیفہ علم حاصل

(۱) نزہة القاری: ۱۲۰/۱

(۲) نزہة القاری: ۱۲۳/۱، ۱۲۴

(۳) تہذیب التہذیب: ۵۰/۱۰

(۴) تذکرة الحفاظ: ۱۵۴/۱

(۵) ایضاً

(۶) الخیرات الحسان، ص: ۱۳

کرنے میں بہت سخت تھے وہی کہتے تھے جو حضور ﷺ سے ثابت ہے، احادیث ناسخ و منسوخ کے بہت ماہر تھے، معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش لیا کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

حفص بن غیاث نے کہا: ”امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں“ ابو علقمہ نے بیان کیا: میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثوں کو امام اعظم ابو حنیفہ پر پیش کیا تو انھوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا، اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہیں سنادیں۔<sup>(۲)</sup>

حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ وہ اجلہ ائمہ محدثین ہیں جن کو درمیان سے نکال دیں یا ان کو دروغ گو کہہ دیں تو پھر صحاح ستہ ہی ختم ہو جائے انھوں نے حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا کیا کہا وہ سن چکے، انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ان سب کو ثقہ، معتمد، متدین ہی نہیں حدیث میں امام مانتے ہیں تو جس طرح روایت احادیث میں صدوق تسلیم کر چکے ان کو ان کے ان اقوال میں بھی صدوق تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔<sup>(۳)</sup>

### امام اعظم کے تلامذہ حدیث:

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ حدیث کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و عیاں ہو جائے کہ جس امام کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ علم حدیث میں کمزور اور غیر ثقہ تھے، ان کی در سگاہ سے کتنے حضرات مستفیض و مستنیر ہوئے اور انھوں نے کس طرح علم حدیث کو فروغ بخشا جب ان کے جلیل القدر تلامذہ علم حدیث اس مقام پر فائز ہیں تو ظاہر ہے کہ خود شیخ کا رتبہ کتنا بلند و بالا ہوگا اگر اس حقیقت سے کوئی انکار کرتا ہے تو وہ ضرور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عالمی شہرت سے خوف زدہ ہے۔ اس کے بعد ہم ”مسانید امام اعظم“ کا ذکر کریں گے۔

۱۔ امام الجرح والتعديل حضرت علامہ امام ذہبی (متوفی: ۴۸۰ھ) لکھتے ہیں:

”روى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون“<sup>(۴)</sup>

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ سے اتنے محدثین اور فقہاء نے روایت کیا ہے جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ حضرت حافظ عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی لکھتے ہیں:

”روى عن أبي حنيفة ونقل مذهبه نحو من أربعة آلاف“<sup>(۵)</sup>

(۱) نزہة القاری: ۱/۱۲۶

(۲) ایضاً ص: ۱۲۷

(۳) نزہة القاری: ۱/۱۲۷

(۴) مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبہ: ۱۱، ۱۲۔ بحوالہ تذکرہ مسانید امام اعظم ص: ۲۱

(۵) الجواهر المضية فی طبقات الحنیفہ ص: ۴



ترجمہ: تقریباً چار ہزار افراد نے حضرت امام ابو حنیفہ سے روایت کیا اور فقہ حنفی کو نقل کیا۔

۳۔ حضرت امام ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں:

علمائے کہا ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کا احاطہ مشکل ہے ان کا ضبط تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں۔<sup>(۱)</sup>

۴۔ حضرت امام ابن عبد البر نے آپ کے چند تلامذہ حدیث کے اسما اس طرح تحریر کیے ہیں:

”سفیان بن ثوری، عبد اللہ بن مبارک، حماد بن زید، ہشیم بن بشیر، وکیع بن جراح، عباد بن عوام، جعفر بن عون، جریر بن حازم، مسلم بن خالد، ابو معاویہ، ابو عبد الرحمن مقبری، یزید بن ہارون، علی بن عاصم، قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، عمر بن محمد عنقزی، عبد الرزاق بن ہمام اور دیگر ائمہ۔“<sup>(۲)</sup>

جس امام اور محدث کے چار ہزار تلامذہ حدیث و فقہ ہوں کیا وہ علم حدیث میں ضعیف اور غیر ثقہ ہو سکتا ہے؟ ایسی بات کرنا حقیقت سے چشم پوشی اور بے انصافی ہے۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”حضرت امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نے نکتہ چینی کی ہے مگر حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں کہ ان کی حدیث دانی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں خصوصیت سے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبد اللہ بن مبارک، حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابو عاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحییٰ بن القطان، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ وغیرہ وغیرہ، کیا کوئی عقل والا یہ مان سکتا ہے کہ یہ اجلہ محدثین نے کسی ایسے ہی شخص کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا ہے جو حدیث سے نابلدہ ہو اور تکبندی کو احکام شریعت بتا کر دنیا کو گمراہ کر گیا ہو، آواز دو انصاف کو! انصاف کہاں ہے۔“<sup>(۳)</sup>

ع ہنر پچشم عداوت بزرگ تر عیب است

ترجمہ: ہنر بھی دشمن کی نگاہ میں بہت بڑا عیب ہے۔

### کتاب الآثار کی ثقاہت:

امام الائمہ فی الحدیث والفقہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے تلامذہ حدیث و فقہ بھی اپنے وقت کے عدیم النظیر محدث، فقیہ اور مجتہد تھے۔ ان مقدس حضرات ہی نے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کے علوم و معارف کے خزانوں کو تقسیم کرتے ہوئے آپ کے علمی فیوض و برکات سے جہان کو منور کیا۔ اس میں کوئی دوراے نہیں کہ آپ

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۵۷، اردو

(۲) جامع بیان العلم و فضلہ: ۲۸۹۴

(۳) نزهة القاری: ۱۶۲۱

کے ہزاروں تلامذہ میں جو عزت و شہرت، رفعت و عظمت، محرز مذہب حنفی امام ثانی حضرت قاضی ابو یوسف، حضرت امام محمد، قدس سرہما کو ملی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوئی، ان دونوں اصحاب کے ذریعہ خوشبوئے نعمان دور دور تک پھیلی، اور ہزاروں لاکھوں قلوب و اذہان کو معطر و مشکبار کرتی چلی گئی۔

سردست مجھے صرف حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کی بے نظیر و بے مثال کتاب "کتاب الآثار" کا مختصر تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ آج جس طرح تصنیف و تالیف کا طریقہ مروج ہے، ائمہ اربعہ کے یہاں ایسا طریقہ رائج نہ تھا، بلکہ اس وقت کی اکثر تصنیفات و تالیفات املا کی شکل میں وجود میں آیا کرتی تھیں۔ جن کو ان کے قابل فخر تلامذہ درس و تدریس کے وقت تحریر کر لیا کرتے۔ پھر وہ تالیف و تصنیف اسی استاذ و شیخ کی جانب منسوب کر دی جاتی تھی۔ اس طرح حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ درس کے وقت جو احادیث بیان کرتے ان کے قابل صدا و افتخار تلامذہ بالخصوص حضرت سیدنا امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر بن ہذیل، امام حسن بن زیاد، ان روایات کو "حدیثنا" اور "أخبرنا" کے صیغوں کے ساتھ قید تحریر میں لے آتے تھے۔ یوں ان حضرات کی جہد مسلسل، سعی پیہم، سے آپ کی احادیث کا مجموعہ تیار ہو گیا جس کا نام "کتاب الآثار" رکھا گیا آپ نے ابھی ملاحظہ کیا کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ چوں کہ کثیر التعداد تھے اس لیے "کتاب الآثار" کے نسخے بھی زیادہ ہوئے مگر چار نسخے زیادہ شہرت پذیر ہوئے۔

(۱) کتاب الآثار بروایت حضرت امام یوسف۔ (۲) کتاب الآثار بروایت حضرت امام محمد۔

(۳) کتاب الآثار بروایت حضرت امام زفر۔ (۴) کتاب الآثار بروایت حضرت امام حسن بن زیاد۔

آپ غور فرمائیں! یہ تو ان احادیث و مرویات امام اعظم کے چند مجموعات ہیں جو حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تدریس کے وقت تلامذہ کو پڑھاتے تھے۔ اب جس شخص کی پوری زندگی خدمت حدیث، فروغ حدیث، اور اشاعت حدیث و فقہ ہی میں گزری ہو اس کی تمام مرویات کا صحیح اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اس لیے ضروری جانا کہ صرف "کتاب الآثار" کی ثقاہت و اہمیت پر ائمہ حدیث و فقہ کے اقوال و ارشادات نقل کر دیئے جائیں، تاکہ معاندین کا یہ اعتراض ہی زمیں بوس ہو جائے "کہ آپ کو صرف سترہ حدیثیں ہی یاد تھیں"۔

### "کتاب الآثار" پر ائمہ عظام کے تاثرات و تبصرات:

(۱) حضرت امام عبداللہ بن مبارک:

روی الآثار عن نبل ثقات غزار العلوم مشیخة حنیفہ<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: حضرت امام اعظم نے "الآثار" کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

(۲) حضرت امام ابن حجر عسقلانی:

(۱) مناقب موفق: ۱۹۱/۲

”والموجود من حدیث ابي حنيفة منفردًا إمتًا هو “كتاب الآثار” التي رواه محمد بن الحسن.“<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: اور اس وقت امام اعظم کی احادیث میں سے ”کتاب الآثار“ موجود ہے جسے محمد بن حسن نے روایت کیا ہے۔

(۳) حضرت امام عبدالقادر حنفی، امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”روی “كتاب الآثار” عن ابي حنيفة وهو مجلد ضخيم.“<sup>(۲)</sup>

حضرت امام ابو یوسف نے حضرت امام اعظم سے ”کتاب الآثار“ کو روایت کیا جو ایک ضخیم جلد ہے۔

(۴) حضرت ملا علی قاری، امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”آن الإمام ذکر فی تصانیفه بضعاً وسبعین حدیثاً وانتخب الآثار من أربعین الف

حدیث.“<sup>(۳)</sup>

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سے زائد احادیث بیان کی ہیں

اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث سے ”کتاب الآثار“ کا انتخاب کیا ہے۔

(۵) صدر الائمہ حضرت امام موفق بن احمد مکی:

”وانتخب أبو حنيفة الآثار من أربعین الف حدیث.“<sup>(۴)</sup>

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ نے ”کتاب الآثار“ کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔

متذکرہ بالا تاثرات و تبصرات ان جلیل القدر فقہا و محدثین کے ہیں جن کی علمی شان و جلالت مسلمات سے

ہے، اگر یہ حضرات! حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو عظیم الشان محدث، عدیم النظر فقیہ، اور جلیل القدر امام

حدیث تسلیم نہ کرتے تو کبھی انھیں ثقہ، عدول، اور اصح نہ لکھتے، اور کبھی اس طرح ان کی جلالت و عدالت کو بیان نہ

کرتے، یہاں تک کہ امام عبدالرحمن مرقی جب امام اعظم سے حدیث روایت کرتے تو یوں فرماتے:

”وكان إذا حدث عن ابي حنيفة قال : حدثنا شاهنشاه.“<sup>(۵)</sup>

ترجمہ: ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان اقوال وارشادات سے بدیہی طور پر یہ واضح اور عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

(۱) تعجيل المنفعة برجال الائمة الاربعة ص: ۴

(۲) الجواهر المضيئة: ۲/ ۳۲۵

(۳) مناقب علي القاري بذيل الجواهر: ۲/ ۴۷۴

(۴) مناقب موفق: ۱/ ۹۵. تذكرة المحدثين ص: ۸۰

(۵) تاريخ بغداد: ۱۳/ ۲۴۵

کی عالمگیر شخصیت علم حدیث و فقہ میں مسلم ہے اور آپ کا محدثانہ مقام ہر ایک پر روشن و عیاں ہے۔  
حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان محدث ہونے کے کچھ شواہد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی، سب سے روشن، سب سے قوی دلیل فقہ حنفی ہے، فقہ حنفی کے کلیات، جزئیات کو اٹھا کر دیکھو اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو جن جن ابواب جن جن مسائل میں صحیح، غیر موول، غیر منسوخ، کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب کی سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں، اس کی تصدیق کے لیے حضرت امام طحاوی کی ”معانی الآثار“ حضرت علامہ عینی کی بخاری کی شرح ”عمدة القاری“ حضرت ابن ہمام کی ”فتح القدر“ کا مطالعہ کریں، اور کچھ خلجان رہ جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاویٰ ”فتاویٰ رضویہ“ کا مطالعہ کریں، میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی۔“ (۱)

ہاں! بعض اصحاب علم و فضل نے آپ کی ممتاز ترین وہمہ جہت شخصیت پر جو بے بنیاد الزامات و اعتراضات کیے ہیں، ہم ان فقہائے اسلام کے بارے میں بھی حسن ظن رکھتے ہیں کیوں کہ ارشاد رسول مقتدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: ”ظنوا المؤمنین خیراً“۔ مومن کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔

اور ہمارے اکابر و فقہائے امت نے بھی ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ یہ دیکھیے! حضرت علامہ تاج الدین سبکی قدس سرہ ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اے طالب ہدایت! تجھے لائق ہے کہ ائمہ ماضیین کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کر، اور بعضوں کا کلام جو بعضوں کے حق میں وارد ہوا اسے نہ دیکھ، مگر جب مدلل بیان کیا جائے۔ پھر بھی اگر تاویل اور حسن ظن ہو سکے تو اسی کو اختیار کر، ان کے درمیان جو اختلافات رونما ہوئے ان سے دور رہ، اس لیے کہ تم اس لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جو باتیں کار آمد ہیں ان میں مشغول رہ، اور لایعنی باتوں سے احتراز کر، اور میرے نزدیک ہمیشہ طالب علم ہوشیار رہتا ہے جب تک اس میں غور و خوض نہ کرے جو سلف صالحین کے درمیان ہوا، اور اس میں بعضوں کے حق میں بعضوں کا فیصلہ نہ کرنے لگے۔ تو خبردار ایسا نہ ہو کہ تم اس کی طرف کان لگاؤ جو امام صاحب اور سفیان ثوری یا امام مالک اور ابن ابی ذئب یا احمد بن صالح اور نسائی یا احمد اور حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ عنہ کے درمیان واقع ہوا ہے، اور اسی طرح زمانہ عز بن سلام اور تقی بن صالح رحمۃ اللہ علیہما تک۔

اس لیے کہ اگر تو اس میں پھنسے گا تو تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے۔ پس قوم ائمہ اعلام ہیں اور ان کے اقوال کے واسطے مختلف محال ہیں، تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض محال سمجھ میں نہ آئے تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان سب کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو اور جو کچھ ان میں واقع ہوا اس سے سکوت کریں جس طرح ہم

(۱) نزہة القاری: ۱/۱۲۵

ان باتوں میں سکوت کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوا۔<sup>(۱)</sup>

### مسانید امام اعظم:

”مسانید امام اعظم“ وہ کتب ہیں جنہیں آپ کے ارشاد و اجل تلامذہ حدیث نے وقتاً فوقتاً جمع و مدوّن کیا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جس عظیم محدث و فقیہ و مجتہد کے ان گنت شاگرد و تلامذہ ہوں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کے علمی فیوض کو قید تحریر میں نہ لایا جاتا اور ان کو مدوّن نہ کیا جاتا لہذا امام اعظم کے علم الحدیث میں ارفع و اعلیٰ رتبہ کی وجہ سے آپ سے براہِ راست یا بالواسطہ علمی فیض پانے والے اجلہ محدثین نے آپ کی ”مسانید“ کو مختلف اوقات میں جمع کیا۔ ان ”مسانید“ کو جمع و مدوّن کرنے کا بنیادی سبب کیا تھا اسے حضرت علامہ خوارزمی قدس سرہ کی زبانی سنیے، آپ بیان کرتے ہیں: میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے سنا کہ حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کی روایت حدیث کم تھی، اور ایک جاہل نے حضرت امام شافعی کی ”مسند“ جس کو ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے، اور امام مالک کی ”موطا“ اور امام احمد کی ”مسند“ سے استدلال کرتے ہوئے حقارت سے حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کا ذکر کیا۔ یہ سن کر میری حمیت دینی نے مجھے مجبور کیا کہ میں حضرت امام عالی مقام (امام اعظم) کی ”پندرہ مسانید و آثار“ سے ایک ”مسند“ مرتب کروں چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ابواب فقہ کی ترتیب پر یہ ”مسند“ مرتب کی تاکہ جاہل معاندوں کا شبہ دور ہو۔ ایسے معاندوں کے متعلق حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حسدوا الفتی إذا لم ينالوا سعيه  
كضرائر الحسناء قلن لوجهها  
فالقوم أعداء له وخصوم  
حسدا و بغضا إنه لدميم

ترجمہ: انھوں نے نوجوان پر حسد کیا جب کہ اس کی کوشش کو نہ پہنچ سکے، اور قوم اس کی دشمن اور مخالف ہے۔

جیسا کہ حسینہ کی سوکنوں نے اس کے چہرے کو حسد اور بغض کی وجہ سے کہا کہ یہ بد صورت ہے۔<sup>(۲)</sup>

جن ائمہ کرام نے امام اعظم سے مروی ”مسانید“ کی تعداد کو اپنی اپنی تحقیق کے مطابق بیان کیا ہے، ان ائمہ اعلام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حافظ ابن نقطہ حنبلی کی تحقیق:

وأما المسانيد، فمسند أحمد بن حنبل، ومسند الشافعي، ومسند أبي حنيفة جمعة

(۱) الخيرات الحسان ص: ۱۸۶، ۱۸۵، اردو

(۲) سوانح بے بہائے امام اعظم ص: ۳۴۸

غیر واحد من الحفاظ“ (۱)

مسانید میں ”مسند“ امام احمد بن حنبل، ”مسند“ امام شافعی، اور ”مسند ابی حنیفہ“ شامل ہیں انہیں کئی حفاظ حدیث نے جمع کیا ہے، شامل ہیں۔

(۲) حضرت امام خوارزمی کی تحقیق:

أردت أن أجمع بين خمسة عشر من مسانيد التي جمعها فحول علماء الحديث“ (۲)  
ترجمہ: میں نے ارادہ کیا کہ (اس کتاب میں) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ان پندرہ مسانید کو جمع کروں جنہیں حدیث کے نامور علماء و محققین نے امام صاحب کی نسبت سے جمع کیا ہے۔

(۳) حضرت امام محمد بن صالحی شامی کی تحقیق:

فصل: في بيان المسانيد التي خرجها الحفاظ من حديثه والذي اتصل بنا منها سبعة عشر مسندا“ (۳)

امام اعظم ابو حنیفہ کی ان مسانید کا بیان، جن کی حفاظ حدیث نے تخریج کی ہے اور ان میں سے جو ہم تک پہنچی ہیں ان کی تعداد سترہ ہے۔

(۴) حضرت حافظ ابن طولون کی تحقیق:

آپ نے اپنی کتاب ”الفہرست الأوسط“ میں امام اعظم سے مروی سترہ (۱۷) مسانید کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)  
(۵) حضرت امام محمد مرتضیٰ زبیدی کی تحقیق:

أخرجته على مسانيد الإمام الأربعة عشر المنسوبة إليه من تخاريج الأئمة“ (۵)  
ترجمہ: میں نے اس کتاب کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ان چودہ مسانید سے تخریج کیا ہے جنہیں ائمہ حدیث نے جمع کیا ہے۔

(۶) حضرت علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیق:

وأسند الإمام أبو الصبر أيوب الخلوقي مسانيد الإمام أبي حنيفة وأوصلها إلى سبعة عشر مسندا فراجعها من ثبته“ (۶)

(۱) التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد ص: ۲۶

(۲) جامع المسانيد: ۱/۴

(۳) عقود الجمان في مناقب الامام الاعظم ابى حنيفة النعمان ص: ۳۴۲، ۳۴۴

(۴) تذكرة مسانيد امام اعظم ص: ۳۵

(۵) تذكرة مسانيد امام اعظم ص: ۳۵

(۶) عقود اللالی ص: ۱۲۵، مرجع سابق ص: ۳۶

ترجمہ: آپ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سترہ (۱۷) مسانید کو متصل سند کے ساتھ نقل کر کے اپنے ثبت میں جمع کیا ہے۔

(۷) حضرت امام عبدالوہاب شعرائی کی تحقیق:

”وقد من الله بمطالعة مسانيد الإمام أبي حنيفة الثلاثة فرأيتُهُ لا يروي حديثًا إلا عن أختيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالأسود وعلقمة وعطاء وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأضرابهم - رضي الله تعالى عنهم أجمعين - فكل الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله ﷺ عدول، ثقات، إعلام، أختيار، ليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب.“<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تین مسانید کا مطالعہ کیا پس میں نے دیکھا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ثقہ اور تابعین کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جن کے متعلق حضور سید عالم ﷺ نے ”خیر القرون“ ہونے کی شہادت دی۔ جیسے اسود، علقمہ، عطاء، عکرمة، مجاہد، مکحول، اور حسن بصری رضی اللہ عنہم، پس امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور سید عالم ﷺ کے درمیان تمام راوی، عدول، ثقہ، اور مشہور اخبار سے ہیں، جن کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاسکتی اور نہ وہ کذاب ہیں۔

مسانید کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہم ذیل میں صرف سترہ (۱۷) مسانید کا ذکر کرتے ہیں۔

- (۱) مسند امام حماد بن ابی حنیفہ۔ (متوفی: ۱۷۶ھ)
- (۲) مسند امام قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم۔ (متوفی: ۱۸۲ھ)
- (۳) مسند امام محمد بن حسن شیبانی۔ (۱۸۹ھ)
- (۴) مسند امام حسن بن زیاد اللؤلؤی۔ (متوفی: ۲۰۴ھ)
- (۵) مسند امام احمد بن محمد بن سعید، المعروف ابن عقده۔ (متوفی: ۳۳۲ھ)
- (۶) مسند امام ابو محمد عبداللہ بن یعقوب حارثی بخاری۔ (متوفی: ۳۴۰ھ)
- (۷) مسند امام ابوالحسن محمد بن مظفر بن موسیٰ۔ (متوفی: ۳۷۹ھ)
- (۸) مسند امام طلحہ بن جعفر۔ (متوفی: ۳۸۰ھ)
- (۹) مسند امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصہبانی۔ (متوفی: ۳۴۰ھ)
- (۱۰) مسند امام ابو عبداللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔ (متوفی: ۵۵۲ھ)

(۱) میزان الشریعة الکبریٰ: ۱/ ۶۸ تذکرۃ المحدثین ص: ۸۸، ۸۷

(۱۱) مسند امام ابو بکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی۔ (متوفی: ۲۳۲ھ)

(۱۲) مسند امام ابو عبد اللہ بن عدی جرجانی۔ (متوفی: ۳۶۵ھ)

(۱۳) مسند امام ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد۔ (متوفی: ۵۳۵ھ)

(۱۴) مسند امام عمر بن حسن اشثانی۔ (متوفی: ۳۳۹ھ)

(۱۵) مسند امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی۔ (متوفی: ۳۳۵ھ)

(۱۶) مسند امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی۔ (متوفی: ۴۶۳ھ)

(۱۷) مسند امام ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان، المعروف بابن شاہین۔ (متوفی: ۳۸۵ھ) (۱)

دیکھا آپ نے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسانید کو کتنے جلیل القدر ائمہ حدیث نے جمع کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امام صاحب (بقول مخالفین) حافظ حدیث یا حدیث میں معتبر اور ثقہ نہ ہوتے تو اتنے اجل اور اعظم محدثین کرام کیوں کر آپ کی مسانید کو جمع و مدون کرتے؟ انہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ جس شخص کے پاس احادیث کا ذخیرہ نہیں اس کی جانب ان احادیث کے مجموعات کو منسوب و معنون کرتے؟ غیر مقلدین ذرا ایک بار نظر انصاف سے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسانید کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو ان پر عیاں اور واضح ہو جائے گا کہ علم حدیث میں آپ کا پایہ کتنا اونچا ہے اور کیسے کیسے اجلہ فقہاء و محدثین کرام نے آپ سے روایت کرنے کو فخر جانا مگر مثل مشہور ہے ”دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے“ جس شخصیت کی علم حدیث میں اتنی اونچی شان ہو اسے امام بخاری و امام مسلم سے کم جاننا کس قدر ناانصافی ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اجل و اعظم محدثین اور ائمہ فقہ نے آپ کی مسانید کی تعداد و تدوین اپنی اپنی کتب میں ذکر فرما کر یہ ذہن دینے اور باور کرانے کی کوشش فرمائی کہ کل کوئی بد باطن اور معاند و مخالف آپ کے جلیل القدر اور عظیم الشان محدث ہونے کا انکار نہ کر سکے۔ اور اس پر واضح و آشکارا ہو جائے کہ میں جس شخص کے قلیل الروایہ ہونے کا قول کر رہا ہوں اسے تو پہلے ہی ائمہ حدیث و فقہ نے جلیل القدر اور بے مثال فقیہ و محدث تسلیم کر لیا ہے! اب میرا ان کی ذات و شخصیت کو ہدف تنقید بنانا اپنا ہی نام و نشان خراب کرنے کے مترادف ہو گا آج کا غیر مقلد طبقہ صرف اور صرف حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدف تنقید بناتا ہے اس لیے ایسے وقت میں آپ کی علم حدیث میں مہارت و جلالت، محدثانہ عظمت کو بیان کرنا ہم سب احناف کا فرض ہے تاکہ دانشور طبقہ یہ باور کر لے کہ جس شخصیت کو اس قدر مطعون کیا جا رہا ہے وہ ایسے بے بنیاد الزامات سے مبرہ ہے۔

**دو سو پندرہ احادیث میں حضرت امام ابو حنیفہ کی انفرادیت:**

”جامع المسانید“ کے مؤلف حضرت امام خوارزمی قدس سرہ لکھتے ہیں:

(۱) نزہۃ القاری: ۱/۱۳۰، سوانح بے بہائے امام اعظم ص: ۳۴۹، ۳۴۸، تذکرہ مسانید امام اعظم ص: ۳۷، ۳۸



”والصحيح أن أبا حنيفة انفرد بمائتي حديث وخمسة عشر حديثا غير ما اشترك في اخراجه مع سائر الائمة وله مسند، روى فيه في الصلوة وحدها ۱۲۸ حديثا ولما جمع أبو المؤيد الخوارزمي مسندا له وقع في ۸۰۰ صفحة“.

ترجمہ: صحیح قول یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ۲۱۵، احادیث میں تمام ائمہ کرام سے منفرد ہیں، اور باقی روایات میں ان کے ساتھ ہیں۔ ان کی ”مسند“ میں صرف نماز کے بیان میں ۱۲۸، روایات ہیں اور یہ مسند ۸۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اس قول کو نقل کرنے کے بعد حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی قدس سرہ لکھتے ہیں: یہ عاجز کہتا ہے کہ یہ مسند چالیس ابواب پر مشتمل ہے پانچواں باب نماز کے بیان میں ہے اور یہ باب سات فصلوں پر مشتمل ہے کہاں حضرت امام کی امتیازی شان ۲۱۵، روایات میں! اور کہاں معاندوں کا بیان کرنا کہ آپ کی روایات قلیل ہیں۔<sup>(۱)</sup>

### مسانید امام اعظم کی خصوصیات:

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:

”حضرت امام اعظم کے مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت امام نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں، اور ثلاثیات تو اکثر ہیں، جن میں حضرت امام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں، اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا جن میں صدق و امانت اور ثقہ ہونا اغلب تھا اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ علوسند کی اس فن میں کتنی اہمیت ہے۔“<sup>(۲)</sup>

قارئین کرام! آپ نے بالتفصیل و بالتحقیق پڑھ لیا کہ امام المحدثین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقام علم حدیث میں کتنا رفیع و اعلیٰ ہے۔

ذیل میں بطور خلاصہ چند باتیں تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت امام فضل بن دین، حضرت امام یحییٰ بن معین، حضرت امام علی بن کاس، حضرت امام ابو معشر شافعی، حضرت علامہ ابن کثیر شافعی، حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی، حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی، حضرت علامہ شیخ ابوطاہر ہندی، حضرت علامہ امام عبدالرحمن سخاوی، حضرت شارح بخاری، حضرت شارح مسلم، وغیرہم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث و فقہ کی تصریحات و تحقیقات کے بعد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام سے روایت کرنا ایسا ثابت و متحقق ہے جو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

(۱) سوانح بے بہائے امام اعظم ص: ۳۵۹، ۳۵۸

(۲) نزہۃ القاری: ۱/۱۳۱

(۲) حضرت امام عبداللہ بن داؤد، حضرت امام موفق، حضرت امام گردری، حضرت امام صالحی شامی، اور امام شعبی کی تحقیقات و توضیحات کی روشنی میں یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرات خلفائے راشدین، ائمہ اہل بیت، اور ازواجِ مطہرات کے علم الحدیث میں وارث و امین ہیں۔

(۳) احادیث، ثنائیات، اور ثلثائیات کے عدد و شمار کو دیکھتے ہوئے حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام سے قرب و سماعت حدیث کا انکار کسی بھی جہت و نہج سے نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہم کی تصریحات کے مطابق حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل کے علاوہ ائمہ صحاح ستہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ) کے شیخ الشیوخ ہیں۔

(۵) حضرت امام عبدالرزاق، حضرت امام ترمذی، حضرت امام طحاوی، حضرت امام بیہقی، حضرت امام ابن ابی شیبہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام دارقطنی، حضرت امام ابو بکر جصاص، حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل، حضرت امام سرخسی، ابن حزم ظاہری، وغیرہم نے اپنی مستند و معتبر کتب حدیث میں آپ کی روایات کو شامل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ قلیل الروایہ نہیں تھے بلکہ کثیر الروایہ اور معتبر و ثقہ تھے۔

(۶) حضرت امام الائمہ فی الحدیث کے تلامذہ علم حدیث کے متعلق، حضرت امام ذہبی، حضرت حافظ عبدالقادر، حضرت امام ابن حجر مکی شافعی، اور حضرت امام ابن عبدالبر، وغیرہم کی تصریحات و تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ بہت ہی جلیل الشان عظیم المرتبت محدث اور فقیہ تھے۔

(۷) حضرت حافظ ابن نقطہ، حضرت امام خوارزمی، حضرت امام محمد بن یوسف صالحی شامی، حضرت حافظ ابن طولون، حضرت امام محمد مرتضیٰ زبیدی، حضرت علامہ ابن عابدین شامی، وغیرہم کی تحقیقات و تصریحات سے آپ کے ”مسانید و آثار“ کی ثقاہت و مقبولیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

(۸) جس امام و محدث کی اس کثرت سے ائمہ اعلام نے ”مسانید و آثار“ کو جمع و مدون کیا ہے، وہ کیسے غیر ثقہ، غیر معتبر، ضعیف اور قلیل الروایہ ہو سکتا ہے؟

(۹) حضرت امام خوارزمی کی تصریح و تحقیق کے مطابق ۲۱۵ احادیث میں حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ جملہ ائمہ حدیث سے منفرد و ممتاز نظر آتے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشہ دیکھے      دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے  
گر نہ بیند بروز شہرہ چشم      چشمہ آفتاب را چہ گناہ

## علم حدیث میں حضرت امام اعظم کی وسعت و بصیرت:

آج کچھ ہٹ دھرم اور ضدی لوگ امام الائمہ، کاشف الغمہ، امام المحدثین حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا علم حدیث میں مرتبہ گھٹانے کے لیے یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کو صرف چند احادیث ہی یاد تھیں، اور بعض بے ادب یہاں تک شور مچاتے ہیں کہ کتب حدیث میں مذہب حنفی کی مؤید احادیث بہت کم ہیں اور اگر چند حدیثیں مل بھی جائیں تو ان میں ضعیف اور غیر مستند ہیں، علم حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما دیگر محدثین سے کم درجہ رکھتے ہیں، اور بعض بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ مدون احادیث میں بہت کم احادیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے مذہب کی مؤید ہیں بلکہ اکثر ان کے استخراج کردہ مسائل ان کے عقل و قیاس کا نتیجہ ہیں، ان جیسے بہت سے اعتراضات کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ سب حضرت امام موصوف علیہ الرحمہ سے بغض و حسد کا نتیجہ ہیں اور بس ورنہ تاریخ کا ایک ادنیٰ مبتدی بھی اس حقیقت سے واقف ہے فقہ حنفی عین کتاب و سنت کے مطابق و موافق ہے۔

امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے حوالے سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں:

”انہ قال ایاکم والقول فی دین اللہ تعالیٰ بالرأی، وعلیکم باتباع السنة فمن خرج

منها ضل۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ کے دین میں محض رائے سے کچھ کہنے سے اجتناب کرو، اور تم پر سنت کی پیروی لازم ہے جو اس سے نکل جائے وہ گمراہ ہو جائے گا۔ نیز فرماتے ہیں:

”دخل علیه مرّة رجل من أهل الكوفة والحديث يقرأ عنده فقال الرجل : دعونا من هذه الأحاديث فزجره الإمام أشد الزجر، قال له : لولا السنة ما فهم أحد منا القرآن، ثم قال للرجل : ماتقول في لحم القرد؟ وابن دليلة من القرآن؟ فأفحم الرجل، فقال للإمام فما تقول أنت فيه؟ فقال: ليس هو بهيمة الأنعام۔“

ایک مرتبہ کوفہ کا ایک شخص حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا کسی بات کے جواب میں اس کے سامنے حدیث پڑھی گئی اتنے میں اس نے کہا کہ یہ حدیثیں رہنے دیجیے، اس پر حضرت امام موصوف نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا: اگر سنت و حدیث نہ ہوتی تو کوئی بھی قرآن کو صحیح سمجھ نہیں سکتا، پھر اس سے فرمایا: کہ بندر کے گوشت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ قرآن عظیم سے اس کی دلیل کہاں ہے؟ وہ خاموش ہو گیا اور آپ سے عرض کی کہ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ بندر کا گوشت نہیں کھایا جاتا، وہ بہیمہ

الانعام سے نہیں۔ (۱)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کس قدر واضح انداز میں فرمادیا کی میرا مذہب قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے اس سے خروج گمراہی و بد مذہبی ہے اس کے باوجود بھی نام نہاد اہل حدیث باطل فرقہ کا یہ دعویٰ کہ حنفی مذہب عقل و قیاس پر مشتمل ہے کیسا کھوکھلا محسوس ہوتا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ ”صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین“ میں غیر مقلدین کے تمام باطل و فاسد اعتراضات کا جواب بڑے ہی محققانہ انداز میں دیتے ہوئے ان کے دعویٰ حدیث دانی کی قلعی کھول دی ہے اور امام المحدثین سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی محدثانہ عظمت و رفعت اور کامل دسترس و مہارت کے وہ گواہ لٹائے ہیں جو ایک سنی حنفی کے لیے نور ہدایت اور ہٹ دھرم ضدی غیر مقلد کے لیے تازیانہ عبرت ہیں۔ علم حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فہم و بصیرت، وسعت و حداقت کے وہ بیان تحریر فرمائے جس سے اذہان و قلوب روش ہو جائیں۔ آپ بھی اس تحریر منیر کے چند اقتباسات کا چشم بصیرت سے مطالعہ کیجیے اور فخر کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے امام سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں کیسا اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ امام اہل سنت قدس سرہ لکھتے ہیں:

”صاحبو! لاکھوں حدیثیں علما اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاً تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں، امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں، خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعاے استیعاب فرض کیجیے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یوہیں صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتہبی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں۔ وھو کما تری۔“

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

”مامن أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حدیثا عنه منی إلا ماکان من عبد اللہ بن عمرو فإنه کان یکتب ولا أکتب۔“

یعنی اصحاب نبی ﷺ میں کسی نے حضور اقدس ﷺ سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں، سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیوں کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے زیادہ

(۱) علوم قرآن، ص: ۱۷۲

احادیث روایت فرمائیں، حالاں کہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو۔ علامہ قسطلانی "ارشاد" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"فہم منہ جزم ابي هريره رضی اللہ عنہ بأنه ليس في الصحابة أكثر حديثا عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم منه إلا عبد الله بن عمرو مع أن الموجود عن عبد الله بن عمرو أقل من الموجود المروي عن أبي هريرة بأضعاف؛ لأنه سكن مصر وكان الواردون إليها قليلا بخلاف أبي هريرة فإنه استوطن المدينة وهي مقصد المسلمين من كل جهة وروى عنه فيما قاله المؤلف نحو من ثمان مائة رجل وروى عنه من الحديث خمسة آلاف وثلاث مائة حديث ووجد لعبد الله سبع مائة حديث۔"

ترجمہ: اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جزم و یقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں، سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باوجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابو ہریرہ سے کئی گنا کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا حضرت مولف علیہ السلام کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے کل پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں۔

اب کہیے! حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں؟ اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں بس اسی پر قیاس کر لیجیے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمہ اربعہ خصوصاً امام الائمہ مالک الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں بھی حدیث نہیں، بلکہ اگر بخاری و مسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہب امام ابو حنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلاً قاذر نہیں ہو سکتا۔ آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا، اس سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا؟ خود اجلہ صحابہ کرام جو سفرو حضر میں دائمًا بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ و علیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیر ہم رضی اللہ عنہم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال پر ہمیں اطلاع ہے۔

کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں ”تا بددیگرے چہ رسد، پھر بخاری و مسلم وغیرہما کیوں کر علم کل کا دعویٰ کر سکتے ہیں، اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ امام ابو حنیفہ و امام مالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ زمانہ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانہ خیر القرون تھا بوجہ قلت کذب و کثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے ممکن کہ جو حدیثیں ابو حنیفہ و مالک کے پاس تھیں بخاری و مسلم کو نہ پہنچیں، ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسند صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعیف پہنچیں، پھر کیوں کر ان کا جانا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہو سکتا ہے۔

امام اجل ابو یوسف رضی اللہ عنہما (جنہیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے، تصریحاً صاحب حدیث، منصف فی الحدیث، واتب القوم للحدیث لکھتے، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث و کثیر الحدیث جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو ”حفاظ حدیث، میں شمار اور کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ میں بعنوان الامام العلامة فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں:

”بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا، بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اُس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی۔“

امام ابن حجر مکی شافعی ”خیرات الحسان“ میں فرماتے ہیں:

”عن أبي يوسف ما رأيت أحداً أعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة وقال أيضاً ما خالفته في شيء قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه انجى في الآخرة و كنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح مني ، وقال : كان إذا صمم على قول درت على مشائخ الكوفة هل أجد في تقوية قوله حديثاً أو أثراً فرما وجدت الحديثين و الثلاثة فاتيته بها فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح أو غير معروف فأقول له وما علمك بذلك مع أنه يوافق قولك فيقول أنا عالم بعلم أهل الكوفة“.

ترجمہ: حضرت ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا، نیز انہوں نے فرمایا: میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور و خوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابو حنیفہ گئے ہیں مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی، نیز فرمایا: جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا

اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا، آپ فرماتے اس میں فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے، میں عرض کرتا حضور! آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں، تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔  
خیر ایک درجہ تو یہ ہوا۔

**درجہ دوم:** اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں؟ صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے امام مالک کے زمانے میں اسی علمائے موطا لکھیں، پھر سوائے موطا مالک و موطا ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے؟ امام مسلم کے زمانے کو ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا پھر بعض تصانیف مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں و علیٰ ہذا القیاس۔ صدہا بلکہ ہزار ہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں، تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

**درجہ سوم:** اس سے بھی گزریے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کیے پائی جاتی ہیں؟ ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعویٰ ہے۔

**درجہ چہارم:** اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعیین کو کہاں تک نظر ہے؟ اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں؟۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا، اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جان برادر! بارہا واضح ہو گا کہ اسی مسئلے کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لیے محدثین نے تراجم و ابواب وضع نہ کیے اور جن کے لیے وضع کیے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیاں تکرار ان کے اعادہ و اثبات سے باز رہے۔ اگر یوں نہ مانے اور اپنے وسعت نظر و احاطہ علم کا دعویٰ ہی کیجیے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانے معین کیجیے۔ ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں ہو اور شاد فرمائیں پھر دیکھیے انشاء اللہ تعالیٰ کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عز و جل چاہے تو اکثر حکم نہ نکال سکیں گے اور رب تبارک و تعالیٰ کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہو گا کہ دعوائے اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں ہیں۔ وائے بے انصافی! ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعویٰ! ہیہات! ہیہات! ”چھوٹا منہ بڑی بات“ آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزہ آتا ہے ہاں! ہاں! یہ بات میں نے اس لیے نہیں

کہی کہ سنیے اور اڑا جائیے! نہیں! نہیں! ضرور اپنے کسی اعلیٰ محدث کا نام رکھیے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعہ احادیث لکھوائیے ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تپا پانی۔ جان برادر! حصرِ رواۃ ممکن نہیں، حصرِ روایات کیوں کر ممکن۔ ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن جوزی نے کہا:

”ابراہیم بن بکر في الرواة ستة لا أعلم فيهم ضعفاً سوى هذا“۔ یعنی ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں، میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سو اس شیبانی کے۔

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

”لو سماهم لأفادنا فما ذكر ابن أبي حاتم أحدا منهم“

یعنی اگر ان سب کا تذکرہ فرمادیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی ذکر نہ کیا، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر، جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا:

”لعل قصور نظرنا أخفاهما عنا“

یعنی امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انہیں ہم سے چھپا لیا۔

دیکھو! علمایوں فرماتے ہیں اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل و عریض ہوتے ہیں۔

حدیث: ”اختلاف أمتي رحمة“ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب ”جامع صغیر“ میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ ان بعض علما کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں ذکر کیا لکھ دیا:

”لعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم تنقل إلينا.“

شاید وہ حافظان حدیث کی ان بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔ یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا۔ جنہوں نے کتاب ”جمع الجوامع“ تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

”قصدت فيه جمع الأحاديث النبوية بأسرها.“

میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کر دوں۔

اس پر بھی علمائے فرمایا:

”هذا بحسب ما اطلع عليه المصنف لا باعتبار ما في نفس الأمر.“

یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔

قال المناوي: وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں



اور پھر دیکھیے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب ”تیسیر شرح جامع صغیر“ نے لکھ دیا کہ الأمر كذلك یعنی واقعی ایسا ہی ہے، پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے ”مدخل“ اور دیلمی نے ”مسند الفردوس“ میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کی۔ اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”زعم كثير من الأئمة أنه لا أصل له.“

بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لیے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث: الوضوء على الوضوء نور علی نور کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے ”کتاب الترغیب“ اور امام عراقی نے ”تخریج أحادیث الاحیاء“ میں تصریح کر دی کہ ”لم نقف علیه“ ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود، ”تیسیر“ میں ہے۔

حدیث: الوضوء على الوضوء نور علی نور أخرجه رزین ولم يطلع عليه العراقى كالمنذري فقال: لم نقف عليه“ وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے، یہ وہ حدیث ہے کہ جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح اہل عراق اس پر مطلع نہیں ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔ اس سے عجیب تر سنیے:

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانو کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز فرمایا:

”هكذا فعل رسول الله ﷺ“ ایسا ہی کیا رسول اللہ ﷺ نے۔

اس کی نسبت امام ابو عمر بن عبدالبر نے فرمایا: نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا، اور امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم رضی اللہ عنہما سے تو ”کتاب الخلاصہ“ میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا: صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا۔ اور یہ نہیں کہ ہکذا فعل رسول الله ﷺ، حالانکہ بعینہ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق ”فتح“ میں فرماتے ہیں:

في صحيح مسلم عن علقمة والأسود إنهما دخلا على عبد الله فقال أصلي من خلفكما قال: نعم فقام بينهما فجعل أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا أيدينا على ركبتنا ثم طبق بين يديه ثم جعلهما بين فخذه فلما صلى قال هكذا فعل رسول الله ﷺ.

قال ابن عبد البر: لا يصح رفعه والصحيح عند هم الوقف على ابن مسعود (رضي الله عنه)، وقال النووي: في الخلاصة الثابت في صحيح مسلم أن ابن مسعود فعل ذلك ولم يقل هكذا كان رسول الله (ﷺ) يفعل، قيل كأنها ذهلا فإن مسلما أخرجه من ثلث طرق لم يرفعه في الأولين ورفعه في الثالثة وقال هكذا فعل الخ

ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئے کہا: میں تم دونوں کو نماز پڑھاؤں۔ دونوں نے عرض کی ہاں حضور! پھر آپ دونوں کے بیچ کھڑے ہو گئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کر لیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا، پھر دونوں ہاتھ کو ملا لیا، پھر انھیں دونوں رانوں کے بیچ رکھ دیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اکرم (ﷺ) نے کیا، ابن عبد البر نے کہا: اس روایت کا حضور (ﷺ) تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے ”خلاصہ“ میں کہا: کہ صحیح مسلم میں یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ (ﷺ) ایسا کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہو گیا کیوں کہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اس کی تخریج فرمائی۔ پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں۔ البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور (ﷺ) کی طرف منسوب کیا اور فرمایا: اسی طرح کیا۔ میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے تو کلام طویل ہو جائے بعض مثالیں اس کی فقیر نے اپنے رسالہ ”نور عینی فی الانتصار للإمام العینی“ میں لکھیں یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم و احاطہ نظر کا دعویٰ ہے؟ کیا ان ائمہ سے عقلمندی ہوئی اور تم معصوم ہو۔ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو، اور تمھاری نظر سے غائب رہے۔

مانا کہ ان کتابوں میں نہیں پھر کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں، ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں، مانا کہ ان میں بھی نہیں، پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں، ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں، مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں، ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علما اپنے سینوں میں لے گئے پھر ”ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا“ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے، خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کو ٹھہری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عقلا سے مجنون نہ جائیں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

درجہ پنجم: لطف واہم ان سب سے گزریے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں، پھر حافظ جی صاحب! یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ پاک، ذات اللہ کی یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصب ارفع واعظم کدھر گیا۔ لاکھ بار ہو گا کہ ایک مطلب کی حدیث انہیں احادیث میں ہوگی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ کے خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے؟

”رب حامل فقه إلى من هو أفقه منه ورب حامل فقه ليس بفقيه“ یعنی بہتیرے حاملان فقه ان کے پاس فقه لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں اور بہتیرے وہ ہیں کہ فقه کے حامل و حافظ و راوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔

رواہ الأئمة الشافعي وأحمد والدارمي وأبو داود والترمذي وصححه والضياء في المختارة والبيهقي في المدخل عن زيد بن ثابت الدارمي عن جبير بن مطعم (رضي الله عنه) ونحوه لأحمد والترمذي وابن حبان عن ابن مسعود (رضي الله عنه) عن النبي ﷺ بسند صحيح وللدارمي عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ.

اس کی روایت ائمہ، شافعی، احمد، دارمی ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی کی روایت ہے حضرت ابن حبان سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی اور انھوں نے بسند صحیح رسول کریم ﷺ سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے اور انھوں نے رسول کریم ﷺ سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لیے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھیے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجیے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں، امام ابن حجر مکی شافعی کتاب ”خیرات الحسان“ میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الائمہ سراج الائمہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دیئے، امام اعمش نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے؟ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں

اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں، امام اعظم نے کہا:

حسبك ما حد ثتك به في مائة يوم تحدثني في ساعة واحدة ما علمت أنك تعمل بهذه الأحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكل الطرفين.“  
ترجمہ: بس کیجیے! جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں، اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں، اور اے ابو حنیفہ! تم نے توفیقہ و حدیث دونوں کنارے لیے۔ والحمد للہ۔

یہ تو خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی و سعد بن ابی وقاص بن زید و ابو ہریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام حسین و غیر ہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے استاذ ہیں، جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں: بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو، ایچھے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكننا سمعنا الحديث فروينا للفقهاء من إذا علم عمل.

ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے۔ نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ۔  
مگر آج کل کے نامشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل ”أنا خیر منہ“ کی بیٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم.

خامساً: بالفرض مان ہی لیجیے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم ﷺ سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہو گا کہ حدیث میں اس فعل کا ہونا نہ آیا، نہ یہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا۔ ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں، امام محقق علی الاطلاق ”فتح“ میں فرماتے ہیں: ”عدم النقل لا ینفی الوجود“ کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا۔<sup>(۱)</sup>

قارئین کرام: دل سے کہیے! کیا پورا مضمون چشم بصیرت سے پڑھنے کے بعد آپ کو یہ یقین نہیں ہوا کہ حضرت

(۱) صفائح اللّٰجین فی کون التصافح بکفی الیدین، ص: ۵۰ تا ۵۱، از: امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا بریلوی

امام موصوف کا مذہب حنفی کس قدر احادیث کریمہ کے عین مطابق ہے، اور علم حدیث میں آپ کی مہارت و وسعت کے کیسے جلوے کتب فقہ میں بکھرے پڑے ہیں، اس ہٹ دھرمی کو کیا کہیے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی محدثانہ شان و عظمت پر اس قدر دلائل و شواہد کے باوجود غیر مقلدین طبقہ آپ کی شخصیت کو مورد الزام ٹھہراتا ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ!

امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام شافعی قدس سرہم تو اس امام کی شان و عظمت کے خطبے پڑھیں، ان کے فقیہانہ اور محدثانہ مقام کو بیان کریں اور یہ غیر مقلد دو، چار حدیثیں طوطے کی طرح رٹ کر امام اعظم کی شان کو گھٹائیں کس قدر افسوسناک بات ہے۔ اکابر و اجلہ فقہاء و محدثین ہاں شان جلالت آپ کی فقاہت کے سامنے صداے احتجاج بلند نہ کریں اور آں جناب دو چار مسائل اور احادیث یاد کرنے کے بعد حضرت امام الحدیث کے مخالف بن بیٹھے۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام قدس سرہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ لکھتے ہیں:

”کہ آپ نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آئین میں مخالفت مذہب کی جرأت نہ کی اور فرمایا: مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں یوں دونوں قولوں میں اتفاق کراتا، کہ نہ زور سے ہونہ بالکل آہستہ۔ مسلمانو! انصاف ان اکابر کی تو یہ کیفیت، اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا کلام بھی نہ سمجھ سکیں وہ امام کے مقابلے کو تیار۔“ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

”امام ربانی جناب شیخ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں فرماتے ہیں:

مخدوما حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام در باب جواز اشارت بسبابہ بسیار وارد شدہ اند و بعضے از روایات فقہیہ حنفیہ نیز دریں باب آمدہ و غیر ظاہر مذہب است و آنچه امام محمد شیبانی گفتہ:

”کان رسول اللہ ﷺ یشیر و تصنع کما یصنع النبی علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام

ثم قال هذا قولی و قول ابی حنیفہ (رضی اللہ عنہما)“

از روایات نوادرست نہ روایات اصول ہر گاہ در روایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع شدہ باشد و بر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند، مامقلدان رانمی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمایم مرتکب این امر از حنفیہ یا علمائے مجتہدین را علم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نہ نماید یا انکار و کہ این ما بمقتضائے آراء خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند ہر دو شق فاسد است، تجویز کند آل را مگر سفیہ یا معاند حسن ظن ماہہ این اکابر آنست کہ تادلیل برایشاں ظاہر شدہ است حکم بحرمت یا کراہت نہ کردہ اند غایت مافی الباب ما را علم بہ آں دلیل نیست و این معنی مستلزم قدح اکابر نیست، اگر کسی گوید کہ ما

(۱) فتاویٰ رضویہ: ۳۹۸۱

علم بخلاف آں دلیل داریم، گویم کہ علم مقلد در اثبات حل و حرمت معتبر نیست، دریں باب ظن مجتهد معتبر است، احادیث را ایں اکابر بواسطہ قرب و فور علم و حصول ورع و تقویٰ از مادور افتادگان بہتری دانستند و صحت و سقم و نسخ و عدم نسخ آہنہا را بیشتر از مای شناختند، البتہ وجہ موجبہ داشتہ باشند در ترک عمل بمقتضای احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، و آنچه از امام اعظم منقول است کہ اگر حدیثی مخالف قول من بیاید بر حدیث عمل نمائید، مراد اناں حدیثی است کہ محضرت امام نرسیدہ است و بنا بر عدم علم ایں حدیث حکم بخلاف آں فرمودہ است، و احادیث اشارت از اں قبیل نیست اگر گویند کہ علمائے حنفیہ بر جواز اشارت نیز فتویٰ دادہ اند بمقتضای فتاویٰ متعارضہ بہر طرف عمل مجوز باشد، گویم اگر تعارض در جواز و عدم جواز واقع شود ترجیح عدم جواز راست "ملقطائیز جناب موصوف کہ "رسالہ مبدؤ و معاد" سے منقول: مدتے آرزوے آں داشت کہ وجہ پیدا شود در مذہب حنفی تا در خلف امام قرأت فاتحہ نمودہ آید، اما بواسطہ رعایت مذہب بے اختیار ترک قرأت می کرد، و ایں ترک را از قبیل ریاضت می شمرد آخر الامر اللہ تعالیٰ ببرکت رعایت مذہب کہ نقل از مذہب اتحاد است، حقیقت مذہب حنفی در ترک قرأت ماموم ظاہر ساخت و قرأت حکمی از قرأت حقیقی در نظر بصیرت زیبا تر نمود۔"

ترجمہ: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوب کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں "ہاں صاحب! اب بزرگوں کے اقوال کی خبریں یہ ان بزرگوں کے بزرگ، بڑوں کے بڑے، اماموں کے امام کیا کچھ فرما رہے ہیں، ادعا بے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا تجلیاں توڑتے گھنگھور بادل گرا رہے ہیں، اولاً: تصریحاً تسلیم فرمایا، کہ الحجیات میں انگلی اٹھانا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حدیثوں میں وارد، ثانیاً: وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں، ثالثاً: مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے روایت نوادر میں خود امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے ہم بھی کریں گے، رابعاً: صاف یہ بھی فرمایا کہ یہی قول امام اعظم رضی اللہ عنہما کا ہے، خامساً: نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے، بااں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الروایہ نہیں۔ صاف صاف فرماتے ہیں: کہ ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرات کریں جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی صاحب کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوایں حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلاف مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔ کیوں صاحبو! کیا انھیں کو شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا: کہ کھلا الحق ہے یا چھپا منافی، استغفر اللہ استغفر اللہ ذرا تو شرماد، ذرا تو ڈرو، شاہ صاحب کی بزرگی سے حیا تو کرو، ان کی تو کیا مجال تھی کہ معاذ اللہ وہ جناب مجددیت مآب کی نسبت ایسا گمان مردود و نامحمود رکھتے وہ تو انھیں قطب الارشاد و ہادی و مرشد و دافع بدعات جانتے اور ان کی تعظیم کو خدا کی تعظیم، ان کے شکر کو اللہ کا شکر مانتے ہیں، کہ اپنے مکتوب ہفتم میں لکھتے ہیں: شیخ قطب ارشاد ایں دورہ است و بردست وے بسارے از گمراہان بادیہ طبیعت و بدعت خلاص شدہ اند تعظیم شیخ تعظیم حضرت مدورادوار و مکون کائنات ست و شکر نعمت شیخ شکر نعمت مفیض اوست اعظم اللہ تعالیٰ لہ الاجور" ہاں شاید میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی چوٹ حضرت مجدد صاحب ہی پر ہے کہ "معیار الحق" میں لکھتے ہیں:

آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں کہ مقابل میں روایت کیدانی کے اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے "اسی مسئلہ اشارہ میں روایت کیدانی پیش کی جاتی ہے جناب مجدد صاحب نے فتاواے غرائب و جامع الرموز و خزائن الروایات وغیرہا پیش کیں وہ بات ایک ہی ہے یعنی فقہی روایت کے مقابل حدیث نہ ماننا، اب دیکھ لیجئے حضرت مجدد کا روایت فقہی لانا اور ان کے مذہب صحیح حدیثوں پر عمل نہ فرمانا اور میاں جی صاحب دہلوی کا بے دھڑک شرک کی جڑ جانا، خدا ایسے شرک پسندوں کے سائے سے بچائے۔ خیر یہ تو میاں جی جانیں اور ان کا کام کلام جناب مجدد صاحب کے فوائد سنئے۔

اول: بڑا بھاری فائدہ تو یہی ہوا۔

دوم: حضرت موصوف نے یہ بھی فرمادیا کہ اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین و قراءت مقتدی وغیرہا میں آئیں، کہ کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں، وہی پیش کرے گا جو نرا گاودی کو دن بے عقل ہو، یا معاند مکابر ہٹ دھرم، کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کے خلاف کرنے والے، تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے ان پر عمل نہ فرمایا۔

سوم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضروری نہیں اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

چہارم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحتاً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں، اسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔

پنجم: یہ بھی فرمادیا کہ ہمارے علمائے سلف رضی اللہ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح و ضعیف، نامنسوخ و منسوخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انھیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانہ رسالت سے قریب۔

جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی تین سو برس گزر گئے آج کل کے اٹنے سیدھے چند حرف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔

ششم: اس شرط کی بھی تصریح فرمادی کہ امام کے وہ اقوال منقولہ سوال خاص اسی حدیث کے باب میں ہیں جو امام کو نہ پہنچی اور اس سے مخالفت بر بنائے عدم اطلاع ہوئی، نہ یہ کہ اصول مذہب پر وہ بوجہ مذکورہ کسی وجہ سے مرجوح یا مؤول یا متروک العمل تھی کہ یوں تو بحال اطلاع بھی مخالفت ہوتی کمالاً بخفی۔

ہفتم: جناب مجدد صاحب کی شان علم سے تو ان حضرات کو بھی انکار نہ ہوگا یہی مرزا جان جانا صاحب جنھیں بزرگ مان کر ان کے کلام سے استناد کیا گیا جناب موصوف کو قابل اجتہاد خیال کرتے، اور اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں: عرض کردم یا رسول اللہ حضرت در حق مجدد الف ثانی چه می فرمایند فرمودند مثل ایشان در امت من دیگر کیست "جب ایسے بزرگان بزرگ فرمائیں کہ ہم مقلدوں کو قول امام کے خلاف حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا

مرتب ہو وہ احمق، بیہوش یا ناحق و باطل کوش ہے، تو پھر آج کل کے جھوٹے مدعی کس گنتی میں رہے یہ سات فائدے عبارت مکتوبات میں تھے۔

ہشتم: اگرچہ قول امام کی حقانیت اپنے خیال میں نہ آئے مگر عمل اسی پر کرنا لازم، یہی اللہ عزوجل کو پسند و موجب برکات ہے۔

دیکھو! ایک مدت تک مسئلہ قراءت مقتدی میں حقانیت مذہب حنفی جناب مجدد صاحب پر ظاہر نہ تھی قراءت کرنے کو دل چاہا کیا، مگر پاس مذہب نہ کر سکے یہی ڈھونڈتے رہے کہ خود حنفی مذہب میں کوئی راہ جواز کی ملے۔

نہم: اس سوال کا بھی صاف جواب دے دیا کہ ایک مسئلہ میں بھی اگر خلاف امام کیا اگرچہ اسی بنا پر کہ اس میں حقانیت مذہب ظاہر نہ ہوئی تاہم مذہب سے خارج ہو جائے گا کہ اسے نقل از مذہب فرماتے ہیں۔

دہم: یہ سخت اشد و قاہر حکم دیکھیے کہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے اب حضرات اپنے ایمان میں جو مناسب جانیں مانیں چاہیں حضرت مجدد صاحب کے نزدیک معاذ اللہ شاہ صاحب و مرزا صاحب کو سفیہ و معاند و ملحد قرار دیں، چاہیں ان دونوں صاحبوں کے طور پر حضرت مجدد کو مدعی باطل و مخالف امام اور عیاذ باللہ کھلا احمق یا چھپا منافق ٹھہرائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۱)

### حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام بخاری کا فرق مراتب:

آج کل غیر مقلد فرقہ بڑے زور و شور سے حضرت امام بخاری کی محبت میں حضرت امام اعظم کے مرتبہ کو گھٹانے کی کوشش کر رہا ہے، ایسے وقت میں ضروری ہے کہ احناف ”فقہ حنفی“ کی جامعیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید کریں تاکہ امام موصوف کا بے داغ چہرہ اپنی تمام تر جمال آرائیوں کے ساتھ سامنے آجائے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی حنفیت کی زبردست خدمت کی اور حنفیت کو پروان چڑھایا، آئیے آپ ہی کے زہرہ نگار قلم سے اس فرق کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

”امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ جن کی نسبت شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں، حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایہ رفیع والا صاحب رتبہ بالا مقبول معاصرین و مقتداے متاخرین ہونا مسلم، کتب حدیث میں ان کی کتاب بے شک نہایت چیدہ و منتخب، جس کے تعالیق و متابعات و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجیے تو ان میں گنجائش کلام شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں، اور یہ بھی بجز اللہ حنیفہ و شاگردان ابو حنیفہ و شاگردان شاگرد ابو حنیفہ مثل امام

(۱) الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی، ص: ۲۰ تا ۲۴



عبداللہ بن مبارک، و امام مکی بن سعید قطان، و امام فضیل بن عیاض، و امام مسعر بن کدام، و امام وکیع بن الجراح، و امام لیث بن سعد، و امام معلی بن منصور رازی، و امام مکی بن معین وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا فیض تھا کہ امام بخاری نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور ان کے قدم پر قدم رکھا، اور خود امام بخاری کے استاذ اجل امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ امام محمد کے، وہ امام ابو یوسف کے، وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، مگر یہ کاراہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کار اجل و اعظم یعنی فقہانت و اجتہاد کی بھی فرصت پاتے، اللہ عزوجل نے انہیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ ابو حنیفہ کا حصہ تھا۔

محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے، عطار دو اشناس ہے اس کی دوکان عمدہ عمدہ دوائیوں سے مالا مال ہے مگر تشخیص مرض و معرفت علاج و طریق استعمال طبیب کا کام ہے، عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک نہ پہنچے معذور ہے، خصوصاً ملک اطباء حذاق، امام ائمہ آفاق جو ثریا سے علم لے آیا جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا، بھلا امام بخاری تو نہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے، امام اعظم کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں

چند سطور بعد اعلیٰ حضرت مزید لکھتے ہیں:

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری علیہ رحمۃ الہاری اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری وغیرہ ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے فقہ حاصل فرماتے تو ابو حنیفہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان و عظمت مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی کی طرح ائمہ محدثین و ائمہ فقہادوں کے شمار میں یکساں آتے، مگر تقسیم ازل جو حصہ دے،

ہر کسے را بہر کارے ساختند میل او اندر دلش انداختند

اور انصافیہ تمنا بھی عبث ہے امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے، ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ بھی ائمہ حنفیہ کی طرح معتب و معیوب قرار پاتے، فیالی اللہ المشتکی و علیہ التکلاف۔

بالجملہ! ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور پر نور امیر المؤمنین، مولیٰ المسلمین سیدنا و مولانا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی سے، کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کار فجار، جو معاویہ کی حمایت میں عیاذاً باللہ اسد اللہ کی سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی کی محبت میں معاویہ کی صحابیت و خدمت و نسبت بارگاہ حضرت رسالت بھلا دے وہ شیعہ یزیدی۔ یہی روش آداب بجد اللہ ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے، یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن جوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور مولانا علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے، نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضوں سے شان رفیع امام اعظم و غوث اعظم و شیخ اکبر رضی اللہ عنہم پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں، ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابر محبوبان خدا کے مدارج عالیہ تک دست ادراک نہ پہنچنا و بس، لاجرم اعتراض باطل

اور معترض معذور اور معترض علیہم کی شان ارفع و اقدس۔ (۱)

## قلت روایت کے اسباب:

حضرات! مندرجہ بالا تفصیل و تحقیق میں شرح و بسط کے ساتھ جب آپ نے اس بات کو ملاحظہ کر لیا کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقام علم حدیث میں کتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور کیسے کیسے جلیل القدر ائمہ حدیث و فقہ نے آپ کی فقاہت اور محدثانہ عظمت کا کھلے دل سے اظہار و اعتراف کیا ہے اس کے باوجود بھی آپ کی مرویات اتنی قلیل کیوں ہیں اس حقیقت کو جاننے کے لیے ذیل کی تحقیقات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ غیر مقلدین زمانہ کو صحیح جواب دیا جاسکے، ہم یہاں آخر میں متقدمین محققین و محدثین کے اقوال و اشادات کی روشنی میں اس امر کو واضح و عیاں کرنے کی کوشش کریں گے کہ جب آپ اس قدر عظیم الشان محدث، فقیہ اور مجتہد تھے تو آپ کی روایات کثرت کے ساتھ کیوں نہیں ہیں؟ اس کے بالمقابل آپ کے مابعد محدثین کرام کی روایات کثیر ہیں۔ اس کے بنیادی اسباب و علل و وجوہ و اسباب کیا تھے جن کی بنا پر آپ نے دیگر ائمہ حدیث کی طرح کثیر روایات نہ کیں؟ اور اس جانب کوئی خاص توجہ نہ فرمائی جب کہ یہ وہ عہد مبارک تھا کہ لوگ احادیث کی تلاش و جستجو میں ہزاروں میل کا سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضور اقدس ﷺ سے منسوب اقوال کریمہ کو جمع و تدوین کرنے کی فکر کرتے تھے۔

احادیث رسول ﷺ کی جمع و تدوین میں اجلہ اکابرین و محدثین کرام نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں، اگر یہ ائمہ حدیث اس جانب توجہ نہ فرماتے تو اسلام کا یہ عظیم ماخذ و مصدر آج ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتا، اس لیے یہ بات تسلیم ہے کہ جب اتنے جلیل القدر ائمہ کرام نے احادیث رسول ﷺ کی تدوین و ترتیب میں اس قدر خدمات و تحقیقات جلیلہ کا ایک بے مثال ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہے تو ضرور اس کے بنیادی اسباب و علل ہوں گے، جنہوں نے انہیں اس کی طرف متوجہ کیا ہوگا۔ اس تناظر میں جب ہم حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات کو پڑھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ”نقد و جرح“ ”اصول روایت و درایت“ ”شروط روایت و قبول حدیث“ ”معیار قبول روایت اور تنقیح حدیث“ میں آپ کی حد درجہ احتیاط پر مبنی جو تحقیقات و تنقیدات ہیں وہ تاریخ کے زریں اوراق پر ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھی جاتی رہیں گی۔ ائمہ اسلام اور علمائے محققین نے آپ کی قلت روایت کے مختلف جوابات دیئے ہیں، ذیل میں چند درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام سفیان ثوری: ”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم حاصل کرنے میں نہایت محتاط، اور حدود الہی کی بے

حرمتی کرنے پر بے حد ممانعت کرنے والے تھے، آپ صرف وہی حدیثیں لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی اور صحیح ہوتی تھی، اور آپ نبی کریم ﷺ کے آخری عمر کے فعل کو لیا کرتے تھے، اور اس فعل کو جس پر انہوں نے علمائے کوفہ کو عمل

(۱) فتاویٰ رضویہ: ۴۴۷ تا ۴۴۹

کرتے پایا، مگر پھر بھی ایک قوم نے بلا وجہ ان پر طعن کیا۔ اللہ رب العزت ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے۔<sup>(۱)</sup>  
**(۲) حضرت امام شافعی:** حضرت امام شافعی قدس سرہ اخذ حدیث میں آپ کی سخت شروط و قیود کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ”یہ سخت مذہب ہے، یعنی انتہائی درجہ کی احتیاط ہے، اس سلسلے میں دیگر محدثین اس اصول کو نہیں اپنا سکے، بہت ممکن ہے کہ بخاری و مسلم کے ان راویوں کی تعداد جو مذکورہ شرط پر پورے اترتے ہوں، نصف تک بھی نہ پہنچتی ہو۔“<sup>(۲)</sup>

**(۳) حضرت امام یحییٰ بن معین:** حضرت امام یحییٰ بن معین آپ کی احتیاط کا اس طرح ذکر کرتے ہیں:  
 حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما صرف وہ احادیث بیان کرتے تھے جن کے وہ حافظ تھے۔“<sup>(۳)</sup>  
**(۴) ابن خلدون:** علامہ مورخ ابن خلدون آپ کی قبول روایت میں شروط کے متعلق لکھتے ہیں:

”والإمام أبو حنیفة إنما قلت روايته لما شدد في شروط الترواية والتحمل و ضعف رواية الحديث اليقيني إذا عارضها الفعل النفسي و قلت من أجلها رواية فقل حديثه . لالأنه ترك رواية الحديث متعمداً فحاشاه من ذلك ، ويدل على أنه من كبار المجتهدين في علم الحديث إعتقاد مذهبه بينهم، والتعويل عليه و اعتباره رداً و قبولاً، وأما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط و كثر حديثهم والكل عن اجتهادٍ ، وقد توسع أصحابه من بعده في الشروط و كثرت روايتهم ، وروى الطحاوي فأكثر و كتب مسنده وهو جليل القدر.“<sup>(۴)</sup>

ترجمہ: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی قلت روایت کی وجہ ان کا روایت اور ضبط حدیث کی شرطوں میں شدت کرنا ہے۔ (کہا گیا) اگر راوی کا خود اپنا فعل روایت کے خلاف ہو تو وہ ضعیف ہے۔ انہی وجوہات و اسباب کی بنیاد پر آپ کی روایات قلیل ہیں نہ کہ معاذ اللہ آپ نے جان بوجھ کر حدیث کو چھوڑ دیا ہو۔ اس سے آپ قطعی طور پر بری ہیں۔ اور یہ بات آپ کے بلند پایہ مجتہد ہونے پر دلیل ہے کہ اکابر محدثین نے آپ کے مذہب پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے۔ اور آپ کے رد و قبول کو اہمیت و وقعت دی ہے۔ اور آپ کے علاوہ دوسرے محدثین نے (جو کہ جمہور ہیں) شروط میں وسعت اختیار فرمائی اس وجہ سے ان کی روایات زیادہ ہوئیں۔ یہ ان سب کا اجتہاد ہے۔ آپ کے بعد آپ کے تلامذہ حدیث نے بھی شروط میں وسعت اختیار کی تو ان کی روایات بھی کثیر ہوئیں جیسا کہ حضرت امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے کثرت کے ساتھ روایات کی اور انھوں نے مسند لکھی جو بڑے پایہ کی ہے۔

(۱) امام اعظم ص: ۱۷۸

(۲) تدریب الراوی ص: ۱۶ مرجع سابق ص: ۱۸۱

(۳) تاریخ بغداد: ۱۳: ۴۱۹

(۴) مقدمہ ابن خلدون ص: ۴۴۴ سوانح بیہائے امام اعظم ص: ۲۵۳

(۵) علامہ ابن خلدون: قلت روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقد تقول بعض المبغضين المتعسفين إلى أن منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلماذا قلت روايته لا سبيل إلى هذا المعتقد في كبار الأئمة.“<sup>(۱)</sup>

یہ بعض حاسدوں اور باغیوں کی خام خیالی ہے کہ جس امام سے روایت کم مروی ہو وہ حدیث میں ”قلیل البضاعة“ (کم مرتبہ) ہے، ایسا لغو اور بے ہودہ خیال ائمہ کبار کے متعلق دل میں جمانا سخت بے ادبی ہے۔

(۶) حضرت علامہ ملا علی قاری: حضرت امام اعظم روایت بالمعنی کو جائز نہیں مانتے تھے چاہے وہ مترادف

الفاظ ہی کیوں نہ ہو، جب کہ جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شمرانی: حضرت علامہ امام عبد الوہاب شمرانی قدس سرہ شروط حدیث کے

متعلق حضرت سیدنا امام اعظم کی ایک شرط کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: کہ حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راوی حدیث سے صحابی راوی تک متقی و عادل لوگوں کی ایک خاص جماعت نے اسے نقل کیا ہو۔“<sup>(۳)</sup>

(۸) حضرت امام ابن حجر مکی شافعی: حضرت امام اعظم کی قلت روایت کے متعلق لکھتے ہیں ”حضرت امام

صاحب کی قلت روایت کا سبب یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اسی شخص کو روایت کرنا جائز ہے، جسے سننے کے دن سے روایت کے وقت تک حدیث یاد ہو، وہ صرف حافظ کے لیے روایت کرنا درست نہیں سمجھتے تھے۔“<sup>(۴)</sup>

(۹) حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قلت روایت کے سبب

کو بیان کرتے ہوئے، حضرت امام جلال الدین سیوطی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں: ”حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قلت روایت ہونے کا سبب آپ کے سخت اصول و شروط تھے۔“<sup>(۵)</sup>

(۱۰) محدث دیار مصر حضرت شیخ محمد یوسف الصالحی الشافعی: آپ امام اعظم ابو حنیفہ کی قلت روایات کے

اسباب کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”إنما قلت روايته عنه وإثته كان متسع الحفظ لاشتغاله بالاستنباط فكذلك لم يرو عن مالك والشافعي إلا القليل بالسنة إلى ما سمعاه للسبب نفسه كما قلت رواية أمثال أبي

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص: ۴۴۵

(۲) شرح مسند الامام ابی حنیفہ ص: ۳

(۳) المیزان الشریعة الکبریٰ: ۶۳۱

(۴) الخیرات الحسان ص: ۱۵۹، اردو

(۵) تبیض الصحیفہ، بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہ اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ص: ۷۳

بکر وعمر من كبار الصحابة رضی اللہ عنہما إلى كثرة اطلاعهم وقد كثرت رواية من دونهم بالنسبة إليهم“ (۱)

یعنی امام ابو حنیفہ اگرچہ کثیر الحفظ تھے تاہم ان کی روایات کی قلت کا سبب یہ ہے کہ آپ مسائل کے استنباط میں مصروف رہتے تھے۔ اور ایسے ہی امام مالک اور امام شافعی کی مرویات بعینہ کم ہیں بہ نسبت سماع کے۔ جس طرح حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق جیسے کبار صحابہ کی روایات کم ہیں باوجود یہ کہ وہ حضرات احادیث رسول کی کثرت معلومات والے ہیں اس کے برخلاف وہ حضرات جو کم رتبہ ہیں ان کی مرویات بہت ہیں۔

(۱۱) حضرت امام عیسیٰ بن ابان: ”حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے کم تعداد میں حدیثیں مروی ہونے کی وجہ سے

بعض مخالفین نے یہاں تک کہہ دیا کہ انھیں حدیث کا علم ہی نہیں تھا، جب کہ معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے سب سے عظیم اور سب سے بڑے محدث تھے، کمال ضبط کی شرط ان کی نگاہ میں تھی اس لیے روایتیں کم کرتے تھے۔“ (۲)

(۱۲) حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی: آپ قلت روایات کا جواب دیتے ہوئے

لکھتے ہیں:

”آوردہ اند کہ نزد امام اعظم ابو حنیفہ صندوقہا بود از صحائف حدیث و ممکن اشتغال وے و یاران وے در جانب فقہ و وضع مسائل، و استیعاب اصول و فرع، آں غالب افتاد، و سلسلہ روایت احادیث از ایشان کمتر برپاشد، نہ آنکہ تمسک و استدلال ایشان با حدیث نبود حاشا۔“ (۳)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث کے بہت صندوق تھے جن میں ان کی روایات کردہ احادیث تھیں۔ آپ کی روایت کی قلت کا سبب معاذ اللہ یہ نہیں کہ حدیث جانتے نہ تھے بلکہ آپ کی روایات کے قلیل ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ اور آپ کے تلامذہ فقہ کے مسائل وضع کرنے میں مشغول ہوئے اور دین کے اصول و فروع کا احادیث کریمہ کی روشنی میں انتخاب فرمایا۔

(۱۳) مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی: محرز مذہب حنفی حضرت امام محمد قدس

سزا کے حوالے سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی لکھتے ہیں: ”امام اعظم حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں، دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔“ (۴)

(۱۴) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی: قلت روایت کا جواب دیتے ہوئے

(۱) شرح مسند ابی حنیفہ امام اعظم ابو حنیفہ اور اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ص: ۷۶

(۲) کشف الاسرار: ۷۰۰۴، بیروت

(۳) شرح سفر السعادت ص: ۱۹

(۴) فتاویٰ رضویہ: ۵۲۴۲

لکھتے ہیں: ”بعض حضرات نے فرمایا کہ چوں کہ شرائط بہت سخت تھے، حضرت امام اعظم کے نزدیک صحت روایت کی شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے روایت کے وقت تک راوی کو حدیث یاد ہو، دوسری شرط یہ تھی کہ حضرت امام اعظم روایت بالمعنی کے قائل نہ تھے، روایت باللفظ ضروری جانتے تھے، اس لیے روایت کم فرمائی۔ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہیں، مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے، انھیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں، جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں، مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ وہ آپ کو معلوم ہے، غور کیجیے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں کیا یہ تکلیل روایت نہیں ہے؟

پھر ان محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لیے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے منقح مسائل اعتقادیہ و عملیہ کا استنباط اور ان کو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے، اس میں مصروفیت اور پھر عوام و خواص کو ان کے حوادث پر احکام بتانے کی مشغولیت نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔ یہ صحیح ہے کہ محدثین نے بھی اپنی تصانیف میں ابواب قائم کر کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اور جمع احادیث کی حیثیت ثانوی مقصد ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجیے کہ یہ بھی فیض ہے حضرت امام اعظم کا۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی نے فرمایا:

”الغاس عیال فی الفقہ علی ابي حنیفہ من لم ينظر فی کتبه لم يتبحر فی العلم ولا يتفقہ.“ (۱)

سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں جس نے امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ کیا اسے علم میں تبحر حاصل نہیں ہوا اور نہ وہ فقیہ ہوا۔ (۲)

(۱۵) شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی (پاکستان): قلت روایت کا جواب دیتے

ہوئے لکھتے ہیں: ”روایت حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بہت زیادہ محتاط تھے، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات سے بہت کم حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور مقبول حدیث کے معاملے میں بھی یہ حضرات بہت سخت تھے، جب تک کسی حدیث پر اچھی طرح اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک یہ لوگ کسی حدیث کو مقبول نہیں کہتے تھے، امام اعظم بھی اسی مکتب فکر سے متاثر اور اسی کے پیروکار تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے دوسرے محدثین کی طرح بے تحاشا روایت نہیں کی۔“ (۳)

اللدر ب العزت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں راقم کا یہ علمی و تحقیقی خراج قبول فرمائے، آمین۔

(۱) تبیض الصحیفہ ص: ۱۸

(۲) نزہة القاری: ۱۳۲۱-۱۳۲۳

(۳) تذکرۃ المحدثین ص: ۸۸

## امام اعظم ابو حنیفہ کی تابعیت

مفتی مختار عالم رضوی، ناظم اعلیٰ مدرسہ سلیمیہ فیض الاسلام، کمرہٹی، کولکاتا-۵۸

امام الائمہ، سراج الائمہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین، مبشر مصطفیٰ، دعائے مرتضیٰ، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ائمہ اربعہ میں ممتاز صفات اور منفرد خصوصیات کے حامل ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے۔ انہیں خصوصیات کی بنیاد پر محدثین کرام اور فقہائے عظام آپ کو ”امام اعظم“ کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ کی خصوصیتوں میں سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ ”تابعیت“ کی عظیم سعادت سے مشرف ہیں جب کہ ائمہ اربعہ میں سے امام اعظم کے علاوہ کسی امام کو یہ منصب حاصل نہیں ہے، اسی شرف ”تابعیت“ کی وجہ سے آپ کو حضور ﷺ سے ایک واسطہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے (یعنی وہ روایات جو حضور ﷺ سے صرف ایک واسطہ سے مروی ہے) یہ ایسی فضیلت ہے جس نے امام اعظم کو ان کے معاصرین اور بعد کے محدثین میں اسناد عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔

دوسرے ائمہ کے اسانید پر نظر ڈالیں مثلاً امام مالک، تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں (یعنی وہ روایات جو حضور ﷺ سے دو واسطے سے مروی ہیں)۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چوں کہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات ”ثلاثیات“ شمار کی جاتی ہیں (یعنی وہ روایتیں جو تین واسطوں سے حضور ﷺ تک پہنچتی ہیں)۔

مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی بھی چوں کہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہو گئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلم اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی اس لیے ان کی سب سے عالی روایات ”رباعیات“ ہیں (یعنی وہ روایتیں جن کے سلسلہ سند میں حضور ﷺ تک چار واسطے ہیں)۔

بارہویں صدی کے آخر میں جب مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی نے ایک کتاب بنام ”تنویر الحق“ لکھی جس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و تابعیت کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ سے امام اعظم کی روایت کو بھی ثابت

کیا۔ چوں کہ اس زمانے میں ہندوستان میں تحریک غیر مقلدین نے زور پکڑا اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو امام اعظم کی مخالفت میں ”تنویر الحق“ کے جواب میں غیر مقلدین کے عالم مولانا سید نذیر حسین دہلوی نے ”معیار الحق“ لکھی جس میں صحابہ سے امام اعظم کی روایت اور روایت دونوں کا انکار کیا۔ پھر ”معیار الحق“ کے جواب میں علمائے احناف کی طرف سے دو کتابیں لکھی گئیں ایک ”انتصار الحق“ مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری ”مدار الحق“ مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ”تابعیت“ کو ثابت کیا گیا۔

تابعیت کیا ہے؟ علامہ محی الدین النوی ”تقریب“ میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیل هو من صحب صحابیا و قیل من لقیہ و هو الأظہر. (ص: ۲۱۲)

یعنی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت پائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (متوفی: ۹۱۱ھ) تقریب نووی کی شرح ”تدریب الراوی“ میں عبارت بالاکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقیل: (هو من لقیہ) وإن لم یصحبه كما قیل فی الصحابی وعلیہ الحاکم قال ابن الصلاح و هو اقرب قال المصنف و هو الأظہر قال العراقي وعلیہ عمل الأكثرین من أهل الحدیث. (۱)

یعنی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو، جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح نے کہا ہے: ”یہی زیادہ قریب ہے۔ مصنف نے بھی اس کو زیادہ ظاہر بتایا ہے۔“ عراقی نے کہا ہے کہ محدثین میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ سیوطی رضی اللہ عنہ کی اس تشریح سے واضح ہو گیا کہ اہل فن کے نزدیک ”تابعیت“ کے لیے صرف روایت ہی کافی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

التابعی و هو من لقی الصحابی كذلك و هذا متعلق باللقی و هذا هو المختار خلافا لمن اشترط فی التابعی طول الملازمہ أو صحۃ السماع أو التمییز. (۲)

یعنی تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان

(۱) تدریب الراوی، ج: ۶، ص: ۷۰۰، مکتبہ طیبہ

(۲) نزہتہ النظر شرح نخبہ الفکر ص: ۱۰۲



لوگوں کے جو تابعی کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمیز کو شرط قرار دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک تابعیت کے لیے مجرد لقا ہی کافی ہے۔

علامہ ملا علی قاری نے ”شرح نخبۃ الفکر“ میں تابعی کی تعریف میں اس قول ”و هو من لقی الصحابی هذا هو المختار“ کے تحت لکھا ہے کہ علامہ حافظ زین الدین عراقی نے کہا کہ اکثر علما کا اسی پر عمل ہے۔  
مجدد اعظم سیدنا علی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

”إذا اختلفوا فيما بينهم قال عبد الله بن المبارك يؤخذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى: لأنه كان من التابعين و زادهم في الفتوى.“<sup>(۱)</sup>

یعنی جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک کے قول کے مطابق امام ابو حنیفہ کا قول قابل عمل ہوتا ہے کیوں کہ وہ ”تابعی“ ہیں اور دیگر تابعین کے فتاویٰ کے مقابل انھوں نے فتاویٰ پیش کیے۔  
مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمہ اصول حدیث اور عام محدثین ”تابعیت“ کے ثبوت کے لیے صرف صحابی کی رویت کو کافی سمجھتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

طوبى لمن رانى و امن بي و طوبى لمن رأى من رأى من رأى. (رواه الطبراني والحاكم عن عبد الله بن بسر ومقات شرح مشكوة، باب مناقب الصحابة)

یعنی اسے خوشی کا مزدہ ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

لا تمس النار مسلما رانى و رانى من رأى.<sup>(۲)</sup>

یعنی اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔

اس حدیث میں رویت کا لفظ مطلق ہے لہذا اس مطلق کو صحبت یا اس قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اصول فقہ کا سلمہ قاعدہ ہے ”المطلق یجری علی اطلاقہ“۔ اب جائزہ لیا جائے کہ جمہور ائمہ اصول حدیث اور عام محدثین کے فیصلہ کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ تابعی ہیں یا نہیں؟ امام اعظم نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں؟ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا ہے یا نہیں؟ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں؟  
نائب مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، قدیم، ص: ۷۶

(۲) رواہ الترمذی و مشکوة، ص: ۵۵۴

”اس کو معلوم کرنے کے لیے امام اعظم کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی ہوگی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت کس سنہ میں ہوئی؟ اس بارے میں دو قول مشہور ہے ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں۔ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے اگر ۸۰ھ میں ولادت مائیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام مختلف دیار میں باحیات تھے:

- |   |                |                                   |
|---|----------------|-----------------------------------|
| (۱) حضرت انس بن مالک  | بصرہ میں       | (متوفی: ۹۲ھ یا ۹۳ھ)               |
| (۲) حضرت مالک بن الحویرث  | بصرہ میں       | (متوفی: ۹۲ھ)                      |
| (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی   | مدینے میں      | (متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ)                |
| مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں آپ سب کے اخیر ہیں۔ |                |                                   |
| (۴) مالک بن اوس   | مدینے میں      | (متوفی: ۹۲ھ)                      |
| (۵) حضرت واثلہ بن الاسقع  | شام میں        | (متوفی: ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ)        |
| (۶) مقدم بن معدیکرب   | شام میں        | (متوفی: ۸۷ھ)                      |
| (۷) حضرت ابو امامہ باہلی حمصی                                     | شام میں        | (متوفی ۸۶ھ)                       |
| (۸) ابو الطفیل عامر بن واثلہ                                      | بروایت مکہ میں | (متوفی ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ)۔             |
| (۹) حضرت عمرو بن حرث  | کوفے میں       | (متوفی: ۸۵ھ)۔                     |
| (۱۰) حضرت عبداللہ بن اوفی   | کوفے میں       | (متوفی ۸۷ھ)                       |
| کوفے میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر ہیں۔           |                |                                   |
| (۱۱) حضرت ابو امامہ انصاری  |                | (متوفی: ۱۰۰ھ)                     |
| (۱۲) حضرت سائب بن خلاد  |                | (متوفی: ۹۱ھ)                      |
| (۱۳) حضرت ابوالبدر  |                | (متوفی: ۱۱۷ھ)                     |
| (۱۴) محمود بن ربیع  |                | (متوفی: ۹۱ھ)                      |
| (۱۵) محمود بن لبید  |                | (متوفی: ۹۶ھ)                      |
| (۱۶) قبیصہ بن ذویب  |                | (متوفی: ۸۶ھ)                      |
| (۱۷) حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری                                  |                | (متوفی: ۸۱ھ)                      |
| (۱۸) حضرت عبداللہ بن جزء مصری                                     |                | (متوفی: ۸۵ھ)                      |
| (۱۹) سائب بن یزید   |                | (متوفی: ۸۰ھ یا ۸۲ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ) |

بربنائے تحقیق جب امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے تو مزید ان صحابہ کرام کا زمانہ بھی انھیں نصیب ہوا۔

- (۲۰) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری مدینے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۱) حضرت ابو سعید خدری مدینے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۲) حضرت سلمہ بن اکوع مدینے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۳) حضرت رافع بن خدیج مدینے میں (متوفی: ۷۳ھ)
- (۲۴) حضرت جابر بن سرہ کوفے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۵) حضرت ابو حذیفہ کوفے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۶) حضرت زید بن خالد کوفے میں (متوفی: ۷۸ھ)
- (۲۷) حضرت محمد بن حاطب بروایت کوفے بروایت مکے میں (متوفی: ۷۴ھ)
- (۲۸) حضرت ابو ثعلبہ خثمی (متوفی: ۷۵ھ)
- (۲۹) حضرت عبد اللہ بن بسر (متوفی: ۷۴ھ)
- (۳۰) سائب بن خباب (متوفی: ۷۴ھ)

اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما نے ان میں سے کم سے کم سات صحابہ کرام کی زیارت کی ہے:

- (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما (متوفی ۹۱ھ یا ۹۳ھ) ان کو حضرت امام اعظم نے کئی بار دیکھا ہے۔ فرمایا کہ وہ سرخ خضاب استعمال کرتے تھے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن اوفی (متوفی: ۸۷ھ)۔

(۳) ہبل بن سعد ساعدی (متوفی: ۸۸ھ یا ۹۱ھ)

(۴) حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ (متوفی: ۱۰۰ھ یا ۱۱۰ھ)

(۵) عمرو بن حرث (متوفی: ۸۵ھ)۔

(۶) عبد اللہ بن حارث بن جزء (متوفی: ۸۵ھ)۔

(۷) حضرت واثلہ بن الاسقع (متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ)۔<sup>(۱)</sup>

جب کہ بعض محققین کے نزدیک ان حضرات کے علاوہ بھی اصحاب رسول کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما مشرف ہوئے۔ امام اعظم کی سن ولادت سے واضح ہو گیا کہ اس زمانے میں صحابہ کرام موجود تھے۔ امام اعظم نے ان میں سے بعض صحابہ کی زیارت بھی کی بلاشبہ امام اعظم تابعیت کی عظیم سعادت سے سرفراز ہوئے اس لیے

(۱) مقدمہ نزہة القاری، ص: ۱۱۵، ۱۱۶ بحوالہ اسد الغابہ، ج: ۲، ص: ۲۲۲

وہ تابعی ہیں۔

علامہ کوثری مصری رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم کی ولادت ۷۰ھ کو دلائل و قرائن سے ترجیح دی ہے: "امام اعظم ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے، وہاں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی زیارت کی اور ان سے حدیث سنی۔ ۹۶ھ کو پھر حج میں گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔" (۱)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو معشر طبری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ میں صحابہ کرام سے امام اعظم کی مروی احادیث بیان کی ہیں اور فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سات صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے:

- (۱) سیدنا انس بن مالک
- (۲) سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء
- (۳) سیدنا جابر بن عبداللہ
- (۴) سیدنا معقل بن یسار
- (۵) سیدنا واثلہ بن اسقع
- (۶) سیدنا عبداللہ بن انیس
- (۷) سیدتنا عائشہ بنت عجرور رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس سے تین حدیثیں، سیدنا واثلہ سے دو حدیثیں جب کہ سیدنا جابر، سیدنا عبداللہ بن انیس، سیدتنا عائشہ بنت عجرور اور سیدنا عبداللہ بن جزء سے ایک ایک حدیث روایت فرمائی ہے۔ آپ نے سیدنا عبداللہ بن اوفیٰ سے بھی ایک حدیث روایت فرمائی ہے اور یہ تمام احادیث ان طریقوں کے سوا بھی وارد ہوئی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (۲)

سات صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا ذکر خود امام اعظم نے بھی کیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے: "میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سات صحابہ سے ملا ہوں اور میں نے ان سے احادیث سنی ہیں۔" (۳)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کی روایت و ملاقات بھی حاصل ہے اور آپ نے ان سے روایت بھی کی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سن ولادت اور صحابہ کرام کے سن وصال پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان صحابہ سے ملاقات عین ممکن ہے لیکن تحقیق طلب یہ امر ہے کہ ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ اس بحث کے دو پہلو ہیں۔ ایک عقلی، دوسرا نقلی۔

عقلی تو یہ کہ امام صاحب کے خاندان والوں کا یہ دستور تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لیے دعا کرواتے تھے، جیسا کہ آپ کے والد حضرت ثابت رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ صاحب در مختار نے لکھا

(۱) امام اعظم رضی اللہ عنہ از علامہ تراب الحق، بحوالہ سوانح بے بھامے امام اعظم، ص: ۶۲ بحوالہ مقدمہ انوار الباری

(۲) امام اعظم از علامہ شاہ تراب الحق، ص: ۵، بحوالہ تبيين الصحيفه، ص: ۷

(۳) امام اعظم از علامہ شاہ تراب الحق ص ۵ بحوالہ مناقب للموفق: ۶۰

ہے کہ آپ نے ۵۵ حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی کل عمر حسب قول مشہور ۷۰ سال تھی اس لیے ظاہر ہے کہ آپ نے بیس سال کی عمر تک کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے اور یہ بات تو سراسر بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے۔ جب کہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان کرتے تھے اس لیے عین ممکن ہے امام اعظم نے صحابہ کی زیارت فرمائی اور نقل روایت کی بنیاد پر امام اعظم کی ”تابعیت“ کو طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین ہی کو ہے جب کہ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام اعظم کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر پر کہ آپ نے اصحاب النبی سے روایت کی ہے یا نہیں؟

ملا علی قاری (متوفی: ۱۰۱۳ھ) مؤطا امام محمد کی شرح میں رقم طراز ہیں:

ان ابا حنیفة تابعی بلا خلاف کما بینتہ فی سند الأنام فی شرح مسند الإمام اہ۔  
یعنی امام ابو حنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں جیسا کہ میں نے ”سند الأنام فی شرح مسند الإمام“ میں بیان کیا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی ”تاریخ بغداد“ میں فرماتے ہیں:

رأی أبو حنیفة أنس بن مالک۔

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی ”تذکرۃ الحفاظ“ میں فرماتے ہیں:

رأی أنس بن مالک غیر مرة لما قدم علیہم الکوفة رواہ ابن سعد عن سیف بن جابر  
أنہ سمع أبا حنیفة یقول۔

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے متعدد بار دیکھا ہے۔

اس بات کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) ”تہذیب التہذیب“ میں امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

رأی أنس و رؤی عن عطاء بن رباح۔

یعنی امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے۔

ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابو حنیفہ کی تابعیت کو دلائل کے ساتھ بھی

بیان فرمایا ہے ان کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

أدرک الإمام أبو حنیفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بالكوفة سنة ثمانین من الهجرة

وبها یومئذ من الصحابة عبد الله بن أبي أوفی فإنه مات بعد ذلك بالإتفاق، و بالبصرة یومئذ

أنس بن مالک ومات سنة تسعین أو بعدها، قد أورد ابن سعد بسند ”لا بأس به“ إن أبا

حنیفہ راى انساو كان غير هذ ين من الصحابة أحياء في البلاد. و قد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة لكن لا يخلو اسناده من ضعف والمعتمد على إدراكه ما تقدم وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد في الطبقات، فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين<sup>(۱)</sup>.

امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے کیوں کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ کوفہ میں ہوئی اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ موجود تھے کیوں کہ ان کی وفات بالاتفاق ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالک موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے، نیز ان دونوں اصحاب کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ مختلف شہروں میں بقید حیات تھے اور بعض علما نے امام ابو حنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کو خاص جلد میں جمع کیا ہے لیکن ان کی سندیں ضعف سے خالی نہیں ہیں، امام ابو حنیفہ کا صحابہ کے زمانے کو پانے کے متعلق قابل اعتماد بات وہی ہے جو گزر چکی اور بعض صحابہ کو دیکھنے کے بارے میں قابل اعتماد بات وہ ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہذا اس اعتبار سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما تابعین کے طبقہ میں سے ہیں الخ۔

علامہ ذہبی نے ”مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه“ میں علامہ جلال الدین سیوطی نے ”تبیض الضحیفہ“ میں علامہ شمس الدین دمشقی نے ”عقود الجمان“ میں اتفاق کیا ہے اور علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی کی لکھتے ہیں:

”إنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له كالأوزاعي بالشام، والحماديين بالبصرة، والثوري بالكوفة و مالك بالمدينة المشرفة، والليث بن سعد بمصر.“<sup>(۲)</sup>

امام ابو حنیفہ نے اپنی پیدائش سن ۸۰ھ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے جو کوفہ میں تھے اس لیے وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں، اور یہ شرف ان کے معاصر محدثین و فقہا جیسے شام میں امام اوزاعی، بصرہ میں امام حماد بن سلمہ، امام حماد بن زید، کوفہ میں امام سفیان ثوری، مدینہ میں امام مالک، اور بصرہ میں امام لیث بن سعد کو حاصل نہیں ہو سکا۔ امام خوارزمی نے ”مسند امام“ میں لکھا ہے کہ علما اس بات پر متفق ہیں کہ امام نے اصحاب رسول اللہ سے روایت کی لیکن ان کے عدد میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ چھ مرد اور ایک عورت سے روایت کی اور بعض نے کہا کہ پانچ مرد اور ایک عورت سے اور بعضوں کا قول ہے کہ سات مرد اور ایک عورت سے روایت کی پہلے قول پر انس

(۱) تبیض الضحیفہ ص ۲۵، ۲۶

(۲) الخیرات الحسان فصل: سادس، ص: ۲۱

بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن خارث بن جززبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرہ ہیں اور تیسرے قول پر معقل بن یسار زائد ہیں اور قول ثانی پر جابر اور معقل داخل نہیں ہیں اور ابوالطفیل ہر ایک قول میں مذکور ہیں انتہی۔<sup>(۱)</sup>

الحمد للہ مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں امام اعظم رضی اللہ عنہما کا متعدد صحابہ کرام سے روایت کرنا ثابت ہو گیا اور اس سلسلے میں محدث ابو قاسم علی ابن کاس حنفی بھی جو دارقطنی کے استاد ہیں فرماتے ہیں:

من فضا ثلہ أنه روی عن أصحاب رسول الله ﷺ فإن العلماء اتفقوا على ذلك واختلفوا في عددهم فمنهم من قال إنهم ستة و امرأة ومنهم من قال خمسة و امرأة و منهم من قال سبعة و امرأة.<sup>(۲)</sup>

یعنی امام ابو حنیفہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کے صحابہ سے روایت کی ہے، علما کا اس امر پر اتفاق ہے، البتہ صحابہ کی تعداد کے بارے میں مختلف آراء ہیں بعض چھ صحابی اور ایک صحابیہ بیان کرتے ہیں جب کہ بعض پانچ اور ایک صحابیہ اور بعض سات اور ایک صحابیہ بتاتے ہیں۔

ملا علی قاری، حافظ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ ذہبی، علامہ شمس الدین دمشقی، علامہ محدث ابو قاسم علی بن کاس مذکورہ محدثین و حفاظ کے علاوہ متقدمین اور متاخرین کی ایک بڑی جماعت مثلاً حافظ ابو نعیم اصبہانی، حافظ ابن عبد البر، ابن الجوزی، امام سمعانی، حافظ عبد الغنی مقدسی، حافظ زین الدین عراقی، ولی الدین عراقی ابن الوزير پمپانی، وغیرہ ائمہ حدیث نے بھی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی تابعیت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے صحابہ سے روایت کو بھی ثابت فرمایا ہے حالانکہ ان میں سے سب حنفی مسلک کے نہیں ہیں بلکہ شافعی مسلک کے بھی ماننے والے ہیں۔

صحابیت کے بعد تابعیت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں اور ائمہ مجتہدین میں یہ مرتبہ عالی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما ہی کو ملا ہے بلاشبہ وہ تابعی ہیں اور ان احادیث رسول ﷺ کے مصداق ہیں۔  
”میری امت میں سب سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔“ (بخاری، مسلم)

”اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔“ (ترمذی ہشکوٰۃ)

(۱) حدائق الحنفیہ ص: ۵۰

(۲) رسالہ فی مناقب الائمة الاربعة

## امام اعظم ابو حنیفہ کا تبحر علمی

مولانا شہباز احمد مصباحی پوکھریوی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہما اپنے علم و فضل کی وجہ سے دنیا کے گوشے گوشے میں معروف و مشہور ہیں۔ فقہ و استنباط کی حیثیت سے جو مقام آپ کو حاصل ہے، وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آیا۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت و استعداد کے ذریعہ علم و عرفان کے وہ پیل بوئے اگائے جن سے علما ہمیشہ متمتع ہوتے رہیں گے۔ قرآن و حدیث، کلام و فقہ اور دوسرے رائج دینی علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ فقہ کا تو آپ کو موجود و مدون اول کہا جاتا ہے۔ آپ کے تبحر علمی کا صحیح اندازہ مجھ جیسے بیچ مداں کے بس کا روگ نہیں، مگر ماہرین کے رشحاتِ قلم سے خوشہ چینی کرتے ہوئے کچھ جھلکیاں پیش ہیں:

آپ کی تعلیم: امام اعظم، تحصیل علم کے اعتبار سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے تجارت شروع کی تھی؛ لیکن پھر امام شعبی سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کی پوشیدہ ذہانت و فطانت کو بھانپ لیا اور آپ کو تعلیم جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے اولاً علم کلام کی طرف توجہ دی، اور اس میں کمال حاصل کر کے گمراہ فرقوں سے مناظرہ کرنے لگے۔ لیکن پھر آپ نے دیکھا کہ اسلاف اس علم کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور لوگوں کو اس کی بہ نسبت مسائل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اس لیے آپ نے فقہ کی طرف توجہ دی۔ چونکہ مسائل کے استنباط و استخراج کے لیے قرآن و حدیث کو سمجھنا اور اس کے نسخ و منسوخ کو جاننا ضروری ہے اس لیے آپ نے ان میں خوب مہارت حاصل کی۔ قرآن تو آپ کے دور میں مدون ہو چکا تھا؛ لیکن احادیث کا ذخیرہ جا بجا بکھرا ہوا تھا اس لیے آپ نے ان شہروں کا دورہ کیا جہاں محدثین موجود تھے۔

**حدیث کی تحصیل:** آپ نے کی تحصیل حدیث کا آغاز کوفہ سے کیا۔ اس زمانے میں کوفہ علم حدیث کے ماہرین سے بھرا ہوا تھا۔ امام اعظم نے ان تمام محدثین سے اخذ حدیث کیا۔ ان میں سے بعض مشائخ کی تفصیل یہ ہے:

**امام عامر شعبی:** انہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا۔ خود فرماتے تھے کہ بیس سال ہوئے، میرے کان میں کوئی حدیث ایسی نہ پہنچی جس کا علم مجھے پہلے سے نہ ہو۔



امام شعبہ: انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا۔ امام شافعی نے فرمایا: ”شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی“۔ امام شعبہ کو امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا فرماتے تھے: ”جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے، اس طرح یقین سے کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔“

**امام اعش:** مشہور تابعی ہیں شعبہ و سفیان ثوری کے استاذ ہیں، حضرت انس اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ملاقات ہے۔ امام اعظم آپ سے حدیث پڑھتے تھے اسی دوران انھوں نے آپ سے مناسک حج لکھوائے۔ واقعہ یوں ہوا کہ امام اعش سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے انھوں نے امام اعظم سے پوچھا: ”آپ کیا کہتے ہیں؟“ امام اعظم نے ان سب کے احکام بیان فرمائے۔ امام اعش نے پوچھا: ”کہاں سے یہ کہتے ہو“ فرمایا: [آپ کی ہی بیان کردہ احادیث سے]۔ اور ان احادیث کو مع سندوں کے بیان کر دیا۔ امام اعش نے فرمایا بس بس میں نے جتنی حدیثیں ۱۰۰ دن میں بیان کیں وہ سب آپ نے ایک ہی دن میں سنا لیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ حدیث میں یہ عمل کرتے ہیں“ پھر فرمایا: ”معشر الفقہاء اَنتُم الأطباء و نحن الصیادلہ و أنت ایہا الرجل أخذت بکلا الطرفین“۔ اے فقہا کی جماعت! تم طیب ہو اور ہم محدثین دوا والے ہیں اور اے شخص! تم نے دونوں حاصل کر لیا۔ امام اعظم کے تعلق سے یہ واقعہ بہت مشہور ہے۔ اس واقعہ سے آپ کی محدثانہ شان، روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے ساتھ ہی ساتھ ملکہ استنباط کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

امام حماد: حدیث و فقہ کے عظیم استاذ ہیں۔ امام اعظم۔ آپ سے کافی عرصہ تک درس لیتے رہے۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی تھی۔ ان کے علاوہ امام اعظم نے مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بھی وہاں کے فقہا محدثین سے علم حدیث حاصل فرمایا۔ چونکہ آپ نے ۵۵ حج کیے اس لیے ایام حج میں خاص طور سے وہاں کے اجلہ علما سے استفادہ کا موقع مل جاتا۔ اس طرح آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچ جاتی ہے اساتذہ کی یہ کثرت آپ کے تبحر علمی کا پتہ دیتی ہے۔

ان اساتذہ سے کسب فیض کر کے آپ نے وہ مہارت و کمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے علما آپ کی حذاقت کے معترف ہو گئے۔ اس سلسلے میں چند اقوال درج کیے جاتے ہیں جو آپ کے علمی کمالات پر شاہد ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ”امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔“

حفص بن غیاث نے کہا: ”امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں۔“

ابو علقمہ نے بیان کیا: ”میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثیں، امام ابو حنیفہ پر پیش کیں تو انھوں

نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا۔ اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنادیں۔“  
امام شافعی نے فرمایا: ”لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے ایسے ہی محتاج ہیں جیسے بچے اپنی پرورش میں ماں باپ کے محتاج ہوتے ہیں۔“

امام مالک سے پوچھا گیا کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا؟ انہوں نے کہا: ”ہاں دیکھا، وہ ایسا شخص ہے کہ اگر اس ستون کو کہہ دے کہ سونے کا ہے تو دلائل قائم کر کے ثابت کر دے گا کہ سونے کا ہے۔“  
ابن حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ اسرائیل بن یوسف روایت کرتے ہیں: ”ابو حنیفہ نعمان اچھے شخص تھے جن احادیث میں فقاہت ہے، کوئی ان کا حافظ ان کے مثل نہ تھا اور نہ ہی ان کے منطوق و مفہوم کا علم تھا۔“  
خارجہ بن مصعب نے کہا: ”میں نے ایک ہزار علما سے ملاقات کی ہے، لیکن علم و عقل میں ابو حنیفہ جیسا کسی کو نہیں پایا۔“

امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب کوئی مسئلہ امام کی مجلس میں زیر تحقیق ہوتا تو کوفہ کی دوسری علمی مجالس اور محدثین سے مراجعت کی جاتی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے تلاش سے جو حدیثیں ملتیں، امام کی خدمت میں حاضر ہوتا، وہ بتاتے: ”ان میں فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں ہے اور میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ صحیح حدیث کے مطابق ہے“ میں نے پوچھا: ”آپ کو ان حدیثوں کا علم کیسے ہوا؟ جواب دیتے: ”کوفہ میں جتنا علم ہے وہ سب میرے پاس ہے۔“

اسی طرح اور بہت سے اقوال ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام اعظم، علم کے بحر ذخارتھے۔ خاص طور سے فن حدیث میں آپ بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ کو کبار تابعین سے تو سماع حدیث کا شرف حاصل ہی تھا، ساتھ ہی ساتھ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی سماع حدیث کی عظیم فضیلت حاصل تھی۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایات کو اپنی کتاب ”تبیض الصحیفہ“ میں نقل کیا ہے، ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

”عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سمعت انس بن مالک یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یقول: ”طلب العلم فریضة علی کل مسلم“

”عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ سمعت انس بن مالک، یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یقول: ”الدال علی الخیر کفاعله“

تصانیف: امام اعظم نے فقہ و عقائد، اصول و ادب وغیرہ پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

فقہ اکبر: اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے، اور بہت معروف و مشہور ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں سب سے مقبول حضرت ملا علی قاری کی شرح ہے۔

کتاب الرد علی القدریہ: یہ فرقہ قدریہ کے رد میں ہے اور اپنے موضوع پر نایاب ہے۔

کتاب اختلاف الصحابہ: اس میں صحابہ کرام کے اختلاف کو واضح کیا گیا ہے۔

کتاب الآثار: یہ احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم جو احادیث اپنے تلامذہ کو سنا تے وہ اس کا املا کر لیتے، اور پھر اپنی سماعت کے اعتبار سے مرتب کر دیتے، کتاب الآثار کے راوی متعدد تلامذہ ہیں جن کی طرف منسوب ہو کر علیحدہ علیحدہ نام سے مشہور ہے۔

بروایت امام ابو یوسف	(۱) کتاب الآثار
بروایت امام محمد	(۲) کتاب الآثار
بروایت امام حماد بن امام اعظم	(۳) کتاب الآثار
بروایت امام حفص بن غیاث	(۴) کتاب الآثار
بروایت امام زفر	(۵) کتاب الآثار
بروایت امام حسن بن زیاد	(۶) کتاب الآثار

مسائید: یہ بھی احادیث کا مجموعہ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا بعد میں محدثین نے ہر شیخ کی مرویات کو علیحدہ علیحدہ کر کے مرتب کر دیا۔ ان مجموعوں کی ایک لمبی فہرست ہے ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

امام حماد بن ابو حنیفہ	مرتب	(۱) مسند امام ابو حنیفہ
امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	مرتب	(۲) مسند الامام
امام محمد بن حسن شیبانی	مرتب	(۳) مسند الامام
حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی	مرتب	(۴) مسند الامام
حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدلی جرجانی	مرتب	(۵) مسند الامام

اربعینات: امام اعظم کی مرویات سے متعلق بعض حضرات نے اربعین بھی تحریر فرمائی ہے مثلاً: الاربعین من روایات نعمان سید الجہتین، مرتب: مولانا محمد ادریس نگرانی۔ الاربعین، مرتب: شیخ حسن محمد بن شاہ محمد ہندی۔ ان کے علاوہ ان احادیث کو بھی بعض لوگوں نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے جن میں امام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے جیسے جزء مارواہ ابو حنیفہ عن الصحابہ۔

قلت روایت: ان سب کے باوجود بعض معاندین، آپ کی محدثانہ شان پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کی حدیث دانی پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

بلکہ بعض نے یہاں تک کہ دیا کہ امام ابو حنیفہ تک صرف سترہ حدیثیں پہنچیں۔

یہ تو حقیقت ہے کہ امام اعظم جس شان کے محدث تھے اس اعتبار سے آپ سے روایت کم ہے؛ لیکن اس کے پیچھے کئی اسباب ہیں جن پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی۔ اختصار کے ساتھ ان میں سے کچھ کی نشان دہی کی جاتی ہے: ملا علی قاری رحمہ الباری نے شرح مسند امام اعظم ابو حنیفہ میں لکھا ہے کہ چونکہ امام، دلائل سے استخراج مسائل میں مشغول تھے اس لیے ان سے قلیل روایت ظاہر ہوئی۔ جیسے اجل صحابہ ابو بکر و عمر جب امرا عظیم و اہم میں مشغول تھے تو ان سے قلیل روایتیں ظاہر ہوئیں اور یہ بات قابل توجہ ہے کہ جس شخص کا علم کتاب و سنت کا احاطہ نہ کیے ہو، وہ کیوں کرامت کا امام و مقتدی متصور ہو سکتا ہے اور کیوں کر تمام فقہاء، اس کے عیال ہو سکتے ہیں۔ خصوصاً صدر اول میں جب کہ بہت سے ائمہ و مجتہدین موجود تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک نقل روایت کی شرطیں بہت احوط درجہ کی ہیں۔ مثال کے طور پر طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ امام ابو یوسف سے روایت کی۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: ”کسی شخص کو لائق نہیں کہ کسی حدیث کو روایت کرے، مگر اس وقت جب کہ وہ اس کو روز سماعت سے لے کر روایت کے دن تک بعینہ یاد رکھے“۔ اور جیسے صحابہ سے ایک جماعت اقیانے روایت کیا ہو وغیرہ۔

تیسری اہم وجہ یہ ہے کہ آپ روایت بالمعنی کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس وجہ سے بھی آپ سے روایتیں کم ظاہر ہوئیں۔ یہ سراج الائمہ، امام اعظم علیہ السلام کے علمی مقام کی ہلکی سی جھلک تھی جسے میں نے اپنی معلومات کے اعتبار سے مختصر اقلیم بند کر دیا۔ لیکن آپ کی اصل تحریر علمی کو سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ امام المجتہدین ہیں جب کہ نفس اجتہاد کی جو شرطیں ہیں اور اس کے لیے جو علوم و فنون درکار ہیں، ان کے حامل اس امت میں بہت کم پائے گئے۔ اللہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

ماخذ:

- (۱) تبیض الصحیفہ (۲) حدائق و حنیفہ (۳) خیرات الحسان (۴) موفق للکردری  
(۵) نزہۃ القادری (۶) مقدمہ جامع الاحادیث (۷) شرح سفر السعادت وغیرہا۔



## مناقبِ امامِ اعظم

مفتی اشرف القادری نوری، یعنی، شرعیہ خانقاہ قادری نینھی شریف ضلع مہو تری (نیپال)

اولاً فقہ و اصول فقہ کی تعریف اور اس کی شرعی حیثیت بیان کی جاتی ہے اس کے بعد امام اعظم کی شانِ عظیم سے مقالہ کو زیب و زینت و عظمت و سعادت دی جائے گی۔  
فقہ: علمِ بالشیء کا نام ہے لغتاً مگر یہ علم شریعت کے ساتھ مخصوص ہو گیا اور اصولیین کی اصطلاح میں فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے جو شریعت کے ادلہ تفصیلیہ سے حاصل و مکتب ہوں۔  
دلائل شرع و اصول شریعت چار ہیں: (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) قیاس شرعی۔

اصول فقہ: دلائل و احکام کے علم کا نام ہے۔ فقہ: عند الفقہاء حفظ فروع کا نام ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک جمع بین العلم والعمل کا نام ہے۔ علم فقہ کا موضوع فعل مکلف ثبوتاً یا سلباً ہے۔  
مکلف وہ ہے جس پر شرع کا حکم نافذ ہو اور وہ عاقل و بالغ ہے مرد ہو یا عورت۔ فقہ عند الفقہاء صرف مجتہد ہے جو احکام شرع کو ان کے دلائل شرعیہ سے جانتا ہے اور اس کا اطلاق مقلد حافظ مسائل شرعیہ پر مجازاً ہے۔ تعریف میں علم سے مراد وہ ادراک ہے جو یقین و ظن دونوں پر صادق ہو۔ جیسا کہ منطقی اصطلاح ہے۔ اصطلاح کا معنی اتفاق ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے طائفہ مخصوصہ کا کسی شیء کے معنی اصلی سے دوسرے معنی کی طرف اخراج۔ نبی ﷺ کے علم پر جو بطریق اجتہاد حاصل ہو فقہ کا اطلاق نہ ہو گا اس اعتبار سے کہ وہ حکم کی دلیل شرعی ہے۔ اور اس اعتبار سے کہ وہ دلیل شرعی سے حاصل ہو اس پر فقہ اصطلاحی کا اطلاق ہو گا۔

اللہ عزوجل نے فقہ کی تعریف میں فرمایا:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۱)

حکمت کی تفسیر اصحاب تفسیر نے علم فروع سے فرمائی جو علم فقہ ہے۔

اور شارع ﷺ نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیراً ینفقہ فی الدین

(۱) البقرة: ۲۶۸

فقہ کا مطلقاً انکار کفر ہے اور اجماع امت و قیاس شرعی کی حجیت کا انکار بھی کفر ہے۔  
 قیاس شرعی (اجتہاد) کا رد اکثر شریعت محمدیہ کے رد و ابطال کو مستلزم ہے اور یہ ذی علم و عقل پر روشن ہے۔ اور  
 فقہائے اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل جو مجتہدین فی الشرع تھے جن کی جلالت و  
 شان اور اجتہاد فی الشریعت پر امت مرحومہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے دستور شریعت کا اتباع و  
 تقلید غیر مجتہد علماء و عامۃ المسلمین پر واجب ہے، اس وجوب پر بھی امت مرحومہ کے علماء، عمائد اور اولیاء کا اتفاق ہے۔  
 دو صدی ہجری کے بعد سے امت کے سواد اعظم کے علماء و صلحا کا اس پر اجماع ہے۔ بارہویں صدی کے اوائل  
 میں ایک بلید و قلیل العلم مولوی محمد بن عبد الوہاب نجدی نے (جس کی پیدائش ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۵ھ کو بمقام (نجد) عینہ میں  
 ہوئی اور وفات ۱۲۰۶ھ میں بمقام درعیہ (نجد) میں ہوئی ابن تیمیہ و ابن قیم کی تقلید و اتباع میں ترک تقلید کی تعلیم دی  
 اور مسلک سواد اعظم اہل سنت و جماعت سے خروج و بغاوت کی۔ ۱۳۲۳ھ میں اس کے تبعین نے حرین شریفین پر  
 حملہ کر کے وہابی خارجی کی حکومت قائم کر لی۔ پہلا حملہ نجدی وہابی سعود نے ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء میں کیا، خوب  
 غارت گری و سفاکی کی اور حکومت قائم کر لی۔

پھر جب سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا اس نے مصر کے والی محمد علی پاشا کے پاس شاہی فرمان بھیجا کہ  
 وہابیوں و نجدیوں سے جہاد کر کے حرین سے ان کو نکال دیں۔ محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو اسلامی فوج کا افسر بنا کر جہاد  
 کے لیے بھیجا۔ اس نے وہابیوں کے لشکر کو شکست دے کر اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے۔  
 علامہ شامی لکھتے ہیں:

كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد و تغلبوا على الحرمين و  
 كانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا أنهم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم  
 مشركون فاستباحوا بذلك قتل أهل السنة و قتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم و  
 خرب بلادهم و ظفر عليهم عساكر المسلمون عام ثلث و ثلثين و مأتين و الف<sup>(۱)</sup>.

جیسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا عبد الوہاب کے تبعین میں جنہوں نے نجد سے خروج کیا اور حرین پر غلبہ  
 کیا اور وہ مذہب حنبلی کے مدعی تھے لیکن ان کا اعتقاد تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور ان کے عقائد کے جو مخالف ہیں وہ  
 مشرک ہیں، اسی وجہ سے انہوں نے افراد اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل جائز قرار دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ  
 نے ان کی شوکت توڑ دی و ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر لشکر مسلمین کو فتح دی ۱۲۳۳ھ میں۔

پھر ۱۳۲۲ھ میں انگریزوں کی شہ پاکر، والی نجد ابن سعود نے حرین پر حملہ کیا اور قبضہ کر لیا اور اپنی حکومت  
 قائم کر لی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۳۲۰ھ میں ہوا آپ کے چار سال بعد سے حرین پر نجدیوں کی حکومت

(۱) رد المحتار، ج: ۶، ص: ۳۱۶

قائم ہوئی جو آج تک برقرار ہے۔ علامہ شامی کا وصال ۱۲۵۲ھ میں ہوا علامہ شامی کی تصریح سے ثابت ہے کہ محمد بن عبد الوہاب کے متبعین باغی و خارجی تھے، مسلمانان اہل سنت کو کافر کہتے اور سمجھتے۔ اور اس طرح خود بدترین کافر ہو گئے لیکن خارجیوں کی طرح اس کا انھیں شعور نہ تھا۔

الحاصل: وہابی مذہب و مشرب غلط اور باطل ہے اور اس پر چلنے والے گمراہ و جہنمی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ و امام حسین احمد نانڈوی نے اپنی کتاب ”الشہاب الثاقب“ میں لکھا: ”صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی، نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ و عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے باکی کے الفاظ استعمال کیے۔ الحاصل (محمد بن عبد الوہاب) ایک ظالم و باغی، خونخوار و فاسق شخص تھا۔“ (مختصراً)

محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانانِ دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو چھین لینا صرف حلال اور جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔ شان نبوت و حضرت رسالت میں وہابیہ نہایت گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات، خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے (مختصراً) یہ شیخ دیوبند کا بیان ہے۔

مگر حسرت و ماتم اس بات پر ہے کہ وہابیوں کی عقائد باطلہ پر مشتمل کتاب ”تقویۃ الایمان“ پر علمائے دیوبند کیسے ایمان لے آئے۔ علمائے دیوبند بھی تو محمد بن عبد الوہاب اور غیر مقلد اسماعیل دہلوی کے مسلک پر چل رہے ہیں۔ تو اہل سنت کون ہوئے وہ حضرات جو مسلک وہابیہ سے بیزار ہیں اور امام اہل سنت فاضل بریلوی کے مسلک پر چلنے والے ہیں۔ یہی مسلک اہل حریم شریفین وغیرہ تمام ممالک اسلامیہ کا تھا جو اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کا تھا۔

جس وقت محمد بن عبد الوہاب نے اہل سنت سے قتل و قتال کو جائز قرار دیا تھا، اس وقت کے اہل سنت ندائے یارسول اللہ و یا غوث و یا علی کے قائل تھے اور توسل و استمداد اولیا پر عامل تھے۔ اسی وجہ سے مرتد محمد بن عبد الوہاب نے اہل سنت پر کفر و شرک کا فتویٰ دے کر ان کو مباح الدم قرار دیا۔ علمائے دیوبند وغیرہم امثالہم ہرگز اہل سنت نہیں ہیں۔ کیوں کہ وہ محمد بن عبد الوہاب کے ہم مسلک ہیں۔

فرمان عالی شان امام اعظم ابو حنیفہ:

ما اقوله ليس هو بقياس و إنما ذلك من القرآن قال تعالى: ما فرطنا في الكتاب من شيء فليس ما قلناه بقياس في نفس الأمر و إنما هو قياس عند من لم يعطيه الله الفهم في القرآن. (نقله الإمام الشعрани في أوائل الميزان) (۱)

(۱) الدولة المكية ص: ۴۵

جو میں کہتا ہوں وہ قیاس نہیں ہے وہ قرآن ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ما فرطنا فی الکتب متن شنی“ جو ہم نے کہا وہ نفس الامر میں قیاس نہیں ہے۔ وہ اس کے نزدیک قیاس ہے جسے اللہ نے قرآن کی سمجھ عطا نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس کو اللہ نے قرآن کی سمجھ عطا نہیں کی وہی لوگ حنیفہ کو قیاس اور اہل الرائے کہتے ہیں۔ اور ثابت ہوا کہ امام اعظم کا ہر مسئلہ قرآن کریم سے مستنبط ہے۔ الحمد للہ علی ذلك۔

فاضل بریلوی نے فرمایا: حسبك قول امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہما حسبنا کتب اللہ (کما فی صحیح البخاری) اتباع رسالت و وراثت رسالت کے بدولت فہم عالی نبی ہاشمی فی القرآن کا مبارک فیض امام اعظم ابو حنیفہ کو ملا۔ امام شافعی نے فرمایا:

”کل ما حکم به رسول اللہ ﷺ فهو مما فهمه من القرآن“ (۱)

طبرانی فی الاوسط میں ہے:

”عن أم المؤمنین الصديقة رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ إني لا أحل إلا ما أحل اللہ فی کتابہ ولا أحرم إلا ما حرم اللہ فی کتابہ“ (۲)

حالاں کہ بہت سی چیزوں کی تحلیل و تحریم کی تصریح بظاہر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ لیکن علمائے راہین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی حرام کردہ اور حلال کردہ چیزیں قرآن کریم ہی سے ہے۔ دور صحابہ سے اجتہاد و تقلید شروع ہو گئی اس لیے کہ قرآن و حدیث نے اصول و کلیات بیان فرمائے اور بعض جزئیات کی تصریح فرمائی اور باقی حوادث و نوازل کے احکام شرعی مجتہدین امت کے سپرد فرمائی اور حاکم شرعی کے لیے منصب اجتہاد عطا فرمایا اور اس میں ان کے لیے اجر عطا فرمایا۔ کسی بھی حادثہ و نازلہ میں مجتہد صحابہ اجتہاد سے حکم شرعی بیان فرماتے اور عام صحابہ ان میں سے کسی کی تقلید و اتباع کرتے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں اللہ عزوجل کی خاص رحمت سے ابو حنیفہ جیسا مجتہد پیدا ہوا جس نے منصوص و غیر منصوص مسائل کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تخریج فرمائی اور ایمان سے لے کر وراثت تک ہر باب کے مسائل کی توضیح و تصریح فرمائی اور امت مرحومہ کے لیے مکمل دستور شریعت از ولادت تا وفات مرتب فرمایا۔ عقل سلیم و نقل مستقیم کی روشنی میں وہ دستور شریعت قرآن و سنت سے ایسا موید تھا کہ علمائے کرام نے آپ کو امت مرحومہ کا امام اعظم مانا امام محمد نے فقہ حنفی میں کتابیں لکھیں اور امیر المؤمنین فی الحدیث قاضی ابو یوسف نے آپ کی مکمل تائید کی۔

علمائے اہل سنت نے اس دستور شریعت کو شرق سے غرب تک پہنچا دیا۔ صاحب ہدایہ اور صاحب معانی الآثار نے اور ملک العلماء کاشانی و ابن ہمام نے مذہب ابو حنیفہ کو قرآن و حدیث سے ایسا مدلل و مبرہن پیش فرمایا کہ اہل علم و اہل عقل

(۱) الذیلة المکیة، ص: ۷۳

(۲) الذیلة المکیة، ص: ۷۳



نے اس مذہب کو قبول فرمایا۔ ان کے بعد جو مجتہدین ہوئے ان میں امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کو حسن قبول حاصل ہوا لیکن مذہب ابو حنیفہ کی شان بہت بلند ہے۔ آپ امام اعظم ہیں تو آپ کا مذہب بھی اعظم ہے۔ مجد والف ثانی امام ربانی صاحب ولایت خاصہ محمدیہ شیخ احمد فاروقی سرہندی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ مسیح نازل ہوں گے تو مذہب ابو حنیفہ کے مطابق آپ کا اجتہاد ہوگا۔ خواجہ محمد پارسانے جو خواجہ نقشبند کے کامل خلفا سے ہیں فصول ستہ میں فرمایا: اور مذہب شافعی صورت شریعت ہے اور مذہب ابو حنیفہ حقیقت شریعت۔ امام اعظم کے سامنے مجتہدوں کو بچوں کی طرح پاتا ہوں۔ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں اور مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح صحابی کے قول کو بھی اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے۔ باوجود اس کے مخالف ان کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فقہ حنفی کے مطابق ایک رسالہ تصنیف فرمایا: جس کا تاریخی نام ”النہی الحاجز عن تکرار صلوة الجنائز“ رکھا اس میں مذہب ابو حنیفہ کو مدلل و مبرہن فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ”الحمد للہ یہ ایک ادنیٰ شتمہ ہے اس الہی عالم ربانی حاکم کی نظر حقائق نگر کا جو مصداق اعلیٰ عظیم بشارت والا اس حدیث صحیح کا ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

لو كان العلم معلقا بالثريا لتناوله قوم من أبناء فارس (رواه الإمام أحمد في المسند و أبو نعیم في الحلیة عن أبي هريرة) أعنی امام الأئمة كاشف الغمة سراج الأمة إمام أعظم أبو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

جن کی رائے منیر و نظربے نظیر تمام مصالح شرعیہ کو محیط و جامع اور مومنین کے لیے ان کی حیات و موت میں خیر محض و نافع ہے۔

وہابی غیر مقلد النہی الحاجز میں مذہب ابو حنیفہ کا کمال دیکھیں اور اہل علم مذہب ابو حنیفہ کی حکمت دیکھیں۔ بعض غیر مقلدین نے عرفات و مزدلفہ کی طرح سفر میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے پر زور دیا اور اس مسئلہ کی تقریر دہلوی نے معیار میں بہت چمک کر کی اور اسے اس پر ناز تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے رد میں ”حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلواتین“ تحریر فرمائی۔ ایسا مدلل و مفصل جواب ارشاد فرمایا کہ نذیر حسین دہلوی کی حدیث دانی و محدثی کا جنازہ نکال دیا اور ثابت کر دیا کہ نذیر حسین اصل و اجہل ہے اور اسے صحت حدیث و صحت فقہ کی تمیز نہیں۔ یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ”الفضل الموهبی“ میں جو اجتہاد کی چار بلند منازل کی تشریح فرمائی ہے غیر مقلدوں میں کون مولوی ہے جو ان منازل اربعہ پر فائز ہو۔ غزالی و رازی و سیوطی باں علم و فضل تو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے دستور شریعت کی تقلید پر مجبور ہوئے اور مولویان و ہابیہ ناقص العقول والدین تقلید ائمہ سے آزاد

ہو کر مجتہد بنے لگے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم  
اور ان کا اجتہاد و استدلال میزان علم شریعت پر کتنا غلط اور باطل ہے تصانیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلی و  
مکتوبات امام ربانی میں دیکھیے

تہی داستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

در مختار میں ہے کہ علمائے فرمایا: فقہ کی زراعت عبداللہ بن مسعود نے کی۔ یعنی اول جس نے استنباط فروع کی گفتگو کی  
وہ عبداللہ بن مسعود ہیں۔ صحابی جلیل القدر سابقین بدرین سے ہیں نووی نے تقریب میں کہا: حضرت مسروق سے مروی  
ہے کہ علم صحابہ چھ حضرات تک منتهی ہوا عمر، علی، ابی، زید، ابوالدرداء اور ابن مسعود۔ پھر ان چھ حضرات کا علم علی و عبداللہ  
ابن مسعود تک منتهی ہوا۔ اور فقہ کو سیراب کیا علقمہ نے یعنی اس کی تائید و توضیح کی علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی فقیہ  
کبیر نے۔ اور زراعت فقہ کو کانا یعنی اس کے متفرق فوائد اور نوادر کو جمع کیا ابراہیم نخعی کوئی نے۔ اور اس کو گاہ احمد بن مسلم کوئی  
نے یعنی اس کی توضیح و تنقیح کی۔ اور اس کو پیسا ابو حنیفہ نے یعنی تاصیل و تفریع فرمائی۔ اور فقہ کی راہوں کو واضح فرمایا امام الائمہ  
سراج الائمہ ابو حنیفہ نے۔ آپ اول شخص ہیں جس نے فقہ کی تدوین کی اور اس کے ابواب کو ترتیب دی۔ اور کتاب فرائض و  
شروط کو وضع کیا اور اس کو گوندھا ابو یوسف نے یعنی قواعد امام میں تدقیق نظر کی اور ان اصول و قواعد سے اجتہاد فرمایا۔ یہ امام  
اعظم کے شاگرد ہیں۔<sup>(۱)</sup>

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی القضاۃ خطیب نے اپنی تاریخ میں روایت کی کہ اول جس نے اصول فقہ میں  
مذہب ابی حنیفہ پر کتب کو وضع کیا اور مسائل شرعیہ املا و نشر کیا اور علم ابی حنیفہ کو اقطار ارض میں پھیلا یا وہ ابو یوسف ہیں۔ یہ  
افقہ اہل عصر تھے ان کے زمانہ میں ان سے آگے کوئی نہ تھا۔ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ اور  
اس کی روٹی بنائی امام محمد نے یعنی فروع فقہ کے استنباط و تنقیح و تہذیب و تحریر میں زیادت فرمائی۔ یہ امام محمد بن حسن شیبانی ابو  
حنیفہ و ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ محرر مذہب ابو حنیفہ ہیں۔ ان کی فقہت و نباہت پر اجماع ہے۔ تمام آدمی امام محمد کی روٹی  
کھا رہے ہیں۔ امام محمد کا علم ان کی تصانیف جیسے: جامعین، مبسوط، زیادات اور نوادر سے ظاہر ہے۔

آپ امام شافعی کے استاد تھے امام شافعی کی والدہ سے آپ نے نکاح فرمایا اور اپنی کتابیں اور مال امام شافعی کو  
تفویض فرمایا اسی وجہ سے شافعی فقیہ ہو گئے۔ امام شافعی نے کہا:

من أراد الفقه فلیلزم أصحاب أبي حنيفة فإن المعاني قد تيسرت لهم والله ما صرت  
فقيها إلا بكتب محمد بن الحسن.<sup>(۲)</sup>

(۱) در مختار مع رد المحتار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۴۱

(۲) در مختار مطبوعہ مع رد المحتار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۴۳

جو فقہ کا ارادہ کرے تو اس پر اصحاب ابی حنیفہ کی صحبت لازم ہے بے شک معافی ان کے لیے آسان ہو گئے قسم خدا کی میں فقیہ نہ ہوا مگر محمد بن الحسن کی کتابوں سے۔

کتب امام محمد کو علامہ شامی نے اس طرح نظم کیا ہے:

و کتب ظاہر الروایۃ اتت	ستا بالأصول أيضاً سمیت
صنفها محمد الشیبانی	حرر فیها مذهب النعمانی
الجامع الصغير والكبير	والسير الكبير و الصغير
ثم الزيادات مع المبسوط	تواترت بالسند المضبوط
كذا له مسائل النوازل	اسنادها فی الکتب غیر ظاہر
و بعدها مسائل النوازل	خرجها الاشیخ بالدلائل (۱)

جس کتاب کی صفت صغیر ہے وہ امام محمد کی روایت ابو یوسف عن الامام سے ہے اور کبیر ان کی روایت امام سے بلا واسطہ ہے۔ سیر کبیر امام محمد کی آخری تصنیف ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب سیر صغیر اوزاعی امام اہل الشام کے ہاتھ میں واقع ہوئی تو وہ بولے اہل عراق کی کوئی تصنیف اس باب میں نہیں ہے ان کو سیر کا کوئی علم نہیں امام محمد کو یہ خبر ملی تو آپ نے سیر کبیر کی تصنیف فرمائی۔ امام اوزاعی نے جب سیر کبیر کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر یہ احادیث کو متضمن نہ ہوتی تو میں کہتا کہ یہ علم کو وضع کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اصابت جواب کی جہت کو ان کے رائے میں متعین فرمایا دیا ہے۔ خطیب نے ربیع سے روایت کی، کہا میں نے شافعی سے فرماتے ہوئے سنا ”الناس عیال علی ابی حنیفہ فی الفقہ“ امام اعظم کا کمال اجتہاد و بصیرت فی الدین امام محمد محرر مذہب ابی حنیفہ کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ آپ علم کوفہ کے عالم تھے ہر حدیث پر نظر تھی قرآن پاک کی ہر آیت کے سچے علوم و معارف سے آگاہ تھے۔ ظاہر، نص، مفسر، محکم، خفی، مجمل، مشکل، متشابہ، ناسخ، منسوخ پر مکمل اطلاع تھی لیکن آپ نے کثرت روایت کو ظاہر نہیں فرمایا اس کی سب سے بڑی وجہ اجتہاد فی الشرع میں مشغولیت تھی جیسے اکابر صحابہ صدیق و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے کثرت روایت ظاہر نہ ہوئی۔ امام اعظم کے احاطہ علم حدیث کی شان امیر المؤمنین فی الحدیث ابو یوسف جانتے ہیں۔ امام محمد امام زفر پہچانتے ہیں۔

عن النبی ﷺ أن آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان و کنیتہ ابو حنیفہ هو سراج امتی. و عنه علیہ الصلوٰۃ و السلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفہ من احبه فقد احبنی و من ابغضه فقد ابغضنی. کذا فی المقدمة شرح مقدمة ابی الیث. قال فی الضیاء

(۱) شرح عقد رسم المفتی، ص: ۷۸

المعنوی: و قول ابن الجوزی: انه موضوع تعصب لانه روى بطرق مختلفة.  
و روى الجرجاني في مناقبه بسنده لسهل بن عبد الله التستري انه قال لو كان في امة  
موسى و عيسى مثل ابي حنيفة لما تهودوا و لما تنصروا. (۱)

علامہ ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں فرمایا:

جو شخص مطلع ہو جائے گا اس پر جو اس کتاب میں ابو حنیفہ کے احوال و کرامات و اخلاق و سیرت مذکور ہیں وہ جان لے  
گا کہ وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ ان کے فضل پر خبر موضوع سے استشہاد کیا جائے۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے:

عن ابي هريرة لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من ابناء فارس أو قال من ابناء  
فارس حتى يتناوله. (۲)

اور ابو ہریرہ سے شیخین کی روایت میں ہے:

والذي نفسي بيده لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس. (۳)

حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث جس کی روایت شیخین نے کی اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جائے گا کہ یہ اشارہ  
ابو حنیفہ کی طرف ہے۔

کہاں ہیں نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد وہابی بتائیں کہ ابنائے فارس میں کون علامہ امام اعظم کی طرح ہوا جن کا  
مذہب مبارک قرآن و حدیث سے ایسا موید تھا کہ شرق و غرب کے علماء و صلحا و اصفیاء، اقطاب و ابدال نے اسے حسن  
قبول کے ساتھ قبول کر لیا آج بھی اہل اسلام کی اکثریت حنفی مذہب پر قائم ہے۔ اور غیر مقلد وہابی بحکم قرآن کہ غیر  
سبیل المؤمنین کے بتتبعی اور ”و اتبع سبیل من اناب“ کے مخالف ہیں گمراہ و بے دین ہیں۔ سبط ابن جوزی نے  
امام اعظم کی شان میں دو مجلدین کبیرین کی تصنیف کی اور اس کا نام رکھا ”الانتصار لامام ائمة الامصار“ ایسا نام  
اس لیے انھوں نے رکھا کہ جب امام کے فضائل شائع ہوئے اور مشرق و مغرب میں آپ کے فواضل عام ہوئے تو  
عادت قدیمہ کے مطابق حاسدین نے آپ کے اجتہاد و عقیدت میں طعن کیا جس سے آپ قطعاً مبرا تھے۔ اس قصد  
سے کہ اللہ کے نور کو بجھادیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کا اتمام چاہتا ہے۔

آپ کے حاسدین مٹ گئے، فنا ہو گئے اور آپ کے علم و فضل کا ڈنکا نفس و آفاق میں بجنے لگا۔ متاخرین  
حاسدین میں ایک بے اصل طائفہ جدیدہ بنام وہابی اہل حدیث پیدا ہوا اس شرزمہ قلیلہ ذلیلہ کی عالم کے علماء و صلحا کے  
نزدیک کوئی وقعت نہیں۔ امام اعظم کی حمایت کرنے والوں میں علامہ سیوطی ہیں انھوں نے ”تبیض الصحیفہ“ لکھی۔

(۱) در مختار مطبوعہ مع رد المختار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۴۵ - ۱۴۷

(۲) مسلم شریف، باب فضل فارس، ج: ۲، ص: ۳۱۲

(۳) رد المختار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۴۶

علامہ ابن حجر نے ”الخیرات الحسان“ میں مناقب امام اعظم بیان کیے۔ علامہ یوسف بن عبد البہادی حنبلی نے ”تنویر الصحیفہ“ میں آپ کی تائید کی اور بے شمار علمائے کرام و فقہاء عظام و صلحائے ذوی الاحترام نے آپ کی تعریف کی۔ عارف باللہ امام شعرانی نے میزان میں آپ کی بڑی تعریف و توصیف کی اگرچہ وہ شافعی المذہب تھے۔

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھینچنے لگتے ہیں واعظ

حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

خطیب اور ابن جوزی وغیرہ جو متعصب و حاسد تھے۔ امام اعظم کے خلاف ان کی بات بالکل بے بنیاد ہے۔ حاسد و متعصب کا کام ہی اہل کلام میں حرف گیری و عیب جوئی ہے نعوذ باللہ منہ۔ ابن جوزی و خطیب کی کیا حیثیت ہے کہ امام پر کلام کریں۔ امام کی عظمت شان کو یہی کافی ہے کہ ان کا مذہب مہذب شرق و غرب میں منزل حسن قبول پر فائز ہو گیا۔ اللہ الحمد۔ اور تمام شریعت و طریقت نے آپ کو امام مان لیا۔

صاحب در مختار نے فرمایا:

والحاصل أن أبا حنيفة النعمان من أعظم معجزات المصطفى بعد القرآن. (۱)  
 حاصل یہ ہے کہ ”امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بعد قرآن اعظم معجزات مصطفیٰ سے ہیں“۔ علامہ شامی کی اس بات پر مفتی عبد الحلیم قاسمی بستوی دیوبندی حاشیہ میں لکھتا ہے ”یہ غلو شدید ہے“۔ کہاں علم صاحب در مختار اور کہاں علم نا تمام بستوی دیوبندی۔ جب دیوبندیوں کو عظیم شان رسالت نظر نہ آئی تو ان کے نائب امام اعظم کی شان عظمت کیا نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم اصحاب و اتباع ابو حنیفہ کے لیے کیا۔ دولت عباسیہ میں جو پانچ سو سال رہی، اکثر قضاة و مشائخ حنفی تھے۔ اور دولت سلجوقیہ و خوارزمیہ میں سب حنفی تھے اور قضاة اکثر حنفی تھے۔ دولت آل عثمان میں ۹۰۰ھ سے چودہویں صدی کے اوائل تک منصب قضا و افتاسب حنفیہ کے لیے تھا۔ صاحب در مختار نے فرمایا کہ ابو حنیفہ مانند صدیق اکبر رضی اللہ عنہما تھے کہ صدیق نے قرآن جمع فرمایا اور امام اعظم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہ (شریعت محمدیہ) کی تدوین فرمائی۔ ابو حنیفہ کے مذہب کا اتباع کثیر اولیائے کرام نے کیا جو مجاہدہ میں ثابت قدم اور مشاہدہ کے میدان کے شہسوار تھے۔ جیسے ابراہیم بن ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، ابویزید بسطامی، فضیل بن عیاض خراسانی، داؤد طائی، ابو حامد بلخی، خلف بن ایوب، عبد اللہ بن المبارک، دکیج بن الجراح اور ابو بکر وراق وغیرہم یہ حضرات جامع بین الشریعت والحقیقہ تھے اور کبار مشائخ سے تھے۔ معروف کرخی نے ۲۰۰ھ میں وفات پائی۔ ابویزید بسطامی نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ فضیل بن عیاض نے ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ خلف بن ایوب اصحاب امام محمد سے ہیں ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ عبد اللہ بن مبارک زاہد فقیہ محدث احد الائمہ ذہبی نے کہا: هو أحد أركان هذه الأمة في العلم

(۱) در مختار مطبوعہ مع رد المحتار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۵۰

والحدیث والزهد وأحد شیوخ الإمام أحمد. آپ نے ابو حنیفہ سے اخذ علم کیا اور ابو حنیفہ کے مواضع کثیرہ میں مدح فرمائی۔ ائمہ نے ان کے علم فقہت کی گواہی دی۔ انھوں نے امام کی شان میں فرمایا:

ليس أحد أحق من أن يقتدي به من أبي حنيفة ؛ لأنه كان إماماً تقياً نقياً ورعاً  
 عالماً فقيهاً كشف العلم كشفاً لم يكشفه أحد ببصر و فهم و فطنة و تقى. (۱)

۱۸۱ھ میں وفات پائی۔

وکیج بن الجراح کو فی شیخ الاسلام احد الائمہ الاعلام ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ وہ شافعی و احمد کے شیوخ سے ہیں۔ ابو بکر و راق وہ محمد بن عمرو ترمذی ہیں بلخ میں اقامت فرمائی۔ ان حضرات کے علاوہ خاتم اصم ختم دائرہ ولایت سیدی محمد شاذلی بکری ۸۴۷ھ میں وفات پائی۔ اور بے شمار علماء و صلحاء مذہب ابی حنیفہ کے متبع ہوئے جن کی بڑی بڑی تصنیفات و تحقیقات سے مذہب اسلام مالا مال ہے۔

استاذ ابو القاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں فرمایا کہ میں نے استاذ ابو علی دقاق سے فرماتے ہوئے سنا میں نے یہ طریقت ابو القاسم نصر بازی (متوفی: ۳۶۷ھ) سے حاصل کی۔ ابو القاسم نے کہا میں نے اسے شبلی (متوفی ۳۳۴ھ) سے لیا۔ اور انھوں نے سری سقطی (متوفی ۲۵۷ھ) سے اور انھوں نے معروف کرخی سے اور انھوں نے داؤد طائی سے اور انھوں نے علم و طریقت ابو حنیفہ سے لیا۔ اور ان میں سے سب نے ابو حنیفہ کی ثنا کی اور ان کے فضل کا اقرار کیا۔ علامہ فقیہ عبداللہ بن مبارک کے اس مدحیہ نظم پر مقالہ کو ختم کرتا ہوں۔

لقد زان البلاد و من علیها	امام المسلمین أبو حنیفة
بأحكام و آثار و فقه	كأيات الزبور علی صحیفة
فما فی المشرقین له نظیر	ولا فی المغربین و لا بكوفة
بیت مشمرا سهر اللیالی	و صام نهاره لله خیفة
فمن كأبی حنیفة فی علاه	إمام للخلیفة والخلیفة
رأیت العاتبین له سفاها	خلاف الحق مع حجج ضعیفة
و کیف یجل أن یؤذی فقیهه	له فی الأرض آثار شریفة
فلعنة ربنا اعداد رمل	علی من رد قول أبی حنیفة (۲)



(۱) رد المحتار، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۵۶

(۲) در مختار مطبوعہ مع شامی، مقدمہ، ج: ۱، ص: ۱۵۷ - ۱۶۰

## امامِ اعظم کا مناظرانہ کمال

مفتی محمد ناصر حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ میں اس عظیم المرتبت اور روشن شخصیت کا نام ہے جن کو معاصرین فقہاء و محدثین نے خراج عقیدت پیش کیا، بعد کے جلیل القدر علماء و محققین نے ان کی عظمتوں کو سلام کیا اور صبحِ قیامت تک آنے والے اہل فضل و کمال ان کی رفعتوں کا اعتراف کرتے رہیں گے۔

علمِ مناظرہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بعد مدون و مرتب ہو کر اکتسابی علوم میں شامل ہوا، لیکن مختلف نظریات کے حامل فرقوں اور جماعتوں میں مناظرہ و مباحثہ پہلے سے جاری تھا۔ خلفاء و امرا کے زمانے میں جداگانہ فکر و خیال رکھنے والوں کے درمیان آئے دن مناظرے کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مناظرے کے لیے صرف قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات کافی ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو مختلف علوم و فنون اور بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا، انہیں علوم و فنون میں سے ایک علمِ مناظرہ ہے جس میں آپ نے اپنی خداداد ذہنی قوت سے ایسا کمال حاصل کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بھی آپ سے بحث کرنے سے جی چراتے تھے، آپ نے اپنے دور کے گمراہ فرقوں کے ساتھ بہت سے مباحثے اور مناظرے کیے اور ہمیشہ غالب رہے۔

تجارت کی غرض سے آپ کو اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا، جو تمام فرقوں کا دنگل اور خاص کر خارجیوں کا مرکز تھا۔ اباضیہ، صفریہ اور حشوئیہ وغیرہ سے اکثر بحثیں کیں، اور فتح یاب ہوئے۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے شیعہ، خوارج، معتزلہ اور مرجئہ کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر مفصل گفتگو کی جائے۔ لہذا مناسب ہے کہ بغرض آسانی اس مقالے کو دو فصلوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ موضوع کے ہر گوشے پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاسکے۔

(۱) فصل اول: امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مناظرانہ خوبیاں

(۲) فصل دوم: امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی مناظرے، مباحثے اور مکالمے  
اب ہر ایک کی تفصیل آئندہ صفحات میں قلمبند کی جاتی ہے۔

## فصل اول

### امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مناظرانہ خوبیاں

مناظرے میں عموماً جن خوبیوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

- (۱) فہم و فراست
- (۲) ذہانت و فطانت
- (۳) حاضر جوابی
- (۴) قوت استدلال و استنباط
- (۵) وسعت معلومات
- (۶) دقت نظر
- (۷) مشکل مسائل حل کرنے کی صلاحیت

جب ہم مذکورہ اوصاف و کمالات کے حوالے سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مذکورہ تمام اوصاف میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ ذیل میں ہر ایک وصف سے متعلق بطور نمونہ چند شواہد درج کیے جاتے ہیں جن سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مہارت و کمال بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

### ۱ فہم و فراست:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عقل و بصیرت اور فہم و فراست کی دولت سے نوازا تھا۔ آپ کی فراست کا عالم یہ تھا کہ سامنے والے کو دیکھ کر اس کے احوال و ارادے کو بھانپ لیتے تھے، اسی لیے کوئی بھی شخص آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اس حوالے سے آپ کی حیات طیبہ کے چند تابناک گوشے درج ذیل ہیں:

☆ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض تلامذہ کے مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: داؤد طائی! تم عبادت کے لیے خلوت اختیار کرو گے، امام ابو یوسف سے فرمایا: تم علم کی وجہ سے دنیا کی طرف مائل ہو گے، امام زفر سے فرمایا: تم علم کلام میں ماہر بنو گے۔ ابراہیم بن عمر کہتے ہیں کہ آپ نے جس کے بارے میں جیسا فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا۔<sup>(۱)</sup>

☆ حضرت نافع بن نعیم مقرئ مدنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ مکرمہ گئے راستے میں ایک منزل پر قیام کیا، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے دیکھا کہ ہمارا میزبان امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بے پناہ عزت کرتا ہے، اس نے آخری دن تک آپ کے اعزاز و اکرام میں کوئی کمی نہ کی، مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ

(۱) عقود الجمان ص ۲۴۳، الباب الخامس عشر، فصل اول، محقق، مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۷۵، الباب الثامن



صاحبِ خانہ بڑا بخیل اور لئیم ہے، لوگوں نے کہا: حضور! وہ بے چارہ ہماری خدمت کر رہا ہے، خدمت کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے، ہر قسم کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ پھر بھی آپ سے ان الفاظ سے یاد فرما رہے ہیں؟ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: مجھے یہ شخص ایسا ہی لگ رہا ہے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ جانے لگا تو وہ شخص ترازو لے کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، ابو حنیفہ! پہلے میرا حساب چکاؤ پھر چلے جانا۔ آپ نے فرمایا: تمام مہمان اسے پائی پائی کا حساب دے دیں، اور کوئی شخص کمی نہ کرائے اور نہ کوئی رعایت مانگے، ہم نے اس کا حساب چکا دیا۔ پھر ہم نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور! آپ نے اس کی کس عادت کی وجہ سے بخیل اور لئیم کہا تھا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس کی گدی میں ایک ایسی نشانی دیکھی تھی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نہایت ہی بخیل اور لئیم ہے، حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فراست پر داد دینی پڑی۔<sup>(۱)</sup>

☆ حضرت محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک دن امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں چند احباب بیٹھے ہوئے تھے، وہاں سے ایک شخص گزرا، آپ نے اس پر نگاہ ڈالی تو فرمایا: یہ شخص مسافر ہے، پھر فرمایا: اس کی جیب میں میٹھائی ہے، پھر فرمایا: یہ بچوں کا استاذ ہے۔ امامِ اعظم کی ساری باتیں سن کر آپ کے شاگردوں نے عرض کی: حضور! کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، میں تو صرف اندازے سے یہ باتیں کہہ رہا ہوں۔

جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو مجلس سے ایک شخص اٹھا، اس نے اس کا پیچھا کیا اور تھوڑی دور جا کر اسے پالیا، تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں مسافر ہوں، پوچھا: تمہاری جیب میں کیا ہے؟ کہا: میٹھا کشمش، پھر پوچھا تم کیا کرتے ہو؟ اس نے بتایا کہ میں ایک مکتب میں بچوں کا استاذ ہوں۔

وہ شاگرد امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں واپس آیا، اور عرض کی: حضور! آپ کی ایک ایک بات درست نکلی، مگر مجھے حیرت ہے کہ آپ اس آدمی کو جانتے تک نہیں پھر آپ نے اس کے بارے میں یہ ساری معلومات کس طرح بیان فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: جب میں نے اسے یہاں سے گزرتے دیکھا تو وہ دائیں بائیں، ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، مجھے خیال آیا کہ یہ مقامی آدمی نہیں، یہ مسافر ہے، پھر میں نے دیکھا کہ اس کے ارد گرد کھیاں منڈلا رہی ہیں، تو مجھے محسوس ہوا کہ ضرور اس کے پاس کوئی میٹھی چیز ہے، پھر میں نے دیکھا کہ وہ گلی میں کھیلتے بچوں کو بڑی دل چسپی سے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، تو میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ شخص بچوں کا استاذ ہے۔<sup>(۲)</sup>

☆ کوفہ میں ایک مالدار شخص تھا، وہ بڑا خوددار و حیا دار تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب اور محتاج ہو گیا، بازار جا کر مزدوری کرتا، مشقت اٹھاتا اور صبر کرتا، ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی گھر آ کر ماں سے ککڑی لینے

(۱) مناقب امام اعظم رضی اللہ عنہ از علامہ موفق بن احمد مکی، ص ۱۷۵، الباب الثامن

(۲) مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ للموفق المکی رضی اللہ عنہ ص ۱۸۱، الباب الثامن

کے لیے پیسے مانگے مگر ماں اس کی خواہش پوری نہ کر سکی، گھر کا سامان پہلے ہی فروخت ہو چکا تھا، بچی رونے لگی، اس شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے امداد لینے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھا مگر شرم و حیا اور خودداری کے باعث اس کی زبان نہ کھل سکی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے، مگر حیا کے باعث سوال نہیں کر رہا ہے، جب وہ شخص اٹھ کر وہاں سے جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا۔ اس شخص نے گھر آکر اپنی بیوی کو بتایا کہ میں شرم کے باعث اس بابرکت مجلس میں کچھ نہ مانگ سکا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے آدمی نے واپس جا کر یہ سب احوال امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیے۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ پانچ ہزار درہم کی تھیلی لے کر اس شخص کے گھر پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھا کر فرمایا: ”میں تمہارے دروازے پر ایک چیز رکھ کر جا رہا ہوں اسے لے لو۔“ یہ فرما کر آپ واپس آ گئے۔ اس کے گھر والوں نے تھیلی کھولی تو اس میں پانچ ہزار درہم تھے اور ایک کاغذ کے پرزے پر یہ لکھا ہوا تھا: ”تمہارے دروازے پر ابو حنیفہ یہ تھوڑی سی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی حلال کی کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا۔“ (۱)

درج بالا واقعات سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو فہم و فراست کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا جس سے آپ سامنے والے کے احوال و ارادے کو بھانپ لیتے تھے۔ آپ کے بہت سے مناظروں میں اس وصف کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، اس طرح سے کہ آپ اپنی فراست باطنی سے مد مقابل کے ارادے کو بھانپ لیتے تھے اور ایسا جواب دیتے تھے کہ وہ لاجواب ہو جاتا تھا۔

## ۲ ذہانت و فطانت:

ذہانت و فطانت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وہ نمایاں صفت تھی جس کا اعتراف موافق و مخالف سبھی نے کیا۔ آپ کے استاذ گرامی حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بڑے ذہین اور جلدی سمجھنے والے طالب علم تھے، مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ عالم اسلام کے اہل علم و فضل ان کے دسترخوان علم سے استفادہ کریں گے اور مجھے محسوس ہوا کہ نعمان ایک ایسا آفتاب ہے جو بطنِ گیتی کی تاریکیوں کو چیرتا ہوا کائنات کو روشن کرے گا۔ (۲)

امام علی بن عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر روئے زمین کے آدھے انسانوں کے ساتھ امام ابو حنیفہ کی عقل رضی اللہ عنہ کو تولاجائے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل وزنی نکلے گی۔ (۳)

(۱) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق بن احمد المکی ص: ۲۶۲، الباب الرابع عشر

(۲) الخیرات الحسان ص ۳۵، الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمة علیہ

(۳) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق بن احمد المکی ص ۱۷۴، مطبوعہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عقود

الجہان ص ۲۴۲، الباب الخامس عشر

آپ کی ذہانت و فطانت کے چند کارنامے درج ذیل ہیں:

☆ ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مکہ جاتے ہوئے میں نے راستے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ امام اعظم کے لیے ایک عمدہ موٹا تازہ بچھڑا بھونا گیا، سب کی خواہش ہوئی کہ اس کو سر کے میں ڈبو ڈبو کر کھائیں لیکن کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس میں سر کہ ڈال لیتے، سب اس سلسلے میں پریشان ہی تھے، کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے ریت میں گڑھا کھودا، اور اس میں چمڑے کا دسترخوان بچھایا (تو اس کی شکل برتن جیسی بن گئی) اس پر سر کہ ڈالا اور سب نے بچھڑے کا بھنا گوشت سر کے میں ڈبو کر کھایا، لوگوں نے کہا تیرے علم نے ہر کام اچھا اور آسان کر دیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اللہ کا شکر کرو کہ اللہ نے تمہارے لیے اپنے فضل سے میرے دل میں یہ صورت ڈال دی۔<sup>(۱)</sup>

☆ ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا، اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے آرہی تھی، اس شخص نے کہا: اگر تم نے اس پیالے کا پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق، اور اگر اسے کسی اور کو پینے کے لیے دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ ختم ہوا تو خوب افسوس کیا اور علما کے پاس دوڑا، علما نے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر کار امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: اس پیالہ میں کپڑا ڈال کر پانی جذب کر لو اور کپڑے کو سکھا دو۔ اس طرح تمہاری شرط پوری ہو جائے گی اور عورت طلاق سے بھی بچ جائے گی۔<sup>(۲)</sup>

☆ امام اعظم رضی اللہ عنہ ایک بار کوفہ کے گورنر کے پاس تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو گورنر قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا، اس شخص نے دیکھا کہ گورنر نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت کی ہے تو کہنے لگا، یہ صاحب مجھے اچھی طرح جانتے ہیں، گورنر نے پوچھا: کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟ اگرچہ آپ اسے نہیں جانتے تھے مگر آپ نے فرمایا: یہ تو وہی ہے جو اذان دیتے ہوئے آواز پھینچ کر کہتا ہے لا الہ الا اللہ۔ اس نے عرض کی: جی میں وہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا مجھے اذان تو سناؤ تاکہ میں تمہاری آواز پہچان لوں، اس نے پوری اذان سنائی، تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اچھا آدمی ہے اسے چھوڑ دو گورنر نے اسے رہا کر دیا۔<sup>(۳)</sup>

اس واقعہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بے پناہ ذہانت واضح ہوتی ہے آپ نے اذان اس لیے سنی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رضی اللہ عنہ کی شہادت کی گواہی دے، اور یوں آپ نے اس شہادت کی برکت اور اپنی ذہانت سے ایک بے گناہ کو قتل سے بچالیا۔

☆ ایک دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مغموم اور پریشان شخص حاضر ہوا اور عرض کی: حضور! رات کے

(۱) مناقب الامام الاعظم للامام الموفق المکی ص ۱۷۷، الباب الثامن، مطبوعہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

(۲) مصدر سابق ص ۱۶۸، الباب السابع، عقود الجمان وغیرہ

(۳) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۸۰، الباب الثامن

وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے، اور گھر کے مال و اسباب اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا، وہ میرے محلے کا رہائشی تھا، وہ میری ہی مسجد میں باقاعدہ نماز پڑھتا ہے۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے، وہ آگے بڑا اور مجھے رسیوں سے جکڑ دیا۔ اور مجھ سے قسم لی کہ اگر تم نے میرا نام ظاہر کیا تو تیری بیوی کو تین طلاقیں ہوں گی۔ اور اس بات پر بھی حلف لیا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ نکالوں، نہ اشارہ کروں، نہ صراحت کروں، مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اگر اس کا نام کسی پر بھی ظاہر کیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کو اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہہ رہا ہوں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور میرے پاس ایسے شخص کو بھیجو جس پر تمہیں پورا پورا اعتماد ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیجا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے بھائی سے فرمایا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور سارا قضا بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کر دو، ہر ایک آدمی گزرتا جائے اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمہارا چور ہے؟ تمہارا بھائی ”نہیں“ کہتا جائے، لیکن جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی بالکل خاموش رہے، کوئی بات نہ کرے، کوئی اشارہ بھی نہ کرے، اس شخص کو پولیس گرفتار کرے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔ اس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذہانت سے اس کی بیوی کو طلاق ہوئے بغیر چور پکڑا گیا اور اس کا چوری شدہ مال بھی واپس مل گیا۔<sup>(۱)</sup>

مذکورہ بالا واقعات سے اس بات کی شہادت فراہم ہوتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کمال کی ذہانت پائی تھی، لوگوں کی بڑی بڑی مشکلیں اپنی خداداد ذہانت سے پل بھر میں دور فرما دیا کرتے تھے۔

### ۳ حاضر جوابی:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی برجستگی، حاضر جوابی اور حاضر دماغی ضرب المثل ہے۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی سے کام کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل کسی سے حل نہیں ہو سکتے وہ آپ نہایت آسانی سے حل فرما دیا کرتے۔ آپ مناظرے اور مباحثے میں اپنے مد مقابل پر چھا جاتے اور اسے لاجواب کر دیتے تھے۔ کسی حاسد کی سازش کو اپنی عقل و دانش سے ناکام بنا دینا یا فوری طور پر کسی معاملہ کی تہ تک پہنچ جانا یا اپنی حاضر جوابی سے کسی کو ہدایت کا راستہ دکھا دینا، یہ سب آپ کی عقل و دانش کے جلوے ہیں۔ اکثر موقعوں پر ان کے ہم عصر اور وافر معلومات رکھنے والے موجود ہوتے تھے ان کو اصل مسئلہ بھی معلوم ہو

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۲۴، الباب السابع

تا تھا لیکن جو واقعہ درپیش ہوتا تھا اس سے مطابقت کر کے فوراً جواب بتا دینا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کمال تھا۔ اس سلسلے کی چند کڑیاں درج ذیل ہیں:

حضرت عثمان بن زائدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی شخص حاضر جواب نہیں دیکھا۔ خلیفہ ابو جعفر عباسی نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک بار خصوصی دعوت پر بلایا اور کہا کہ میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ ملک کے قاضی القضاة کا عہدہ قبول فرمائیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ ابو جعفر نے کہا ابو حنیفہ! آپ کو اتنا بڑا عہدہ قبول کرنے میں کیا عذر ہے؟ آپ بڑے فقیہ ہیں، عدل و انصاف کی فرماں روائی میں آپ کو ہماری مدد کرنی چاہیے، مگر آپ ایک نہایت اہم کام سے معذرت کرتے ہیں؟ حالاں کہ آپ کے اکثر اہل علم و فضل رفقا نے ہماری سلطنت میں ایسے عہدے قبول کیے ہیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے، میں دراصل اس عہدے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ خلیفہ نے کہا: آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں قاضی بننے کے قابل نہیں، خلیفہ نے کہا: وہ کیسے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اس لیے کہ آپ نے مجھے جھوٹا کہا، تو اگر میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی کیسے بن سکتا ہے؟ اور اگر سچا ہوں تو میرا عذر ثابت ہے۔<sup>(۱)</sup>

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سفر حج: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ عزیزی کہتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بغیر محرم کے سفر کیا تھا یہ کیوں کر جائز ہے؟ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیا جانے کہ اس حدیث کی تفسیر کیا ہے۔ (جس میں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سفر کا ذکر ہے) حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چوں کہ تمام مسلمانوں کی مقدس والدہ ہیں، اس لیے ہر شخص کے ساتھ ان کا سفر محرم کے ساتھ سفر ہے۔ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب ہے۔<sup>(۲)</sup>

☆ کوفہ میں ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ رمضان کے مہینے میں اپنی بیوی سے دن کے وقت جماع کرے گا ورنہ اسے طلاق ہو جائے گی۔ علمائے کوفہ اس مسئلے کے حل سے عاجز تھے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ یہ شخص اپنی بیوی کو سفر پر لے جائے اور وہاں دن کے وقت جماع کرے تو کوئی حرج نہیں۔ آپ کی یہ حاضر جوابی دیکھ کر سارے علماء دنگ رہ گئے۔

☆ ترکہ کی تقسیم: وقع بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے کہ ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی مر گیا اس نے چھ سو (۶۰۰) اشرفیاں ترکہ میں چھوڑیں مگر مجھے صرف ایک اشرفی ملی ہے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ترکہ کس نے تقسیم کیا، بولی داود طائی (امام اعظم کے تلمیذ ہیں) نے، آپ نے

(۱) مناقب الامام الاعظم للنوفق المکی ص ۱۳۶، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۳۵، الباب السابع

فرمایا "یہی تیرا حق ہے" پھر اس عورت سے سوال کیا اچھا بتاؤ تیرے بھائی نے دو لڑکیاں چھوڑیں؟ عورت نے عرض کیا "ہاں" ماں چھوڑی؟ عورت نے کہا "ہاں" بیوی چھوڑی؟ عورت نے کہا "ہاں" بارہ بھائی اور ایک بہن چھوڑی؟ عورت نے جواب دیا "جی ہاں۔" تب امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے بھائی کی دونوں لڑکیوں کا دو ثلث یعنی چار سو (۴۰۰) اشرفی ہے۔ ماں کا ایک سدس سوا اشرفی (۱۰۰) ہے اور بیوی کا ثمن بچہ شتر (۷۵) اشرفی ہے۔ باقی پچیس (۲۵) اشرفیاں جس میں چوبیس (۲۴) بھائیوں کی ہیں ہر بھائی کو دو اشرفی۔ اور تیری صرف ایک اشرفی۔<sup>(۱)</sup>

☆ ایک مرتبہ ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ایک ضروری کام میں مشورے کے لیے طلب کیا، آپ نے اس کے سامنے ایک قیمتی انگوٹھی کا نگینہ دیکھا جس پر "عطاء بن عبد اللہ" لکھا ہوا تھا، اس کے بارے میں وہ کچھ پریشان تھا، اس نے امام اعظم کو وہ نگینہ دکھا کر پوچھا: میں اس کو پہننا چاہتا ہوں لیکن وقت یہ ہے کہ اس پر غیر کا نام لکھا ہوا ہے اور اس کا مٹانا بھی ممکن نہیں۔ اب کیا کیا جائے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا کہ باء کے سر کو گول کر دو "عطاء من عند اللہ" ہو جائے گا۔ ہبیرہ کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اس برجستگی پر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کتنا اچھا ہوتا اگر آپ ہمارے پاس بکثرت آتے جاتے۔<sup>(۲)</sup>

### ④ وقت نظر:

☆ ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا، اس نے قسم کھا کر کہا کہ "جب تک تو مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔" عورت تند مزاج تھی اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دہرائے جو شوہر نے کہے تھے۔ اس وقت غصہ میں کچھ نہ سوچھا مگر پھر خیال آیا تو دونوں کو نہایت افسوس ہوا۔ شوہر مایوس ہو کر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اللہ آپ کوئی تدبیر بتائیے۔ حضرت امام نے پوچھا: کیا تم نے کسی سے یہ مسئلہ دریافت کیا، اس نے کہا: ہاں سفیان ثوری سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ تم میں جو بھی کلام کی ابتدا کرے گا اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جاؤ شوق سے باتیں کرو کسی پر کفارہ نہیں ہے۔"

وہ شخص سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا رشتہ دار تھا، اس نے حضرت سفیان ثوری کو بتایا تو وہ نہایت برہم ہوئے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا: آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتا دیا کرتے ہیں، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کیسے؟ اس پر انھوں نے اپنے رشتہ دار سے کہا: اپنا سوال دہراؤ اس نے سوال دہرایا، اور آپ نے پھر وہی جواب دیا، سفیان ثوری نے کہا یہ جواب آپ کہاں سے بتا رہے ہیں؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: "جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے قسم کے الفاظ کہے تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتدا ہو چکی، پھر قسم کہاں

(۱) مصدر سابق ص ۱۵۰، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۶۵، الباب السابع

باقی رہی؟“ آپ کا جواب سن کر حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے کہا ”حقیقت میں آپ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں تک خیال بھی نہیں پہنچتا۔“<sup>(۱)</sup>

☆ **طلاق میں شک:** اسماعیل بن محمد فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی بیوی کی طلاق میں شک ہوا۔ میں نے قاضی شریک رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو پھر رجوع کرو اور رجوع کرنے پر گواہ بنا لو۔ پھر میں سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے بھی پوچھا تو انھوں نے فرمایا اگر تم نے طلاق دے بھی دی ہے تو اب رجعت ہو گئی۔ پھر میں نے زفر بن ہذیل سے معلوم کیا، انھوں نے فرمایا جب تک تم کو طلاق کا یقین نہ ہو جائے وہ تمہاری بیوی ہے۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب فتاویٰ نقل کئے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا سفیان ثوری نے ورع اور پرہیزگاری کا فتویٰ دیا، زفر بن ہذیل کا فتویٰ فقہی فتویٰ ہے اور شریک کا فتویٰ ایسا ہے، جیسے تم کسی سے کہو کہ مجھے معلوم نہیں میرے کپڑے پر پیشاب گرا کہ نہیں تو وہ کہہ دے اب تم اس پر پیشاب کر دو پھر دھو لینا۔<sup>(۲)</sup>

☆ **علی بن مسہر سے روایت ہے کہ ہم لوگ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ عبد اللہ بن مبارک تشریف لائے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا کہ ایک آدمی ہنڈیا پکا رہا تھا ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا۔ آپ کا اس میں کیا فتویٰ ہے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ بتاؤ اس کا کیا جواب ہے؟ شاگردوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کر دیا کہ شور با پھینک دے اور گوشت دھو کر کھالے۔**

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی ہم بھی کہتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہانڈی میں جوش آنے کے وقت گرا ہو تو گوشت اور شور با سب پھینک دیا جائے اگر جوش ٹھنڈا ہونے کے بعد آ پڑا ہو تو گوشت دھو کر کھا لیا جائے اور شور با پھینک دیا جائے۔

عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا یہ تفصیل کہاں سے فرما رہے ہیں؟ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب پرندہ ہانڈی میں جوش مارنے کے وقت گرے گا تو سر کے اور مسالہ کی طرح نجس پانی گوشت میں سرایت کر جائے گا اور جب جوش ٹھنڈا ہو گیا تو گوشت کے اوپر لگے گا اندر سرایت نہیں کرے گا۔ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا: ”ہذا زین“ یہ بات سونا ہے۔<sup>(۳)</sup>

☆ **قاضی ابن ابی لیلیٰ بڑے مشہور فقیہ اور صاحب الرائے تھے۔ تیس برس کوفہ میں منصب قضا پر مامور رہے۔ ایک دن قاضی صاحب اپنے کام سے فارغ ہو کر مجلس قضا سے اٹھے۔ ایک پاگل عورت کو دیکھا کہ کسی سے جھگڑ رہی ہے**

(۱) مصدر سابق ص ۱۵۱، الباب السابع

(۲) الخیرات الحسان ص ۵۵، و ۵۶، الفصل الثانی و العشرون، مطبعة السعادة مصر

(۳) مصدر سابق ص ۱۵۲، الباب السابع

دوران گفتگو عورت نے اس شخص کو ”یا ابن الزانیۃ“ یعنی ”زانی اور زانیہ کے بیٹے“ کہہ کر گالی دی۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت گرفتار کر لی جائے۔ پھر قاضی صاحب مجلس قضا میں واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے مسجد میں درے لگائیں اور دو حدیں ماریں، ایک ماں کو زنا کی تہمت لگانے کے وجہ سے اور ایک باپ کو زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا: اس حد لگانے میں قاضی ابن ابی لیلیٰ نے چہرہ غلطیاں کیں۔

اول یہ کہ وہ مجنونہ یعنی پاگل تھی اور مجنونہ پر حد نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ مسجد میں حد لگوائی حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں حد لگانے سے منع فرمایا ہے۔ تیسری یہ کہ اسے کھڑی کر کے حد لگوائی جب کہ عورتوں پر حد بیٹھا کر لگائی جاتی ہے۔ چوتھی یہ کہ اس پر دو حدیں لگوائیں جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک لفظ سے اگر کوئی پوری قوم پر تہمت لگائے تو بھی صرف ایک ہی حد واجب ہوگی۔ پانچویں یہ کہ اس شخص کے والدین کو گالی دینے پر حدیں جاری کیں، حالاں کہ مدعی وہ نہیں بلکہ ان کے والدین ہونے چاہیے تھے، خود قاضی صاحب کو مقدمہ کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا؟ چھٹی یہ کہ دونوں حدوں کو جمع کر دیا حالاں کہ جس پر دو حد واجب ہوں، جب تک پہلی خشک نہ ہو جائے دوسری نہیں لگا سکتے۔<sup>(۱)</sup>

اس واقعے سے جہاں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فقہی تبحر کا علم ہوتا ہے وہیں آپ کی باریک بینی کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

### ⑤ قوت استدلال و استنباط:

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اس لکڑی کے ستون کو سونے کا ستون ثابت کرنا چاہے تو دلائل کی قوت سے اسے ثابت کر سکتا ہے۔ اور وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ وقت کے، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔<sup>(۲)</sup>

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک آدمی فوت ہو گیا اور اس نے ایک شخص کو ایک ہزار دینار کی ایک تھیلی سپرد کی اور وصیت کی کہ جب میرا لڑکا جوان ہو جائے تو جو تم پسند کرو اسے دے دینا، جب لڑکا جوان ہوا تو اس شخص نے اس جوان کو تھیلی تو دے دی مگر دینار رکھ لیے اور کہا کہ تمہارے باپ کی وصیت کے مطابق میں نے اپنی صوابدید پر تمہیں تھیلی دے دی ہے اور میں تمہارے لیے تھیلی ہی پسند کرتا ہوں۔ نوجوان حیران رہ گیا، اس نے علما سے مسئلہ دریافت کیا لیکن اس کی تشفی نہ ہو سکی آخر وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور سارا ماجرا کہ سنایا، آپ نے فرمایا تمہارے باپ نے بڑی لطیف وصیت کی تھی، اور وصیت کرتے وقت بڑی دانائی سے کام لیا تھا۔ آپ نے اس

(۱) مصدر سابق ص ۱۲۰، الباب السابع

(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص : ۱۱۴، الباب السابع، ایضاً ص ۲۹۸، مناقب ابی حنیفہ للذہبی

للذہبی ص : ۱۹



شخص کو بلایا جس کے پاس دینار تھے، جب وہ آگیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اس نوجوان کے باپ نے تمہیں یہی وصیت کی تھی کہ جو تم پسند کرو میرے بیٹے کو دے دینا؟ اس نے عرض کی: ہاں، اس نے مجھے یہی کہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دینار پسند کیے اور انہیں اپنے لیے رکھ لیا، اس نے عرض کی: ہاں، آپ نے فرمایا: اس نوجوان کو اس کے باپ کی وصیت کے مطابق دینار دے دو، کیوں کہ جب اس کے باپ نے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کو اپنی پسندیدہ شے دینا، اور تو ابھی اقرار کر چکا ہے کہ میں دینار پسند کرتا ہوں، تو تمہیں دینار دینے پڑیں گے۔ وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دینار اس نوجوان کے حوالے کیا۔<sup>(۱)</sup>

☆ عبید اللہ و صافی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے ایمان کے بارے میں گفتگو کی ابتدا کی، حضرت امام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو مومن ہے؟ اس نے کہا مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں۔ (اس دور میں کچھ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ پتہ نہیں ایمان پر خاتمہ ہوگا یا نہیں، اس لیے وہ قطعی اور یقینی طور پر اپنے آپ کو مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے فرمایا: اگر قبر میں منکر نکیر نے تمہارے ایمان کے متعلق سوال کیا تو کیا وہاں بھی یہی کہو گے۔ وہ شخص حیران ہو کر رو پڑا کہ امام رضی اللہ عنہ نے کس انداز سے مسئلے کی حقانیت واضح فرمادی۔ اس کا رونادیکھ کر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اپنا ایمان ثابت کر دیا۔<sup>(۲)</sup>

حضرت امام اعظم کا موقف یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اُسے بلا شک و شبہ قطعی طور پر اپنے آپ کو مومن کہنا چاہیے۔

## ① وسعت معلومات:

محمد بن حسن بلخی کہتے ہیں: ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم کے اس سمند کا نام ہے جس کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔<sup>(۳)</sup>

حضرت امام رضی اللہ عنہ کے فقہی کارناموں کو دیکھ کر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو فقہ کے علاوہ دیگر علوم پر دسترس حاصل نہ تھی۔ حاشا اللہ، آپ علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم ادب و حکمت میں بحرناپیدا کنار تھے اور ان میں سے ہر فن کے امام تھے۔ بعض دشمنوں کا اس کے خلاف کہنا محض ان سے حسد کی وجہ سے ہے۔<sup>(۴)</sup>

عمار بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے دیکھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کعبۃ اللہ کے سایے میں بیٹھے ہیں، آپ کے ارد گرد لوگوں کا ہجوم ہے، ہر مقام ہر ملک کے علما موجود ہیں، آپ ہر ایک کے سوال کا جواب

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق بن احمد المکی ص ۱۶۸ - ۱۶۷، الباب السابع

(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۲۲، الباب السابع

(۳) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۳۱۶، الباب الثاني والعشرون

(۴) الخیزات الحسان

دیتے جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام جوابات آپ کی جیب میں تیار رکھے ہوئے ہیں، اور آپ نکال نکال کر سب کو بانٹتے چلے جا رہے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ جنہیں امام یحییٰ بن معین "صاحب حدیث" اور امام ذہبی "حافظ الحدیث" کہتے تھے وہ فرماتے ہیں: امام اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی قول پر جم جاتے تو میں آپ کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر معلوم کرنے کے لیے کوفہ کے مشائخ کے پاس جاتا۔ بسا اوقات دو دو یا تین تین حدیثیں لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتا تو ان میں سے کسی کے بارے میں فرمادیتے کہ یہ صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے۔ میں دریافت کرتا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے؟ آپ ارشاد فرماتے: "میں اہل کوفہ کے تمام علم کا عالم ہوں۔"<sup>(۲)</sup>

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے سینہ اقدس میں احادیث کا کتنا بڑا خزانہ تھا اس کا اندازہ محدث علی قاری رضی اللہ عنہ کے اس قول سے کیجیے، وہ امام محمد بن سماعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔"<sup>(۳)</sup>

معروف محدث امام اعظم رضی اللہ عنہ ایک دن امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مختلف سوالات کرتے جاتے تھے اور آپ ان سوالات کے جواب دیتے جاتے، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تعجب سے پوچھا، آپ کو اس قدر علوم کہاں سے حاصل ہوئے؟ آپ نے فرمایا: ان ہی احادیث سے جو آپ نے روایت کی ہیں، پھر آپ نے ان کی روایت کردہ احادیث سنا دیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے برملا فرمایا۔ اے فقہا! تم طبیب ہو اور ہم محدثین دو فروش ہیں۔<sup>(۴)</sup>

محمد بن ابی مطیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سنا ہے، انھوں نے کہا: میں نے ہر فن کے چار ہزار مشکل مسائل جمع کیے، اور اسی قدر مشکل واقعات اکٹھے کیے، میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان مسائل میں گفتگو کرنے لگا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا: ابو مطیع! تمہارے پاس اس قسم کے کتنے سوالات ہیں؟ میں نے کہا: چار ہزار۔ فرمایا: اس وقت مجھ سے نہ پوچھو میں مشغول ہوں۔ جب فارغ ہوں گا میرے پاس آجانا۔ آپ کو میں جیب بھی فارغ پاتا آپ کے پاس آجاتا اور سوالوں کے جوابات حاصل کرتا۔ حتیٰ کہ ایک عرصے میں مجھے تمام سوالوں کے تسلی بخش جوابات ملے گئے، میں فارغ ہونے لگا تو آپ نے فرمایا: ابو مطیع! مجھے آپ کے سوالات کا انداز اور حسن بیان بڑا پسند آیا۔ ان سوالات کو جمع کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے، اور بڑے عالی دماغ کا کارنامہ ہے۔<sup>(۵)</sup>

(۱) مناقب ص ۱۲۳، باب سابع

(۲) الخیرات الحسان

(۳) مناقب بذیل الجواہر ج ۲، ص ۷۴

(۴) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۵۷، الباب السابع

(۵) مناقب الامام الاعظم از موفق مکی ص ۱۳۹، ۱۴۰، الباب السابع

☆ ایک ہزار مسائل کا فوری جواب: ابو حمزہ سکری فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہزار مسائل لکھ دیے، تاکہ میں ان کا جواب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں۔ میں حاضر ہوا، ایک ایک مسئلہ بیان کرتا گیا، آپ جواب دیتے گئے، میں حیران رہ گیا کہ مسائل فقہ کا یہ بحر بیکراں کس انداز سے مسائل کو حل کرتا جاتا ہے، واضح ہو کہ ابو حمزہ سکری اور ابراہیم صلی اللہ عنہ کے تمام ائمہ کے استاذ اور دنیا کے اسلام کے اکابر علما مانے جاتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

## ② مشکل مسائل حل کرنے کی صلاحیت:

☆ ایک مشکل مسئلہ: ایک شخص نے قسم کھائی کہ آج اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی کو تین طلاق ہے تھوڑی دیر کے بعد کہا آج کی کوئی نماز قضا ہو تو میری زوجہ مطلقہ ہے پھر کہا کہ آج میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کروں تو اس کو طلاق ہے لوگوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آکر مسئلہ پوچھا۔ تو فرمایا کہ نماز عصر پڑھ کر بیوی سے ہم صحبت ہو اور غروب کے بعد غسل کر کے فوراً مغرب کی نماز پڑھ لے اس صورت میں سب صورتیں پوری ہو گئیں۔ بیوی سے ہم صحبت بھی ہو نماز بھی قضا نہیں کی غسل جنابت بھی کیا تو اس وقت کیا کہ دن گزر چکا تھا۔<sup>(۲)</sup>

☆ لقد عجزت النساء: شریک سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ سفیان ثوری، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ابو حنیفہ، ابو الاحوص، مندل اور حبان بھی تھے۔ جنازہ ایک بوڑھے سید زادے کا تھا۔ جنازہ میں کوفہ کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ سب ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا۔ لوگوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس لڑکے کی ماں بے تاب ہو کر نکل پڑی۔ جنازہ پر اپنا کپڑا ڈال دیا اور اپنا سر کھول دیا۔ عورت شریف خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میت کے باپ نے چلا کر کہا واپس جاؤ مگر اس نے واپس ہونے سے انکار کر دیا۔ باپ نے قسم کھالی کہ لوٹ جاؤ ورنہ تجھے طلاق۔ جب کہ ماں نے بھی قسم کھالی کہ اگر میں نماز جنازہ سے پہلے لوٹوں تو میرے سارے غلام آزاد۔

الغرض لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مشغول کلام ہو گئے اب کیا ہوگا؟ کوئی جواب دینے والا نہیں تھا۔ میت کے باپ نے امام ابو حنیفہ کو آواز دی کہ میری مدد کرو۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ آئے اور عورت سے معلوم کیا کہ قسم کس طرح کھائی؟ اس نے بتلا دیا۔ باپ سے پوچھا تم نے کس طرح قسم کھائی؟ اس نے بھی بتلا دیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میت کا تخت رکھو۔ چنانچہ رکھ دیا گیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے باپ کو حکم دیا کہ نماز جنازہ پڑھاؤ جو لوگ آگے نکل گئے تھے، واپس ہوئے باپ کے پیچھے صف لگی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا قبر کی طرف لے جاؤ اور اس

(۱) مناقب امام اعظم ص ۱۵۳، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۹، الباب السابع

کی ماں سے کہا اب تم گھر چلی جاؤ۔ قسم پوری ہو گئی اور باپ سے کہا تمہاری بھی قسم پوری ہو گئی تم بھی گھر جاؤ۔ اس پر ابن شبرمہ کہنے لگے عورتیں آپ جیسا پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ علمی نکات بیان کرنے میں آپ کو نہ کوئی مشقت ہوتی ہے اور نہ پریشانی۔<sup>(۱)</sup>

☆ **انوکھی تدبیر:** فقیہ ابو جعفر ہندووانی سے نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اچھا معاملہ نہیں کرتے تھے۔ اتفاق سے اپنی بیوی کو مشروط طلاق دے دی۔ وہ اس طرح کہ اگر بیوی آنا ختم ہونے کی خبر اعمش کو دے، یا لکھ کر دے، یا کسی سے کہلوائے، یا اشارہ کرے تو اس کو طلاق۔ بیوی حیران ہو گئی لوگوں نے مشورہ دیا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ چنانچہ وہ گئی اور واقعہ بیان کیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسئلہ آسان ہے۔ آٹے کی تھیلی رات کو ان کے ازار میں یا جس کپڑے میں ممکن ہو باندھ دو جب صبح یارات کو اٹھیں گے تو ان کو آٹے کی تھیلی کا خالی ہونا خود معلوم ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ آنا ختم ہو گیا ہے بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب اعمش اٹھے تو رات کی تاریکی تھی یا کچھ کچھ روشنی ہو رہی تھی جب اپنا ازار لیا تو آٹے کی تھیلی کی آواز محسوس ہوئی، اسے ہاتھ سے چھو کر دیکھا جب ازار کھینچا تو وہ بھی کھینچی آگئی اس طرح ان کو آٹے کا ختم ہونا معلوم ہو گیا۔ کہنے لگے واللہ یہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تدبیر ہے۔ ہم ان سے کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں وہ تو ہماری عورتوں میں بھی ہم کو رسوا کرتے ہیں اور عورتوں کو ہماری عاجزی اور کم فہمی بتلا دیتے ہیں۔<sup>(۲)</sup>

☆ **امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مشکل کا حل:** ایک مرتبہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا آدھی رات کے وقت جھگڑا ہو گیا، امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو سرزنش کی، جواب میں ناراضگی کے طور پر ان کی بیوی نے ان سے بات کرنا چھوڑ دی۔ وہ گفتگو کرتے تو چپ رہتی اور کوئی جواب نہ دیتی۔ صبح ہوئی تو عورت کا رویہ وہی رہا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے غصے میں کہا اگر آج رات ختم ہونے تک تم نے مجھ سے بات نہ کی تو تمہیں طلاق ہے۔ وہ بھی بڑی ضدی تھی، سارا دن بات نہ کی۔ رات ہوئی پھر بھی اس نے کوئی بات نہ کی اور خاموش رہی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مغموم بھی ہوئے، وقت گزرنے پر ان کی پریشانی اور بڑھی کہ ان کی بیوی صبح ہونے پر مطلقہ ہو جائے گی۔ اسی فکر میں خیال آیا کہ یہ پریشانی امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ذکر کرنا چاہیے۔

وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، اور پورا واقعہ سنا کر کہا: اگر وہ صبح تک مجھ سے نہ بولی تو اسے طلاق ہو جائے گی، وہ اس طریقہ سے مجھے چھوڑ دینا چاہتی ہے، ہم ایک طویل عرصے سے ایک ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، اور اولاد والے ہیں، آپ ایسا حل بتائیں جس سے معاملہ درست ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: تسلی رکھیں آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور آپ مشکل سے نکل آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ آپ نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا کہ تم

(۱) مصدر سابق ص ۱۴۷، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۳، الباب السابع

ان کے گھر کے پاس والی مسجد میں طلوع سحر سے پہلے اذان دے آنا، اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ گھر چلے گئے اور مؤذن نے قبل از وقت اذان کہہ دی، عورت نے اذان سن کر کہا: شکر ہے اللہ کا، اے بد اخلاق شیخ! تجھ سے جان چھٹی، امام اعظم نے کہا: تم مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی، ابھی صبح ہونے میں کافی وقت ہے۔ یہ تو ایک حیلہ تھا جس سے تم بات کرنے پر رضامند ہو گئی، اب تم سے میرا رشتہ قائم رہے گا۔<sup>(۱)</sup>

☆ نہ حانث ہوگا اور نہ طلاق پڑے گی: ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک آدمی کی بیوی سیرھی پر چڑھی اس کے شوہر نے کہا اگر تو چڑھے تو تجھ کو تین طلاق اور اترے تب بھی تین طلاق۔ اب کیا تدبیر کی جائے کہ قسم نہ ٹوٹے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیوی نہ چڑھے اور نہ اترے بلکہ کچھ لوگ اس کو مع سیرھی کے زمین پر رکھ دیں، قسم نہیں ٹوٹے گی۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ اتارنے کے علاوہ بھی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں عورتیں اس کو سیرھی سے اٹھا کر زمین پر رکھ دیں اور وہ اترنے کا ارادہ نہ کرے، اس طرح مرد حانث نہیں ہوگا اور طلاق بھی نہیں پڑے گی۔<sup>(۲)</sup>

## دوسری فصل

### امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مناظرے، مکالمے اور مباحثے

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ علم کلام اور علم مناظرہ کے امام تھے، آپ کو بحث و مناظرہ میں وہ کمال حاصل تھا جو کسی اور کو نہیں تھا، اس کا اعتراف آپ کے دور کے بڑے بڑے علماء اور ائمہ نے کیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بحث و مناظرے کا تعلق زیادہ تر علم کلام سے ہوتا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دور میں مختلف افکار و نظریات کے حامل لوگ موجود تھے، جو اسلامی عقائد کی مخالفت کرتے تھے، ان میں معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ فرقتیں سرفہرست ہیں۔

کوفہ کے جلیل القدر عالم ابو معاویہ الضریر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم دین نہ دیکھا، وہ نہ کسی مخالف کی باتوں سے خائف ہوتے، اور نہ مباحثے کے وقت گھبراتے، میں نے مناظرہ کے وقت ان سے بڑھ کر کوئی سنجیدہ مناظر نہیں دیکھا۔<sup>(۳)</sup>

مطلب بن زیاد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مباحثہ کیا، آخر اسے گھٹنے ٹیکنے پڑے، اور

(۱) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۳۲، ۱۳۳، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۹، الباب السابع

(۳) مناقب ص ۱۲۵، الباب السابع

اپنے عجز و شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔<sup>(۱)</sup>

حم بن نوح نے کہا میں نے ابو سعید سے سنا انھوں نے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ مناظرے میں ابو حنیفہ رضي الله عنه پر غالب آیا ہو۔<sup>(۲)</sup>

آپ نے اپنے دور کے گمراہ فرقوں کے ساتھ مباحثے اور مناظرے کیے ہیں۔ علامہ ابو زہرہ مصری نے اپنی کتاب ”ابو حنیفہ رضي الله عنه حیاتہ و عصرہ“ میں لکھا ہے کہ امام اعظم رضي الله عنه نے اپنے دور کے بائیس گمراہ فرقوں سے متعدد مناظرے کیے ہیں، تجارت کی غرض سے آپ کو اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا، جو تمام فرقوں کا دنگل اور خاص کر خار جیوں کا مرکز تھا۔ آپ نے تقریباً بائیس فرقوں سے مناظرے کیے، خصوصاً اباضیہ، صغریہ اور حشوہ وغیرہ سے اکثر بحثیں کیں، اور ہمیشہ غالب رہے۔<sup>(۳)</sup>

آپ کے دور میں مناظرہ درس کا ایک خاص طریقہ بھی تھا، اور آپ نے بہت سے اساتذہ سے اسی طریقے پر تعلیم پائی تھی، عیون الحدائق کے مصنف نے لکھا ہے کہ انھوں نے شعبی، طاؤس، عطا وغیرہ سے مناظرے کیے، یہ حضرات امام اعظم کے اساتذہ سے ہیں، امام اعظم ان حضرات کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ کلامی مسائل سے متعلق بھی متعدد معاصرین سے آپ نے بحثیں اور مناظرے کیے، اور ہر ایک میں فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ زبردست ذہنی صلاحیتوں، علمی لیاقتوں اور دیگر تمام مناظرانہ خصوصیات کے جامع تھے، وہ جانتے تھے کہ مد مقابل کو کس طریقے سے قائل کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں حیرت انگیز واقعات کو امام اعظم ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، ہم یہاں ان کے کچھ مناظرے نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کے مناظرانہ اوصاف و کمالات کا انکشاف ہوتا ہے:

☆ حضرت امام باقر رضي الله عنه سے ایک مکالمہ: ایک بار امام اعظم ابو حنیفہ حج پر گئے، جب زیارت کے

لیے مدینہ شریف آئے تو محمد بن علی بن الحسین بن علی رضي الله عنه ملے، فرمایا: تم وہی ابو حنیفہ ہو جس نے ہمارے دادا کے مذہب اور احادیث کو قیاس سے بدل دیا ہے، آپ نے عرض کی: معاذ اللہ میں کون ہوتا ہوں جو ایسی جرأت کروں۔ امام باقر رضي الله عنه نے فرمایا: تحقیق سے ثابت کرو کہ آپ ایسا نہیں کرتے ہو۔ عرض کی: حضور آپ اپنی شان سے بیٹھیں میں آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ کر وضاحت کرتا ہوں۔ حضرت امام باقر رضي الله عنه شان سے بیٹھ گئے اور آپ نے ان کے سامنے دو زانو بیٹھ کر عرض کی: حضور میں آپ سے تین گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے ارشاد فرمائیں: مرد کمزور ہے یا عورت؟ فرمایا: عورت کمزور ہے۔ آپ نے پوچھا وراثت میں عورت کا کتنا حصہ ہے اور مرد کا کتنا حصہ ہے؟ آپ

(۱) مناقب موفق ص ۱۲۳، الباب السابق

(۲) مناقب ص ۱۳۷، الباب السابع

(۳) ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ و آراؤہ و فقہہ لمحمد ابی زہرہ، ص: ۸۶

نے فرمایا: عورت کو ایک حصہ اور مرد کو دو حصے ملیں گے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کی: آپ کے دادا جان کا یہی مذہب ہے، اگر میں عقل و قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتا تو اس کے برعکس عورت کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دیتا۔ پھر آپ نے عرض کی: حضور! مجھے یہ بتائیے کہ نماز افضل عبادت ہے یا روزہ؟ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نماز افضل عبادت ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کی: حیض سے پاک ہونے والی عورت کے لیے دونوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: روزے قضا کرے اور نمازیں معاف ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کی: اگر میں حدیث کے مقابلہ میں قیاس سے فیصلہ کرتا تو اس کے برعکس حکم دیتا، نمازیں قضا کرنے کا حکم دیتا اور روزوں کو معاف قرار دیتا۔ پھر آپ نے تیسرا سوال کیا: حضور شریعت میں پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پیشاب۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما نے عرض کی: حضور! اگر میں قیاس سے حکم دیتا تو پیشاب کرنے والے کو غسل کا حکم دیتا اور مستلم یا جنبی کو صرف وضو کرنے کے لیے کہتا۔

یہ باتیں سن کر حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما اٹھے اور امام اعظم رضی اللہ عنہما کو گلے سے لگا لیا (معانقہ فرمایا) اور نہایت لطف و کرم سے پیش آئے۔<sup>(۱)</sup>

### ☆ قتادہ بصری سے مناظرہ: ایک مرتبہ قتادہ بصری کوفہ آئے اور اعلان کرادیا کہ ”مسائل فقہ میں جو

پوچھنا ہو پوچھو میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔“ چوں کہ وہ مشہور محدث اور امام تھے بڑا مجمع ہوا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما بھی تشریف لے آئے تھے، آپ نے فرمایا: اے ابو الخطاب! جو شخص سفر پر جائے اور پھر اس کی کوئی خبر نہ ملے، اس کی بیوی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

انھوں نے کہا: وہ عورت چار سال تک انتظار کرے اور اس کا شوہر واپس آجائے تو بہتر و نہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ آپ نے پوچھا، اگر عدت گزارنے کے بعد اس کی بیوی نے دوسرا نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی، چند روز کے بعد وہ شخص واپس آیا۔ پہلے شوہر نے کہا میرا لڑکا نہیں ہے اور دوسرے نے کہا میرا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ آیا دونوں اس عورت پر زنا کا الزام لگاتے ہیں، یا صرف وہ شخص جو ولدیت سے انکار کرتا ہے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما جو اب نہ دے سکے تو فرمایا: ”یہ صورت ابھی پیش آئی ہے؟“ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے کہا: ”نہیں، لیکن علما کو پہلے سے تیار رہنا چاہیے کہ وقت پر تردد نہ ہو۔“

یہ سن کر قتادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ان مسائل کو چھوڑو اور مجھ سے قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ آپ پھر کھڑے ہوئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا اَتِيكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ

(۱) الخيرات الحسان ص ۵۸، الفصل الثاني و العشرون، مطبعة السعادة مصر، ايضا مناقب الامام الاعظم للموفق المكي ص ۱۶۱، الباب السابع

يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۗ (اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے بارگاہ میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔) اس آیت میں کون شخص مراد ہے؟ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آصف بن برخیا، جو اسمِ اعظم جانتے تھے، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اسمِ اعظم نہیں جانتے تھے؟ کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا ایک نبی کے دربار میں ان کا امتی ان سے بڑھ کر کتاب کا علم رکھتا تھا؟ یہ سن کر قتادہ رضی اللہ عنہ ناراض ہو گئے اور کہا، اس کو چھوڑو مجھ سے علمِ کلام کے بارے میں پوچھو۔

آپ نے پھر کھڑے ہو کر کہا: ”کیا آپ مومن ہیں؟ قتادہ نے فرمایا: ”امید ہے، میں مومن ہوں“ (بہت سے محدثین احتیاط کے طور پر اپنے آپ کو قطعی مومن نہیں کہتے تھے) آپ نے پوچھا: ”آپ نے یہ امید کی قید کیوں لگائی؟“ انھوں نے جواب دیا حضرت ابراہیم نے کہا تھا: وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۖ مجھے امید ہے کہ خدا قیامت کے دن میری خطا کو معاف فرمادے گا۔“

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے فرمایا: أَوْ لَكَ تُؤْمِنُ ۗ، کیا تو مومن نہیں؟ تو جواب میں انھوں نے کہا تھا: ”بلی“ یعنی ہاں میں مومن ہوں۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی تقلید کیوں نہ کی؟ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس بات پر لاجواب ہو گئے اور مجلس چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے۔<sup>(۱)</sup> امام ابو حنیفہ کا کہنا یہ ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ قطعاً مومن ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں مومن ہوں البتہ اگر ایمان میں شک ہو تو قطعی کافر ہے۔

☆ **جمِ عَصِيرٍ سے مناظرہ:** ایک دن لوگوں کی ایک پوری جماعت آپ کے پاس آئی تاکہ قراءت خلف الامام (امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے) کے مسئلہ میں امامِ اعظم سے مناظرہ کریں۔

آپ نے فرمایا: میں بیک وقت اتنے آدمیوں سے تو بات نہیں کر سکتا، اور نہ ہی بیک وقت ہر ایک کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔ آپ ایسا کریں کہ سب کی طرف سے ایک سمجھ دار عالم مقرر کر لیں جو اکیلا مجھ سے بات کرے۔ انھوں نے ایک بڑا عالم منتخب کیا جو آپ سے بات کرے۔ آپ نے سب سے فرمایا: کیا یہ عالم جو بات کرے گا وہ آپ سب کی طرف سے ہوگی؟ اور کیا اس کی ہارجیت آپ کی ہارجیت ہوگی؟ ان سب نے کہا: ہاں! ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔

آپ نے فرمایا: جب تم نے یہ بات مان لی تو پھر تمہارا مسئلہ حل ہو گیا۔ تم نے میرے موقف کو تسلیم کرتے ہوئے حجت قائم کر دی۔ کہنے لگے: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ”تم نے خود اپنی طرف سے ایک آدمی منتخب کیا اور فیصلہ کیا کہ اس کی ہر بات تمہاری بات ہوگی، اس کی ہارجیت تمہاری ہارجیت ہوگی، ہم بھی نماز کے دوران اپنا امام منتخب کرتے

(۱) مصدر سابق ص ۱۱۰، الباب السابع، عقود الجمان، ص: ۲۶۳



ہیں۔ اس کی قراءت ہماری قراءت ہوتی ہے، وہ بارگاہ خداوندی میں ہم سب کی طرف سے نماخذہ ہوتا ہے۔ بالآخر انہوں نے آپ کی دلیل کو تسلیم کیا اور اپنے موقف سے دست بردار ہو گئے۔<sup>(۱)</sup>

واضح رہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جو مسئلہ عقلی طور پر سمجھایا وہ دراصل اس حدیث کی تشریح ہے ”قراءة الامام له قراءة“ امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ یہ امام اعظم کی شان تھی کہ مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریقہ سے سمجھا دیتے تھے کہ مخاطب کے ذہن نشیں ہو جاتا تھا اور بحث نہایت جلد اور آسانی سے طے ہو جاتی تھی۔

☆ ایک رافضی سے مناظرہ: حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک رافضی آگیا جو کوفہ میں شیطان الطاق (باتونی شیطان) کے نام سے مشہور تھا، اس نے آتے ہی پوچھا: ابو حنیفہ! تمام لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور انسان کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمارے عقیدے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمہارے عقیدے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ رافضی نے کہا: یہ تو آپ نے الٹا بتا دیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے الٹا نہیں بتایا، البتہ سچی بات بتائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لیے طاقتور کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حقدار سمجھا اور ان سے برضا و رغبت بیعت کر لی، اور تم شیعہ کہتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا حق چھین لیا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ اپنا حق لیتے۔ اس طرح تمہارے نزدیک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ زیادہ طاقتور تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غالب رہے۔ رافضی آپ کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور مسجد سے کھسک گیا۔<sup>(۲)</sup>

☆ ایک رومی سے مناظرہ: روم کے بادشاہ نے خلیفہ کی خدمت میں بہت سامال بھیجا اور حکم دیا کہ علما سے تین سوال کیے جائیں۔ اگر جواب دیں تو وہ ان کو دے اور اگر جواب نہ دے سکیں تو مال لے کر واپس لوٹ آئے۔ خلیفہ نے علما سے سوال کیا، لیکن کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کم سن تھے۔ اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے والد صاحب سے جواب کی اجازت مانگی۔ والد صاحب نے منع کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور خلیفہ سے اجازت طلب کی۔ اس نے اجازت دے دی۔ رومی سفیر سوال کرنے کے لیے ممبر پر تھا۔ آپ نے فرمایا: آپ سائل ہیں؟ اس نے کہا ”ہاں“ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تو پھر آپ کی جگہ زمین ہے اور میری جگہ ممبر ہے۔“ وہ اتر آیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ممبر پر چڑھے اور فرمایا: سوال کرو۔ اس نے کہا اللہ سے پہلے کیا چیز تھی؟ آپ نے فرمایا عدد جانتے ہو؟ اس نے کہا: ”ہاں“، آپ نے فرمایا: ”ایک سے پہلے کیا ہے؟ رومی نے

(۱) مصدر سابق ص ۱۷۰، الباب السابع

(۲) مصدر سابق ص ۱۵۵، الباب السابع، و الخیرات الحسان ص ۵۷، الفصل الثانی و العشرین مطبعة السعادة مصر

کہا: ایک اول ہے، اس سے پہلے کچھ نہیں، تو آپ نے فرمایا جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کچھ نہیں تو پھر واحد حقیقی سے قبل کیسے کوئی ہو سکتا ہے؟

رومی نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ کا منہ کس طرف ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم چراغ جلاتے ہو تو چراغ کا نور کس طرف ہوتا ہے؟ رومی نے کہا: یہ نور ہے، اس کے لیے ساری جہات برابر ہیں، آپ نے فرمایا: ”جب نورِ مجازی کا رخ کسی ایک طرف نہیں، تو پھر جو نور السموات والارض، ہمیشہ رہنے والا، سب کو نور اور نورانیت دینے والا ہے، اس کے لیے کوئی خاص جہت کیسے متعین ہوگی؟

رومی نے تیسرا سوال کیا کہ اللہ کیا کرتا ہے؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب ممبر پر تم جیسا اللہ کے لیے مماثل ثابت کرنے والا ہو تو اس کو اتارتا ہے اور جو مجھ جیسا موحد ہو اس کو ممبر کے اوپر بٹھاتا ہے، ہر دن اس کی ایک نرالی شان ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر رومی چپ ہو گیا اور مال چھوڑ کر چلا گیا۔<sup>(۱)</sup>

☆ محمد بن الحسن الہروی کہتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ منصور ابو جعفر کو ایک مہم میں علما کے مشورے کی ضرورت پڑی، اس نے کوفہ، بصرہ، مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علما کو بلوایا۔ اسے جس مشکل کا سامنا تھا اسے صرف امام اعظم ہی حل کر سکتے تھے، امام اعظم کے مشورے سے اس کی پریشانی دور ہو گئی لیکن اس نے امام اعظم اور محمد بن اسحاق کو دربار میں روک لیا۔ محمد بن اسحاق نے جب یہ دیکھا کہ منصور کے دربار میں امام اعظم کو بڑا اعزاز دیا جا رہا ہے اور ان کی بڑی تعظیم و توقیر کی جا رہی ہے، حکومت کے معاملات میں ان کی رائے کو بڑی فوقیت دی جا رہی ہے تو وہ حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ اس نے کوشش کی کہ خلیفہ کی نظروں میں آپ کو گرا دے، لہذا ایک دن خلیفہ کی موجودگی میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایسا سوال کیا جو خلیفہ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا تھا۔

محمد بن اسحاق نے کہا: ابو حنیفہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اس بات پر قسم کھائے کہ فلاں فلاں کام نہیں کرے گا یا فلاں فلاں کام ضرور کرے گا، اور فوراً ان شاء اللہ نہ کہے، بلکہ دوسرے وقت میں یا ایک دو دن بعد کہے، تو یہ استثنا اس کی قسم کا حصہ ہو گا یا نہیں؟

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: استثنا قسم کے بعد متصل ہو تو مفید ہے، بات ختم ہو جانے اور بیچ میں فصل ہو جانے کے بعد استثنا کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہذا قسم کے ایک دو دن بعد اگر ان شاء اللہ کہے تو یہ استثنا قسم میں داخل نہ مانا جائے گا۔ محمد بن اسحاق نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ امیر المؤمنین (ابو جعفر منصور) کے جد اکبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یمین کے بعد استثنا جائز ہے خواہ ایک سال کے بعد ہی ہو۔

منصور نے محمد بن اسحاق سے کہا: کیا واقعی ہمارے جد اکبر نے ایسا ہی فرمایا ہے؟ محمد بن اسحاق نے کہا: ہاں!

(۱) مصدر سابق ص ۱۷۰، الباب السابع

انہوں نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور یہ شخص (امام اعظم) آپ کے جد امجد کی مخالفت کر رہا ہے۔ اس لیے کہ آپ کے جد اکبر فرماتے تھے: اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھالے پھر سکوت کے بعد استثنا کرے یعنی دو ایک روز کے بعد ان شاء اللہ کہ لے تو یہ استثنا قسم میں داخل سمجھا جائے گا اور قسم کا پورا کرنا کچھ ضروری نہ ہوگا۔ اور ابو حنیفہ کہہ رہے ہیں کہ ان شاء اللہ کا لفظ قسم کے ساتھ متصل ہو تو قسم کا حصہ ہو گا ورنہ بے کار اور بے اثر ہوگا۔ یہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے غضبناک ہو کر کہا: کیا تم ہمارے جد امجد کی رائے کی مخالفت کرتے ہو؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مخالفت تو نہیں کرتا، ہاں! ان کے ارشاد گرامی کو درست طریقے سے بیان کرتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حدیث شریف کو اس طرح روایت کی ہے: من حلف علی یمین، و یستثنی فلا حنث علیہ۔ جس نے قسم کھائی اور استثنا کیا تو حنث نہیں ہوگا۔ ہم نے اس حدیث پاک کو ”یمین سے استثنا کے متصل ہونے“ پر محمول کیا ہے۔ لیکن یہ لوگ آپ کی خلافت کے دشمن اور مخالف ہیں، اور آپ کی خلافت کا منکر ہیں، اس لیے کہ ان کا خیال ہے کہ لوگوں پر آپ کی بیعت کا کچھ اثر نہیں ہے، اور اس کے لیے حضرت ابو العباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

منصور نے کہا: یہ کیسے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کا گمان ہے کہ لوگ دربار میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی قسم تو کھاتے ہیں، مگر بعد میں گھروں میں جا کر استثنا کر لیتے ہیں، یعنی ان شاء اللہ کہہ لیتے ہیں۔ اس طرح ان کی قسمیں بے اثر ہو جاتی ہیں۔ اور وہ شرعاً حنث بھی نہیں ہوتے، اور اس طرح سے یہ لوگ ایک عرصے تک قسم کو استثنا کے زیر سایہ معلق رکھتے ہیں، تاکہ جب چاہیں آپ کی بیعت سے آزاد ہو جائیں۔ اگر یہ لوگ قسم کے ساتھ استثنا کو متصل کر دیں تو بیعت نہیں توڑ سکتے۔ یہ بات منصور کو سمجھ میں آگئی۔ اُس نے حکم دیا کہ ایسے تقیہ بازوں اور منافقوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن اسحاق کو گرفتار کر لیا گیا اور جیل میں کچھ عرصے کے لیے ڈال دیا گیا۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح کا ایک واقعہ خلیفہ منصور کے پرسنل سکریٹری ربیع کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

☆ ابو العباس طوسی جو منصور کے دربار میں معزز درجہ رکھتا تھا، امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دشمن تھا اور ہمیشہ ان کو ضرر پہنچانے کی فکر میں رہتا تھا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس بات کو سمجھتے تھے، ایک دن امام اعظم رضی اللہ عنہ کسی ضرورت سے دربار میں گئے۔ اتفاق سے ابو العباس اور دوسرے بہت سے لوگ بھی حاضر تھے۔ طوسی نے کہا آج میں ابو حنیفہ کو قتل کرا دوں گا۔ وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ ”ابو حنیفہ! امیر المؤمنین یعنی خلیفہ منصور کبھی کبھی ہم لوگوں کو بلا کر حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن مار دو، اور ہم کو مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ وہ شخص واقعی مجرم ہے یا نہیں، ایسی

(۱) مصدر سابق ص ۱۴۱، الباب السابع

(۲) مناقب موفق ص ۱۱۴

حالت میں ہم کو یہ کام کرنا چاہیے یا انکار کر دینا چاہیے؟

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”تمہارے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہیں یا باطل؟“ منصور کے سامنے کس کی تاب نہ تھی کہ احکام خلافت کی نسبت باطل اور ناجائز ہونے کا احتمال ظاہر کرتا۔ ابو العباس کو مجبوراً کہنا پڑا کہ حق ہوتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو پھر حق کی تعمیل میں پوچھنا کیا؟ پھر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قریب والوں سے فرمایا: یہ آدمی مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے ہی باندھ دیا۔<sup>(۱)</sup>

☆ خار جیوں سے مناظرہ: امام ابو الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرمانی نے فرمایا کہ جب خوارج کوفہ میں داخل ہوئے،

جن کا عقیدہ یہ تھا کہ جس سے گناہ ہو جائے وہ کافر اور جو ان کے عقیدہ کا قائل ہو کر ان کی موافقت نہ کرے وہ بھی کافر، تو ان خوارج کو بتایا گیا کہ ان کو فیوں کے شیخ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انھوں نے سوچا کہ اگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے قابو میں آگئے تو کسی کو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیا اور کہنے لگے کفر سے توبہ کرو۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا، بعد میں چند لوگوں نے کہا: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو تمہیں جل دے کر چھوٹ گئے، وہ تو تمہیں کافر سمجھتے ہیں، اور تمہارے کفر سے توبہ کرتے رہے ہیں، خار جیوں نے آپ کو گھر سے پھر گرفتار کر لیا، اور پوچھا: شیخ! آپ نے تو ان عقائد سے توبہ کی ہے جن پر ہم ہیں، آپ نے فرمایا: تم ظن سے کہتے ہو یا یقین سے؟ انھوں نے کہا ظن سے۔ اس پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ الْآيَةُ، وَ الْاِثْمُ ذَنْبٌ، وَ الذَّنْبُ كُفْرٌ (ای فی اعتقادکم)، فتوبوا من الکفر“ تم نے مجھ پر بدگمانی کی، بدگمانی گناہ ہے، اور تمہارا عقیدہ ہے کہ ہر گناہ کفر ہے، تو تم پہلے کفر سے توبہ کرو۔ خار جیوں کے سردار نے کہا: اے شیخ آپ صحیح کہہ رہے ہیں، میں کفر سے توبہ کرتا ہوں مگر آپ بھی کفر سے توبہ کریں۔ آپ نے اعلان کیا کہ میں ہر کفر سے توبہ کرتا ہوں، اس پر خوارج نے آپ کو پھر چھوڑ دیا۔<sup>(۲)</sup>

واضح رہے کہ دوسری بار بھی خار جیوں نے سمجھا کہ آپ نے ”ان کے مطابق اپنے کفری عقیدے سے توبہ کی ہے“ حالانکہ آپ تو ان خار جیوں کے کافرانہ عقائد سے توبہ فرما رہے تھے۔

☆ ضحاک سفاک سے مناظرہ: ابو معاذ بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ہیں،

آپ نے انہیں ایک بار خلیفہ عباسی کے ظالمانہ حکم سے بچا لیا تھا، ضحاک بن قیس شیبانی حروری خار جیوں کا کمانڈر تھا، وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا، تو مسلمانوں کا قتل عام کر دیا کرتا تھا، ایک بار وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ

(۱) مصدر سابق ص ۱۱۷، الباب السابع، عقود الجمان ص ۲۷۴، وفيات الاعيان ج ۵، ص ۴۱۲

(۲) مصدر سابق ص ۱۶۹، ۱۷۰، الباب السابع

میں آپہنچا، اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا، اور ایک فرمان جاری کیا کہ کوفہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، اور ان کی بیوی اور بچوں کو قید کر لیا جائے، اس وقت امام اعظم رضی اللہ عنہ چادر اور قمیص پہنے مسجد میں تشریف لائے، اور ضحاک سے کہا: میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، ضحاک نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ نے پوچھا: تم کوفہ کے مردوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ اور بچوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دے رہے ہو؟ اس نے کہا: یہ سب مرتد ہیں، ان کے ارتداد کی یہی سزا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارتداد تو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کے اختیار کرنے کا نام ہے، آپ پہلے یہ بتائیے کہ وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین میں شامل ہوئے ہیں؟ کیا وہ اپنے پہلے دین میں نہیں رہے؟ ضحاک نے کہا کہ اپنے سوال کو پھر دہرائیے، امام اعظم نے فرمایا: یہ لوگ پہلے کس دین پر تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرے دین کو اختیار کر رہے ہیں؟ ضحاک نے کہا: واقعی یہ میری غلطی ہے، اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میانوں میں کر لو۔ اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔<sup>(۱)</sup>

☆ **دہریوں سے مناظرہ:** امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جہاں خارجی، رافضی اور دوسرے بد عقیدہ لوگ موجود تھے، وہاں بے دین دہریے اور ملحد بھی موجود تھے، وہ چاہتے تھے جب موقع ملے آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کو قتل کر دیں، ایک دن آپ مسجد میں تہا تھے، اچانک ایک جماعت اندر آئی، اندر آتے ہی تلواروں اور چھریوں کی نمائش کرنے لگے، آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ پھر جو جی میں آئے کر لینا۔ آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اس شخص کے متعلق تم کیا کہو گے جو دریا میں سامان سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہے، اس کشتی کو طوفانی موجوں اور ہواؤں نے گھیر لیا، مگر وہ اس کے باوجود اپنے راستے پر چل رہی تھی حالانکہ اس کا کوئی ملاح یا چلانے والا نہیں تھا، اس پر کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے، کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے گی، ان سب نے کہا کہ عقل نہیں مانتی۔ آپ نے فرمایا جب تمہاری عقل یہ نہیں مانتی کہ کشتی کسی ملاح یا چلانے والے کے بغیر طوفانوں سے اپنا راستہ خود بنائے تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف قسم کے طوفان ہیں وہ بھلا کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح چل سکتی ہے؟ آپ کی بات سن کر دہریے جو قتل کرنے آئے تھے، سرنگو ہو گئے اور اپنی اپنی تلواریں میانوں میں کر لیں، اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے عقائد سے توبہ کر لی۔<sup>(۲)</sup>

☆ **مسئلہ رفع یدین میں مناظرہ:** سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام اوزاعی رضی اللہ عنہ عطر یوں کے گھر جمع ہوئے، امام اوزاعی نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رکوع اور رکوع سے اٹھتے

(۱) مناقب موفق ص ۱۶۷، الباب السابع

(۲) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۶۹، الباب السابع. و الخیرات الحسان ص ۵۹، و ۶۰، الفصل الثانی والعشرون، مطبعة السعادة مصر

ہوئے ”رفع یدین“ کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں ملتی، امام اوزاعی نے کہا: میرے پاس صحیح حدیث کی سند موجود ہے: مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی ہے، انھوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ جب نماز شروع کرتے پھر رکوع کے وقت پھر رکوع سے اٹھتے وقت۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ سے حدیث بیان کی، میرے استاذ حماد نے، انھوں نے حضرت ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے اور انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ صرف آغاز نماز کے وقت رکوع فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد ساری نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے یعنی ساری نماز میں کبھی ”رفع یدین“ نہیں کیا کرتے تھے۔

اس پر امام اوزاعی نے کہا: میں عن الزہری عن سالم عن أبيه حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ان کے مقابلے میں حماد عن ابراہیم عن علقمة کی حدیث بیان کر رہے ہیں۔ امام اوزاعی نے حدیث کو علو سند سے ترجیح دی اس پر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حماد بن سلیمان، زہری سے بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے افقہ ہیں، اور علقمہ عبد اللہ بن عمر سے بڑے فقیہ ہیں، اگرچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے، اور صحابیت کی فضیلت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو عبد اللہ بن مسعود ہیں، ان کے علم و فضل کا جواب نہیں (جنہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی پر فوقیت حاصل ہے) یہ بات سن کر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔<sup>(۱)</sup>

### ☆ خار جیوں سے نصیحت آمیز مناظرہ: حضرت حماد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امام اعظم

رضی اللہ عنہ کے علمی ادراک کی خبر جب خوارج کو پہنچی اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ آپ فسق کی وجہ سے اہل قبلہ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے تو ان کے ستر آدمی ایک وقت کی صورت میں آپ کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا اور آپ کے پاس بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ انھوں نے چلا کر کہا: حضور! ہم ایک ملت پر ہیں، آپ اپنے لوگوں سے کہیں کہ وہ ہمیں ملاقات کے لیے آپ کے قریب آنے کا موقع دیں۔

جب یہ لوگ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو سب نے میانوں سے تلواریں نکال لیں اور کہا تم اس امت کے دشمن ہو، تم اس امت کے شیطان ہو۔ ہمارے نزدیک ستر آدمیوں کے قتل کرنے سے تم جیسے تنہا شخص کو قتل کر دینا بہتر ہے لیکن ہم قتل کرتے وقت ظلم نہیں کریں گے۔

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ص ۱۶۹، الباب السابع. و الخیرات الحسان ص ۵۹، و ۶۰، الفصل الثانی والعشرون، مطبعة السعادة مصر

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ظلم کا ارادہ نہیں رکھتے اور مجھے انصاف دینا چاہتے ہو؟ اگر یہ بات درست ہے تو پہلے اپنی تلواریں میانوں میں کر لو۔ وہ کہنے لگے، ہم انھیں میانوں میں کیوں کر لیں، ہم تو انھیں آپ کے خون سے رنگین کرنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: چلو تم اپنا سوال کرو۔ وہ کہنے لگے مسجد کے دروازے پر دو جنازے آئے ہیں، ایک ایسا شخص ہے جس نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر جان دی۔ دوسری ایک عورت کی لاش ہے جس نے زنا کروایا اور اس کے پیٹ میں حرام کی اولاد ہے، اس نے شرمساری سے بچنے کے لیے خودکشی کر لی۔ کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے؟

آپ نے پوچھا: کیا وہ دونوں مرنے والے یہودی تھے؟ کہا نہیں، فرمایا: کیا وہ نصرانی تھے، کہا نہیں۔ فرمایا: کیا وہ مجوسی تھے، کہا نہیں۔ فرمایا: تو وہ کس دین اور کس مذہب پر تھے؟ کہنے لگے: اس دین پر جس کی تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

امام اعظم نے فرمایا: تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ ملتِ اسلام پر تھے، اب یہ بتاؤ کہ ان کا ایمان تہائی تھا یا چوتھائی یا پانچواں حصہ تھا؟ وہ کہنے لگے: ایمان کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا عجیب بات ہے جب تم خود ہی اقرار کر رہے ہو کہ وہ مومن تھے، پھر پوچھتے ہو کہ ان کی نماز پڑھی جائے یا نہیں۔ انھوں نے جھینپ کر کہا: ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟

آپ نے فرمایا: جب تم ان کے مومن ہونے کے اقرار کے بعد بھی سوالات کرنے سے باز نہیں آتے تو سنو، میں ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو ابراہیم علی الصلوٰۃ والسلام نے اس قوم کے بارے میں کہا تھا جو جرم میں ان سے بڑھ کر تھی۔ **فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ** (۱) ”تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ (۱)

پھر ان کے بارے میں مجھے یہی کہنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قوم کے متعلق کہا تھا جو ان سے جرم میں بڑھ کر تھے۔ **إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۗ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** (۲) ”اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔“ (۲)

میں ان سے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق سلوک کروں گا۔ آپ نے فرمایا تھا: **قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْضُونَ** (۳) **قَالَ وَمَا عَلِمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** (۴) **إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ** (۵) **وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ** (۶)

”کافر بولے: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ کینے ہوئے ہیں؟ فرمایا: مجھے کیا خبر ان کے کام کیا

(۱) ابراہیم: ۳۶. کنز الایمان

(۲) المائدہ: ۱۱۸، کنز الایمان

ہیں، ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے اگر تمہیں سمجھ ہو، اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں، میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔“ (۱)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ان زبردست دلائل کے سامنے خوارج نے ہتھیار ڈال دیے، اور مجلس میں اعلان کیا کہ آج ہم ان تمام نظریات باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جس پر اب تک ہم عمل پیرا تھے اور ہم آپ کے نظریات کی روشنی میں دین اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔

جب خوارج کا یہ وفد وہاں سے روانہ ہوا تو اپنے خیالات سے توبہ کر کے روانہ ہوا اور انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد اختیار کر لیے۔ (۲)

یہ تھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناظرات و مکالمات کی ایک مختصر سی جھلک، جس میں مناظرانہ کمالات و اوصات کے حوالے سے آپ کی روشن شخصیات صاف و شفقت نظر آتی ہے۔

ابتدا میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کو علم کلام سے بڑا شغف تھا، لیکن بعد میں جس قدر عمر اور تجربہ بڑھتا گیا آپ کی دلچسپی علم کلام سے کم ہوتی گئی۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں:

”میں آغاز عمر میں اس علم (کلام) کو سب سے افضل جانتا تھا، کیوں کہ مجھ کو یقین تھا کہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد اسی علم پر ہے۔ لیکن پھر الہام ہوا کہ صحابہ کرام ان بحثوں سے ہمیشہ الگ رہے، حالاں کہ ان باتوں کی حقیقت ان سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا۔ ان کی تمام تر توجہ شرعی و فقہی مسائل کی طرف تھی، اور وہ ہمیشہ انہیں کی تعلیم و تبلیغ میں مشغول رہے، نیز یہ بھی دیکھا کہ جو لوگ علم کلام میں مصروف ہیں ان کا طرز عمل کیا ہے۔ اس خیال سے اور بھی بے دلی پیدا ہوئی اور آپ کی توجہ بحث و مناظرے سے ہٹنے لگی کیوں کہ ان لوگوں میں وہ اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف نہ تھے جو اگلے بزرگوں کا وصف امتیاز تھا۔“ (۳)

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور ان کے صدقے ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، ﷺ و علی آلہ و صحبہ وسلم۔

(اس مضمون کا اصل ماخذ مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ للموفق بن احمد المکی رضی اللہ عنہ ہے جو ۲۰۱۵ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے درجہ سابعہ کے طلبہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی)

(۱) الشعراء ۱۱۱ تا ۱۱۵

(۲) مناقب امام اعظم از موفق مکی ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، الباب السابع

(۳) الخیرات الحسان ص ۲۷، الفصل التاسع فی مبدأ امرہ و نشأته و سبب اشتغاله بالعلم



## امام اعظم - مناظرے، شواہد ذہانت

مفتی محمد شمیم رضا تعنی مصباحی، پرنسپل جامعہ مدینۃ العلوم، حامد آباد، پھکولی شریف، مظفر پور (بہار)

اظہارِ صواب کی نیت سے دو چیزوں کے درمیان نسبت میں دو متخاصم کا متوجہ ہونا مناظرہ کہلاتا ہے۔ مناظرہ کی روایت بہت قدیم ہے۔ قرآن مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین واقع ہونے والے مناظرے کا تفصیلی ذکر ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود بن کنعان کو خدا پرستی کی دعوت دی تو نمرود نے کہا: ”تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے“ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو اجسام میں موت و حیات پیدا کرتا ہے۔ نمرود اس حجت قاطعہ سے لاجواب ہوا مگر حاضرین کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لیے اس نے کج بحثی کی راہ پکڑی۔ دو شخصوں کو بلایا، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا: ”میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں“ حضرت ابراہیم نے اس پر مناظرانہ گرفت فرمائی: ”موت و حیات تو تیرے میرے مقدور سے وراہ ہے، لہذا تو اس سے آسان کام کر اور ایک جسم متحرک کی حرکت تبدیل کر دے۔ اللہ تعالیٰ سورج کو پورب سے لاتا ہے تو اس کو بچھم سے لے آ۔“ اس مناظرے کے انجام کا اعلان قرآن پاک فرماتا ہے: **فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ** (البقرہ: ۲۵۸) تو کافر کے ہوش اڑ گئے یہ مناظرہ حق و باطل تھا جس کی شہادت کلام مقدس سے ملتی ہے۔

عالمِ ناسوت کے غالباً سب سے پہلے مناظرے کے احوال کا سراغ حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ یہ مناظرہ دو اولوالعزم پیغمبر حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ہوا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا:

”آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی روح آپ کے جسم میں جاری فرمائی اور زمین و آسمان کے مقررین تمام فرشتوں سے آپ کا سجدہ <sup>تعظیمی</sup> کرایا، آپ کو جنت میں رکھا پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا، اگر آپ وہیں رہتے تو ہم سب وہیں پیدا ہوتے“

حضرت آدم نے فرمایا:

”آپ وہی موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو زبرد کی تختیوں پر

لکھی ہوئی توریت شریف عطا فرمائی گئی جس میں ہر چیز کا کھلا ہوا بیان ہے اور آپ کو خصوصی ہم کلامی سے قرب بخشا۔ فرمائیے کہ آپ نے میری تخلیق سے کتنے سالوں پہلے توریت کو لکھا ہوا پایا، حضرت موسیٰ نے فرمایا: ”۴۰ سال پہلے“،

حضرت آدم نے فرمایا:

آپ نے توریت میں لکھا ہوا دیکھا کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے، موسیٰ نے فرمایا: ”ہاں!“،

حضرت آدم نے فرمایا: ”تو کیا آپ اس لغزش پر ملامت کرتے ہیں جس کا کر لینا میری تقدیر میں میری تخلیق سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فحج آدم موسیٰ“ کہ حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔

قرآن و حدیث سے جہاں مناظرے کی واقعیت کا پتہ چلتا ہے وہیں اس کی صحت و ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے۔ گردش دوراں کے ساتھ ساتھ آبادیاں بڑھتی رہیں۔ خیر امت نئے نئے مسائل سے دوچار ہونے لگی۔ فکروں کے تصادم اور تمام اصحاب راے کا جملہ مسائل میں ایک نظریے پر عدم اتفاق کی وجہ سے بحث و مباحثہ اور مکالمہ و مناظرہ کا میدان وسیع تر ہو گیا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آغاز شعور کا زمانہ فتنوں سے پر تھا۔ بے دینوں کی شورش، بد مذہبوں کی سازش، اپنوں کی کئی خانوں میں تقسیم اور داخلی اور خارجی مسائل کی کثرت، ہر وقت ہر طرف نظریاتی محاذ آرائی کی صورت اختیار کر چکی تھی اس دور کے دور اندیشوں اور باریک بینوں میں کوئی فقید المثال اور وحید عصر تھا تو وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ مراکز عقیدت مختلف تھے، مگر اختلاف راے کی صورت میں مرجع اصلی صرف اور صرف آپ کا وجود مسعود تھا۔ دقت نظر، جودت طبع، ذہانت و فطانت، زور بیانی، جدت طرازی، بلندی فکر، فہم و فراست، دانائی و ذکاوت اور طباعی جیسی خوبصورت صفات کی تجلیاں اکابر کو مداح، مقابل معاصرین کو ہم نوا، اپنوں کو گرویدہ اور غیروں کو مسخر کر لیتی تھیں۔ حضرت خارجہ بن مصعب پکاراٹھے: ”میں نے تقریباً ایک ہزار علما اور فضلاء سے ملاقات کی، ان میں سے کسی کو علم و عقل، فہم و فراست اور بصیرت و مہارت کے لحاظ سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشابہ بھی نہیں پایا۔“

آپ کی قوت استدلال کا اندازہ امام مالک کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ اگر کسی ستون کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو اپنی دلیلوں سے سونا ثابت کر دیں گے۔“ مجلسی گفتگو ہو یا بحث و مباحثہ، مناظرہ و مکالمہ ہو یا مجادلہ آپ کی ہمہ دانی سرچرٹھ کر بولتی اور سبھوں سے صلاحیت کا لوہا منوالیتی۔

آپ نے اپنی ذہانت اور خداداد لیاقتوں کا موقع محل پر خوب خوب استعمال فرمایا اور مذہب حق کی شان بڑھانے میں

کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس معاملے میں نہ فریق مخالف کی اکثریت مرعوب کر سکی، نہ کثرت کار، پابند سلاسل کر سکی، اور نہ ہی اسفار کی صعوبتیں سد راہ بنیں جہاں مبتدعین نے سر ابھارا، گمراہ گروں نے فتنے پیدا کیے، آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ مباحثے، مناظرے، مکالمے ہوتے اور مقابل کو ہزیمت سے دوچار ہونا پڑتا۔

آپ خود فرماتے ہیں: ”میں ایک ایسا شخص تھا جسے علم کلام کی بحثوں میں مہارت حاصل تھی۔ ایک زمانہ ایسا گذرا کہ میں انہیں بحثوں میں مشغول رہتا اور چون کہ اختلاف کا اکھاڑہ بصرہ میں تھا، اس لیے میں وہاں تقریباً بیس مرتبہ گیا اور کبھی کبھی سال، چھ مہینے بھی وہاں رہ کر خوارج کے مختلف گروہوں: رباحیہ، صغریہ، حشوہیہ وغیرہ کے مختلف طبقوں سے مناظرہ کرتا رہا۔“

عموماً اپنوں سے نزاع میں انسان کا درجہ حرارت خطرے کے نشان سے اوپر ہو جاتا ہے مگر اغیار کے زرخے میں ہمتیں برف آلود ہو جاتیں ہیں۔ بے بضاعتی، کم ہمتی، اور بزدلی کو مصلحت کوشی میں ملفوف پیش کرنے والے جب امام اعظم کے صحیحہ حیات پہ نظر ڈالتے ہیں تو عرق حیرت و سبق آموزی کشید کیے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ عقل و نقل کے فانوس میں موجود امام صاحب کی ثبات قدمی اور ہمت و جرأت کا چراغ ظلم و ستم کی آندھیوں میں بھی مسکرا رہا ہے۔ بے دینوں اور دہریوں کو آپ کا وجود اتنا گراں تھا کہ وہ ہمہ دم آپ کے قتل کے درپے اور مواقع کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔

چنانچہ ایک دن آپ اپنی مسجد میں اکیلے تھے کہ اچانک خارجیوں کی ایک جماعت تیغ برہنہ لے کر اندر آئی اور اپنے ناپاک ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھنے لگی۔ آپ نے فرمایا: ”ٹھہر جاؤ! پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو، پھر جو جی میں آئے کر لینا“ آپ نے فرمایا: ”مجھے بتاؤ! اس کشتی کے متعلق تم کیا کہو گے جو سامان سے لدی ہوئی، دریا میں چل رہی تھی۔ اس کشتی کو طوفانی ہواؤں اور موجوں نے گھیر لیا مگر اس کے باوجود وہ اپنے راستے پر چلتی رہی حالانکہ کوئی اس کا ملاح اور چلانے والا نہیں تھا۔ اس پر کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو کشتی کا رخ پھیر کر طوفانوں کی زد سے کسی دوسری طرف لے جائے۔ کیا تمہاری عقل تسلیم کرتی ہے کہ اس کے باوجود کشتی طوفانوں کے درمیان سیدھی منزل کی طرف چلتی جائے؟“ ان سب نے کہا: ”عقل نہیں مانتی“ آپ نے فرمایا: ”جب تمہاری عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ ایک کشتی کسی چلانے والے یا ملاح کے بغیر طوفانوں میں اپنا راستہ خود بنا لے تو اتنی بڑی کائنات جس میں مختلف اقسام کے تغیرات اور طوفان ہیں وہ کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح قائم رہ سکتی ہے؟“

آپ کی مسکت دلیل سے دہریے لاجواب ہو گئے اور سب تائب ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آپ کی حاضر جوابی اور مضبوط گرفت، اچھے اچھوں کا، ناطقہ بند کر دیتی تھی۔ آپ کے استاد محترم حضرت حماد رضی اللہ عنہما کے انتقال کے بعد ”شیطان الطاق“ کے نام سے مشہور ایک باتونی رافضی جس کے رگ و ریشے میں آپ کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، آپ کے سامنے اظہار مسرت کرتا حاضر آیا اور گویا ہوا: ”ابو حنیفہ! تمہارے استاد فوت ہو گئے ہیں

شکر ہے کہ ہم نے اس شخص سے نجات پائی۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے استاد فوت ہوتے رہیں گے مگر تمہارا استاد ہمیشہ زندہ رہے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسے ”من المنظرین“ کہہ کر مہلت دی ہے، اور وہ قیامت تک نہیں مرے گا۔ حق و صداقت کے آئینہ دار اور دیانت و روایت کی جلوہ گاہ، وہی ذہانت کو، کچھ لوگوں نے شخصی رائے کے خانے میں ڈالنے کی سعی غیر محبوب کی ہے۔ اس کے عوامل، ذاتی مخاصمت، سطحی فکر، لاعلمی، عدم التفات اور افواہ کی گرم بازاری، نظر آتے ہیں۔ اکابر و مشائخ نے جب حقیقت حال کا چہرہ پر نور، بے حجاب دیکھا تو تردد کے غبار اور تشکیک کے بادل آن کی آن میں چھٹ گئے اور سبھوں نے امام صاحب کی تائید و توثیق بھی فرمائی اور دل میں سرور و بہجت بھی محسوس فرمایا۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

ابو مطیع نے کہا: ”میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ حضرت امام جعفر صادق، سفیان ثوری، مقاتل بن حبان، حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہا آئے۔ ان حضرات نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا کہ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں بہت قیاس کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام اعظم نے کہا کہ میں کتاب اللہ پہ عمل کو سب پر مقدم رکھتا ہوں، پھر سنت پر، پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر، پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو، اس پر، اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔

حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے، اس پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بوسے دیے اور فرمایا:

أنت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله تعالى لنا ولكم أجمعين.

آپ علما کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں جو کچھ کہا ہے اسے معاف کر دیں۔ امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو علمی و جاہت، اور تفقہ کی وجہ سے جو قبولیت عامہ و تامہ حاصل تھی وہ دیگر ہم عصر مشائخ کے حصے میں نہیں آئی جس کی بنا پر کچھ افراد خفت محسوس کرتے اور جارحانہ تاثر، نوک زبان پر آجاتا۔ سلطان عباسی کے دربار میں کوفہ کے قاضی یحییٰ بن سعید کی اچھی خاصی رسائی تھی وہ امام اعظم کی مقبولیت پر متعجب بھی تھے اور کوفہ والوں کی کم عقلی پہ ماتم کنناں بھی، جنہوں نے ”یک در گیر و محکم گیر“ کے تحت در امام کو لازم پکڑ رکھا تھا، اور قاضی صاحب انہیں در خور اعتنا سمجھنے کو تیار نہیں۔ امام اعظم نے ان کے مواخذے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے چند شاگرد، ان سے مناظرہ

کے لیے روانہ فرمایا۔ آپ کے شاگردوں نے شراکت والے غلام کے موضوع پر قاضی صاحب سے مناظرہ کر کے انہیں لاجواب کیا اور امام صاحب کی وجہ محبوبیت ظاہر کر دیا۔

کچھ منتقم مزاج حریفانِ چمن، آپ کے درپے آزار اور مواقع کے متلاشی رہتے۔ مگر آپ کے پرواز تخیل کے آگے ان کی ایک نہ چلتی، نتیجہ ساکت و صامت لوٹنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ اس سلسلے کا ایک مشہور مناظرہ صفحہ تاریخ کی زینت ہے:

کچھ لوگ حضرت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم آپ سے قراءت خلف الامام پر مناظرہ کریں گے۔ امام اعظم نے فرمایا: ”تم لوگ کئی ایک ہو اور میں اکیلا ہوں۔ میں ہر ایک سے کیسے گفتگو کروں گا۔ تم لوگ کسی کو بات کرنے کے لیے منتخب کر لو کہ اس کی کہی ہوئی بات تم سب کی ہو، اس کا اقرار سب کا اقرار، اس کا انکار سب کا انکار ہو۔“ ان لوگوں نے حضرت امام کی اس تجویز کو مان لیا اور ایک شخص کو چن لیا کہ یہ بات کرے گا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا: ”یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ مقتدی نے جب ایک کو امام مان لیا تو اس کی قراءت مقتدی کی بھی قراءت ہے۔“ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

کسی ادق مسئلے میں معاصر محدثین و فقہاء کا اتفاق کسی ایک نقطہ پر ہو جاتا، اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے ان سے مختلف ہوتی تو آنے والا وقت ثابت کر دیتا کہ امام صاحب کی رائے مضبوط و مستحکم اور بلا حیل و حجت قابل قبول ہے۔ میاں بیوی کی شکر رنجی زمانے کی ریت رہی ہے۔ امام صاحب کے زمانے میں ایک جوڑے کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور بات اتنی بڑھی کہ شوہر نے قسم کھالی کہ جب تک تو نہ بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا۔ عورت کہاں پیچھے رہتی، اس نے بھی فوراً ترکی بتر کی کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب آتش غضب سرد ہوئی، دونوں بڑے حیران، اب کیا کیا جائے؟ شوہر دوڑا دوڑا جلیل القدر بزرگ حضرت سفیان ثوری کے پاس آیا، اور روداد الم سنا کر مشکل کشائی کا تمنائی ہوا۔

حضرت سفیان نے کہا: ”گفتگو کرنے پر کفارہ قسم کی ادائیگی ضروری ہوگی۔“ شوہر کے جی میں کیا آیا کہ امام کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ بیتی سنائی۔ امام صاحب نے فرمایا: ”باتیں کرو! کفارے کی ضرورت نہیں۔“ سفیان ثوری کو اس بات کا علم ہوا نہایت برافروختہ ہوئے۔ امام صاحب کے پاس تشریف لائے، اور اپنی ناراضگی ظاہر فرمائی۔ امام صاحب نے فرمایا: ”جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے وہی جملہ کہا تو عورت کی جانب سے بولنے کا آغاز ہو چکا، اب قسم کہاں رہ جاتی ہے۔“ حضرت سفیان نے اعترافاً کہا کہ جہاں تک آپ کی فہم پہنچ جاتی ہے وہاں تک ہم لوگوں کا مرغ و ہم بھی نہیں پہنچ پاتا۔

گاہے بہ گاہے کچھ دوسرے معززین سے امام صاحب کے مکالمے، مباحثے اور مناظرے ہوتے رہے عقل و نقل، درایت و روایت کی کسوٹی پر امام اعظم کے موقف کو کھرا ترنا تھا اور ہر بار کھرا تر کر اپنے سکہ رانج الوقت ہونے کا

احساس دلاتا رہا اور آپ کا ہر حکم عین حق و صواب کی صورت میں تاریخ کے اوراق کی قیمت بڑھاتا رہا۔ وہ علما جن کی نظر میں اسلام کا قانون پیارا تھا اور اپنی شان عزیز، نہ تھی، حقیقت حال سے آگہی کے بعد، اپنی رائے کی تقصیر اور امام اعظم کی تحقیق کو حرف آخر تسلیم کرتے رہے۔

اس ضمن میں ایک مشہور و معتبر نام امام اوزاعی کا ہے جنہوں نے رفع یدین کے سلسلے میں آپ سے مکالمہ کیا اور کہا کہ آپ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟ امام صاحب نے اس حکم پر کوئی صحیح روایت نہ ہونے کی وجہ پیش فرمائی۔ اس پر امام اوزاعی نے زہری اور سالم کے واسطے سے ابن عمر کی روایت کردہ حدیث ذکر کی تو امام صاحب نے رفع یدین کے خلاف نہ صرف حدیث بیان فرمائی بلکہ عدم رفع کی حدیث کے رواۃ کی از روئے فقہت، افضلیت ثابت کر کے اپنے خیال باکمال کی حقانیت آشکارہ فرمادیا۔ یہی امام اوزاعی سنی سنائی باتوں کے سبب آپ سے غائبانہ بدگمان تھے اور آپ کو مبتدع کہتے تھے مگر جب عبداللہ بن مبارک کے ہاتھوں امام صاحب کے کچھ اوراق مشاہدے میں آئے تو بر ملا انہوں نے آپ کی عظمت کا اعتراف فرمایا۔ یہی امام اوزاعی جب موسم حج میں مکہ مکرمہ میں امام اعظم کے روبرو ہوئے اور مختلف فیہ مسائل پر آپ کی زبان سے وضاحت سماعت کی تو یہ اقرار فرمایا کہ میری بدگمانی غلط تھی اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

نبیرہ سید الشہداء حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما تک، آپ کے مخالفین نے دروغ بیابیاں پہنچادی تھی، نتیجہً مدینہ پاک کی حاضری کے موقع پر جب آپ، امام باقر سے شرف لقا کے لیے حاضر ہوئے تو امام باقر نے آپ سے متعارف ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: ”وہ تمہیں ہو جو قیاس سے میرے جدِ کریم کی احادیث رد کرتے ہو“۔ آپ عرض گزار ہوئے: ”معاذ اللہ! کس کی جسارت کہ حدیث کو رد کرے؟“۔ اس کے بعد آپ نے مستحقین میراث اور نماز و روزہ کے مسائل میں خلاف عقل اور موافق نقل موافقت آپ کے گوش گزار کیے تو امام باقر رضی اللہ عنہما اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔

امام صاحب کا حضرت حماد کے ساتھ نماز مغرب کے لیے تیمم نہ کر کے انتظار آب کا معاملہ ہو یا شعبی کی معصیت میں عدم کفارہ کے برخلاف لزوم کفارہ کا حکم ہو، حضرت عطاء بن رواج کے ساتھ آیت قرآنیہ کے معنی حقیقی کے فہم کا مسئلہ ہو یا دریافت سارق اور عوام و خواص کے گرد آب بلا سے نکلنے کی تدبیریں، ہر جگہ امام اعظم کی برتری، حاضر جوابی اور ذہانت کی جلوہ گری ہر انصاف پسند کو دعوت نظارہ دیتی ہے ع  
صلاے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

ماخذ:

[۳] مرآة المناجیح

[۶] نزہۃ القاری

[۲] خزائن العرفان

[۵] امام اعظم

[۱] قرآن مجید

[۴] ماہنامہ فیض الرسول

[۷] مناقب نعمان۔

## امام اعظم اور کشف و فراست

محمد مرشد رضائینی، گریڈیہ، (جھارکھنڈ)، متعلم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو کشف و فراست سے سرفراز فرماتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی رب تبارک و تعالیٰ کے ان نیک اور خاص بندوں میں تھے، جنہیں اولیاء اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کشف و فراست کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ صرف عالم ربانی ہی نہ تھے بلکہ علمائے ربانیین کے امام تھے۔ آپ صرف فقیہ ہی نہ تھے بلکہ فقہاء کے سردار تھے، آپ صرف مجتہد ہی نہ تھے بلکہ مجتہدین کی آبرو تھے، اور جو سچا عالم ہوتا ہے وہ ضرور ولی بھی ہوتا ہے۔

### کشف و فراست کا صحیح معنی و مفہوم:

کشف: کشف کہتے ہیں کھولنے اور پردہ ہٹانے کو یعنی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو جانا کشف کہلاتا ہے۔ یہ زیادہ تر من جانب اللہ اور کرامت کے طور پر ہوتا ہے اسی لیے کرامت کے ساتھ ملا کر کشف و کرامت بولتے ہیں۔ کشف کی قوت بالعموم اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے، غالباً اس کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل ہر ایک زمانے سے ہوتا ہے۔

فراست: فراست بروزن تجارت ہے جس کا معنی ہے ظاہر نظر سے باطن کو معلوم کر لینا۔ اس کا تعلق کرامت سے بھی ہوتا ہے اور ذہانت و فطانت سے بھی، اسی لیے فراست و ذہانت بھی بولتے ہیں۔ بالعموم مومن کامل کو یہ ملکہ من جانب اللہ عطا ہوتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مومن کامل بھی تھے اور عالم ربانی بھی اور فقیہ و مجتہد لائٹانی بھی، لہذا وہ فہم و فراست کے جس مقام پر فائز تھے اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ اب ذیل میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات بابرکات کے ان گوشوں اور واقعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے جن کا تعلق کشف و فراست سے ہے، اور ولایت و کرامت سے بھی۔ یوں تو اس قسم کے واقعات آپ کی زندگی میں بہت پیش آئے مگر یہاں اختصاراً چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

واقعہ (۱): روض الفائق میں لکھا ہے کہ ایک عورت مسجد میں آئی اور ایک سیب جس کا نصف حصہ سرخ اور نصف زرد تھا، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے آگے رکھ دیا۔ امام اعظم نے اس کے دو حصے کر کے اس کے حوالے

کر دیا۔ جب وہ عورت چلی گئی تو امام اعظم کے اصحاب نے پوچھا کہ آخر اس معما کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا اس لیے طہر کا مسئلہ پوچھنے آئی تھی، میں نے اسے سیب کی اندرونی سفیدی سے جواب دے دیا، یعنی جب تک پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔<sup>(۱)</sup>

اس طرح سوال سے سمجھ لینا اور پھر اسی انداز سے مسئلے کا جواب دینا، فراست کی اعلیٰ مثال ہے، جو حضرت امام اعظم کا ہی حصہ ہے، اور اس سے اس خاتون کے فہم و فراست کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

**واقعہ (۲):** اسی روز الفائق میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک چند خارجی عقیدے کے افراد ہتھیار بند آپ کے سامنے آئے اور کہا، ہم آپ سے دو باتیں پوچھتے ہیں، اگر جواب نہ دو گے تو دو ٹکڑے کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”تلوار نیام میں کر لو، میں تم کو ابھی جواب دیتا ہوں“ انھوں نے کہا: ”ہم تمھاری کھال سے نیام بنانا چاہتے ہیں، اور اسے ثواب تصور کرتے ہیں۔ تلوار کو نیام میں کس طرح کریں؟“۔ امام صاحب نے فرمایا: ”خیر کہو! کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا: ”دو آدمی کے جنازے کا حکم بتاؤ، ان میں ایک شراب کے نشے میں مرا ہے، اور دوسری عورت حرام حمل کے اسقاط کے وقت مر گئی۔ اور مرتے وقت دونوں کو توبہ بھی نصیب نہ ہوئی“۔ چوں کہ خارجیوں کے مذہب میں گناہ کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور امام اعظم کے مذہب پر کافر نہیں ہوتا اس لیے انھوں نے سوچا تھا کہ ابو حنیفہ ضرور اپنے مذہب کے مطابق، ان کو مومن کہیں گے تو ہم ان پر فساد کر کے اپنا مقصد پورا کریں گے۔ امام صاحب نے پوچھا: ”وہ دونوں آدمی کس قوم سے تھے، یہودی تھے؟“ کہا: ”نہیں“۔ ”تو نصاریٰ و مجوسی سے تھے؟“ اس پر بھی کہا: ”نہیں“ پھر آپ نے پوچھا: ”کیا بت پرستوں سے تھے؟“ کہا: ”نہیں“ فرمایا: ”پھر تم ہی بتاؤ! وہ کس قوم سے تھے“۔ انھوں نے کہا: ”مسلمان میں سے تھے“۔ امام صاحب نے فرمایا: ”تو تم نے خود ہی جواب دے دیا کہ وہ کیا تھے، اب میں کیا کہوں؟“ انھوں نے کہا کس طرح؟“ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے خود ہی اقرار کر لیا کہ وہ مسلمان تھے تو پھر کافر کس طرح ہوں گے؟۔ اس پر تمام خارجی، امام صاحب کی اس کرامت سے متاثر ہو کر اپنے مذہب سے تائب ہو گئے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ان خارجیوں سے بچ نکلنا اور حکمت عملی سے ان کو زیر کرنا ایک کرامت ہی تھی۔

**واقعہ (۳):** حضرت مخدوم داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، مشہور صوفیائے کرام میں سے ہیں۔ وہ حضرت امام اعظم کی فراست کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں ابو جعفر منصور خلیفہ تھا، اس نے یہ انتظام کیا کہ چار علما میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی شامل تھا اور بقیہ تین افراد یہ تھے: حضرت سفیان ثوری، صلہ ابن الشیم اور شریک رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ چاروں بڑے تبحر عالم

(۱) حدائق الحنفیہ، ص: ۶۹



تھے۔ خلیفہ نے فرستادہ بھیجا کہ لن چاروں کو دربار میں لے آئے۔ یہ چاروں حضرات یکجا ہو کر چلے تو راستے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تو کسی حیلے سے اس منصب قضا کو خود سے دور کر دوں گا۔ صلہ ابن الشیم خود کو دیوانہ بنا لیں، سفیان ثوری راستے سے بھاگ نکلیں اور باقی رہے شریک تو وہ قاضی بن جائیں۔ چنانچہ سفیان ثوری اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے مجھے پناہ دو! لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔ اس طرح کہنے میں ان کا اشارہ حضور ﷺ کی اس ارشاد گرامی کی طرف تھا ”من جعل قاضیا فقد ذبح بغير سكين“ (جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)..... ملاح نے انہیں کشتی کے اندر چھپا دیا۔ بقیہ تینوں کو منصور کے سامنے پیش کیا گیا۔ منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”آپ منصب قضا کے لیے بہت مناسب ہیں۔“ امام اعظم نے فرمایا: ”اے امیر! میں عربی النسل نہیں ہوں، اس لیے سرداران عرب، میرے حاکم ہونے پر راضی نہ ہوں گے۔“ منصور نے کہا: ”اول تو یہ منصب، نسب و نسل سے تعلق نہیں رکھتا، یہ علم و فراست سے تعلق رکھتا ہے۔ چوں کہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لیے آپ ہی اس کے لیے زیادہ لائق ہیں۔“ امام اعظم نے فرمایا: ”میں اس منصب کے لائق نہیں“ اور فرمایا: میرا یہ کہنا کہ اس منصب کے لائق نہیں، اگر سچ ہے تو میں یقیناً اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہیے۔“ اس حیلہ سے آپ نے منصب قضا سے نجات پائی۔

اس کے بعد خلیفہ منصور نے صلہ ابن الشیم کو بلایا۔ انھوں نے آتے ہی خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: ”اے منصور! تیرا کیا حال ہے اور تیرے بال بچے کیسے ہیں؟“ منصور نے کہا: ”تو دیوانہ معلوم ہوتا ہے، اسے یہاں سے نکال دو۔“ اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی، ان سے کہا: آپ کو منصب قضا ملنا چاہیے۔“ انھوں نے کہا: ”میں ایک سودائی قسم کا آدمی ہوں، میرا دماغ بھی کمزور ہے اس لیے مجھے بخش دیا جائے۔“ منصور نے جواباً کہا: ”اعتدال مزاج کی شربت اور شیرے وغیرہ مقویات استعمال کرنا، تاکہ دماغی کمزوری دور ہو جائے۔ غرض کہ منصب قضا، حضرت شریک رضی اللہ عنہ کے گلے پڑ گیا۔ پھر امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی، ان سے اس کے بعد کبھی بات بھی نہ کی۔“

حضرت علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اس واقعہ سے امام اعظم کا کمال دو حیثیت سے ظاہر ہے، ایک یہ کہ آپ کی فراست، اتنی ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ نے پہلے ہی سب کی خصلت و عادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ اور دوسرا یہ کہ سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر، خود کو مخلوق سے بچائے رکھا، تاکہ ریاست و جاہ کی وجہ سے نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صحت و سلامتی اور بھلائی کی خاطر کنارہ کشی بہتر ہے۔ حالاں کہ آج حصول جاہ و مرتبہ اور منصب قضا کی خاطر

لوگ سرگرداں رہتے ہیں؛ کیوں کہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہو کر راہ حق و صواب سے دور جا چکے ہیں، امرا کے دروازے کو قبلہ حاجات بنا رکھا ہے، ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جاہروں کی مسند کو ”قاب قوسین او ادنیٰ“ کے برابر جان رکھا ہے۔ جو بات بھی ان کی مرضی کے خلاف ہو اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

**واقعہ (۴):** آپ کی دور اندیشی اور بصیرت و فراست کا ایک عجیب و غریب واقعہ، حضرت فرید الدین عطار علیہ السلام نے نقل کیا کہ ایک دن کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور اتفاق سے کھیل کے دوران وہ گیند حضرت امام اعظم تھی مجلس میں آپ کے بالکل پاس آگری، کسی بچے کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھالائے، سب مارے ادب کے دبک کے کنارے ہو گئے، اسی دوران ایک بچے نے دوڑ کر آپ کے سامنے سے گیند اٹھا لی تو آپ نے فرمایا: ”یہ لڑکا صحیح النسل نہیں معلوم ہوتا، کیوں کہ اس میں حیا اور ادب کا مادہ نہیں ہے۔“ اس کے بعد معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ واقعی یہ لڑکا صحیح النسل نہیں ہے۔<sup>(۲)</sup>

کشف و فراست کا یہ واقعہ بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اس سے بڑوں کے ادب و احترام کی اہمیت بھی خوب واضح ہوتی ہے۔

**واقعہ (۵):** ایک واقعہ، ایک عورت کے اصل شوہر کا ہے جس میں امام اعظم کی فراست نے بڑا کمال دکھایا ہے، اور اس میں ایک اہم نزاعی مسئلہ کا حل بھی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ لولوی قبیلہ کی ایک جماعت کوفہ آئی، ان میں ایک شخص کی بیوی حسن و جمال اور زیب و زینت میں بڑی فائق تھی۔ ایک کوئی اس پر عاشق ہو گیا اور اسے گرویدہ کر کے زوجیت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ جب کہ اس کا اصلی شوہر قافلے میں موجود تھا، وہ بہت پریشان ہوا۔ وہ یہ تو کہتا تھا کہ یہ میری بیوی ہے مگر گواہ نہ پیش کر سکا، کیوں کہ سفر میں تھا۔ یہ مسئلہ حضرت امام اعظم کی بارگاہ میں پیش ہوا، آپ قاضی ابن ابی لیلیٰ اور دیگر فقہا کو لے کر وہاں گئے، ساتھ میں عورتوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب لولوی قافلے کے خیمے کے پاس پہنچے تو عورتوں کی جماعت کو حکم دیا کہ اس لولوی مرد کے خیمے میں داخل ہوں جو عورت کو اپنی منکوہہ بتاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی عورتیں، علاحدہ علاحدہ اور اجتماعی طور پر بھی، اس کے خیمے کے قریب ہوئیں تو ان پر لولوی کا کتا بھونکنے لگا اور انہیں خیمہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد امام اعظم نے منازعہ (معتوقہ) عورت کو حکم دیا کہ لولوی مرد کے خیمے میں داخل ہو۔ جب وہ عورت قریب ہوئی تو کتا بھونکنے کے بجائے اس کی خوش آمدید کرنے لگا اور اس کے آگے پیچھے قدم لینے لگا۔ امام اعظم نے فرمایا: ”بیچے مسئلہ حل ہو گیا اور جو حق تھا وہ ظاہر ہو گیا۔ پھر اس معتوقہ عورت سے صحیح بات دریافت کی گئی تو اب اس نے بھی اعتراف کر لیا کہ وہ واقعی لولوی ہی کی بیوی ہے۔“

(۱) کشف المحجوب مترجم، ص: ۱۴۷

(۲) تذکرۃ الانبیاء مترجم، ص: ۱۲۷

شیطان کے ورغلانے سے کوئی مرد کی بیوی ہونے کا اقرار کر لی تھی۔<sup>(۱)</sup>

واقعہ (۶): حضرت اسماعیل بن حماد یعنی حضرت امام اعظم کے پوتے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک رافضی رہتا تھا، جسے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑا بغض تھا، اسی عداوت کی وجہ سے اس نے اپنے دو بچروں کے نام، صحابہ کے نام پر رکھ لیے تھے، ایک کا نام، ”ابوبکر“ تو دوسرے کا نام، ”عمر“ رکھا تھا۔ اور انہی ناموں سے انہیں پکارتا تھا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ایک روز انہیں بچروں میں سے کسی نے لات مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ امام اعظم کو خبر دی گئی تو فرمایا: ”جاؤ! تحقیق کر لو، یہ وہی گدھا ہو گا جس کا نام، اس رافضی نے ”عمر“ رکھا تھا اور یہی کہہ کر پکارتا تھا (ضرور اس کے اندر جلال فاروقی کا اثر ہو گیا تھا اور اسی نے اس رافضی کا کام تمام کر دیا ہو گا) اللہ نے اس گدھے کے نام کی لاج رکھ لی ہو گی۔“ جب تحقیق کی گئی تو وہی بات سچ نکلی جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ یعنی واقعی اسی گدھے نے اس رافضی کو لات ماری جس کا نام اس نے ”عمر“ رکھا تھا۔

واقعہ (۷): ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک پڑوسی کا ”مور“ گم ہو گیا، تلاش کے باوجود بھی نہ ملا۔ بالآخر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اپنی پریشانی بیان کی۔ امام صاحب نے فرمایا: ”فکر نہ کر! اللہ پاک تمہاری مدد فرمائے گا۔“ صبح ہوئی اور امام اعظم مسجد تشریف لے گئے تو دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہہ دیا کہ تمہارے اندر اس شخص کو شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے، اور حال یہ ہے کہ اس کے سر پر، مور کا پر، بھی موجود ہے۔ تو جس شخص نے مور چرایا تھا، جلدی سے اپنے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی اس حرکت سے جان لیا کہ چور کون ہے، جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر، مور اس کے مالک کو واپس دلوا دیا۔<sup>(۲)</sup>

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی معمولی فراست سے ایک غریب پڑوسی کا کام بن گیا اور اس کی پریشانی بھی دور ہو گئی۔ اس واقعہ میں امام اعظم کی فراست کا ثبوت تو ہے ہی، ساتھ ہی پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کا بھی عظیم درس ہے کہ پڑوسی کے ایک مور کی تلاش میں، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اتنی زحمت گوارا کی۔

ان واقعات و حکایات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ہم احناف خوش قسمت ہیں کہ اللہ عز و جل نے ہمیں ایسی شان والا امام عطا فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مسلک امام اعظم پر چلائے اور اسوۂ امام اعظم کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ☆

(۱) عقود الجمان، ص: ۲۸

(۲) مناقب للموفق، ص: ۱۴۱

## سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور امام اعظم - نسبت و تعلق

مولانا محمد شعیب احمد مصباحی (کشن کج) تحقیق فی الحدیث (سال دوم) جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ علمی اعتبار سے صحابہ میں آپ کی شخصیت بہت ممتاز تھی۔ آپ حدیث و فقہ دونوں کے جامع تھے۔ مسلمان ہونے میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے ہم دم اور ہم آواز تھے، سفر و حضر میں خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ معلم کائنات ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود) کا علمی اور فقہی مقام بہت بلند تھا۔ خود حضور ﷺ اور کثیر جلیل القدر صحابہ نے بھی کئی موقع پر اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔

ذیل میں چند جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں اس وقت سے عبد اللہ بن مسعود سے محبت کرتا آ رہا ہوں جب سے میں نے حضور نبی اکرم کو فرماتے ہوئے سنا:

”خذوا القرآن من أربعة: من عبد الله بن مسعود، و سالم، و معاذ بن جبل، و أبي بن كعب“ (۱)

یعنی تم قرآن ان چار افراد سے سیکھو، عبد اللہ بن مسعود، سالم (مولیٰ ابی حذیفہ)، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔

(۲) خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”رضیت لأمتی ما رضی لها ابن أم عبد و کرهت لأمتی ما کره لها ابن أم عبد“ (۲)

یعنی میں اپنی امت سے اس امر پر راضی ہوں جس سے ابن ام عبد (عبد اللہ بن مسعود) راضی ہے اور اپنی

امت سے اس امر پر ناخوش ہوں جس سے ابن ام عبد ناخوش ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود کے علمی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب: القرآن من أصحاب النبی

(۲) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عبد اللہ بن مسعود و امہ

”لقد اثرت اهل الكوفة يا بن أم عبد علي نفسي أنه من أطولنا فوقا كنيف مليء علما“<sup>(۱)</sup>  
میں نے اپنے مقابلے میں اہل کوفہ کے لیے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) کو ترجیح دی ہے، بے شک وہ ہم  
سب میں زیادہ سمجھدار اور علم سے معمور شخص ہیں۔

(۴) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ سے حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق  
پوچھا تو آپ نے فرمایا:

”عالم القرآن والسنة“<sup>(۲)</sup> وہ قرآن و سنت کے عالم تھے۔

(۵) سنن ترمذی: کتاب الفرائض، ابوداؤد: کتاب الفرائض و دیگر کتب حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک  
شخص ابو موسیٰ اشعری اور سلیمان بن ربیعہ کے پاس پہنچا اور ترکہ کے بارے میں یہ سوال کیا کہ میت نے اپنے پیچھے  
ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن کو چھوڑا ہے تو کس کا کتنا حصہ بنے گا؟ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ بیٹی  
کو نصف ملے گا اور باقی بہن کا ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود کے پاس جاؤ اور ان سے اس مسئلہ کو  
دریافت کرو، یقیناً وہ ہماری موافقت کریں گے۔ سائل حضرت عبداللہ بن مسعود کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اپنا سوال  
اور ان دونوں کا جواب عرض کیا۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن مسعود نے فرمایا:

”قد ضللت إذا وما أنا من المهتدين ولكني أقضى فيها كما قضى رسول الله ﷺ“

یعنی میں اگر ان کی موافقت کروں تو حق سے بہک جاؤں گا اور ہدایت پر نہ رہوں گا لیکن میں اس مسئلے میں  
وہی فیصلہ کروں گا جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ”بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے  
لیے سدس (چھٹا حصہ) تاکہ دوثلث (تہائی) کی تکمیل ہو جائے اور باقیہ حصہ بہن کے لیے ہے۔“

(۶) صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں  
رہے ہم نے عبداللہ بن مسعود کو رسول ﷺ کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم انہیں سرکار اقدس کے  
اہل بیت سے سمجھتے رہے۔<sup>(۳)</sup>

(۷) صحیح مسلم ہی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مرتبہ ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ  
جاننے ہیں کہ میں قرآن کریم کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں،، شقیق اس مجمع میں موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ  
کے بعد، میں اکثر صحابہ کے حلقوں میں شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعود کے دعویٰ کا منکر نہیں پایا۔<sup>(۴)</sup>

(۱) جامع ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، ۶/۳۸۵، رقم الحدیث ۳۲۲۳۸

(۳) صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۹۲

(۴) صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۹۳، کتاب الفضائل، باب فضائل عبداللہ بن مسعود

## حضرت عبداللہ بن مسعود کی کوفہ آمد:

مرکز علم و عرفان شہر ”کوفہ“ وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت فاروق اعظم کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۷۱ھ میں بسایا تھا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ ۷۱ھ میں بصرہ آباد ہوا، اور ۱۸ھ میں کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ۱۲ ہزار اور قبیلہ نزار کے ۸ ہزار افراد کو کوفہ بھیجا اور ان کے لیے روزینہ مقرر کیا، اس شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔<sup>(۱)</sup>

سیدنا عمر فاروق نے کوفہ کی عسکری اور سیاسی اہمیت کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے اجل فقیہ و محدث صحابی رسول کو شہر کوفہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاة)، معلم، فقیہ اور وزیر بیت المال کی حیثیت سے مقرر فرما کر، اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لیے اہم ترین تاریخی قدم اٹھایا۔ جلیل القدر تابعی امام حارثہ بن مضرب کو فی فرماتے ہیں:

”کتب إلینا عمر بن الخطاب أني قد بعثت إليکم عمار بن ياسر أمير او عبدالله بن مسعود معلماً و وزيراً ، وهما من النجباء من أصحاب محمد ﷺ من أهل بد ر فاسمعا، و قد جعلت بن مسعود علی بیت مالکم فاسمعوا فتعلموا منها واقتدوا بهما و قد اثر تکم بعبد الله علی نفسي“<sup>(۲)</sup>

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم و وزیر بنا کر بھیج دیا ہے،۔ یہ دونوں حضور نبی اکرم ﷺ کے بدری اور (چودہ) نجبا صحابہ میں سے ہیں، تو تم ان کی اطاعت کرو، میں نے ابن مسعود کو تمہارے بیت المال پر وزیر بھی مقرر کر دیا ہے، سو تم ان دونوں حضرات کی اتباع کرو، ان سے سیکھو، اور ان کی پیروی کرو۔ میں نے اپنی نسبت عبداللہ بن مسعود کو تم پر ترجیح دی ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت جبہ بن جویث (متوفی ۷۶ھ) فرماتے ہیں:

”إن عمر بن الخطاب قال : يا أهل الكوفة أنتم رأس و سهمي الذي أرمى به إن أتاني شيء من ها هنا وها هنا، و إني بعثت إليکم بعبد الله بن مسعود واخترته به علی نفسي أثرة.“<sup>(۳)</sup>

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”اے اہل کوفہ! تم (اہل اسلام کے) سر تاج ہو اگر میرے پاس ادھر سے ادھر سے یعنی مختلف علاقوں سے کوئی شے حملہ آور ہو تو تم میدان جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے کے اعتبار سے میرے تیر ہو جس سے میں تیر اندازی کرتا ہوں، میں نے عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج دیا ہے اور ان کو اپنے مقابلہ میں

(۱) معجم البلدان ج: ۴، ص: ۴۹۱ ملتقطاً

(۲) المستدرک للحاکم، ج: ۳، ص: ۴۳۸، رقم الحدیث ۵۶۶۳

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۶، ص: ۴۰۸، رقم الحدیث ۳۲۴۴۵

ترجیح دیتے ہوئے تمہارے لیے منتخب کیا ہے۔“

امام عامر بن شرجیل شعبی (متوفی ۱۰۲ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کر کے حمص تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے انہیں کوفہ بھیج دیا اور انہیں ایک خط لکھا: جس کا مضمون یہ ہے:

إني والله الذي لا إله إلا هو أشرتكم به على نفسي فخذوا عنه. (۱)

بے شک ذات وحدہ لا شریک کی قسم! میں نے اپنے مقابلے میں تم کو ترجیح دی اور عبداللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج دیا لہذا ان سے اخذ علم کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا حضرت عبداللہ بن مسعود کو کوفہ بھیجنے کا مقصد اہل کوفہ کی اعلیٰ ترین علمی و فقہی تربیت کرنا تھا تاکہ کوفہ والے جہاں عسکری لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوئے ہیں وہیں علمی لحاظ سے بھی ان میں یگانہ روزگار افراد پیدا ہوں جو تعلیمی میدان میں آئندہ آنے والے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو جس مقصد سے کوفہ بھیجا تھا وہ مقصد صد فیصد پورا ہوا کہ آپ (عبداللہ بن مسعود) ۲۰ھ سے ۳۰ھ تک کوفہ میں مقیم رہے اور فرزند ان اسلام کو قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم دیتے رہے آپ کی برکت سے کوفہ پہلا اسلامی مدرسہ بنا آپ نے وہاں علم و فضل کے ایسے دریا بہائے کہ وہ کوفہ علم و معرفت اور فقہ و حدیث کا شہر بن گیا۔

المبسوط میں ہے:

”كان ابن مسعود بالكوفة و له أربعة آلاف تلميذ يتعلمون بين يديه“ (۲)

یعنی جب عبداللہ بن مسعود کوفہ میں تھے تو آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد چار ہزار تھی۔

حضرت علی، بعد شہادت ذی النورین (عثمان غنی) کوفہ تشریف لائے اور آپ کی آمد سے قبل ہی اہل کوفہ بہت سے صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ کی صحبت و تربیت سے فیض یاب ہو رہے تھے اور کوفہ کی بستی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں سے جگمگا رہی تھی، جس کا ثبوت ائمہ کرام کی درج ذیل تصریحات سے ملتا ہے:

(۱) جب سیدنا علی المرتضیٰ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی علمی کاوشوں

کو یوں داد دی:

”أصحاب عبدالله سرج هذه القرية“ (۳)

(۱) الطبقات الكبرى لابن سعد ج: ۶، ص: ۸، سیر اعلام النبلا للذہبی ۴۹۱

(۲) المبسوط للسرخسی، باب ادب القاضی

(۳) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج: ۶، ص: ۱۰

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اس بستی کے چراغ ہیں۔  
دوسری کتابوں میں یہ الفاظ بھی ہیں:

”رحم الله ابن أم عبد قد ملأ هذه القرية علما.“<sup>(۱)</sup>

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے اس بستی (کوفہ) کو علم سے بھر دیا۔  
(۲) عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیر (متوفی ۹۴ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کے متعلق فرمایا:

”أصحاب عبد الله سرج هذه القرية.“<sup>(۲)</sup>

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد اس بستی (کوفہ) کے چراغ ہیں۔

(۳) ابراہیم بن یزید تمیمی تابعی (متوفی ۹۳ھ) حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کی تعداد بیان کرتے ہیں:

”كان فينا ستون شيخا من أصحاب عبد الله.“<sup>(۳)</sup>

ہم میں عبداللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے ساٹھ شیوخ تھے۔

(۴) غیر مقلدوں کے امام ابن تیمیہ نے اہل کوفہ کی منظر کشی یوں کی:

”فإن أهل الكوفة التي كانت داره كانوا قد تعلموا الإيمان والقرآن وتفسيره والفقہ

والسنة من ابن مسعود وغيره قبل أن يقدم على الكوفة.“<sup>(۴)</sup>

کوفہ جو کہ حضرت علی کا دار الحکومت تھا یقیناً وہاں کے لوگوں نے ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت علی کی کوفہ آمد سے قبل ہی حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ سے سیکھ لیا تھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود کی اسی شانِ فقہ کے پیش نظر محدث اکبر امام شعبی (۱۰۴ھ) رضی اللہ عنہما نے آپ

کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

”ما كنت أعرف فقهاء الكوفة الا أصحاب عبد الله.“<sup>(۵)</sup>

فقہائے کوفہ میں، میں صرف عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں کو ہی جانتا تھا۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود نے خود اپنے شاگردوں سے خوش ہو کر فرمایا:

(۱) مقدمہ نصب الراية للزيلعي ۱/۳۰

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج: ۶، ص: ۱۰

(۳) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج: ۶، ص: ۱۰

(۴) منهاج السنة النبوية، ۶/۵۲۷

(۵) تذكرة الحفاظ للذهبي ۱/۸۳



"أنتم جلاء قلبي" (۱)

یعنی تم لوگ میرے دل کا سرور ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، ان کے شاگرد حضرات، اور دیگر صحابہ کرام کی ضیا پاشیوں سے کوفہ علم الحدیث اور علم الفقہ کا مرکز بن گیا۔ طالبان علوم نبویہ اپنی تشنگی علم بچھانے کے لیے جوق در جوق یہاں آنے لگے جب کہ حریم شریفین میں بھی صاحبان علم و فضل موجود تھے لیکن کوفہ کی ایک الگ حیثیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص تحصیل علم کے لیے کوفہ سے باہر سفر کرتا تو دوسرے علاقوں میں موجود صحابہ اسے ٹوکتے اور اسے کوفہ کے علمی مقام سے آگاہ کرتے۔

چند شواہد یہاں پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱) امام ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ) کوفہ سے شام گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو، تو انہیں حضرت ابودرداء کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابودرداء نے ان سے پوچھا، آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرماتے ہیں:

"قلت من أهل الكوفة قال: أليس فيكم أو منكم صاحب السر الذي لا يعلمه غيره  
يعنى حذيفة؟ قال قلت: بلى: قال: أليس فيكم أو منكم صاحب السر الذي أجاره الله  
على لسان نبيه يعنى من الشيطان يعنى عمارا؟ قلت: بلى! قال: أليس فيكم أو منكم  
صاحب السواك أو السرار، قال: بلى - (۲)

میں نے عرض کیا: کوفہ سے حاضر ہوا ہوں، حضرت ابودرداء نے فرمایا: "کیا تم میں حضور ﷺ کے صاحب راز نہیں ہیں جس راز کو کوئی نہیں جانتا یعنی حذیفہ"۔ میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم میں وہ نہیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے پناہ دیدی تھی"۔ ان کی مراد عمار تھی، میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ انہوں نے فرمایا: "کیا تم میں حضور کی مسواک اور تکیہ اپنے ساتھ رکھنے والے نہیں ہیں (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)؟" میں نے کہا: "کیوں نہیں"۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا حضرت علقمہ سے ان صحابہ کے متعلق پوچھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ جب ان جیسے اکابر صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ وہاں موجود ہیں تو آپ کیوں طلب علم کے لیے ادھر ادھر جا رہے ہیں۔

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۱۷۰/۴

(۲) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمار و حذیفہ

(۲) جلیل القدر تابعی حضرت خیشمہ بن ابی مسبرۃ (متوفہ ۸۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ شریف حاضر ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی صحبت نصیب ہو، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ تک پہنچنے میں میری مدد کی، میں نے ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو جائے تو آپ تک میری رہنمائی کر دی گئی۔ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا: ”کہاں سے آئے ہیں؟“ آپ فرماتے ہیں: ”تو میں نے کہا، میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں“ تو حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا:

”لیس فیکم سعد بن مالک مجاب الدعوة؟ وابن مسعود صاحب طہور رسول اللہ ﷺ ونعلیہ؟ وحذیفہ صاحب سر رسول اللہ وعمار الذی أجاز اللہ من الشیطن علی لسان نبیہ وسلمان صاحب الکتا بین؟“ (قال قتادہ والکتابان: الانجیل والفرقان) (۱)

کیا تم میں سعد بن مالک نہیں ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے؟ کیا وہاں حضور کا سامان طہارت اور نعلین مبارک اٹھانے والے عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں؟ کیا وہاں حضور کے رازدار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے محفوظ رہنے والے عمار بن یاسر نہیں ہیں؟ کیا وہاں دو کتابوں کا علم رکھنے والے سلمان فارسی نہیں ہیں؟۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن مقدس ہیں۔

کوفہ کو علم الحدیث اور علم الفقہ کے اوج تریا تک پہنچانے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلیدی کردار رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص اسی مقصد کے پیش نظر آپ کو وہاں بھیجا تھا اگر حضرت عمر کی نظر میں یہ مقصد نہ ہوتا تو کبھی اپنے اوپر اہل کوفہ کو ترجیح نہ دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بعد شہادت عثمان غنی وہیں تشریف لے گئے لیکن امور خلافت نے آپ کو اتنی زیادہ مہلت نہ دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ میں ایسے نامور فقہا اور محدثین پیدا ہوئے جن کی مثال نظر نہیں آتی جن میں علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن یزید نخعی، عمرو بن شریحیل ہمدانی، عبیدہ، سلمانی، قاضی شریح بن الحارث، زربن حبیش، عمرو بن میمون ازدی، سلیمان بن ربیعہ ہاملی، اور ابو وائل شقیق بن سلمہ بہت ہی مشہور ہیں۔

پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ کا دور آیا جو فقہ و افتا میں امتیازی شان رکھتے تھے جن میں ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر، قاسم بن عبد الرحمن بن عبداللہ بن مسعود، ابو بکر بن ابی موسیٰ، محارب بن دثار بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد تیسرا دور ان کے شاگردوں کا آیا جن میں سرفہرست حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن المعتمر، سلیمان اعش اور مسعر بن کدام ہیں۔

(۱) جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود

اس کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہم کا دور آتا ہے، آپ ۸۰ھ میں اسی مرکز علم و عرفان شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ گویا حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذخیرہ علم دو تین واسطوں سے حضرت امام اعظم تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام اعظم کے سات اجلہ شیوخ ہیں جن کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا علم اخاذ طبیعت کے مالک امام اعظم تک پہنچا، سات طرق یہ ہیں:

### نقشہ

### عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وارضاہ عنہا

علقمہ بن قیس نخعی	اسود بن یزید نخعی	سروق بن اجدح	عبیدہ بن عمرو السلمانی	عمرو بن شرحبیل	قاضی شرح بن حارث	حارث بن قیس
ابراہیم بن یزید نخعی	ابو اسحاق سبعی	عامر بن شرحبیل اشعبی	ابو حفص عثمان بن عاصم الاسدی	ابو اسحاق سبعی	عامر بن شرحبیل اشعبی	خیشمہ بن عبدالرحمن
امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم	امام اعظم
(۱)	(۲)	(۳)	(۴)	(۵)	(۶)	(۷)

امام اعظم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے دریائے علم سے نکلنے والی سات نہروں سے سیرابی حاصل کی اور علم فقہ کی بنیاد بھی اسی پر رکھی۔

آٹھویں صدی ہجری کے عظیم محدث، مورخ اور تنقید نگار امام شمس الدین ذہبی شافعی (متوفی ۴۸۷ھ) کا یہ بیان پڑھنے کے لائق ہے جس سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے سلسلہ فقہ میں آنے والے اساتذہ و مشائخ کی علمی و فقہی حیثیت سامنے آتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”أفقه أهل الكوفة علي وابن مسعود ، وأفقه أصحابها علقمة وأفقه أصحابه إبراهيم وأفقه أصحاب إبراهيم : حماد ، وأفقه أصحاب حماد: أبو حنيفة وأفقه أصحابه أبو يوسف وانتشر أصحاب أبي يوسف في الأفاق وأفقههم: محمد وأفقه أصحاب محمد أبو عبد الله الشافعي رحمهم الله تعالى“ (۱)

اہل کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علقمہ ہیں اور حضرت علقمہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابراہیم نخعی

(۱) سیر أعلام النبلا ، ج ۵ ، ص ۱۴۴

ہیں۔ اور حضرت ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں اور حضرت حماد کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام اعظم ہیں اور امام اعظم کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو یوسف ہیں اور حضرت امام ابو یوسف کے شاگرد آفاق میں پھیل گئے، ان میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن الشیبانی ہیں اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ ہیں۔ سیدنا امام اعظم اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان سلسلہ فقہ میں آنے والے، علما و مشائخ میں یہ لوگ بہت ہی نمایاں ہیں۔

### نقشہ

- (۱) عبداللہ بن مسعود -----
- [۱] علقمہ ----- (۲)
- [۲] ابراہیم نخعی ----- (۳)
- [۳] حماد بن ابی سلیمان ----- (۴)
- [۵] سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ -----

طرفین کو چھوڑ کر درمیان میں صرف تین واسطے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا علمی اور فقہی سرمایہ اس طریق سے بدرجہ اتم پہنچا، اس لیے مناسب ہے کہ درمیان میں آنے والے علما و مشائخ کا ایک مختصر سوانحی خاکہ پیش کر دیا جائے۔

### (۱) حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ:

سیر اعلام النبلا میں ہے: حضرت علقمہ کی کنیت: ابو شبل، نام: علقمہ اور لقب: فقیہ کوفہ، تھا، آپ اپنے وقت کے امام فقہ، حافظ حدیث، مجود قرآن اور جلیل القدر مجتہد تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، عائشہ، سعد، حذیفہ، خالد بن ولید، خباب، ابودرداء، عمار بن یاسر، ابو مسعود بدری، ابو موسیٰ اشعری اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں بڑی پابندی کے ساتھ رہے اور ان کے طور طریقے کو اس قدر اپنایا کہ لوگ کہنے لگے: جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبداللہ بن مسعود کو دیکھا۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے: ”جتنی علقمہ کی معلومات ہیں، میری معلومات ان سے زیادہ نہیں“۔ ان کی علمی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں اگر کوئی آپ کا ہمسرتھا تو وہ حضرت اسود تھے۔

آپ (علقمہ) کا وصال ۶۲ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں ہوا۔<sup>(۱)</sup>

(۱) سیر اعلام النبلا، ج: ۵، ص: ۳۲۷ تا ۳۲۲، منلقتا

## (۲) حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ حضرت علقمہ کے بھانجے ہیں۔ ان کے بعد ان کے جانشین آپ ہی بنے، کنیت: ابو عمران، اور والد کا نام: یزید تھا۔ آپ نے کوفہ کو بہت وسعت دی، یہاں تک کہ فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بچپن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ آپ نے صحابہ کرام سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں لیکن آپ کی زیادہ تر روایتیں حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ جیسے ائمہ تابعین سے ہیں۔ آپ کی توجہ حدیث کی روایت سے زیادہ اس کی درایت پر تھی۔

آپ بڑے عبادت گزار تھے، آپ کی شریک حیات حضرت ہنیدہ کی روایت ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناناہ کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی حافظ حدیث، عامل سنت اور بہت ذہین انسان تھے۔ جلیل القدر تابعی فقیہ و محدث حضرت سعید بن جبیر سے کوفہ کے ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ”تم لوگ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو حالانکہ حضرت ابراہیم نخعی تمہارے یہاں موجود ہیں۔“

آپ کے زمانے میں فقہی مسائل کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ جس کا ماخذ حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ تھے، یہ مجموعہ اگرچہ کتابی شکل میں نہیں آیا تھا لیکن ان کے شاگردوں کو مسائل زبانی یاد تھے، خصوصیت کے ساتھ یہ مجموعہ ان کے شاگرد حضرت حماد بن ابی سلیمان کے سینے میں محفوظ تھا۔<sup>(۱)</sup>

## (۳) حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ کی کنیت: ابو اسماعیل، نام: حماد، والد گرامی کا نام: مسلم اور کنیت: ابو سلیمان ہے۔ آپ حضرت ابراہیم نخعی کے علوم کے وارث و جانشین تھے۔ آپ نے احادیث کی روایت حضرت انس بن مالک اور سعید بن المسیب وغیرہما سے کی ہے۔ آپ مردیگانہ اور صاحب احوال بزرگ تھے۔ آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام اعش، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، حماد بن سلمہ اور ابو بکر نہشلی جیسے جلیل القدر فقہا اور محدثین ہیں۔ آپ بڑے ذہین و فطین انسان تھے، ماہ رمضان المبارک میں روز ۵۰ افراد کو کھلاتے تھے اور عید کے دن، ان میں سے ہر ایک کو ایک جوڑا کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی جلالت شان، بلند حوصلگی، راست گفتاری، امرا و حکام سے بے نیازی

(۱) مصدر سابق ص: ۲۱۷ تا ۲۱۸

اور علم کی گہرائی و گہرائی کا اندازہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات باکمال سے کیا جاسکتا ہے جو آپ ہی کے تربیت یافتہ اور خوشہ چین تھے، آپ نے ان کو کیسی اعلیٰ تعلیم و تربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا اظہر من الشمس ہے۔

### حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (ولادت ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ)

امام اعظم کے دادا، زوطی بن ماہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فارس سے کوفہ آئے اور کوفہ ہی کو اپنا مستقل وطن بنا لیا۔ یہیں ۸۰ھ میں امام اعظم کی ولادت ہوئی۔ آپ کا نام: ”نعمان“ کنیت: ”ابو حنیفہ“ اور لقب: ”امام اعظم“ ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ۔

آپ کے عہد میں کئی صحابہ کرام بقید حیات تھے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ المصابیح شیخ ولی الدین خطیب تبریزی فرماتے ہیں:

”وكان في أيامه أربعة من الصحابة: أنس بن مالك بالبصرة، و عبد الله بن أبي أوفى بالكوفة، و سهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واصل بمكة“  
اور عبد اللہ بن ابی اوفی کے متعلق فرمایا:

”لم يزل بالمدينة حتى قبض النبي ﷺ ثم تحول إلى الكوفة وهو آخر من مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين“<sup>(۱)</sup>

امام اعظم کے زمانے میں چار صحابہ کرام موجود تھے:

(۱) بصرہ میں حضرت انس بن مالک۔

(۲) کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی۔

(۳) مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد الساعدی۔

(۴) مکہ میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واصل رضی اللہ عنہم۔

خطیب تبریزی نے مزید فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی بنی کریم رضی اللہ عنہ کے وفات تک مدینہ طیبہ میں رہے پھر کوفہ منتقل ہو گئے، آپ کوفہ میں وفات پانے والے صحابہ میں آخری صحابی ہیں، آپ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔

تاریخ بغداد میں ہے: ”رأى أنس بن مالك رضی اللہ عنہ“<sup>(۲)</sup>

سیدنا امام اعظم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔

اس طرح دیگر شواہد ہیں جن سے یہ بات علم یقین کے درجے تک پہنچ جاتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ جلیل

(۱) الاكمال، ص: ۲۰۳

(۲) تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۲۴

القدر تابعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم کو جو عقل و دانائی اور ذہانت و حاضر جوابی کی دولت عطا فرمائی تھی موافق و مخالف سب کو اعتراف تھا، مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی کے ساتھ صحیح نتیجہ تک پہنچ جاتا کہ دوسرے لوگ حیران رہ جاتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مسائل کسی سے حل نہیں ہو سکتے وہ آپ نہایت آسانی سے کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقہت اور علمی فوقیت کے گیت صرف ہم احناف ہی نہیں گاتے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، علماء، مشائخ، صوفیہ، عرفا ہر مسلک اور ہر طبقہ کے حضرات ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

آپ نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد وقت کے نام و راسائدہ و شیوخ سے علم حاصل کیا، امام موفق بن احمد مکی نے حضرت ابو عبد اللہ بن ابو حفص الکبیر کے حوالے سے آپ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ۲۴ ہزار بتائی ہے اور حروف تہجی کی ترتیب پر بہت سے اساتذہ کے نام بھی شمار کرائے ہیں، مگر آپ نے ان میں سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام حماد بن ابی سلیمان کوفی رضی اللہ عنہ سے کیا۔<sup>(۱)</sup>

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (ولادت ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ھ) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الناس عیال فی الفقہ علیٰ ابي حنیفہ ما رأیت احداً أفقه منه“<sup>(۲)</sup>

یعنی لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ میں نے کسی کو ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

حضرت امام سلیمان بن مہران اعمش (ولادت: ۵۹ھ - وفات: ۱۲۸ھ) فرماتے ہیں:

”یا معشر الفقہاء أنتم الأطباء ونحن الصیادلة و أنت أیها الرجل أخذت بكل الطرفین“<sup>(۳)</sup>

اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) دوا فروش ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے دونوں کو حاصل کر لیا۔

امام سفیان بن عیینہ (ولادت: ۱۰۷ھ - وفات: ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

”ما رأیت عینی مثله، من أراد المغازی فالمدینة أو المناسک فمكة أو الفقه فالكوفة“

ویلزم أصحاب ابي حنیفہ“<sup>(۴)</sup>

یعنی میری آنکھ نے ان کی طرح نہ دیکھا جو شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو مدینہ جائے۔ اور حج کے

مسائل سے واقفیت چاہے تو مکہ جائے۔ اور فقہ حاصل کرنا چاہے تو کوفہ جائے اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق المکی ج: ۱، ص: ۵۳

(۲) الخیرات الحسان ص: ۲۹، علامہ ابن حجر مکی

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۶۱، علامہ ابن حجر مکی

(۴) الخیرات الحسان، ص: ۲۹، علامہ ابن حجر مکی

”مجھ سے زیادہ امام ابو حنیفہ کے تابع سفیان ثوری تھے، ایک دن حضرت سفیان ثوری نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہ کی تعریف یوں کی کہ وہ علم کی ایسی دھاری تیار کرتے ہیں جو نیزے کی انی سے زیادہ تیز ہوتی ہے، خدا کی قسم! وہ علم کو بہت مضبوطی سے تھامنے والے، محارم کی حفاظت کرنے والے اور اپنے اہل شہر کی پیروی کرنے والے تھے۔ رسول کریم ﷺ سے وہی حدیث لینا جائز سمجھتے تھے جو درجہ صحت تک پہنچی ہو، ناسخ و منسوخ کو خوب پہچانتے۔ انھیں اس کی جستجو ہوتی کہ ثقہ راویوں کی احادیث حاصل کریں اور رسول اللہ ﷺ کا عمل اختیار کریں، اتباع حق میں علمائے کوفہ کو جس بات پر متفق پاتے اسے قبول فرماتے اور اسے اپنا مذہب قرار دیتے۔“

کسی دانش ور نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذخیرہ علمی کی حضرت امام اعظم تک منتقلی کی عکاسی یوں کی: جس فقہ اسلامی کی حضرت عبداللہ بن مسعود نے کاشت کی، حضرت علقمہ نے جس کی آب پاشی کی، حضرت ابراہیم نخعی نے جس کی فصل کاٹی، حضرت حماد نے جس کے دانے الگ کیے، امام اعظم ابو حنیفہ نے جس کا آنا تیار کیا، امام ابو یوسف نے جسے گوندھا اور امام محمد نے جس کی روٹیاں پکائیں، تو اب پوری دنیا ان روٹیوں سے آسودہ ہو رہی ہے۔





## مقامِ امام اعظم اور امام بخاری

مولانا عبدالوکیل رضوی مصباحی، استاذ دارالعلوم قادریہ نوریہ، بگھاڑو، دودھی، ضلع سون بھدر

سراج الامۃ امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۸۰ھ — ۱۵۰ھ) شریعت کے ایسے روشن چراغ اور دین کی ایسی شمع فروزاں تھے کہ آپ کے زمانے میں روئے زمین پر کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ علوم شریعت کے ایسے امام تھے کہ امیرالمومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ، آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لو لا ان الله تعالى أغاثني بأبي حنيفة و سفیان كنت كسائر الناس“

اگر اللہ تعالیٰ امام اعظم اور سفیان کے ذریعے میری دستگیری نہ فرماتا تو میں عام آدمیوں میں سے ہوتا۔<sup>(۱)</sup>  
امام اعظم رضی اللہ عنہ جلیل القدر فقیہ اور عظیم الشان محدث تھے جن کے تعلق سے فتاویٰ رضویہ میں چودہویں صدی ہجری کے مجددین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ غیر مقلدین کے ایک اعتراض کے جواب میں کثیر دلائل و شواہد دے کر آخر میں فرماتے ہیں:

سراج الامۃ امام اعظم رضی اللہ عنہ کہ امام بخاری کے امام و متبوع سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ جن کی شہادت دیتے ہیں کہ تمام مجتہدین امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بال بچے ہیں حفظ حدیث و نقد رجال و تنقیح صحت و ضعف روایات میں امام بخاری کا اپنے زمانے میں پایہ رفیع والا، صاحب رتبہ بالا، مقبول معاصرین و مقتداے متاخرین ہونا مسلم، کتب حدیث میں ان کی کتاب بیشک نہایت چیدہ و منتخب جن کے تعالیق و متابعت و شواہد کو چھوڑ کر اصول مسانید پر نظر کیجیے تو ان میں گنجائش کلام تقریباً شاید ایسی ہی ملے جیسے مسائل ثانیہ امام اعظم میں۔

اور یہ بھی بحمد اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ و شاگردان امام ابو حنیفہ و شاگردان شاگرد امام ابو حنیفہ مثل امام ابو یوسف، امام محمد، و امام عبداللہ بن مبارک، و امام یحییٰ بن سعید قطان، و ہشام بن عروہ، و حفص بن غیاث، و ابو عاصم النبیل، و داؤد طائی، و امام فضیل بن عیاض، و امام مسعر بن کدام، و امام وکیع بن جراح، و امام لیث بن سعد، و امام معالی بن منصور رازی، و امام یحییٰ بن معین و غیر ہم ائمہ دین کا فیض تھا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ان کے شاگردوں سے علم حاصل کیا

(۱) التہذیب التہذیب، ج: ۱۰، ص: ۶۵

اور ان کے قدم پر قدم رکھا۔

مگر یہ کار اہم ایسا نہ تھا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اس میں ہمہ تن مستغرق ہو کر دوسرے کار اجل و اعظم یعنی فقہت و اجتہاد کی فرصت پاتے۔ اللہ رب العزت نے انھیں خدمت الفاظ کریمہ کے لیے بنایا تھا، خدمت معانی ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ محدث و مجتہد کی نسبت عطار و طبیب کی مثل ہے عطار دوا شناس ہے اس کی دکان عمدہ عمدہ دواؤں سے مالا مال ہے عطار کامل اگر طبیب حاذق کے مدارک عالیہ تک پہنچے سے معذور ہے خصوصاً مالک اطباے حذاق امام الائمہ آفاق، جو ثریا سے علم لے آیا، جس کی دقت مقاصد کو اکابر ائمہ نے نہ پایا بھلا امام بخاری رضی اللہ عنہ تونہ تابعین سے ہیں نہ تبع تابعین سے بلکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پانچویں درجے میں جا کر شاگرد ہیں خود حضرت سیدنا انس بن مالک انصاری خادم رسول اللہ ﷺ کے شاگرد ہیں، اور ہمارے امام اعظم کے استاد، ان سے کچھ مسائل کسی نے پوچھے۔ اس وقت ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت امام اعظم نے ہمارے امام اعظم سے فتویٰ لیا آپ نے تمام مسائل کا فوراً جواب دیا۔ امام اعظم نے کہا: یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟ آپ نے فرمایا: انہی حدیثوں سے جو میں نے آپ سے سنی۔ اور پھر آپ نے وہ احادیث مع اسانید پڑھ کر بتادیں۔ امام اعظم نے فرمایا:

حسبك ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة، ما علمت أنك تعمل بهذه

الحدیث، یا معشر الفقہاء أنتم الأطباء ونحن الصیادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكل الطرفین. (۱)

بس کیجیے میں نے جو احادیث دن بھر میں بیان کیں وہ آپ نے مجھے گھڑی بھر میں سنا دیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ احادیث سے اس قدر مسائل اخذ کرتے ہیں اے مجتہد! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے گھیر لیے۔

یہ روایت امام ابن حجر مکی شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ ائمہ شافعیہ نے اپنی تصانیف الخیرات الحسان وغیرہ میں بیان فرمائی۔ یہ تو خود ان سے بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاد اکرم و اقدم، امام عامر شعبی رضی اللہ عنہ جنہوں نے پانچ صحابہ کرام کا زمانہ پایا، حضرت مولا علی، وسعد بن ابی وقاص، وسعید بن زید، وابو ہریرہ، وانس بن مالک، وعبداللہ بن عمر، وعبداللہ بن عباس، وعبداللہ بن زبیر، وعمران بن حصین، وجریب بن عبداللہ، ومغیرہ بن شعبہ، وعدی بن حاتم، وامام حسن، وامام حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم کے استاد جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کہ کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھ اس محدث سے زائد نہ ہو۔ ایسے مقام والا جلالت شان فرماتے ہیں:

انا لسنا بالفقہاء ولكن بسمعنا الحدیث وفرویناه للفقہاء من إذا علم عمل. نقله

الزین فی تذکرۃ الحفاظ.

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۶۱

”ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں، ہم نے تو یہ حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے۔“ (اس کو شیخ زین الدین نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر کیا ہے)

کاش امام اجل سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگر فرصت پاتے اور زیادہ نہیں، دس بارہ ہی برس امام حفص کبیر بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ حنفیہ سے فقہ حاصل فرماتے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اقوال شریفہ کی جلالت شان و عظمت مکان سے آگاہ ہو جاتے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ائمہ محدثین و فقہادوں کے شمار میں یکساں آتے مگر تقسیم ازل جو حصہ دے۔ ع

ہر کے راہبر کارے ساختند

میل او اندر دلش انداختند

(جس کو کسی کام کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے اس کام کی محبت اس کے دل میں ڈال دیتے ہیں)

اور انصافاً یہ تمنا بھی غلط ہے کیوں کہ امام بخاری ایسے ہوتے تو امام بخاری ہی نہ ہوتے بلکہ ان ظاہر بینوں کے یہاں وہ ائمہ حنفیہ کی طرح معتب و معیوب قرار پاتے۔ فالی اللہ المشتکی و علیہ التکان (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

بالجملہ ہم اہل حق کے نزدیک حضرت امام بخاری کو حضور پر نور امام اعظم سے وہی نسبت ہے جو حضرت امیر معاویہ کو حضور پر نور امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا مولانا علی المرتضیٰ سے کہ فرق مراتب بے شمار اور حق بدست حیدر کرار، مگر معاویہ بھی ہمارے سردار، طعن ان پر بھی کارنجا۔ جو معاویہ کی حمایت میں (عیاذ باللہ) اسد اللہ کی سبقت و اولیت و عظمت و اکملیت سے آنکھ پھیر لے وہ ناصبی یزیدی، اور جو علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت و نسبت بارگاہ رسالت بھلا دے وہ شیعہ یزیدی۔

یہی روشن آداب بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل توسط و اعتدال کو ہر جگہ ملحوظ رہتی ہے۔ یہی نسبت ہمارے نزدیک امام ابن الجوزی کو حضور سیدنا غوث اعظم اور محدث علی قاری کو حضرت خاتم ولایت محمدیہ شیخ اکبر سے ہے۔ نہ ہم بخاری و ابن جوزی و علی قاری کے اعتراضات سے شان رفیع امام اعظم و غوث اعظم شیخ اکبر رضی اللہ عنہ پر کچھ اثر سمجھیں نہ ان حضرات سے کہ بوجہ خطائی الفہم معترض ہوئے الجھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان کا منشا اعتراض بھی نفسانیت نہ تھا بلکہ ان اکابرین محبوبان خدا کے مدارک عالیہ تک درس ادراک نہ پہنچنا لاجرم اعتراض باطل ہے اور معترض معذور، اور معترض علیہم کی شان ارفع و اقدس ہے۔<sup>(۱)</sup>

امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نکتہ چینی کرتے ہیں اور یہ موثر گانی کرتے ہیں کہ آپ حدیث میں کم مایہ تھے مگر انہیں معلوم نہیں کہ آپ کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں جو یکتائے روزگار تھے

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱۰، ص: ۱۹۹ تا ۲۰۲ مطبوعہ برکات رضا، گجرات

حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت فضیل بن عیاض، حفص بن غیاث، ابو عاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحییٰ بن قطان، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن زکریا زائدہ وغیرہ۔ اگر امام اعظم ابو حنیفہ علم حدیث میں کم مایہ ہوتے تو اجلہ محدثین کرام آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذتہ نہ کرتے اور اجلہ محدثین کرام ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش نہ کرتے یحییٰ بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے فرمایا ”اسی قدر کافی ہے کہ شعبہ نے انہیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی ہے شعبہ آخر شعبہ ہی تھی۔“

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

”مارأیت أحدا أعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة و قال أيضا ما خالفته في شيء قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجي في الآخرة كنت ربما ملت إلى الحدیث فكان هو أبصر بالحدیث الصحيح مني وقال : كان إذا صميم على قول درت على مشائخ الكوفة هل أجد في تقوية قوله حديثا أو أثرا فرما وجد الحديثين واثالثته فأتيته بها فمناها ما يقول فيه هذا غير صحيح أو غير معروف فأقول له: وما علمك بذلك مع أنه بوافق قولك فيقول أنا عالم بعلم أهل الكوفة“ (۱)

میرے نزدیک حدیث کی تفسیر اور حدیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کا جاننے والا امام اعظم ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے انہیں سے منقول ہے کہ میں نے جن جن مسئلوں میں امام صاحب کا خلاف کیا اور تحقیق کی تو میں نے امام صاحب کی رائے کو آخرت میں زیادہ نجات دینے والا پایا اور بسا اوقات میں حدیث کی طرف نگاہ کرتا تو آپ کو اپنے سے زیادہ واقف کا صحیح حدیث کے بارے میں پاتا۔ جب امام صاحب کسی قول پر مصمم رائے لیتے ہیں مشائخ کوفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس رائے کی تقویت حدیث تلاش کرتا تو کبھی دو بلکہ تین حدیثیں پاتا اور ان کو آپ کے پاس لاتا تو بعض حدیثوں کے بارے میں یہ فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یہ حدیث غیر معروف ہے میں عرض کرتا اس کا حضور کو کیوں کر علم ہوا حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ والوں کے علم سے واقف ہوں۔

### حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قیاس احادیث کی روشنی میں:

نعیم بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہے۔ حالانکہ میرے ہر فتویٰ کی بنیاد حدیث رسول ﷺ پر ہوتی ہے ہاں جب میں کہیں سے حدیث نہیں پاتا تو احادیث کی روشنی میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۶۱

آپ دوسروں کی نسبت احادیث پر زیادہ اعتماد کیا کرتے تھے اور احادیث کی اتباع پر نہایت سختی سے عمل پیرا تھے۔ اثر: صحابی کے قول کو کہا جاتا ہے اور صحابی کے مقولے یا قول کی بنیاد حضور ﷺ کی صحبت میں رہ کر اس بات پر ہے جو نبی کریم ﷺ کے حکم یا فعل سے صادر ہوئی تھی۔ صحابی کے قول کی بنیاد عقل اور ادراک پر نہیں ہوتی وہ تو اپنے نبی ﷺ کی بات سن کر بات کرتا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی تقلید پر پابند تھے جہاں حضور ﷺ کی حدیث واضح نہیں تھی وہ صحابی کی بات پر عمل کرتے تھے جسے لوگ قیاس کہہ کر آپ پر الزام تراشی کرتے تھے۔

زبیر بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابیض ابن الاغر آپ سے قیاس پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجلس میں ایک شخص نے چیخ کر کہا: سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا۔ یہ شخص اہل مدینہ سے تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی چیخ سنی تو اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے کئی بار کہا ہے کہ ابلیس لعین نے قیاس کیا تھا مگر اس نے کتاب اللہ کو رد کر کے قیاس کیا تھا۔ اس نے حکم خداوندی کو مسترد کر کے قیاس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ۗ قَالَ ؕ اَسْجُدْ لِمَنْ خَلَقْتَ طٰیۡنًا ۗ (۱)

اس نے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیا پھر اس نے قیاس کیا کہ تو نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا ہے اور میں آگ سے بنایا گیا ہوں۔ مگر ہم تو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث کو رد نہیں کرتے بلکہ اس کی روشنی میں مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصول اسلام کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن پاک کی آیات کریمہ، حضور ﷺ کی احادیث اور اقوال صحابہ اجماع امت کو بنیاد بنا کر مسئلہ کا حل بتاتے ہیں ہمارا قیاس ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں ہوتا ہے۔ ہمارے قیاس اور ابلیس کے قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ شخص اٹھا اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور توبہ کرتے ہوئے کہا اللہ آپ کے دل کو ایسے ہی منور فرمائے جیسے آپ نے میرے دل کو منور کیا ہے۔ (۲)

### حضرت سیدنا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت: ۱۹۴ھ - وفات: ۲۵۶ھ)

اسم گرامی: محمد، کنیت: عبد اللہ، لقب: امام المحدثین، سید الفقہاء۔

نسب: سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بخاری جعفی۔

آپ کے جد اعلیٰ مغیرہ نے حاکم بخاری ایمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اس لیے آپ کو جعفی کہا جاتا ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت شوال ۱۹۴ھ میں ماواراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں ہوئی۔

آپ کے والد: آپ کے والد اپنے زمانے کے بڑے محدث تھے جنہوں نے امام مالک حماد بن زید اور دیگر اعیان

(۱) بنی اسرائیل: ۶۱

(۲) مقامات امام اعظم، ص: ۲۷۰

حدیث سے تلمذ کا شرف حاصل کیا تھا، اور عبد اللہ بن مبارک جیسے محدث و زاہد کی صحبت پائی تھی، جن کا انتقال امام بخاری کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ امام بخاری ایام طفلی میں نابینا ہو گئے تھے جس کے باعث والدہ کو بے پناہ قلق رہا کرتا تھا اور بارگاہ الہی میں انتہائی تضرع و زاری کے ساتھ لخت جگر کی بینائی کے لیے دعا کیا کرتی تھی چنانچہ دعا قبول ہوئی اور انھوں نے ایک شب خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ و زاری و دعا کے سبب تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمائی۔ صبح کو بیدار ہوئی تو نور نظر کی آنکھوں کو روشن و منور پایا۔

تحصیل علم: بخارا میں رسمی تعلیم کے بعد صغریٰ میں حدیث کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے اور دس سال کی عمر میں امام داخلی کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے اور اپنی خداداد قوت حفظ و ضبط سے حدیثوں کی اسناد و متون کو ذہن میں محفوظ کرنے لگے اسی زمانے کی بات ہے ایک بار امام داخلی نے درس حدیث میں فرمایا: ”سفیان عن أبي الزبير عن ابراهيم“. امام بخاری نے کہا کہ حضرت ابو زبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے تو داخلی نے تسلیم نہیں کیا۔ امام بخاری نے عرض کی: اسے اصل نسخہ میں دیکھنا چاہیے چنانچہ داخلی نے جب اصل نسخہ ملاحظہ کیا، باہر تشریف لا کر فرمایا: اس لڑکے کو بلاؤ! جب امام بخاری حاضر ہوئے تو فرمایا: میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط نکلا، اب آپ بتائیں صحیح کیا ہے؟ امام بخاری نے صحیح (سفیان عن الزبير بن عدي عن ابراهيم) ہے داخلی نے حیران ہو کر کہا: واقعی ایسا ہی ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام بخاری کو بے مثال ذہانت اور قوت حفظ و ضبط سے سرفراز فرمایا تھا وہ انتہائی بیدار مغز اور روشن دماغ انسان تھے قرطاس و قلم پر اعتماد نہیں کرتے تھے جتنا انہیں اپنے لوح ذہن پر بھروسہ تھا۔ حاشہ بن اسماعیل عہد بخاری کے زبردست محدث فرماتے ہیں: بخاری طلب حدیث کے لیے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ لیکن ان کے پاس عام طلبہ کی طرح قلم و دوات اور کاغذ کچھ نہ ہوتا تھا میں نے ان سے کہا: جب حدیث سن کر تحریر نہیں کرتے تو تمھاری آمد و رفت اور سماع سے کیا فائدہ؟ یہ سننا تو ہوا کے مانند ہے جو ایک کان سے داخل ہو کر دوسرے کان سے نکل گیا، سولہ دن بعد (امام) بخاری نے مجھ سے کہا: تم لوگوں نے مجھ کو بہت تنگ کر دیا آؤ! اب میری یادداشت کا اپنے نوشتوں سے مقابلہ کرو۔ اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھیں تھی (امام) بخاری نے صحت کے ساتھ سب کو اس طرح سنایا کہ میں اپنی حدیثوں کو ان سے صحیح کرتا تھا امام بخاری رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے: ”مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں“ (۱)

آپ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات افعال، احوال اور حلیہ و جمال کی ایک ایک نقش و نگار کی تلاقی و جمع کرنے پھر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی سعی پیہم میں گزار دیا، تقریباً ۹۰ ہزار لوگوں کو آپ نے صحیح بخاری سنایا۔ ۶۲ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا اور یکم شوال ۲۵۶ھ کو علم و فضل کا یہ آفتاب و ماہتاب اہل دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینہ کرامت کو سپرد خاک کیا گیا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ج: ۲، ص: ۱۲۳

حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کے مزار کی یہ کرامت تھی کہ دفن کے بعد ایک عرصہ تک قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی رہی لوگ دور دراز سے آتے اور بطور تبرک آپ کے مزار پاک کی مٹی لے جاتے۔

تذریب الراوی وقسطانی (قسطانی ج ۱ ص ۱۶) میں یہ مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم "ری" کی قضا پر فائدہ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمات میں حاضر ہوا۔ اور عرض مدعا کیا تو فرمایا: اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں عرض کیا: علم حدیث کے حدود و مقادیر کو بیان فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا:

اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا كاملا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعا مع اربع. کاربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وکل هذه الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت له کلها هان علیه اربع، وابتلی بأربع فاذا صبر علی ذلك اکرمه الله تعالیٰ فی الدنيا باربع واثابه فی الآخرة باربع.

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہو سکتا۔ ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر گھبرا گیا۔ میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی:

(۱) ان یکتب اربعا: یعنی چار چیزیں لکھے۔ اول، احادیث رسول ﷺ دوم، صحابہ کرام کے حالات اور ان کی تعداد۔ سوم، تابعین کے احوال۔ چہارم، بعد کے علما کے احوال اور ان کی تاریخ۔

(۲) مع اربع: چار چیزوں کے ساتھ لکھے۔ اول: روایوں کے نام، دوم: ان کی کنیت، سوم: ان کی سکونت، چہارم: ان کی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

(۳) کاربع: چار کے مثل جیسے خطیب کے لیے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعا اور سورتوں کے لیے بسم اللہ اور نماز کے لیے تکبیر لازم ہے۔ اسی طرح روایوں کے نام کنیت، جائے سکونت، ولادت و وفات کی تواریخ جانی لازم ہے۔

(۴) مثل اربع: چار کے مثل۔ اول: مسندات۔ دوم: مرسلات۔ سوم: موقوفات۔ چہارم: مقطوعات۔ ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

(۵) فی اربع: چار میں۔ اول: کم سنی۔ دوم: جوانی۔ سوم: ادھیڑ عمر میں۔ چہارم: بڑھاپے میں۔  
(۶) عند اربع: چار حالتوں میں۔ اول: عدیم الفرستی۔ دوم: فرصت کے وقت۔ سوم: کشائش کے وقت۔ چہارم: تنگدستی کے وقت۔

(۷) باربع: چار جگہوں میں پہاڑ، سمندر، آبادی، جنگل

- (۸) علی اربع: چار چیزوں پر پٹھروں پر، ٹھیکروں پر، چمڑوں پر، ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔
- (۹) عن اربع: ان میں سے جو عمر میں بڑے ہوں۔ جو ہم عمر ہوں۔ جو عمر میں کم ہوں۔ اپنے باپ کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ یہ اس کے باپ ہی کی کتاب ہے۔
- (۱۰) لا اربع: چار مقصد کے لیے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے۔ اس پر عمل کرنے کے لیے بشرط یہ کہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اور طلبہ میں اسے پھیلانے کے لیے۔ تالیف کے لیے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔
- یہ دس رباعیان بغیر ان دو رباعیوں کے پوری نہ ہوں گی۔ وہ یہ ہیں:
- (۱۱) الارباع: بغیر ان چار چیزوں کے پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ، علم لغت، علم نحو، علم صرف۔
- (۱۲) مع اربع: ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صحت، قدرت، شوق، قوت حافظہ۔
- جب یہ اڑتالیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔
- (۱۳) ہان علیہ اربع: بیوی، اولاد، مال، وطن
- (۱۴) وابتلی بربع: چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے، دشمنوں کے تیز و نشتر، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن، علما کے حسد سے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو

(۱۵) اکرمه الله في الدنيا بربع: اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا، قناعت کی عزت، ہیبت، علم کی لذت اور حیات ابد۔

(۱۶) واثابه في الآخرة بربع: اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی شفاعت، عرش کے نیچے سایہ جس دن سوائے عرش کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ نبی ﷺ کے حوض کوثر سے جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیاء کرام کا جو ارقس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا اکٹھا تم کو بتا دیا۔ اب تمہیں اختیار ہے، علم حدیث حاصل کرو یا یہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ولید نے کہا: یہ سب سن کر مجھ پر ہول سوار ہو گیا، میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکا دی تو امام بخاری نے فرمایا: اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں تو فقہ حاصل کر لو، اس لیے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لیے بے بے سفر، شہر شہر، قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں، حالاں کہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ختم کر دیا اور فقہ حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ اس میں آگے ہو گیا۔



اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لیے یہ بارہ رباعیاں لابدی تھیں، مگر آج اگرچہ یہ بارہ رباعیاں ضروری نہیں، مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق علم فقہ کو حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ فقہ کے لیے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لیے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہے: کتاب اللہ، اجماع امت، قیاس۔

تو حدیث کے لیے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی۔ کتاب اللہ کے لیے کتنی رباعیاں چاہیے، اجماع امت کے لیے کتنی رباعیاں چاہیے، قیاس کے لیے کتنی رباعیاں چاہیے، اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لیے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھیے کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، ان میں ایک حدیث ہے، تو علم حدیث، علم فقہ کا ایک چوتھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظ حدیث کے لیے یہ بارہ رباعیاں ہوئیں۔ اور فقیہ کے لیے صرف حفظ حدیث کافی نہیں، اس کے لیے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے، وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لیے علم فقہ کو علم حدیث سے آسان کہنا اس بنا پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی، مگر ان کو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا کہ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں، اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں۔ خدا کے یہاں تو العطا یا بقدر البلايا۔<sup>(۱)</sup>

حدیث کی تلاش و جستجو کا شوق اتنا زیادہ تھا کہ آپ خود فرماتے ہیں میں علم حدیث کے طلب کے لیے چھ سال تک حجاز میں رہا، دو مرتبہ مصر، دو مرتبہ شام، دو مرتبہ جزیرہ اور چار مرتبہ بصرہ کا سفر کیا اور بغداد، کوفہ کئی مرتبہ گیا شمار نہیں۔ اہم امر یہ ہے امام بخاری کے والد گرامی کے دو شیوخ جن کا نام امام عبداللہ بن مبارک اور امام حماد بن زید ہے یہ دونوں امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان دونوں طرق سے امام بخاری امام اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہوئے۔ ہم ذیل میں امام بخاری کے واسطے سے سراج الائمہ امام اعظم تک طرق حدیث کے یہی دو نقشہ جات ذکر کر رہے ہیں:

امام بخاری تک امام اعظم کے طرق حدیث:

پہلا طریق:

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن عبدالله بن المبارك عن الإمام أعظم.  
امام اعظم ابو حنيفه

(۱) نزہة القاری، ج: ۱، ص: ۸ تا ۱۰ مقدمہ

(امام اعظم کے شاگرد) عبداللہ بن مبارک

(امام بخاری کے والد) اسماعیل بن ابراہیم

امام محمد بن اسماعیل بخاری

امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔

دوسرا طرق:

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن حماد بن يزيد عن الإمام الأعظم

امام اعظم ابو حنیفہ

(امام اعظم کے شاگرد) حماد بن زید

(امام بخاری کے والد) اسماعیل بن ابراہیم

امام محمد بن اسماعیل بخاری

طرق کی علمی تحقیق:

(۱) امام عسقلانی نے امام بخاری کے والد گرامی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن حماد بن زيد و ابن المبارك.

”اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک دونوں سے روایت کیا ہے۔“

(۲) امام قسطلانی: امام بخاری کے والد گرامی کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة سمع من مالك و حماد بن زيد و صاحب ابن المبارك.

”اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ نے امام مالک اور حماد بن زید سے سماع کیا ہے اور امام عبداللہ بن مبارک کی

مصاحبت میں رہے۔“

(۳) خود امام بخاری نے بھی اپنے والد گرامی کی امام حماد بن زید اور امام عبداللہ بن مبارک سے ملاقات کی تائید

و تصریح کی ہے۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ امام بخاری کے والد اسماعیل بن ابراہیم، امام حماد بن زید، اور امام عبداللہ بن مبارک کے

شاگرد ہیں، اور امام اعظم ان دونوں کے شیخ ہیں، اب اس امر پر محدثین اور ائمہ اسماء الرجال کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

(۴) امام بخاری اپنی کتاب ”التاریخ الکبیر“ میں امام اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

نعمان بن ثابت أبو حنیفة الکوئی: روی عنه: ابن المبارك.

”ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوئی سے عبداللہ بن مبارک نے روایت کیا ہے۔“

(۵) امام علی بن مدینی امام ابو حنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو حنیفة: روی عنه الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید.

”ابو حنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید نے روایت کیا ہے۔“

(۶) ان کے علاوہ امام ابن ابی حاتم نے ”الجرح و التعديل“ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۳: ۳۲۴)

صمیری نے اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص: ۱۲۵)، امام مزنی نے تہذیب الکمال (۲۹: ۴۲)، ذہبی نے سیر أعلام النبلاء (۶: ۳۹۳)، اور امام سیوطی نے تبیيض الصحیفة (ص: ۷۸) میں، امام عبداللہ بن مبارک کا امام اعظم سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔

(۷) اسی طرح صاحب السیرة الشامیة امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے بھی امام حماد بن زید کو امام اعظم کے

شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

(۸) امام عبداللہ بن مبارک کے پاس امام اعظم کا لکھایا ہوا علم موجود تھا۔ انھوں نے کئی مرتبہ امام صاحب کی

کتب لکھیں۔ امام عبداللہ بن مبارک خود فرماتے ہیں:

کتبت کتب ابي حنیفة غیر مرة فکانت تقع فیها زیادات فأکتبها.

میں نے کئی مرتبہ امام ابو حنیفہ کے کتب کو لکھا پس ان میں کوئی اضافہ ہوتا تو میں اسے لکھ لیتا۔

(۹) امام عطیہ بن اسباط امام عبداللہ بن مبارک کا عمل بیان کرتے ہیں:

کان ابن المبارک إذا قدم الکوفة تقدم علی زفر فیغیره کتبه عن ابي حنیفة

فیکتبها، حتی کتبها مرارا.

ابن مبارک جب بھی کوفہ آتے تو امام زفر کے ہاں آتے پس وہ ان کو امام ابو حنیفہ سے مروی اپنی کتب عاریتہ

دیتے تو یہ انھیں نقل کر لیتے یہاں تک کہ انھوں نے کئی بار ان کو نقل کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ امام اعظم سے مروی کتب مسودات اور مخطوطات کی شکل میں ان کے گھر میں موجود تھیں جس بنا

پر لوگ انھیں اہل الرائے بھی کہتے تھے۔

### اصول حدیث کی روشنی میں چند علمی اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) تحقیق کا حاصل پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ روایت حدیث اور فقہ سیکھنے اور سکھانے کو بیان کرنے میں

محدثین کے ہاں مروج مختلف اسالیب کا جائزہ لیا جائے تاکہ تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے اور حقیقت نکھر کر سامنے

آجائے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ محدثین کسی راوی کے روایت کرنے یا سماع کرنے اور کسی فقیہ سے فقہ سیکھنے یا سکھانے

کے لیے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کسی سے روایت کرنے یا سماع کرنے کے لیے محدثین اپنی کتابوں میں روی

فلان عن فلان روى فلان عن فلان روى عنه فلان، سمع فلانا سمع فلان فلانا، سمع فلان من فلان اور سمع منه فلان جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب اس کے برعکس محدثین کا ہی یہ اسلوب ہے کہ وہ کسی فقیہ محدث کے فقہ سکھانے یا سیکھنے کے عمل کو تفقہ بفلان، تفقہ فلان بفلان، تفقہ علی فلان بفلان، تفقہ بہ فلان، تفقہ علی فلان، فلان علی فلان تفقہ فلان جیسے الفاظ سے۔

(۲) امام بخاری محض محدث ہی نہیں بلکہ امام عبداللہ بن مبارک اور امام سفیان ثوری کی طرح امیر المومنین فی الحدیث بھی ہیں ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ روى عنه اور تفقہ بہ کے مابین فرق کو نہ سمجھتے ہوں گے محض لغو اور باطل خیال ہے۔ لہذا جب ”التاریخ الکبیر“ میں وہ بیان کرتے ہیں کہ روى عنه ابن المبارک امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔ اسلوب محدثین کے تحت اس سے مراد یقیناً روایت حدیث ہے نہ کہ تعلیم فقہ۔

(۳) اسی اسلوب کی روشنی میں مندرجہ بالا تمام روایات کے جائزے سے یہی بات ثابت ہے کہ اگر امام بخاری اور دیگر محدث امام اعظم کے شاگردوں امام عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید کو فقہ میں معروف سمجھتے تو ان کے ساتھ فقہ کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ لاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری اور دیگر اکابر محدثین نے امام اعظم کے ساتھ ”روی عنه“ لکھ کر ان حضرات کو آپ کے محدثین شاگرد ظاہر کیا ہے۔

(۴) یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک خود امیر المومنین فی الحدیث ہیں اگر وہ امام اعظم کو معتبر اور ثقہ نہ سمجھتے تو ہرگز بھی آپ سے روایت نہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان ثوری باقاعدہ طور پر آپ کے فقہا تلامذہ میں شامل نہ ہونے کے باوجود بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جو یقیناً علم الحدیث کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس سے بھی امام اعظم کے امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۵) امام بخاری نے اس روایت کو امام اعظم کے ترجمہ اور تعارف میں درج کیا ہے تو اس سے بھی اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس سے امام بخاری کا مقصود، امام ابو حنیفہ کے محدثین تلامذہ میں بیان کرنا تھا۔ لہذا یہی بات ثابت ہوئی کہ امام عبداللہ بن مبارک نے امام اعظم سے حدیث ہی روایت کی۔

(۶) امام عبداللہ بن مبارک کے پاس امام اعظم سے مروی کتب موجود تھیں اور طویل مدت تک امام بخاری کے والد ابن مبارک کی صحبت میں رہے ظاہر بات ہے کہ انہوں نے اپنے تلامذہ کو وہی ذخیرہ علم منتقل کیا جو ان کے پاس تھا۔ اس طرح امام اعظم کی مرویات بذریعہ امام عبداللہ بن مبارک امام بخاری کے والد کو حاصل ہوئیں اور امام بخاری نے کل ذخیرہ علم حدیث جو اپنے والد گرامی کے توسط سے گھر میں وراثہ پایا وہ امام اعظم کا تھا۔ لہذا امام بخاری نے امام اعظم کے ذخیرہ علمی کو حاصل کیا اور یوں بالواسطہ رشتہ تلمذ استوار ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

## امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے معاصرین کی نظر میں

مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی، استاذ جامعۃ المدینہ فیضانِ مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات

جو قوم اپنے محسنوں کے نقوشِ پائے اپنے دل و دماغ کو جلانہ بخشنے، ان کی راہوں پر چلنے سے صرف نظر کرے، ان کی پاکیزہ زندگیوں سے اکتسابِ فیض نہ کرے، انہیں بھول جانے کی حماقت میں مبتلا ہو، وہ بہت جلد صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتی ہے۔ جن بزرگوں نے ہمیں اسلام کی تبلیغ و تشہیر کی راہیں سمجھائیں، اپنے علم و عمل سے نیکیوں کے فروغ کے طریقے سکھائے، ایسے جلیل القدر صاحبانِ علم کی تعلیمات کو عام کرنا ہماری ملی زندگی کے لیے آبِ حیات کا کام دے گی اور اس میں کوتاہی سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے۔

انہیں مقدس نفوس میں سراجِ الاممہ امام الائمہ رئیس المتکلمین زبدۃ المجتہدین استاذ المحدثین شمس الفقہاء بدر الاولیاء جامع شریعت نقیب طریقت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، جن کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”إن أبا حنیفة النعمان من أعظم معجزات المصطفیٰ بعد القرآن“<sup>(۱)</sup>

بے شک امام ابو حنیفہ قرآن کے بعد مصطفیٰ ﷺ کے اعظم معجزات میں سے ہیں۔

امام اعظم کی فقہی بصیرت، علمی جلالت، محدثانہ فقاہت، مسائل کے استخراج میں فہم و فراست پر روشنی ڈالی جائے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، اس مختصر مقالہ میں اس کا احصا ممکن نہیں۔ لہذا آپ کے ہم عصر تابعین علما اور جماہیر و مشاہیر کے اقوال زریں جو آپ کی علمی عظمت پر آج بھی شاہد ہیں قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ آپ کو باری تعالیٰ نے کیسی شان و عظمت عطا فرمائی تھی۔ نیز جو حضرات ان کے تعلق سے پروپیگنڈے کرتے ہیں، وہ کس راہ پر ہیں۔

امام باقر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں: ”آپ کی فقاہت عظیم ہے“:

ابو حمزہ ثمالی فرماتے ہیں کہ: ہم محمد بن علی کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کی بارگاہ میں ابو حنیفہ حاضر ہوئے اور چند مسئلے پوچھے۔ امام محمد بن علی نے جوابات دیئے۔ جب امام ابو حنیفہ چلے گئے تو امام باقر محمد بن علی نے فرمایا: ما

(۱) ردالمحتار جلد: ۱

احسن ہدیہ و ستمہ و ما اکثر فقہہ یعنی اس کا طور طریقہ کیا ہی خوب ہے اور اس کی فقاہت کتنی عظیم ہے۔<sup>(۱)</sup>

### امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی نظر میں: ”آپ اپنے شہر کے سب سے بڑے فقیہ“:

امام ابو حنیفہ کی ملاقات حضرت امام جعفر صادق سے حطیم کعبہ میں ہوئی۔ انھوں نے معانقہ کیا اور خیریت دریافت کی یہاں تک کہ خدام کی بھی، امام ابو حنیفہ کے جانے کے بعد کسی نے پوچھا کہ اے فرزند رسول! کیا آپ اسے جانتے ہیں؟ امام جعفر صادق نے فرمایا:

میں نے تم سے بڑا بے وقوف نہیں دیکھا۔ میں ان کے خدام تک کی خیریت دریافت کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو، کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟ اس کے بعد امام جعفر صادق نے امام اعظم کو ایسے تعریفی کلمات سے نوازا جو آپ کی حقیقی شان کو اجاگر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

”یہ ابو حنیفہ ہیں اور اپنے شہر (کوفہ) کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔“<sup>(۲)</sup>

### امام مغیرہ بن مقسم رضی اللہ عنہما کی نظر میں: ”آپ کی مجلس کی اہمیت“:

جالس أبا حنیفۃ تفقہ فان إبراہیم لو كان حیا لجالسہ۔<sup>(۳)</sup>  
آپ امام ابو حنیفہ کے پاس بیٹھا کریں آپ کو دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوگی۔ اگر امام ابراہیم نخعی باحیات ہوتے تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھتے۔

### امام سلمان بن مہران اعمش رضی اللہ عنہما کی نظر میں: ”آپ کے علم میں برکت دی گئی“:

إنما یحسن الجواب فی هذا ومثله النعمان بن ثابت الخزار أراه بورك له فی علمہ۔<sup>(۴)</sup>  
اس کا اور اس جیسے سوالات کا جواب، نعمان بن ثابت خزار خوب جانتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔  
دوسری جگہ فرماتے ہیں:

علیکم بتلك الحلقة! یعنی حلقة أبي حنیفۃ۔<sup>(۵)</sup>  
لوگوں! تم ابو حنیفہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو۔

(۱) الانتقا، ص ۱۹۳

(۲) الجواهر المضیہ، ج: ۳، ص: ۴۵۸، مطبوعہ حیدرآباد دکن

(۳) مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی، ص: ۱۸

(۴) الانتقا فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقہالابن عبد البر، ص: ۱۹۶

(۵) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ لصیمری، ص: ۷۰

امام ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ فقیہ ہیں“:

عمر بن ہارون سے روایت ہے کہ امام ابن جریج کی بارگاہ میں امام ابو حنیفہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اسکتوا، إنه لفقہ، إنه لفقہ، إنه لفقہ، إنه لفقہ۔<sup>(۱)</sup>

خاموش ہو جاؤ، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں، بے شک وہ فقیہ ہیں۔

امام مسعر بن کدام کی نظر میں: ”کسی پر رشک نہ آیا“:

ما أحسد أحدا بالكوفة إلا رجلين: أبو حنيفة في فقهه والحسن في زهده. مجھے کوفہ میں دو شخصوں کے علاوہ کسی پر رشک نہ آیا (وہ دو شخص یہ ہیں) (۱) ابو حنیفہ پر ان کے فقہ میں اور (۲) حسن بن صالح پر ان کے زہد و تقویٰ میں۔

اور حضرت عبید اللہ بن موسیٰ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے امام مسعر بن کدام سے فرماتے سنا: رحم الله أبا حنيفة! إنه كان لفقها عالما.<sup>(۲)</sup>

اللہ عزوجل امام ابو حنیفہ کو اپنی رداے رحمت عطا فرمائے! بلاشبہ ضرور وہ فقیہ تھے، عالم تھے۔

امام اوزاعی رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ کثرت علم کے مالک تھے“:

حضرت عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کی مکتہ المکرمة میں ملاقات ہوئی اور ان کے مابین محفل علم سچی تو میں نے دیکھا کہ امام اوزاعی آپ سے ان مسائل میں مباحثہ کر رہے ہیں جو رقعہ میں تھے اور آپ ان مسائل کو مزید واضح فرماتے جا رہے ہیں۔ پھر دونوں رخصت ہوئے تو میں نے امام اوزاعی سے ملاقات کی تو انھوں نے فرمایا: غبطت الرجل بكثرة علمه، ووفور عقله، واستغفر الله لقد كنت في غلط ظاهر، الزم الرجل فانه بخلاف ما بلغني.<sup>(۳)</sup>

میں اس شخص کے کثرت علم و عقل پر رشک کرتا ہوں۔ بلاشبہ میں واضح غلطی پر تھا۔ (اے عبد اللہ ابن مبارک!) تم ان کی صحبت اختیار کرو اس لیے کہ یہ ان صفات سے مختلف ہیں جو مجھ تک پہنچی ہیں۔

امام سعید بن ابی عروبہ علیہ الرحمۃ کی نظر میں: ”آپ گویا اسی کام (فقہ) کے لیے پیدا کیے گئے تھے“:

آپ فرماتے ہیں:

(۱) عقود الجمان فی مناقب النعمان، ص: ۱۹۳

(۲) عقود الجمان فی مناقب النعمان، ص: ۲۰۰

(۳) ایضاً، ص: ۱۹۶

یا ابا محمد! ما رأیت مثل ہدایا تأتینا من بلدک من ابي حنیفہ، وددت ان اللہ اخرج العلم الذی معہ إلى قلوب المؤمنین، فقد فتح اللہ لهذا الرجل فی الفقه شیئا کانہ خلق لہ۔<sup>(۱)</sup>  
ابو محمد! میں نے ایسے علمی تحائف (اس سے قبل) نہیں دیکھے جو آپ کے شہر سے ابو حنیفہ کی جانب سے آرہے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اللہ عزوجل ان (ابو حنیفہ) کے علم کو لوگوں کے دلوں کی طرف منتقل فرمادے۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نے اس شخص (ابو حنیفہ) کے لیے فقہ کے دروازے اس طرح کھول دیے گویا وہ اسی کام کے لیے پیدا کیے گئے۔

امام سفیان بن عیینہ علیہ السلام کی نظر میں: ”آپ کا مثل نہ دیکھا گیا“:

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے فرمایا: ما تعلمت عینی مثل ابي حنیفہ۔<sup>(۲)</sup>

ترجمہ: میری آنکھوں نے (امام) ابو حنیفہ جیسا دوسرا نہیں دیکھا

قاضی ابو عبد اللہ الصیرمی سے روایت ہے کہ امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا:

العلماء أربعة: ابن عباس في زمانه، والشعبي في زمانه، وأبو حنیفہ في زمانه، والثوري في زمانه۔<sup>(۳)</sup>

ترجمہ: علما تو چار ہی ہیں: (۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے زمانے میں، (۲) امام شعبی اپنے زمانے میں، (۳) امام اعظم ابو حنیفہ اپنے زمانے میں اور (۴) حضرت سفیان ثوری اپنے زمانے میں۔

### سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”روے زمین کے سب سے بڑے فقیہ“:

محمد بن بشیر فرماتے ہیں: میں سفیان ثوری اور امام اعظم کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تو دریافت فرماتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں تو وہ فرماتے آپ ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں کہ اگر علقمہ اور اسود موجود ہوتے تو وہ ان کے (علم کے) محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ دریافت فرماتے: کہاں سے آئے ہو؟ تو میں جواب دیتا: ابو حنیفہ کے پاس سے تو وہ فرماتے: لقد جئت من عند أفقه الأرض یعنی آپ روے زمین پر موجود (فقہا میں سے) سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آئے ہیں۔<sup>(۴)</sup>

انہیں سے امام اعظم کی شان میں دوسرے مدحیہ کلمات کچھ اس طرح ہیں:

ان كان أبو حنیفہ لیركب من العلم احد من سنان الرمح، كان واللہ شدید الأخذ للعلم، ذابیا عن المحارم متبعا لأهل بلده، لا يستحیل ان یاخذ الا ما صح من آثار رسول اللہ

(۱) اخبار ابي حنیفہ واصحابه لصیرمی، ص: ۷۵

(۲) عقود الجمان، ص: ۱۹۱

(۳) عقود الجمان، ص: ۱۹۱

(۴) عقود الجمان، ص: ۱۹۳



شديد المعرفة بمعرفة الحديث ومنسوخه، وكان يطلب أحاديث الثقات والأخير من فعل رسول الله ﷺ وما أدرك علماء أهل الكوفة في اتباع الحق أخذ به وجعله دينه. (۱)

ابو حنیفہ علم میں نیزے کی انی سے زیادہ تیز راہ پر چلتے تھے، اللہ کی قسم! وہ علم کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، حرام کاموں سے منع فرماتے اور اپنے شہر والوں کے لیے سرچشمہ تھے۔ وہ صرف ان حدیثوں کا لینا جائز قرار دیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ثابت تھیں، وہ ناسخ و منسوخ احادیث کی کامل معرفت رکھتے تھے، وہ مستند راویوں کی روایات اور نبی کریم ﷺ کے آخری فعل کی تلاش میں رہتے تھے اور علمائے کوفہ کی اکثریت میں جسے حق پر پاتے اسے اپنالیتے اور اسے اپنا دین قرار دیتے۔ (۲)

### امام قاسم بن معن رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ کی مجلس سب سے زیادہ فیض رساں“:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پر پوتے حضرت قاسم بن معن جو ایک بلند پایہ محدث و فقیہ تھے، امام اعظم کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک روز کسی نے ان سے کہا: آپ عبداللہ بن مسعود کے بیٹے ہو کر ابو حنیفہ کی غلامی پسند کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

ما جلس الناس إلى أحدنا من مجالسة من أبي حنيفة. (۳)

یعنی ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں کوئی اور جگہ نہیں جہاں لوگ بیٹھتے ہیں۔

### امام مالک رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ کوفہ میں توفیق دی گئی“:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمانے لگے:

هذا أبو حنيفة العراقي، لو قال هذه الأستوانة من ذهب لخرجت كما قال. لقد وفق له الفقه حتى ما عليه فيه كبير مونة. (۴)

”یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، عراق کے رہنے والے ہیں، اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو ویسا ہی نکل آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں ذرا بھی مشقت نہیں ہوتی۔“

(۱) عقود الجمان، ص: ۱۹۴، ۱۹۵

(۲) عقود الجمان، ص: ۱۹۴، ۱۹۵

(۳) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص: ۷۶

(۴) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری، ص: ۷۴

اسی جیسی ایک روایت امام شافعی بیان فرماتے ہیں کہ: آپ نے امام مالک سے پوچھا: کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو امام مالک نے امام اعظم کی قوت استدلال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

نعم، رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهباً لقم بحجته. (۱)  
یعنی: جی ہاں! میں نے انھیں ایسا آدمی پایا کہ اگر وہ تم سے اس ستون کے بارے میں کلام کرتے کہ یہ سونے کا ہے تو وہ اس پر حجت قائم فرمادیتے۔

### قاضی القضاة امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کی نظر میں: ”آپ حدیث صحیح کے بڑے واقف تھے“:

روى القاضى أبو عبد الله الصيمرى عن أبي يوسف، قال: ما خالفت أبا حنيفة في شيء قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه أنجى في الآخرة وكنت ربما ملت إلى الحديث وكان هو أبصر بالحديث الصحيح منى. (۲)

قاضی ابو عبد اللہ الصیمری نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا: میں نے جس مسئلے میں بھی امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر ان کا مذہب ہی آخرت میں نجات دینے والا معلوم ہوا۔ بعض اوقات میں حدیث کی طرف رجحان کرتا تو وہ حدیث صحیح کے مجھ سے زیادہ واقف ہوتے۔

احادیث نبویہ اور ان کی تشریح میں امام اعظم کی نظر کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة. (۳)  
میں نے حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں موجود فقہی نکتوں کے مقامات کا، امام اعظم سے زیادہ جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ ہی کا بیان ہے:

كنا نتكلم أبا حنيفة في باب من أبواب العلم، فإذا قال يقول واتفق عليه أصحابه، أو قال: اتفقنا عليه، درت على مشائخ الكوفة، هل أجد في تقوية قوله حديثاً أو أثراً؟ فرجما وجدت الحديثين أو الثلاثة فاتيته بها، فمنها ما يقبله ومنها ما يردده، فيقول هذا ليس بصحيح أو ليس بمعروف، وهو يوافق قوله، فأقول له: وما علمك بذلك؟ فيقول: أنا عالم بعلم أهل الكوفة. (۴)

(۱) عقود الجمان، ص: ۱۹۰

(۲) عقود الجمان، ص: ۲۹۰

(۳) ایضاً

(۴) ایضاً

ہم علم کے کسی باب میں امام ابو حنیفہ سے گفتگو کرتے جب امام کسی قول پر اپنا فیصلہ دے دیتے اور آپ کے تلامذہ اس پر متفق ہو جاتے یا امام صاحب فرماتے کہ ہمارا اس قول پر اتفاق ہے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس امید پر حاضر ہوتا کہ ان سے کوئی حدیث یا اثر صحابہ، امام کی تائید میں حاصل کروں، چنانچہ کبھی مجھے دو حدیثیں مل جاتیں اور کبھی تین، میں وہ حدیثیں امام کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ ان میں سے بعض کو قبول فرما لیتے اور بعض کو رد فرما دیتے اور فرماتے یہ صحیح نہیں ہے یا معروف نہیں ہے حالاں کہ وہ حدیث ان کے مذہب کے موافق ہوتی، میں عرض کرتا آپ کو اس کا علم کیسے ہے؟ تو فرماتے کہ کوفہ کا تمام علم مجھے حاصل ہے۔

### امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی نظر میں: ”آپ سب سے بڑے فقیہ“:

آپ فرماتے ہیں: ما رأیت أحدا قط تکلم فی الفقه أحسن من أبي حنیفة. (۱)  
میں نے کبھی کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو فقہ میں امام اعظم سے عمدہ کلام کرتا ہو۔

خطیب بغدادی سے روایت ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

كان أبو حنیفة أفقه الناس، ما رأیت أفقه منه. (۲)

امام اعظم ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے۔ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہ دیکھا۔

الخیرات الحسان میں امام ابن مبارک کا امام اعظم کے متعلق قول یوں منقول ہے:

إن كان الأثر قد عرف احتیج إلى الرأي، فرأى مالك وسفيان وأبي حنیفة. أبو

حنیفة أحسنهم وأدقهم فطنة واغوصهم على الفقه، وهو أفقه الثلاثة. (۳)

یعنی: اگر کسی معروف اثر میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، سفیان اور ابو حنیفہ کی رائے لینی چاہیے، اور ابو

حنیفہ ان میں سب سے زیادہ اچھے اور دقیق نظر والے ہیں اور وہ تینوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

ایک مرتبہ ابن مبارک کی مجلس میں ایک شخص آیا اور امام اعظم ابو حنیفہ کی شان میں بے ادبی کا مرتکب ہوا تو آپ

نے اس شخص سے فرمایا:

ويحك! اتقع في رجل صلي خمسا وأربعين سنة خمس صلوات على وضوء واحد، وكان

يجمع القرآن في ركعتين، وتعلمت الفقه الذي عندي من أبي حنیفة.

تیری خرابی ہو! تو ایسے شخص کی شان میں بے ادبی کرتا ہے جس نے پینتالیس سال پانچوں نمازیں ایک ہی وضو

(۱) تہذیب الاسما واللغات، ج: ۲، ص: ۵۰۴

(۲) عقود الجمان، ص: ۱۹۲

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۴۵

سے پڑھیں اور وہ دور کعتوں میں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے تھے، میں نے فقہ انہی سے سیکھا۔

**امام ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”آپ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ“:  
آپ فرماتے ہیں:

كان النعمان بن ثابت أفضه أهل زمانه. (۱)

یعنی: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔

**امام وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”فقہ ابو حنیفہ کی اہمیت“:

آپ اپنی مجلس میں موجود محدثین حضرات سے فرمایا کرتے: اے جماعت محدثین! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور اس کے معانی سے آگاہی حاصل نہیں کرتے، اسی میں تمہاری عمر ضائع ہو جائے گی ”و ددت ان یجتمع لی عشر فقہ ابي حنیفة.“ علاں کہ میری خواہش ہے کہ مجھے ابو حنیفہ کے فقہ کا دسواں حصہ ہی نصیب ہو جائے۔ (۲)

**امام یحییٰ بن سعید القطان رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم“:

آپ فرماتے ہیں: ماسمعنا احسن من رأی ابي حنیفة، ولقد اخذنا باكثر اقواله. (۳)

ہم نے ابو حنیفہ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لیے ہیں۔

آپ امام اعظم کی حدیث و تفسیر میں وسعت نظر کا اعتراف ان الفاظ میں فرماتے ہیں: إنه والله لأعلم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله. (علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کا مقام) قسم بخدا! ابو حنیفہ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

**ابن یحییٰ الحمزنی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”ہر شعبہ خیر میں فائق“:

ابو محمد حارثی، ابن یحییٰ حمزنی سے راوی ہے، آپ نے فرمایا:

ماضمت أبا حنیفة إلى أحد من أهل زمانه ممن لقيته وممن لم القهم في كل باب من أبواب الخير إلا رأيت لأبي حنیفة الفضل عليهم. وما لقيت أحدا قط أفضل منه ولا أروع منه ولا أفضه منه. (۴)

(۱) مناقب الامام ابي حنیفة واصحابه، ص: ۱۸

(۲) مناقب الامام الاعظم ابي حنیفة للکردری، ص: ۹۷

(۳) تبييض الصحیفة بمناقب ابي حنیفة للسیوطی، ص: ۱۰۰

(۴) عقود الجمان فی مناقب النعمان، ص: ۱۹۹

میں نے امام ابو حنیفہ کے ساتھ ان کے ہم عصر میں سے جس کسی کو بھی، ابواب خیر میں سے کسی باب میں رکھا، خواہ ان سے میری ملاقات ہو یا نہ ہو، تو میں نے امام ابو حنیفہ کی، لوگوں پر فضیلت پائی اور میں نے کسی کو بھی ان سے بڑھ کر نہ فضیلت والا پایا، نہ تقویٰ والا اور نہ ہی ان سے بڑھ کر فقیہ پایا۔

### امام یزید بن ہارون کی نظر میں: ”اپنے عہد کے سب سے بڑے حافظ الحدیث“:

امام حسن بن حماد سجادہ بیان فرماتے ہیں: میں اور ابو مسلم مستملی امام یزید بن ہارون کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جو خلیفہ منصور بن مہدی کے دولت کدہ میں مہمان تھے۔ ہم ان کے کمرے میں گئے تو ابو مسلم نے ان سے عرض کیا: اے ابو خالد! آپ ابو حنیفہ اور ان کی کتابوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

أَنْظُرُوا فِيهَا أَنْ كُنْتُمْ تَرِيدُونَ أَنْ تَفْقَهُوا فإني مارأيت أحدا من الفقهاء يكره النظر في قوله، ولقد احتال الثوري في كتاب الرهن حتى نسخه.<sup>(۱)</sup>

اگر تم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان کی کتابوں میں غور و فکر کرو اس لیے کہ میں نے کسی بھی فقیہ کو ان کے قول میں غور و فکر کو ناپسند کرتے نہیں دیکھا۔ امام سفیان ثوری نے ان کی کتاب الرهن میں غور و فکر کیا یہاں تک کہ انھوں نے اسے نقل کر لیا۔

امام یزید بن ہارون ہی نے دوسرے موقع پر فرمایا:

كان أبو حنيفة تقيا نقيًا زاهدا عالما، صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه، سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول إنه ما رأى أفقه منه.<sup>(۲)</sup>

یعنی: امام اعظم متقی و پرہیزگار، پاکباز و پارسا، (دنیا سے) بے نیاز عالم، صداقت شعار اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ میں نے ان کے ہم عصر میں جس کو پایا یہی کہتے پایا کہ: اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔

اسی طرح جب آپ سے سوال کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ اور سفیان میں کون افقہ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

سفيان أحفظ للحدیث، وأبو حنيفة أفقه.<sup>(۳)</sup>

سفیان حدیث کے بڑے حافظ اور ابو حنیفہ بڑے فقیہ ہیں۔

(۱) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للضمیری، ص: ۶۵

(۲) عقود الجمان للصالحی الشافعی، ص: ۱۹۸

(۳) عقود الجمان للصالحی الشافعی، ص: ۱۹۴

**ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”آپ کے شاگرد، سفیان سے زیادہ فقیہ ہیں“:

امام ضرار بن مردبان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعاصم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا فقیہ کون ہے ابو حنیفہ یا سفیان؟ تو انھوں نے ارشاد فرمایا:

غلام من غلمان ابي حنيفة أفتق من سفیان<sup>(۱)</sup>

ابو حنیفہ کا شاگرد سفیان سے بڑا فقیہ ہے۔

**امام محمد بن سماعہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”کثیر حدیث والے“:

آپ فرماتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہ نے اپنی کتابوں میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں پیش کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے آثار صحابہ کا انتخاب کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

**امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شعبہ علیہ السلام کی نظر میں:** ”آپ نور علم کی ضیا“:

حضرت شعبہ نے آپ کے وصال پر دعائے خیر کے بعد فرمایا: اہل کوفہ سے نور علم کی ضیا چلی گئی۔ اب یہ لوگ ان جیسا قیامت تک نہیں دیکھیں گے۔<sup>(۳)</sup>

**عبداللہ بن داؤد الخریبی رضی اللہ عنہ کی نظر میں:** ”آپ کی کتاب جہالت سے نجات دینے والی ہے“:

ابو عبداللہ الصمیری روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الخریبی فرماتے ہیں:

من أراد أن يخرج عن العمى والجهل ويجد حلاوة الفقه فلي نظر في كتب أبي حنيفة.<sup>(۴)</sup>

جو جہالت سے نکل کر فقہ کی مٹھاس پانا چاہے اسے ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اکابر محدثین و فقہاء کی ان آرا کے سامنے دورِ حاضر کے جاہل، عنید، اور سفہا کا یہ کہنا کہ امام اعظم ابو حنیفہ علم

حدیث کے واقف کار نہ تھے، سوائے جہالت اور عداوت و بغض کے کچھ نہیں۔ اللہ رب العزت امام اعظم کے فیضان

کو عام و تمام فرمائے اور ہمیں اس کی برکات سے مستفیض فرمائے اور عصرِ حاضر کے جاہلوں، خدا اور سول کے دشمنوں اور

مقربین بارگاہ کے گستاخوں کے شر سے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی حفاظت و صیانت فرمائے۔ آمین۔

(۱) تاریخ بغداد للخطیب، ج: ۳، ص: ۳۴۲

(۲) الجواهر المضية، ص: ۴۷۴

(۳) اخبار ابي حنيفة، ص: ۶۶، ۷

(۴) عقود الجمان للصالحی الشافعی، ص: ۱۹۸

(۱) تاریخ بغداد للخطیب، ج: ۳، ص: ۳۴۲

(۲) الجواهر المضية، ص: ۴۷۴

(۳) اخبار ابي حنيفة، ص: ۶۶، ۷

(۴) عقود الجمان للصالحی الشافعی، ص: ۱۹۸

باب چہارم  
افکار و نظریات اور  
اجتہادی کارنامے



امام اعظم اور اصلاح عقائد و اعمال  
 امام اعظم اور ان کا طریقہ اجتہاد  
 رفع یدین اور احناف کا موقف  
 یزید پلید کے تعلق سے امام اعظم کا موقف  
 اجتہاد و تقلید کی شرعی حیثیت  
 محدثین اور تقلید ائمہ  
 امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ  
 مذاہب اربعہ کی ضرورت و اہمیت  
 ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم  
 رفع یدین اور فقہ حنفی  
 فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام



## امام اعظم اور اصلاح عقائد و اعمال

مفتی حامد القادری تبغی مصباحی، خانقاہ قادری تھتیاں شریف، مظفر پور (بہار)

سراج الائمہ، کاشف الغمہ، امام الائمہ، حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فہ میں ۸۰ھ میں رونق افزائے سخن عالم ہوئے۔ آپ نے پہلا حج اپنے والد گرامی کے ہمراہ ۱۶ سال کی عمر میں کیا۔ آپ نے کل ۵۵ حج کیے۔ ۲ شعبان ۱۵۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وصیت کے مطابق ”خیزران“ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ حضور سیدنا امام اعظم کی مختصر مگر گراں قدر شہرہ آفاق کتاب ”الفقہ الاکبر“ سے میں نے عنوان مضمون کے سلسلے میں اکتساب فیض و اکتساب نور کیا ہے۔ یقیناً مذکورہ کتاب ایک آئینہ کی حیثیت رکھتی ہے، جو شخص بھی اس آئینے کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان و عقائد اور اعمال و اخلاق یعنی اپنے ظاہر و باطن اور قلب و قالب کے خدو خال کو سنوارنا چاہے گا، اس کو اس کتاب سے پوری رہنمائی و دستگیری حاصل ہوگی۔

حضرت امام نے اپنے مبارک رسالہ کا نام ”الفقہ الاکبر“ رکھا۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس کے مندرجات و مشتملات کو اپنے دل میں جگہ دے گا، اپنے اعضا و جوارح کو ان کا پابند عہد کرے گا، اس کا عقیدہ بھی درست ہوگا اور اس کے اعمال بھی صحیح ہوں گے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی بارگاہ میں بھی بڑی سوجھ بوجھ والا، اور اچھی سمجھ والا قرار دیا جائے گا۔ اور عند الناس بھی وہ قابل احترام و لائق اعتنا ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کوئی ان تصریحات و تشریحات سے اعراض و روگردانی کرے گا، وہ اپنے کو ہزار عقل کا پہاڑ اور فہم و دانش کا آسمان جانے، سوجھ بوجھ والا ہرگز نہیں ہوگا۔ بھلا وہ بھی کوئی عقل و شعور والا ہوگا جو اپنے پیدا کرنے والے کو نہ مانے، اس کی کروڑوں نعمتوں سے دن رات فائدہ اٹھانے کے باوجود اس کی ناشکری کرے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسا شخص انسان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ سچ فرمایا میرے رب کریم نے: **أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ** (۱) فقہ اکبر کی چند نگارشات کو اپنے مضمون میں شامل کر رہا ہوں، اور ان سے عقائد و اعمال کی اصلاح کے جو بیش بہا پہلو نمایاں ہوتے ہیں، ان کی طرف قارئین کی توجہ ان شاء اللہ تعالیٰ مرکوز کراؤں گا۔

حضرت امام نے اپنی کتاب کا آغاز ”اصل التوحید و ما یصح الاعتقاد علیہ“ سے کیا ہے۔ جس سے صاف اشارہ ملتا ہے کہ اعمال سے پہلے آدمی کو توحید باری تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توحید پر ایمان و اعتقاد کے بعد ہی دیگر اعمال، برگ و بار لاسکتے ہیں۔ اگر توحید و ایمان کی جرکت گئی تو اس کی عملی زندگی بے برگ و بار، وبے گل و اثمار رہے گی۔

موجودہ دور کی اسے بڑی ستم ظریفی کہیے کہ توحید کے نام پر کچھ نفس کے پجاریوں اور خوش کے بندوں نے ایسی ایسی بکواسیں کی ہیں کہ شرم کو بھی شرم آتی ہے اور حیا کو بھی لاج لگتی ہے۔ قرآن پاک و احادیث مبارکہ کے ارشادات و فرمودات سے یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ توحید باری تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا اللہ کو بھی مانے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو بھی مانے گا۔ وہ شخص ہرگز موحد و مومن نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو تو مانے، لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بات کا بھی انکار کر دے۔ صرف اللہ کو ماننا اور اللہ کے علاوہ کسی کو نہ ماننا یہ شیطانی توحید ہے، رحمانی توحید ہرگز نہیں۔ شیطان کا جرم تو یہی تھا کہ وہ اللہ کو ماننے کا بانگ دہل اعلان و اقرار کرتا تھا لیکن اللہ کی ماننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ رحمانی اور اصلی توحید یہی ہے کہ خداوند قدوس کو بھی مانے اور اس نے جن جن باتوں کے ماننے کا حکم فرمایا ہے، ان سب کو بھی مانے۔

ماضی قریب میں مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے اتباع و ذریعات نے شیطانی توحید کو بحال کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اس وقت اس کام کے لیے امریکی ڈالر اور سعودی ریال کا بھر پور استعمال کیا جا رہا ہے۔ وہابیت کی اس تحریک نے پوری قوم مسلم کو اختلاف و انتشار کی آگ میں جھونک دیا ہے۔ بانی وہابیت، نازش دیوبندیت، فخر غیر مقلدیت اسماعیل دہلوی نے ص: برعکس نہند نام زنگی کافر، کے مطابق ”تقویۃ الایمان“ نام کی ایک نہایت بول آزار، ایمان شکن، کفر پرورد اور شرک افزا، کتاب لکھی جس میں متعدد مقام پر لکھا کہ صرف اللہ کو مانے۔ اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مانے یہاں تک کہ اس نے افترا و بہتان باندھا کہ انبیائے کرام کی بعثت کا مقصد توحید ہی ہے تھا کہ وہ لوگوں کو صرف خدا کو ماننے کا حکم دیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

یہاں اس امر کا انکشاف میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کی ہزار سالہ مسلم حکومت کا خاتمہ، انگریزوں کی فریب کاریوں اور خفیہ سازشوں کا نتیجہ تھا۔ انگریز جانتے تھے کہ اگر مسلمان متحد ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیں تو انگریزوں کے قدم جلد ہی اکھڑ جائیں گے۔ حالانکہ وہ شاطر دماغ انگریزوں نے مسلمانوں کو متحد ہونے سے روکنے کے لیے کچھ مولویوں کو خریدا، جو مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے رہیں، اور انگریز چین و سکون سے ہندوستان پر حکومت کرتے رہیں۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ دنیا دار مولویوں کو روپے دے دے کر مسلمانوں کو لڑانے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا

کرایا۔ اس کام کا آغاز تقویۃ الایمان نامی کتاب سے ہوا۔ رشید احمد گنگوہی کے نزدیک تقویۃ الایمان کا درجہ قرآن سے بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ گنگوہی کے نزدیک تقویۃ الایمان کا پڑھنا، عمل کرنا، اور ہر گھر میں اس کتاب کا رکھنا، عین اسلام ہے۔ حالانکہ دنیا کو معلوم ہے کہ قرآن کا پڑھنا عمل کرنا اور اس کو ماننا تو ایمان و اسلام ہے، مگر ہر گھر میں رکھنا عین اسلام نہیں۔ آج بھی مسلمانوں کے بہت گھرایسے ہیں جن میں قرآن پاک کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔

المختصر مذکورہ رسوائے زمانہ کتاب، انگریزوں نے لکھوائی اور اس کا پہلا اردو ایڈیشن، انگریزوں نے کلکتہ سے چھپوایا، اور مفت تقسیم کرائی۔ پھر اس کا انگریزی ترجمہ، برطانیہ میں چھپوایا گیا اور مفت تقسیم کرایا گیا۔ دہلوی کو خود اعتراف ہے کہ اس کتاب سے فتنہ پھیلے گا، لڑائی جھگڑا ہوگا، جیسا کہ ارواحِ ثلاثہ میں مذکور ہے۔ بعدہ یکے بعد دیگرے قاسم نانوتوی کی کتاب ”تخذیر الناس“ رشید احمد اور خلیل احمد کی کتاب ”براہین قاطعہ“ اور اشرف علی کی کتاب ”حفظ الایمان“ آئی گئی، اور مسلمانوں کے آپس میں لڑانے کا انگریزی منصوبہ کامیابی سے ہم کنار ہوتا رہا۔

مخلاف خداوند قدوس ہمارے علمائے اہل سنت کی قبروں کو انوار و تجلیات کا گہوارہ بنانے کے لئے انھوں نے مسلمانوں میں، انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا حکم صادر فرمایا، اور میدان جنگ میں کود پڑے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جن علمائے اہل سنت نے عام مسلمانوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو ملک سے بھاگنے پر مجبور کیا، ان کا نام تاریخ کے صفحات سے کھراج کھر مٹا دیا گیا اور جن علمائے دیوبند نے انگریزوں کی حمایت میں یا افغانستان کے مسلمانوں سے لڑائی کی، اور دورانِ سفر اپنی اہمیا شیوں کی داستان رقم کر گئے، وہ آج جنگ آزادی کے ہیروز مشہور کیے جا رہے ہیں۔ ناطقہ سربہ گزریاں ہے اسے کیا کہیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امام اعظمؒ کے توحید کے عقیدہ کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی ہے: **ان یقول الامننا باللہ وامننا بکتبہ ورسولہ والیعتہ بعد الموت والقدر خیرہ وشرہ امن اللہ بعنی ایمان و عقیدہ** کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اقرار کرے کہ وہ اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو، موت کے بعد اٹھائے جانے کو اور تقدیر کی اچھائی برائی، اللہ کی طرف سے ہونے کو ماننے، تقویۃ الایمان، توحید اور شیطانی عقیدہ کی شیخی کرانے والی یہ عبارت، تمام حنیفوں بلکہ اسلام و ایمان کا دعویٰ کرنے والے تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ جنت میں رہنے والے شیطان کو اس کی اپنی سوچ والی توحید، جنت سے دور کر دیتی ہے تو اسے شیطانی توحید کے علم بردار و اتم توحید سے باہر ہوا اندر کیسے جاسکے؟ قافہم؟

مذکورہ بالا قول امام میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ماننے اور اس پر ایمان رکھنے کا تذکرہ کیا گیا۔ لفظ ”اللہ“ سالکی کائنات کے پیدا کرنے والے خالق و مالک کا اسم ذاتی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے نام ہیں وہ سب صفاتی ہیں۔ سیدنا الامام کے نزدیک لفظ ”اللہ“ ہی اسم اعظم ہے۔ اللہ کی ذات تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع ہے۔ اس بارگاہ میں

عیب و نقص اور کمزوری کا گزر نہیں۔ خداوند قدوس کے صفاتی نام میں سے حیوۃ، علم، قدرت، کلام، سمع اور بصر، ارادہ کو صفات ذاتی کہا جاتا ہے۔ پھر صفات فعلی میں تخلیق، تزیین، انشاء، ابداع اور صنع وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات کریم تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع ہے۔ پھر آج کے کچھ نام نہاد ملاؤں کا خداوند قدوس کے لیے جھوٹ بولنے یا جھوٹ بول سکنے، یا اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے عالم الغیب نہیں بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے۔ جیسی بکو اس کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خدا بھی جی ہے، علیم ہے، متکلم ہے، سمیع ہے، بصیر ہے، اور انسان کو بھی اللہ تعالیٰ نے جی، علیم، متکلم، سمیع، بصیر بنایا۔ کیا انسان خدا کے برابر اور اس کی صفات میں شریک ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ یہ مسئلہ آج بھی بہت سے لوگوں کے گلے نہیں اتر رہا ہے۔ ایسے کج فہموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، قدیم، ابدی اور ضروری ہیں۔ لیکن انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ عطائی، حادث اور زوال پذیر ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو آدمی کی طرح کی صفات سے متصف مانے یا آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرح صفات والا مانے، دونوں صورتوں میں کفر لازم ہے۔ نہ آدمی خدا کی طرح جی و علیم ہے، اور نہ اللہ تعالیٰ آدمی کی طرح جی و علیم ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی روشن ہو گئی کہ جو لوگ رسول کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور غیب ماننے والے کو مشرک قرار دیتے ہیں، انہیں اپنی خردمانی کا علاج کرانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا علم غیب ذاتی، قدیم اور واجب ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جو علم ہے وہ عطائی اور حادث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلی اور انسانوں کی بعض صفات میں مذکورہ فرق و امتیاز کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ حضرت جبریل کا حضرت مریم سے یہ کہنا کہ میں تجھے صاف ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں۔ یا حضرت عیسیٰ کا یہ کہنا کہ میں مٹی سے چڑیا بناتا ہوں اور پھونک مار کر اسے اڑنے کی طاقت عطا کرتا ہوں، مبروص اور اندھے کو اچھا کر دیتا ہوں۔ گھر میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے اور کیا چھپا رکھا ہے سب جانتا ہوں، اسی قبیل سے ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا ذکر ہوا۔ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں، انہیں انسان کی پیدائش سے بہت پہلے پیدا کیا گیا۔ یہ بات بخوبی سمجھ میں آنے والی ہے کہ آدمی جس پر ایمان رکھے گا، اس کا احترام و عظمت دل میں رکھے گا۔ اس کے خلاف، دل میں کوئی بغض و کینہ نہیں رکھے گا۔ نیز ان کے بارے میں کوئی ایسا لفظ زبان سے نہیں نکالے گا جو فرشتہ کی شان رفیع سے کم تر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ملک الموت علیہ السلام کو تھپڑ مارنا، جس سے ان کی آنکھ بہ گئی۔ یہ واقعہ حق ہے، لیکن اس کو اس طرح بیان کرنا جس سے فرشتہ کی توہین و تحقیر ہو یہ کفر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ تمام آسمانی کتابیں حق ہیں۔ لیکن آج کسی انسان کو ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پر ایمان بھی رکھے اور اسی کے حکم کے مطابق زندگی کے روز و شب بسر کرے

عزت، اللہ کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے اور تمام مومنین کے لیے ہے۔ رسولوں میں بعض کو اللہ نے بعض پر فضیلت دی۔ حضرت موسیٰ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور مرتبے والے ہیں۔ ان ساری آیتوں کے خلاف اسماعیل دہلوی کا یہ لکھنا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔ یہ قرآن پر ایمان لانا ہرگز نہیں کہلائے گا۔ دہلوی نے اپنی گندی کتاب میں چار کو بڑا اور عزت والا جانا، اور اللہ کی تمام مخلوق خواہ وہ انبیاء اولیا ہوں یا فرشتے یا جن و انس، سب چار سے ذلیل ہیں معاذ اللہ۔ اسی طرح قاسم نانوتوی کا حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ختم نبوت کا انکار، فی الحقیقت قرآن پاک کا انکار ہے۔ یوں ہی رشید احمد گنگوہی کا ”امکان کذب باری تعالیٰ“ کا قول، قرآن پاک کو جھٹلانا ہے۔ اشرف علی تھانوی کا حضور ﷺ کے علم غیب کو جانوروں، پانگوں کے علم سے تشبیہ دینا، قرآن پاک کی تکذیب کے مترادف ہے۔

عقیدہ کے اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ آدمی قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ اور حساب و میزان عمل کو تسلیم کرے۔ جو آدمی یہ سمجھ لے کہ اس کے کسی عمل کا جواب کسی کے سامنے نہیں دینا ہے، وہ کبھی بھی جرائم کے ارتکاب میں کسی طرح کی دقت اور رکاوٹ محسوس نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ جان لے کہ اسے قیامت میں خداوند قدوس کے سامنے زندگی کے تمام کاموں اور کارناموں کا حساب دینا ہے، وہ آدمی کبھی گناہوں کے ارتکاب کی جرأت نہیں کرے گا۔ منکرین قیامت کی آبادی میں گناہوں کی کثرت اور برائیوں کی بہتات، میری باتوں کی واضح تصدیق و شہادت ہے: بابر بہ عیش و کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

حساب اور میزان عمل کا عقیدہ آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور معاشیات و معاشرت میں ہر آن حکم خداوندی اور رضائے رسول اکرم ﷺ کی پابندی کرے۔ اور محرمات و منکرات کے قریب بھی نہ بھٹکے۔ ورنہ کل میدان قیامت میں، اسے سخت شرمندگی و محرومی اور خسران و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سیدنا الامام کی ایک اور تحریر زیب نظر رہے، آپ فرماتے ہیں:

”والانبياء عليهم السلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر.“

یعنی تمام انبیاء کرام، تمام چھوٹے بڑے گناہوں اور کفر سے پاک اور معصوم ہیں۔ معصوم ایسے شخص کو کہتے ہیں جس سے گناہ کا ارتکاب ہو ہی نہ سکے۔ معصوم صرف پیغمبر اور فرشتے ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس! کہ آج کچھ ناعاقبت اندیش لوگ چھوٹے چھوٹے بچوں کو معصوم کہنے اور لکھنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ پیغمبر اور فرشتوں کے علاوہ کسی کو معصوم نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے گناہوں سے ضرور محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن کس طرح حیرت و شرم کی بات ہے کہ علمائے دیوبند، مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اور پیغمبر ﷺ کی عصمت کے خلاف، دریدہ دہنی میں کوئی

کو تا ہی نہیں کرتے۔ اشرف علی تھانوی نے پشتی زیور میں لکھا ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں لیکن اپنے ہی بات کی وجہی اڑاتے ہوئے ترجمہ قرآن میں رسول و شہنی کا جیسا گھوننا مظاہرہ کیا ہے، وہ مذویوں، دیوبندیوں، قاسمیوں اور تبلیغیوں کے لیے مقامِ عبرت ہے۔

سورہ فتح کی ابتدائی آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے تھانوی نے لکھا ہے: ”اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو بخش دے“۔ اس ایک جملہ میں دیوبندیوں کے حکیم الامت نے ایسی میزائل داغ ڈالی کہ اس سے اس کے عقیدہ توحید کی عمارت بھی منہدم ہو گئی اور رسالت کے تاج محل کو بھی زمین بوس کر دیا۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق جب پیغمبر کے دائرہ حیات میں گناہ کا کوئی گزر نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو معاف کیا یعنی خدائے وہ کام کیا جس کا وجود پیغمبر کی زندگی میں ہی نہیں بالفاظ دیگر خدائے فالتوا اور فضول کام کیا اور خدا کا کوئی کام فالتو نہیں ہوتا۔ اس طرح ایوان الوہیت کو ڈانٹا کر دیا۔ اور پیغمبر کے واسطے عصمت کو یوں تار تار کیا کہ وہ پہلے ہی گناہ کرتے تھے اور آئندہ بھی گناہ کرتے رہیں گے۔ خدا اور رسول جل جلالہ و علیہ السلام تو گناہوں کو مٹانا چاہتے ہیں لیکن خدا ایسے کو پیغمبر منتخب فرماتا ہے جو ماضی اور مستقبل میں ہمیشہ گناہ گار رہے۔ (معاف اللہ)۔

حقیقت کا دعویٰ کرنے والے ان نجدیوں، دیوبندیوں، قاسمیوں اور رشیدیوں نے حقیقت میں نہ قرآن پاک کو سمجھا ہے اور نہ مانا ہے۔ جس کا ایک نمونہ اور ملاحظہ کیا جائے، سورہ دلضحیٰ میں ایک آیت مبارکہ ہے:

وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۗ ﴿۱﴾

جس کا معنی تھانوی نے لکھا ہے: ”میں نے آپ کو گمراہ دیکھا اور آپ کو راستہ دکھایا۔“ اور آیت کا ترجمہ ہے: ”اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پلایا تو راہِ دہنے دی“۔ سوال یہ ہے کہ حضور ﷺ شریعت سے کب بے خبر تھے؟ حضرت آدم جمل وقت آپ و گل کی منزل میں تھے، اس وقت حضور ﷺ بھی تھے، پیدل ہوئے ہی عرفانِ ذاتِ خداوندی کا اعلان فرمایا۔ ساتھ ہی حمدِ باری تعالیٰ کے ساتھ اپنی گناہ گار میت کے لیے دعا کر م و مغفرت فرمائی۔ خداوندِ قادر و سلہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)۔

خاتمہ بحث پر اتنی بات ضرور یاد رہنی چاہیے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عقیدہ و عمل کی اصلاح کے لیے جو معیار قائم فرمایا ہے، اس کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے۔ اچھا عقیدہ اولاً اچھا عمل ہی انسان کو قیامت میں سرخروئی اور جنت کی نعمت سے مالا مال کرنے کا اور درجات کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ گانہ فقط تو اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اللہم اوفقنا بقنا تخب۔ و ترضیٰ۔

(۱) الضحیٰ: ۷

## امام اعظم اور ان کا طریقہ اجتہاد

مولانا محمد صلاح الدین رضوی، استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا دوری، سیتا مڑھی، بہار

چوں کہ دنیا میں سب سے زیادہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہی مقلدین اور فقہ حنفی پر ہی عمل کرنے والے پائے جاتے ہیں اسی لیے غیر مقلدین اپنے باطل نظریات کو فروغ دینے کے لیے زیادہ تر فقہ حنفی ہی کو اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے ناواقف لوگوں پر یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کا قرآن و حدیث اور اقوال سلف سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف حضرت امام اعظم کی خود ساختہ آراء کا مجموعہ ہے جب کہ فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں دلیل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد کتاب و سنت اور اجماع امت پر ہے۔ اگر ان اصول میں کوئی حکم نہ ملتا تو قیاس کو استعمال فرماتے اور ترتیب بھی کوئی اختراعی نہیں ہے بلکہ اس حدیث پاک ہی سے مستفاد ہے:

حضور سید المرسلین ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی مقرر فرمایا تو پوچھا: اے معاذ! تم فیصلہ کن بنیاد پر کرو گے؟ عرض کیا: کتاب اللہ سے، پھر پوچھا: اس میں نہ پاؤ گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: سنت رسول اللہ سے فیصلہ کروں گا، پھر پوچھا: اس میں بھی نہ پاؤ گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا: اس وقت اچھی طرح غور و خوض کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سن کر سید المرسلین ﷺ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے۔<sup>(۱)</sup>

چوں کہ دلیل شرعی کی حیثیت سے اجماع امت کا وجود حضور سید المرسلین ﷺ کے زمانہ مبارک کے بعد ہوا اس لیے یہاں اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ اصول الشاشی بحث اجماع میں ہے:

بعد ما توفی رسول اللہ ﷺ فی فروع الدین حجة.

اجماع امت، حضور کی وفات کے بعد دین کے احکام میں حجت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے اس ضابطہ اور طریقہ اجتہاد پر اتنی مضبوطی سے کار بند تھے کہ کبھی بھی آپ نے

(۱) مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۲۴

قیاس کو حدیث شریف پر ترجیح نہ دی جس پر یہ واقعہ بھی شاہد ہے:

مدینہ شریف میں امام اعظم کی جب امام باقر سے ملاقات ہوئی تو اسی درمیان امام باقر نے کہا تم وہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث کو رد کرتے ہو؟ اس پر امام اعظم نے عرض کیا: معاذ اللہ! حدیث کو کون رد کر سکتا ہے۔ حضور اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت مل جانے کے بعد امام اعظم نے عرض کیا: حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ فرمایا: عورت، عرض کیا: حضور وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا؟ تو امام اعظم نے عرض کیا: حضور اگر میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دو نا حصہ دینے کا حکم دیتا، پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ فرمایا: نماز، عرض کیا: قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے، اگر میں احادیث کے علاوہ قیاس سے حکم کرتا تو حائضہ کو نماز کی قضا کا بھی حکم دیتا۔

اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح قیاس تو قیاس ہے خبر واحد سے بھی کتاب اللہ کے مطلق کو مقید بھی نہیں فرماتے۔

امام عبد الوہاب شعرانی رقم طراز ہیں:

ابو مطیع نے کہا کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھا کہ اسی درمیان امام جعفر صادق، حضرت سفیان ثوری، حضرت مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہائے کرام وہاں پہنچے، ان حضرات نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے، اس پر حضرت ابو حنیفہ نے ان لوگوں کے سامنے اپنے وہ مسائل پیش کیے جن میں آپ نے قرآن و سنت کے مقابل قیاس کو ترک فرما دیا تھا اور صبح سے قبل زوال تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا، اس میں آپ نے اپنے اجتہاد کے اصول و ضوابط بتائے کہ سب سے پہلے میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ پر پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں قوی تر پر اس کے بعد ان اصول پر قیاس کرتا ہوں۔ پھر آپ نے ان اصول پر نکالے ہوئے مسائل کو بیان بھی کر دیا جس سے ان حضرات نے مسرور ہو کر آپ کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: آپ علماء کے سردار ہیں، ہم نے غلط فہمی میں جو کچھ آپ کو کہا ہے اسے معاف کر دیں، حضرت امام اعظم نے فرمایا: اللہ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔<sup>(۲)</sup>

غیر مقلدین اپنی باتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے حضرت امام اعظم پر اس طرح کے بے بنیاد الزامات بھی لگاتے ہیں:

(۱) عقود الجمان: ثامن، مناقب للموفق

(۲) میزان الشریعة الکبریٰ



لوگوں کا معمول تھا کہ جب دودھ دینے والے کسی جانور کو بیچنا چاہتے تو کچھ دن پہلے ہی سے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے تاکہ خریداری کے وقت وہ دودھ زیادہ دے اور دودھ کی مناسبت سے خریدار زیادہ سے زیادہ اس کی قیمت لگائے۔ اس میں ایک طرح کا دھوکہ تھا اس لیے سرکار دو جہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس طرح کے عمل سے روک دیا۔ ارشاد گرامی ہے:

بیچنے کے لیے اونٹ اور بکری کا دودھ دوہنا نہ چھوڑو، جس نے اس کے بعد خریدنا تو دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے اگر چاہے تو جانور روک لے ورنہ واپس کر دے اور ایک صاع کھجور بھی دے۔<sup>(۱)</sup> لیکن امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں مشتری کے لیے خیار حاصل نہیں اور دودھ کے بدلے میں کھجور یا جو نہیں دیا جائے گا بلکہ جانور نے مشتری کے یہاں جو چارا کھایا ہے وہی دودھ کا عوض ہو گیا تو بظاہر یہ حکم حدیث صریح کے خلاف ہے۔

امام طحاوی نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام اعظم کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت:

نہی النبی ﷺ عن بیع الکالی بالکالی۔ (نبی ﷺ نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں بیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں) سے منسوخ ہے۔

کیوں کہ یہاں بھی بیع و ثمن دونوں ادھار ہیں کہ ایک عوض دودھ ہے جو ادھار ہے کہ ابھی وہ موجود ہی نہیں۔ دوسرا عوض ایک صاع کھجور یا جو ہے وہ بھی ابھی موجود نہیں کہ بیع کے وقت ہی مشتری اسے نہیں دیتا۔ تو جب حدیث مصراۃ منسوخ ہوئی اور اس بات پر اجماع ہے کہ حدیث منسوخ پر عمل جائز نہیں اسی لیے امام اعظم نے خیار کا حکم نہیں دیا۔<sup>(۲)</sup>

اسی طرح اہل عرب کا معمول تھا کہ ”ہدی“ یعنی وہ جانور جسے قربانی کے لیے وہ مکہ معظمہ لے جاتے، اس کی پہچان کے لیے یا تو گردن میں کچھ پہنا دیتے یا اس کی کوہان میں معمولی سا زخم لگا دیتے جسے اشعار کہا جاتا ہے اور یہ اشعار نبی پاک ﷺ کی سنت طیبہ بھی ہے لیکن حضرت امام اعظم نے اشعار یعنی جانوروں میں زخم ڈالنے کو مکروہ بتایا ہے جو حکم بظاہر حدیث صریح کے خلاف نظر آ رہا ہے لیکن حقیقت میں حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ وہی اشعار مسنون تھا جو اونٹ کے دائیں یا بائیں کوہان کے نیچے چمڑے میں اس طرح تھوڑا سا شگاف ڈال دینے کی شکل میں تھا کہ کچھ خون بہ جائے لیکن جب لوگ حد سے بڑھنے لگے اور ایسے گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو

(۱) بخاری

(۲) شرح معانی الآثار

گوشت تک پہنچ جاتا تو حضرت امام اعظم نے اپنے زمانے کے اس اشعار کو مکروہ بتایا کہ ان میں بلا ضرورت شریعہ جانور کو تکلیف پہنچانا بھی تھا اور یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے۔ جیسے اس زمانے میں عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے جانے سے روکنا حدیث صحیحہ لا تمنعوا إماما لله مساجد الله. (اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں میں حاضر ہونے سے مت روکو) کے منافی نہیں اسی طرح تعدی کے بنا پر اشعار کو مکروہ کہنا بھی حدیث کے منافی نہیں۔

غیر مقلدین، حضرت امام اعظم پر حدیث کے مقابل قیاس کو ترجیح دینے کا الزام لگاتے ہیں جب کہ امام اعظم اتنی سختی سے عمل بالا حدیث کے پابند تھے کہ ضعیف احادیث کو بھی قیاس کے مقابلے میں ترجیح دیتے، یہی وجہ ہے کہ آپ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم لگاتے ہیں کہ ایک حدیث ضعیف میں یہ حکم آیا ہے جب کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ وضو نہ ٹوٹے کہ وضو ناپاکی نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔

اور علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے اصحاب کا اتفاق ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے سفر میں کھجور کی بنید سے وضو کے جواز کا حکم دیا۔ دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے منع کیا۔ حیض کی اکثر مدت دس دن قرار دی اور نماز جمعہ قائم کرنے کے لیے شہر کی شرط لگائی کہ یہ سب باتیں حدیث ضعیف میں موجود ہیں۔<sup>(۱)</sup>

اور اگر امام اعظم احادیث طیبہ پر قیاس کو ترجیح دینے والے ہوتے تو علمائے ربانین ہرگز آپ کی عظمت و اہمیت اور صداقت و بزرگی کی شہادت نہ دیتے جب کہ ان علمائے کرام نے کھلے دل سے آپ کی عظمت و اہمیت اور آپ کے معتمد و مستند ہونے کا اعتراف کیا ہے:

امام بخاری کے استاذ حضرت نجی بن معین فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ ثقہ تھے۔<sup>(۲)</sup>

وہی فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں کبھی ان پر کسی برائی کی تہمت نہ لگی۔<sup>(۳)</sup>

وہی فرماتے ہیں: ہمارے لوگ امام اعظم اور ان کے اصحاب کے تعلق سے تفریط (تنقیص) میں گرفتار ہیں کسی

نے پوچھا امام ابو حنیفہ کی طرف احادیث یا مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی مسامحت یا کذب یا جھوٹ کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا: ہرگز نہیں۔<sup>(۴)</sup>

(۱) اعلام الموقعین، ج: ۱، ص: ۷۷

(۲) تہذیب التہذیب، ج: ۱، ص: ۵۰۰

(۳) تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۱۵۴

(۴) الخیرات الحسان

بلکہ آپ ہی عمل بالا حدیث کی نعمت سے سب سے زیادہ آراستہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ حدیث مرسل (وہ حدیث جس میں راوی کا سقوط آخر سند سے ہو) کو بھی حدیث مانتے ہوئے اسے قیاس پر مقدم رکھتے ہیں، جب کہ حضرت امام شافعی حدیث مرسل کے مقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

ہاں امام اعظم پر احادیث کے مقابل قیاس کو ترجیح دینے کا الزام لگانے والے اور اہل حدیث بننے کے دعویدار غیر مقلدین خود ہی اس جرم کے مرتکب ہیں۔ مثلاً وہ منیٰ کو پاک کہتے ہیں اس لیے کہ اشیا میں اصل طہارت ہے اور منیٰ کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں لیکن احناف کے نزدیک منیٰ ناپاک ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منیٰ دھوتی تھی جس پر دھونے کا نشان ہوتا اور حضور ﷺ اسی کپڑے کو پہن کر نماز کو جاتے۔<sup>(۲)</sup>

اور منیٰ کی طہارت پر اس حدیث پاک کو دلیل بنانا بھی درست نہیں جو انہیں سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منیٰ مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

تو اگر منیٰ ناپاک ہوتی تو مل دینے سے پاک کیسے ہوتی۔

منیٰ کی طہارت پر اس حدیث پاک کو دلیل بنانا اس لیے درست نہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابل منیٰ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب وہ سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

تو دیکھیے غیر مقلدین، حدیث صحیح کے مقابل قیاس پر عمل کر رہے ہیں جب کہ احناف حدیث صحیح پر عامل ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعن وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہوگا جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہوگی انصاف پسند ہوگا تو اس کو اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور سب سے زیادہ اس کے اتباع کرنے والے تھے۔

☆☆☆

(۱) جامع المسانید

(۲) بخاری و مسلم

(۳) مسلم

## رفع یدین اور احناف کا موقف

مفتی شمس الدین مصباحی، بھونڈی

امام الائمہ، سراج الائمہ، کاشف الغمہ، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ولادت: ۷۰ھ وفات: ۱۵۰ھ) فقہ حنفی کے بانی ہیں آپ کی تقلید کرنے والوں کو حنفی کہا جاتا ہے، آپ کی بلند پایہ فقہیت تمام ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک مسلم ہے۔

### فقہ حنفی کی بنیاد:

فقہ حنفی کی بنیاد علی الترتیب کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس پر ہے۔ یہ وہی ترتیب ہے جو نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا کہ اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کرو گے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، فرمایا اگر اس میں نہ ملا تو عرض کیا کہ رسول اللہ کی سنت سے، فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملا تو، عرض کیا کہ اجتہاد برائی یعنی غور و خوض کرنے کے بعد اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سن کر حضور ﷺ نے جوش مسرت سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینے پر دست اقدس ملا اور ارشاد فرمایا:

”الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله.“<sup>(۱)</sup>

یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو رسول کو پسند ہے۔

اس ترتیب پر احناف کے لاکھوں مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ احناف اس بارے میں اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے، کتاب اللہ کے مطلق کو، قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مقید نہیں کرتے، جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔

### فقہ حنفی میں قیاس کا درجہ:

امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب ”میزان الشریعة الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں کہ ابو مطیع نے کہا کہ میں کوفہ کی

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۴، باب العمل فی القضاء والخوف منه، مجلس برکات، مبارکپور

جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھا کہ حضرت جعفر صادق، حضرت سفیان ثوری، مقاتل بن حبان اور حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہا آئے، ان حضرات نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا: ”ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں، اس سے ہمیں اندیشہ ہے“ کیوں کہ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ اس پر حضرت امام ابو حنیفہ نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال تک مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا کہ میں کتاب اللہ کو سب پر مقدم رکھتا ہوں، پھر سنت رسول کو، پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے کو، پھر ان کے مختلف فیہ میں جو قوی ہو اس کو اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے جو اصول بتائے اسی کے مطابق اپنے تمام مسائل ثابت کر دیے جس کے نتیجے میں وہ حضرات باغ باغ ہو گئے۔ اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسہ دیا اور فرمایا:

”انت سید العلماء فاعف فیما مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ تعالیٰ لنا ولکم أجمعین“ (۱)

آپ علما کے سردار ہیں، اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا اسے معاف کر دیں، امام اعظم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے“ مذکورہ واقعہ سے خوب واضح ہو گیا کہ احناف کے مسائل کی ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آقائے دو جہاں رضی اللہ عنہم کے استفسار پر عرض کیا اور حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا۔

## کیا احناف کے جملہ مسائل قیاسی ہیں؟

حیرت ہے کہ آج بھی کچھ لوگ احناف پر اسی طرح کا الزام لگاتے ہیں کہ ان کے مسائل کی بنیاد صرف قیاس پر ہے۔ حالانکہ مذکورہ واقعہ اور اس طرح کے بہت سے واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ امام اعظم نے قیاس کو سب سے مؤخر کیا ہے۔ لیکن جن کے اندر بغض و عناد کے کیڑے پل رہے ہیں وہ تو آفتاب نیم روز کا بھی انکار کر سکتے ہیں، ان کا یہ الزام سراسر غلط اور کذب و افترا پر مبنی ہے۔

حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ شریف کی حاضری کے دوران امام اعظم، امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ایک ساتھی نے تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ابو حنیفہ ہیں۔ امام باقر نے فرمایا: ”وہ تم ہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو؟“ امام اعظم ابو حنیفہ نے عرض کیا: ”معاذ اللہ، حدیث کو کون رد کر سکتا ہے؟“ حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں، اجازت ملنے کے بعد آپ نے عرض

(۱) میزان الشریعة الکبریٰ، فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفة الی أنه یقدم القیاس علی حدیث رسول اللہ ﷺ

کیا: ”حضور! مرد ضعیف ہے یا عورت؟“ فرمایا: عورت ضعیف ہے۔ عرض کیا: ”مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟“ فرمایا: مرد کا، عرض کیا: ”اگر میں قیاس کرتا تو عورت کو مرد کا دو نا حصہ دینے کا حکم کر دیتا۔“ پھر عرض کیا: ”نماز افضل ہے یا روزہ؟“ ارشاد فرمایا: نماز، عرض کیا: جب نماز، روزہ سے افضل ہے تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حائضہ پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔ میں اگر احادیث کے خلاف حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا ضرور کرے۔ اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام کی پیشانی چوم لی۔<sup>(۱)</sup>

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”إن أبا حنیفة قال لا أتبع الرأی والقیاس إلا إذا لم أظفر بشئ من الكتاب أو السنة أو الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم.“<sup>(۲)</sup>

یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں اجتہاد و قیاس نہیں کرتا، مگر اس وقت جب کہ مجھے قرآن یا حدیث یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔“

ان عبارتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم نے صرف قیاس کیا ہے یا اکثر مسائل میں قیاس کو ترجیح دی ہے، وہ جھوٹے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بے داغ ذات پر بہتان لگا کر یہ جتانے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں کہ تقلید کسی کی بھی نہیں کرنی چاہیے، اور یہ لوگ صرف قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو فخر سے ”غیر مقلد“ کہتے ہیں۔ ان جھوٹوں نے احناف کے بہت سے ان مسائل پر بھی الزام تراشی کی ہے جو حدیث صحیح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں انہیں میں سے ایک مسئلہ ”رفع یدین“ بھی ہے۔

## رفع یدین کا مطلب:

نماز میں کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھانا ”رفع یدین“ کہتے ہیں، آج کے عرف عام میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک اٹھانے کو ”رفع یدین“ کہلاتا ہے۔

احناف کے نزدیک یہ ”رفع یدین“ خلاف سنت و ممنوع ہے، جب کہ وہابیہ یعنی غیر مقلدین ”رفع یدین“ کرتے ہیں اور اس پر بہت شدت اور سختی سے عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آنے والی سطور میں ہم اس مسئلہ کی حدیث پاک کی روشنی میں توضیح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ”رفع یدین“ کے

(۱) انوار امام اعظم ص: ۶۹، مقالہ شارح بخاری ناشر مکتبہ ایوبیہ، کشی نگر

(۲) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ص: ۳۰۲، ج: ۷، کتاب الحج، باب من اشعر و قلد بنی الحلیفة ثم احرم۔ بیروت

سلسلے میں عامل بالحدیث کون ہے، احناف یا غیر مقلدین (اہل حدیث)۔

اہل سنت و جماعت کے چار امام ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ان کے درمیان رفع یدین جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، البتہ افضل و مستحب کیا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا ﷺ سے دونوں طرح کی احادیث مروی ہیں۔ لہذا دونوں طبقے کے ائمہ نے اپنی اپنی تحقیق و اجتہاد کے اعتبار سے احادیث کو اختیار کیا، کیوں کہ یہ بزرگ اپنے اپنے طور پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ سے تمسک کرتے اور سنت کریمہ پر عمل کرتے ہیں، اس لیے فریقین ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کے تیر نہیں چلائے۔ اس کے برعکس آج جو لوگ خود کو اہل حدیث (غیر مقلد) کہتے ہیں وہ ان بزرگوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور ”رفع یدین“ کرنے پر سختی اور شدت کا سہارا لیتے ہیں۔

### احناف کے دلائل:

مندرجہ ذیل سطور میں رفع یدین کے متعلق احناف کے دلائل پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔

(۱) ”عن تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله ﷺ، فقال مالي

أراكم رافعي أيديكم كأنها أذنان خيل شمس، أسكنوا في الصلاة.“ (۱)

حضرت تمیم بن طرفہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اس وقت ہم لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم کو چیخ گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

(۲) ”أخرج ابو داؤد والترمذی عن وكيع عن سفیان الثوری عن عاصم بن كليب

عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة، قال عبد الله بن مسعود الا اصلي بكم صلاة

رسول الله ﷺ؟ فصلی، فلم يرفع يديه الا في اول مرة، اه. وفي لفظ، وكان يرفع

يديه اول مرة، ثم لا يعو، قال الترمذی حديث حسن اه. وخرجه النسائی عن ابن

مبارك عن سفیان به.“ (۲)

وکیع نے روایت کیا سفیان ثوری سے وہ عاصم بن کلب سے وہ عبد الرحمن بن اسود سے وہ علقمة سے انہوں نے

(۱) صحیح مسلم ص: ۱۸۱، ج: ۱، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ

(۲) نصب الرایة لاحادیث الهدایة، ص: ۳۹۶، ج: ۱ بحوالہ ابو داؤد فی باب من لم يذكر الرفع عند

الركوع، ص: ۱۱۶، والترمذی فی باب رفع الیدین عند الركوع ص: ۳۵، والنسائی فی باب ترك رفع

الیدین للركوع ص: ۱۸۵، وفي باب الرخصة في ذلك: ۱۶۱

فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا۔ یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ: پہلی بار کانوں تک ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ اور امام نسائی نے ابن المبارک سے انہوں نے سفیان ثوری سے یہی حدیث تخریج کی ہے۔

(۳) ”عن براء بن عازب قال: رأيت رسول الله ﷺ رفع يديه حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعها حتى انصرف.“ (۱)

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہ اٹھائے۔

ان احادیث پاک سے عیاں ہو گیا کہ احناف کا موقف ”رفع یدین، خلاف سنت و ممنوع ہے“ یہی حق و صحیح ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم تھا کہ نماز ایسے پڑھو کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے دیکھو اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے آقا ﷺ کو بارہا نماز پڑھتے دیکھا تھا کہ آپ نماز میں رفع یدین کرتے تھے اس لیے وہ نفوس قدسیہ بھی رفع یدین کرتے تھے۔ مگر جابر بن سمیرہ والی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ”اسکنو فی الصلاة“ فرما کر یہ حکم دیا کہ یہ رفع یدین اب مت کرو اور نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔ یہ ثابت ہوا کہ جن احادیث سے نبی کریم ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے وہ تمام احادیث مسلم شریف کی اس حدیث سے منسوخ ہیں، اور ہر ذی فہم پر یہ عیاں ہے کہ عمل ناسخ پر ہوتا ہے، منسوخ پر نہیں۔

**امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ:** اس سلسلے میں حضرت امام اعظم اور امام اوزاعی رضی اللہ عنہما کے مابین مکہ شریف میں جو مناظرہ ہوا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رفع یدین کا ترک ہی صحیح و حق ہے۔

(۴) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مکہ معظمہ میں اکٹھے ہوئے۔ امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ”کیوں کہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ صرف افتتاح نماز کے وقت

(۱) ابو داؤد ص: ۱۱۷ فی باب من لم يذكر الرفع عند الركوع



رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر کی حدیث بیان کرتا ہوں آپ مجھے از حماد از ابراہیم کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔<sup>(۱)</sup>

بغض و عناد رکھنے والے مذکورہ واقعہ کو بغور دیکھیں اور بار بار پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ امام اوزاعی نے حدیث کو علوسند سے ترجیح دی، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے راویوں کے افتقہ ہونے کی بنیاد پر ترجیح دی، اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں، دونوں ثقہ ہوں، مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم، زیادہ ذہین، زیادہ سمجھدار ہوں تو ہر دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو، یعنی اس روایت کو ترجیح حاصل ہوگی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔

(۵) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا کہ چھوڑ دو، یہ وہ کام ہے جسے نبی کریم ﷺ نے پہلے کیا پھر ترک کر دیا۔

(۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تو ہم نے بھی رفع یدین کیا اور آپ نے ترک فرمایا تو ہم نے بھی ترک کر دیا۔

(۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔<sup>(۲)</sup>

**مخالفین کی مستدل حدیثوں کا مختصر جائزہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے کیوں کہ حضرت مجاہد نے کہا: ”میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتدا میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا“۔ اور جب راوی کا عمل ان کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو ان کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔<sup>(۳)</sup>

اگر مخالفین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کریں جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے جس میں رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی

(۱) فتح القدیر، ص: ۲۷۰، ج: ۱، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ

(۲) شرح صحیح مسلم، از: غلام رسول سعیدی، ص: ۱۱۱، ج: ۱، بحالہ فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۷۱، ۲۷۰، مکتبہ

نوریہ رضویہ

(۳) ایضاً

حدیث بھی مروی ہے جسے امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے عامم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت علی نے حضور ﷺ کو وقت رکوع اور بعد رکوع رفع یدین کرتے دیکھا ہو اور اس کو ترک کر دیا ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا ورنہ صحابی رسول کا عمل آقا ﷺ کے عمل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ حضرت عامم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔<sup>(۱)</sup>

اسی طرح مخالفین حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کے قبول اسلام میں بائیس سال کا فاصلہ ہے، حضرت وائل نے سن ۹ھ میں مدینہ شریف میں اسلام قبول کیا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں زیادہ وقت گزارا، وہ آقا ﷺ کے اقوال افعال زیادہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما نے حضرت وائل کی حدیث پیش کی تو حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر حضرت وائل نے نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود نے ۵۰ مرتبہ اسے ترک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔<sup>(۲)</sup>

ان آثار و شواہد سے روز روشن کی عیاں ہو گیا کہ رکوع کے وقت اور بعد رکوع رفع یدین کا حکم ابتداءً اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ اپنے ہاتھ ایسے اٹھاتے ہو جیسے چنچل گھوڑوں کی دمیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

ترک رفع یدین پر دلائل تو بہت ہیں جن کے لیے یہ مختصر مضمون ناکافی ہے۔ مگر جتنے دلائل پیش کیے گئے ہیں ہر ذی فہم و شعور کے لیے ایضاح حق کے لیے کافی ہیں۔ اب ذیل میں مخالفین کے معلم اول کا لطیفہ پیش کر کے لبی بات ختم کرتا ہوں۔

غیر مقلدیت کے معلم اول اسماعیل دہلوی نے جب رفع یدین کرنا شروع کیا تو کسی نے اس کو ٹوکا کہ میاں پہلے رفع یدین نہیں کرتے تھے اب کیوں کر ہے ہو؟ تو کہا کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی۔ میں اس کو زندہ کر رہا ہوں، کیا تم نے حدیث پاک کی بشارت نہیں سنی کہ ایک سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ جب یہ بات شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمۃ تک پہنچی تو انہوں نے کہا میں تو سمجھتا تھا کہ پڑھنے لکھنے کے بعد اسماعیل کو کچھ آتا ہو گا مگر اسے کچھ نہیں آتا۔ حدیث کی بشارت اس وقت ہے جب سنت کے مقابلے میں بدعت ہو سنت نہ ہو، یہاں تو دونوں سنت ہیں۔<sup>(۳)</sup>

(۱) شرح صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۱۱۸، بحوالہ فتح القدیر

(۲) حوالہ مذکورہ

(۳) انوار امام اعظم مقالہ شارح بخاری، ص: ۸۹ بحوالہ ارواح ثلاثہ، ص: ۹۴

## یزید پلید کے تعلق سے امام اعظم کا موقف

مولانا محمد حنیف جیبی مصباحی، استاذ حدیث دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، اڈیشہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت قدس سرہ ایک عظیم المرتبت تابعی، علم شریعت و طریقت کے سنگم، عابد شب زندہ دار، علم فقہ کے مرتب و مدون اور ہر دور میں اہل حق کی اکثریت کے امام و پیشوا کی حیثیت سے عالم اسلام میں متعارف ہیں۔ آپ کا مسلک و مشرب افراط و تفریط سے مامون و محفوظ اور حزم و احتیاط کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مثال کے طور پر ”تکفیر یزید“ ہی کے مسئلہ کو دیکھ لیجیے۔ یزید کے خرافات، بدعات و منکرات پھر شہادت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر مگر مجھ کے آنسو بہانا اور آپ کے قاتلین کے ساتھ سختی برتنا جیسی دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں۔ اس لیے اہل علم میں اس کے کفر و ایمان کے تعلق سے اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ جن بزرگوں نے کفر کی حد تک یزید کی بدکاری کو دیکھا اس پر کفر و ارتداد کا حکم لگایا اور اس کے نام کے ساتھ لعنت بھیجنے کو جائز قرار دیا۔ جب کہ دیگر بعض علما نے احتمال توبہ کا لحاظ کر کے اسے مسلمان ہی گردانا اور نام کے ساتھ لعنت بھیجنے کی اجازت نہ دی۔ دونوں طرف علمائے اہل سنت تھے اور ہر ایک کے پاس دلائل بھی، جو باہم مختلف و معارض تھے اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کے تکفیر کے تعلق سے ”کف لسان“ فرمایا یعنی آپ یزید کو نہ کافر کہتے ہیں اور نہ ہی اسے مسلمان گردانتے ہیں۔

ذیل میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ طرفین کے دلائل کا قدرے تفصیل کے ساتھ تذکرہ کریں گے نیز اس سوال کا بھی تجزیہ کرنا چاہیں گے کہ جب شخص واحد کو ایک فریق کافر کہتا ہے تو دوسرے فریق کی خاموشی کی وجہ کیا ہے؟ ساتھ ہی اس کے ضمن میں مجددین و ملت، امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ”اسماعیل دہلوی“ کی تکفیر سے کف لسان کی حقیقت واضح کریں گے جب کہ اسماعیل دہلوی کے تعلق سے امام علم و فن علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے فتویٰ کفر و ارتداد صادر فرمایا۔ اس خالص علمی بحث کا غلط فائدہ اٹھا کر حضور اعلیٰ حضرت پر وہابی، دیوبندی کی جانب سے ہونے والے بے جا اعتراض کا آپریشن بھی کریں گے فللہ الحمد والیہ المستعان۔

پہلا ثبوت: جانبین کے دلائل سے پیش تر آئیے ان تینوں نظریوں کے اثبات پر طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں فرماتے ہیں:

یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبار تھا، معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ ﷺ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت...؟! آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ: ”ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل؟ ہمارے لیے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے“۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں! یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت، یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا، نہ کافر کہیں، نہ مسلمان۔<sup>(۱)</sup>

**دوسرا ثبوت:** سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا ”کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمانِ اللہ و رسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟“ جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ الجواب:- ”یزید پلید کے بارے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں۔

(۱) امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔

(۲) امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو یا بالآخر بخشش ضرور ہوگی اور

(۳) ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔<sup>(۲)</sup>

### تکفیر یزید کے اسباب و علل:

آئیے دیکھیں آخر وہ روایات و اسباب کیا ہیں جن کی بنیاد پر اکابر علما اور جلیل القدر ائمہ یزید کی تکفیر کرنے پر مجبور ہوئے۔

**دلیل اول:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے الصادق المصدوق نبی ﷺ سے سنا فرماتے تھے:

”هلكة امتي على ايدي غلظة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم فقال ابو هريرة لوشئت. أن اقول بني فلان و بني فلان لفعلت.“<sup>(۳)</sup>

”یعنی میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سن کر) مروان نے کہا: ”ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو“ تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ”اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔“

حضور ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ امت کی ہلاکت و تباہی کا سبب چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ قریش کے وہ چند لڑکے کون ہیں شارحین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں: شیخ محقق

(۱) بہار شریعت، حصہ اول، امامت کا بیان، ص: ۲۶۱، مطبع: مکتبۃ المدینہ

(۲) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۸۸

(۳) بخاری شریف، ج: ۲، ص: ۱۰۴۶

حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”در مجمع البحار آورده کہ ابوہریرہ می شناخت ایشاں را با سماء اشخاص ایشاں و سکوت می کرد از تعیین و نام بردن ایشاں از جهت ترس و مفسدہ و مراد یزید بن معاویہ و عبید اللہ بن زیاد و مانند ایشاں اند از احداث و نوسالان بنی امیہ خذلیم اللہ و بتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہل بیت پیغمبر ﷺ بند کردن ایشاں و کشتن خیابان مہاجرین و انصار۔“ (۱)

مجمع البحار میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ ان لڑکوں کو ان کے ناموں اور ان کے صورتوں سے پہچانتے تھے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے ان کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ اور ان لڑکوں سے مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور ان کے مثل بنی امیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔ بلاشبہ ان ہی سے اہل بیت رسول ﷺ کا قتل اور ان کا قید کرنا اور خیابان مہاجرین و انصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے۔

اس حدیث کے علاوہ کئی روایتیں ہیں جن میں لونڈوں کی حکومت اور بد عقل لڑکوں کی امارت سے دین کے زبردست نقصان کا ذکر ہے ان سے خاص کر یزید پلیدی کی حکومت، خباثت و شرارت مراد ہے۔

دلیل دوم: ”قال ابن ہمام أختلف فی إکفار یزید قیل نعم لما روی عنہ ما یدل علی کفرہ من تحلیل الخمر و من تفوہہ بعد قتل الحسین و أصحابہ انی جازیتہم بما فعلوا باشیاخ قریش و صنادیدہم فی بدر و أمثال ذلك و لعلہ وجہ ما قال الإمام أحمد بتکفیرہ لما ثبت عنہ نقل تقریرہ۔“ (۲)

یعنی حضرت ابن ہمام رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں ثابت ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں یعنی شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور آپ کے رفقاء کے قتل کے بعد اس کا یہ بلنا کہ میں نے ان سے اس کا بدلہ لے لیا جو انہوں نے قریش کے شیوخ اور سرداروں کے ساتھ میدان بدر میں کیا تھا اور بھی اس طرح کی باتیں اس سے مروی ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس کی یہ باتیں پایہ ثبوت کو پہنچیں تو آپ اس کی تکفیر کے قائل ہوئے۔

دلیل سوم: حضرت علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف ”الصواعق المحرقة“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعلم ان اهل السنہ اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویہ و ولی عہدہ من بعدہ قالت طائفة انه کافر لقول سبط ابن الجوزی و غیرہ المشہور انه لما جاء راس الحسین ﷺ جمع

(۱) اشعة اللمعات، ج: ۴، ص: ۲۸۶

(۲) شرح فقہ اکبر، ص: ۸۸

اهل الشام و جعل ينكت رأسه بلخيزان و ينشد أبيات الذبيري. ليت اشياخي يبدر شهدوا، الأبيات المعروفة و زاد فيها بيتين مشتملين على صريح الكفر. (۱)

ترجمہ: جان لو کہ یزید بن معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے بعد ولی عہد ہونے میں اہل سنت و جماعت کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے کہا کہ وہ کافر ہے چنانچہ سبط بن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کہ یزید کے پاس امام حسین رضی اللہ عنہما کا سر مبارک آیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزان کی لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سے امام کے سر انور کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور زبیری کے یہ اشعار جو مشہور ہیں پڑھتا تھا (اے کاش میرے بزرگ جو بدز میں مارے گئے آج زندہ موجود ہوتے) اور اس نے ان شعروں میں دو شعر اور زیادہ کیے جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل چہارم: مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے حضرت عبداللہ جو یزید کے ہم عصر ہیں یزید کے تعلق سے فرماتے ہیں:

”فو الله ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرم بالحجارة من السماء ان رجلا ينكح الامهات والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوة.“ (۲)

ترجمہ: خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب کہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

درج بالا معتبر کتابوں کی عبارتوں سے تو یہ معلوم ہوا کہ یزید محرمات سے نکاح اور شراب کو حلال جانتا تھا اور حرام قطعی کو حلال جاننا یقیناً کفر ہے۔ اس لیے یزید پر حکم کفر لگایا گیا۔ دوسری روایت کہ اہل شام کے مجمع میں اس نے ”قتل حسین“ پر خوشی کا اظہار کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ”قتل حسین“ کو حلال سمجھتا تھا اور ایسے اشعار بھی پڑھے جو صریح کفر پر مشتمل تھے۔ اس لیے جن لوگوں کے نزدیک یہ روایت ثابت ہو گئی انھوں نے اس کو کافر کہا۔

### وہ روایتیں جن کی وجہ سے بعض نے کافر نہیں کہا

کسی کو کافر کہنے کے لیے اس کے کفر کا قطعی علم ضروری ہے۔ علم قطعی خبر متواتر اور روایت متواتر سے حاصل ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ روایتیں جن کی بنا پر حکم کفر صادر کیا گیا وہ کیسی ہیں تو تحقیق یہی ہے کہ وہ روایتیں متواتر نہیں۔ امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”اس خبیث سے ظلم و فسق و فجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔“ (۳)

(۱) الصواعق المحرقة، ص: ۲۱۸

(۲) طبقات ابن سعد، ج: ۵، ص: ۶۶ / وابن اثیر، ج: ۴، ص: ۴۱

(۳) فتاویٰ رضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۴

اس لیے جو علماء، یزید کو کافر نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار کا صریح کفر پر مشتمل ہونے والی اور شراب حلال جاننے والی روایت سے قطعی علم حاصل نہیں ہوا۔

**کامی روایت:** رہی یہ بحث کہ قتل امام پر یزید نے خوشی کا اظہار کیا جس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ وہ قتل امام کو حلال جانتا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”و قالت طائفة ليس بكافر لان الاسباب الموجبة للكفر لم يثبت عندنا منها شي والاصل بقاءه على اسلامه حتى يعلم ما يخرج عنه و ما سبق انه المشهور يعارضه ما حكى أن يزيد لما وصل إليه رأس الحسين قال رحمك الله يا حسين لقد قتلك رجل لم يعرف حق الأرحام و تنكر لابن زياد وقال قد زرع لي العداوة في قلب البر والفاجر و رد نساء الحسين و من بقى من بنيه مع رأسه الى المدينة ليدفن الرأس بها.“<sup>(۱)</sup>

اور ایک گروہ کہتا ہے کافر نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک کفر کو واجب کرنے والے اسباب میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ اور اصل میں وہ اپنے اسلام پر باقی ہے جب تک کہ ایسی چیز جان نہ لی جائے جو اس کو اسلام سے خارج کر دے۔ اور وہ مشہور بات جو گزری، اس کے مخالف بھی روایت ہے کہ جب اس کے پاس امام حسین کا سر اقدس پہنچا تو اس نے کہا: ”اے حسین! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کو ایسے شخص نے قتل کیا جس نے رشتہ داروں کا حق نہیں پہچانا“۔ اس نے ابن زیاد کو بوجہ انا اور کہا کہ اس نے میری عداوت کا بیج ہر اچھے اور برے کے دل میں بو دیا ہے اور امام حسین کی مستورات کو اور ان صاحبزادوں میں سے جو بیچ گئے تھے ان کو سر اقدس کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ سر اقدس کو دفن کیا جاسکے۔

**دوسری روایت:** تاریخ طبری میں ہے:

حدثني مولیٰ لمعاوية بن ابی سفيان قال: لما اتى يزيد برأس الحسين فوضع بين يديه قال: رأيتہ يبكي و قال لو كان بينه و بينه رحم ما فعل هذا“<sup>(۲)</sup>

مجھے معاویہ بن ابوسفیان کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی کہ جب یزید کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے سر مبارک کو لایا گیا اور اس کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اس کو روتے ہوئے دیکھا اور اس نے کہا کاش ان کے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

اسی تاریخ طبری میں یہ بھی ہے:

(۱) الصواعق المحرقة مصری، ص: ۱۳۱

(۲) تاریخ الطبری، ذکر مسیر الحسين الى العطفة، ج: ۵، ص: ۳۹۳، دار التراث، بیروت

”قدمت عین یزید وقال قد كنت ارضى من طاعتكم بدون قتل الحسين لعن الله ابن سمیة أما والله لو أنى صاحبه لعفوت عنه فرحم الله الحسين.“<sup>(۱)</sup>

یعنی یزید کی آنکھ ڈبڈبائی اور کہا کہ میں بغیر قتل حسین کے تمہاری طاعت و فرماں برداری سے راضی تھا۔ ابن سمیہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ سنو! بخدا! اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ان سے درگزر کرتا پس اللہ حضرت حسین پر رحم فرمائے۔  
تیسری روایت: تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۸ پر ہے۔

”لما قتل الحسين و بنو ابيه بعث ابن زياد برؤسهم إلى يزيد فسر بقتلهم اولاً ثم ندم لما مقته المسلمون على ذلك و أبغضه الناس و حق لهم أن يبغضوه.“

جب حضرت امام حسین اور آپ کے برادران رضی اللہ عنہم قتل کیے گئے تو ابن زیاد نے ان کے مبارک سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید تو پہلے ان کے قتل سے خوش ہوا لیکن جب لوگوں نے اس کی اس حرکت پر اس سے نفرت کی اور لوگوں کو اس سے نفرت کرنے کا حق بھی ہے تو وہ نادام ہوا۔

مذکورہ بالا روایتوں سے اگرچہ صراحتاً توبہ کا پتہ نہیں چلتا لیکن توبہ کا احتمال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ احتمال کی حالت میں کسی جانب گناہ کبیرہ کی نسبت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کفر کی نسبت کی جائے۔ اس لیے امام اعظم قدس سرہ نے یزید کی تکفیر میں سکوت اختیار کیا یہ آپ کا اعلیٰ درجہ کا احتیاط ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ”لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں۔ اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال و عیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ ”فسوف یلقون غیباً إلا من تاب“ اور توبہ تادم غرغره مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔“<sup>(۲)</sup>

یزید کی تکفیر کے تعلق سے سکوت کرنے کو اعلیٰ حضرت نے احوط و اسلم کہا اور علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے محققین کا شیوہ قرار دیا فرماتے ہیں:

”و من ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القویمة فی شانہ التوقف فیہ وتفوض أمرہ إلى اللہ سبحانہ لأنه العالم بالخفیات والمطلع علی مکنونات السرائر و هو أجنس الضمائر لا نعترض لتکفیرہ اصلاً... إلى آخره“

یعنی محققین کی ایک جماعت نے یزید کے سلسلہ میں یہ کہا ہے کہ اس کے بارے میں درست راہ یہ ہے کہ

(۱) تاریخ الطبری: باب مقتل الحسين رضوان الله عليه، ج: ۵، ص: ۶۰، دار التراث، بیروت

(۲) فتاوی رضویہ، ج: ۶، ص: ۱۰۷



توقف کیا جائے اور اس کے معاملہ کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔ اس لیے کہ وہی دلوں کی مخفی باتوں اور خطرات کو جانتا ہے۔ اس لیے ہم سرے سے اس کی تکفیر کے درپے نہیں ہیں، کیوں کہ یہی مناسب اور مسلم راہ ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو ایک ضابطہ کے تحت کچھ یوں بیان فرمایا:

”اور بعض علما کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کی روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح حاصل ہو سکے تو ان علما نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہو جائے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لیے نہ ہو تو علما پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام اعظم کا یہی قول ہے۔“ (۱)

درج بالا روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہو گیا کہ یزید کی تکفیر سے کف لسان فرمانا یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ درجہ کا حزم و احتیاط اور یہی مسلک سالم بلکہ اسلم و احوط ہے۔

### اسماعیل دہلوی یزید پلیدی کی طرح ہے

موضوع کی مناسبت سے اگرچہ اب ہماری گفتگو کسی حد تک ہو چکی لیکن اس جگہ ایک شبہ کا ازالہ کیے بغیر ہم اپنی بات ناتمام ہی سمجھیں گے کہ اسماعیل دہلوی کے تعلق سے امام علم و فن حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ”حکم کفر“ صادر فرمانے کے باوجود امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ”سکوت“ فرمایا۔ جیسا کہ المملفوظ جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ پر ہے۔ ”میرا مسلک یہ ہے کہ وہ (اسماعیل دہلوی) یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے منع نہیں کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔“

شبہ یہ ہے کہ یزید کو امام احمد بن حنبل اور ان کے موافق علما نے کافر کہا جب کہ امام غزالی نے کافر نہیں کہا، مسلمان جانا۔ اور امام اعظم نے بھی اسے کافر نہیں کہا بلکہ سکوت اختیار کیا۔ فرمایا ایسے ہی اسماعیل دہلوی کو امام علم و فن حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے کافر کہا اعلیٰ حضرت نے کافر نہیں کہا سکوت فرمایا تو امام احمد بن حنبل اور علامہ خیر آبادی کے فتاویٰ کے اعتبار سے امام غزالی، امام اعظم اور اعلیٰ حضرت پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟

اس شبہ کی بنیاد بنا کر وہابی اور دیوبندی حضرات بہت شور و غوغا کرتے ہیں۔ اس شبہ کے ازالہ کے تعلق سے ایک ضابطہ پیش نظر ہونا ضروری ہے۔ بہتر ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہمارے قلم کی بجائے محقق عصر شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حق رقم سے ملاحظہ فرمائیں مفتی صاحب رقم طراز ہیں:

سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کے سلسلہ میں علماے اسلام کے دو گروہ ہیں:

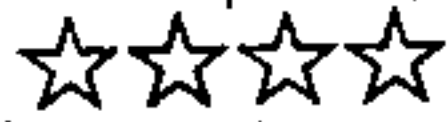
(۱) فتاویٰ عزیز یہ اردو، ج: ۱، ص: ۲۵۲

ایک گروہ جمہور فقہا کا ہے، یہ لوگ قائل کے کلمہ کفر پر مطلع ہو جانے کے بعد ظاہر معنی پر حکم کفر دیتے ہیں۔ قائل کی نیت سے بحث نہیں کرتے یعنی قول کے چند معانی ہوں اور ایک معنی حکم اسلام کا پہلو بھی رکھتا ہو تو ان کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ہو سکتا ہے کہ قائل نے اسلام ہی والا پہلو مراد لیا ہو بلکہ وہ ظاہر معنی پر حکم کفر لگا دیتے ہیں۔ یوں ہی بعید تاویل کو بھی قبول نہیں کرتے، اور اس قائل سے توبہ و رجوع کی خبر جو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی تسلیم نہیں کرتے۔

اور دوسرا گروہ متکلمین و محتاطین فقہا کا ہے ان کے نزدیک اگر قول کفر کے کئی معانی ہوں اور ان میں کوئی معنی ایسا بھی ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہو اور قائل نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ اس نے کون سا معنی مراد لیا ہے تو نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روک لیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ قائل نے وہی معنی مراد لیا ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہے۔ اور اگر قائل اپنے قول کی بعید سے بعید تاویل کرے تو وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں یوں ہی توبہ و رجوع کی خبر جو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اس کی وجہ سے بھی کف لسان کرتے ہیں۔ ہاں! اگر متکلم نے کفری معنی ہی کو اپنی مراد بتایا تو دونوں گروہ اس کی تکفیر میں متحد ہوتے ہیں اسی طرح وہ کلمہ کفر جو بالکل صریح ہوتا ہے جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی دونوں گروہ اس کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح یزید امام احمد بن حنبل کے نزدیک کافر ہے اور امام اعظم نے احتیاطاً تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اسی طرح اسماعیل دہلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی کے نزدیک کافر ہے اور مجدد اعظم نے احتیاطاً اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے۔ یزید اور اسماعیل دہلوی کو ”جمہور فقہا“ کے مذہب پر کافر قرار دیا گیا۔ اور ”مذہب متکلمین“ پر ان دونوں کی تکفیر سے ”کف لسان“ کیا گیا ہے۔

لہذا اس سلسلہ میں کسی شخص کو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بالکل اسی طرح کسی بد مذہب کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ پر انگشت نمائی کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔



(۱) مقالات شارح بخاری، ج: ۲، ص: ۵۲۰

## اجتہاد و تقلید کی شرعی حیثیت

مولانا محمد ناظم علی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ النبی الکریم و علی آلہ و أصحابہ أجمعین  
 لغت میں اجتہاد کا معنی ”کوشش کرنا ہے“ اور اصطلاح میں: حکم شرعی نظری کی تحصیل میں فقیہ کا اس قدر  
 کوشش کرنا کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے اپنے آپ کو عاجز پائے، حضرت علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی لکھنوی رحمہ  
 اللہ تعالیٰ ”حاشیہ قمر الأقباز“ میں ”مختصر المنار“ کے متن ”و شرط الاجتہاد“ کے تحت فرماتے ہیں:  
 ”قوله: الاجتہاد فالقیاس والاستحسان يتوقفان علی الاجتہاد وهو (الاجتہاد) بذل  
 الفقیہ طاقته فی استخراج الحکم الشرعی النظری بحيث یحس عن نفسه العجز عن المزید  
 علیہ.“ (۱)

حضرت بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی نے حضرت علامہ محب اللہ بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ تعریف مقرر  
 رکھی: کسی ظنی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت خرچ کرنا جیسا کہ ”فواتح الرحموت“ میں ہے:  
 ”الاجتہاد بذل الطاقۃ من الفقیہ فی تحصیل حکم شرعی ظنی.“ (۲)

مجید واعظم سیدنا علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”مجتہد جس شی کی طلب جزئی، حتیٰ کا اذعان کرے اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس  
 تقدیر پر مسئلہ نہ ہو گا مگر جمع علیہ جمیع ائمہ دین) تو وہ فرض اعتقادی ہو گا جس کا منکر عند الفقیہ مطلقاً کافر اور متکلمین کے  
 نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے۔ ۱۲ق) جب کہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو اور یہی عند المحققین احوط اور اسد (زیادہ  
 احتیاط والا اور زیادہ درست۔ ۱۲ق) اور ہمارے اساتذہ کرام کا موعول و معتمد (وثوق و اعتماد والا۔ ۱۲ق) ہے ورنہ  
 (یعنی اگر اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق نہیں ہے تو ۱۲ق) واجب اعتقادی ہے پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اس

(۱) حاشیہ قمر الأقباز مبحث الاجتہاد، ص: ۲۵۰، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

(۲) خاتمة: الاجتہاد، تعریفہ دار احیاء التراث العربی.

پر ظاہر ہوئے اس کی طلب جزی میں اصلاً شبہہ نہیں بایں وجہ کہ اس کی نظر میں اس شی کا وجود شرط صحت و براءت ذمہ بمعنی علوم بقائے اشتغال قطعی ہے یعنی اگر وہ کسی عمل میں فرض ہو تو بے اس کے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہے تو بے اس کے براءت ذمہ نہ ہونے پر اسے جزم ہو تو فرض عملی ہے، اور اگر خود اس کی رائے میں بھی طلب جزی، جزی نہیں تو واجب عملی، کہ بغیر اس کے حکم صحت حاصل براءت ذمہ محتمل۔“ (۱)

نیز یقین کے اقسام و درجات کی تحقیق و تفصیل فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”فربما يؤدي ذهن عالم إلى قرائن هجمت و حفت فرفعت عنده الظني إلى منصّة اليقين ولا تظهر ذلك لغيره أو تظهر فتظهر له معارضات تردّها إلى المرتبة الأولى من الظن واعتبره بمسئلة سمعها صحابي: من النبي ﷺ شفاهاً وبلغ غيره ياخباره فهو قطعي عنده، ظني عندهم: فالمجتهد لا يثبت الافتراض إلا بما حصل له القطع به فإن كان العلماء كلهم قاطعين به كان فرضاً اعتقادياً وإن كان قطعاً خاصاً بهذا المجتهد كان فرضاً عملياً هذا ماظهر لي وأرجو أن يكون صواباً إن شاء الله تعالى وإليه أشرت فيما قررت فاعرف.“

”یعنی بعض اوقات ایک عالم کا ذہن کثرت قرائن کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو اس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں جب کہ یہ قرائن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے یا اس کے نزدیک یہ قرائن ظاہر تو ہوتے ہیں لیکن ان کے مخالف قرائن بھی اس کے سامنے ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دلیل پھر اپنے اس ظنی مقام پر چلی جاتی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ: کسی صحابی نے ایک مسئلہ نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے براہ راست سنا وہی مسئلہ ان کے بیان کرنے سے کسی تابعی کو پہنچا وہ مسئلہ صحابی کے نزدیک قطعی اور دوسروں کے نزدیک ظنی ہے تو مجتہد صرف اس چیز کو فرض قرار دیتا ہے جس کا اسے یقین حاصل ہو گیا ہو، پھر اگر تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو تو وہ فرض اعتقادی ہے اور اگر صرف اس مجتہد کو یقین ہو تو وہ فرض عملی ہے۔ یہ وہ تفصیل ہے جو مجھے ظاہر ہوئی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی تحقیق درست ہوگی، میں نے مسئلہ بیان کرتے وقت اسی طرف اشارہ کیا ہے۔“ (۲)

مزید علامہ شامی کی کتاب ”رد المحتار“ کے حوالہ سے اس کو محقق و مبرہن فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ثم إن المجتهد قديقوي عنده الدليل الظني حتى يصير قريبا عنده من القطعي فما ثبت به بسميه فرضاً عملياً لأنه يعامل معاملة الفرض في وجوب العمل ويسمى واجباً نظراً“

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج: ۱، ص: ۱۸۰ تا ۱۸۵.

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج: ۱، ص: ۱۸۷ تا ۱۸۸، کتاب الطہارۃ باب الوضوء، رسالہ الجود الحلوی فی ارکان الوضوء.

إلى ظنية دليله فهو أقوى نوعي الواجب وأضعف نوعي الفرض بل قد يصل خبر الواحد عنده إلى حد القطعي ولذا قالوا انه إذا كان متلقى بالقبول جاز إثبات الركن به حتى ثبتت ركنية الوقوف بعرفات بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم. "الحج عرفة." (۱)

"پھر بعض اوقات مجتہد کے نزدیک دلیل ظنی اتنی قوی ہو جاتی ہے کہ وہ قطعی کے قریب جا پہنچتی ہے ایسی دلیل سے جو چیز ثابت ہوتی ہے مجتہد اسے فرض عملی کا نام دیتا ہے کیوں کہ عمل کے واجب ہونے میں اس کے ساتھ فرض والا معاملہ کیا جاتا ہے اسے واجب بھی کہتے ہیں کیوں کہ اس کی دلیل (بنیادی طور پر ۱۲ اق) ظنی ہوتی ہے تو یہ عمل واجب کی دو قسموں میں سے قوی اور فرض کی دو قسموں میں سے کمزور ہے بلکہ بعض اوقات خبر واحد، مجتہد کے نزدیک قطعی کی حد کو پہنچ جاتی ہے اسی لیے فقہا فرماتے ہیں کہ: جب خبر واحد کو مجتہدین نے سند قبولیت عطا کر دی ہو تو اس سے رکن بھی ثابت کیا جاسکتا ہے چنانچہ عرفات میں وقوف کا رکن حج ہونا نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ "حج عرفہ ہے۔" م (۲)

سیدنا علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے اس محققانہ کلام سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کبھی مجتہد کو اپنی رائے پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ اس سے فرض اعتقادی ثابت ہوتا ہے جو فرض کی سب سے اعظم و اعلیٰ قسم ہے جس کا ثبوت اور اثبات یقینی ہو اور طلب جازم پر دلالت کرے یہ اس وقت ہے جب کہ تمام مجتہدین کو اس کا یقین ہو اور اگر صرف اس مجتہد کو یقین ہے تو وہ فرض عملی ہے جو فرض اعتقادی سے عام مطلقاً اور واجب اعتقادی سے عام من وجہ ہو گا تو مجتہد کے اجتہاد سے ثابت ہونے والا حکم شرعی صرف ظنی ہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتا ہے جس کا تمام ائمہ مجتہدین کو یقین ہوتا ہے، اور یہ اس کے برخلاف نہیں جو اہل اصول نے فرمایا:

"وحكمه (حكم الاجتهاد) الإصابة بغالب الرأي دون اليقين حتى قلنا: إن المجتهد يخطئ ويصيب والحق في موضع الخلاف واحد ولكن لا يعلم ذلك الواحد باليقين فلماذا قلنا بحقية المذاهب الأربعة." (۳)

ترجمہ: اور اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ: اس کے ذریعہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، حکم یقینی نہیں یہاں تک کہ ہم نے یہ کہا کہ: مجتہد سے خطا ہوتی ہے اور صواب و درستگی پر ہوتا ہے اور مقام خلاف میں حق ایک ہے لیکن یقین سے وہ ایک

(۱) رد المحتار: المطبوع در المختار، کتاب الطہارۃ، مطلب فی فرض القطعی والظنی ص: ۲۰۷، ج: ۱۔  
 (۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ج: ۱، ص: ۱۹۰ تا ۱۹۱، کتاب الطہارۃ باب الوضوء رسالہ الجود الحلوی فی أركان الوضوء۔  
 (۳) مختصر المنار مع شرحہ نور الأنوار ملخصاً، مبحث الاجتہاد، ص: ۲۵۰، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور۔

معلوم نہیں اسی لیے ہم نے یہ کہا کہ: چاروں مذاہب حق ہیں۔

اس لیے کہ مولانا عبدالحمید فرنگی محلی لکھنوی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا:

”أي إصابة الحكم الشرعي بحسب الظن الغالب بحيث يبقى فيه احتمال الجانب المخالف وهذا الحكم باعتبار الغالب فإن الاجتهاد قد يفيد القطع كما قد مر في أوائل الكتاب.“ (۱)

یعنی ارباب اصول نے جو یہ فرمایا کہ: اجتہاد کا حکم یہ ہے کہ: حکم شرعی تک مجتہد کی رسائی ظن غالب کے اعتبار سے اس طرح ہو کہ اس میں جانب مخالف کا احتمال باقی رہے یہ عام حالات کے اعتبار سے ہے کیوں کہ کبھی مجتہد کا اجتہاد مفید یقین ہوتا ہے۔

نیز ”فواتح الرحموت“ میں ماتن کے قول:

”وأما التقيد بالظني فمبنى علي أن النظرية تستلزم الظنية لأنها إما لضعف دلالة المتن أو السند وفيه ما فيه“

(ترجمہ: لیکن ظنی کے ساتھ اس بنیاد پر مقید کیا گیا کہ: نظری شئی ظن کو مستلزم ہوتی ہے اس لیے کہ ظنی ہونا یا تو اس لیے ہے کہ متن یا سند کی دلالت میں ضعف ہے اور یہ چیز محل نظر ہے) کے تحت ہے:

”لأن مبنى النظرية على الخفاء والخفي ربما يكون قطعياً، فتأمل فيه.“

(ترجمہ: اس لیے کہ نظری ہونا خفی ہونے کی بنیاد پر ہے اور خفی شئی بسا اوقات قطعی ہوتی ہے اس لیے اس بارے میں غور و فکر کرنا چاہیے) (۲)

قرآن کریم کی درج ذیل آیت کریمہ اجتہاد کے جواز کی روشن دلیل ہے:

”وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿۱۰﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَاهُمْ حُكْمًا وَعِلْمًا“ (۳)

”اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور

ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔“

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریوں نے گھس کر

کھیت کا نقصان کر دیا حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے یہ تجویز کی کہ بکریاں کھیتی

(۱) حاشیہ قمر الأقبار، ص: ۲۵۰، مبحث الاجتہاد.

(۲) خاتمة: الاجتہاد، تعریفہ، ج: ۲، ص: ۶۱۵، دار احیاء التراث العربی.

(۳) قرآن مجید، پ: ۱۷، الانبیاء، ع: ۶، آیت: ۷۸، ۷۹.

والے کو دے دی جائیں بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ: فریقین کے لیے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے اس وقت حضرت کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ پر لازم فرمایا کہ وہ صورت بیان فرمائیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تجویز پیش کی کہ: بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو نہیں پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو دے دی جائے بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں یہ تجویز حضرت داؤد علیہ السلام نے پسند فرمائی اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور اس شریعت کے مطابق تھے ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ: اگر چرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔<sup>(۱)</sup>

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ: قضیہ کا حکم کتاب و سنت میں نہ ملے اجتہاد کی صلاحیت و اہلیت رکھنے والے علما کو اس میں اجتہاد کا حق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی قضیہ کے حل کی دو صورتیں ہوں ایک کی بنیاد قیاس ظاہر پر ہو اور دوسرے کی قیاس خفی پر تو قیاس ظاہر کے مقابلہ میں استحسان کو ترجیح دینا چاہیے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔

”تفسیر جلالین“ میں ہے: ”و حکمہما بیاجتہاد ورجع داؤد الی سلیمان و قیل بوحی والثانی ناسخ للأول.“<sup>(۲)</sup>

ان دونوں حضرات کا حکم اجتہادی تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی طرف رجوع فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ: ان دونوں کا حکم وحی الہی کی بنا پر تھا اور وحی ثانی پہلی وحی سے ثابت شدہ حکم کی ناسخ ہے۔

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں اجتہاد کے جواز کی روشن شہادتیں موجود ہیں، ”نسائی شریف“ میں حضرت طارق سے روایت ہے:

”أن رجلاً أجنب فلم یصل فأتی النبی ﷺ فذکر له ذالك فقال أصبت فأجنب آخر فتیمم و صلی فأتاه فقال نحو ما قال للآخر یعنی أصبت.“<sup>(۳)</sup>

”کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوئی اس نے نماز نہ پڑھی پھر اس نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر

(۱) مدارك التنزیل ص: ۱۲۰ سورہ الانبیاء: مجلس برکات.

(۲) تفسیر الجلالین ص: ۲۷۵، مجلس برکات.

(۳) سنن نسائی، باب فی من لم یجد الماء ولا الصعید، کتاب الطہارة، ص: ۳۶، ج: ۱، دار الکتب العلمیہ

بیروت.

ہو کر اپنا سارا واقعہ ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے ٹھیک کیا، پھر اسی طرح ایک دوسرے شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی انھوں نے تیمم کر کے نماز ادا کی، پھر وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بھی اسی طرح فرمایا جس طرح ان سے پہلے والے شخص سے فرمایا تھا یعنی تم نے ٹھیک کیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان حضرات نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا کیوں کہ اگر انھیں اس سلسلے میں نص کی اطلاع ہوتی تو پھر عمل کے بعد سوال کی ضرورت نہ تھی، حضور اقدس ﷺ کا ان دونوں حضرات کے اجتہاد اور اس پر عمل پر انکار کے بجائے ان کی تحسین و تصویب فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ جس نوپیدا مسئلہ میں کوئی حکم شرعی نص سے معلوم نہ ہو اس کے حکم کے استخراج کے لیے اصحاب نظر کا اپنی طاقت و قوت صرف کرنا اور اجتہاد کے ذریعہ حکم شرعی کا استنباط کرنا اور اس مستخرج و مستنبط حکم پر عمل کرنا جائز و درست ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی نوپیدا مسئلہ میں اصحاب نظر مجتہدین کی نظریں مختلف ہوں تو اس اختلاف نظر و فکر کے بعد ہر ایک اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے، اگرچہ نفس الامر میں حق کوئی ایک ہی ہے اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کا دونوں حضرات سے یہ فرمانا کہ: ”تم نے ٹھیک کیا جب کہ نفس الامر میں ٹھیک ایک ہی ہے۔“ کا معنی یہ ہے کہ: تم دونوں نے حکم شرعی کے استنباط و استخراج کے لیے اپنی پوری کوشش کی اس لیے اجر و ثواب اور صلہ و انعام کے مستحق ہو اس کا ہر گز یہ معنی نہیں کہ حکم واضح ہو جانے کے بعد بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور چاہے نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

”احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل فأشفقت أن اغتسلت أن أهلك فتيممت ثم صليت بأصحابي الصبح فذكروا للنبي ﷺ فقال: يا عمرو! صليت بأصحابك وأنت جنب فأخبرته بالذي منعتني من الاغتسال وقلت: إني سمعت أن الله عزوجل يقول: ” وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝“ فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً.“ (1)

”مجھے غزوة ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردرات میں احتلام ہو گیا اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کر کے اپنے ہم راہیوں کو صبح کی نماز پڑھادی ان لوگوں نے نبی پاک ﷺ سے اس واقعہ کو ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی، میں نے آپ کو غسل سے مانع امر کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ: میں نے اللہ عزوجل کو یہ فرماتے سنا کہ: ”اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔“ تو نبی پاک ﷺ نے زیر لب تبسم فرمایا اور کچھ نہ کہا۔

(1) مستدرک علی الصحیحین، کتاب الطہارۃ، باب عدم الغسل للجنابة فی شدۃ البرد، ص: ۴۱۱، ج: ۱، دار المعرفہ بیروت



”بخاری شریف“ میں یہی حدیث پاک اس طرح مذکور ہے:

”إن عمرو بن العاص أجنب في ليلة باردة فتيمم وتلا: ”وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا“ فذكر ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يعنف.“<sup>(۱)</sup>

”ایک سردرات میں حضرت عمرو بن العاص کو احتلام ہو گیا تو انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ”اپنی جانوں کو قتل مت کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔“ تو نبی پاک ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔“

اس حدیث پاک سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ نبی پاک ﷺ کے مبارک عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے اس پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد فرمایا اور اپنی ممکن طاقت و قوت سے حکم شرعی کا استنباط فرمایا اور اس پر عمل کیا اور نبی پاک ﷺ سے اپنے اس اجتہاد اور عمل بالا اجتہاد کا ذکر کیا سرکار نے اس پر ملامت نہ فرمائی بلکہ زیر لب تبسم فرمایا، شارع امت ﷺ کا اس اجتہاد اور عمل بالا اجتہاد پر ملامت نہ فرمانا بلکہ اسے ثابت و مقرر رکھنا اجتہاد اور عمل بالا اجتہاد کے جواز و عدم امتناع کا ثبوت فراہم کرتا ہے اگر اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے صاحبان نظر کا اجتہاد کرنا ناجائز و حرام ہوتا تو حضور اقدس ﷺ ضرور اس پر ملامت و انکار فرماتے اور حق و صواب کی راہ کی ہدایت فرماتے اور اس وجہ استدلال کی تردید فرماتے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت ارشاد فرمایا کہ:

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔<sup>(۲)</sup>

اس روشن حقیقت کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہو ہے اس حدیث پاک میں صاف لفظوں میں ہے کہ: حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا کہ: کیا تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادی تو حضرت عمرو بن العاص نے وجہ استدلال اور اخذ و استنباط پیش فرمایا اور یہ عرض کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے جانوں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا اور مجھے جان کی ہلاکت کا قوی اندیشہ تھا۔ یہ اخذ و استنباط اور استخراج و اجتہاد نہیں تو پھر کیا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ جب غزوہ احزاب سے لوٹے تو آپ نے فرمایا: ”لا یصلین أحد إلا فی بنی قریظہ فأدرک بعضهم العصر وقال بعضهم: لا نصلی حتی نأتیہا وقال بعضهم: بل نصلی لم یرد منا ذالک فذكر ذالک للنبي ﷺ فلم يعنف أحدا منهم“<sup>(۳)</sup>

”بنو قریظہ ہی میں نماز پڑھنا، راستہ میں نماز عصر کا وقت ہو گیا بعض صحابہ نے کہا: ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز

(۱) الصحيح للبخاری، باب إذا خاف الجنب على نفسه المرض او الموت، ص: ۴۹، ج: ۱، مجلس برکات

(۲) عمدة القاری، ج: ۴، ص: ۳۴.

(۳) بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۱۲۹، مجلس برکات.

پڑھیں گے اور بعض نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مذکور کا یہ معنی نہیں ہم نماز پڑھیں گے۔ بعد میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں اس مسئلہ کا ذکر ہوا تو آپ نے ان دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت نہ فرمائی۔  
یہ حدیث پاک اس بات کی روشن دلیل ہے کہ: عہد رسالت مآب ﷺ میں اصحاب نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا صریح حکم کتاب و سنت میں نہ پاتے تو اجتہاد فرماتے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اجتہاد پر ملامت و انکار نہ فرماتے اگرچہ مجتہدین صحابہ کی رائیں مختلف ہوتیں ظاہر ہے کہ اس مقام پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پاک: ”لا یصلین أحد إلا فی بنی قریظہ.“

”ہرگز کوئی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں۔“

کے معنی و مفہوم اور مراد میں اصحاب نظر کا اختلاف رونما ہوا جیسا کہ اس حدیث میں وارد لفظ: ”بل نصلی لم یرد منا ذالک.“

بلکہ ہم راستہ ہی میں نماز پڑھیں گے سرکار کے اس ارشاد پاک کا وہ ظاہری معنی نہیں۔

اس بات کی روشن دلیل ہے ان حضرات کے نزدیک دو دلیلیں متعارض ہو گئیں ایک تو سرکار کا ارشاد: ”تم میں سے کوئی بنو قریظہ پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے۔“ اور دوسری طرف اللہ عزوجل کا ارشاد پاک: ”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا“ (۱)

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے

بعض صحابہ نے حدیث پاک کے ظاہری معنی پر عمل کیا اور بنو قریظہ ہی میں نماز پڑھی راستہ میں نماز نہ پڑھی اور دوسرے صحابہ کرام نے سرکار کے اس ارشاد کا ظاہری معنی نہ لیا بلکہ اسے جلد پہنچنے پر محمول فرمایا کہ اس سے سرکار کی مراد بنو قریظہ جلد پہنچنا ہے نہ کہ عصر کی نماز کو مؤخر کر کے بنو قریظہ ہی میں پڑھنا اب اگر ہمیں دیر ہوگئی ہے اور بنو قریظہ کے بجائے راستہ ہی میں نماز عصر کا وقت آگیا ہے تو ہم نماز عصر کو مؤخر نہ کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ یہ درحقیقت مجتہدین صحابہ کا اخذ و استنباط اور استخراج و اجتہاد تھا جس پر حضور اقدس ﷺ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت نہ فرمائی بلکہ اس کو ثابت و مقرر رکھا جس سے اجتہاد کی اہلیت رکھنے والوں کے اجتہاد و استنباط کے جواز کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے ”عمدة القاری شرح صحیح بخاری“ میں فرمایا کہ:

”حضور اقدس ﷺ نے ان دونوں فریقوں میں سے کسی کی اس لیے ملامت نہ فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک نے اجتہاد کیا۔“ (۲)

(۱) سورہ نساء: پ: ۵، آیت ۱۰۳۔

(۲) عمدة القاری شرح صحیح بخاری، ج: ۶، ص: ۲۶۵۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

”خرج رجلان في سفر فحضرت الصلاة وليس معها ماء فتيما صعيدا طيبا فصليا ثم وجدا الماء في الوقت فأعاد أحدهما الصلاة بوضوء ولم يعد الآخر ثم أتيا رسول الله ﷺ فذكرا ذلك فقال للذي لم يعد: أصبت السنة وأجزأتك صلاتك وقال للذي توضأ وأعاد: لك الأجر مرتين. (۱)“

”دو آدمی سفر پر گئے تو نماز کا وقت آگیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا ان دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت میں انہیں پانی ملا تو ان میں سے ایک نے وضو کر کے نماز لوٹائی اور دوسرے نے نماز نہ دہرائی پھر یہ دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ سے ذکر کیا تو جس شخص نے نماز نہ لوٹائی آپ نے اس سے فرمایا کہ: تو نے سنت کے موافق کیا اور تمہاری ادا کردہ نماز تمہیں کافی ہوگئی اور جس نے وضو کر کے نماز لوٹائی اس سے فرمایا کہ: تمہیں دو نواجز و ثواب ملا۔“

اس حدیث کو امام ابو داؤد، دارمی اور نسائی وغیرہ محدثین نے روایت کیا۔

یہ حدیث پاک بھی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ: رسول پاک ﷺ کے مبارک زمانہ میں اصحاب نظر صحابہ کرام جب کسی پیش آمدہ مسئلہ میں کتاب و سنت میں واضح حکم نہ پاتے تو اخذ و استنباط اور استخراج و اجتہاد فرماتے اور نبی پاک ﷺ اس پر انکار و ملامت نہ فرماتے اگرچہ ان کے اجتہاد سے حاصل شدہ احکام شرعیہ مختلف ہوتے بلکہ صاف لفظوں میں ان کی تحسین و تصویب فرماتے جیسا کہ وقت رہتے ہوئے پانی پا کر وضو کر کے نماز نہ لوٹانے والے شخص سے ”أصبت السنة وأجزأتك صلاتك“ (تم نے سنت کے مطابق کیا اور تمہاری نماز تمہیں کافی ہوگئی) فرمانا اور وضو کر کے اعادہ کرنے والے کو یہ مژدہ جاں فرسانا:

”لك الأجر مرتين.“ (تمہارے لیے دو نواجز و ثواب ہے۔)

اس امر کی روشن دلیل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا:

”كيف تقضي؟ فقال: أقضي بما في كتاب الله قال: فإن لم يكن في كتاب الله قال: فبسنة رسول الله قال: فإن لم يكن في سنة رسول الله ﷺ قال: أجتهد برائي قال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله.“ (۲)

(۱) ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب المتیمم بجد الماء، ص: ۴۹، ج: ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت.

(۲) سنن ترمذی، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضى، ج: ۱، ص: ۱۵۹، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ.

”تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا: میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ تو عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ تو عرض کیا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا آپ نے فرمایا: تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کو توفیق بخشی۔

اور ”سنن ابو داؤد“ میں یوں ہے: ”الحمد لله الذي وفق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما يرضى رسول الله.“ (۱)

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کو اس چیز کی توفیق بخشی جو رسول اللہ کو پسند ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا: ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا حكم الحاكم فاجتهد وأصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد وأخطأ فله أجر واحد.“ (۲)

”جب حاکم (مجتہد) (ارادہ) حکم کرے پھر اجتہاد کرے اور صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس وقت (ارادہ) حکم کرے تو اجتہاد کرنے اور فیصلہ کرنے میں خطا کرے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔“

یہ حدیث پاک اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب نظر کے اجتہاد کے جائز ہونے کی روشن دلیل ہے اور اس سے اس بات کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ جس کسی قضیہ کا حل کتاب و سنت میں واضح طور پر نہ ملے اس وقت صاحب نظر کا اجتہاد کرنا اور اجتہاد سے حاصل شدہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنا حضور اقدس ﷺ کو اس درجہ پسند ہے کہ آپ نے اس امر پر اللہ عزوجل کی حمد فرمائی کہ اس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ اگر اجتہاد شجرہ ممنوعہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سختی سے روک دیتے اور اس پر اللہ کی حمد نہ فرماتے اور یہ نہ فرماتے کہ: صحیح فیصلہ کرنے والے مجتہد کو دو اجر ملتے ہیں اور کوشش کے باوجود فیصلہ میں خطا کرنے والے کو ایک اجر ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز شرعاً مذموم و منکر ہو اس پر اجر و ثواب کے استحقاق کا کیا معنی؟ امام نووی شارح صحیح مسلم نے اس حدیث کی شرح میں لکھا:

”قال العلماء: أجمع المسلمون على أن هذا الحديث في حاكم عالمٍ أهلٍ للحكم فإن أصاب فله أجران: أجر باجتهاده وأجر بإصابته وفي هذا الحديث محذوف تقديره: إذا أراد الحاكم

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الأفضية، باب اجتهاد الرأى في القضاء، حديث: ۳۵۸۹ ص: ۶۰۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان.

(۲) الصحيح للبخاری باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب أو اخطأ، ص: ۱۰۹۲، ج: ۲.

فاجتهد قالوا: فأما من ليس بأهل للحكم فلا يحل له الحكم، فإن حكم فلا أجر له بل هو اثم، ولا ينفذ حكمه، سواء وافق الحق أم لا، لأن إصابته إتفاقية ليست صادرة عن أصل شرعي: فهو عاصٍ في جميع أحكامه سواء وافق الصواب أم لا، وهي مردودة كلها ولا يعذر في شيء من ذلك وقد جاء في الحديث في السنن: "القضاة ثلاثة: قاضٍ في الجنة، وإثنان في النار قاضٍ عرف الحق فقاضى به فهو في الجنة وقاضٍ عرف الحق فقاضى بخلافه فهو في النار وقاضٍ قضى على جهل فهو في النار." (۱)

”علمائے فرمایا کہ: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ: یہ حدیث اس حاکم کے بارے میں ہے جو حکم کی اہلیت رکھتا ہے تو اگر وہ صحیح فیصلہ کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں ایک: اجتہاد کا اور دوسرا: صحیح فیصلہ کا، اور اگر اس نے خطا کی تو بھی اس کو اس کے اجتہاد کا ایک اجر ملتا ہے، اور حدیث میں لفظ محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے: ”جب حاکم فیصلہ کا ارادہ کرے تو اجتہاد کرے۔“ اور علمائے فرمایا: جو شخص فیصلہ کا اہل نہیں (غیر مجتہد ہے) تو اس کو حکم دینا حلال نہیں اگر حکم دے گا تو اس کو کوئی اجر نہ ملے گا بلکہ وہ گنہ گار ہوگا اور اس کا حکم جاری نہ ہوگا خواہ حق ہو یا ناحق، اس لیے کہ اس کا درستگی پر ہونا ایک اتفاقی امر ہے کسی اصل شرعی سے صادر نہیں تو وہ (غیر مجتہد) اپنے تمام احکام میں گنہ گار ہے، چاہے درستگی کے موافق ہو یا نہ ہو اس کے سب حکم مردود ہیں اور اس کا کوئی عذر مقبول و مسموع نہ ہوگا اور بے شک حدیث سنن میں آیا ہے کہ: قاضی تین ہیں: ایک قاضی جنت میں اور دو دوزخ میں ہیں۔ جس قاضی نے حق کو جانا اور ویسا ہی حکم کیا تو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق پہچان کر اس کے خلاف حکم کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور جس قاضی نے جہالت و لاعلمی کے باوجود فیصلہ کیا وہ بھی دوزخ میں ہے۔“

نبی پاک سید عالم ﷺ کے مبارک زمانہ میں جس طرح صحابہ کرام کتاب و سنت میں پیش آمدہ مسئلہ کا صریح حکم نہ پا کر اجتہاد فرماتے تھے اسی طرح عہد رسالت کے بعد دور صحابہ کرام میں بھی اجتہاد و استنباط کے ذریعہ معاملات کا فیصلہ کیا جاتا عہد رسالت کے بعد اخذ و استنباط اور اجتہاد و استخراج کا مبارک سلسلہ منقطع نہ ہوا بلکہ جاری و ساری رہا جس کے بے شمار شواہد ہیں۔ مقتول کی بیوی اپنے مقتول شوہر کی دیت سے وارث ہوگی یا نہیں ہوگی اس سلسلے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: وارث نہ ہوگی آپ کا یہ حکم آپ کی اجتہادی رائے کی بنا پر تھا اس لیے کہ آپ کو اس بارے میں کتاب و سنت میں صریح حکم کا علم نہ تھا جب آپ کو اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث پاک کا علم ہوا کہ: آپ مقتول کی بیوی کو اس کے مقتول شوہر کی دیت سے میراث عطا فرماتے تھے تو آپ نے اجتہاد پر مبنی رائے سے حدیث پاک میں مذکور حکم کی طرف رجوع فرمایا۔ ”ترمذی“ میں ہے:

(۱) المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج علی هامش مسلم، الثانی: ۷۶، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

”عن سعید بن المسیب أن عمر كان يقول: الدية على العاقلة حتى أخبره الضحاک ابن سفیان الکلابی أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كتب إليه أن ورث امرأة أشیم الصبابة من دية زوجها قال أبو عیسی: هذا الحديث حسن صحيح.“ (۱)

”سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: عاقلہ پر دیت ہے اور بیوی اپنے شوہر کی دیت سے کچھ حصہ نہیں پاتی تو ضحاک ابن سفیان کلابی نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں یہ لکھا کہ: ”آسیم صبابة کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلا دو۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔“

اور محمد بن منشر سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ:

”إن رجلا نذر أن ينحز نفسه إن نجاه الله من عدوه فسئل ابن عباس فقال له: سل مسروقاً فسأله فقال له: لا تنحر نفسك فإنك إن كنت مؤمناً قتلت نفساً مؤمنة وإن كنت كافراً تعجلت إلى النار واشترت كبشاً فاذهب للمساكين فإن إسحاق خير منك وفدى بكبش فأخبر ابن عباس فقال: هكذا كنت أردت أن أفتيك، رواه رزين.“ (۲)

”ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ: اگر اللہ عزوجل نے اسے اس کے دشمن سے نجات بخشی تو اللہ کی راہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کرے گا تو اس شخص نے عبد اللہ ابن عباس سے اس کا حکم پوچھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ: مسروق سے اس کا حکم معلوم کرو تو آپ نے اس سے فرمایا کہ: تم اپنی جان کو قربان نہ کرو کیوں کہ اگر تم مؤمن ہو (عند اللہ یا نفس الامر میں) تو تم نے ایک مؤمن جان کو قتل کیا اور اگر کافر ہو تو جہنم کی طرف جلدی کی اور ایک مینڈھا خرید کر اسے مسکینوں کے لیے ذبح کرو کیوں کہ اسحاق رضی اللہ عنہما تم سے افضل و بہتر تھے اور آپ کے فدیہ میں ایک مینڈھا کی قربانی پیش کی گئی جب عبد اللہ ابن عباس کو اس حکم کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ: یہی حکم شرع میں تمہیں بتانا چاہتا تھا، اس حدیث کو رزین نے روایت کیا۔“

اس حدیث کا مضمون بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ: حضرت مسروق نے سائل کے پیش آمدہ مسئلہ کا جو حل اور حکم شرعی بیان فرمایا، جس کی موافقت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمائی، اجتہاد پر مبنی تھا جو عہد رسالت کے بعد دور صحابہ میں بھی جاری و ساری تھا جس کے مطابق حل پیش کیے جاتے۔

”روی أن ابن مسعود سأل عمن تزوج امرأة ولم يسم لها مهرًا حتى مات عنها فاجتهد شهرًا شيئًا ولكن وقال بعد ذلك: ما سمعت من رسول الله أجتهد برائي فإن أصبت فمن الله

(۱) ترمذی کتاب الدیات، باب ماجاء فی المرأة هل تراث من دية زوجها، ج: ۲، ص: ۳۲، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

(۲) مشکاة المصابیح، باب فی الذور، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

وإن أخطأت فمني ومن الشيطان أرى لها مهر مثل نساءها لا وكس ولا شطط فقام معقل بن سنان وقال: أشهد أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قضى في بردع بنت واشق مثل قضاءك فسر ابن مسعود سروراً لم ير مثله قَطُّ لموافقة قضاءه قضاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقال علي: وحسبها الميراث ولا مهر لها. (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ جو شخص مہر مقرر کیے بغیر انتقال کر جائے اس کی بیوی مہر پائے گی یا نہیں؟ آپ نے ایک مہینہ تک غور و خوض کرنے کے بعد فرمایا کہ: اس سلسلے میں میں نے رسول پاک ﷺ سے کچھ نہیں سنا ہے، ہاں اپنے اجتہاد سے بتاتا ہوں اگر میرا اجتہاد صحیح و درست ہو تو اللہ کی توفیق سے ہوگا اور اگر نادرست ہو تو میری سمجھ کا قصور اور شیطان کا بہکاوا ہوگا، میرے اجتہاد میں وہ عورت مہر مثل یعنی اس خاندان کی اسی طرح کی دوسری عورت کا جو مہر ہے وہی مہر پائے گی نہ کم نہ زیادہ تو معقل بن سنان نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے بردع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی انھیں اتنا خوش ہوتے نہ دیکھا گیا اس لیے کہ آپ کا فیصلہ رسول پاک ﷺ کے فیصلہ کے موافق تھا۔ اور اس کے برخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وہ عورت مہر نہیں پائے گی صرف میراث میں اس کا حصہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پیش آمدہ مسئلہ کا جو حکم مستنبط فرمایا اجتہاد کی بنا پر تھا اس لیے کہ کتاب و سنت میں انھیں اس کا حکم نہ ملا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”تحفۃ اثنا عشریہ“ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قیاس و اجتہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: قیاس کی روایتیں مذہب اثنا عشریہ کی معتمد کتابوں میں بھی بہ طریق صحیح موجود ہیں انھیں میں سے وہ روایت بھی ہے جسے ابو جعفر طوسی نے ”تہذیب“ میں ابو جعفر محمد بن علی باقر سے روایت کیا وہ کہتے ہیں:

”جمع عمر بن الخطاب أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: ماتقولون في الرجل ياتي أهله ولا ينزل؟ فقالت الأنصار: والماء من الماء وقال المهاجرون: إذا التقى الختانان وجب الغسل فقال عمر رضي الله تعالى عنه لعلي: ماتقول يا أبا الحسن؟ فقال: أتوجبون عليه الحد ولا توجبون عليه صاعاً من ماء؟“ (۲)

”عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا: اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے

(۱) نور الأنوار، ص: ۱۸۴، بیان أحوال الراوی، مطبوعہ مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

(۲) كنز العمال، موجب الغسل ص: ۹۷۸، ج: ۱، بیت الافکار الدولة۔

ہیں جو اپنی بیوی سے قریب ہو اور انزال نہیں ہو؟ تو انصار نے کہا کہ: منی نکلنے ہی سے غسل واجب ہوتا ہے اور مہاجرین نے کہا کہ: جب شوہر اور بیوی دونوں کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اے ابوالحسن آپ کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ایسے شخص پر آپ لوگ حد تو واجب کرتے ہیں تو کیا اس پر ایک صاع پانی بہانا واجب نہیں کریں گے۔“

ظاہر ہے کہ جب انصار و مہاجرین کے درمیان اس پیش آمدہ قضیہ کے بارے میں اختلاف ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استفسار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حکم بیان فرمایا وہ قیاس و اجتہاد کی بنا پر تھا جس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد عہد صحابہ میں بھی جب کوئی حکم شرعی کتاب و سنت میں نہ ملتا تو اجتہاد کے ذریعہ اس حکم کو واضح کیا جاتا اور محض کتاب و سنت کے ظواہر پر احکام کی بنیاد نہ ہوتی۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ جب دو حدیثیں باہم متعارض ہوں تو ان میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لیے قیاس و اجتہاد کرنا جائز و روا ہے، ناجائز و حرام نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ”الانصاف“ میں ”دارمی“ سے نقل کیا ہے کہ: ”جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلہ میں سوال کیا جاتا تو وہ اگر قرآن میں ہوتا تو بتاتے تھے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہوتا تو بتاتے اور اگر اس میں نہ ہوتا تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال و افعال سے بتاتے اور ان میں بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے بتلاتے۔“ (۱)

”نور الأنوار“ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح مذکور ہے: ”والراوی ان عرف بالفقه والتقدم في الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبادلة كان حديثه حجة يترك به القياس خلافاً لمالك فإنه قال: القياس مقدم على خبر الواحد إن خالفه لما روي من حمل الخ من حمل جنازة فليتوضأ“ قال له ابن عباس: أيلزمنا الوضوء من حمل عيدان يابسة“ (۲)

”اور راوی اگر مشہور فقیہ اور مقدم فی الاجتہاد ہو جیسے خلفائے راشدین اور تینوں عبد اللہ (یعنی عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم) تو اس کی حدیث حجت ہے اور اس کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا برخلاف امام مالک رضی اللہ عنہ کے کیوں کہ آپ نے فرمایا کہ: قیاس خبر واحد پر مقدم ہے اگر وہ قیاس کے مخالف ہو، کیوں کہ روایت ہے کہ: جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (حضور اقدس ﷺ سے) یہ روایت کیا: ”جس شخص نے جنازہ کو اٹھایا تو وضو کر لے“ تو حضرت ابن عباس نے آپ سے فرمایا کہ: ”کیا خشک لکڑیوں کے اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہوگا۔“

یعنی جب خشک لکڑیاں اٹھانے سے بالاتفاق وضو نہیں تو جنازہ کے اٹھانے سے جو کہ خشک لکڑیاں ہیں وضو لازم نہ

(۱) کتاب الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف، باب أسباب الاختلاف بین أهل الحديث و أصحاب الرأي الرأي ص: ۱۳، المكتبة الحقیقة، ترکی.

(۲) نور الأنوار، بیان احوال الراوی، ص: ۱۸۲، مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور.



ہوگا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد آپ کے قیاس و اجتہاد پر مبنی تھا جس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت کے بعد دور صحابہ میں اصحاب نظر صحابہ کرام نوپیدا مسائل میں اجتہاد فرماتے اور اس کے مطابق احکام صادر فرماتے احادیث مبارکہ کے گراں قدر ذخائر اور فقہائے صحابہ کے زیر کار ناموں کے مطالعہ سے نہ صرف اجتہاد کے تاباں نقوش نظر آتے ہیں بلکہ ان حضرات کی مجتہدانہ شان روز روشن سے زیادہ آشکارا نظر آتی ہے۔

دور صحابہ کے بعد دور تابعین و تبع تابعین میں بھی عظیم الشان ہستیاں اور جلیل القدر شخصیتیں جلوہ گر ہوئیں جنہوں نے نوپیدا مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کے اصولوں کو متعین کیا جن کی روشنی میں کاروان اجتہاد ترقی کی شاہ راہوں پر گامزن رہ کر امت مسلمہ کو جام اجتہاد سے سرشار کرتا رہا اور قیادت و رہنمائی کے اہم فریضہ کو انجام دیتا رہا۔ اس زمانہ میں امام اوزاعی امام سفیان ثوری، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم المتعال وغیرہم کے اسمائے مبارکہ قابل ذکر ہیں۔

گزشتہ سطور کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں و آشکارا ہو جاتی ہے کہ اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے اصحاب نظر فقہائے مجتہدین کے اجتہاد کا جواز کتاب و سنت سے ثابت ہے جس کا انکار آفتاب روز روشن کا انکار ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ جسے اجتہاد کی اہلیت نہیں اسے اجتہاد کی قطعاً اجازت نہیں اگر نااہل کو اجتہاد کی اجازت دے دی جائے تو دین و شریعت سے امان اٹھ جائے گا۔ اجتہاد کا جواز مشروط بشرائط ہے جامع شرائط اجتہاد ہی اجتہاد کر سکتا ہے احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں اجتہاد پر ملامت و انکار وارد ہے جامع شرائط اجتہاد کے لیے نہیں بلکہ اس شخص کے لیے جسے قوت اجتہاد حاصل نہیں یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر شخص جامع شرائط اجتہاد ہو اور اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس لیے کہ ایسا ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو چنانچہ خود نبی اکرم سید عالم ﷺ نے فرمایا:

”نظر اللہ عبدًا سمع مقالتي فحفظها ووعاها وأدأها فزبت حامل فقه غير فقيه، وزبت حامل فقه إلى من هو أفقه منه“ (۱)

”خدا اُس بندے کو شاداب رکھے جس نے میرا کلام سن کر یاد کیا، اسے محفوظ رکھا اور دوسروں تک پہنچایا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ فقہ کے حامل و حافظ و راوی تو ہیں مگر خود فقیہ نہیں اور بہت سے حاملان فقہ ایسے لوگوں کے پاس فقہ کے لیے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ فقاہت رکھتے ہیں۔“

اور ایک دوسری روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا: ”نظر اللہ امرًا سمع منا شيئًا فبلغه كما سمعه فرب مبلغ أوعى له من سامع.“ (۲)

(۱) مشکاة المصابیح، ج: ۱، ص: ۳۵. کتاب العلم مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور،

(۲) مصدر سابق، ایضاً ترمذی کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ج: ۲، ص: ۹۰، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

”اللہ اس شخص کو شاداب رکھے جس نے ہم سے کوئی چیز سنی تو اس کو اسی طرح پہنچا دیا جیسا کہ سنا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس حدیث پہنچائی گئی حدیث سننے والے سے زیادہ حفظ و فہم اور اتقان والے ہیں۔“

اسی فرق کو روشن کرنے کے لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا:

”وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ

لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ“ (۱)

”اور مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے جلیل الشان شاگرد اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے استاذ الاساتذہ حضرت سلیمان اعمش (تابعی) سے امام اعظم ابو حنیفہ احادیث کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اسی زمانہ میں آپ کی موجودگی میں امام اعمش سے کسی نے کچھ مسائل پوچھے آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا امام اعظم نے فوراً جوابات عطا فرمادیے، امام اعمش نے پوچھا یہ جوابات آپ نے کہاں سے اخذ کیے؟ آپ نے فرمایا: آپ سے سنی ہوئی حدیثوں سے اور وہ حدیثیں مع سند سنادیں امام اعمش نے ہاں جلالت شان فرمایا:

”حسبك ما حدثك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة. ما علمت أنك تعمل بهذه الأحاديث، يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل! أخذت بكلا الطرفين.“ (۲)

”بس کیجیے جو حدیثیں میں نے آپ کو سو دن میں سنائیں آپ ایک ساعت میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہا کی جماعت! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ! تم نے توفیقہ و حدیث دونوں کنارے لے لیے۔“

امام اعمش سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ امام عامر بن شراحیل شعبی ہیں جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حدیث میں ان کا پایا اتنا بلند تھا کہ خود فرماتے ہیں:

”بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچتی جس کا علم مجھے اس سے زیادہ نہ ہو۔“

مگر اس جلالت شان اور عظمت مقام کے باوجود فرماتے ہیں: ”إنا لسنا بالفقهاء ولكننا سمعنا

(۱) قرآن مجید، پ: ۱۱، سورة التوبة، آیت: ۱۲۲.

(۲) الخيرات الحسان للامام ابن حجر المكي الشافعي، الفصل الثلاثون فصل في مسنده في الحديث، ص: ۱۶۰، مطبع استنبول، ترکی.

الحديث فرو يناه للفقهاء مَنْ إِذَا عَلِمَ عَمَلًا (۱)

”ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں، ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائیاں کریں گے۔“

ان روشن نصوص کے پیش کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ تفقہ و اجتہاد ایسا بلند مقام و مرتبہ ہے جو ہر کس و ناکس کو حاصل نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے اس خاص بندہ کو حاصل ہوتا ہے جسے وہ بہت بڑی بھلائی عطا فرمانا چاہتا ہے جیسا کہ خود حضور اقدس سید عالم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ يَرِدُ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ“ (۲)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔“

تو جس شخص کو اجتہاد کی قوت حاصل نہیں اسے اجتہاد کی کیوں کرا جازت ہوگی اس لیے کہ کتاب و سنت کے بحر ذخار سے گراں قدر موتیوں کا حاصل کرنا صرف فقہائے مجتہدین ہی کی شان ہے اسی لیے نبی پاک سید عالم ﷺ نے اپنے عہد میں قوت اجتہاد سے دور رفتہ حضرات کے اجتہاد پر نکیر فرمائی جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

”خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مَنَا حَجْرٌ فَشَجَّهَ فِي رَأْسِهِ فَاحْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ: هَلْ تَجِدُونَ لِي رَخِصَةً فِي التَّيْمَمِ؟ قَالُوا: مَا نَجِدُ لَكَ رَخِصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلْ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَ بِذَلِكَ قَالَ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ إِلَّا سَأَلُوهُ إِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شَفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَّمَّمَ وَيُعَصِّبَ عَلَى جِرْحِهِ خَرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهِ“ (۳)

”ہم لوگ ایک سفر پر نکلے تو ہمارے ایک ساتھی کو پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا، اسے احتلام ہوا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا: کیا آپ حضرات میرے حق میں تیمم کی رخصت پاتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہم تمہارے حق میں کوئی رخصت نہیں پاتے اس لیے کہ تم پانی پر قادر ہو تو اس نے غسل کیا جس سے اس کا انتقال ہو گیا۔ جب ہم لوگ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کو اس کی اطلاع دی گئی آپ نے فرمایا: اُن لوگوں نے اسے قتل کیا اللہ انہیں قتل کرے جب انہیں (حکم شرع) معلوم نہ تھا کیوں نہ پوچھا؟ ناواقفیت کا علاج دریافت

(۱) تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۷۸.

(۲) بخاری کتاب العلم، باب: من یرد اللہ خیرا، ص: ۳۰، حدیث: ۷۱، دارالکتاب العربی، بیروت.

(۳) مشکاة المصابیح، ج: ۱، ص: ۵۵، کتاب التیمم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم

کڑھ.

کرنا ہے اسے تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر کے اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔  
 نبی اکرم سید عالم ﷺ کا ان حضرات پر رد و انکار فرمانا اس لیے نہ تھا کہ اجتہاد کرنا ناجائز و حرام ہے اور اجتہاد حجت شرعیہ نہیں اس لیے کہ اس کا حجت اور معتبر ہونا خود آپ کے ارشادات عالیہ سے ثابت ہے یہ رد و انکار دراصل اس لیے تھا کہ ان حضرات کو اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ تھی انھوں نے قرآن کریم کی آیت کریمہ: ”إِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا“ کو معذور و غیر معذور کے حق میں عام اور آیت کریمہ: ”إِنْ كُنْتُمْ مَرَضًا“ کو حدیث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیا جس کے سبب ان کے لیے فتویٰ دینا جائز نہ رکھا گیا اور ان کے اس اجتہاد پر نکیر فرمائی گئی۔  
 حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے:

”أخذ عقلاً أبيض وعقلاً أسود حتى كان بعد الليل نظر فلم يتبين له، فلما أصبح قال لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: جعلت تحت وسادتي خيط الأبيض وخيط الأسود قال: إن وسادتك لعريض إن كان الخيط الأبيض والخيط الأسود تحت وسادتك.“<sup>(۱)</sup>  
 ”جب یہ آیت نازل ہوئی: ”وَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ“ (البقرہ، پ، ۲، آیت: ۱۸۷) تو انھوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں اس کو دیکھا تو اس میں تمیز نہ ہوئی صبح کے وقت انھوں نے رسول پاک ﷺ سے عرض کیا کہ: میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا آپ نے (بطور مزاح) فرمایا کہ: تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے کہ سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے دن اور رات مراد ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔“

یہ صحابی اہل زبان تھے مگر اہل زباں ہونا اور ہے اور قرآن کریم کے مطالب خفیہ اور معانی دقیقہ لطیفہ پر مطلع ہونا اور ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر و بطن و لكل حد مطلع.“<sup>(۲)</sup>

”قرآن سات حرفوں (لغوتوں، قراءتوں، انواع احکام) میں نازل کیا گیا ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کی اطلاع کا طریقہ الگ الگ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لیے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لیے قوت فہم درکار ہے۔)“  
 یہ صحابی اہل زبان ہونے کے باوجود اجتہاد کی قوت و صلاحیت نہ رکھتے تھے اور کلام الہی میں وارد سفید اور سیاہ ڈورا سے اس کا مدلول ظاہری اور معنی حقیقی سمجھا اس کا مدلول خفی دن اور رات نہ سمجھا ان کے اس فہم پر رسول اللہ ﷺ نے بعنوان مزاح انکار فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہاد یہ نہ ہونے کے سبب آپ نے ان کی اس رائے اور فہم کا اعتبار نہ فرمایا۔

(۱) الصحيح لمسلم، باب بيان أن الدخول في الصوم، ص: ۳۴۹، ج: ۱، مجلس برکات.

(۲) مشکاة المصابيح، ج: ۱، ص: ۳۵، کتاب العلم، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے صحبت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: "إنما طلاق البکر واحدة فقال لي عبد الله: إنما أنت قاص، الواحدة تبينها والثالث يجره حتى تنكح زوجا غيره. أخرجه المالك" (۱)

باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے اس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا: تم تو زرعے داعظ ہو (فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تو بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام رہتی ہے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بلند پایہ محدث و عالم ہونے کے باوجود حضرت عبداللہ نے ان کے فتویٰ کو اس لیے غیر معتبر و غیر مستند قرار دیا کہ ان کے اندر اجتہاد کی قوت و صلاحیت نہ تھی جیسا کہ: "إنما أنت قاص" سے اس طرف اشارہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ محدث ہونا اور ہے اور فقیہ و مجتہد ہونا اور ہے، محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور فقیہ و مجتہد ہونا علم کا آخری زینہ ہے۔

### اجتہاد کے شرائط:-

"مختصر المنار" اور اس کی شرح "نور الأنوار" میں ہے:

"و شرط الاجتهاد أن يحوي علم الكتاب بمعانيه اللغوية والشرعية ووجهه التي قلنا من الخاص والعام الأمر والنهي وسائر الأقسام السابقة ولكن لا يشترط علم جميع ما في الكتاب بل قدر ما يتعلق به الأحكام وتستنبط هي منه وذلك قدر خمس مائة آية التي ألفتها وجمعها أنا في التفسيرات الأحمديّة. و علم السنة بطرقها المذكورة مع أقسام الكتاب وذلك أيضا قدر ما يتعلق به الأحكام أعني ثلاث آلاف دون سائرها وأن يعرف وجوه القياس بطرقها وشرائطها المذكورة أنفاً، ولم يذكر الإجماع اقتداءً بالسلف ولأنه لا يتعلق به فائدة الاختلاف بالاستنباط وإنما يحتاج إليه لأن يعلم المسائل الإجماعية فلا يجتهد فيها بنفسه بخلاف الكتاب والسنة فإن لكل مجتهد تاويلاً على حدة في المشترك والمجمل وأمثاله وبخلاف القياس فإنه عين الاجتهاد وعليه مدار الفقه ولهذا بين حكمه على وجه يتضمن بيان حكم القياس الموعود فيما سبق" (۲)

"اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ: (۱) مجتہد کا علم کتاب اللہ کے لغوی و شرعی معانی اور اس کے ان وجوہ و اقسام کو محیط ہو جنہیں اس سے پہلے ہم نے بیان کیا یعنی کتاب اللہ کے خاص و عام اور امر و نہی وغیرہ اقسام کتاب اس کے احاطہ

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الرجل یتزوج المرأة ثم يطلقها.

(۲) نور الأنوار مبحث الاجتهاد، ص: ۲۵۰، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور.

علم میں ہوں لیکن مکمل کتاب اللہ کا علم شرط نہیں بلکہ ان پانچ سو آیتوں کا علم شرط ہے جن سے احکام متعلق ہیں اور احکام مستنبط ہوتے ہیں ان آیتوں کو میں نے ”تفسیرات احمدیہ“ میں جمع کر دیا ہے۔ (۲) اور حدیث کو اس کے متون، اور اس کی سندوں اور ان قسموں کے ساتھ جاننا جو کتاب اللہ کی قسموں کے ساتھ اقسام سنت میں مذکور ہیں وہ تین ہزار حدیثیں ہیں جن سے احکام متعلق ہیں نہ کہ ساری حدیثیں۔ (۳) اور قیاس کے اقسام کو ان کے مذکورہ شرائط و طرق کے ساتھ جاننا۔“

مصنف نے سلف کی اقتدا میں اجماع کو ذکر نہ کیا (جب کہ مواقع اجماع کا علم اجتہاد کی شرط ہے) اس لیے کہ استنباط سے متعلق اختلاف کا فائدہ اجماع سے متعلق نہیں اور اجماع کا علم اس لیے اجتہاد کی شرط ہے کہ مجتہد اجماعی مسائل کو جان لے تو ان میں اجتہاد نہ کرے (اور اجماع کے خلاف فتویٰ نہ دے) برخلاف کتاب و سنت کیوں کہ مشترک و مجمل وغیرہ میں ہر مجتہد کی الگ الگ تاویل ہوتی ہے (تو ہر مجتہد کے لیے کتاب و سنت کا علم اس لیے شرط ہے تاکہ تاویل کر سکے اور استنباط سے متعلق اختلاف مجتہدین کا فائدہ حاصل ہو) اور برخلاف قیاس کیوں کہ قیاس عین اجتہاد اور اسی پر فقہ کا مدار ہے (کیوں کہ اکثر فقہ کے مسائل قیاسی ہیں) اور اسی لیے اجتہاد کا حکم اس طرح بیان کیا گیا جو قیاس کے حکم کی توضیح پر مشتمل ہے جس کا سابق میں وعدہ کیا تھا۔“

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ”الفضل الموهبی فی معنی إذا صح الحدیث فہو مذہبی“ میں شرائط اجتہاد کی تحقیق و تفصیل اور احاطہ تام فرماتے ہوئے چار منزلوں کا ذکر فرمایا:

منزل اول:-

نقد رجال کہ ان کے مراتب ثقہ و صدق و حفظ و ضبط اور ان کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال و وجوہ طعن و مراتب توثیق و مواضع تقدیم جرح و تعدیل و حوامل طعن و مناشی توثیق و مواضع تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو۔ استخراج مرتبہ اتقان راوی بقدر روایات و ضبط مخالقات و اوہام و خطیات و غیرہا پر قادر ہو، ان کے اسامی و القاب و کئی و انساب و وجوہ مختلفہ تعبیر رواۃ خصوصاً اصحاب تدلیس شیوخ و تعیین مبہات و متفق و متفرق و مختلف و موتلف سے ماہر، ان کے موالیہ و وفیات و بلدان و رحلات و لقاء سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحل و وجوہ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط و آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حالین و غیرہ تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو، ان سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے کہ: صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم:-

صحاح و سنن و مسانید و جوامع و معاجم و اجزا و غیرہ کتب احادیث میں اس کے طرق مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظر تمام

کرے کہ حدیث کے تو اترا یا شہریت یا فردیت نسبتیہ یا غرابتِ مطلقہ یا شد و ذی انکارت و اختلافات رفع و وقف و قطع و وصل و مزید فی متصل الاسانید و اضطراریاتِ سند و متن و غیرہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمع طرق و احاطہ الفاظ سے رفع ابہام و دفع ابہام و ایضاً خفی و اظہار مشکل و ابانتِ مجمل و تعیینِ محتمل ہاتھ آئے و لہذا امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

”ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔“

اس کے بعد اتنا حکم کر سکتا ہے کہ: حدیث شاذ یا منکر یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم:-

اب علل خفیہ و غوامض و دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔ اگر بعد احاطہ و جوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے صرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے، تمام حفاظ حدیث و اجلہ نقاد و ناواصلان ذرہ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے، اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد و ہمسری ائمہ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح یا مصنفان اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے۔ کس آیت یا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ: بخاری یا ترمذی بلکہ امام احمد و ابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تخریج کر دیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے؟ کون سا نص آیا کہ نقدر جال میں ذہبی و عسقلانی بلکہ نسائی و ابن عدی و دارقطنی بلکہ یحییٰ قطان و یحییٰ بن معین و شعبہ و ابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے؟ جب خود احکام الہیہ کے پہچاننے میں ان اکابر کی تقلید کی نہ ٹھہری جو ان سے بدرجہا ارفع و اعلیٰ و اعلم و اعظم تھے جن کے یہ حضرات اور ان کے امثال مقلد و تابع ہوتے ہیں جن کے درجات رفیعہ امامت انھیں مسلم تھے تو ان سے کم درجہ امور میں ان اکابر سے نہایت پست مرتبہ اشخاص کی ٹھیٹھ تقلید یعنی چہ جرح و تعدیل و غیرہ جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایہ ثبوت کو پہنچائیے اور این و آل فلاں و بہماں کا نام زبان پر نہ لائیے ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ کس برتے پر تاپانی۔

ماذا أخاضك يا مغرور في الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تطر

خیر کسی مسخرہ شیطان کے منہ کیا لگیں برادران بانصاف انھیں منازل کی دشواری دیکھیں جس میں ابو عبد اللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے۔ امام ابن حبان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کیے گئے ان دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابو عیسیٰ ترمذی تصحیح و تحسین میں تساہل ٹھہرے۔ امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری و ابوزرعہ کے لوہے مانے کہا اوضحنا فی رسالتنا ”مدارج طبقات الحدیث“ ۱۳۱۳ھ

## منزل چہارم:-

سخت ترین منازل دشوار ترین مراحل جس کے سائر نہیں مگر اقل قلائل اس کی قدر کون جانے

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش  
کہ نظم مملکت خویش خسرواں دانند

اس کے لیے واجب ہے کہ: جمیع لغات عرب و فنون ادب و وجوہ تخطاب و طرق تفہیم و اقسام نظم و صنوف معنی و ادراک علل و تنقیح مناظ و استخراج جامع و عرفان مانع و موارد تعدیہ و مواضع قصر و دلائل حکم آیات و احادیث و اقوال صحابہ و ائمہ فقہ قدیم و حدیث و مواقع تعارض و اسباب ترجیح و مناجح توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل و مسالک تخصیص و مناسک تفسیر و مشارع قیود و شوارح مقصود و غیر ذلک پر اطلاع تام و وقوف عام و نظر غائر و ذہن رفیع و بصیرت ناقدہ و بصر رفیع رکھتا ہو جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا:

”ایاکم أن تبادروا إلى الإنكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد إحاطتكم بأدلة الشريعة كلها و معرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها و طرقها.“

”خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکار یا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو جب تک تمام لغات عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو جب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو۔“

اور ساتھ ہی فرمادیا: ”أني لكم بذلك؟“<sup>(۱)</sup> بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ؟۔

## طبقات مجتہدین:-

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ ”ردالمحتار“ میں فرماتے ہیں:

”الفقهاء على سبع مراتب أو ضحها المحقق ابن كمال باشافي بعض رسائله:

الأولى: طبقة المجتهدين في الشرع كالأئمة الأربعة رضي الله تعالى عنهم ومن سلك مسلكهم في تاسيس قواعد الأصول و به يمتازون من غيرهم.

الثانية: طبقة المجتهدين في المذهب كأبي يوسف و محمد و سائر أصحاب أبي حنيفة القادرين على استخراج الأحكام من الأدلة على مقتضى القواعد التي قررها أستاذهم أبو

(۱) نقله الامام العارف بالله عبد الوهاب الشعراني في الميزان. الفضل الموهبي في معنى إذا صح الحديث فهو مذهبي، ص: ۹ تا ۱۴، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی.



حنيفة في الأحكام وإن خالفوه في بعض أحكام الفروع لكن يقلدونه في قواعد الأصول وبه يمتازون عن المعارضين في المذهب كالشافعي وغيره المخالفين له في الأحكام غير مقلدين له في الأصول.

**الثالثة: طبقة المجتهدين في المسائل التي لانص فيها عن صاحب المذهب كالخصاف وأبي جعفر الطحاوي، وأبي الحسن الكرخي وشمس الأئمة الحلواني، شمس الأئمة السرخسي، وفخر الإسلام البزدوي، وفخر الدين قاضي خاں وأمثالهم؛ فإنهم لا يقدرون على شيء من المخالفة لا في الأصول ولا في الفروع لكنهم يستنبطون الأحكام في المسائل التي لانص فيها على حسب الأصول والقواعد.**

**الرابعة: طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازي وأضرابه فإنهم لا يقدرون على الاجتهاد أصلاً لكنهم لإحاطتهم بالأصول وضبطهم للمأخذ يقدرون على تفصيل قول مجمل ذي وجهين وحكم مبهم محتمل الأمرين منقول عن صاحب المذهب أو أحد من أصحابه برأيهم ونظرهم في الأصول والمقايسة على أمثاله ونظائره من الفروع وما في الهداية من قوله: كذا في تخريج الكرخي وتخريج الرازي من هذا القبيل.**

**الخامسة: طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين كأبي الحسن القدوري و صاحب الهداية وأمثالهما، وشأنهم تفضيل بعض الروايات على بعض كقولهم: هذا أولى وهذا أصح رواية وهذا أوفق للناس.**

**السادسة: طبقة المقلدين القادرين على التميز بين الأقوى والقوي والضعيف وظاهر المذهب والرواية النادرة كأصحاب المتون المعبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز و صاحب المختار و صاحب الوقاية و صاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة.**

**والسابعة: طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث والسمين.** (۱)

محقق ابن کمال باشا نے اپنے بعض رسائل میں فقہاء کے سات طبقات کی توضیح فرمائی:

(۱) - مجتہدین فی الشرع: (مجتہد مطلق مستقل) جیسے امام الائمہ، سراج الاممہ، کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ

(م: ۱۵۰ھ) امام مالک (م: ۱۷۹ھ) امام شافعی (م: ۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبل (م: ۲۴۱ھ) اور ان کے علاوہ وہ حضرات

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۲، ۵۳.

جو قواعد اصول کی تاسیس میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور اسی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوں۔

”فواتح الرحموت“ میں ہے:

”المجتهد علی قسمین: مجتهد مطلق أي من له قدرة الاجتهاد في كل حادثة اتفقت و

مجتهد في البعض.“<sup>(۱)</sup>

”یعنی مجتہد کی دو قسمیں ہیں: مجتہد مطلق یہ وہ شخص ہے جو ہر پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کی قدرت رکھے اور مجتہد

فی البعض۔“

(۲)۔ مجتہدین فی المذہب: (مجتہد مطلق غیر مستقل) جیسے امام ابو یوسف (م: ۱۸۳ھ) امام محمد (م: ۱۸۹ھ) اور

امام اعظم ابو حنیفہ کے دوسرے تلامذہ۔ یہ حضرات اپنے استاذ امام ابو حنیفہ کے مقرر فرمودہ استخراج احکام کے قواعد کے مطابق دلائل شرعیہ سے استخراج احکام کی صلاحیت رکھتے ہیں، اگرچہ بعض احکام فروع میں ان کی مخالفت کرتے ہیں لیکن قواعد اصول میں ان کے مقلد و تابع ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ حضرات معارضین فی المذہب مثلاً امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہوتے ہیں جو احکام میں ان کی مخالفت کرتے ہیں اور اصول میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

(۳)۔ مجتہدین فی المسائل: جیسے امام ابو بکر خفاف (م: ۲۶۱ھ) امام ابو جعفر طحاوی (م: ۳۳۱ھ) امام ابو الحسن

کرخی (م: ۳۴۰ھ) شمس الائمہ حلوانی (م: ۴۵۶ھ) شمس الائمہ بخاری (م: ۵۰۰ھ) امام فخر الاسلام بزدوی (م: ۴۸۲ھ) اور امام فخر الدین قاضی خاں (م: ۵۹۳ھ) وغیرہ یہ حضرات اصول و فروع میں مخالفت نہیں کر سکتے البتہ جن مسائل کے بارے میں ائمہ مذاہب سے کوئی نص نہیں ان میں انہیں کے وضع کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں احکام کا استنباط کرتے ہیں۔

(۴)۔ اصحاب تخریج: جیسے امام ابو بکر احمد بن علی رازی (م: ۳۷۰ھ) وغیرہ یہ حضرات مقلدین، اجتہاد کی اصلا

قدرت نہیں رکھتے البتہ احاطہ اصول اور ضبط ماخذ کے سبب اپنی رائے سے اصول میں نظر و فکر اور امثال و نظائر پر قیاس کے ذریعہ صاحب مذہب یا ان کے کسی تلمیذ سے منقول ایسے مجمل قول کی تفصیل کر سکتے ہیں جو دو طرح کا معنی رکھتے ہیں اسی طرح ایسے مبہم حکم کی تعیین کر سکتے ہیں جس میں دو احتمال ہے۔

(۵)۔ اصحاب ترجیح: جیسے امام ابو الحسن قدوری (م: ۴۲۸ھ) صاحب ہدایہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی

مرغینانی (م: ۵۹۳ھ) وغیرہ ان حضرات مقلدین کا کام اصول و فروع کی روشنی میں بعض کو بعض پر ترجیح دینا ہے مثلاً ان کا یہ کہنا کہ: هذا أولى وهذا أصح رواية وهذا أوفق للناس.

(۶)۔ اصحاب تمیز: جیسے اصحاب متون معتبرہ مثلاً صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ اور صاحب مجمع یہ

(۱) فواتح الرحموت، ج: ۲، ص: ۴۱۶، خاتمة الاجتهاد بذل الطاقة.

حضرات مذہب کے اقوی، قوی، ضعیف، ظاہر مذہب اور روایت نادرہ کے درمیان تمیز کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کا کام اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہ کرنا ہے۔

(۷)۔ مقلدین محض: جن میں مذکورہ بالا کوئی صلاحیت نہیں ہوتی، یہ حضرات کھرے اور کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتے۔ (بس ائمہ مذہب کے اقوال نقل کر سکتے ہیں جیسے موجودہ دور کے صاحبانِ فقہ و افتاء۔)

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے ”التعلیقات السنیة“ میں ص: ۲ پر فرمایا کہ: بعض فضلاء نے اس پر تعقب فرمایا کیوں کہ امام قدوری زمانہ کے اعتبار سے شمس الائمہ حلوانی سے پہلے ہیں اور ان کی شان بھی ان سے بلند ہے تو کیا وجہ ہے ان کا مقام و مرتبہ ان سے فروتر ہے۔

نیز فقیہ اکبر امام علامہ شیخ عبدالقادر رافعی فاروقی حنفی نے فرمایا کہ: امام قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب تریح اور امام قاضی خاں کو مجتہدین فی المسائل سے شمار کیا گیا جب کہ امام قدوری کا زمانہ شمس الائمہ کے زمانہ سے پہلے ہے اور ان کا پایا بھی ان سے بلند ہے اسی طرح صاحب ہدایہ اپنے اقران یہاں تک کہ اپنے شیوخ سے بھی فقہ میں فائق ہیں خود ان کے ہم عصر امام فخر الدین قاضی خاں اور زین الدین عتابی وغیرہ نے ان کی اس بلندی شان کا اعتراف کیا تو ان کا مقام و مرتبہ قاضی خاں سے کیوں کم تر ہو گا بلکہ وہ حضرات اس بلند مقام کے زیادہ لائق ہیں۔<sup>(۱)</sup>

اب رہا یہ کہ کن امور میں اجتہاد کی گنجائش ہے تو یہ حقیقت روشن ہے کہ: مسائل تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱)۔ جن میں نصوص متعارض ہیں۔

(۲)۔ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر ان میں متعدد وجوہ و معانی کا احتمال ہے۔

(۳)۔ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ممکن ہوں۔

پہلی دونوں قسموں میں مجتہد کو اجتہاد کی حاجت ہے ظاہر ہے کہ جب نصوص متعارض ہیں تو رفع تعارض کے لیے اجتہاد کی حاجت ہے۔ اسی طرح نصوص متعارض نہیں مگر متعدد وجوہ و معانی کا احتمال رکھتے ہیں تو مختلف احتمالات میں سے کسی ایک کی تعیین کے لیے اجتہاد کی حاجت ہے۔ رہ گئی تیسری قسم جس میں نہ تعارض ہے اور صرف ایک ہی معنی ممکن ہے جو قطعی الدلالت ہے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

”أصول الشاشي“ میں ہے:

”الواجب علی المجتہد طلب حکم الحادثة من کتاب اللہ تعالیٰ ثم من سنة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصریح النص أو دلالتہ علی ما مر ذکرہ فانہ لا سبیل إلی العمل بالرأی مع إمكان العمل بالنص .... ثم إذا تعارض الدلیلان عند المجتہد فإن کان

(۱) التحریر المختار، ج: ۱، ص: ۱۱، ۱۲، المطبعة الکبری الامیریة ببولاق مصر.

التعارض بين الأيتين يميل إلى السنة وإن كان بين السنتين يميل إلى آثار الصحابة رضي الله تعالى عنهم والقياس الصحيح ثم إذا تعارض القياسان عند المجتهد يتحرى ويعمل بأحدهما لأنه ليس دون القياس دليل شرعي يصار إليه. (۱)

”یعنی مجتہد کے سامنے جب کوئی واقعہ پیش ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس پیش آمدہ قضیہ کا حکم اللہ کی کتاب میں تلاش کرے اس لیے کہ یہ سب سے قوی دلیل ہے پھر اس کے بعد رسول پاک ﷺ کی سنت شریفہ میں تلاش کرے نص صریح یا اس کی دلالت یا اس کے اشارہ وغیرہ کے ذریعہ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا کیوں کہ نص پر عمل کے ممکن ہوتے ہوئے رائے پر عمل کی کوئی راہ نہیں اس لیے کہ نص رائے سے زیادہ باقوت ہے..... پھر جب مجتہد کے نزدیک دو دلیلیں متعارض ہوں تو اگر یہ تعارض دو آیتوں کے درمیان ہے تو سنت (حدیث) کی طرف مائل ہوگا اور اگر دو حدیثیں متعارض ہوں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اقوال شریفہ کی طرف مائل ہوگا جو حضور اقدس ﷺ کے دہن اقدس سے نہ گئے اور آثار صحابہ کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی پاک ﷺ نے نماز کسوف ایک رکوع اور دو سجدہ کے ذریعہ ادا فرمائی جیسا کہ تم دوسری نمازیں اسی طرح سے پڑھتے ہو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکوع اور چار سجدوں کے ذریعہ دو رکعت ادا فرمائی ان دونوں حدیثوں میں تعارض کے وقت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا (دوسری نمازوں پر قیاس کیا) پھر جب مجتہد کے نزدیک دو قیاس میں تعارض ہو تو وہ تحرری کرے گا اور ان دو قیاسوں میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا اس لیے کہ اس وقت اس کے پاس قیاس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں جس کی طرف رجوع کیا جائے۔“

فتح القدير میں ہے: ”فشرط حل الإجتہاد أن لا يكون مخالفا للكتاب أو السنة: یعنی المشهورۃ“ (اجتہاد کے جائز و حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت مشہورہ کے مخالف نہ ہو۔) (۲)  
المستصفیٰ میں ہے: ”والمجتهد فيه: هو كل حكم شرعي ليس فيه دليل قطعي“ (مجتہد فیہ ہر وہ حکم شرعی ہے جس میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو۔) (۳)

فوائح الرحموت میں ہے: ”أجمع الصحابة على أن ما لا قاطع فيه محل الإجتہاد“ (یعنی تمام صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس مسئلہ میں کوئی قطعی دلیل نہ ہو وہ مجتہدین کے اجتہاد کی جولان گاہ ہے۔) (۴)

(۱) اصول الشاشی، ص: ۸۱، ۸۲، الاصل الثالث الإجماع بحث إذا تعارض الدليلان ما يفعل المجتهد، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔  
(۲) فتح القدير، کتاب آداب القاضی، ص: ۳۹۳، ج: ۶، دارالکتب العلمیہ بیروت  
(۳) المستصفیٰ لابی حامد محمد بن محمد الغزالی، ص: ۳۴۵، ج: ۱، بیروت لبنان۔  
(۴) فوائح الرحموت، ص: ۲۷۸، ج: ۲، داراحیاء التراث العربی۔

الإحكام في أصول الأحكام میں ہے: "إن الإجماع من الصحابة واقع على أن كل مسألة لا تكون مجمعا عليها ولا فيها نص قاطع أنه يجوز الاجتهاد فيها" (یعنی تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ: جس مسئلہ میں اجماع قطعی اور نص قطعی نہ ہو وہ اجتہاد کا محل ہے۔) (۱)

دلیل قطعی قرآن کریم کا نص مفسر، خبر مشہور و متواتر اور اجماع یقینی ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے: "قام عليه دليل قطعي وهو نص المفسر من الكتاب الكريم او الخبر المشهور والمتواتر والایجماع" (یعنی دلیل قطعی قرآن کریم کا نص مفسر، خبر مشہور و متواتر اور اجماع قطعی و یقینی ہے۔) (۲)

ان عبارتوں سے صاف روشن ہے کہ جن مسائل میں اجماع قطعی یا نص قطعی موجود ہے ان میں اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں۔

### اگر امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو صحیح حدیث پر عمل کرنا قول امام پر عمل کرنا ہے؟

ابن الشحنة کی "شرح ہدایہ" علامہ بیرکی کی "شرح اشباہ" اور "رد المحتار" میں ہے: "إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث و يكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه أنه قال: "إذا صح الحديث فهو مذهبي" (۳)

"جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور خلاف مذہب ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے اور یہی ان کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کرنے کے سبب مقلد حنفی ہونے سے خارج نہ ہوگا کیوں کہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ: امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔"

مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اس مقام کی تحقیق اہل سنت فرماتے ہوئے، اسے عرش تحقیق تک پہنچاتے ہوئے، مخالفت امام کے دعویٰ کی حقیقت کشا کرتے ہوئے اور مخالفین کی ناپاک آرزوؤں کو خاک میں ملاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"أقول: يريد الصحة فقهاً ويستحيل معرفته إلا للمجتهد، لا الصحة المصطلحة عند المحدثين كما بينته في "الفضل الموهبي" بدلائل قاهرة يتعين استفادتها." (۴)

(۱) الإحكام في أصول الأحكام، ص: ۲۹۱، ج: ۱، دار الكتاب العربي بيروت.  
(۲) بدائع الصنائع، كتاب آداب القاضي، ص: ۴، ج: ۷، مركز اهل سنت بركات رضا.  
(۳) رد المحتار مطلب عن الامام إذا صح الحديث الخ، ج: ۱، ص: ۵۰، البابي مصر.  
(۴) فتاوى رضويه مترجم، ج: ۱، ص: ۱۱۴، رساله اجلى الاعلام إن الفتوى مطلقاً على قول الامام رضا اكيدي، ممبئي.

”میں کہتا ہوں: اس سے فقہی صحت مراد ہے اور مجتہد کے علاوہ کسی اور کے لیے اس صحت کی معرفت محال ہے اس میں وہ اصطلاحی صحت مراد نہیں جو محدثین کے نزدیک ہے میں نے اپنے رسالہ ”الفضل الموهبی“ میں قاہرہ دلیلوں سے اسے بیان کر دیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں صحت حدیث کا معنی اور ہے اور فقہائے مجتہدین کی اصطلاح میں صحت کا معنی اور ہے کوئی ضروری نہیں کہ محدثین کے نزدیک جو میزان صحت ہو وہی فقہاء کے یہاں بھی میزان صحت ہو اس لیے کہ فقہائے مجتہدین کے نزدیک صحت حدیث کی شرطیں کچھ اور ہیں، بسا اوقات امام مجتہد کے نزدیک حدیث صحیح ماؤل یا مرجوح یا کسی وجہ سے متروک العمل ہوتی ہے۔ امام اہل سنت سیدنا علی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اقول وباللہ التوفیق: صحت حدیث علی المصطلح الاثر و صحت حدیث بعمل المجتہدین میں عموم خصوص مطلق بلکہ من وجہ ہے کبھی حدیث سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ائمہ امت و ائمائے ملت بنظر قرائن خارجہ یا مطابقت قواعد شرعیہ اس پر عمل فرماتے ہیں کہ ان کا یہ عمل ہی موجب تقویت و صحت حدیث ہو جاتا ہے۔ یہاں صحت عمل پر متفرع ہوئی نہ عمل، صحت پر امام ترمذی نے حدیث: ”من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر“ روایت کر کے فرمایا:

”حنش هذا هو أبو علي الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه أحمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم.“<sup>(۱)</sup>  
اس حدیث کا راوی ”حنش بن قیس“ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے امام احمد وغیرہ نے اس کی تضعیف فرمائی اور علما کا عمل اسی پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کتاب ”التعقبات علی الموضوعات“ میں فرماتے ہیں:

”أشار بذلك إلى أن الحديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله.“<sup>(۲)</sup>  
”یعنی امام ترمذی نے اس سے اشارہ فرمایا: کہ حدیث کو قول علماء سے قوت مل گئی اور بے شک متعدد ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ: اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے، اگرچہ اس کے لیے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔“

امام شمس الدین سخاوی ”فتح المغیث“ میں شیخ ابوالحسن قطان سے ناقل:

”هذا القسم لا يحتاج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال و يتوقف عن العمل به في

(۱) سنن ترمذی، باب ما جاء في جمع بين الصلوتين، ص: ۲۶، ج: ۱، مجلس برکات۔

(۲) التعقبات علی الموضوعات، باب الصلوة، ص: ۱۲، المكتبة الاثرية سانگله

الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن“ (۱)

”حدیث ضعیف حجت نہیں ہوتی بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کریں گے اور احکام میں اس پر عمل سے باز رہیں گے مگر جب کہ اس کی سندیں کثیر ہوں یا عمل علما کے ملنے یا کسی شاہد صحیح یا ظاہر قرآن کی موافقت سے قوت پائے۔“  
امام محقق علی الاطلاق ”فتح القدیر: باب صفة الصلاة“ میں فرماتے ہیں:

”ليس معنى الضعيف: الباطل في نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث مع تجويز كونه صحيحا في نفس الأمر فيجوز أن يقترن قرينة تحقق ذلك وأن الراوي الضعيف أجاد في هذا المتن المعين فيحكم به.“ (۲)

”ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ: واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ ان شرطوں پر ثابت نہ ہوئی جو محدثین کے نزدیک معتبر ہیں واقع میں جائز ہے کہ صحیح ہو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی قرینہ ایسا ملے جو اس جواز کی تحقیق کر دے اور بتا دے کہ ضعیف راوی نے یہ خاص حدیث ٹھیک روایت کی ہے تو اس کی صحت پر حکم کر دیا جائے گا۔“

بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا خواہ (۱) یوں کہ اس کے نزدیک یہ حدیث نامتواتر نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے (۲) یا حدیث آحاد زیادت علی الکتاب کر رہی ہے۔ (۳) یا حدیث موضع تکرر وقوع و عموم بلوی یا کثرت مشاہدین و توفیر دواعی میں آحاد آئی ہے۔ (۴) یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے۔ (۵) یا دوسری حدیث صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیرہ ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے۔ (۶) یا وہ بحکم جمع و تطبیق و توفیق بین الادلہ ظاہر سے مصروف و مؤول ٹھہری ہے (۷) یا بحالت تساوی و عدم امکان جمع مقبول و جہل تاریخ بعد تساوی ادلہ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے۔ (۸) یا عمل علما اس کے خلاف پر ماضی ہے۔ (۹) یا مثل مخابرة تعامل امت نے راہ خلاف دی ہے۔ (۱۰) یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے۔ (۱۱) یا علت حکم مثل ہم بمؤلفۃ القلوب و غیرہ اب منقہی ہے۔ (۱۲) یا مثل حدیث: ”لا تمنعوا اماء الله مساجد الله“ بنائے حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع و منتہی ہے۔ (۱۳) یا مثل حدیث شہبات اب اس پر عمل ضیق شدید و حرج فی الدین کی طرف داعی ہے۔ (۱۴) یا مثل حدیث تغریب عام اب فتنہ و فساد ناشی ہے۔ (۱۵) یا مثل حدیث ضجعة فجر و جلہ استراحت منشا کوئی امر عادی یا عارضی ہے (۱۶) یا مثل جہر آیت فی الظہر احیاناً یا جہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجت خاصہ نہ تشریح دائمی ہے۔ (۱۷) یا مثل حدیث: ”علیک السلام تحیة الموتی“ مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے۔

(۱) فتح المغیث، القسم الثانی فی الحسن، دار الامام الطبری، ص: ۸۰، ج: ۱

(۲) فتح القدیر، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص: ۳۱۳، ج: ۱، دار الکتب العلمیة بیروت

تو مجرد صحت مصطلوہ اثر صحت عمل مجتہد کے لیے ہرگز کافی نہیں حضرات عالیہ صحابہ کرام سے لے کر پچھلے ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تک کوئی ایسا نہیں جس نے بعض احادیث صحیحہ کو ماول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو۔<sup>(۱)</sup>

امام احمد رضا قدس سرہ کی اس تحقیق ائینق سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ محدثین کے نزدیک حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا جس کے مختلف وجوہ و اسباب ہیں جن کی حقیقت تک فقیہ مجتہد ہی کی رسائی ہوتی ہے حضرات صحابہ کرام سے لے کر پچھلے ائمہ مجتہدین تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس نے بعض صحیح حدیثوں کو ماول یا مرجوح یا کسی نہ کسی وجہ سے متروک العمل نہ ٹھہرایا ہو جس سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک کسی حدیث کا پایہ صحت کو پہنچنا اس حدیث پر مجتہد کے عمل کے صحیح ہونے کے لیے کافی نہیں تو محدثین کے نزدیک حدیث صحیح ہے مگر مجتہد کے نزدیک اس پر عمل کی صحت کی شرط مفقود ہے جس کے سبب مجتہد نے اس حدیث پر عمل نہ فرمایا اب اگر کوئی مدعی مخالفت امام اس حدیث کی صحت کی طرف نظر کرے اور مجتہد کے نزدیک اس حدیث پر صحت عمل کی شرط سے صرف نظر کرے اور امام کے مذہب کی مخالفت کرے تو کیا مخالفت امام کی شرط متحقق ہوئی؟ امام احمد رضا قدس سرہ اس مقام کی تحقیق و توضیح فرماتے ہوئے اور اس کی روشن شہادتیں پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث عمار رضی اللہ عنہ دربارہ تیمم جناب پر عمل نہ کیا اور فرمایا: ”اتق الله يا عمار كما في صحيح مسلم.“<sup>(۲)</sup>

یوں ہی حدیث فاطمہ بنت قیس دربارہ عدم النفقة والسكنى للمبتوتہ پر اور فرمایا: ”لا نترك كتاب ربنا ولا سنة نبينا بقول امرأة. لا ندري حفظت أم نسيت“ رواه مسلم ایضا.<sup>(۳)</sup>

یوں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث مذکور تیمم پر اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”أولم تر عمر لم يقنع بقول عمار كما في الصحيحين.“<sup>(۴)</sup>

یوں ہی حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حدیث مذکور فاطمہ پر اور فرمایا:

(۱) رساله الفضل الموهبي في معني إذا صح الحديث فهو مذهبي، ص: ۳، ۴، ۵، ۶.

(۲) الصحيح لمسلم، كتاب الحيض، باب التيمم، ص: ۱۶۱، ج: ۱، قديمي كتب خانہ كراچی.

(۳) الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، ص: ۴۸۵، ج: ۱، قديمي كتب خانہ كراچی.

(۴) الصحيح للبخاري، كتاب التيمم، باب إذا خاف الجنب على نفسه إلخ، ص: ۵۰، ج: ۱، مجلس برکات



”مالفاطمة ألا تتقي الله“ رواه البخاري (۱)

یوں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

”الوضوء مما مست النار.“ (۲)

پر اور فرمایا:

”أنتوضأ من الحميم؟“ رواه الترمذي (۳)

یوں ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

”انه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يستلم هذين الركنين.“ (۴)

پر اور فرمایا: ”ليس شيء من البيت مهجورا كما في البخاري من رواية الحموي

والمستملی.“ (۵)

یوں ہی جمہیر ائمہ صحابہ و تابعین و من بعدہم نے حدیث: ”الوضوء من لحوم الإبل“ پر وہو

صحیح معروف من حدیث البراء و جابر بن سمرہ و غیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم. (۶)

امام دارالہجرۃ عالم المدینہ سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”العمل أثبت من الأحاديث.“ (۷)

عملِ علما حدیثوں سے زیادہ مستحکم ہے۔

ان کے اتباع نے فرمایا:

”إنه لضعيف أن يقال في مثل ذلك حدثني فلان عن فلان.“ (۸)

ایسی جگہ حدیث سنانا پوچ بات ہے۔ ایک جماعت ائمہ تابعین کو جب دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں

پہنچتیں فرماتے:

(۱) الصحیح للبخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قيس، ص: ۸۰۴، ج: ۲، مجلس برکات

(۲) سنن الترمذی، باب الوضوء مما غيرت النار، ص: ۱۲، ج: ۱، مجلس برکات

(۳) المصدر السابق

(۴) الصحیح للبخاری، کتاب المناسك، باب من لم يستلم إلا الركنين اليمانيين، ص: ۲۱۸، ج: ۱، مجلس

برکات

(۵) المصدر السابق

(۶) ترمذی، باب الطهارة، باب الوضوء من لحوم الإبل، ص: ۱۲، ج: ۱، مجلس برکات

(۷) المدخل لابن الحاج، فصل في ذكر النعوت، ص: ۱۲۲، ج: ۱، دار الكتب العربي بيروت.

(۸) المصدر السابق

”ما نجھل هذا ولكن مضي العمل على غيره.“<sup>(۱)</sup>  
ہمیں ان حدیثوں کی خبر ہے مگر عمل اس کے خلاف پر گزر چکا۔ امام احمد بن ابی بکر بن جریر سے بارہا ان کے بھائی کہتے: تم نے فلاں حدیث پر کیوں نہ حکم کیا؟ فرماتے:

”لم أجد الناس عليه.“<sup>(۲)</sup> میں نے علما کو اس پر عمل کرتے نہ پایا۔

بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ، امام الحدیث عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں:

”السنة المتقدمة من سنة أهل المدينة خير“ من الحديث“.

اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے بہتر ہے۔

”نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدري المكي المالكي في مدخله في فصل في النعوت المحمدية وفيه في فصل في الصلاة على الميت في المسجد ماورد من أن النبي ﷺ صلى على سهيل بن بيضاء في المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عند مالك رحمه الله تعالى أقوى الخ.“

خود میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ”معیار الحق“ میں لکھتے ہیں:

”بعض ائمہ کا ترک کرنا بعض احادیث کو فرع تحقیق ان کی ہے کیوں کہ انھوں نے ان احادیث کو احادیث قابل

عمل نہیں سمجھا بدعویٰ نسخ یا بدعویٰ ضعف اور امثال اس کے الخ۔“<sup>(۳)</sup>

اس ”امثال“ کے بڑھانے نے کھول دیا کہ بے دعویٰ نسخ یا ضعف بھی ائمہ بعض احادیث کو قابل عمل نہیں

سمجھتے اور بے شک ایسا ہی ہے خود اسی ”معیار“ میں حدیث جلیل صحیح بخاری شریف: ”حتى ساوى الظل

التلول“ بعض مقلدین شافعیہ کی ٹھیٹھ تقلید کر کے بحیثیت تاویلات بارہ کاسدہ ساقطہ فاسدہ متروک العمل کر دیا اور

عذر گناہ کے لیے بولے کہ ”جمعاً بین الأدلۃ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔“ اور اس کے سوا اور بہت احادیث صحاح کو محض

اپنا مذہب بنانے کے لیے بدعواوی باطلہ عاطلہ ذاہلہ زائلہ بے دھڑک واہیات و مردود بتاؤ جس کی تفصیل جلیل فقیر کے

رسالہ ”حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین“ میں مذکور یہ رسالہ صرف ایک مسئلہ میں ہے اس

کے متعلق حضرت کی ایسی کارروائیاں وہاں شمار میں آئیں باقی مسائل کی کارگزاریاں کس نے گئیں اور کتنی پائیں۔

قیاس کن زگلستان او بہارش را

بالجملہ موافق مخالف کوئی ذی عقل اس کا انکار نہیں کر سکتا کہ:

(۱) المصدر السابق

(۲) المصدر السابق

(۳) معیار الحق، ص: ۱۵۱، مکتبہ نذیر یہ لاہور.

”مجرد صحت اثری صحت عملی کو مستلزم نہیں بلکہ محال ہے کہ مستلزم ہو ورنہ ہنگامہ صحت متعارضین قول بالمتناہین لازم آئے اور وہ عقلاً ناممکن تو بالیقین اقوال مذکورہ سوال اور ان کے امثال میں صحت حدیث سے صحت عملی اور خبر سے وہی خبر واجب العمل عند المجتہد مراد۔“

پھر نہایت اعلیٰ بدیہیات سے ہے کہ: اگر کوئی حدیث مجتہد نے پائی اور براہ تاویل خواہ دیگر وجوہ سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہیں ہو سکتی ورنہ وہی استحالہ عقلی سامنے آئے کہ: وہ تو صراحتاً اس کا خلاف فرما چکا۔ تو آفتاب سے روشن تر وجہ پر ظاہر ہوا کہ کوئی حدیث بزعم خود مذہب امام کے خلاف پا کر بحکم اقوال مذکورہ امام (”إذا صح الحدیث فهو مذہبی“ اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) دعوے کر دینا کہ ”مذہب امام اس کے مطابق ہے“ دو امر پر موقوف:

اولاً: یقیناً ثابت و معلوم ہو کہ: یہ حدیث امام کو نہ پہنچی تھی کہ بحال اطلاع، مذہب اس کے خلاف ہے نہ اس کے موافق لاجرم علامہ زرقانی نے ”شرح مؤطا شریف“ میں تصریح فرمائی:

”قد علم أن کون الحدیث مذہبہ محملہ إذا علم أنه لم یطلع علیہ أما إذا احتمل اطلاعه علیہ وأنه حملہ علی محمل فلا یکون مذہبہ۔“<sup>(۱)</sup>

”یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ: کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محمل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔“

ثانیاً: یہ حکم کرنے والا احکام رجال و متون و طرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں سے ہر ایک دوسرے سے سخت تر ہے۔<sup>(۲)</sup>

امام احمد رضا قدس سرہ نے جن چار منزلوں کا ذکر فرمایا وہ گزشتہ سطور میں مذکور ہو چکیں امام احمد رضا قدس سرہ کی ان گراں قدر تحقیقات نے اس حقیقت کو روشن کر دیا کہ امام کے کلام: ”إذا صح الحدیث فهو مذہبی“ کا معنی یہ ہے کہ: جب حدیث مجتہد کے عمل کے اعتبار سے پایہ صحت کو پہنچ جائے تو وہ میرا مذہب ہے۔ اگر حدیث عمل مجتہد کے اعتبار سے پایہ صحت کو نہ پہنچی تو محض صحت مصطلح عند المحرثین کے اعتبار سے امام کے مذہب کی مخالفت کر کے حدیث پر عمل کرنا مذہب امام پر عمل کرنا نہ ہوگا اور مذہب امام کی طرف اس کی نسبت صحیح نہ ہوگی اس لیے کہ مذہب امام کی طرف نسبت کی صحت کے لیے صحت عمل مجتہد درکار ہے نہ کہ صحت مطوٰۃ اثر۔

نیز روشن ہوا کہ امام کے قول: ”اترکوا قولی بخبر الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ میں

(۱) شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک۔

(۲) الفضل الموهبی فی معنی إذا صح الحدیث فهو مذہبی، ص: ۶ تا ۹۔

جس خبر رسول کی بنیاد پر قول امام کے ترک کا حکم ہے اس خبر سے وہ خبر مراد ہے جو مجتہد کے نزدیک واجب العمل ہے اور امام کے ان اقوال کی بنیاد پر امام کے مذہب کے خلاف کسی حدیث کو پا کر مذہب امام کو ترک کر کے اس حدیث پر عمل کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ: مذہب امام کے مطابق ہے اور اس سے حنفی مقلد ہونے سے خارج نہ ہو گا دو امر پر موقوف ہے، جسے امام احمد رضا قدس سرہ نے ذکر فرمایا جو گزر چکا اور اس دعوے کا حق کسے ہے امام احمد رضا نے اسے اس طرح واضح فرمادیا ہے کہ کسی کے لیے مجال دم زن نہیں، فرماتے ہیں:

امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا:

”ایاکم أن تبادروا إلى الإنكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد إحاطتكم بأدلة الشريعة كلها و معرفتكم بجميع لغات العرب التي احتوت عليها الشريعة و معرفتكم بمعانيها و طرقها.“

”خبردار مجتہد کے کسی قول پر انکاریا اسے خطا کی طرف نسبت نہ کرنا جب تک شریعت مطہرہ کی تمام دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو، جب تک تمام لغات عرب جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لوجب تک ان کے معانی ان کے راستے جان نہ لو۔“

اور ساتھ ہی فرمادیا: ”وَأُتِي بِذَلِكَ؟“ بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احاطہ۔

نقلہ الإمام العارف بالله عبد الوہاب الشعرانی فی المیزان۔

”ردالمحتار“ جس کی عبارت سوال میں نقل کی خود اسی ”ردالمحتار“ میں اسی عبارت کے متصل اس کے معنی فرمادیے تھے کہ وہ سائل نے نقل نہ کیے، فرماتے ہیں:

”ولا يخفى أن ذلك لمن كان أهلاً للنظر في النصوص و معرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب في الدليل و عملوا به صح نسبتہ إلى المذهب.“ (۱)

یعنی ظاہر ہے کہ امام کا یہ ارشاد اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو تو جب اصحاب مذہب دلیل میں نظر فرما کر اس پر عمل کریں اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔

اور شک نہیں کہ جو شخص ان چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ عنہما بلاشبہ ایسے ائمہ کو اس حکم و دعویٰ کا منصب حاصل ہے اور وہ اس کے باعث اتباع امام سے خارج نہ ہوئے کہ اگرچہ صورتاً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنی اذن کلی امام پر عمل فرمایا۔

(۱) رد المحتار المطبوع علی در المختار، مقدمة الكتاب، ص: ۶۶، ج: ۱، دار احیاء التراث العربی

پھر وہ بھی اگرچہ ماذون بالعمل ہوں یہ جزی دعویٰ کہ: ”اس حدیث کا مفاد خواہی نہ خواہی مذہب امام ہے۔“ نہیں کر سکتے، نہایت کار ظن ہے ممکن کہ ان کے مدارک، مدارک عالیہ امام سے قاصر رہے ہوں اگر امام پر عرض کرتے وہ قبول نہ فرماتے تو مذہب امام پر تيقن تام وہاں بھی نہیں۔

خود اجل ائمہ مجتہدین فی المذہب قاضی الشرق والغرب سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے مدارج رفیعہ حدیث کو موافقین و مخالفین مانے ہوئے ہیں امام مزنی تلمیذ جلیل امام شافعی نے فرمایا: ”هو أتبع القول للحدیث“<sup>(۱)</sup>

امام یحییٰ بن معین نے بآں تشدد فرمایا:

”لیس فی أصحاب الرأي أكثر حدیثا ولا أثبت من أبي یوسف.“<sup>(۲)</sup>

نیز فرمایا: ”صاحب حدیث وصاحب سنتہ“<sup>(۳)</sup>

امام ابن عدی نے کامل میں کہا:

”لیس فی أصحاب الرأي أكثر حدیثا منه.“<sup>(۴)</sup>

امام ابو عبد اللہ ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ میں بعنوان ”الإمام العلامة فقیہ العراقین“<sup>(۵)</sup> ذکر کیا۔

یہ امام ابو یوسف بآں جلالت شان حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

”ماخالفتہ فی شیء قط فتدبرته إلا رأیت مذهبہ الذی ذهب إلیہ أنجی فی الآخرة“

وکنت ربما ملت إلی الحدیث فکان هو أبصر بالحدیث الصحیح منی.“<sup>(۶)</sup>

”کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خلاف کر کے غور کیا ہو مگر یہ کہ انھیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ وجہ نجات پایا اور ہوتا کہ میں حدیث کی طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔“

نیز فرمایا: ”امام جب کسی قول پر جزم فرماتے میں کوفہ کے ائمہ محدثین پر دورہ کرتا کہ دیکھوں ان کی تقویت قول میں کوئی حدیث یا اثر پاتا ہوں بارہا دو تین حدیثیں میں امام کے پاس لے کر حاضر ہوتا ان میں کسی کو فرماتے: ”صحیح“

(۱) تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۶۶، دار احیاء التراث العربی بیروت

(۲) میزان الاعتدال، ص: ۴۴۷، ج: ۴، دار المعرفہ بیروت

(۳) تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۴، ج: ۱، دار الکتب العلمیہ

(۴) میزان الاعتدال، ص: ۴۴۷، ج: ۴، دار المعرفہ بیروت

(۵) تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۴، ج: ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۶) الخیرات الحسان، ص: ۲۱۴، ج: ۱، دار الکتب العلمیہ بیروت

نہیں کسی کو فرماتے: ”معروف نہیں“ میں عرض کرتا: حضور کو اس کی کیا خبر؟ حالاں کہ یہ تو قول حضور کے موافق ہیں، فرماتے: میں علم اہل کوفہ کا عالم ہوں۔ ”ذکرہ کله الإمام ابن حجر فی الخیرات الحسان۔“  
 بالجملہ نابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل، نہ ہرگز یہاں مراد، نہ کہ آج کل کے مدعیانِ خام کار جاہلانِ بے وقار کہ من و تو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطینِ دینِ الہی کے اجتہاد پر کھیں۔  
 اسی ”رد المحتار“ کو دیکھا ہوتا کہ انھیں امام ابن الشحنہ و علامہ محمد بن محمد البہنسی استاذ علامہ نور الدین علی قادری باقانی و علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب ”نہر فائق“ و علامہ محمد بن علی الششتی حاکمی صاحب ”در مختار“ وغیرہم کیسے کیسے اکابر کی نسبت تصریح کی کہ:

”مخالفتِ مذہب در کنار، روایاتِ مذہب میں ایک کو راجح بنانے کے اہل نہیں۔“

کتاب الشہادات باب القبول میں علامہ ساجانی سے ہے:

”ابن الشحنہ لم یکن من اهل الاختیار۔“ (۱)

کتاب الزکاة باب صدقة الفطر میں ہے:

”البہنسی لیس من اصحاب التصحیح۔“ (۲)

کتاب النکاح باب الحضانتہ میں ہے:

”صاحب النہر لیس من اهل الترجیح۔“ (۳)

کتاب الرهن میں ایک بحث علامہ شارح کی نسبت ہے:

”لا حاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذي لسنا أهلاله۔“ (۴)

ان کی بھی کیا گنتی خود اکابر اکابرین مذہب اعظم اجلہ رفیع المرتبت مثل امام کبیر خضاف و امام اجل ابو جعفر طحاوی و امام ابو الحسن کرخی و امام شمس الائمہ خلوانی و امام شمس الائمہ سرخسی و امام فخر الاسلام علی بزدوی و امام فقیہ النفس فخر الدین قاضی خان و امام ابو بکر رازی و امام ابو الحسن قدوری و امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وغیرہم اعظم کرام ”أدخلهم الله تعالى في دار السلام“ کی نسبت رسالہ علامہ ابن کمال باشار حمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح نقل کی:  
 ”انہم لا یقدرون علی شیء من المخالفة لا فی الأصول ولا فی الفروع۔“ (۵)

(۱) رد المحتار، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، ص: ۳۸۳، ج: ۴، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

(۲) رد المحتار، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۶، ج: ۲، دار احیاء التراث العربی۔

(۳) رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الحضانتہ، ص: ۶۳۷، ج: ۲، دار احیاء التراث العربی۔

(۴) رد المحتار، کتاب الرهن، ص: ۳۱۳، ج: ۵، دار احیاء التراث العربی۔

(۵) الفضل الموهبی، ص: ۱۶، رضا اکیڈمی، ممبئی۔ رد المحتار مقدمة الكتاب، ص: ۵۳، ج: ۱، دار احیاء التراث العربی۔

”وہ اصلاً مخالفتِ امام پر قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں۔“

جب یہ حضرات مخالفتِ امام پر قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں نہ فروع میں تو جو لوگ ان حضرات کے گرد پاؤں نہیں پہنچ سکتے وہ مخالفتِ امام کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں؟ حضرت شیخ مجد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس سے اس دعویٰ کی حقیقت مزید کشا ہو جاتی ہے اس لیے کہ آپ نے اس مکتوب میں تصریحاً تسلیم فرمایا کہ: (۱) التحیات میں انگلی اٹھانا حضور اقدس ﷺ کی بہت سی حدیثوں میں وارد۔ (۲) وہ حدیثیں معروف و مشہور ہیں۔ (۳) مذہب حنفی میں بھی اختلاف ہے روایت نوادر میں خود امام محمد ﷺ نے فرمایا کہ: حضور اقدس ﷺ فرماتے تھے: ہم بھی کریں گے۔ (۴) صاف یہ بھی فرمادیا کہ: یہی قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے، (۵) اشارہ نہ فقط روایت بلکہ علمائے حنفیہ کا فتویٰ بھی دونوں طرف ہے باہیں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ روایات اشارہ ظاہر الراویہ نہیں صاف صاف فرماتے ہیں کہ:

”ما مقلداں رائی رسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمایم۔“ (۱)

”ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اشارے کی جرأت کریں۔“

جب ایسی سہل و نرم حالت میں حضرت امام ربانی کا یہ قاہر ارشاد ہے تو جہاں فتوائے حنفیہ مختلف نہ ہو، جہاں سرے سے اختلاف روایت ہی نہ ہو وہاں خلافِ مذہب امام حدیث پر عمل کرنے کو کیا کچھ نہ فرمائیں گے۔ (۲)

حضرت امام ربانی نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: اقوال امام کے مقابل ایسی معروف حدیثیں جیسی رفع یدین و قراءت مقتدی وغیرہا میں آئیں کسی طرح احادیث اشارہ سے اشتہار میں کم نہیں وہی پیش کرے گا جو زرا بے عقل یا معاند و ہٹ دھرم ہے کہ نہ وہ حدیثیں امام سے چھپ رہنے کی تھیں، نہ معاذ اللہ امام اپنی رائے سے حدیث کا خلاف کرنے والے تو ضرور کسی دلیل قوی شرعی سے اس پر عمل نہ فرمایا۔

آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمیں جواب احادیث معلوم ہو جانا کچھ ضرور نہیں، اس قدر اجمالاً جان لینا بس ہے کہ ہمارے عالموں کے پاس وجہ موجود ہوگی۔

آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمارے علم میں کسی مسئلہ مذہب پر دلیل نہ ہونا درکنار اگر صراحتاً اس کے خلاف پر ہمیں دلیل معلوم ہو جب بھی ہمارا علم کچھ معتبر نہیں اسی مسئلہ مذہب پر عمل رہے گا۔

(۱) مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۳۱۲، ص: ۴۴۸، ج: ۱، نولکشور۔

(۲) ماخوذ از الفضل الموهبی، ص: ۴۱، ۴۲۔

یہ بھی فرمادیا کہ:

ہمارے سلف رضی اللہ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا، جیسا وہ صحیح و ضعیف و منسوخ و ناسخ پہچانتے تھے بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ نہ انھیں ویسا علم نہ یہ اس قدر زمانہ رسالت سے قریب۔

جب حضرت مجدد اپنے زمانہ کو ایسا فرمائیں تو اب تو اس پر بھی کئی سو برس گزر گئے آج کل کے اٹلے سیدھے چند حروف پڑھنے والے کیا برابری ائمہ کی لیاقت رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں اس زمانہ میں مجتہد مطلق ہونا تو درکنار اصحاب تمیز بھی مفقود ہیں اس لیے مخالفت تو درکنار تقلید کے سوا چارہ کار نہیں اس لیے کہ مخالفت کے لیے جامع شرائط اجتہاد ہونا ضروری ہے۔

روضۃ الطالبین میں ہے:

”أما الإجتہاد المطلق فقالوا: اختتم بالأئمة الأربعة حتى أو جبوا تقلید واحد من هؤلاء علی أمة ونقل إمام الحرمین الإجماع علیہ“ (۱)

ترجمہ: رہا اجتہاد مطلق تو فقہانے فرمایا کہ ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اب امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے اور امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

”فوائح الرحموت شرح سلم الثبوت“ میں ہے:

”غیر المجتہد المطلق ولو کان عالماً یلزمہ التقلید لاجتہاداً“ (۲)

”غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید لازم ہے۔“

سید سمہودی نے ”عقد الفرید“ میں فرمایا:

”ویجب التقلید علی من لم یبلغ رتبة الاجتہاد المطلق عامیا محضاً أو غیرہ“ (۳)

”جو شخص اجتہاد مطلق کے مقام و مرتبہ پر فائز نہ ہو اس پر تقلید ضروری ہے خواہ وہ محض عامی ہو یا غیر عامی

(عالم، محدث)“

صاحب ”دراسات اللیب فی الأسوة الحسنة بالحیب“ نے ابن حاجب کا یہ قول نقل کیا:

”غیر المجتہد یلزمہ التقلید وإن کان عالماً“

”غیر مجتہد پر تقلید لازم ہے اگرچہ وہ عالم کیوں نہ ہو۔“

(۱) نصر المقلدین، ص: ۱۳۱.

(۲) خاتمة الاجتہاد بذل الطاقة من الفقیہ مسئلة غیر المجتہد ولو عالماً یلزمہ التقلید، ج: ۲، ص: ۴۳۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت.

(۳) انصار الحق، ص: ۱۰۰.



اس کے بعد خود صاحب ”دراسات“ نے لکھا:

”فنقول: إن أراد العلامة بغير المجتهد: من ليس له رتبة الإجتہاد ولو في جزئي واحد مثلاً وهو العالم الملحق بالعامي الصرّف من حيث لزوم التقليد عليه في جميع المسائل فكلامه في موافقة قول المحققين وحمایة الدليل الواضح لا كلام عليه.“ (۱)

”ہم کہتے ہیں کہ: ”غیر مجتہد کے لفظ سے اگر علامہ کی مراد یہ ہے کہ: جو عالم رتبہ اجتہاد کو نہ پہنچے اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں مثلاً کیوں نہ ہو وہ عالم محض عامی جیسا ہے اس بات میں کہ اس پر جمیع مسائل میں مجتہد کی تقلید لازم ہے تو ان کا یہ کلام قول محققین کے موافق اور دلیل واضح کی حمایت میں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔“

اس سے صاف واضح ہے کہ مخالفت امام اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے اور مجتہد ہونے کے لیے کثیر شرطیں ضروری ہیں جن کی تفصیل گزر چکی وہ شرطیں اس زمانہ میں کسی عالم کے اندر نہیں پائی جاتیں آج ہی نہیں بلکہ تیسری صدی ہجری ہی میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ ایسا کوئی شخص نہیں جو جامع شرائط اجتہاد ہو اس لیے اسی وقت پوری امت نے یہ اجماع کر لیا تھا کہ ہر خاص و عام، عالم و غیر عالم سب پر تقلید شخصی واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک امام کی لیکن غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں مگر ان کے انکار کرنے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ غیر مقلدین، اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم سید عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی و بے باکی اور ایک گستاخ و بے باک کو اپنا امام و پیشوا بنانے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور بد مذہب و بد دین ہیں اور کسی بد دین کے اجماعی مسئلہ کا انکار کرنے سے اس کے اجماعی مسئلہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سیدنا علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں، اصول امام اجل فخر الاسلام بزدونی قدس سرہ بحث اجماع باب الاہلیہ میں ہے:

”صاحب الہوی المشہور بہ لیس من الأمة علی الإطلاق.“ ”مگر ہی دینی میں مشہور صاحب ہوی علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہے۔ (ت)“  
توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص: ۵۰۶ میں ہے:

”صاحب البدعة يدعو الناس إليها لیس هو من الأمة علی الإطلاق.“ ”اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا مبتدع علی الاطلاق امتی نہیں ہے۔ (ت)“

(۱) نصر المقلدین، ص: ۱۱۱، ۱۱۲.

تلوچ علامہ تفتازانی و مرقاہ شرح مشکاۃ جلد پنجم ص ۶۵۴ میں ہے:

”لأن المبتدع وإن كان من أهل القبلة فهو من أمة الدعوة دون المتابعة كالکفار“ اس لیے کہ مبتدع اگرچہ اہل قبلہ سے ہو وہ کافروں کی طرح امت دعوت سے ہے امت اجابت سے نہیں۔<sup>(۱)</sup>

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”بعد المأتین ظهر بينهم التمدب للمجتهدین بأعیانهم وقل من كان لا يعتمد علی مذهب مجتهد بعینه وكان هذا هو الواجب فی ذلك الزمان.“<sup>(۲)</sup>

”دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا اہل اسلام میں ظاہر ہوا کم کوئی شخص تھا جو ایک معین امام پر اعتماد نہ کرتا ہو اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا۔“

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ”تفسیر مظہری“ میں لکھتے ہیں:

”أهل السنة قد افرق بعد القرون الثلاثة أو الأربعة على أربعة مذاهب ولم يبق مذهب فی فروع المسائل سوى هذه الأربعة.“<sup>(۳)</sup>

”اہل سنت تین یا چار قرن کے بعد ان چاروں مذاہب میں بٹ گئے اور فروع مسائل میں ان چاروں مذاہب کے چھو کوئی مذہب باقی نہ رہا۔“

علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”حاشیہ در مختار“ میں فرمایا:

”فعلیکم یا معشر المومنین باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة فإن نصره الله وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقتته في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن كان خارجا عن هذه المذاهب الأربعة فهو من من أهل النار.“<sup>(۴)</sup>

”اے مومنو! تم پر فرقہ ناجیہ ”اہل سنت وجماعت“ کی اتباع لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حفاظت اور اس کی توفیق ان کی حمایت و موافقت میں ہے اور اس کی نارا ضگی اور عذاب ان کی مخالفت میں ہے اور فرقہ ناجیہ آج صرف مذاہب اربعہ ”حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی“ ہیں جو ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو گا وہ جہنمی ہے۔“

(۱) فتاوی رضویہ، ۱۴/۲۸۵، ۲۸۶، رضا فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان.

(۲) رسالہ انصاف: شاہ ولی اللہ، باب حکایة حال الناس قبل المائة الرابعة مكتبة دار الشفقت استنبول، ترکی، ص: ۱۹.

(۳) تفسیر مظہری: مسئلہ إذا صح الحدیث علی خلاف مذهبہ الخ ادارہ اشاعت العلوم، دہلی، ج: ۲، ص: ۶۴.

(۴) طحطاوی علی الدر المختار، کتاب الذبائح، ج: ۴، ص: ۱۵۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت.

علامہ زین بن نجیم حنفی مصری متوفی (۹۷۰ھ) نے ”الاشباہ والنظائر“ میں ارشاد فرمایا کہ: امام ابن ہمام نے ”تحریر“ میں یہ تصریح فرمائی کہ:

”إن الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب یخالف الأربعة لانضباط مذاہبہم وإشتہارہا وكثرة أتباعہا.“<sup>(۱)</sup>

”بے شک اس بات پر اجماع ہے کہ: مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عمل نہ کیا جائے اس لیے کہ چاروں مذاہب محفوظ و منضبط اور مشہور ہیں اور ان کے ماننے والے کثیر ہیں۔“

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی صاحب ”حدیقۃ ندیہ“ فرماتے ہیں:

”أعلم أن المذاهب الآن التي يجوز تقليدها هي المذاهب الأربعة لا غير فقد انحصر الآن العمل بشريعة محمد ﷺ في العمل بما ذهب إليه أحد الأربعة فقط علی العموم.“<sup>(۲)</sup>

”یہ امر واضح رہے کہ: آج مذاہب اربعہ کے سوا کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں، اس لیے کہ اس وقت بالعموم شریعت محمد ﷺ پر عمل مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل میں منحصر ہے۔“

نیز علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”حدیقۃ ندیہ“ میں فرمایا:

”فعلى كل مسلم من أهل السنة أن يقلد إحدى المذاهب الأربعة المعروفة إلى أن يقال: ”ولن يكون من أهل السنة من لم يقلد إحدى المذاهب الأربعة ويقال له: لا مذهبي.“<sup>(۳)</sup>

”تمام مسلمانان اہل سنت پر لازم ہے کہ مذاہب اربعہ معروفہ میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع کرے۔“

آپ نے یہاں تک فرمایا:

”جو شخص ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع نہ کرے وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں وہ ”لامذہب“ کہلائے گا۔“

”عقود الجواهر المنیفة“ جو حدیث شریف میں مستند کتاب اور مقبول علمائے اولی الالباب ہے۔ محدث مصری سیدنا المرئی الحسینی تحریر فرماتے ہیں کہ:

”أطبق الناس الآن علی أن أهل السنة هم أهل المذاهب الأربعة.“

”تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ: سنی وہی لوگ ہیں جو ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک خاص مذہب کے پابند ہیں۔“

(۱) خلاصہ التحقیق، ص: ۳، ۴.

(۲) خلاصہ التحقیق، ص: ۴.

(۳) حدیقۃ ندیہ، ص: ۱۳.

حضرت بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ "فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت" میں فرماتے ہیں:  
 "إنما منع من تقليد غيرهم لأنه لم تبق رواية مذهبهم محفوظة." (۱)  
 "چاروں مذہبوں کے علاوہ کسی اور مذہب کی تقلید و اتباع سے اس لیے روکا گیا کہ ان چار مذہب کے علاوہ کسی مذہب کی روایت محفوظ نہیں۔"

سند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ "حجة الله البالغة" میں فرماتے ہیں:  
 "إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا و ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا و أشربت النفوس الهوى و أعجب كل ذي رأي برأيه." (۲)  
 "بے شک پوری امت یا اس میں سے معتد بہ افراد کا ان چاروں مدون اور تصحیح شدہ مسالک و مذہب کی تقلید کے جائز ہونے پر آج تک اجماع ہے اور اس تقلید کی مصلحتیں پوشیدہ نہیں خاص کر اس زمانہ میں جس میں ہمتیں پست ہو گئی ہیں اور انسانی نفوس خواہشات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہر صاحب رائے اپنی رائے میں خوش اور مست ہے۔"  
 ایک دوسرے مقام پر تقلید کی خوبیوں اور ترک تقلید کی برائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
 "اعلم أن في الأخذ بهذه المذاهب الأربعة مصلحة عظيمة، وفي الإعراض عنها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه:"

أحدها: أن الأمة قد اجتمعت على أن يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك لأن الشريعة لا يعرف إلا بالعقل والاستنباط والنقل لا يستقيم إلا بأن يأخذ كل طبقة عن قبلها بالاتصال ولا بُدَّ في الاستنباط من أن يعرف مذاهب المتقدمين لئلا يخرج من أقوالهم فينخرق الإجماع و يُبني ويستعين في ذلك بمن سبق لأن جميع الصناعات كالصرف والطب والشعر والحديد والتجارة والصياغة لم يتيسر لأحد إلا بملازمة أهلها وغير ذلك نادر بعيد لم يقع أقوالهم التي يعتمد عليها مروية بالإسناد الصحيح أو مدونة في كتب مشهورة وأن يكون منقحة يتبين الراجح من المرجوح من احتمالاتها وتخصيص عمومها عليها وليس مذهب في هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا

(۱) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج: ۲، ص: ۴۰۷.

(۲) حجة الله البالغة، ص: ۳۶۱.

هذه المذاهب الأربعة. (۱)

”یہ بات واضح رہے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے ہم انہیں چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:

اول یہ کہ: ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر، اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اور عقلاً یہ ایک اچھی چیز ہے، اس لیے کہ نقل و استنباط کے بغیر شریعت کی معرفت ناممکن ہے اور نقل کی درستگی اسی طریقہ سے ہوگی کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والوں سے متصلًا حاصل کریں اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ: متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ خرق اجماع ہو جائے اور تاکہ انہیں اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور انگوٹوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لیے کہ تمام صنعتیں مثلاً سناری، طب، شعر گوئی، لوہاری، تجارت اور رنگ ریزی کسی کو بھی صرف ان کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے میسر ہوتی ہے اور اس کے بغیر بہت نادر اور غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز و ممکن ہے اور جب یہ متعین ہو گیا کہ (شریعت کی معرفت میں) سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مذکور ہوں اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح مرجوح سے ظاہر و واضح ہو اور عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور اس پچھلے زمانہ میں ان چار مذاہب کے سوا کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔“

ان ارشادات عالیہ سے روشن ہے کہ: دو صدی کے بعد ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بننا مسلمانان عالم میں ظاہر ہوا اور تمام علما کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ: مذاہب اربعہ ”حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہی فرقہ ناجیہ ہیں، ان مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عمل نہ کیا جائے۔ ان چار مذہبوں کے علاوہ کسی اور مذہب پر عمل اور اس کی تقلید و اتباع سے اس لیے روکا گیا کہ ان مذاہب کے علاوہ کسی مذہب کی روایت محفوظ نہیں، صرف مذاہب اربعہ محفوظ و منضبط اور معروف و مشہور ہیں، ان مذاہب اربعہ میں سے کسی کی اتباع نہ کرنے والا ہرگز اہل سنت سے نہیں وہ جہنمی ہے ایسا شخص لامذہب کہلائے گا، ان مذاہب اربعہ پر عمل کرنے میں عظیم مصلحت اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اور عقلاً یہ اچھی چیز ہے اس لیے کہ نقل و استنباط کے بغیر شریعت کی معرفت ناممکن ہے اور نقل کی درستگی اسی طریقہ سے

(۱) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص: ۳۱۰.

ہوگی کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والوں سے متصلاً اخذ و تحصیل کریں اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ: متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے اور انہیں کے اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور انہیں سے مدد لی جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر ہونے پر خرق اجماع لازم نہ آئے اور جب شریعت کی معرفت میں اقوال سلف پر اعتماد متعین ہے تو ان کے معتمد اقوال کا صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہونا یا مشہور کتابوں میں مدون ہونا اور اس طرح منقح ہونا ضروری ہے کہ ان محتملات میں سے راجح مرجوح سے ظاہر و واضح ہو، عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کر دی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اس پچھلے زمانہ میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی بھی مذہب اس شان و صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔

ظاہر ہے کہ جب انہیں مذاہب اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع ہے تو ان کی تقلید و اتباع نہ کر کے الگ مذہب کی بنیاد ڈالنا اجماع امت کی مخالفت کرنا ہے اور اجماع امت کی مخالفت ناجائز و حرام ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

”إتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذَّ شذَّ في النار“ (۱)

سواد اعظم کی اتباع کرو کیوں کہ جو سواد اعظم سے الگ ہو وہ جہنم میں گیا۔

جب ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی دوسرا مذہب باقی نہ رہا تو ان کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہے اور ان سے اعراض و انحراف سواد اعظم سے اعراض و انحراف ہے، مجدد اعظم امام اہل سنت سیدنا علی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ہمارے ائمہ نے اجماع و قیاس کے ماننے کو ضروریات دین سے گناہ ہے اور ان کے منکر کو ضروریات دین کا منکر کہا ہے اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے پھر ہمارا ان کا اختلاف فروعی کیسے ہو سکتا ہے موافق و شرح موافق موقف اول، مرصد خامس مقصد سادس میں ہے۔“

”كون الإجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين“ (۲)

یعنی اجماع کا حجت قطعی ہونا ضروریات دین سے ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

اور ائمہ کرام و علمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریات دین سے بتاتے اور مخالف اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں:

مواقف قاضی عضد الدین و شرح موافق علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلد اول ص ۱۹۵: ”كون الإجماع حجة قطعية معلوم بالضرورة من الدين“۔ اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریات دین سے

(۱) مشکاة المصابیح، ص: ۲۲، باب الاعتصام بالكتاب والسنة.

(۲) الفضل الموهبی فی معنی إذا صح الحدیث فهو مذہبی، ص: ۵۰، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی.

ہے۔“ (ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت جلد دوم ص ۴۹۴:

”الاجماع حجة قطعا ويفيد العلم الجازم عند جميع اهل القبلة، ولا يعتد بشرذمة من الحمقاء الخوازم والروافض لانهم حادثون بعد الاتفاق يتشككون في ضروريات الدين.“  
(باب الاجماع حجة قطعا)

”اجماع قطعی حجت ہے اور یہ تمام اہل قبلہ کے ہاں یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور خارجی اور رافضی احمقوں کے گروہ کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ نئے فرقے ہیں جو اتفاق کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو ضروریات دین میں تشکیک پیدا کرتے ہیں۔“ (ت)

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع: ”فصار الاجماع كآية من الكتاب او حديث متواتر في وجوب العمل والعلم به فيكفر جا حده في الاصل.“ تو اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم و عمل ثابت کرتا ہے لہذا قاعدہ کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ (ت)

کشف الاسرار امام عبدالعزیز بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ جلد چہارم ص ۲۶۱: ”یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال ليس الاجماع بحجة.“ ”جو اجماع کے اصول میں ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے اس کی تکفیر کی جائے گی۔“ (ت)

مسایرہ امام محقق ابن الہمام مطبوعہ مصر خاتمہ ص ۹:

”وبالجمله فقد ضم الى التصديق بالقلب في تحقق الايمان امور الاخلال بالايان اتفاقا كترك السجود للصنم وقتل نبي والاستخفاف به ومخالف ما جمع عليه وانكاره بعد العلم به.“ (ملقطاً)

”حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ امور ایسے ہیں جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جن کا ترک ضروری ہے، مثلاً بت کو سجدہ، کسی نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کے علم پر اس کا انکار۔“ (ملقطاً)

الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمس فتاویٰ مطبوعہ استنبول جلد دوم ص ۲۷۴: ”یکفر جا حده حجیة الاجماع مطلقا وهو المذهب عند مشائخنا.“ ”اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر قرار پائیگا ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے۔“ (ت)

تلویح جلد دوم ص ۵۱۵: ”الاجماع على مراتب فالاولی بمنزلة الآیة والخبر المتواتر یکفر

جاحدہ۔ ”اجماع کے مراتب ہیں، پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا۔“ (ت) کشف الاسرار شرح المنار للامام النسفی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۱۱: یکفر جاحدہ کما یکفر جاحد ماثبت بالکتاب او المتواتر۔ ”اجماع کا منکر کافر ہے جس طرح کتاب اللہ یا خبر متواتر سے ثابت شدہ کا منکر کافر ہے۔“ (ت)

”الاشباه والنظائر“ میں ہے:

”وما خالف الأئمة الأربعة مخالف للإجماع وإن كان فيه خلاف لغيرهم فقد صح في التحرير: أن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للأربعة لانضباط مذهبهم وانتشارهم وكثرة أتباعهم.“ (۱)

”اور جو ائمہ اربعہ کے مخالف ہے اجماع کے مخالف ہے اگرچہ اس میں ان کے علاوہ کسی اور کا اختلاف ہو ”تحریر“ میں اس بات کی تصریح ہے کہ: اس بات پر اجماع قائم ہے کہ: ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل نہ کیا جائے اس لیے کہ انہیں کے مذاہب محفوظ و منضبط اور معروف و مشہور اور ان کے ماننے والے کثیر ہیں۔“

اس سے واضح ہے کہ جو شخص اجتہاد کے مقام و مرتبہ پر فائز نہیں اس پر ائمہ کرام کی تقلید فرض لازم ہے جس سے سر موخرانہ کی گنجائش نہیں اس پر اجماع امت قائم ہے بلکہ یہ تصریح علمائے کرام ضروریات دین سے ہے، امام اہل سنت مجددین و ملت امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ حضرت مولانا محمد عبدالرحمن عجلتہ کی تصنیف: ”الحبل القوی لہدایۃ الغوی“ کی تقریظ جلیل و تصدیق جمیل کے تحت فرماتے ہیں:

”بلاشبہ غیر بالغ منصب اجتہاد پر تقلید ائمہ بنص قطعی قرآن عظیم و احادیث و اجماع فرض ممتحنہ ہے اور اس سے عدول شریعت مطہرہ کے دائرہ سے خروج اور ورطہ تیرہ ضلال و نکال میں ولوج ہے اس قدر پر تو اجماع قطعی موجود بلکہ تصریح علمائے کرام وہ ضروریات دین میں معدودہ رہی تعیین متنوع جسے تقلید شخصی کہیے حق یہ ہے کہ ان از منہ میں اس سے اصلاً منکر نہیں تلمیح تابع نظر اور نظر مفقود اور تخیر حسب تصریح ائمہ دین مثل امام اجل عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر صراحۃ فتح باب فسق و تباب ہے سدقتہ اہم واجبات سے ہے تو تقلید شخصی کے وجوب میں اصلاً محل کلام نہیں اور نقی بعض نظر بنفس ذات منافی ثبوت بوجہ خارجہ نہیں: ”کما لا یخفی علی اولی التحقیق و هو التطبيق و به یحصل التوفیق و بالله التوفیق و الله سبحانه و تعالی اعلم.“ (۲)

”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے:

(۱) الأشباه والنظائر، ج: ۱، ص: ۳۳۳، بیروت.

(۲) الحبل القوی لہدایۃ الغوی معروف بہ اثبات تقلید شرعی، ص: ۱۵.



تقلید فرض قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (۱)۔

وقال النبی ﷺ: "أَلَا سَأَلُوا إِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شَفَاءُ الْعِي السُّوَالِ" (۲)۔

"کیوں نہ پوچھا جب معلوم نہ تھا کہ مرضِ جہل کی شفا سوال ہی ہے۔" (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شے کو حرام بھی جانے کا اور حلال بھی۔ جیسے قراءتِ مقتدی کہ شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے واحد کا حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا: "يَجِئُونَكَ عَامًا وَيُحَرِّمُونَكَ عَامًا"۔

"لا جرم پابندی مذہب لازم اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔" (۳)

نیز فرماتے ہیں:

"جب احکامِ الہیہ ہر عام و عامی پر ہیں، آزاد کوئی نہ چھوڑا گیا اور فقہ سیکھنے کو صاف فرما دیا کہ: "سب سے نہیں ہو سکتا، ہر گروہ سے بعض اشخاص سیکھیں اور اپنی قوم کو احکام بتائیں کہ وہ مخالف حکم سے بچیں۔" تو صاف صاف عام لوگوں کو ان فقیہوں کی باتوں پر چلنے کا حکم ہوا اور اسی کا نام تقلید ہے جس کی فرضیت قرآنِ عظیم کی نص قطعی سے ثابت ہوئی۔" (۴)

اس سے صاف واضح اور روشن ہے کہ جس شخص کو اجتہاد و استخراج اور استنباط کی قوت حاصل نہیں اس پر تقلید ائمہ (مطلق تقلید) فرض ہے جس کی فرضیت قرآنِ عظیم کی نص قطعی اور احادیث و اجماع سے ثابت ہے۔ رہی تعیین متبوع (کسی معین امام کی تقلید) جسے تقلید شخصی کہتے ہیں جس سے اس زمانہ میں مقرر نہیں واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک امام کی اس لیے کہ انہیں کا مذہب محفوظ و منضبط اور بہ روایات متواترہ یا مشہورہ منقول اور مشہور کتابوں میں مدون ہے آج ان چاروں مذہبوں کے سوا کسی اور مذہب کے اختیار کرنے کی قطعاً اجازت نہیں، احکام شرعیہ میں ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے۔ غیر مقلدین اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ بھی اتنی بیہودگی کے ساتھ کہ اسے بدعت اور شرک بھی کہہ دیتے ہیں جب کہ قرآنِ عظیم کا ارشاد ہے: "فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (۵)۔

(۱) قرآن مجید، سورة الانبياء، آیت: ۲۱۔

(۲) ابو داؤد شریف، ج: ۱، ص: ۶۵۔

(۳) فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۱، ص: ۱۰۶۔

(۴) حاشیہ اطائب الصیب، ص: ۴۰، مشمولہ رسائل رضویہ۔

(۵) قرآن مجید، سورة الانبياء، آیت: ۲۱۔

”تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔“

علامہ سمہودی نے ”عقد الفرید“ میں فرمایا: ”ودلیل وجوب تقلید غیر المجتہد دلیل قولہ تعالیٰ: ”فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“۔“

”غیر مجتہد پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہونے کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ”تو علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔“

اس آیت کریمہ میں ”أَهْلَ الذِّكْرِ“ (اہل علم) سے مراد: وہ علماء و فقہا ہیں جو اجتہاد و استنباط کی قوت رکھتے، احکام شرع کے فتویٰ دیتے اور لوگوں کو دین کے مطالب سکھاتے ہیں جو اپنے عموم کے اعتبار سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین سب کو شامل ہے۔

حضرت صدر الافاضل علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ: معنی یہ ہیں کہ: روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو اگر تم کو دلیل و کتاب کا علم نہ ہو۔ مسئلہ: اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔“ (۱)

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

”أَخْرَجَ بَنُ مَرْدُوِيَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنْ الرَّجُلُ يَصِلِي وَيَصُومُ وَيُحِجُّ وَيُغْزُو وَإِنَّهُ لَمُنَافِقٌ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِمَاذَا دَخَلَ عَلَيْهِ النِّفَاقُ؟ قَالَ: لَطَعَنَهُ عَلِيٌّ إِمَامُهُ، وَإِمَامُهُ مَنْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ: ”فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“،“ (۲)

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کیا کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا کہ: آدمی نماز پڑھتا، روزہ رکھتا، حج کرتا، اور جہاد کرتا ہے اور وہ منافق ہے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں کر اس میں نفاق آگیا؟ آپ نے فرمایا: اپنے امام پر طعن کرنے کے سبب اور اس کا امام وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا: ”تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔“

اس سے دین کا امام مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ”أَهْلَ الذِّكْرِ“ سے مراد: وہ ائمہ دین متین ہیں جن کے بتائے ہوئے طریقوں پر لوگ چلتے ہیں جیسا کہ سید المفسرین حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کریم کی آیت کریمہ:

(۱) قرآن مجید، پ: ۱۴، سورة النحل، آیت: ۴۳، و ۴۴۔

(۲) تفسیر درمنثور۔

”یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاثٍ بِاُمَامِهِنَّ“ (۱)

”جس دن ہم ہر امام کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔“  
کے تحت فرمایا:

”اس سے وہ امام زماں مراد ہے: جس کی دعوت پر دنیا میں لوگ چلے۔“ (۲)

حضرت علامہ اسماعیل حقی رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

”یہاں مقتداے دینی مراد ہے مثلاً کہا جائے گا: اے حنیفو! اے شافیو! اے حنبلیو! اور اے مالکیو!“ (۳)

امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس آیت کریمہ کے مفہوم کی تحقیق و توضیح اور تقلید

کے ثبوت و وجوب کو مدلل و مبرہن کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہر مسلمان بالبداہت جانتا ہے کہ: اللہ عزوجل کے لیے اس پر کچھ فرض ہیں، کچھ حرام، کچھ حدیں ہیں، کچھ

احکام اور ان میں جو جاہل ہے وہ اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ: جاہل ہے اور یہ کہ جب تک اسے بتایا نہ جائے خود

جان لینے سے عاجز ہے اور خوب جانتا ہے کہ: بے عمل کے چھٹکارا نہیں اور بے علم، عمل کا یارا نہیں اور بے سیکھے علم نہ

آئے گا تو بداہت اس کے ذہن میں خود آجائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم ہے جو مسئلہ بتا کر ہدایت فرمائے اور

بے شک یہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک برابر فرضیت نماز و دیگر فرائض کی طرح متواتر ہے بلکہ وہ ہر

انسان کی جبلی بات ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر لہذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھیے گا کہ اپنے یہاں کے علم و دانش کے پاس

آتے اور جنہیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرضِ جہل کی دوا پوچھتے ہیں اس لیے کہ وہ یقیناً اپنے دل سے جان رہے ہیں

کہ: ہم اسی طور پر اپنے فرض سے ادا ہوں گے اور بلاشبہ یہ تقلید ہی سے ہے نہ کہ اجتہاد سے۔“ (۴)

اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَ اطِيعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (۵)

”اے ایمان والو! اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول اور اپنے صاحبان حکم کا کہا مانو۔“

یعنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم رضی اللہ عنہما کا حکم مانو اور اللہ و رسول کے حکم سے ائمہ دین متین کا حکم مانو

کہ ان کی اتباع عین اتباع رسول اللہ رضی اللہ عنہما ہے اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے:

(۱) قرآن مجید، پ: ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۷۰۔

(۲) تفسیر خزائن العرفان۔

(۳) تفسیر زوح البیان۔

(۴) اطائب الصیب، ص: ۲۱، ۲۲، مع تغیر یسیر۔

(۵) قرآن مجید سورۃ النساء، آیت: ۵۹۔

”یریدبہم أمراء المسلمین فی عہد الرسول ﷺ وبعده ویندرج فیہم الخلفاء والقضاة وأمراء السریة أمر الناس بطاعتہم بعد ما أمرہم بالعدل تنبیہا علی أن وجوب طاعتہم لازم ماداعوا علی الحق وقیل: علماء الشرع لقوله تعالى: ”وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَكْبِطُونَ مِنْهُمْ“ (۱)

”یعنی اللہ عزوجل اور رسول پاک ﷺ کے بعد جو ”اولی الامر“ (صاحبان حکم) کی اطاعت کا حکم ہے اس سے حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کے اور بعد کے امرائے مسلمین مراد ہیں اور اس میں خلیفہ، قاضی اور تھوڑے لشکر کے سردار بھی داخل ہیں کہ لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا جب تک وہ انہیں عدل و انصاف کا حکم دیں تاکہ وہ اس امر سے خبردار ہو جائیں کہ ان کی اطاعت صرف اسی وقت تک لازم ہے جب تک کہ وہ حق پر قائم رہیں اور بعض علمائے فرمایا کہ: ”اولی الامر“ سے علمائے شرع مراد ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم رسول اور اولی الامر کی طرف فیصلہ لے جاؤ تو اولی الامر میں جو لوگ مسائل کا استنباط کر لیتے ہیں ضرور اسے جان لیں گے۔“

تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت ہے:

”ثالثها: المراد العلماء الذین یفتون فی أحكام الشریعة ویعلمون الناس دینہم وهذا رواة الثعلبی عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد والضحاك“ (۲)

”تیسرا مطلب: یہ ہے کہ ”اولی الامر“ سے وہ علماء مراد ہیں جو احکام شریعت کے فتاویٰ دیتے اور لوگوں کو ان کا دین سکھاتے ہیں۔ ثعلبی کی یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اور یہی حسن بصری، مجاہد و ضحاك رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔“

تفسیر ”معالم التنزیل“ میں ہے:

”اختلفوا فی (أولی الامر) قال ابن عباس و جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم: هم الفقهاء والعلماء الذین یعلمون الناس معالم دینہم، وهو قول الحسن والضحاك ومجاهد.“ (۳)

”اولی الامر“ کے بارے میں اختلاف ہے ابن عباس و جابر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: وہ فقہاء و علماء ہیں جو لوگوں کو دین کے مطالب سکھاتے ہیں اور یہی حسن بصری و ضحاك و مجاہد کا قول ہے۔“

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”قال علی بن أبی طلحة عن ابن عباس: ”أولی الامر منکم“ یعنی أهل الفقه والدين وكذا

(۱) تفسیر بیضاوی، ج: ۲، ص: ۲۰۵، ۲۰۶، دار الفکر، بیروت.

(۲) تفسیر کبیر، ج: ۳، ص: ۳۵۷.

(۳) تفسیر معالم التنزیل، زیر آیت: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ“ الآية، ص: ۳۱۲ دار ابن حزم.

قال مجاهد وعطاء والحسن البصري وأبو العالية: "أولي الأمر منكم" يعني العلماء والظاهر والله تعالى أعلم أنها عامة في كل "أولي الأمر من الأمراء والعلماء كما تقدم" (۱)

علی بن ابی طلحہ نے فرمایا کہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "أولي الأمر" سے فقہاء و ائمہ دین مراد ہیں، مجاہد، عطاء اور حسن بصری کا یہی قول ہے اور ابو العالیہ نے فرمایا کہ: علماء مراد ہیں، اور ظاہر و اللہ تعالیٰ اعلم یہ ہے کہ: یہ کلمہ تمام امرا و علماء کو عام ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا۔

"الحديقة الندية" میں ہے:

"قال ابن عباس في رواية الوالي: هم الفقهاء والعلماء أهل الدين يعلمون الناس معالم دينهم أوجب الله تعالى طاعتهم (كذا) قال جابر وهو قول الحسن والضحاك و مجاهد، وقال الزجاج: وجملة أولي الأمر من يقوم بشان المسلمين في أمر دينهم وجميع ما أدى إليه صلاحهم، وقال شيخنا زاده في حاشية على البيضاوي عند قوله تعالى: "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" المراد من أولي الأمر: العلماء في أصح الأقوال لأن الملوك يجب عليهم طاعة العلماء ولا ينعكس." (۲)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: والی کی روایت میں "أولي الأمر" سے دین دار علماء اور فقہاء مراد ہیں جو لوگوں کو ان کے دین کی باتیں بتاتے ہیں جن کی اطاعت و اتباع اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی فرمایا اور وہ حسن، ضحاک اور مجاہد کا قول ہے۔ اور زجاج نے کہا کہ: "أولي الأمر" وہ لوگ ہیں: جو مسلمانوں کے دینی امور اور ان تمام چیزوں کو انجام دیں جن سے ان کے منافع و مصالح متعلق ہیں۔ اور شیخ زاده نے "بیضاوی" کے حاشیہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اور آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے۔" کے تحت فرمایا: اصح قول کے مطابق "أولي الأمر" سے مراد علماء ہیں، اس لیے کہ بادشاہوں پر علماء کی اطاعت واجب ہے نہ کہ اس کے برعکس۔"

حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"الدين النصيحة قلنا: لمن؟ قال: لله ولكتابه ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم." (۳)

"دین سراسر خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا: کس کے لیے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے امام اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

محرر مذہب شافعی حضرت علامہ نووی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح کے تحت رقم طراز ہیں:

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج: ۱، ص: ۵۱۸.

(۲) حدیقة ندیہ، ج: ۱، ص: ۸۲، ۸۳، مطبوعہ پاکستان.

(۳) مسلم شریف، ج: ۱، ص: ۵۴، باب بیان أن الدين النصيحة.

”قال الخطابي: وقد يتناول ذلك على الأئمة الذين هم علماء الدين وإن من نصيحتهم.“  
 امام خطابی نے کہا کہ: یہ حدیث پاک ان ائمہ کرام کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں اور ان کی خیر خواہی۔  
 صاحب ”تیسر القاری لأئمة المسلمین“ کی شرح میں فرماتے ہیں:  
 ”وہ نیک اندیشی علماء و ائمہ اجتہاد بحسین ظن و ترویج علوم ایشاں و تعظیم و توقیر شاں۔“<sup>(۱)</sup>  
 ”یعنی ائمہ مسلمین کی خیر خواہی سے علماء ائمہ مجتہدین کی خیر خواہی مراد ہے وہ اس طرح سے کہ ان کے ساتھ  
 حسن ظن قائم رکھا جائے اور ان کے علوم کو فروغ بخشا جائے اور ان کی تعظیم و توقیر کی جائے۔“  
 اور شیخ الاسلام کتاب ص: ۱۲۰ میں ”ائمہ مسلمین“ کی شرح میں فرماتے ہیں:  
 ”پیشویان دین را چوں ائمہ مجتہدین و علماء بحسن ظن و تقلید در احکام و تعظیم و تکریم ایشاں بروجہ تمام و حمل  
 مقالات ایشاں بر محال صحیح و نشر علوم و مناقب ایشاں با تحقیق و تنقیح۔“  
 ”یعنی ائمہ مسلمین کی خیر خواہی سے دین کے مقتدا اور پیشوا حضرات مثلاً ائمہ مجتہدین و علماء کی خیر خواہی مراد ہے  
 ان حضرات کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا گمان رکھا جائے، شریعت کے احکام میں ان کی تقلید و اتباع اور  
 اطاعت و پیروی کی جائے، ہر طرح ان کی تعظیم و تکریم کی جائے اور ان کے ارشادات و فرمودات کو صحیح محمل پر محمول  
 کیا جائے اور ان کے علوم و فضائل کی ترویج و اشاعت تحقیق و تنقیح کے ساتھ کی جائے۔  
 اور مترجم ”مشارق الأنوار“ لکھتے ہیں:  
 ”مسلمین کے حاکموں کے یعنی اماموں کی خیر خواہی یہ ہے کہ: شرع کے موافق ان کی اطاعت کرے و ان کی  
 مخالفت سے بچے۔“

”شرح مسلم للنووي“ میں ہے:

”قبول ما رووه و تقلیدهم فی الأحکام و احسان الظن لهم.“<sup>(۲)</sup>

”خیر خواہی یہ ہے کہ: ان کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا جائے، احکام میں ان کی تقلید کی جائے اور ان کے  
 بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔“

ان آیات و آثار سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو علماء سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا  
 واجب ہے اور علماء سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔

علامہ سمہودی نے ”عقد الفرید“ میں تقلید کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

(۱) تیسر القاری شرح بخاری، ج: ۱، ص: ۳۹.

(۲) شرح مسلم للنووي، ج: ۱، ص: ۵۴.

”التقليد: قبول القول بأن يعتقد من غير معرفة دليله فأما مع معرفة دليله فلا يكون إلا لمجتهد لتوقف معرفة الدليل على معرفة سلامته عن التعارض بناء على وجوب البحث عن التعارض ومعرفة السلامة عنه متوقف على استقراء الأدلة كلها ولا يقدر على ذلك إلا المجتهد ومن لم يوجب البحث عن المعارض والنفي بمجرد معرفة الدليل كمن أجاز التمسك بالعام قبل البحث عن المخصص فلم يكتف بمعرفته من غير مجتهد إذ لا وثوق بمعرفة غيره في الأدلة الظنية ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عامياً محضاً أو غيره. انتهى بقدر الحاجة.“

”تقليد یہ ہے کہ: دوسرے کا قول اس کی دلیل جانے بغیر مان لیا جائے۔ دلیل جان کر ماننا یہ مجتہد کا کام ہے اس لیے کہ دلیل کا جاننا یہ جاننے پر موقوف ہے کہ: وہ دلیل معارض سے سالم و محفوظ ہے کیوں کہ معارض کی تلاش ضروری ہے اور معارض سے سلامتی کا علم اس پر موقوف ہے کہ: تمام دلیلوں کی چھان بین اور پوری تحقیق و تفتیش ہو یہ قدرت صرف مجتہد کو حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ معارض کی تلاش کو واجب نہیں کہتے اور صرف دلیل کا جاننا کافی سمجھتے ہیں جیسے وہ لوگ جو مخصص کی تلاش سے قبل، عام سے استدلال کو جائز کہتے ہیں وہ بھی غیر مجتہد سے دلیل جاننے کو کافی نہیں مانتے، اس لیے کہ ظنی دلیلوں میں غیر مجتہد کے علم پر کوئی اعتماد نہیں اور جو مرتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر تقلید ضروری ہے خواہ وہ محض عامی ہو یا غیر عامی یعنی عالم، محدث۔“

نیز یہ معلوم ہوا کہ وہ احکام کتاب و سنت سے صراحة ثابت نہ ہوں ائمہ مجتہدین نے کتاب و سنت کے نصوص سے بذریعہ اجتہاد و استنباط نکالا ہو مثلاً چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت، ہاتھوں کی کہنیوں اور پاؤں کے شکنوں کو دھونا ان میں ان کی تقلید واجب ہے اور مجتہد فیہ مسائل میں مجتہد کا حکم بعینہ شارع کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”العقد الجید“ میں فرماتے ہیں:

”وإذا تحقق عندك ما بيناه علمت أن كل حكم يتكلم فيه المجتهد بإجتهاده منسوب إلى صاحب الشرع عليه الصلاة والسلام.“<sup>(۱)</sup>

”جب ہمارے بیان کی تحقیق تمہیں ہوگئی تو تمہیں معلوم ہو گیا کہ: جس حکم کو مجتہد اپنے اجتہاد سے بیان کرتا ہے وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔“

اب جب کہ مجتہد کا حکم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہے جس کی طرف مقلد کار جوع اور اس پر عمل اللہ عزوجل کے حکم سے ہے تو یہ درحقیقت شرعاً تقلید نہیں بلکہ کتاب و سنت کی اتباع اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اعظم ﷺ کی اطاعت ہے جسے عرف میں مجازاً تقلید کہا جاتا ہے۔

(۱) عقد الجید، ص: ۶۶، المكتبة الحقیقة، ترکی.

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وإذا عرفت أن التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة رأساً (فالرجوع إلى النبي ﷺ أو إلى الإجماع) وإن لم نعرف دليل مآقاله ﷺ أو قاله أهل الإجماع تفصيلاً (ليس منه) أي من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية ولو إجمالاً (وكذا) رجوع (العامة) هو من ليس مجتهداً (إلى المفتي) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضي إلى) الشهود (العدول) وأخذهما بقولهم ليس من التقليد في شيء لأنفس الرجوع ولا العمل بعده (لإيجاب النص) ذلك الرجوع والعمل (عليها) فيكون عملاً بحجة ولو إجمالية كما عرفت هذا هو حقيقة التقليد.

لكن العرف مضي (على أن العامة مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي تقليد له وإن كان إنما يرجع إليه لأنه مأمور شرعاً بالرجوع إليه والأخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبي ﷺ وبقول أهل الإجماع لا يسميه العرف أيضاً تقليداً.“<sup>(۱)</sup>

”اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تقلید حقیقی کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مقلد کے پاس سرے سے کوئی دلیل نہ ہو تو نبی پاک ﷺ اور اہل اجماع کی طرف رجوع تقلید حقیقی نہیں کیوں کہ یہاں حجت شرعیہ (رسول پاک ﷺ کا قول اور اہل اجماع کا قول) اجمالی طور پر موجود ہے، اگرچہ ہمیں رسول ﷺ کے قول اور اہل اجماع کے قول کی جزئی دلیل معلوم نہیں۔

اور اسی طرح عامی (غیر مجتہد) کا مفتی (مجتہد) کی طرف اور قاضی شرع کا عادل گواہوں کی طرف اور ان کا مفتی و گواہوں کے قول پر عمل تقلید نہیں نہ تو ان کا رجوع تقلید ہے اور نہ رجوع کے بعد عمل اس لیے کہ نص شارع نے یہ رجوع اور رجوع کے بعد عمل ان پر واجب فرمایا ہے تو یہ دلیل شرعی پر عمل ہوا اگرچہ یہ دلیل تفصیلی نہیں اجمالی ہے یہی تقلید کی حقیقت ہے۔

لیکن عرف اس پر جاری ہے کہ: عامی مجتہد کا مقلد ہے تو مجتہد کے قول پر اس کے قول کی تفصیلی دلیل کی معرفت کے بغیر عامی کے عمل کو مجتہد کی تقلید قرار دیا گیا، اگرچہ مجتہد کی طرف عامی اس لیے رجوع کرتا ہے کہ اسے شریعت نے مجتہد کی طرف رجوع اور اس کے قول پر عمل کا حکم دیا ہے تو عامی کا یہ عمل و رجوع دلیل کی بنا پر ہے بغیر دلیل نہیں ورنہ اصطلاح اسی صورت کے ساتھ خاص ہے تو نبی پاک ﷺ کے ارشاد اور اہل اجماع کے قول پر عمل کو عرفاً تقلید نہیں کہا جاتا۔“

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ص: ۳۸، رسالہ اجلی الاعلام.



اس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہے کہ مقلد کو اگرچہ تفصیلی (جزئی) دلیل معلوم نہیں مگر اسے اجمالی (کلی) دلیل معلوم ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے جسے تفصیلی دلیل کا علم ہوتا ہے اب جب کہ مقلد کتاب و سنت کی اجمالی دلیلوں کی روشنی میں اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے تو یہ محض عرفاً تقلید ہے حقیقتاً تقلید نہیں کہ حقیقت تقلید یہ ہے کہ: ”مقلد کے پاس کسی بھی طرح کی کوئی دلیل نہ ہونے اجمالی نہ تفصیلی“ اور یہاں مقلد کو اگرچہ تفصیلی دلیل معلوم نہیں مگر اسے اجمالی دلیل معلوم ہے کہ اسے اجمالی یہ معلوم ہے کہ: اللہ عزوجل نے اولی الامر (مجتہدین) کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے جب یہ حقیقتاً تقلید نہیں بلکہ عرفاً تقلید ہے تو درحقیقت یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول پاک ﷺ کی اطاعت و اتباع ہے جب یہ درحقیقت اللہ عزوجل اور اس کے رسول پاک ﷺ کے ارشادات عالیہ و فرمودات مقدسہ کی اطاعت و اتباع ہے تو اسے حرام یا شرک کہنا کسی بھی طرح روا نہیں اس لیے کہ قرآن کریم کی آیت کریمہ:

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ“ (۱)

”اور جب ان (کافروں) سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔“

”وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ“ (۲)

”اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف، کہیں وہ ہمیں بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔“

میں جس تقلید کی مذمت فرمائی گئی وہ تقلید ہے جس میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت و اتباع نہ کر کے اپنے بزرگوں کی اتباع کی جائے جو عقل و دین و ہدایت سے کوسوں دور ہیں اور اتنا بھی شعور نہیں رکھتے کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کی اس کو کوئی حرام نہیں کر سکتا۔ زیر بحث تقلید اور آیت شریفہ میں مذکور تقلید میں کوئی مناسبت نہیں، اس لیے کہ کوئی مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا اور جس امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے وہ علم و عقل اور دین و ہدایت سے خالی نہیں۔ اب جب کہ آیت شریفہ میں مذکور تقلید کی مذمت جن بنیادوں پر کی گئی وہ بنیادیں زیر بحث تقلید میں موجود نہیں تو اس تقلید محمود کے رد و انکار میں اس آیت کریمہ کو پیش کرنا سراسر ظلم

(۱) قرآن مجید، پ: ۲، سورة البقرہ، آیت: ۱۷۰۔

(۲) قرآن مجید، پ: ۷، سورة المائدہ، آیت: ۱۰۴۔

ونا انصافی ہے۔ اگر علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، خدا ترسی، امت کے ساتھ خیر خواہی اور استقامتِ حق کے حاملین علمائے مجتہدین کی تقلید مذموم ہوتی تو ”اہل ذکر“ کی طرف رجوع پھر ان کے حکم پر عمل کا تاکید حکم وارد نہ ہوتا نہ ہی ”اولی الامر“ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا جاتا اور نہ ہی یہ فرمایا جاتا کہ: ”ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل کر دین کی سمجھ کر حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ (احکام دین کی اتباع کر کے عذاب الہی سے) بچیں“ اور نہ ہی یہ فرمایا جاتا:

”فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيفًا“ (۱) تو دین ابراہیم حنیف کی پیروی کرو۔

”وَمَنْ يَّرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ“ (۲)

”اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوا اس کے جو دل کا احمق ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں جس تقلید کا حکم دیا گیا اور اس کی تاکید فرمائی گئی وہ اور ہے اور جس تقلید کو مذموم قرار دیا گیا اور اس کی سخت مذمت فرمائی گئی وہ اور ہے دونوں کا محمل الگ الگ ہے دونوں کا محمل ایک سمجھنا سراسر ظلم اور نا انصافی ہے۔

اس مقام پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان بحثوں سے ائمہ مجتہدین کی تقلید و اتباع کا ثبوت ہوتا ہے نہ یہ کہ صرف ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کی جائے کسی اور کی نہیں تو اس کا جواب گزشتہ سطور میں تفصیل سے گزر چکا کہ: ائمہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور کا مذہب اتنی جامعیت اور احتیاط کے ساتھ آج موجود نہیں اس لیے اس زمانہ میں یہی واجب ہے کہ ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے کسی اور کی نہیں کسی ایک معین امام کی تقلید اس لیے ضروری قرار دی گئی کہ اگر بعض مسائل میں ایک کی بعض میں دوسرے کی تقلید کی جائے تو عظیم حرج لازم آئے گا، اس لیے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ: جو جس امام کا مقلد ہو جملہ امور میں اس کی تقلید کرے بعض مسائل میں ایک کی اور بعض مسائل میں دوسرے کی یہ ناجائز اور گناہ ہے کہ یہ صورت تعلق ہے جو بالاجماع باطل ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”فلو التزم أحد مذہبا كأبي حنيفة أو الشافعي رحمهما الله تعالى لزم عليه الإستمرار

فلا يقلد غيره في مسألة من المسائل“ شرح عین العلم (۳)

”اگر کسی نے ایک مذہب کو لازم کر لیا، امام ابو حنیفہ یا امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا تو اس پر لازم ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے اور کسی بھی مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کی (بے ضرورت صادقہ) تقلید نہ کرے۔“

(۱) قرآن مجید، پ: ۴، سورۃ آل عمران، آیت: ۹۵۔

(۲) قرآن مجید، پ: ۱، سورۃ البقرہ، آیت: ۱۳۰۔

(۳) انتصار الحق، ص: ۲۳۷۔

علاوہ ازیں بعض مسائل میں ایک امام کی تقلید اور بعض مسائل میں دوسرے امام کی تقلید یہ درحقیقت امام کی تقلید نہیں بلکہ اپنے خواہش نفس کی تقلید ہے اس لیے کہ کچھ مسائل میں ایک امام کی تقلید اور کچھ مسائل میں دوسرے امام کی تقلید کس بنیاد پر ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ مجتہد ہے نہیں کہ دلائل کی حیثیت سے کسی ایک کو ترجیح دے تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ بعض مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد پسند آیا تو اسے اختیار کیا تو یہ امام کی پیروی نہ ہوئی بلکہ خواہش نفس کی پیروی ہوئی۔ حقیقی تقلید یہ ہے کہ: جملہ احکام میں کسی ایک امام کی تقلید کی جائے اب جب کہ اپنے پسند پر عمل کیا تو اپنے نفس کی اتباع کی، شریعت کی نہیں تو وہ اس آیت کریمہ کا مصداق ہوا:

”إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ“ (۱)

”اور یہ لوگ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔“

علاوہ ازیں کبھی ایک طریقہ اختیار کرنا اور کبھی اس کے برعکس دوسرا یہ نص قرآنی سے حرام ہے۔ اللہ عزوجل کا

ارشاد ہے:

”وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ“ (۲)

”چند راستوں پر نہ چلو ورنہ اس کے راستے سے ہٹ جاؤ گے۔“

اس آیت کریمہ میں ایک راستہ کو اختیار کرنے اور اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا اور چند راستوں کی اتباع سے روکا گیا جس سے معلوم ہوا کہ چند راستوں کو اختیار کرنا بہ نص قرآنی حرام ہے۔

نیز ایک مذہب کے التزام کے بعد دوسرے مذہب کی طرف رجوع سے نقض عہد لازم آئے گا، اور اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے:

”وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا“ (بنی اسرائیل: ۳۴)

”وعدہ وفا کر بے شک وعدے کے بارے میں سوال ہوگا۔“

نیز گزر چکا کہ ایک مذہب کی تقلید میں بڑی مصلحتیں ہیں اور مذہب معین کی تقلید نہ کرنے میں بڑے فسادات ہیں اور قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

”وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا“ (۳)

”اور زمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد فساد مت کرو۔“

(۱) قرآن مجید، پ: ۲۷، سورة النجم، آیت: ۳۳.

(۲) قرآن مجید، پ: ۸، سورة الأنعام، آیت: ۱۵۴، ع: ۴.

(۳) قرآن مجید، سورة الاعراف، آیت: ۵۶.

نیز فرمایا: ”لَا تَبْتَغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ“ (۱)

”قارون سے اس کی قوم نے کہا اور زمین میں فساد کی خواہش نہ کر کیوں کہ اللہ تعالیٰ فساد یوں کو پسند نہیں فرماتا۔“  
اس سے معلوم ہوا کہ ایک مذہب کی تقلید میں خدا کی دوستی اور مذہب معین کی تقلید نہ کرنے میں خدائے پاک کی عداوت و دشمنی ہے۔

ان دلائل کے پیش نظر آج یہ واجب ہے کہ جو حنفی ہے وہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اور جو شافعی ہے وہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی اور جو مالکی ہے وہ سیدنا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی اور جو حنبلی ہے وہ سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی جملہ فقہی مسائل میں تقلید کرے۔ امت کے کسی فرد کو ان کے علاوہ کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کچھ مسائل میں ایک کی تقلید اور کچھ مسائل میں دوسرے کی تقلید کرے کہ تلفیق ہے جو بالاجماع باطل اور حرام و گناہ ہے کہ یہ شریعت کی اتباع نہیں خواہش نفس کی اتباع ہے۔

عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ: چاروں مذاہب حق ہیں اور سب دین متین کی شاخیں تو ایک ہی کی تقلید سے گویا دین کے چار حصوں میں سے ایک حصہ پر عمل ہوا بخلاف اس کے کہ کبھی کبھی ہر مذہب پر چلے کہ یوں سارے دین پر عمل ہو جائے گا حاصل یہ کہ چاروں اماموں کے مسائل لینے میں کل دین محمدی ﷺ پر بخوبی عمل ہو سکتا ہے یہ سراسر دھوکا اور فریب ہے۔ امام اہل سنت، مجدد دین و ملت سیدنا علیٰ حضرت قدس سرہ اس فریب کو کشا کرتے ہوئے اور سارے دین پر عمل کی حقیقت کو واضح گف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”اقول: اولاً: یہ مدہوش کا جنونی خیال ہے، جسے دربار شاہی تک چار سیدھے راستے معلوم ہوئے رعایا کو دیکھا کہ اُن کا ہر گروہ ایک راہ پر ہو لیا اور اسی پر چلا جاتا ہے مگر ان حضرت نے اسے بے جا حرکت سمجھا کہ جب چاروں راستے یکساں ہیں تو وجہ کیا کہ ایک ہی کو اختیار کر لیجے پکار تارہا کہ صاحبو! ہر شخص چاروں راہ پر چلے مگر کسی نے نہ سنی ناچار آپ ہی تانا تنا شروع کیا کوس بھر شرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا، جنوبی کو دوڑا پھر اس سے بھی منہ موڑا غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمالی پر ہو لیا ادھر سے پلٹ کر پھر شرقی پر آ رہا تیلی کے سے تیل کو گھر ہی کو س پچاس۔ عقلاً پوچھ دیکھو اس کو مجنون کہیں گے یا صحیح الحواس؟ یہ مثال میری ایجاد نہیں بلکہ علمائے کرام و اولیائے عظام کا ارشاد ہے اور ان سے امام علام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے ”میزان الشریعة الکبریٰ“ میں نقل فرمائی اور اس کے مشابہ دوسری مثال انگلیوں کے پوروں کو اپنے شیخ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ یہ امام ہمام وہ ہیں جن کی اسی کتاب مستطاب سے اسی مسئلہ تقلید میں غیر مقلدان زمانہ کے معلم جدید میاں ”نذیر حسین“ دہلوی براہِ اغوا سند لائے اور اسی کتاب میں ان کی ہزار در ہزار قاہر تصریحوں سے کہ جہالات

(۱) قرآن مجید، پ: ۲۸، سورة القصص، آیت: ۷۷.

طائفہ کا پورا علاج تھیں آنکھ بند کر گئے مگر کیا جائے شکایت کہ: ”اَفْتُوْهُمْ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ“ اس نئے طائفہ کی پرانی خصلت جسے اس کی سیر دیکھنی منظور ہو بعض احباب فقیر کا رسالہ ”سیف المصطفیٰ علی اٰدیان الافتراء“ مطالعہ کر لے۔

ثانیاً: کل دین متین پر ایسے عمل کا صحابہ و تابعین و سائر ائمہ مجتہدان دین کو بھی حکم تھا یا خدا اور رسول نے خاص آپ ہی کے واسطے رکھا؟ بر تقدیر اول ثبوت دو کہ وہ حضرات ہر گز اپنے مذہب پر قائم نہ رہتے بلکہ نماز و روزہ و تمام اعمال و احکام میں آج اپنے اجتہاد پر چلتے توکل دوسرے۔ پرسوں تیسرے کے۔ بر تقدیر ثانی یہ اچھی دولت دین ہے جس سے تمام سرداران امت و پیشوایان ملت باز رہ کر محروم ہو گئے کیا ان کے وقت میں یہ اختلاف مذاہب نہ تھا یا انھیں نہ معلوم تھا کہ ہم ناحق کل دین متین پر عمل چھوڑے بیٹھے ہیں۔

ثالثاً: اُن رے مغالطہ کل دین متین پر یک لخت عمل چھوڑنے کا نام سارے دین پر عمل کرنا رکھا۔  
بر عکس نہند نام زنگی کا نور

بھلا مسائل اختلافیہ میں سب اقوال پر ایک وقت میں عمل تو محال عقلی، ہاں یوں ہو کہ مثلاً آج امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی کل نہ پڑھی مگر یہ کل دین متین کے خلاف ہوا۔ کیا امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقتدی کو قراءت بعض اوقات میں ناجائز تھی؟ حاشا بلکہ ہمیشہ امام شافعی کی رائے میں ماموم (مقتدی) پر فاتحہ اچھا نا واجب تھی؟ حاشا بلکہ دو آما تو جو نہ دائماً تارک نہ دائماً عامل وہ قطعاً دونوں قول کا مخالف و نافی پُر ظاہر کہ ایجاب و سلب فعلی، سلب و ایجاب دوامی دونوں کا دفع و منافی اب تو کھلا کہ تم رفض و خروج دونوں کے جامع کہ چاروں میں سے کسی کے معتقد نہ کسی کے تابع۔

رابعاً: جو امر ایک مذہب میں واجب دوسرے میں حرام مثلاً قراءت مقتدی تو عامل بالمذہبین فی وقتین کو کیا حکم دیتے ہو؟ آیا اسے ہمیشہ (۱) اپنے حق میں حرام سمجھے یا ہمیشہ (۲) واجب یا وقت (۳) عمل واجب، وقت ترک حرام (۴) یا بالعکس یا جس (۵) وقت جو چاہے سمجھے (۶) یا کبھی کچھ نہ سمجھے یعنی واجب غیر واجب، حرام غیر حرام کچھ تصور نہ کرے یا مذہب ائمہ یعنی واجب و حرام دونوں کے خلاف محض مباح جانے؟

شقیں اولیں (پہلی دو شقیوں) پر ٹھہرتا ہے کہ: حرام جان کر ار تکاب کیا یا واجب بان کرا جتنا ب۔

اور شق رابع پر دونوں پہ صریح اجازت قصد فسق و تعمّد معصیت ہے۔

اور شق ثالث مثل رابع کھلم کھلا ”يُجِلُّوْنَہٗ عَامًّا وَّ يُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًّا“ (۱) میں داخل ہونا کہ ایک ہی چیز کو آج

واجب جان لیا کل حرام مان لیا پرسوں پھر واجب ٹھہرا لیا، دین نہ ہوا کھیل ہوا یا کفار سونسطائیہ عندیہ کا میل کہ جس چیز کو ہم جو اعتقاد کر لیں وہ نفس الامر میں ویسی ہی ہو جائے۔

(۱) التوبہ، پ، ۱۰، آیت ۳۰

شق خامس پر یہ دونوں استحالے قائم کہ جب اجازتِ مطلقہ ہے تو ”عاماً شہراً“ درکنار ”یحلو نہ انا و یحرمونہ انا“ لازم، اور نیز وقتِ عمل اعتقادِ حرمتِ وقتِ ترکِ اعتقاد و وجوب کی اجازت۔  
 رہی شقِ سادس وہ خود معقول نہیں بلکہ صریح قول بالمتناقضین کہ آدمی جب عمل بالمذہب میں جائز جانے کا قطعاً فعل و ترکِ رومانے گا اس کا حکم اور اس سے منع بے ہودہ ہے مع ہذا یہ شق بھی استحالہ اولیٰ کے حصہ سے سلامت نہیں، اچھا حکم دیتے ہو کہ آدمی نماز میں ایک فعل کرے، مگر خبردار یہ نہ سمجھے کہ خدا نے میرے لیے جائز کیا ہے لاجرم شق ہفتم رہے گی اور گل وہی کھلے گا کہ کل دین متین کا خلاف یعنی محض جواز فعل و ترک نکلا اور وہ وجوب و حرمت دونوں کے منافی۔

بالجملہ حضرات براہِ فریبِ ناحق چاروں مذہب کو حق جاننے کا ادعا کرتے اور اس دھوکے سے عوام بے چاروں کو بے قیدی کی طرف بلاتے ہیں ہاں یوں کہیں کہ: ائمہ اہل سنت کے سب مذہبوں میں کچھ کچھ باتیں خلافِ دینِ محمدی ﷺ ہیں لہذا ان میں تنہا ایک پر عمل ناجائز و حرام بلکہ شرک ہے۔ لاجرم ہر ایک کے دینی مسئلے جن لیے جائیں اور بے دینی کے چھوڑ دیے جائیں۔ صاحبو! یہ تمہارا خاص دلی عقیدہ ہے جسے تمہارے عمائد طائفہ لکھ بھی چکے پھر ڈر کس کا ہے؟ یہ بلا مدینہ طیبہ و بلدِ حرام نہیں، حجاز و مصر و روم و شام نہیں، زیرِ سلطنتِ سنت و اسلام نہیں کھل کر کہو کہ: چاروں اماموں کے مذہب معاذ اللہ بے دینی ہیں آخر دین و خلافِ دین کا مجموعہ ہرگز دین نہ ہو گا بلکہ یقیناً بے دینی و العیاذ باللہ رب العالمین۔<sup>(۱)</sup>

مزید فرماتے ہیں:

”میاں نذیر حسین دہلوی اپنے فتویٰ مصدقہ مہری دستخطی میں (کہ ان کے زعم میں ردِ تقلید تھا اور ”مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ“ اثباتِ تقلید) مع اخوان و ذریات اہل خواتیم فرما چکے ہیں کہ:

”جیسے ائمہ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہو سکتا ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت نہیں ٹھہر سکتا جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی اخبار و رہبان پرست ہے۔“

بہت اچھا ”چشمِ مارو شنِ دلِ ماشاداب“ یہ بھی حضرت سے دیکھ پوچھئے کہ ائمہ اربعہ کے سوا کون کون مجتہد ہیں اسی فتویٰ میں تصریح کی کہ:

”امامِ احرارین و حجتہ الاسلام غزالی و کیا ہر اسی و ابنِ سمعانی و غیر ہم ائمہ محض انتساب میں شافعی تھے اور حقیقتہً مجتہد مطلق۔“

اور اسی میں لکھا:

(۱) الفضل الموهبی، ص: ۳۷ تا ۴۰، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی۔

”بے شک جو منصف مزاج ہے وہ ہرگز امام شعرانی کے منصبِ کامل اجتہاد میں کلام نہیں کر سکتا۔“  
 بہت بہتر، کاش! اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے کہ: کلام کرے یا ان اقراروں سے پھرے تو اسے مکہ معظمہ میں ترکی پاشا کا حوالہ دیکھیے خود حضرت کے اقراروں سے ثابت ہو گیا کہ: ان پانچوں اماموں کا قول بھی ہرگز گمراہی نہیں ہو سکتا اور جو ان کے فرمان پر چلے اصلاً مورد اعتراض نہیں جو اسے بدعتی کہے وہ خبیث خود بدعتی احبار و رہبان پرست ہے۔ اب حضرت سے کہیے: ذرا آنکھ کھول کر دیکھو غیر مقلدی بے چاری کا سویرا ہو گیا، ملاحظہ تو ہو کہ یہی امام مجتہد شعرانی انہیں چاروں امام مجتہد سے اپنی ”میزان“ مبارک میں کس زور شور سے وجوبِ تقلیدِ شخصی نقل فرماتے اور اسے مقبول و مسلم رکھتے ہیں: حیث قال علیہ رحمة ذي الجلال:

”به صرح إمام الحرمین وابن السمعی والغزالی والکتیہ ہراسی وغیرہم وقالوا: لتلامذتہم یجب علیکم التقیّد بمذہب إمامکم ولا عذر لکم عند اللہ تعالیٰ فی العدول عنہ۔“  
 ”یعنی اسی کی تصریح کی امام الحرمین و ابن السمعی و غزالی و کیاہر اسی وغیرہم ائمہ نے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا: ”تم پر واجب ہے کہ خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا اگر ان کے مذہب سے عدول کیا تو خدا کے حضور تمہارے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔“

اب ایمان سے کہنا وجوبِ تقلیدِ شخصی کی حقانیت کس شد و مد سے ثابت ہوئی اور سارے غیر مقلدین کہ اسے بدعت و ضلالت کہتے ہیں کیسے علانیہ خبیث، بدعتی، احبار و رہبان پرست ٹھہرے۔ ”والحمد للہ رب العالمین و قیل بعدا للقوم الظالمین۔“ واقعی سنت الہیہ سے کہ گمراہوں پر خود انہیں کے قول سے حجت قائم فرماتا ہے:

و منها علی بطلانہا شواہد (۱)

فقہ اعظم حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان تقلیدِ شخصی کے وجوب کے منکرین غیر مقلدین کے سارے دین پر عمل کا شدید محاسبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”غیر مقلد صاحبوں کے پرانے پیشواؤں و ظاہری کے نزدیک تو جو روکی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنے گود میں نہ پئی ہو یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفتِ جان سے فرمایا کہ: یہ نکاح باجماع ائمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر ہے اب مجھ سے نکاح کر لے غیر مقلدہ بولی کہ: ہمارے مذہب کے مطابق تو ہوا ہے اس پر وہابی مولوی صاحب نے بکمال شفقت فرمایا کہ: بیٹی ایک ہی مذہب پر جمنا نہ چاہیے اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ غیر مقلدہ بولی کہ: اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت

(۱) الفضل الموهبی، ص: ۴۰، ۴۱، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی۔

کہاں؟ کہا: اے نادان لڑکی! مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں، میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں پھر بعد کو اعلان کر دیں گے۔ چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا۔ دو پہر کو تیسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاحی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا حدیث میں ایسیوں کو زانیہ فرمایا میں دو گواہ لے کر آیا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا: اس وقت میرا ولی موجود نہیں، وہابی مولوی صاحب نے فرمایا: بیٹی تو نہیں جانتی ہے کہ حنفی مذہب میں جوان عورت کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کا اتباع کرتے ہیں اس پار سا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا لہذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔ تیسرے پہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیٹی! تو اب بھی بے شوہر ہے حدیث فرماتی ہے کہ: بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت ائمہ کا ہے میں تیرے ولی کو لے آتا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے اس نے کہا: تم میرے کفو نہیں، نسب میں گھٹ کر ہو کہا: تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر ائمہ کے نزدیک جائز ہے اُسے تو پوری شریعت پر چلنا غرض چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی تزک سے چمکے کہ بیٹی تو اب بھی کواری ہے ہمارے بڑے گروا بن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمیہ صاحبان سب حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں یہ چوتھا تیسرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں مذہب کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرادیا یہ کہہ کر پانچویں بار ان سے نکاح کر لیا۔

اب وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جو رو ہے یا پانچوں کی؟ اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا حدیث صحیح نے مجبور کیا ہے؟ وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسروں کے لیے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جو رو نہیں سمجھ سکتے؟ اور وہ بے چاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جا رہی ہے؟ اور اگر ہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اسے جو رو جانیں اور وہ پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری، مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے تو ہم کیا عرض کریں مگر اپنے ہی ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجیے کس

دروپدی رانی مہا بھوانی ار جن جی کی ناری پانچوں پنڈے تنکو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کون دھرم ہے؟ ”وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ (۱)

عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والے غیر مقلدین اگر سارے دین پر عمل کے دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیں کہ یہاں سارے دین پر عمل کرتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ جب کسی ایک مسئلہ میں چاروں اماموں کی رائیں مختلف

(۱) الفضل الموهبی، ص: ۴۳ تا ۴۵، ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی.



ہیں تو ایک مسئلہ میں کسی ایک امام کی رائے یا ان کا مشرب لے لینے سے سارے دین پر کیسے عمل ہو جاتا ہے؟ کیا عمل بالحدیث سہو سارے دین پر عمل یہی ہے کہ اپنی خواہش نفس کے مطابق ہر امام سے ایک مسئلہ لے لیا جائے اور جہاں خواہش نفس کے مطابق نہ ملے من مانی اجتہاد کیا جائے؟ آتا جاتا خاک نہیں اور اجتہاد کا دعویٰ کیا جاتا ہے اجتہاد کے لیے جو علوم درکار ہیں کیا تمھاری پوری برادری میں کسی کے پاس ہے اگر تمھاری برادری میں کسی کے اندر یہ صلاحیت ہوتی تو اجتہاد و استخراج کو چھوڑ کر اخذ و سرقہ سے کام نہ لیا جاتا بلکہ مجتہدین کی شان و صفت یہ ہوتی ہے کہ اس کی اجتہادی قوت جس نتیجہ پر پہنچتی ہے اسے اپنا مذہب قرار دیتا ہے نہ کہ اخذ و سرقہ سے کام لیتا ہے تمھارے سب سے بڑے محدث، علامۃ الدہر، مجتہد العصر میاں نذیر حسین دہلوی کی حدیث دانی امام احمد رضا قدس سرہ نے صرف ایک ہی مسئلہ میں اس طرح چاک فرمائی کہ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے جب صرف ایک مسئلہ میں مجتہد العصر کا یہ حال ہے تو دوسرے نام نہاد مجتہدوں کا کیا حال ہو گا اس کے لیے علمائے اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں حقیقت خود بخود کشا ہو جائے گی کہ تقلید ائمہ کے یہ دشمن محض جاہل مطلق ہیں ان میں اجتہاد کی صلاحیت قطعاً نہیں ہوتی اگر ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام معین کی تقلید شرک و بدعت و ضلالت ہے تو امام الحرمین ابن السمعانی کیا ہر اسی وغیرہم کے بارے میں تمھارے امام معتمد میاں نذیر حسین دہلوی نے یہ لکھا کہ: محض انتساب میں شافعی تھے اور حقیقتہً مجتہد مطلق انھوں اپنے شاگردوں سے یہ فرمایا کہ:

”يجب عليكم التقيد بمذهب إمامكم ولا عذر لكم عند الله تعالى في العدول عنه.“

”تم پر اپنے امام معین کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے اور اس سے عدول کرنے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا۔“

کیا انھوں نے تقلید شخصی کے وجوب کی تاکید و تعلیم فرما کر شرک و بدعت کی تاکید و تعلیم فرمائی؟ نیز امام شعرانی نے اپنی کتاب ”میزان الشریعة الكبرى“ میں اسے نقل فرمایا اور اسے مقبول و مسلم رکھا کیا انھوں نے ایک شرک کو نقل فرمایا اور اسے مقبول و مسلم رکھا؟

پھر جب حضرت ہذیل بن شریب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جسے امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا جس میں یہ ہے کہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو آپ نے دوسرے طریقہ سے فتویٰ دیا پھر آپ کے فتویٰ کی خبر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو دی گئی تو آپ نے فرمایا:

”لا تسألوني مادام هذا الخبر فيكم“

”جب تک یہ عالم تبھر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے نہ پوچھنا۔“

کیا اس حدیث پاک میں تقلید شخصی کے وجوب کی تاکید شدید نہیں ہے؟ کیا آپ نے یہ نہ فرمایا کہ: جب تک یہ عالم تبخیر تمہارے درمیان جلوہ آراہیں میری طرف رجوع نہ کرنا بلکہ صرف انہیں کی طرف رجوع کرنا اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا، انہیں کو مقلد بنانا، انہیں کا مقلد رہنا۔

نبی پاک سید عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو کیا اہل یمن کو ان کے فیصل کردہ مسائل کی تقلید و اتباع کو لازم نہ فرمایا کہ قاضی کو ولایت الزام حاصل ہے؟ کیا آپ نے اہل یمن کو ان کی طرف رجوع پھر تقلید و عمل کی دعوت دے کر شرک و بدعت کی دعوت بخشی؟

اس سے یہ روشن ہوا کہ تقلید انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے تقلید کے بغیر انسانی زندگی کا کارواں آگے نہیں بڑھ سکتا جس طرح دنیاوی امور میں انسان کو تقلید سے چارہ کار نہیں اسی طرح دینی امور میں بھی تقلید سے مفر نہیں تقلید کی فرضیت اور اس کا وجوب ایسا قطعی ہے کہ منکرین تقلید کے پیشوائے اعظم میاں نذیر حسین دہلوی کو بھی ”معیار“ میں یہ لکھنا پڑا:

”سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہو گا عموماً خواہ کوئی ہو اس کا اتباع وقت لائے واجب ہو گا۔“

حاصل یہ ہے کہ آج بھی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے مگر اجتہاد کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہے آج وہ کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں آج اگر کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے اس لیے اس زمانہ میں ہر خاص و عام، عالم و غیر عالم سب پر تقلید شخصی واجب ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ چاروں مشہور اماموں میں سے کسی ایک معین امام کی، اس لیے کہ صرف انہیں کے مذاہب لائق اعتماد اور قابل عمل ہیں ان کے علاوہ کسی اور امام کی تقلید ممنوع ہے اس لیے کہ ان کے مذاہب اتنی احتیاط اور جامعیت کے ساتھ موجود نہیں کہ ان کی اتباع کی جائے ان مذاہب اربعہ سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے اس لیے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ان چاروں مذاہب میں منحصر ہو گیا، امام اہل سنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

”آخر اتنا تواجلی بدہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علماء، محدثین، فقہاء، عامۃ اہل سنت و اصحاب ہدی غائبہ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ان چاروں مذاہب میں منحصر ہو گیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری۔“ (۱)

نیز فرماتے ہیں:

”مذاہب اربعہ اہل سنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے عمر بھر اسی کا پیرو رہے کبھی

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۶، ص: ۷۰۵، رضا اکیڈمی، ممبئی۔

کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے، تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، متبع غیر سبیل المؤمنین ہیں۔<sup>(۱)</sup> بعض لوگ اس مقام پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ تقلید شخصی خلاف دین ہے، اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے:

”الدین یسر“ دین آسان ہے اور کسی ایک معین امام کے مذہب کی پابندی میں دشواری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ: دین کے آسان ہونے کا یہ معنی نہیں کہ: اس میں نفس کو کوئی پریشانی اور دشواری نہیں ورنہ آیت کریمہ: ”إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ“<sup>(۲)</sup> (اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری میری طرف جھکتے ہیں) کا کیا معنی ہے؟ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس ک مشقت نہیں ہوتی؟ کیا بحالت سفر نماز میں مشقت نہیں؟ بلکہ اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ: دین میں کوئی ایسا حکم نہیں جو انسانی طاقت و قوت سے باہر ہو جیسا کہ خود اللہ عزوجل کا ارشاد پاک ہے: ”لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا“ (اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر)<sup>(۳)</sup>

جب اللہ رب العزت نے بندہ کو اس کی طاقت و قوت کے اعتبار سے تکلیف بخشی ہے تو بندہ پر ایسا بار نہ ڈالا جس کی اس میں طاقت و قوت نہ ہو جس کے سبب وہ مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو تو بندہ کے لیے اس اعتبار سے دین میں آسانی ہے نہ کہ دشواری جیسا کہ اس دشواری کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت پاک میں ہے:

”وَلَا تَحِمْلُ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا“ (اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا)<sup>(۴)</sup>

جب دین کی آسانی کا معنی یہ ہے تو مطلق دشواری مراد لے کر تقلید شخصی کو خلاف دین کہنا سراسر دیانت کے

خلاف ہے۔☆☆☆

(۱) فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۱، ص: ۳۱۱، اطائب الصیب علی أرض الطیب، رضا اکیڈمی، ممبئی.

(۲) پ: ۱، آیت: ۴۵

(۳) پ: ۳، البقرہ، آیت ۲۸۶

(۴) پ: ۳، البقرہ، آیت ۲۸۶.

## محدثین اور تقلید آئمہ

مولانا ابو حنیفہ مصباحی، بانی و سربراہ تحریک نوح الاسلام، شیب پور، ہوڑہ

قرآن مجید کو لفظ بہ لفظ یاد کر لینا تو ممکن ہے مگر احادیث کریمہ کو لفظاً حفظ کر لینا، یہ واقعی ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اسی وجہ سے تاریخ اسلام میں قرآن کریم کے حفاظ تو کثرت کے ساتھ مل جائیں گے اور اکثر حفاظ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمیں پورا قرآن لفظ بہ لفظ یاد ہے، مگر کوئی ایسا محدث نہیں ملے گا جس نے یہ کہا ہو کہ رسول اکرم ﷺ کی ساری حدیثیں مجھے یاد ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کثیر الاحادیث، متوسط الاحادیث اور قلیل الاحادیث کے محدثین وفق اسلام پر زہرہ جبین ہیں۔

محدثین میں ہم دو طبقات کرتے ہیں: پہلا طبقہ وہ ہے کہ جس نے ہر طرح کی حدیثوں کو جمع کیا، وہ عام محدث کہلائے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جس نے حدیثوں میں ان حدیثوں کو جوہری کی طرح چھانٹ چھانٹ کر الگ کیا جن سے انسان کی عملی زندگی میں چار چاند لگے۔ غالباً انہی احادیث کو احادیث فقہیہ کہتے ہیں جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ یہ حدیثیں عمومی طور پر محدثین کو یاد ہوتی ہیں مگر ان سے استنباط مسائل ناپید ہوتے ہیں کیوں کہ وہ احادیث کے مجموعہ کو محفوظ تو رکھتے ہیں۔ مگر استنباط مسائل کے اصول و ضوابط اور اس کے قرائن و قیاس سے دور ہوتے ہیں جس کی بنیاد پر وہ میڈیکل تاجر ضرور ہوئے مگر تعین دوا کے لیے کسی کیمسٹ کی ضرورت ضرور پڑے گی جو اسٹاک مال سے مریض کے لیے دوا کی تعین کر سکے۔

لہذا یہ ثابت ہوا کہ جو محدث ہوتے ہیں وہ احادیث کا ذخیرہ رکھتے ہیں۔ اور جو فقیہ ہوتے ہیں وہ احادیث کے ذخیرہ کے ساتھ اس کی تشخیص و تعین یعنی استنباط مسائل کا ہنر بھی رکھتے ہیں کیوں کہ قرآن و حدیث کا ذخیرہ انسانی زندگی کے جملہ معاملات کی طرف نشاندہی کرتا ہے خواہ وہ حیات انسانی کا عملی پہلو ہو یا اعتقادی، علمی پہلو ہو یا فکری، روحانی پہلو ہو یا مادی و جسمانی، عائلی و خاندانی پہلو ہو یا سماجی و معاشرتی، سیاسی پہلو ہو یا سائنسی، ثقافتی پہلو ہو یا معاشی، حکومت و سلطنت کی تاسیس ہو یا ادارہ جات و تنظیمات کی تشکیل، مختلف طبقات نسل انسانی کے نزاعات ہوں یا معاہدات، اقوام عالم کے باہمی تعلقات ہوں یا ملکی سطح کی صنعت و حرفت، الغرض حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو

قرآن و حدیث کی رہنمائی سے یکسر خالی ہو۔

ایسی صورت میں جب کہ قرآن و سنت کا وافر ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہو مگر ان کی ادق عبارات کا مفہوم کلی یا جزئی بالائے سر ہو تو کیا کریں؟ تو ہم کہیں گے ایسی ہی صورت متجسسہ و مدققہ کے لیے اللہ رب العزت نے ہمارے درمیان علمائے فقہ کو وجود بخشا اور علم فقہ و اصول فقہ کا نہایت وسیع و کشادہ میدان کھولا جس میں بیٹھ کر بڑی آسانی کے ساتھ اپنی زندگی کے ادق سے ادق مسائل کا حل جان لیں۔ کیوں کہ ہر انسان میں وہ عالی ہمتی، بلند فکری اور صلاحیت و قابلیت موجود نہیں کہ قرآن و حدیث کے ہر حکم پر راہ راست چل سکے اور ان سے رہنمائی حاصل کر سکے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں بعض مقامات ایسے ہیں جن کی مراد عبارت النص سے معلوم ہو جاتی ہے اور کہیں اشارۃ النص، دلالت النص اور اقتضاء النص سے ان کی حقیقت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ کہیں صریح ہے کہیں کنایہ، کہیں ظاہر ہے کہیں خفی، کہیں مجمل ہے کہیں مفصل، کہیں مطلق ہے کہیں مقید، کہیں خاص ہے کہیں عام، کہیں ناسخ حدیث و آیت ہوتی ہے تو کہیں منسوخ، کہیں امر، فرض و وجوب کے لیے آتا ہے تو کہیں استحباب کے لیے، کہیں آیات و احادیث نہیں ہوتی ہیں تو کہیں امر، کہیں حرام و مکروہ تحریمی کے لیے آتی ہیں، کہیں صرف خلاف اولیٰ کے لیے، لہذا ایسی صورت میں ایک عام مسلمان چاہ کر بھی عمل نہیں کر سکتا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ جس نص کو آپ مطلق جان کر اس پر عمل کر رہے ہوں وہ مقید ہو یا بالعکس وغیرہ۔ تو قرآن و حدیث سے احکام و مسائل مستنبط کرنے کے لیے کامل معرفت کی اشد ضرورت ہوئی اور یہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ کوئی ”علم فقہ“ کا ماہر ہو جائے۔

لہذا احکام حدیث و قرآن سمجھنے اور سمجھانے کے لیے علم فقہ کا حصول متعین ہوا۔ اور اس کے حاصل کرنے والے پر یہ فرض ہوا کہ وہ قرآن و حدیث کا ذخیرہ خوب اچھی طرح کھنگال کر امت مسلمہ کی رہنمائی کرے، اور اسی کو شریعت اسلامیہ اپنی اصطلاح خاص میں مجتہد و فقیہ کہتی ہے۔

ابتدائی ادوار میں مجتہدین بہت ہوئے مگر اللہ نے یہ فخر و امتیاز حضرات ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کو عطا فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کے جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے کسی مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ان مذاہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ چنانچہ جب تقلید کا مسئلہ سامنے آیا تو پوری امت اس بات پر متفق ہو گئی کہ جامعیت اور تدوین کے اعتبار سے حضرات ائمہ اربعہ کے مذاہب سے زیادہ کوئی مسلک اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے چوتھی صدی ہجری میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی تقلید نہیں کی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد منها على

جواز تقلید ہا الی یومنا هذا. وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لا سيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذی رای برایہ۔“

(حجة الله البالغة)

یعنی مذاہب اربعہ جن کو ائمہ نے مدون و مرتب کیا ہے، ان کی تقلید پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آرہا ہے اور اس میں جو مصلحتیں ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ خاص کر اس زمانہ میں جب کہ لوگ کوتاہ ہمتی کے ساتھ ساتھ خواہش نفس کے غلام ہو چکے ہیں۔ اور اپنی ہی رائے کو سب سے اچھا سمجھنے کا دور ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”ولما اندرست المذاهب الحقّة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا من السواد الاعظم“ (عقد الجید)

یعنی اور جب ان چار مذاہب کے علاوہ اور مذاہب کا عدم ہو گئے تو اب انہی کا اتباع، اتباع سواد اعظم کہلائے گا اور ان چاروں مذاہب سے نکل کر کوئی اور مذاہب کی پیروی کرے تو وہ سواد اعظم سے خارج مانا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

”ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذاهب مخالف الأربعة لانضباط مذاهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم“ (الاشباه والنظائر)

یعنی ائمہ اربعہ کے خلاف رائے اپنانے کے ممنوع ہونے پر اجماع منعقد ہے اس لیے کہ ان چاروں کے مذاہب ہی مدون ہیں اور عوام و خواص میں مشہور ہیں اور ان کے پیروکاروں کی کثرت ہے۔

لہذا اقتضا و افتاء میں مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی بھی امام کی پیروی ممنوع قرار دی جائے گی اس لیے کہ یہ چاروں مذاہب دنیا کے اندر مشہور و معروف ہو چکے ہیں اور ان کے فتاویٰ اور مستنبط و مستخرج مسائل سے سواد اعظم مطمئن ہی نہیں بلکہ اس کی تقلید کو واجب گردانتے ہیں جو چاروں مذاہب کی حقانیت کے لیے کافی ہے۔ حتیٰ کہ ان کے مطلق احکامات کی قیدیں اور عام امور کی تخصیص بھی عوام الناس کے درمیان شائع ہے۔ ان کے برخلاف دیگر مذاہب کی اس طرح وضاحت نہیں ہو سکی جب کہ مذاہب اربعہ کی تحقیق و تدوین ہو گئی اور امت مسلمہ کے لیے راہ خیر ثابت ہو گئی تو واجب ہو گیا کہ امت کا ہر فرد ان میں سے ایک ہی پر عمل کرے تاکہ وہ صحیح راستے پر چل سکے۔ تدوین مذاہب کے بعد محدثین ہوں یا علمائے فقہ و اصول ہر ایک بحیثیت مقلد کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

آئیے یہاں سے علم الحدیث اور محدثین کی راہیں دیکھتے ہیں:

حدیث کی تعریف کرتے ہوئے امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی اپنی تصنیف ”فتح المغیث بشرح

الفیۃ الحدیث "میں رقم طراز ہیں:

"ماضیہ الی النبی ﷺ قولاً أوفعلاً او تقریراً او صفة حتی الحركات والسکنات فی الیقظة والمنام". (فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث)

یعنی جس قول، فعل، تقریر اور صفت یہاں تک کہ سونے اور جاگنے کی حرکات و سکنات کی نسبت اور اضافت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو وہ حدیث ہے۔

اس تعریف کے اعتبار سے مندرجہ ذیل پانچ امور علم الحدیث میں شامل ہوئے:

(۱) نبی اکرم ﷺ کے ارشادات و اقوال۔

(۲) نبی اکرم ﷺ کے افعال و کردار۔

(۳) نبی اکرم ﷺ کا کسی صحابی کے عمل پر سکوت۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کی صفاتِ خلقیہ اور صفاتِ خلقیہ۔

(۵) نبی اکرم ﷺ کے دیگر احوال۔

ان کے علاوہ وہ دو مشہور قسمیں ہیں جن کو عموماً محدثین نے بیان کیا ہے:

(۱) روایت الحدیث: جس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابوالفضل الوریٰ الجیزاوی نے اپنی کتاب "الطراز

الحدیث فی فن مصطلح الحدیث" میں لکھتے ہیں:

"هو علم یشتمل علی اقوال النبی ﷺ و افعاله، و تقریراته، و صفاته، و روایتہ،

و ضبطہ، و تحریر الفاظہ، و موضوعہ: ذات الرسول ﷺ من حیث انه رسول ﷺ و غایتہ:

الفوز بسعادة الدارين". (الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث)

یعنی وہ علم جو حضور ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات اور ان کو روایت کرنے، ان کے ضبط اور ان

کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو علم الحدیث بالروایت کہلاتا ہے۔ اس کا موضوع: حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ

بحیثیت رسول ﷺ ہے۔ اس کا مقصد: دنیاوی اور اخروی سعادت کا حصول ہے۔

(۲) درایت الحدیث: جس کی تعریف امام محمد بن ابراہیم انصاری نے کی ہے جس کو امام جلال الدین سیوطی نے

اپنی کتاب "تدریب الراوی" میں اس طرح نقل کیا ہے:

"علم یعرف منه حقیقة الروایة، و شروطها، و انواعها، و احکامها، و حال الرواة، و

شروطهم، و اصناف المرویات، و ما یتعلق بها". (تدریب الراوی)

یعنی وہ علم جس سے روایت حدیث کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی انواع، اس کے احکام، رواۃ کے حال اور

ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہو علم الحدیث بالدرایت کہلاتا ہے۔ یہاں پر علم الحدیث اور فقہ الحدیث کی باریکی اور فرق مشاہدہ کریں کہ: علم الحدیث، روایت الحدیث اور رُوَاة الحدیث کے احوال پر بحث کرتا ہے۔ جب کہ فقہ الحدیث..... الفاظ الحدیث، معانی الحدیث اور حدیث میں اختیار کردہ مختلف اسالیب پر غور و فکر کرنے کا نام ہے۔ غالباً اکثر محدثین نے دونوں علموں کے درمیان یہی فرق رکھا ہے۔ جن میں امام بخاری و مسلم کے شیخ، امام علی بن عبداللہ المعروف ابن مدینی، امام ابو عیسیٰ ترمذی وغیرہ جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔

احادیث جمع کرنے والے تمام جلیل القدر محدثین مقلد تھے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، اور امام بیہقی رضی اللہ عنہم یہ سب محدثین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے تھے۔ محدث یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید قطان، ابن جراح، امام طحاوی، امام زبیلی، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والے تھے اور انھی کی پیروی و تقلید کرتے تھے۔ امام فخر الدین رازی، امام غزالی، امام رومی، یہ سب عظیم الشان ائمہ مقلد تھے۔ (فتنہ اہل حدیث، امام ابو حنیفہ)

**حضرت امام قدوری رضی اللہ عنہ:** یہ پورے ملک عراق میں علمائے احناف کے مسلم الثبوت امام تھے اور علم فقہ و حدیث میں اپنے دور میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علم الحدیث میں اس قدر نامور شیخ الحدیث تھے کہ ان کی درسگاہ میں خطیب بغدادی جیسے لوگ زانوئے تلمذتہ کرتے۔ آپ کی گراں قدر تصنیفات میں ”مختصر القدوری“ بہت اہمیت کی حامل ہے جس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔

(اسماعیل رجال الحدیث)

**حضرت امام مکی بن ابراہیم بلخی رضی اللہ عنہ:** یہ بلخ کے رہنے والے اور بہت بڑے امام فقہ و حدیث ہیں اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کو امام و شیخ خراسان لکھا اور امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام ذہبی جیسے اماموں نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ امام بخاری نے بیشتر ثلاثی حدیثوں کو انھی سے روایت کیا ہے۔ (ایضاً)

**حضرت معلی بن منصور رازی:** یہ فقہائے حنفیہ میں نہایت بلند و بالا مرتبہ کے امام حدیث ہیں اور قاضی امام ابو یوسف و امام محمد کے مایہ ناز قابل رشک شاگرد ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان سے کچھ حدیثوں کی سماعت کی ہے، حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ علم کے بھرے برتنوں میں سے تھے۔ (ایضاً)

**حضرت یزید بن ہارون واسطی رضی اللہ عنہ:** یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بڑے ذی مرتبت شاگردوں میں سے ہیں۔ علی بن مدینی نے لکھا کہ میں نے یزید بن ہارون سے زیادہ کسی کو حفظ حدیث میں کامل نہیں پایا۔ حافظ



ذہبی نے ان کو حافظ و مقتدی و شیخ الاسلام وغیرہ کے القاب سے یاد کیا۔ یحییٰ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ ان کے درس حدیث میں ستر ستر ہزار آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ (ایضاً)

حضرت یوسف بن یحییٰ مصری رضی اللہ عنہ: جو امام بویطی سے مشہور ہیں، یہ حضرت امام شافعی کے مقلد اور ان کے خاص شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں ربیع بن سلیمان مرادی، ابوالولید بن ابی الجارود مکی اور احمد بن منصور ماوی مشہور محدثین ہیں۔ (ایضاً)

یہ جتنے مذکور ہوئے سب کے سب کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور کسی نہ کسی کے مدون راستہ کے راہی تھے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ مقلد بن کر رہنے میں ہی ہماری عافیت اور بزرگوں کی سنت اور یہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی ہے۔ پس جس میں رب راضی اس میں سب راضی۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل ائمہ کرام نے بھی تقلید کا پٹہ باندھ کر ہی امامت فرمائی، جن میں:

- |  |                                       |                                   |
|--|---------------------------------------|-----------------------------------|
| (۱) امام فضل بن ذکین   | (۲) امام ابو حامد حضرمی               | (۳) امام علی بن محمد بن کاس نخعی  |
| (۳) امام محمد بن عمر بن جعالی  | (۴) امام ابو نعیم اصبہانی             | (۵) امام حسین بن علی صمیری        |
| (۶) امام احمد بن حسین بیہقی  | (۷) امام ابن عبدالبر                  | (۸) امام ابو معشر عبدالکریم شافعی |
| (۹) امام موفق بن احمد مکی  | (۱۰) امام سبط بن جوزی                 | (۱۱) امام خوارزمی                 |
| (۱۲) امام عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی  | (۱۳) امام ابن حجر مکی                 | (۱۴) امام ابن عماد حنبلی          |
| (۱۵) امام ابن بزاز کردی  | (۱۶) امام شمس الدین محمد بن محمد جزری |                                   |
| (۱۷) امام صفوان بن سلیم  | (۱۸) امام صابونی                      | (۱۹) امام ضحاک بن مخلد بصری       |
| (۲۰) امام ابراہیم بن طہمان   | (۲۱) امام ابن الہیثم                  | (۲۲) امام ابواسحاق ہروی           |
| (۲۳) امام ابو ذر عہ  | (۲۴) امام ابو قلابہ                   | (۲۵) امام ابن نجید                |
| (۲۶) امام ابو بکر جصاص   | (۲۷) امام ابن جمیع                    | (۲۸) امام ابو موسیٰ مدینی         |
| (۲۹) امام تقی الدین بن دینق العید (یہ مالکی، شافعی دونوں مذہبوں کے پیشوا ہیں)۔ |                                       |                                   |
| (۳۰) امام حاکم شہید  | (۳۱) امام قاضی عیاض                   | (۳۲) امام قرطبی                   |
| (۳۳) امام واسطی  | (۳۴) امام ابو بکر شیرازی              | (۳۵) امام عجلونی                  |
| (۳۶) امام ابن قانع   | (۳۷) امام علی بن حسام الدین المہندی   |                                   |
| (۳۸) امام دیلمی  | (۳۹) امام بغوی                        | (۴۰) امام مناوی رضی اللہ عنہم۔    |

ائمہ اربعہ علم فقہ و اصول کے ساتھ علم الحدیث کے بھی جامع تھے۔ یہ ائمہ جہاں فقہ کے امام تھے وہیں جلیل

القدر محدث بھی تھے۔ محققین نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخذ علم حدیث اور شغف حدیث پر عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر محدثین کے شیخ ہیں۔ جن میں ائمہ صحاح بھی واسطہ سے امام کے تلمیذ ٹھہرے۔ امام اعظم، عبد اللہ بن مبارک کے واسطہ سے ائمہ صحاح کے شیخ ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ اور تلامذہ امام اعظم کے نام کتب رجال الحدیث کے حوالوں کے ساتھ درج کرتا ہوں:

یزید بن زریع، (تہذیب الکمال)، ہشیم بن بشیر (تہذیب التہذیب)، عباد بن عوام (التاریخ الکبیر)، وکیع بن جراح (تاریخ بغداد)، یزید بن ہارون (تہذیب التہذیب)، عبدالرزاق بن ہمام (طبقات الحفاظ)، مکی بن ابراہیم (طبقات الحفاظ)، فضل بن دکین (تہذیب الکمال)۔

ان محدثین کے واسطہ سے بھی امام اعظم ائمہ صحاح کے شیخ ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ائمہ مجتہدین کے سرخیل ہیں اور اس عظیم المرتبت جماعت کے سب سے نمایاں فرد ہیں۔ جن کی ثقاہت، عدالت اور امامت پر پوری دنیا کے علماء و مشائخ کا اجماع ہے۔ امام اعظم تمام فقہاء و محدثین کے بالواسطہ یا بلاواسطہ استاذ ہیں اور یہ تمام افراد، آپ کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ امام شافعی حضرت امام محمد کے سوتیلے بیٹے اور ان کے شاگرد ہیں۔ ایسے ہی امام مالک نے حضرت امام اعظم کی تصنیفات سے فیض حاصل کیا۔ نیز امام بخاری علیہ الرحمۃ، محدثین کے استاذ ہیں اور امام بخاری کے اکثر اساتذہ و شیوخ حنفی المسلك ہیں۔ گویا آسمان علم کے سورج امام اعظم ابو حنیفہ ہیں اور باقی محدثین و فقہا تارے۔



## امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ

مولانا عبدالملک مصباحی ایم، اے۔ چیف ایڈیٹر سہ ماہی فیضانِ مخدوم اشرف، راپنکی (جھارکھنڈ)

زمین کے مخملی فرش پر آمد و رفت کرنے والوں کا یہ عام و طیرہ رہا ہے کہ جب بھی کوئی عظیم شخصیت خلوص و للہیت کی قدیل فروزاں، علم و عمل کی قوت بیکراں اور زہد و ورع کی شمع تابندہ بن کر اپنی ضیاء کرنوں سے ساکنانِ عالم کے اذہان و قلوب کو منور و محلی کرتی ہے تو ایسے مرد مومن کا ہر ذی شعور اور بالغ نظر انسان قلب شاداں اور دل فرحاں سے خیر مقدم کرتا ہے۔ اس کے وجود مسعود کو رحمت باری سمجھ کر قلب و جگر کی اتھاہ گہرائیوں میں اس کی عقیدت و محبت کا ایسا قصر عالیشان تعمیر کرتا ہے جس کے تابندہ نقوش آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایسے افراد کی بھی کمی نہیں رہی جو ہر دور اور ہر زمانے میں ”ہم چنیں دیگرے نیست“ کا بھی نعرہ لگاتے رہے اور اپنے ہم نواؤں کی ایک خوشامد پسندانہ ٹیم بنا کر اپنی کلاہ افتخار میں چار چاند لگانے ہی میں پوری طاقت و قوت صرف کرتے رہے اور اسی کو اپنی کامیابی و کامرانی کی معراج سمجھتے رہے۔

سراج الامہ، کاشف الغمہ حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ) جب اپنی جلالت علمی کے ساتھ آفتاب و ماہتاب بن کر افاق عالم پر رونما ہوئے تو لاکھوں عقیدت مند و ارادت کیش، پروانوں کی طرح ان کے ارد گرد منڈلانے لگے اور ان کی پروقار علمی شخصیت سے اپنے نہاں خانہ دل کو شاد و آباد کرنے لگے، مگر اسی کے ساتھ تاریخ نے کچھ ایسے افراد بھی اپنے دامن میں محفوظ رکھے ہیں جو اپنی کھوکھلی عزت و عظمت اور سیادت و قیادت کو سبوتاژ ہوتا دیکھ کر خواہ مخواہ ہی ان کے درپے آزار ہو گئے اور جب کوئی انسان اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کے سامنے حقائق و معارف اور صداقت و معرفت کے تمام دروازے مسدود ہو جاتے ہیں، نتیجتاً وہ الزام تراشی اور افترا پردازی اور کذب بیانی کو کمال فن سمجھ بیٹھتا ہے اور اسی پر اپنی پوری توانائی صرف کر کے دیدہ و دانستہ اس کے خلاف ماحول بنانے اور اپنی پگڑی بچانے میں لگ جاتا ہے۔

ایسے افراد نے جس میدان میں قدم رکھا اگرچہ اس میں خاطر خواہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی مگر ان کی سعی پیہم و جہد مسلسل کو بالکل بے سود بھی نہیں کہا جاسکتا؛ کیوں کہ ان کی شاطرانہ باتیں کم از کم ان لوگوں کو تو اپنے دام

تزویر میں لے ہی آئی جو سادہ لوح، صاف ذہن رہے ہیں اور جن کی نظروں میں گہرائی و گیرائی نہیں ہوتی، ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں وہی لوگ گرفتار رہے جنہوں نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس کے برخلاف جو لوگ تعصب اور تنگ نظری کی عینک اتار کر تلاش و جستجو کی دنیا میں قدم رنجہ ہوئے ان کے سامنے حقیقت کے رخ سے نقاب کشائی ہوئی، اتہام و عناد کا پردہ چاک ہوا اور اصلیت و واقعیت کی زریں شعاعیں قلب و جگر کی دنیا کو جگمگاتی چلی گئیں۔

وہ حضرات جن کی آنکھوں پر تعصب و عناد اور بغض و حسد کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، وہ بغیر کسی عار اور تامل و توقف کے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”ابو حنیفہ تو بہت زیادہ قیاس کیا کرتے تھے۔ وہ تو قرآن، حدیث چھوڑ کر اپنی فہم و دانش اور سوچ و فکر کے مطابق مسائل بیان کیا کرتے تھے“۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ مخالفین کے درمیان ”قیاس“ کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔

لیکن آئیے ذرا خوش عقیدگی، شخصیت پرستی اور جانبداری سے قطع نظر کرتے ہوئے حقائق و معارف کی دنیا میں قدم رکھیں اور حق و صداقت کی میزان نگاہ میں رکھتے ہوئے، اس الزام و افترا کی قلعی کھولی جائے اور حقائق کے رخ پر پڑے دبیز پردوں کو ہٹا کر روح امام اعظم سے فیض یاب ہونے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلے میں قبل اس کے کہ دیگر علماء و فضلاء کے اقوال و خیالات نقل کیے جائیں، بہتر یہ ہوگا کہ اس الزام سے گلو خلاصی کے تعلق سے خود حضرت امام اعظم نے جو کچھ فرمایا ہے، پہلے انہیں پیش نظر رکھ لیا جائے تاکہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ تو توضیح القول بما لا یرضی بہ القائل کے قبیل سے ہے اور یہ بات قابل اعتبار نہیں۔

## براءت الزام قیاس از جانب امام:

(۱)

وان یحسدونی فانی غیر لائمہم  
فدام لی ولہم مالی وما لہم

قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا  
مات اکثر الناس غیظا لہا بما یجدوا [۱]

ترجمہ: اگر لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے اصحاب فضل و کمال حسد کیے گئے ہیں۔ میری حالت و کیفیت میرے لیے اور ان کی ان کے لیے۔ اکثر لوگ اس سبب سے جو انہوں نے پایا، مارے غصہ کے مر گئے۔

(۲) عن نعیم بن حماد قال سمعت عبداللہ بن مبارک یقول قال ابو حنیفہ اذا جاء الحدیث عن النبی ﷺ فعلی الراس و عینی واذا کان عن اصحاب النبی ﷺ اخترنا و لم نخرج عن قولہم واذا کان عن التابعین زاحناہم [۲]

ترجمہ: نعیم بن حماد سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ جب میرے پاس پہنچتی ہے تو اسے میں اپنے سر، آنکھوں پر رکھتا ہوں (مجھے بسرو چشم قبول ہے) اور جب آپ ﷺ کے اصحاب کی طرف سے ہوتی ہے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے انحراف نہیں کرتے اور اگر تابعین کی طرف سے ہو تو پھر ہم اس میں غور و خوض کرتے ہیں۔

(۳) عن نعیم بن عمر قال سمعت ابا حنیفۃ یقول عجبنا للناس یقولون انی افقی بالرای ما فقی الابلالثر۔ [۳]

ترجمہ: حضرت نعیم بن عمر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ان لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ بغیر اثر کے میں کوئی فتویٰ ہی نہیں دیتا۔

(۴) روی ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابي حنیفۃ انه کان یقول واللہ و

افتری علینا من یقول عنانا نقدم القیاس علی النص و هل یحتاج بعد النص الی القیاس؟ [۴]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت امام ابو حنیفہ سے بیان کرتے ہیں کہ (آپ فرمایا کرتے تھے) بخدا! اس نے مجھ پر افترا کیا جو کہتا ہے کہ میں قیاس کو نص پر مقدم رکھتا ہوں، بھلا نص کے بعد قیاس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

(۵) و کان ابو مطیع یقول کنت یوماً عند الامام ابي حنیفۃ فی جامع الکوفۃ داخل

شد سفیان ثوری و مقاتل ابن حیان و حماد بن مسلم و جعفر و دیگر فقہاء و سخن گفتند برائے امام اعظم و گفتند، شنیدیم کہ شما اکثر مسائل را قیاس می کنید، پس مناظرہ کرد از اول نہار الی الوقت الزوال و پیش کرد مذہب خود را و گفت اولاً عمل بکتاب اللہ می کنم بعد سنت رسول اللہ ﷺ بعد آہ فیصلہاے صحابہ کرام کہ ہمہ اتفاق کردہ باشند و بعد قیاس می کنم پس آنہا دست و پائے امام را بوسہ کردند و گفتند تو سید علماء ہستی عفو کنید از ما گذشتہاے مارا کہ از علمیت شما کافی خبر نبودیم امام گفت غفر اللہ لنا و لکم اجمعین۔ [۵]

ترجمہ: حضرت ابو مطیع کہا کرتے تھے کہ ایک دن میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ حضرت سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن مسلم اور حضرت جعفر و دیگر چند فقہاے اسلام کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت امام سے گفتگو کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مسائل میں قیاس کیا کرتے ہیں۔ اس بات پر صبح سے زوال کے وقت تک مناظرہ ہوا۔

حضرت امام نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں سب سے پہلے اللہ کی کتاب پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد سرکار دو جہاں ﷺ کی سنت مبارکہ پر، پھر ان کے بعد اصحاب رسول ﷺ کے متفقہ فیصلوں کو زیر عمل

لاتا ہوں، ان سب کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ اتنا سنا تھا کہ وہ سارے کے سارے حضرت امام کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت آپ تو علما کے سردار ہیں۔ آپ ہماری نادانستہ خطاؤں کو معاف فرمائیے۔ ہمیں آپ کے تعلق سے صحیح اور پوری معلومات نہیں تھی (جس کی وجہ سے ہم لوگ غلط فہمی کے شکار ہو کر آپ سے بدگمان ہو بیٹھے)۔ اتنا سننے کے بعد حضرت امام صاحب نے فرمایا اللہ رب العزت ہم تمام کی مغفرت فرمائے۔

(۶) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی میزان میں لکھتے ہیں:

ماکان كتبه الخليفة ابو جعفر المنصور الى امام ابى حنيفة بلغنى انك تقدم القياس على الحديث فقال ليس الامر كذلك يا امير المؤمنين بل اولا بكتاب الله ثم سنة رسول الله ثم طريقة ابى بكر و عمر و عثمان و حيدر ثم طريقة بقية الصحابة و القياس بعد ذلك. [۷]

ترجمہ: خلیفہ ابو جعفر منصور نے جو لکھا، ان میں سے ایک وہ ہے جو اس نے امام اعظم کے پاس لکھا جس میں اس نے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ آپ نے جواباً لکھا کہ اے امیر المؤمنین! معاملہ دراصل وہ نہیں ہے جو آپ تک پہنچا بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ پہلے تو میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، پھر رسول اللہ کی سنت پر، بعدہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر، پھر دیگر صحابہ کرام کے فیصلوں پر، ان کے بعد ہی کہیں جا کر قیاس کرتا ہوں۔

(۷) روی الشیخ عبدالوہاب الشعرانی فی "الیواقیت و الجواہر":

روي عن ابى حنيفة انه كان يقول هذا راى النعمان بن ثابت يعنى نفسه وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن منه فهو اولى بالصواب كان الامام مالك يقول ما من احد الا و ماخوذ من كلامه مردود عليه رسول ﷺ. وروى الحاكم و البيهقي عن الشافعي انه كان يقول اذا صح الحديث فهو مذهبي وفي روايته اذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث و اضرخوا بكلامى الحائط. [۸]

ترجمہ: شیخ عبدالوہاب شعرانی "الیواقیت و الجواہر" میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو حنیفہ سے روایت منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے جس سے وہ خود اپنی ذات مراد لیتے تھے اور یہ ان تمام میں سب سے بہتر ہے جس پر ہم قادر ہوئے تو جو اس سے بہتر لے آئے وہ درستی سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ سب نبی کریم ﷺ ہی تک پہنچتا ہے، اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ ان کا جو بھی قیاس ہے وہ بھی کسی اصل ہی کے پیش نظر ہے۔ حاکم و بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا کہ امام ابو حنیفہ کہا کرتے تھے کہ میرے مسلک کے خلاف اگر کوئی حدیث مل جائے تو سمجھو وہی

میرا مسلک ہے اور انہیں سے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم دیکھو کہ میرا کلام حدیث کے خلاف ہے تو تم حدیث پر عمل کرو میرا کلام چھوڑ دو۔

(۸) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما جو اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور بلند پایہ فقیہ ہیں، ان سے امام اعظم کی ملاقات کے تذکرہ میں لکھا ہے:

ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما مدینہ گئے۔ وہاں آپ امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ایک ساتھی نے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ ہیں۔ امام باقر نے امام ابو حنیفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اچھا! تم ہی قیاس کی بنیاد پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو“۔ امام اعظم نے نہایت ادب سے کہا: ”العیاذ باللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ گفتگو کروں۔ پھر مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی:

امام اعظم ابو حنیفہ: مرد ضعیف ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت۔

امام اعظم: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

امام باقر: مرد کا۔

امام اعظم: اگر قیاس کرتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیوں کہ ضعیف کو ظاہر ہے قیاس کی بنیاد پر زیادہ

ملنا چاہیے۔

امام اعظم: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز۔

امام اعظم: اس اعتبار سے حائضہ پر نماز کی قضا ہونی چاہیے نہ کہ روزہ کی حالاں کہ روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ

دیتا ہوں۔

اس گفتگو سے امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر امام اعظم کی پیشانی چوم لی۔ [۸]

اب اتنی دلیلوں کے بعد بھی اگر کوئی امام اعظم کو قیاس و کثیر الرائے کہے تو اسے اندھی تقلید اور جذباتی شخصیت

پرستی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

لیکن ان عبارات اور دلائل کے خلاصہ پر ہو سکتا ہے کوئی یہ اشکال پیش کرے کہ یہ تو اپنی براءت خود اپنی زبانی ہے

جو خود ستائی کے زمرے میں آتی ہے اور یہ لائق استناد نہیں، اگر کوئی دوسری شہادت ہو تو تسلیم کی جاسکتی ہے۔

اس شک و شبہ کے پیش نظر، ان معزز ہستیوں کے اقوال نقل کیے جا رہے ہیں جن کے علم و عمل اور فضل

و کمال کا ڈنکا مشرق و مغرب اور شمال و جنوب ہر چہار جانب بج رہا ہے۔ جن کی علمی قابلیت و صلاحیت ایک مسلم

الثبوت حقیقت ہے۔ ان میں کچھ اپنے بھی ہیں اور کچھ بے گانے بھی۔

### براءت قیاس امام اعظم از دیگر علمائے اعلام:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک بہت ہی مشہور شاگرد حضرت امام عبداللہ بن مبارک ہیں۔ ان کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، تاریخ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام اوزاعی سے فن حدیث کی تکمیل کے لیے بیروت پہنچے تو امام اوزاعی نے سب سے پہلے یہ سوال کیا: ”تمہارے وطن کوفہ میں ابو حنیفہ کون شخص ہے جو دین میں محض عقل و قیاس سے کام لیتا ہے؟“

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہ دیا۔ اگلے روز حضرت امام اعظم کی تقریر کی دو تین کاپیاں اپنے ساتھ لے گئے جنہیں انہوں نے دورانِ درس قلم بند کیا تھا۔ اس میں جگہ جگہ لکھا تھا: ”نعمان بن ثابت فرماتے ہیں۔“ امام اوزاعی نے وہ کاپیاں لے لیں اور ان کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ پھر فرمایا: ”یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟“ حضرت ابن مبارک نے جواب دیا: ”عراق کے ایک شیخ ہیں جن کے پاس ایک عرصہ تک رہ کر میں نے بہت کچھ حاصل کیا“،

امام اوزاعی نے فرمایا: ”یہ علم و فضل میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں“،

حضرت ابن مبارک نے کہا: ”یہی وہ ابو حنیفہ ہیں جن کو آپ ”قیاس“ کہہ رہے تھے۔“

حضرت امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا اور حج کے موقع پر جب امام اوزاعی حجاز تشریف لے گئے تو امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت ابن مبارک بھی موجود تھے۔ کچھ مسائل زیر بحث آئے۔ جنہیں امام اعظم نے اس خوش اسلوبی سے حل فرمایا کہ امام اوزاعی بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ ان کے حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حضرت امام اوزاعی جب حیرت کے بحر بے کراں سے نکلے تو انہوں نے فرمایا: ”امام کے کمالات وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو ان سے حسد کرنے پر مجبور کر دیا۔ جو رائے اب تک میں رکھتا تھا وہ میری غلطی تھی اب میں اس پر افسوس کرتا ہوں۔“ [۹]

یہ اس عبقری شخصیت کا اظہار حقیقت ہے جن کا شمار ائمہ حدیث اور صاحب مذہب فقہاء میں ہوتا ہے۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنے متعدد رسائل میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ

ان الطعن ان كان من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله او كتبه اعداءه وان كان من اقرانه فلا يعتد به لان قول الاقران بعضهم لبعض غير مقبول كما صح به الذهبي. [۱۰]

ترجمہ: بیشک طعن اگر ان لوگوں کی جانب سے ہے جو امام اعظم کے زمانہ میں نہیں تھے تو گویا کہ وہ ان لوگوں کی



باتوں کی تقلید کرنے والے ہیں جو ان کے دشمن نے کہی یا لکھی اور اگر ان کے ہم عصروں کی جانب سے ہے تو یہ بھی لائق اعتنا نہیں کیوں کہ بعض ہم زمانہ کی بات، بعض ہم زمانہ کے حق میں قابل قبول نہیں جیسا کہ علامہ ذہبی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

جس عقد فرید کے بارے میں ابن حجر اور ذہبی جیسے علمائے عظام و ائمہ فحاشیہ یہ تصریح کریں، بھلا ان کے حق میں طعن و تشنیع پر کیسے کان دھرا جاسکتا ہے؟

مسائل کے استنباط و استخراج میں بسا اوقات ایسی صورت پیش آجاتی ہے جس کا تذکرہ بظاہر نہ قرآن و حدیث میں ہوتا ہے اور نہ ہی اقصیہ صحابہ میں تو اس وقت شدید ضرورت اس امر کی طرف ہو جاتی ہے کہ اس کا حل اب قیاس ہی سے اخذ کیا جائے۔ لیکن اس میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ہی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام علمائے مجتہدین نے بوقت ضرورت قیاس سے کام لیا ہے۔ ایسی صورت میں صرف امام اعظم ہی کو مورد الزام ٹھہرانا، چہ معنی دارد؟

(۳) میزان الاعتدال میں امام ابو جعفر شیزاماری سے منقول ہے:

انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث ثم الاثار ثم یقیس بعد ذلك فلا یقیس الا بعد ان لم یجد ذلك الحکم فی الكتاب والسنة واقضية الصحابة فهذا هو نقل الصحیح من الامام ولا خصوصية الامام ابی حنیفة فی القیاس بشرط المذكور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق الاحوال اذ لم یجدوا فی المسئلة نصا من كتاب ولا سنة و اجماع ولا اقضية الصحابة. [۱۱]

ترجمہ: حضرت امام اعظم سے جو درست روایت منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ حدیث کو مقدم کرتے پھر آثار کو بعدہ قیاس کرتے۔ وہ اس وقت تک قیاس نہیں کرتے جب تک کہ اس حکم کو کتاب و سنت اور اقصیہ صحابہ میں پائیں لیتے (ان سب میں حکم ہوتے ہوئے آپ قیاس ہرگز نہیں کرتے) حضرت امام کی طرف سے یہ چیز درست ترین منقول ہے اور ہاں شرط مذکور کے ساتھ قیاس کرنے میں امام اعظم ہی کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام علما و شوار مقامات و اوقات میں قیاس کرتے ہیں۔ جب کہ لوگ کسی مسئلہ میں نص نہیں پاتے نہ کتاب اللہ میں، نہ سنت رسول اللہ میں نہ اجماع امت میں اور نہ ہی صحابہ کرام کے فیصلوں میں۔

آگے چل کر بطور قول فیصل صاحب میزان تحریر فرماتے ہیں:

(۴) فعلم ان الامام لا یقیس ابدا مع وجود النص كما یزعمه بعض المتعصبين وانما یقیس عند فقد النص. [۱۲]

ترجمہ: مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نص کی موجودگی میں حضرت امام کبھی بھی قیاس نہیں کرتے

تھے جیسا کہ بعض تعصب پرستوں کا خیال ہے ہاں نص کی عدم موجودگی میں قیاس کرتے تھے۔

مندرجہ بالا شواہد کی روشنی میں اب کسی صاحب عقل و شعور کے لیے زیبا نہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر ”قیاس“ ہونے کا الزام تھوپے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر آپ کو ”قیاس“ کے نام سے یاد کیا جائے تو پھر تو اس وقت کے تمام علمائے اعلام کو ”قیاس“ ہی کی صف میں کھڑا کرنا پڑے گا۔

نص کی عدم موجودگی میں امام اعظم نے مسائل کے بیان، استخراج اور استنباط میں جو طریقہ اپنایا وہ آج تک اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ نے جمہوریت کو جس شان سے اپنے احباب کی محفل میں برقرار رکھا اسے دیکھ کر آج بھی طبیعت عیش کرنے لگتی ہے۔ مسائل کے بیان اور استنباط میں آپ کا طریقہ کاریہ تھا کہ بغیر اپنے معتمد اصحاب کے مشورہ کے کوئی فتویٰ صادر نہیں کیا کرتے تھے۔ ہر فتویٰ، عام کیے جانے سے پہلے اصحاب کی محفل میں اس پر کافی غور و خوض کیا جاتا، بحث و مباحثے ہوتے۔ ہر شخص ان مجالس میں دل کھول کر حصہ لیتا اور جولانی فکر، جودت طبع، قوت استحضار اور اپنی تحقیق پیش کرتا۔ پھر اس کے بعد وہ مسئلہ اس وقت کی مجلس شرعی یا شرعی کونسل کے زیر تحقیق و متقیق جاتا جس کے ارکان اس وقت کے جید علماء و فضلاء، علم و عمل کے کوہ گراں اور صلاحیت و قابلیت کے جبل استقامت ہوا کرتے تھے۔ تمام ارکان جب کسی مسئلہ پر بموافق شرع متفق ہو جاتے تب امام اعظم اسے اپنا مسلک و موقف قرار دیتے ورنہ بصورت دیگر باختلاف اصحاب مسئلہ مندرج کیا جاتا۔ جس کی شہادت آج بھی کتب فقہ و اصول فقہ میں موجود ہے۔

(۵) ابو جعفر شیرازی شفیق بلخی سے روایت کرتے ہیں:

انه كان يقول أبو حنيفة من أروع الناس وأعلم الناس وأعبد الناس وأكرم الناس وأكثرهم احتياطاً في الدين وأبعدهم عن القول بالرأى في دين الله و كان لا يضيع مسألة في العلم حتى يجمع أصحابه عليها ويقعد عليها مجلساً فإذا اتفق أصحابه كلهم على موافقها قال لابي يوسف وغيره ضعها في باب الفلاني. [۳]

ترجمہ: شفیق بلخی کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار، سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے زیادہ معظم اور دین کے معاملے میں سب سے زیادہ احتیاط برتنے والے اور دینی امور میں اپنی رائے سے کہنے والوں میں سب سے زیادہ دور تھے۔ وہ کسی باب میں کوئی مسئلہ نہیں رکھتے یہاں تک کہ اپنے اصحاب کو جمع نہ فرماتے پھر مجلس بلواتے اور جب تمام اصحاب شریعت کے مطابق اس پر اتفاق کر لیتے تب حضرت امام ابو یوسف وغیرہ سے فرماتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں رکھ دو۔

مجلس امام میں ایک ایک مسئلہ پر کتنی طویل بحثیں ہوا کرتی تھیں ساتھ ہی ارکان مجلس و اصحاب علوم کو کس فراخ دلی سے تقریر کرنے اور احکام شرعیہ بیان کرنے کی اجازت حاصل تھی اس حقیقت سے روشناس ہونے کے لیے

مندرجہ ذیل اقتباس کا مطالعہ کیجیے:

(۶) صاحب فتویٰ بزازیہ بیان کرتے ہیں:

تمام شاگرد دل کھول کر بحث کرتے، امام صاحب توجہ سے ہر رکن کی تقریر سنتے، آخر میں زیر بحث مسئلہ پر جب امام صاحب تقریر فرماتے تو مجلس میں ایسا سکوت ہوتا جیسے کہ ان کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ آزادی رائے کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات فیصلہ امام صاحب کی رائے کے خلاف ہوتا اور درج ہوتا بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ فتویٰ امام صاحب کے شاگردوں کے قول پر دیا جاتا اور آج بھی دیا جاتا ہے۔ یہی ”فقہ حنفی“ ہے۔ ظاہری بات ہے کہ فقہ حنفی امام صاحب کی ذاتی معلومات و فتاویٰ کا نام نہیں ہے بلکہ دین حنیف کے قواعد و ضوابط کا نام ہے۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین دن تک مسلسل ایک مسئلہ پر بحث ہوتی رہی اس کے بعد تیسرے دن شام کو جب اللہ اکبر کی آواز اذان کے وقت بلند ہوئی پتہ چلا کہ بحث ختم اور مسئلہ حل۔<sup>[۱۴]</sup>

(۷) وقد روی شیخ محی الدین بسندہ الی الامام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کان یجمع فی کل مسئلۃ لم یجدھا صیحة فی الکتاب و السنة ولا یضیع مسئلۃ حتی یجمع اصحابہ و یقعد علیہا مجلسا کان اذا وقعت واقعة فشاورہم و ناظرہم و حاویرہم و سألہم فیسمع ما عندهم من الاخبار و الآثار و یقول ما عنده و یناظرہم شہراً.<sup>[۱۵]</sup>

ترجمہ: شیخ محی الدین نے امام ابو حنیفہ تک اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ ہر وہ مسئلہ جسے امام ابو حنیفہ کتاب و سنت میں نہیں پاتے، اس پر علماء کو جمع فرماتے اور کوئی مسئلہ کسی باب میں نہیں رکھتے یہاں تک کہ اصحاب کو جمع فرماتے اس پر مجلس بلواتے اور جو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اس پر مشورہ فرماتے، مناظرہ کرتے، اس مسئلہ میں گفتگو کرتے، ان سے استفسار کرتے پھر ان کے پاس اگر اخبار و آثار ہوتے تو انہیں سنتے اور اسے بھی بیان کرتے جو ان کے پاس خود ہوتا اور مناظرہ کا سلسلہ کبھی کبھار ایک ایک مہینہ تک چلتا۔

کیا ان واضح دلائل کی موجودگی میں امام اعظم پر ”قیاس“ کا الزام لگانے والے اپنے زعم باطل پر رقرار رہیں گے؟ مزید برآں یہ کہ قیاس، جب استنباط مسائل کی اساس میں سے ایک ہے تو پھر بھلا کیا وجہ ہے کہ امام اعظم کو اس کی وجہ سے مطعون گردانا جائے جب کہ دیگر ائمہ بھی اس سے بری نہیں ہیں۔ ع

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ دوا شک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

امام اعظم اور آپ کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو مگر قیاس سے اولیٰ و بہتر ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حزم مکی (م ۹۷۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

عن ابن حزم جمیع الحنفیۃ متفقون علی ان مذهب الحنفیۃ ان ضعیف الحدیث عندہ

اولی من الرائے. [۱]

ترجمہ: ابن حزم نے کہا کہ تمام حنفیہ اس پر متفق ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو قیاس و رائے سے بہتر ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ ع

الفاظ و معانی کے گہر کیوں نہ ملیں گے ذہنوں کو سمندر کی طرح پہلے کھنگا لو

مذکورہ بالا دلائل و براہین کی روشنی میں ہر منصف مزاج انسان اس امر کا معترف ہو جائے گا کہ امام اجل پر ”قیاس“ کا الزام صرف الزام ہی ہے حقیقت کا اس سے دور دور کا بھی کوئی رشتہ نہیں۔ فقہ حنفی یا مسلک امام اعظم ابو حنیفہ میں ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں کتاب و سنت سے سر مو انحراف کیا گیا ہو۔ فقہ حنفی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر انگشت اعتراض اٹھائی جاسکے۔ کسی نص صریح کی روشنی میں اس میں کبھی بھی قیاس و رائے کو ترجیح نہیں دی گئی ہے اور نہ ہی اس طرف کسی کا خیال جاتا ہے۔ اگر ان حقائق کے بعد بھی کوئی یہ رٹ لگائے کہ فقہ حنفی میں کتاب و سنت کو ترک کر کے قیاس ہی کو اپنا محور بنایا گیا ہے تو اسے کسی دیوانے کی بڑ سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

انسان جب عقل و خرد سے عاری ہو جایا کرتا ہے تو اسے آفتاب نصف النہار کی ضیا پاشیاں بھی شب دیبجور کی گھنگھور گھٹا سے بھی پیچ نظر آتی ہے اسے ان دونوں میں امتیاز کرنا خاصا دشوار ہو جاتا ہے بلکہ ایسے لوگ جان بوجھ کر تاریکی کو اپنانے میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے جنہوں نے امام اعظم پر ”قیاس“ کا الزام لگا کر تاریخ کے سینے کو داغدار کیا ہے ورنہ تاریخ کے درخشندہ صفحات پر حضرت امام اعظم کا یہ قول حقیقت آمیز آج بھی جگمگ، جگمگ کر رہا ہے۔ ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ اب اس کے بعد رہ ہی کیا جاتا ہے کہ کہا جائے کہ ”آپ نے کتاب و سنت پر قیاس کو مقدم رکھا۔“

امام اعظم رضی اللہ عنہما کا جذبہ عشق اور ان کی جرأت ایمانی اس بات کی جسارت نہ کر سکی کہ جو فی الواقع حدیث ہے اگرچہ اس کی سند میں ضعف ہے اس پر قیاس کو مقدم کر دیں۔ فقہ حنفی کے بنیادی اصولوں میں ایک یہ بھی ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو مگر وہ قیاس پر مقدم ہے۔

شواہد کے طور پر مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ کریں نیز دیگر مسالک کی حقیقت بھی ملحوظ نظر رہے:

امام شافعی رضی اللہ عنہما نے حدیث حسن کے ہوتے ہوئے حدیث ضعیف کو اپنا مسلک قرار دیا۔ اس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے:

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ وهو سال عن الماء يكون في الفلاة من الارض

[۱۴]

وینویہ من السبع و لہ دواب قال اذا كان الماء قلتین لم یجمل الخبث. [۱۴]  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جنگل و بیابان میں جو پانی رہتا ہے جس سے جانور و درندے وغیرہ پیتے ہیں، اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے آپ کو کہتے سنا کہ پانی اگر دو مشکوں کے برابر ہو تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: "قال ابو عیسیٰ و هو قول الشافعی. " یعنی ابو عیسیٰ نے کہا یہی قول امام شافعی

کا ہے۔

اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ کیوں کہ اس کے طبقہ رواۃ میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اور ایسے ویسے ضعیف نہیں جن کے ضعف میں کسی طرح کا شک و شبہ ہو بلکہ بعض اصحاب نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے:

انی احلف بین مقام ابراہیم والحجر الاسود بانہ کذاب. [۱۸]

یعنی میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔

اس کے برعکس امام اعظم نے جس حدیث کے مطابق اپنا مسلک بنایا، یا جس کے موافق فتویٰ دیا، وہ حدیث بالکل حسن ہے جس کی صحت و حسن کے معترف، خود امام ترمذی بھی ہیں نیز یہ ایسی حدیث ہے جسے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی و بیہقی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ حدیث مندرجہ ذیل ہے:

عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم یتوضاء منہ. [۱۹]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے جس سے وضو کیا جاتا ہو (کیوں کہ وہ ناپاک ہو جائے گا)۔

امام اعظم خبر واحد اور حدیث مرسل کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی کے مطابق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن امام مالک خبر واحد پر قیاس کو مقدم فرماتے ہیں اور اسی کے موافق انھوں نے فتویٰ بھی دیا۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال النبی ﷺ من اکل او شرب ناسیا فلا یفطر و انما هو رزق رزقہ اللہ. [۲۰]

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بھول کر کھا، یا پی لے وہ افطار نہ کرے کیوں کہ اسے اللہ نے کھلایا ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس صورت میں اس کا روزہ ہو جائے گا۔ اس کے برعکس اس حدیث کو ترک کر کے بمقتضای قیاس کہ نماز میں نمازی اگر

کچھ کلام کر لے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے لہذا اگر کسی روزہ دار سے ایسا ہو جائے تو اسے بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم دیا جائے گا۔

جیسا کہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

إذا اكل الصائم، أو شرب، أو جامع ناسيا لم يفطر والقياس و هو قول مالك لوجود ما يضاد الصوم فصار ككلام ناسيا في الصلاة. [۲۱]

یعنی روزہ دار اگر بھولے سے کھاپی لے یا جماع کر لے تو وہ افطار نہ کرے، لیکن قیاس یہ کہتا ہے اور یہی قول امام مالک کا بھی ہے کہ روزہ کے منافی چیز پانی گئی اس لیے یہ عمل ایسا ہی ہو گیا جیسا کہ نماز میں کوئی بات چیت کر لے۔ (جیسے نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ویسے ہی روزہ میں بھول کر امور مذکورہ انجام دے لینے سے روزہ باطل ہو جائے گا۔)

امام اعظم کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے یعنی قبل زوال شمس جمعہ درست نہیں۔ امام اعظم اس سلسلے میں بھی نہایت واضح حدیث سے دلیل پیش فرماتے ہیں:

عن انس بن مالك ان النبي ﷺ كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس. [۲۲]  
یعنی حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس وقت جمعہ پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔

اس کے برعکس امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

إذا شرعوا في صلاة الجمعة أخرجوها فخرج الوقت وهم فيها تموا الجمعة. [۲۳]  
یعنی آخر وقت میں لوگوں نے نماز جمعہ شروع کی، ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ وقت نکل گیا ایسی صورت میں اسی نماز جمعہ کو مکمل کریں۔

وقال احمد: من صلاها قبل الزوال فانه لم ير عليه اعادة. [۲۴]  
یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام احمد نے کہا کہ لوگ اگر زوال سے پہلے ہی جمعہ پڑھ لیں تو وہ اس نماز کو لوٹانے کا حکم نہیں دیتے۔

احناف کے نزدیک وقت شرط ہے اور جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ لہذا اس سے پہلے اور بعد درست نہیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ومن شرائطها الوقت فتصح في الوقت الظهر ولا تصح بعده. [۲۵]

یعنی جمعہ کے شرائط میں سے وقت بھی ہے لہذا وقت ظہر میں جمعہ درست، اس کے بعد نہیں۔  
یہ تو صرف ایک ایک مثال ہے اگر تلاش کیا جائے تو ہر مسئلہ میں ایسی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔  
اب فیصلہ بالغ نظر اور انصاف پسند قارئین کے ہاتھوں ہے کہ ملزم اپنے الزام میں کہاں تک حق بجانب ہے؟

عقل منداں را اشارہ کافی است

میں اپنی معلومات کی حد تک اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ائمہ اربعہ میں امام اعظم سے زیادہ عامل بالا حدیث  
الصیحہ کوئی ہے ہی نہیں۔ یہ امام اعظم کے عشق رسول، حزم و احتیاط، وفور معلومات، جودت طبع، بلندی فکر، عمق  
نگاہی، ژرف بینی اور نکتہ رسی کی دلیل ہے۔ ع  
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

### مآخذ و مراجع

- |      |  |
|------|--|
| [۱]  | الخیرات الحسان، ص: ۱۷۹، مطبوعہ: بیروت                      |
| [۲]  | تبیض الصحیفہ، ص: ۲۷، مطبوعہ: استنبول، ترکی                 |
| [۳]  | ایضاً، ص: ۲۸   |
| [۴]  | المیزان بحوالہ غرائب البیان فی مناقب النعمان، ص: ۵۹        |
| [۵]  | مناقب ائمہ اربعہ، ص: ۸۰، مطبوعہ: استنبول، ترکی ۱۹۸۵ء       |
| [۶]  | کتاب الانصاف، ص: ۵۰، مطبوعہ: استنبول، ترکی ۱۴۱۰ھ           |
| [۷]  | کتاب الانصاف، ص: ۵۰، مطبوعہ: استنبول، ترکی ۱۴۱۰ھ           |
| [۸]  | مسند امام اعظم، ص: ۲۳، و المناقب للموفق، ص: ۱۶۸            |
| [۹]  | مناقب نعمان بحوالہ ماہنامہ آستانہ، دہلی، اگست ۱۹۵۵ء، ص: ۵۲ |
| [۱۰] | مقدمہ الہدایہ، ج: ۱، ص: ۶                                  |
| [۱۱] | غرائب البیان، ص: ۵۶  |
| [۱۲] | غرائب البیان، ص: ۵۹  |
| [۱۳] | المکی، ج: ۲، ص: ۵۴   |
| [۱۴] | الخیرات الحسان، ص: ۶۷                                      |
| [۱۵] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱                                   |
| [۱۶] | التقریر الترمذی، ج: ۱، ص: ۵                                |
| [۱۷] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱                                   |
| [۱۸] | سنن الترمذی، ابواب الجمعہ، ص: ۶۶                           |
| [۱۹] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱                                   |
| [۲۰] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱                                   |
| [۲۱] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۱                                   |
| [۲۲] | الفقہ علی مذاہب الاربعہ، ص: ۳۷۶                            |
| [۲۳] | سنن الترمذی، ابواب الجمعہ، ص: ۶۶                           |
| [۲۴] | الہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۹۶                                      |
| [۲۵] | سنن الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۹۶                                  |



## مذہب اربعہ کی ضرورت و اہمیت

مولانا محمد شرف الدین رضوی، استاذ دارالعلوم قادریہ حبیبیہ، فیل خانہ، ہوڑہ (ویسٹ بنگال)

ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اور ان کا جو تم میں حکمت والے ہیں۔ (کنز الایمان)  
 دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں ہے: ”اولی الامر“ سے علماء اور فقہا دونوں مراد ہیں۔ امام رازی کے نزدیک بھی اس سے مراد علمائنا اولی ہے۔“ (۲)

اس آیت کے تحت تفسیر ”جہل“ میں ہے: ”یہ آیت شریعت کے چاروں دلائل کی قوی دلیل ہے یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس۔“

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا نیز ان علماء و فقہا کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کے شارح ہیں۔

آیت ربانی: فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳﴾، کے تحت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: ”ناواقف کو اس سے چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرض جہل کا علاج یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عامل ہو اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔“ (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”بیشک ایک شخص نماز پڑھے گا اور روزے رکھے گا حج و جہاد بھی کرے گا لیکن وہ منافق ہوگا۔“ صحابہ کرام نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! وہ کس وجہ سے منافق ہوگا“ آپ نے فرمایا:

(۱) النساء: ۵۹

(۲) تفسیر کبیر، ج: ۳، ص: ۳۳۴

(۳) النحل: ۴۳



”وہ اپنے امام پر طعنہ زنی کرے گا اس وجہ سے منافق ہوگا“ عرض کیا: ”امام کون ہے؟“ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ“۔ (تفسیر درمنثور)

تقلید کی تعریف علامہ سمہودی نے عقد الفرید میں یوں بیان فرمایا:

التقليد قبول القول بان يعتقده من غير معرفة الدليل.

کسی کی بات، دلیل جانے بغیر اس طرح مان لینا کہ اس پر اعتقاد جم جائے۔

معمولات شرعیہ سے قطع نظر جب ہم روز مرہ کے حالات اور اپنی طرز زندگی پر نظر کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں تقلید کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں، اس میں عوام و خواص، شہری و دیہاتی ہر طبقہ کے لوگ مساوی حصہ دار ہیں۔ آپ غور کریں ایک بچہ ہوش سنبھالتے ہی اپنے ماں باپ اپنے مربی کی تقلید کے سہارے پروان چڑھتا ہے۔ ایک بیمار اپنے معالج کی تقلید ہی کر کے شفا یاب ہوتا ہے۔ ایک مستغنی کسی قانون داں وکیل کی تقلید کر کے ہی اپنا حق پاتا ہے۔ راستہ سے نابلد ایک راہ رو کسی راستہ بتانے والے کی تقلید کر کے ہی منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ ایک ناخواندہ اپنے معلم کی تقلید ہی سے صاحب علم و فضل بنتا ہے صنعت و حرفت سے عاری کسی ماہر فن استاذ کی تقلید کر کے ہی صنعت کار ہوتا ہے۔ یہ وہ روز مرہ کی باتیں ہیں کہ ان سے نہ تو انکار کی کوئی گنجائش ہے اور نہ بحث و تہیص کی۔

اب آپ غور کریں اگر ہم تقلید کو تمدن سے نکال دیں تو ہماری معیشت کی گاڑی ایک انچ بھی آگے نہیں چل سکے گی ہم اپنی زندگی کے گوشہ گوشہ میں تقلید کے محتاج ہیں اور یہ احتیاج قوم کے ہر فرد کو عام ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تقلید ہماری زندگی کا جزو لاینفک ہے اور بغیر تقلید کے زندگی بسر کرنا ممکن ہے جس طرح ہم اپنی زندگی کے معمولات میں تقلید سے مستغنی نہیں ہو سکتے اسی طرح دینی معاملات میں تقلید سے مفر نہیں۔ اس لیے امت کا اس پر اجماع ہے کہ تقلید فرض ہے۔ اس کی فرضیت و وجوب ایسا قطعی ہے کہ منکرین تقلید کے پیشواے اعظم میاں نذیر حسین صاحب کو بھی معیار میں یہ کہنا پڑا: ”سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہوگا عموماً خواہ کوئی ہو اس کا اتباع وقت لاء علمی واجب ہوگا“۔

جب یہ امر مسلم الثبوت درجے میں ہے کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے، علم دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن و حدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیوں کہ اس کے لیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ اور مجتہد کے شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: ”جس میں اجتہاد کے شرائط موجود نہ ہوں، اسے از خود کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں“۔<sup>(۱)</sup>

(۱) جامع ترمذی، ابواب الجنائز

یہی بات غیر مقلدوں کے پیشوا ابن قیم نے "اعلام المواقین" میں تحریر کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ پتھر لگنے سے ہمارے ایک ساتھی کا سر زخمی ہو گیا۔ رات کو اس پر غسل واجب ہوا تو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں سے پوچھا: کیا آپ لوگ مجھے تیمم کی رخصت دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نہیں! کیوں کہ آپ تو پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس نے غسل کیا تو اس کی موت واقع ہو گئی جب ہم سرور کونین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ عرض کیا، اس پر حضور نے فرمایا: قَتَلُوهُ قَتَلْتُمْ اللہ اَلَا سَلُّوْا اِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شَفَاءُ الْعِي السُّوَالِ۔ یعنی انھوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے جب وہ نہیں جانتے تھے تو پوچھ لیتے بیشک سوال کرنا علمی کی بیماری سے شفا ہے۔<sup>(۱)</sup>

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مجتہدین صحابہ سے فتاویٰ نہ لینے کی وجہ سے عام صحابہ کرام رسول کریم رضی اللہ عنہ کے عتاب کا ایسے مرتکب ہو گئے کہ آپ نے ان کے لیے قَتَلْتُمْ اللہ فرمادیا تو ایسے جاہل مولویوں کا کیا حال ہو گا جو سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کرام کے ارشادات سے منہ موڑ کر قرآن و حدیث کے من مانی معانی و مطالب بیان کرتے ہیں۔ خود تو گمراہ ہیں سادہ لوح سنیوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ تقلید بہت ضروری ہے۔

ائمہ کرام و مجتہدین عظام اگر مسائل شرعیہ و قوانین اسلامیہ کو مرتب و مبوب کر کے آسانیاں پیدا نہ کرتے تو براہ راست ہم قرآن و حدیث پر ہرگز عمل نہیں کر سکتے کیوں کہ قرآن و حدیث کو سمجھ کر عمل کر لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ ائمہ مجتہدین نے توفیق ربانی سے عمل امت کیلئے راستے آسان و سہل کیے اور اختلاف و انتشار سے بچنے کے اسباب و عوامل مہیا کیے۔ فرمان حدیث کے مطابق امت کا اختلاف چوں کہ رحمت ہے اس لیے اگر ائمہ میں اختلاف ہے تو رحمت و بگاڑ نہیں بلکہ سراسر رحمت اور منجانب اللہ ہے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی، سب حق پر ہیں۔ حق کا دامن ہر ایک کے ہاتھ میں ہے، ان میں سے کوئی ناحق یا غلطی پر نہیں۔

اگر کوئی ائمہ کی تقلید و پیروی کا منکر ہو اور اس سے دامن جھٹک کر یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے لیے قرآن و حدیث کافی ہیں، اس لیے ہمیں کسی امام کی تقلید و متابعت کی ضرورت نہیں، نہ کسی کے سامنے کاسہ گدائی پھیلانے کی حاجت ہے تو وہ گمراہ و بدعتی اور راہ راست سے بہکا ہوا ہے۔

یہ تسلیم ہے کہ قرآن کریم میں ہر چیز کا بیان موجود ہے مگر اس سے ہر شخص سمجھ لے یہ ناممکن ہے۔ چار و ناچار ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرنی ہوگی ورنہ عمل کے راستے مسدود ہو جائیں گے اور قرآن فہمی کا دعویٰ دھرا رہ جائے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ جس کے گلے میں تقلید ائمہ کا پٹہ نہیں، اس کا عمل آوارہ ہے وہ ٹھوکروں سے محفوظ نہیں ہے۔

قرآن کریم کے احکام و قوانین پر غور و فکر کرنے سے تقلید ائمہ کی افادیت و اہمیت سمجھ میں آجائے گی۔ تابعین

(۱) مشکوٰۃ، باب التیمم

وتبع تابعین کے دور میں سیکڑوں مجتہدین اور ان کے مذاہب وجود میں آئے مگر آخر کار مذاہب اربعہ کے سوا سب معدوم ہو گئے، یہ بارگاہِ الہی میں ان چاروں مذاہب کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اگر ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کی حقیقت اور واضح ہو جائے گی۔

جیسے نماز میں رفع یدین کرنا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادا ہے اور اس کے منسوخ ہو جانے کے بعد رفع یدین نہ کرنا بھی حضور ہی کی ایک ادا ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب کی تمام ادائیں پسند تھیں اسی لیے اس نے مذاہب اربعہ کی صورت میں اپنے محبوب کی تمام اداؤں کو محفوظ فرما دیا ہے۔

مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چاروں برحق ہیں اور چاروں اہل سنت و جماعت سے ہیں۔ ان کے عقائد یکساں ہیں البتہ صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے جن کی بھی تقلید کی جائے صحیح ہے کیوں کہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خاطر ہو جائے پھر بھی گناہ گار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں اس کی تقلید بھی درست ہوگی۔ علامہ کروری نے امام شافعی سے روایت کیا کہ دو مجتہد جو دو مخالف قول کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے دو رسول دو مختلف شریعتیں لے کر آئے، وہ دونوں صحیح اور حق ہیں۔ (الخیرات الحسان)۔

تبع تابعین اور ان کے بعد فرقہ ناجیہ (اہل سنت و جماعت) مذکورہ چار مذاہب میں منحصر ہو گیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

”اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا“۔<sup>(۱)</sup>

تفسیر صاوی میں ہے کہ ان چاروں مذاہب کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ بظاہر صحابہ کرام کے قول اور حدیث صحیح اور کسی آیت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، بسا اوقات یہ کفر تک پہنچا دیتا ہے کیوں کہ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی مراد لینا اور ان کی حقیقت کو نہ سمجھنا کفر کی جڑ ہے۔<sup>(۲)</sup>

جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ ان چار مذاہب کے سوا کسی اور کی تقلید جائز نہیں اسی لیے تمام اکابر محدثین بخاری و مسلم، ترمذی و ابوداؤد، ابن ماجہ و نسائی، دارمی اور طحاوی وغیرہم رضی اللہ عنہم کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں۔ امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی کا مقلد ہونا تو خود غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے ”المحطہ“ میں بیان کیا ہے۔ جب ایسے جلیل القدر محدثین اربعہ کسی نہ کسی کے مقلد ہیں تو پھر چند کتابیں پڑھے ہوئے اگر خود کو تقلید سے بے نیاز

(۱) فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۶، ص: ۷۰۵، برکات رضا، پور بندر

(۲) سورہ کہف، زیر آیت ۲۴

سمجھیں تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جو شخص بھی امام اعظم کی تقلید نہیں کرتا وہ بہر حال کسی نہ کسی مولوی کی تقلید ضرور کرتا ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ موجودہ پُرفتن دور کے کسی مفاد پرست مولوی کی تقلید کرنے کی بجائے، اس جلیل القدر امام کی تقلید کی جائے جس نے صحابہ کرام کے مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی اور ان کی زیارت کی اور جن کی عظمت پر اکابر ائمہ دین اور محدثین کرام متفق ہیں۔ غیر مقلد مولوی وحید الزماں صاحب نے اپنے ہم مسلک لوگوں سے یہی تلخ سوال کیا تھا جس کا جواب اب تک ان کے ذمہ ہے کہ ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، شاہ ولی اللہ اور مولوی اسماعیل دہلوی کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔

بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ و شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ، ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخرین ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اب ہر شخص پر خواہ عالم ہو یا غیر عالم واجب ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی جملہ امور اور فقہ میں تقلید کرے۔ صرف چند معدود نفر جن کے دامن انبیائے کرام و اولیائے عظام کی اہانت سے بھی داغدار ہیں جس کی بنا پر وہ امت اجابت سے یقیناً خارج ہیں۔ تقلید شخصی کو حرام و بدعت بلکہ شرک حتیٰ کہ وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا رِبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

فَعَلَيْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِاتِّبَاعِ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ الْمَسْتَأْتِ بِأَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَإِنَّ نُصْرَةَ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَحِفْظَهُ وَتَوْفِيقَهُ فِي مَوَاقِفِهِمْ وَخِذْلَانَهُ وَسَخَطَهُ وَمَقْتَهُ فِي مَخَالَفَتِهِمْ وَهَذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدْ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي الْمَذَاهِبِ الْارْبَعَةِ هُمُ الْخَنَفِيُّونَ وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ وَالْحَنْبَلِيُّونَ وَمَنْ كَانَ خَارِجًا مِنْ هَذِهِ الْمَذَاهِبِ الْارْبَعَةِ فَهُوَ أَهْلُ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ. (۱)

ترجمہ: اے مومنو! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا اتباع لازم ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفظ و توفیق ان کی موافقت میں ہے اور اس کی ناراضی اور عذاب ان کی مخالفت میں ہے۔ اور فرقہ ناجیہ نے آج اس پر اجماع کر لیا ہے کہ وہ صرف مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں۔ اور جو ان چاروں سے خارج ہو گا وہ بدعتی، جہنمی ہے منکرین تقلید کے امام الائمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”عقد الجید“ میں لکھتے ہیں:

اعلم ان في الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه احدها ان الامة قد اجتمعت على ان يعتمدوا على

(۱) طحطاوی فی الدرر کتاب الذبائح

السلف في معرفة الشرعية فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة عن قبلها بالاتصال.

ولا بد في الاستنباط من ان يعرف مذهب المتقدمين لئلا يخرج من اقوالهم فيخرق الاجماع ويبني عليها ويستعين في ذلك بمن سبق لان جميع الصناعات كالصرف والطب والشعر والحداة والتجارة والصبغة لم يتيسر لاحد الا بملازمة اهلها وغير ذلك نادر بعيد لم يقع وان كان جائز افي العقل واذا تعين الاعتماد على اقاويل السلف فلا بد من ان يكون اقوالهم التي يعتمد عليها روية بالاسناد الصحيح او مدونة في كتب مشهورة وان يكون مخدمه يتبين الراجح من المرجوح من محتملاتها و تخصيص عمومها في بعض المواضع وجمع المختلف منها وتبين علل احكامها والا لم يصح الاعتماد عليها وليس مذهب في هذه الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة.

ترجمہ: مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بھاری فساد ہے۔

ہم ان کو چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:

اول: یہ کہ امت نے اجماع کر لیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر۔ اسی طرح ہر طبقہ میں علمائے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے اس لیے کہ شریعت نقل و استنباط کے بغیر نہیں پہچانی جاسکتی اور نقل نہیں درست ہوگی بگر اسی طرح کہ ہر طبقہ اپنے پہلے والے سے متصلاً حاصل کرے۔

اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذہب کو جانا جائے تاکہ ان اقوال سے باہر نہ جائیں کہ خرق اجماع ہو جائے اور تاکہ انہی اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور انگوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لیے کہ تمام صنعتیں مثلاً سناری، طب، شعر، لوہاری، تجارت اور رنگریزی کسی کو بھی میسر نہیں ہوتی مگر اس کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے اور بغیر اس کے بہت نادر غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے۔

اور جب یہ متعین ہو گیا کہ شریعت کی معرفت میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح مرجوح سے ظاہر ہو اور عام کی تخصیص مذکور ہو۔ متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد

صحیح نہیں اور اس پچھلے زمانہ میں کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں سوائے ان چار مذاہب کے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

- (۱) شریعت کی معرفت نقل اور استنباط پر موقوف ہے اور یہ دونوں سلف کے اقوال جاننے پر موقوف ہیں۔
  - (۲) سلف میں سے ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال نہ تو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہیں نہ کتب مشہورہ میں جامعیت کے ساتھ مدون ہیں کہ ان پر اعتماد صحیح ہو اور نہ منقح ہیں۔
  - (۳) سلف میں سے ائمہ اربعہ کے اقوال اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہیں اور صرف انہیں کے مذاہب منقح ہیں۔
- خدا کی ہزار ہزار رحمتیں نازل ہوں امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل پر، انہوں نے صرف مسائل کے استخراج و استنباط پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جن مسائل کو مستنبط کیا، ان کو باقاعدہ تحریر کی شکل دے دی۔ اس لیے ان حضرات کے مستنبط کردہ مسائل آج تک موجود و محفوظ ہیں۔ باقی حضرات نے مسائل تو مستنبط کیے مگر انہیں باقاعدہ تحریر کی شکل نہیں دی اس لیے ان کے مستنبط کردہ مسائل محفوظ نہیں رہے۔
- لہذا قرآن و حدیث کے غیر مصرح مسائل پر عمل کے لیے یہی چار مذاہب متعین ہیں۔ آج اگر کسی کو قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بظاہر ان چار مذاہب کے خلاف بھی معلوم ہو تو بھی اس پر یہی فرض ہے کہ انہی مذاہب کے مطابق عمل کرے۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے فریضہ سے روگردانی کرتے ہوئے، ان مذاہب میں بیان شدہ حکم کو چھوڑ کر، قرآن کی آیت یا حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا شروع کر دے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو بلاشبہ گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔



## ضرورت فقہ اور مقام امام اعظم

مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی، استاذ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، دکن

اسلامی عقائد، دینی فرائض، شرعی واجبات، عبادات اور معاملات سے متعلق، بنیادی معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے۔ البتہ دین میں تفقہ حاصل کرنا، اس کی گہرائی و گہرائی میں اترنا، خالصتاً اس کے لیے فارغ ہو جانا اور اس میں کامل عبور حاصل کرنا، تاکہ نئے نئے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیا جاسکے، یہ فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔

ہر شخص علم دین میں کامل تفقہ حاصل کرنے کے لیے مکمل طور پر وقت نہیں دے سکتا، مسلمانوں کے تمام افراد فقہ و استنباط کے لیے فارغ نہیں ہو سکتے اگر سارے لوگ فقہ و بصیرت کے حصول کے لیے مصروف ہو جائیں تو معاشی معاملات میں خلل واقع ہوگا، امور معیشت متاثر ہوں گے، جب کہ مسلمانوں کے لیے کسب معاش بھی لازمی و ضروری ہے۔ اسی لیے مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو علم دین کے تفقہ کے لیے فارغ ہو جائے، دین کی سمجھ بوجھ کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے، دین کی فقہ و فہم میں مہارت حاصل کرے، تاکہ نئے نئے مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دے سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱﴾

ترجمہ: اور تمام اہل ایمان تو ایک ساتھ نکل نہیں سکتے ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر بڑی جماعت سے کچھ خاص لوگ نکل جاتے تاکہ وہ دین کی فقہ و فہم حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب ان کی طرف واپس ہوں تاکہ وہ (گناہوں کی زندگی سے) بچیں۔

فقہ کی اصل قرآن کریم سے: اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین حاصل کرنے کا حکم فرمایا، اس سے فقہ کی اہمیت و وقعت عیاں و آشکار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) سورة التوبة: ۱۲۲

كُونُوا رَبَّنِيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۱﴾

تم اللہ والے بن جاؤ کیوں کہ تم کتاب الہی کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اسے پڑھتے ہو۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

وقال ابن عباس "كُونُوا رَبَّنِيْنَ" حکماء فقهاء.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "كُونُوا رَبَّنِيْنَ" کا معنی یہ ہے کہ تم حکمت و بصیرت والے،

فقہ و استنباط والے بن جاؤ۔ (۲)

اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقہ و استنباط والے بننے کا حکم دے رہا ہے، صحیح بخاری شریف میں اس کی تفسیر یہی بیان کی گئی ہے کہ فقہا بن جاؤ، حکمت و بصیرت والے بن جاؤ، فکر و تدبر والے بن جاؤ، دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے بن جاؤ۔

**فقہ کی اصل حدیث شریف سے:** حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ

نظامیہ عالیہ الرحمۃ والرضوان نے "حقیقۃ الفقہ" کے عنوان سے دو جلدوں میں ایک تحقیقی کتاب لکھی ہے، اس میں آپ نے نہایت ایمان افروز بحثیں فرمائی ہیں، آپ نے فقہ کی حقیقت اور فقہ کی اہمیت نیز فقہائے کرام کے منصب جلیل سے متعلق سباحث انتہائی شرح و بسط کے ساتھ درج کئے ہیں، نئی زمانہ اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

تاریخ دار کائنات، سید الانبیاء والمرسلین، حامل علوم اولین و آخرین رضی اللہ عنہم ارواحنا فدوا ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ دِعَامَةً وَدِعَامَةُ هَذَا الدِّينِ الْفِئَةُ. (۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر

چیز کا ایک ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

**فقہ کتاب و سنت کا لب لباب:** اس حدیث پاک میں اسی بات کی صراحت کی گئی کہ دین کا چوڑا فقہ ہے

، دین کا دار فقہ ہے، دین کا سرمایہ فقہ ہے، فقہ قرآن و حدیث کے مقابل کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن کریم

و حدیث شریف کے صحیح فہم و ادراک کا نام ہے، فقہ تو دین کا سہارا ہے۔ دین کا ستون ہی موجود نہیں تو دین کہاں رہا؟

سہارا ٹوٹ گیا تو دین کہاں رہا؟

فقہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ فقہ کی طرف نہ جاؤ جب فقہ کی طرف نہ جائیں گے تو پھر فقہ سے خالی رہ کر

(۱) سورة ال عمران ۷۹

(۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل

(۳) جامع الاحادیث، حدیث نمبر: ۸۱۵۴. الجامع الكبير، حدیث نمبر: ۱۵۰۴. كنز العمال، حرف العين،

حدیث نمبر: ۲۸۷۶۸. العلل المتناہیة، باب فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث نمبر: ۱۹۴



قرآن کریم و حدیث شریف کیسے سیکھیں گے؟ کیوں کہ قرآن و سنت سے رشد و ہدایت حاصل کرنے کے لیے محض کلمات کا ترجمہ جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کے حقیقی معنی و مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے اور فقہ دراصل قرآن کریم و حدیث شریف کے منشا کو پانے کا نام ہے۔

قرآن کریم اور احادیث شریفہ اسلامی قانون کی اساس و بنیاد ہیں، جن میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا مکمل حل موجود ہے، قرآن کریم عام فہم اور آسان ہونے کے باوجود اس میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں، آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور ان سے مسائل کا حل نکالنا عام انسان تو کجا ایک ماہر زبان کے لیے بھی آسان بات نہیں کیوں کہ محض زبان پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے قانون کی نزاکتوں کو سمجھنا آسان نہیں ہے، جیسے انگریزی ادب (English literature) کا ماہر شخص ہندوستانی دستور (Indian constitution) یا کسی بھی ملک کے قانون کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا، زبان کی مہارت اور تقریر و تحریر پر زبردست ملکہ کے باوجود قانونی نزاکتوں کو سمجھنا، دستوری پیچیدگیوں کو دور کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے، اس کے لیے کسی ماہر قانون سے رجوع ہونا ضروری ہے۔

**ضرورت فقہ - قرآن کریم کی روشنی میں:** چوں کہ ہر دور کے تقاضے مختلف رہے ہیں جس کی بنا پر

انسان کو ہر وقت نئے مسائل درپیش ہوتے رہتے ہیں، مثلاً دور حاضر کے مسائل میں شیر بزنس (Share business) کو دیکھ لیجیے، اس کی کونسی صورتیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ فلکسڈ ڈپازٹ (Fixed deposit) کروانا کیسا ہے؟ کسی چیز کی آن لائن خرید و فروخت، اپنے قبضہ میں آنے سے قبل کسی چیز کو بیچ دینا، لائف انشورنس (life insurance) کا شرعی حکم، اس طرح کے سیکڑوں مسائل ہیں، جن کو عام انسان اپنے علم و دانش، فہم و ادراک سے حل نہیں کر سکتا اور ایسے بے شمار جدید مسائل سے متعلق قرآن و حدیث میں موجود اشاروں کو اپنی ناقص عقل سے سمجھ نہیں سکتا، لہذا ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے امام مجتہد کی طرف رجوع کرے جو ان مسائل کا حل قرآن کریم و حدیث شریف کی روشنی میں بیان کرتے ہوں۔

ائمہ کرام و فقہائے عظام نے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اصول و ضوابط اور قواعد و احکام بیان کیے ہیں، نیز انسانی زندگی میں پیدائش سے موت تک پیش آنے والے تمام مسائل و احکام کو انہوں نے باب در باب ”کتاب الطہارۃ“ سے ”کتاب الفرائض“ تک مدون کیا، جس کے مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے، اسی لیے ان با اعتماد ائمہ کرام و مجتہدین کی پیروی و تقلید دراصل کتاب و سنت ہی کی پیروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں جو اولوالامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

امام ابو جعفر طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی: ۳۱۰ھ) نے اپنی کتاب جامع البیان فی تفسیر القرآن میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت ابن ابی نجیح، حضرت عطاء بن سائب، حضرت حسن بصری اور حضرت ابو العالیہ رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہا و اہل علم حضرات ہیں۔

عن مجاہد فی قوله: (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولی الفقه منکم ... عن ابن ابی نجیح: (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولی الفقه فی الدین والعقل ... عن ابن عباس قوله: (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) یعنی: أهل الفقه والدين ... عن عطاء بن السائب فی قوله: (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: أولی العلم والفقه ... عن عطاء: (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: الفقهاء والعلماء ... عن الحسن فی قوله: (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: هم العلماء ... عن ابی العالیة فی قوله: (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) قال: هم أهل العلم ألا ترى أنه يقول: (وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) وإلى أولی الامر منهم لعلمہ الذین یستنبطونہ منهم <sup>(۱)</sup>

حضرت ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ نے امام مجاہد کی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

عن ابن ابی نجیح عن مجاہد فی قوله عزوجل وأولی الامر منکم یعنی اولی الفقه فی الدین والعقل۔

حضرت ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد دین میں تفقہ اور فہم و بصیرت رکھنے والے فقہاء کرام ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاذ، امام عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی: ۲۱۱ھ) فرماتے ہیں:

عبد الرزاق قال: نا معمر عن ابن ابی نجیح عن مجاہد فی قوله تعالیٰ "وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" قال: هم أهل الفقه والعلم۔ اولی الامر سے مراد فقہا و اہل علم ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت حسن بصری، امام مجاہد اور امام ضحاک رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ علماء ہیں جو شریعت کے احکام بتاتے ہیں اور لوگوں کو دین سکھاتے ہیں:

(۱) تفسیر الطبری، سورۃ النساء، ۵۹

المراد العلماء الذین یفتون فی الاحکام الشرعیة ویعلمون الناس دینهم . وهذه رواية الثعلبی عن ابن عباس وقول الحسن ومجاهد وضحاك<sup>(۱)</sup> .  
نیز فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ صحابہ کرام و تابعین عظام کی ایک جماعت نے اولی الامر سے علما مراد لیا ہے۔

انه لانزاع ان جماعة من الصحابة والتابعین حملوا قوله واولی الامر منکم علی العلماء<sup>(۲)</sup> .  
**اولی الامر سے مراد فقہا ہیں۔ علامہ ابن کثیر کی وضاحت:** علامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقال علی ابن ابی طلحة ، عن ابن عباس واولی الامر منکم یعنی اهل الفقه والدين ، وكذا قال مجاهد وعطاء والحسن البصری وابوالعالیة واولی الامر منکم یعنی العلماء<sup>(۳)</sup> .  
حضرت علی بن ابی طلحة، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ واولی الامر منکم کی تفسیر سے متعلق روایت بیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد متدین فقہائے کرام ہیں۔ اور اسی طرح امام مجاہد، حضرت عطاء، حضرت حسن بصری اور ابوالعالیہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اولی الامر سے مراد علما ہیں۔

**امام اعظم آیت قرآنی و حدیث بخاری کی بشارت کا مصداق:** فقہ اور تقلید سے متعلق ضروری تفصیل بیان کرنے کے بعد ہم امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عظمت و حقانیت اور آپ کا علمی و فقہی مقام قارئین کی نذر کرتے ہیں:

آپ کی ولادت سنہ ۶۱ یا ۷۰ یا ۸۰ ہجری میں ہوئی، اور وصال مبارک ۲ شعبان المعظم ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث شریف میں ہے کہ جب سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات کریمہ کا نزول ہوا جس میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَأَخْرَجْنَا مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝<sup>(۴)</sup>  
قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانَ الْفَارِسِيُّ ، وَضَعَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ .

(۱) التفسیر الکبیر. سورة النساء: ۵۹

(۲) التفسیر الکبیر. سورة النساء

(۳) تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۳۴۵، سورة النساء: ۵۹

(۴) سورة جمعہ ۳/۲

وہی شان والا خدا ہے جس نے ناواقف لوگوں کے درمیان ان ہی کی جنس سے ایک عظیم رسول کو بھیجا، جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور یہ عظیم رسول ان میں سے اوروں کو بھی پاک کرتے اور کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، جو پہلوں سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ (بعد میں آنے والے کون ہیں جن پر آپ آیات کی تلاوت فرمائیں گے اور ان کے نفس کا تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم فرمائیں گے؟) حضور نبی اکرم ﷺ نے جواب عنایت نہیں فرمایا، یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ دریافت کیا، (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ کر ارشاد فرمایا: اگر ایمان ثریا کی بلندی پر بھی ہو تو ان میں سے کچھ لوگ بلکہ ایک ہی شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔<sup>(۱)</sup>

حضرت محدث دکن رضی اللہ عنہ نے زجاجة المصائب میں امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ عنہ کی تبیض الصحیفہ سے روایت بیان کی ہے

قال رسول الله ﷺ: "والذي نفسي بيده! لو كان الدين معلقا بالثريا لتناوله رجل من فارس".... وقال الحافظ السيوطي: هذا الحديث الذي رواه الشيخان أصل صحيح، يعتمد عليه في الإشارة لأبي حنيفة، وهو متفق على صحته. وفي حاشية الشبراملسي على "المواهب" عن العلامة الشامي تلميذ الحافظ السيوطي قال: ما جزم به شيخنا من أن أبا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه؛ لأنه لم يبلغ من أبناء فارس في العلم مبلغه أحد.<sup>(۲)</sup>

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوتا تو ابنائے فارس سے ایک شخص اس کو پالیتا۔... امام حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک جس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اصل صحیح ہے جس کی روشنی میں پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ امام سیوطی کے شاگرد علامہ شامی کا بیان ہے: ہمارے شیخ کا یقین ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہی اس (حدیث) کے مصداق ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، کیونکہ اہل فارس میں آپ کے علم و کمال کو کوئی نہیں پہنچا۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله وأخیرین منهم لما یلحقوا بہم، حدیث نمبر: ۴۸۹۷

(۲) زجاجة المصائب، ج: ۱، کتاب العلم

**امام اعظم کی تحقیقات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی توثیق:** حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کرام کا بیحد احترام فرمایا کرتے اور آپ کی فقہی تحقیقات کو اہل بیت کرام کی تائید حاصل ہے۔

"وعن" ابی یوسف أن الإمام كان يفتي في المسجد الحرام إذ وقف عليه الإمام جعفر الصادق بن محمد الباقر الإمام رضی اللہ عنہما وعن آبائهما الكرام ففطن الإمام فقام فقال يا ابن رسول الله لو علمت أول ما وقفت لما قعدت وأنت قائم فقال اجلس وافت الناس على هذا أدركت آباءي (۱)

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ آتے اور مسائل پوچھتے اور آپ جواب دیتے جاتے تھے، اتنے میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ حالت کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے، جیسے ہی حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر آپ پر پڑی، فراست سے سمجھ گئے کہ آپ تشریف لائے ہیں تو فوراً کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: اے رسول اکرم ﷺ کے شہزادے! اگر پہلے سے مجھے معلوم ہوتا کہ آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں تو میں ہرگز نہیں بیٹھتا، جبکہ آپ کھڑے ہوں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں اور لوگوں کو احکام بتلائیں، میں نے اپنے آباء و اجداد کو بھی اسی حالت پر پایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا کہ دیکھئے! امام صاحب جو جواب دیتے جاتے وہ سب مسائل فقہیہ تھے، جن کو تقلیداً سب مان رہے تھے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تحسین کی۔ (۲)

**امام اعظم کے اخلاق کریمانہ:** حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ علم و فضل میں یکتائے روزگار، قرآن و حدیث کے علوم و فنون کے بحرِ ذخار، ایسی بلندی و کمال پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق عالیہ کے پیکر تھے، حضرت شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ رضی اللہ عنہ آپ کے اخلاق عالیہ اور فیاضی و سخاوت سے متعلق ایک واقعہ، امام موفق اور امام کردی کی مناقب الامام الاعظم کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

حضرت شقیق بنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی کی عیادت کو جا رہا تھا، راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا اور دوسرے راستے سے نکل جانا چاہا۔ آپ نے اس کو پکار کر کہا: دوسرے راستے سے کیوں جاتے ہو؟ اس نے دیکھا کہ امام صاحب پہچان گئے، شرمندہ ہو کر کھڑا ہو گیا، آپ نے جب مکرر سبب

(۱) الجواهر المضية في طبقات الحنفية

(۲) حقیقة الفقه، ج ۲، ص ۴۹

دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھ پر آپ کے دس ہزار درہم ہیں، اور باوجود مدت گزر جانے کے تنگدستی کی وجہ سے ادا نہ کر سکا اس لیے روبرو آنے سے مجھے شرم آئی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ ان درہموں سے چھپنے کی نوبت پہنچ گئی، وہ گل میں نے تمہیں معاف کر دئے اور تم سے یہ درخواست ہے کہ میری طرف سے تمہارے دل پر جو گرائی گزری وہ تم معاف کر دو۔<sup>(۱)</sup>

**امام اعظم اور تعظیم قرآن:** امام موفق رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعظیم قرآن پاک سے متعلق ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

وارد امام الائمة الزرنجری هذا الحديث مرسلا وقال لما تعلم ابنه حماد الفاتحة وهب للمعلم الف درهم. قلت: واورد ابن جبارة في كتابه المعروف (بالكامل) فقال المعلم ما صنعت حتى انفدالي هذا؟ وحضره واعتذر اليه. فقال يا هذا تستحقر ما علمت ولدي، والله لو كان معنا اكثر من ذلك لدفعناه تعظيما للقرآن.<sup>(۲)</sup>

امام الائمة زرنجری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو مرسلًا روایت کرتے ہوئے فرمایا: امام صاحب کے فرزند حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے جب سورہ فاتحہ ختم کی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے استاذ کے پاس ہزار درہم تحفہ بھیجے۔ امام موفق فرماتے ہیں کہ ابن جبارہ نے اپنی مشہور کتاب ”الکامل“ میں فرمایا کہ صاحبزادہ کے استاذ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کیا کیا جواتے درہم مجھے عطا کئے گئے؟ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے جو میرے لڑکے کو تعلیم دی ہے کیا اس کو معمولی سمجھ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی ہوتے تو تعظیم قرآن کے لحاظ سے وہ سب آپ کو پیش کر دیتے۔

**امام اعظم، تقویٰ و طہارت کے پیکر:** امام فخر الدین رازی رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے:

روی ان ابا حنیفة رضی اللہ عنہ كان له على بعض المجوس مال فذهب إلى داره ليطلبه به، فلما وصل إلى باب داره وقع على نعله نجاسة، فنفض نعله فارتفعت النجاسة عن فعله ووقعت على حائط دار المجوسى فتحير أبو حنیفة وقال: إن تركتها كان ذلك سبباً لقبح جدار هذا المجوسى، وإن حككتها انحدر التراب من الحائط، فدق الباب فخرجت الجارية فقال لها: قولى لمولاك إن ابا حنیفة بالباب، فخرج إليه وظن أنه يطلبه بالمال،

(۱) حقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۲۹۹

(۲) مناقب الامام الاعظم للموفق. ص: ۲۵۷/۲۵۶. حقیقۃ الفقہ ج ۱ ص ۲۹۹

فأخذ يعتذر ، فقال ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) ، ہنا ما هو اولی ، وذكر قصة الجدار ، وأنه كيف السبيل إلى تطهيره فقال المجوسی : فانا ابدأ بتطهير نفسي فأسلم في الحال. (۱)

روایت بیان کی گئی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا کسی مجوسی پر قرض تھا، آپ اسے حاصل کرنے کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے، جب آپ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو آپ کے جوتے پر نجاست گر گئی، جب آپ نے اسے اپنے جوتے سے نکالا تو نجاست کا چھینٹا اڑا اور مجوسی کے گھر کی دیوار پر گرا، تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فکر مند ہو گئے، اور سوچنے لگے کہ اگر میں اسے ایسے ہی چھوڑ دوں تو یہ اس مجوسی کی دیوار پر عیب بنا رہے گا، اور اگر اسے کرید کر نکال دوں تو دیوار کی مٹی گر جائے گی، پھر آپ نے دروازہ پر دستک دی، تو باندی باہر آئی، آپ نے اس سے کہا: اپنے آقا سے کہو کہ ابو حنیفہ دروازہ پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں، تو وہ شخص باہر آیا، اس نے گمان کیا کہ آپ اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کریں گے، وہ معذرت خواہی کرنے لگا، تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو تو رہنے دو، اس سے زیادہ اہم چیز میرے سامنے ہے پھر آپ نے دیوار سے متعلق سارا قصہ بیان کیا، اور پوچھا کہ دیوار کو پاک کرنے کی کیا سبیل ہے؟ مجوسی نے کہا: میں پہلے اپنے آپ کو پاک کرتا ہوں، اور وہ اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

**چالیس سال عشا کے وضو سے نماز فجر کی ادائیگی:** امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ عبادت کا غیر معمولی اہتمام فرماتے، رات بھر عبادت کیا کرتے تھے، قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے فرماتے، بارگاہ الہی میں گریہ و زاری کرتے، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

حدثنا حماد بن قريش قال سمعت أسد بن عمر يقول صلى أبو حنیفہ فیما حفظ علیہ صلاة الفجر بوضوء صلاة العشاء أربعين سنة فكان عامة الليل يقرأ جميع القرآن في ركعة واحدة وكان يسمع بكأؤه بالليل حتى يرحمه جيرانه وحفظ عليه أنه ختم القرآن في الموضع الذي توفي فيه سبعة آلاف مرة. (۲)

حضرت حماد بن قریش نے فرمایا: میں نے اسد بن عمر سے یہ فرماتے سنا کہ یہ بات میرے ذہن نشین ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال نماز عشا کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی، آپ رات بھر ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور رات میں آپ کے رونے کی آواز سنائی دیتی یہاں تک کہ پڑوسیوں کو آپ کی اس حالت پر ترس آجاتا تھا، امام اعظم کے بارے میں یہ بات بھی یاد ہے کہ جس مقام پر آپ نے وصال فرمایا وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم فرمایا۔

(۱) التفسیر الكبير للرازی، سورة الفاتحة، ۷.

(۲) تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، باب النون، ذکر من اسمه النعمان

ایک شبہ اور اس کا ازالہ: چالیس سال امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شب بیداری کے بارے میں بعض گوشوں سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ اگر امام اعظم نے چالیس سال ہر رات مسلسل عبادت کی ہے، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی ہے تو پھر آپ کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔

میں اس شبہ کا ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) کچھ تو وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

(۲) کچھ درمیانی درجہ کے نیک لوگ ہیں جو عمل صالح کرتے رہتے ہیں۔

(۳) اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو نیکیوں میں سبقت کرنے والے، خیر و بھلائی میں پہل کرنے والے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تیسری قسم سے ہیں، آپ نیکی و بھلائی میں بہت زیادہ سبقت کرنے والے ہیں۔

نیک بندوں کے صفات میں قرآن کریم کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا<sup>(۲)</sup>

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے لیے حالت سجدہ میں اور حالت قیام میں رات گزارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعہ خبر دے رہا ہے کہ میرے نیک بندے ایسے بھی ہیں جن کی راتیں قیام و سجدہ میں گزرتی ہیں، یہ کلام الہی کی خبر ہے، خلاف واقعہ نہیں ہو سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رات رات بھر عبادت کرنا، نیک بندوں کے صفات ہیں اور امام اعظم تو سابق بالخیرات ہیں، بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔

اب رہا حق زوجیت کی ادائیگی اور سنت حبیب پاک رضی اللہ عنہ پر عمل آوری تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ<sup>(۳)</sup>

اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیر ملکیت غلام اور باندیاں اور تمہارے وہ بچے جو بلوغ کو نہیں پہنچے تم سے تین اوقات اجازت چاہیں، نماز فجر سے پہلے، دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے لیے پردہ کے مواقع ہیں۔

(۱) سورة الفاطر. ۳۲

(۲) سورة الفرقان. ۶۴

(۳) سورة النور. ۵۸



اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کے تین اوقات ہیں، ان تین مخصوص اوقات میں نابالغ بچے بھی آنا چاہتے ہوں تو ان کے لیے بھی اجازت لے کر آنا ضروری ہے، بلا اجازت آنا جائز نہیں، ان تین اوقات میں دو اوقات کا تعلق رات سے ہے، آپ نے نماز عشا کے بعد اور فجر سے پہلے ان دو اوقات کو عبادت کے لیے فارغ کر لیا تھا اور قبل ظہر قیلولہ کا وقت بھی ستر کے اوقات میں شامل ہے، تو اس قرآنی وضاحت و صراحت کی روشنی میں حق زوجیت کی عدم ادائیگی اور حصول اولاد کے سلسلہ میں جو اعتراض کیا گیا وہ مرتفع ہوتا ہے، بہر حال بزرگوں کے معاملات میں اس طرح کے غلط تصورات گرنا کہ وہ ایک نیک کام کر رہے ہوں تو ان سے دوسرا غلط عمل ہو رہا ہوگا قابل اصلاح عمل ہے، اس طرح کے اعتراضات سے ریز کرنا اور ان معاملات میں کچھ کہنے سے پرہیز کرنا اور اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا چاہیے۔

**تیس سال تک روزوں کا اہتمام:** امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں آرام نہیں کرتے تھے جیسا کہ تاریخ بغداد میں ہے:

حدثنا إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة عن أبيه قال لما مات أبي سألنا الحسن بن عمارة أن يتولى غسله ففعل فلما غسله قال: رحمك الله وغفر لك لم تظفر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ أربعين سنة وقد أتعبت من بعدك وفضحت القراء. (1)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد اپنے والد حضرت حماد بن ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں جب میلے والد کا وصال ہوا تو ہم نے حضرت حسن بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ وہ والد گرامی کو غسل دیں، انھوں نے یہ درخواست قبول کی، جب غسل دیا تو یہ کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے درجات بلند کرے، آپ نے تیس سال سے روزہ نہیں چھوڑا اور چالیس سال سے آپ کے داہنے ہاتھ نے رات میں ٹیک نہیں لگایا، آپ نے اپنے بعد والوں کے لیے مشقت والے کام کی راہ کھول دی اور حفاظ کو پیچھے چھوڑ دیا۔

**علم حدیث میں امام اعظم کا مقام:** یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ کی روایت کردہ احادیث شریفہ سے کتب احادیث مالامال ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ حدیث چار ہزار (۴۰۰۰) ہیں، آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ کرام میں جلیل القدر صحابہ موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے بے شمار تابعین سے حدیث شریفہ کے علوم و معارف حاصل کیے۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

وَلَقَدْ كَانَ (رضی اللہ عنہ) إِمَامًا فِي ذَلِكَ، فَإِنَّهُ (رضی اللہ عنہ) أَخَذَ الْحَدِيثَ عَنْ أَرْبَعَةِ آلَافِ شَيْخٍ مِنْ أُمَّةِ التَّابِعِينَ وَغَيْرِهِمْ. (رد المحتار، مقدمة)

(1) تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، باب النون، ذکر من اسمه النعمان

## امام بخاری کی بیس ثلاثیات امام اعظم کے شاگرد و مقلد محدثین سے مروی صحیح بخاری کی سند میں ۳۲ حنفی محدثین جنہوں نے امام اعظم سے تلمذ حاصل کیا

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں بائیس احادیث ایسی درج کی ہیں جس میں امام بخاری اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں، یہ ان کے لیے ایک عظیم شرف کی بات ہے اور ان میں سے بیس احادیث شریفہ کی سندوں میں امام بخاری کے اساتذہ حنفی محدثین ہیں، حضرت امام مکی بن ابراہیم حنفی محدث ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں جن سے امام بخاری نے گیارہ ثلاثیات لی ہیں اور امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد سے چھ ثلاثیات اور امام محمد بن عبد اللہ انصاری سے تین ثلاثیات روایت کی ہیں۔

ان بیس ثلاثیات میں امام بخاری رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر اساتذہ محدثین وہ ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد و فیض یافتگان ہیں گویا امام بخاری نے امام اعظم کے مقلد اور اپنے حنفی اساتذہ پر ناز کیا ہے، کیوں کہ آپ کی سند میں اگر ان حنفی محدثین کی وساطت نہ رہے تو آپ کے پاس صرف دو ثلاثیات باقی رہ جاتی ہیں۔ و نیز امام بخاری نے صحیح بخاری میں بتیس (۳۲) حنفی محدثین سے روایات لی ہیں جو براہ راست امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد و تلمیذ اور مسائل فقہیہ میں آپ کے مقلد و پیرو ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہ حنفی وہ راستہ ہے جس کو ائمہ محدثین نے اختیار کیا، زندگی بھر ذخائر حدیث کی حفاظت کرنے والوں نے جن تحقیقات کو اختیار کیا، وہ کیوں کر حدیث کے خلاف ہو سکتی ہیں؟

مرویات امام اعظم کی اہمیت:

امام موفق رضی اللہ عنہ نے اسمعیل بن بشر کے حوالہ سے لکھا ہے:

قال: کنا فی مجلس المکی فقال حدثنا ابو حنیفہ فصاح رجل غریب حدثنا عن ابن جریج ولا تحدثنا عن ابی حنیفہ فقال المکی انا لاندث السفهاء حرمت علیک ان تکتب عنی قم من مجلسی فلم یحدث حتی اقیم الرجل من مجلسه ثم قال حدثنا ابو حنیفہ ومرفیہ (۱)

اسمعیل بن بشر نے کہا: ہم حضرت مکی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں موجود تھے، آپ نے فرمایا کہ ہمیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی، مجلس سے ایک اجنبی شخص کہنے لگا: ہمیں بجائے ابو حنیفہ کے ابن جریج کی حدیث بیان کیجیے! تب امام مکی بن ابراہیم نے جلال کے عالم میں فرمایا: ہم بے ادب اور نادانوں کو درس نہیں دیتے، آپ نے اس وقت تک درس حدیث موقوف کر دیا جب تک کہ اس کو مجلس سے نہ نکال دیا گیا جب وہ چلا گیا تو آپ امام اعظم سے مروی احادیث شریفہ بیان فرمانے لگے۔

(۱) مناقب الامام الاعظم للموفق، ج ۱، ص ۲۰۴

امام اعظم کے ایک شاگرد سے صحاح ستہ وغیرہ میں دو ہزار چار سو چھیانوے احادیث مروی:

امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد محدث عبد الرزاق جن کی نسبت دنیائے علم جانتی ہے کہ آپ علم حدیث شریف میں مہارت تامہ رکھتے تھے جن سے صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، ونیز مسند احمد بن حنبل اور سنن دارمی، ان آٹھ کتابوں میں ۲۴۹۶ روایات موجود ہیں۔ اس سے امام اعظم کے علم حدیث میں اعلیٰ مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ شاگرد کی یہ شان ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان کے شاگرد ہیں، ائمہ محدثین ان سے حدیث لیتے ہیں تو استاذ کی علمی شان کیا ہوگی۔

ان اصحاب الکتب الثمانية: البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابو داؤد وابن ماجہ واحمد والدارمی. روى عن عبد الرزاق بواسطة شیوخهم ما عدا احمد فروى عنه مباشرة احيانا، وكان مجموع روايتهم بواسطة شیوخهم عن عبد الرزاق هوست وتسعون حديثا واربع مائة بعد الالفين حديثا ۴۹۶۶. (۱)

امام اعظم کے جس شاگرد محدث عبد الرزاق سے اس قدر کثرت سے روایات صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں آئی ہیں وہ خود امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مداح ہیں، علم حدیث میں امام اعظم کی یہ شان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ اور دیگر محدثین کے استاذ امام اعظم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مصنف میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث شریفہ روایت کی ہیں۔

امام اعظم نے کتاب و سنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا، شیخ ابن حزم کی وضاحت:

شیخ ابن حزم ظاہری نے بھی امام اعظم کے طریقہ استدلال کے سلسلہ میں واضح طور پر بیان کیا کہ آپ کتاب و سنت کے خلاف کبھی کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتے اور نہ اقوال صحابہ کے سوا کوئی رائے رکھتے تھے، انہوں نے امام اعظم کے اس قول کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

ما جاء عن الله تعالى فعلى الرأس والعينين، وما جاء عن رسول الله ﷺ فسمعا وطاعة، وما جاء عن الصحابة (رضي الله عنهم)، تخيرنا من أقوالهم ولم نخرج عنهم، وما جاء عن التابعين، فهم رجال ونحن رجال، فلم ينكر عن نفسه مخالفة التابعين، وإنما لم ير الخروج عن أقوال الصحابة توقيرا لهم. (۲)

(۱) الامام ابو حنیفہ النعمان محدثا فی کتب المحدثین، لمحمد نور سوید، ص: ۵۸

(۲) الاحکام لابن حزم، فصل فیمن قال ما لا یعرف فیہ خلاف

اللہ تعالیٰ نے جو نازل فرمایا ہے وہ سر آنکھوں پر ہے، اور جو حضرت رسول کریم ﷺ سے مروی ہے، اُسے ہم بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں اور صحابہ کرام سے جو مختلف اقوال منقول ہیں، ہم نے انہی میں سے کسی قول کو اختیار کیا ہے اور ہم نے کبھی ان کے خلاف نہیں کیا اور جو تابعین سے منقول ہے تو وہ تابعی ہیں اور ہم بھی تابعی ہیں۔ اس طرح آپ نے تابعین سے اختلاف کو رو رکھا اور یہ حقیقت ہے کہ امام اعظم نے صحابہ کرام کا احترام کرتے ہوئے ان کے اقوال نظر انداز کرنے کو جائز نہیں رکھا۔

گویا امام اعظم فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے جوار شادات ہم تک آئے ہیں وہی ہمارا سرمایہ ہیں، مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے بعد میری کیا مجال کہ اپنی رائے کو پیش کروں، حبیب کریم ﷺ کا ارشاد سامنے ہوتا ہے تو سر جھکا دیتا ہوں، جبینِ نیاز کو خم کر دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان، میری کیا مجال کہ سرمو بھی اختلاف کر سکوں۔

حبیب کریم ﷺ کے ارشادات کے سامنے میں نے اپنی جبین کو خم کر دیا اسی کو سرمایہ بنایا اور اسی کی بنیاد پر مسئلہ بتا دیا اور جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال آتے ہیں ان کی تعظیم بجالاتے ہوئے میں انہی میں سے ایک قول کو اختیار کرتا ہوں، صحابہ کے اقوال سے ہٹ کر کسی اور کے قول پر مسئلہ نہیں بتاتا، یعنی سب سے پہلا مصدر تو کتاب اللہ ہے دوسرا مصدر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتیں، تیسرا مصدر صحابہ کرام کے آثار ہیں، یہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کا سرمایہ ہے، اسی پر آپ کے مسائل کی بنیاد و اساس ہے، آپ کے بیان کردہ مسائل کے دلائل یہی ہیں۔

پھر فرمایا ”وما جاء عن غیرہم فہم رجال ونحن رجال“ صحابہ کے علاوہ کسی کی رائے ہوتی ہے کوئی بات خود تابعین کی بیان کردہ ہوتی ہے تو وہ بھی تابعین ہیں اور میں بھی تابعی ہوں، جس طرح انھوں نے قیاس کیا ہے میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

**امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تراسی ہزار مسائل مستنبط کیے:** امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مبارک زندگی زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، خوف و خشیت اور تقرب و انابت میں گزاری، جس کی بدولت خالق کائنات نے آپ کے سینہ اقدس کو علم فقہ کے لیے کھول دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی قوت حافظہ، طاقت استدلال اور ملکہ استنباط عطا فرمایا، آپ نے بفیضانِ مصطفوی کتاب و سنت سے، تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل مستنبط فرمائے ہیں، امام اعظم نے کتاب و سنت کے مقابل کبھی اپنی رائے نہیں پیش کی، بلکہ آپ نے کتاب و سنت ہی سے مسائل کا حل نکالا ہے۔

**امام بخاری کی توثیق کرنے والے محدثین نے بھی فقہ حنفی کو معتبر مانا ہے:**

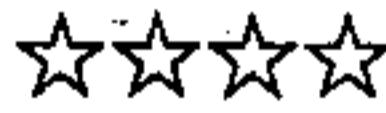
حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ عظیم محدث اور نقد و جرح اور تعدیل کے امام ہیں ان کا پایہ علمی اس قدر مستحکم تھا کہ ان کی نسبت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”کل حدیث لا یعرف ابن معین فلیس ہو بحدیث“ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہیں جانتے وہ فی الواقع حدیث ہی نہیں۔

ایسے جلیل القدر محدث امام اعظم کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے: والفقہ فقہ ابی حنیفہ علیٰ هذا ادرکت الناس. معتبر و مستند فقہ امام اعظم کی فقہ ہے، اس پر میں نے اپنے دور کے محدثین کرام کو عمل کرتے ہوئے پایا ہے۔<sup>(۱)</sup>

امام اعظم کی فقہ کو معتبر و مستند قرار دینے والے یحییٰ بن معین ان ائمہ حدیث میں سے ایک ہیں جن کے سامنے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تالیف کرنے کے بعد پیش کی تھی، جب انھوں نے تصدیق کی اور سند تصویب عطا فرمائی تب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بازار علم میں پیش کیا، جس کی صراحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمتہ فتح الباری میں فرمائی ہے۔ اگر امام اعظم کے پیروکاروں کو بدعتی، گمراہ یا مشرک کہا جائے تو امام بخاری پر اعتراض وارد ہو گا کہ انھوں نے گمراہ اور بدعتی محدثین سے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں، اس طرح امام بخاری اور آپ کی کتاب کی فنی حیثیت بھی مجروح ہو جاتی ہے، اس لیے ہم ازراہ خیر خواہی مشورہ دیتے ہیں کہ اس طرح اختلاف و انتشار کا شکار ہونے کے بجائے اکابر پر کامل اعتماد و اعتبار کرتے ہوئے ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا جائے، اگر کسی کو ائمہ مجتہدین کی فقہی تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے اور وہ اپنی تحقیق پر عمل چاہتا ہے تو وہ اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تاہم جو لوگ ائمہ کے بیان کردہ قرآن و حدیث سے ماخوذ فقہی مسائل پر عمل کر رہے ہیں انہیں نشان ملامت نہ بنایا جائے۔

آج اعدائے دین مختلف جہتوں سے دین اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں، تمام صلاحیتوں کو جمع کر کے ان کے رکیک حیلوں کا جواب دینا وقت کا اہم تقاضا ہے، بجائے اس کے باہم ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرنا شرعاً بھی درست نہیں اور عقلاً بھی درست نہیں، دین و دیانت کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اس طریقہ کو بالکل ترک کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، خیر و بھلائی کو اپنانے اور بدی و برائی سے اجتناب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سیدنا طہ و یس صلی اللہ تعالیٰ وبارک و سلم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.



(۱) وفيات الاعيان، حرف النون، الامام ابو حنیفہ. الوافی بالوفیات، حرف النون، الامام ابو حنیفہ. تاریخ

بغداد، باب النون، مناقب ابی حنیفہ. حقیقۃ الفقہ، ج ۲، ص ۴۱



## رفع یدین اور فقہ حنفی

محمد وسیم اصغر خاں اشرفی، ناظم اعلیٰ مدرسہ اشرفیہ قطیفہ، ۱/۲۹ تجلاروڈ، کولکاتا ۷۱

رفع یدین کا مسئلہ ان معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جن پر ہر زمانے میں بڑی بحثا بحثی، اختلاف و نزاع اور گرم بازاری رہی ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث نے اس پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”الجزء فی رفع الیدین“ رکھا، اسی طرح محمد بن نصر مروزی، بیہقی، شیخ عمید الدین اتقانی، محمود بن احمد قونوی، تقی الدین سبکی اور ابن قیم وغیرہ نے اس پر مستقل رسالے لکھے۔ محمد زاہد کوثری کہتے ہیں: ”وہذا البحث طویل الذیل الفت فیہ کتب خاصۃ من الجانبین“ اس بحث کا دامن بڑا لمبا ہے اس میں ہر دو جانب سے مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فریقین میں سے بعض حضرات نے اس پر بڑی شدت سے کام لیا۔ لہذا کسی نے رفع یدین کی وجہ سے نماز کو فاسد قرار دیا، کسی نے نہ کرنے کی وجہ سے نماز کو فاسد یا مکروہ کہہ دیا خود امام بخاری اس مسئلہ میں مسلکی تشدد کے شکار ہو گئے اور لکھ بیٹھے: ”انہ لم یثبت عن احد من اصحاب رسول اللہ ﷺ انہ لم یرفع یدیه“ کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے رفع یدین نہ کیا ہو حالانکہ صحیح یہ ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف دو تفسیروں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عبادات میں تنوع کا اختلاف ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا نہ کرنا دونوں سنت سے ثابت ہے البتہ مالکیہ اور احناف کے نزدیک رفع یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح حاصل ہے جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔

رفع یدین کا معنی: نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔

رفع یدین کی صورتیں اور فقہی مذاہب:

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، اس کی مشروعیت پر فرقہ زیدیہ کے علاوہ سب

کا اتفاق ہے۔

(۲) سجدہ میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا، اس کے متروک ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

(۳) رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(الف) شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان دونوں مواقع پر رفع یدین افضل ہے۔

(ب) حنفیہ اور بقول صحیح مالکیہ کے نزدیک ان دونوں جگہوں پر رفع یدین نہ کرنا افضل ہے۔  
**قابل توجہ امور:** رفع یدین کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف افضلیت و عدم افضلیت کا اختلاف ہے،  
 جواز و عدم جواز بلفظ دیگر فساد اور عدم فساد کا اختلاف نہیں ہے۔

اگر کسی نے رفع یدین کر لیا تو اس کی وجہ سے فقہ حنفی کے مطابق نماز فاسد نہیں بلکہ خلاف اولیٰ ہوتی ہے۔

اگر کسی نے رفع یدین نہیں کیا تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں بلکہ خلاف اولیٰ ہوتی ہے۔

رفع یدین کے بارے میں ائمہ کا اختلاف احادیث و آثار کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے۔

رفع یدین کے بارے میں احادیث تین طرح کی ہیں:

(۱) وہ حدیثیں جو رفع یدین کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۲) وہ حدیثیں جو رفع یدین کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳) وہ حدیثیں جو رفع یدین کے ذکر سے خالی ہیں۔

فقہ حنفی میں اور فقہ مالکی میں رفع یدین کے ترک کا جو قول کیا گیا ہے، اس کی بنیاد ان احادیث و آثار کے راجح ہونے پر ہے جو رفع یدین کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ان حضرات نے اپنی رائے اور اپنے قیاس پر بھروسہ کرتے ہوئے رفع یدین کو غیر افضل قرار دیا ہے۔

**رفع یدین کی نفی پر حدیثیں:** اس باب میں ہم نے دو طرح کی حدیثوں کو جمع کیا ہے: (۱) وہ حدیثیں جو رفع یدین کے ذکر سے خالی ہیں۔ (۲) وہ حدیثیں جو رفع یدین کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

**رفع یدین کی نفی پر بخاری و مسلم کی روایات:** (۱) مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں:

صلیت خلف علی بن ابی طالب انا و عمران بن حصین فکان اذا سجد کبر، و اذا رفع راسه کبر، و اذا نهض من الركعتین کبر، فلما قضی الصلاة اخذ بیدی عمران بن حصین فقال قد ذکرنی هذا صلاة محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوقال لقد صلی بنا صلاة محمد ﷺ (۱)

ترجمہ: میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب کی اقتدا میں نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی، جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی، اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی، جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز یاد کرا دی یا فرمایا کہ انہوں نے ہمیں محمد ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی۔

(۲) حضرت ابو سلمہ کہتے ہیں:

(۱) صحیح البخاری: کتاب الاذان، باب اتمام التکبیر فی السجود، ج: ۱، ص: ۱۰۸

عن ابی ہریرۃ انہ کان یصلی بہم فیکبر کلما خفض ورفع فاذا انصرف قال انی لاشبہکم صلاۃ برسول اللہ ﷺ (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما انھیں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں میری نماز رسول خدا ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔  
(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

کلمی رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلاۃ یکبر حین یقوم، ثم ینکبر حین یرکع، ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعة، ثم یقول وهو قائم ربنا لک الحمد ثم ینکبر حین ینہی، ثم ینکبر حین یرفع راسہ ثم ینکبر حین ینسجد، ثم ینکبر حین یرفع راسہ ثم ینفعل ذلک فی الصلاۃ کلما حتی یقضیہا و ینکبر حین یقوم من الثنتین بعد الجلوس۔ (۲)

ترجمہ: رسول خدا ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب کہ رکوع سے پیٹھ کو سیدھی کرتے، پھر سیدھے کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہتے، پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے، پھر سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری نماز ہو جاتی اور جب دو رکعتوں میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔

(۲) ابو بکر بن عبد الرحمن اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے:

ان ابا ہریرۃ کان ینکبر فی کل صلاۃ من المکتوبۃ وغیرہا فی رمضان وغیرہ، فیکبر حین یقوم ثم ینکبر حین یرکع، ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یقول ربنا لک الحمد قبل ان ینسجد ثم یقول اللہ اکبر حین ینہی ساجدا، ثم ینکبر حین یرفع راسہ من السجود، ثم ینکبر حین ینسجد ثم ینکبر حین یرفع راسہ من السجود، ثم ینکبر حین یقول من الجلوس فی الاثنتین، ویفعل ذلک فی کل رکعة حتی یفرغ من الصلوۃ ثم یقول حین ینصرف والذی نفسی بیدہ انی لا قربکم شہا بصلاۃ رسول اللہ ﷺ ان کانت ہذہ لصلاتہ حتی یفارق الدنیا۔ (۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ فرض نماز ہوتی یا دو سہری، ماہ رمضان میں ہوتی یا غیر رمضان میں ہوتی، جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے، پھر

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۱۰۸، مسلم شریف: کتاب الصلاۃ

(۲) بخاری: ۱/ ۱۰۶، مسلم: کتاب الصلاۃ

(۳) بخاری شریف: ۱۱۰/۱



سجدہ کرنے سے قبل ربنا لک الحمد کہتے، پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے، پھر فارغ ہونے پر فرماتے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری نماز تم میں سب سے زیادہ رسول خدا ﷺ کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور ﷺ نے تادم وصال اسی طریقے پر نماز ادا کی۔

(۵) عن محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالساً مع نفر من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فذكرنا صلاة النبي ﷺ قال ابو حميد الساعدي انا كنت احفظكم لصلاة رسول الله ﷺ رايته اذا كبر جعل يديه حذو منكبيه واذ ركع امكن يديه من ركبتيه ثم هصر ظهره فاذا رفع راسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه واذ اسجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضها واستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة فاذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى فاذا جلس في الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الآخرة وقعد على مقعده. (۱)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہم نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی نماز محفوظ ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کیا، جب آپ نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا، پھر اپنی پیٹھ کو برابر کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی اپنی جگہ پر قرار پکڑ لیا، پھر آپ نے سجدہ کیا، آپ نے ہاتھوں کو رکھانہ ہاتھوں کو بچھایا نہ پکڑا، اپنے پیر کی انگلیوں کے پور کو قبلہ کی طرف کیا اور جب آپ دو رکعت پر بیٹھے تو بائیں پیر پر بیٹھے اور دوسرے پیر کو کھڑا کیا اور اپنی مقعد پر بیٹھے یعنی مقعد کو بائیں پیر پر رکھا۔

بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا روایتوں میں حضور ﷺ کی صفت نماز کا بیان ہے جو رکوع کے وقت رفع یدین کے ذکر سے خالی ہیں لہذا یہ تمام تر روایتیں اشارۃ النص کے طریقے پر اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت صرف تکبیر کہا کرتے تھے، رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مزید برآں یہ کہ چوتھے نمبر کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہ لفظ ”حتی فارق الدنيا“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ابتداً رفع یدین کیا ہو تو ہو ورنہ آپ کا آخری عمل رفع یدین کا ترک تھا۔

(۶) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

”خرج علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا یدینا فی الصلوة فقال ما بالهم رافعین ایدیم

(۱) بخاری: ۱/ ۱۱۴، صحیح مسلم: کتاب الصلاة

في الصلاة كأنها ذناب الخيل الشمس اسكنوا في الصلاة“ (۱)

ترجمہ: حضور ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے اور ہم لوگوں کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز سکون سے ادا کیا کرو۔

**حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث پر اعتراض:** حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث میں سلام کے وقت رفع یدین سے منع کیا گیا ہے نہ کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین سے روکا گیا ہے لہذا اس حدیث سے رفع یدین کی نفی پر استدلال درست نہیں ہے۔

**اعتراض کا جواب:** اصل میں اس باب میں حضرت جابر بن سمرہ سے دو حدیثیں مروی ہیں جن میں ایک کا تعلق سلام کے وقت رفع یدین کی نفی سے ہے جب کہ دوسرے کا تعلق دوران نماز رفع یدین کی نفی سے ہے۔ وہ حدیث جس میں دوران نماز رفع یدین سے روکا گیا ہے، اوپر گزری۔ رہ گئی وہ حدیث جس میں سلام کے وقت رفع یدین سے روکا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

”صلیت مع رسول اللہ ﷺ فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم السلام علیکم فنظر الینا رسول اللہ ﷺ فقال ما شأنکم تشیرون بایدیکم كأنها ذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبه ولا یؤمی بیده“ (۲)

ان دونوں حدیثوں کے راوی اگرچہ ایک ہیں اور محدثین نے دونوں کو ایک باب کے تحت ذکر کیا ہے تاہم تین قرینے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دونوں حدیثوں کا تعلق الگ الگ مسئلہ سے ہے۔

**پہلا قرینہ:** رفع یدین کی نفی والی حدیث میں ہے:

”خرج علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا ايدينا في الصلاة“

جب کہ سلام والی حدیث میں ایسا نہیں ہے۔

**دوسرا قرینہ:** رفع یدین کی نفی والی حدیث میں ہے:

”ما بالهم رافعي ايديهم في الصلوة كأنها ذناب خيل شمس“

جب کہ سلام والی حدیث میں فی الصلوة کا لفظ نہیں ہے۔

**تیسرا قرینہ:** رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے:

(۱) سنن ابی داؤد: باب السلام بالایدی فی الصلوة

(۲) صحیح مسلم: باب الامر بالسلکون فی الصلوة

”اسکنوا فی الصلوٰۃ“

تم نماز میں رفع یدین نہ کرو بلکہ سکون اختیار کرو۔

بہر کیف حضرت جابر بن سمرہ کی دونوں حدیثیں الگ الگ مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں، لہذا اسلام والی حدیث کو لے کر رفع یدین کی نفی والی حدیث پر اعتراض درست نہیں ہے۔

## ترکِ رفع یدین کی حدیثیں صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں:

(۷) علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ فصلی فلم یرفع یدیہ الامرۃ واحده۔<sup>(۱)</sup>

کیا میں تمہیں رسول خدا ﷺ کی نماز ادا کر کے نہ دکھاؤں؟ لہذا آپ نے نماز ادا کی اور ایک بار کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ فرمایا۔

اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ نسائی نے اپنی سنن میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں تخریج کی اور اسے حسن قرار دیا جب کہ ابن قطن مغربی، ابن حزم اندلسی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۸) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔<sup>(۳)</sup>

بے شک رسول خدا ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ اٹھا کر کانوں کے قریب کرتے پھر رفع یدین دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

## ترکِ رفع یدین اور صحابہ کرام

حضرت عمر بن خطاب کا عمل: ”عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلوٰتہ الا حین افتتح الصلاۃ“۔

یعنی اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، انھوں نے شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھایا۔<sup>(۴)</sup>

(۱) سنن ابوداؤد

(۲) حاشیہ ترمذی: ۱/ ۶۸

(۳) سنن ابوداؤد: باب من یذکر الرفع عند الركوع

(۴) مصنف ابن ابی شیبہ: باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود

**حضرت علی کا عمل:** "عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاة ثم لا یعود"

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد نہ اٹھاتے۔<sup>(۱)</sup>

**حضرت براء بن عازب کا عمل:** "عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب مثله وزاد قال مرة واحدة ثم لا یعود لرفعها فی تلك الصلاة"۔<sup>(۲)</sup>

عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب سے بھی اسی قسم کی روایت آتی ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ ایک مرتبہ ہاتھ اٹھایا پھر نماز میں کہیں ہاتھوں کے اٹھانے کا اعادہ نہیں کیا۔

**حضرت عبداللہ بن مسعود کا عمل:** "عن ابراہیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لا یرفع بعد"۔<sup>(۳)</sup>

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود صرف نماز کے اول میں ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد نہ اٹھاتے۔

**حضرت عبداللہ بن عمر کا عمل:** "عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولى من الصلاة"۔<sup>(۴)</sup>

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ نہ اٹھایا۔

**حضرت عبداللہ بن عباس کا عمل:** حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

"لا ترفع الا یدی الا فی سبع مواطن اذا قام الی الصلاة واذا رای البیت وعلی الصفا والمروة وفی عرفات وفی جمع وعند الجمار"۔<sup>(۵)</sup>

یعنی اپنے ہاتھوں کو سوائے سات مقاموں کے نہ اٹھاؤ: (۱) جب نماز کے لیے کھڑے ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھو (۳) اور جب صفا پر چڑھو (۴) اور مروہ پر چڑھو (۵) اور عرفات میں (۶) اور مزدلفہ میں (۷) اور جمرات کو کنکریاں مارتے وقت۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود

(۲) مصنف عبدالرزاق: ۷۱/۲

(۳) مصنف عبدالرزاق: ۷۱/۲

(۴) طحاوی: باب التکبیرات

(۵) مصنف ابن عبدالرزاق، حاکم، ویبہقی

**عشرہ مبشرہ کا عمل:** علامہ عینی علامہ کاسانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”روی عن ابن عباس انه قال العشرة الذين شهد لهم رسول الله ﷺ بالجنة ما كانوا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلاة“<sup>(۱)</sup>

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہ دس صحابہ جنہیں حضور نے جنت کی بشارت دی وہ پہلی تکبیر کے علاوہ نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے۔  
امام ترمذی لکھتے ہیں:

”وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي ﷺ والتابعين وهو قول سفیان واهل الكوفة“<sup>(۲)</sup>

رفع یدین کا قول صحابہ و تابعین میں سے کئی اہل علم کا ہے اور اسی کے قائل سفیان ثوری اور اہل کوفہ ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث و آثار اور معمولات صحابہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں اور مقامات پر رفع یدین نہ کرنا صرف احناف کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہی طریقہ حضور ﷺ کا تھا اور اسی پر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم کا عمل تھا۔ لہذا آج کے بعض غیر مقلدین کا رفع یدین کے ترک کو غیر مسنون قرار دینا اور پھر اس مسئلہ کو لے کر احناف پر طعن و تشنیع کرنا یہ ان کے تعصب و عناد اور امام اعظم ابو حنیفہ سے ان کے دلی بغض و عدوات کو ظاہر کرتا ہے۔

## رفع یدین کی نفی پر اعتراضات اور ان کے جواب

**حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث پر اعتراض:** امام بخاری نے حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث کو ”باب سنة الجلوس في التشهد“ کے تحت ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تشہد میں بیٹھنا سنت ہے لہذا اس سے رفع یدین کی نفی پر استدلال کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟

**اعتراض کا جواب:** یہ اعتراض غیر علمی ہے کہ ترجمۃ الباب کے تحت جو حدیث لائی گئی ہے، اس سے کوئی دوسرا مسئلہ ثابت نہیں ہو گا کیوں کہ حدیث کا ایک عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ بعض اوقات ایک حدیث سے کئی کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں مگر عنوان کسی ایک مسئلہ کے مطابق ہوتا ہے۔

(۱) عمدة القاری: ۵/ ۲۷۲

(۲) ترمذی: ۱/ ۵۹

**حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث پر اعتراض:** اس حدیث کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور عاصم بن کلیب ضعیف راوی ہیں یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن مبارک اس حدیث کے تعلق سے کہتے ہیں ”لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرة“ عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث کہ نبی کریم ﷺ نے پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع یدین نہیں فرمایا۔ ثابت نہیں۔

**اعتراض کا جواب:** علامہ دین العید کہتے ہیں:

”کیف یعلل ابن المبارک حدیث ابن مسعود والحال انه یدور علی عاصم بن کلیب وهو من رواة مسلم“ (۱)

عبداللہ بن مبارک نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث کو کیسے معلول قرار دے دیا جب کہ اس کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور عاصم بن کلیب مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔

**عاصم بن کلیب کی ثقاہت پر محدثین کی شہادتیں:**

عجلی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ (۲)

ابو حاتم بسستی انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔ (۳)

ابن سعد کہتے ہیں: وہ ثقہ اور حجت ہیں اور ان کی حدیثیں زیادہ نہیں ہیں۔ (۴)

ذہبی کہتے ہیں: وہ فاضل تھے، عابد تھے اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۵)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: ان کی حدیث میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۶)

ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

احمد بن صالح انھیں ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ (۷)

نسائی انھیں ثقہ کہتے ہیں۔ (۸)

(۱) حاشیہ ترمذی: ۶۸/۱

(۲) الثقات للعجلی: ۲۴۲

(۳) الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۶/۳۵۰

(۴) الطبقات الکبریٰ: ۶/۳۴۱

(۵) تاریخ الاسلام: ۳/۶۷۴

(۶) تہذیب التہذیب: ۵/۵۶

(۷) تہذیب التہذیب: ۵/۵۶

(۸) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ۱۳/۵۳۸

ابوحاتم بستی کہتے ہیں: وہ کوفہ کے ان حضرات میں سے تھے جن کا حفظ و ضبط مضبوط تھا۔<sup>(۱)</sup>  
ذہبی نے ان کا ذکر اپنے رسالہ ”من تکلم فیہ وہ موثق“ میں لیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان راویوں میں سے ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔  
براء بن عازب کی حدیث پر اعتراض: اس حدیث سے رفع یدین کے ترک پر استدلال درست نہیں ہے کیوں کہ یہ حدیث بھی ضعیف ہے چنانچہ ابوداؤد اس حدیث کی تخریج کے بعد کہتے ہیں ”هذا الحدیث لیس بصحیح“ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

**جواب اول:** ابوداؤد نے اس حدیث کو تین طرق سے روایت کیا ہے جن میں سے تیسرے طریق میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جو کمزور راوی ہیں، ابوداؤد نے ”هذا الحدیث لیس بصحیح“ کہہ کر اسی طریق کی تضعیف کی ہے جب کہ شروع کے دو طرق کی سند پر انھوں نے کوئی کلام نہیں کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ حدیث اگرچہ تیسرے طریق کے اعتبار سے سنداً صحیح نہیں ہے مگر اس حدیث کا مضمون بالکل صحیح اور درست ہے۔  
**جواب ثانی:** کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ وہ ضعیف ہو کیوں کہ صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن بنفسہ اور حسن لغیرہ کا درجہ بھی موجود ہے اور ابوداؤد نے صحت کا انکار کیا ہے نہ کہ ضعیف ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

**جواب ثالث:** ابوداؤد کا کہنا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے جرح مبہم ہے کیوں کہ انھوں نے صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ کون سا راوی ضعیف ہے اور کیوں ضعیف ہے اور جرح مبہم معتبر نہیں ہے۔  
**اعتراض:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

”رایت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوة یرفع یدیه حتی یحاذی منکیبہ واذارکع واذارفع رأسہ من الرکوع“۔

میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو شانوں تک اٹھاتے، جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر کو اٹھاتے۔ [ترمذی]  
یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ حضور نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین فرمایا۔

**اعتراض کا جواب:** انصاف کی بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ رفع یدین کے بارے میں احادیث و آثار مختلف ہیں بعض حدیثیں ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض حدیثیں نفی پر دلالت کرتی ہیں جب کہ بعض حدیثیں رفع یدین کے ذکر سے خالی ہیں اور یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب احادیث و آثار متعارض ہوں

(۱) مشاہیر علماء الامصار: ۱/ ۲۶۰

تو اس وقت چار طریقوں میں کسی ایک طریقے پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۱) تطبیق کے طریقے پر یعنی ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ دونوں طرح کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(۲) ترجیح کے طریقے پر یعنی جن احادیث کا راجح ہونا ثابت ہو جائے ان پر عمل کیا جائے اور جو مرجوح ہو انہیں چھوڑ دیا جائے۔

(۳) نسخ کے طریقے پر یعنی تاریخی طور پر یہ پتا کیا جائے کہ کون سی حدیث پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی ہے جو پہلے کی ہو اسے چھوڑ دیا جائے اور جو بعد کی ہو اس پر عمل کیا جائے۔

(۴) تساوق کے طریقے پر یعنی جب مذکورہ بالا کسی بھی طریقے کو اختیار نہ کیا جاسکے تو ایسی صورت میں آثار و تعامل صحابہ کی طرف رجوع کیا جائے ورنہ قیاس کی جانب۔

احناف نے اس مسئلہ میں مختلف وجوہات کی بنا پر رفع یدین کی نفی والی حدیثوں کو ترجیح دی ہے اور اسی بنا پر رفع یدین نہ کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔

## رفع یدین کی نفی والی حدیث کو راجح قرار دینے کی وجہیں

**پہلی وجہ:** رفع یدین کی نفی پر حدیثیں نص قرآنی کے زیادہ موافق ہیں کیوں کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”وقوموا للہ قانتین“ یعنی اللہ کے لیے سکون و اطمینان سے کھڑے رہو۔

**دوسری وجہ:** رفع یدین کی نفی پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث اصل الباب کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ رفع یدین کے ثبوت پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اصل الباب کی حیثیت حاصل ہے، ان دونوں حدیثوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت اختلاف و اضطراب سے خالی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بھی اختلاف ہے اور ان کے عمل میں بھی اختلاف ہے لہذا چوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث اور ان کا عمل اختلاف و اضطراب سے خالی ہے اسی وجہ سے احناف نے ان کی حدیث کو ترجیح دی ہے اور رفع یدین کی نفی کا قول کیا ہے۔

**حدیث عبداللہ بن عمر میں اختلاف و اضطراب کا بیان:** (۱) امام مالک نے ”المدونة الكبرى“ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک حدیث مرفوع اس طرح روایت کی ہے کہ اس میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے، اسی طرح امام بیہقی نے خلافت میں حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت کا ذکر کیا ہے اس میں بھی صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کا اعادہ نہیں فرمایا۔

(۲) امام مالک نے ”موطا“ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جب کہ رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔



(۳) صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اس طرح آئی ہے کہ اس میں تکبیر تحریمہ، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تینوں موقعوں پر رفع یدین کا ذکر ہے۔

(۴) صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ اس میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، ایک تکبیر تحریمہ کے وقت، دوسرے رکوع میں جاتے وقت، تیسرے رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور چوتھے تیسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت۔

(۵) امام بخاری نے ”الجزء فی رفع الیدین“ میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے اس طرح روایت کی ہے جس میں پانچ مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے چار تو وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور پانچویں سجدہ میں جاتے وقت۔

### حضرت عبداللہ بن عمر کے عمل میں اختلاف: (۱) مجاہد کہتے ہیں:

”ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح“<sup>(۱)</sup>

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔  
(۲) نافع کہتے ہیں:

”ان ابن عمر کان اذا دخل الصلوۃ کبیر ورفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیه واذا قام من الرکعتین رفع یدیه ورفع ذلك ابن عمر الی النبی ﷺ“<sup>(۲)</sup>

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور اس فعل کی نسبت حضور ﷺ کی جانب فرماتے۔

**ترجیح کی تیسری وجہ:** احادیث کے باہم متعارض و متضاد ہونے کی صورت میں تعامل صحابہ کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے لہذا اس حیثیت سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ جنہیں تمام صحابہ کے علوم کا خلاصہ کہا جاتا ہے یعنی حضرت عمر فاروق، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کا عمل یہ ہے کہ انہوں نے رفع یدین نہیں فرمایا۔  
**چوتھی وجہ:** اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا تعامل یہ تھا کہ وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے جب کہ دوسرے شہروں میں کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں طرح کے لوگ موجود تھے۔

**پانچویں وجہ:** رفع یدین والی حدیث، حرکت یعنی بار بار ہاتھ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے جب کہ نفی والی حدیث، سکون یعنی بار بار ہاتھ نہ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے اور نماز کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے افعال حرکت سے سکون کی طرف منتقل ہوئے ہیں جیسا کہ نماز میں پہلے کلام کی اجازت تھی بعد میں اس کا حکم

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود

(۲) بخاری شریف: ۱ / ۱۰۲

منسوخ ہو گیا، پہلے عمل کثیر مفسد نماز نہ تھا جب کہ بعد میں اسے مفسد قرار دیا گیا، اسی طرح پہلے التفات جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا بہر کیف رفع یدین والی حدیث کا حرکت پر دلالت کرنا اور نفی والی حدیث کا سکون پر دلالت کرنا اس بات کا متقاضی ہے کہ ترجیح نفی والی حدیث کو حاصل ہو۔

**اعتراض:** حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

”ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع يديه واذ ركع واذ رفع رأسه من الركوع وكان لا يفعل ذلك في السجود فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله تعالى“

حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین فرماتے، جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین فرماتے اور آپ نے نماز ہمیشہ اسی صفت پر ادا کی یہاں تک کہ آپ اپنے رب سے جا ملے۔ [بیہقی]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا آخری عمل رفع یدین کا تھا لہذا رفع یدین کی حدیث کو منسوخ قرار دینا درست نہیں ہے۔

**اعتراض کا جواب:** حدیث میں ”فما زالت تلك صلوته“ کی زیادتی انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ہے لہذا یہ حدیث قطعاً قابل التفات نہیں ہو سکتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک راوی عصمہ بن محمد انصاری جس کے متعلق ابو حاتم بستی نے کہا ”لیس بقوی“ یہ راوی قوی نہیں ہے، یحییٰ بن معین نے کہا ”کذاب يضع الحدیث“ یہ شخص جھوٹا ہے حدیثیں وضع کرتا ہے۔ عقیلی نے کہا ”یحدث بالبواطیل عن الثقات“ باطل حدیثیں بیان کرتا ہے اور منسوب ثقہ راویوں کی طرف کرتا ہے، دارقطنی نے کہا متروک ہے۔

**ترجیح کی چھٹی وجہ:** رفع یدین کی نفی پر فعلی حدیثیں بھی موجود ہیں اور قولی بھی یعنی یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا بلکہ چھوڑ دیا تھا اور یہ بھی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے رفع یدین سے منع کیا۔ جب رفع یدین کے ثبوت پر ایک بھی ایسی حدیث موجود نہیں ہے جس میں حضور ﷺ نے رفع یدین کا حکم فرمایا ہو یا آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس کے کرنے کی ترغیب دلائی ہو لہذا چوں کہ رفع یدین کی نفی پر قولی و فعلی دونوں طرح کی حدیثیں ہیں اس لیے احناف نے رفع یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح دی ہے۔

**ترجیح کی ساتویں وجہ:** رفع یدین کی نفی والی حدیث کے راوی ائمہ ہیں اس لیے احناف نے اس مسئلہ میں رفع یدین کی نفی والی حدیث کو ترجیح دی ہے کیوں کہ قاعدہ ہے کہ ائمہ راوی کی حدیث کو غیر ائمہ راوی کی حدیث پر ترجیح حاصل ہوتی ہے جس پر مندرجہ ذیل شہادتیں موجود ہیں۔

زرکشی لکھتے ہیں:

”وقد قال الاعمش حدیث یتداولہ الفقہاء خیر من حدیث یتداولہ الشیوخ“ (۱)

(۱) النکت علی مقدمة ابن الصلاح: الصلوة علی دیباجة الكتاب

اعمش کہتے ہیں وہ حدیث جو فقہاء کے درمیان متداول ہو وہ بہتر ہے اس حدیث سے جو شیوخِ محدثین کے مابین متداول ہو۔

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں:

”ولام انسان احمد فی حضور مجلس الشافعی وترکہ مجلس سفیان بن عیینة فقال له احمد اسکت فان فاتک حدیث بعلو تجده بنزول ولا یضرك وان فاتک عقل هذا الفتی اخاف ان لا تجدہ۔“<sup>(۱)</sup>

ایک شخص نے امام احمد کو اس بات پر ملامت کی کہ تم سفیان بن عیینہ کی مجلس کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس میں کیوں جانے لگے؟ امام احمد بن حنبل نے اس سے کہا چپ رہ اس لیے کہ اگر کوئی حدیث سندِ عالی کے بجائے کم مرتبے کی سند سے بھی حاصل ہو جائے تو کچھ حرج کی بات نہیں ہے ہاں اگر اس نوجوان کی فقہت فوت ہو جائے تو مجھے خوف ہے کہ پھر ایسی فقہت نہیں ملے گی۔

**نفی رفع یدین کے راوی کے افقہ ہونے پر ایک دل چسپ مناظرہ:** امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مکہ مکرمہ میں دارالحناطین میں اکٹھے ہوئے تو حضرت امام اوزاعی نے کہا: ”آپ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراٹھاتے ہوئے رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟“ حضرت امام اعظم نے فرمایا: ”کیوں کہ رفع یدین کے بارے میں حضور ﷺ سے کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں ہے جو معارض سے محفوظ ہو۔“ امام اوزاعی نے کہا: ”یہ کیسے؟ حالانکہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی، وہ سالم سے، وہ اپنے والد عبداللہ بن عمر سے کہ حضور ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراٹھاتے وقت رفع یدین فرماتے تھے۔“ اس پر امام اعظم نے فرمایا: ”ہم سے حدیث بیان کی حماد بن ابی سلیمان نے، وہ ابراہیم نخعی سے، وہ علقمہ اور اسود سے، وہ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ نماز شروع کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔“

یہ سن کر امام اوزاعی نے اعتراض کیا: ”أحدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه وتقول حدثني حماد عن ابراهيم“ یعنی میں تم سے زہری کی سند سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم مجھ سے حماد کی سند سے حدیث بنا رہے ہو؟ امام اوزاعی کے اعتراض کا منشا یہ تھا کہ میری سند عالی ہے کیوں کہ اس کی سند میں صحابی تک صرف دو واسطے ہیں ”زہری اور سالم“ جب کہ آپ کی سند میں صحابی تک تین واسطے ہیں: ”حماد، ابراہیم، علقمہ“، لہذا اعلو اسناد کی بنا پر میری روایت راجح ہے۔ اس پر امام ابو حنیفہ نے جواب دیا:

”كان حماد فقه من الزهري وكان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه وان كان لابن عمر صحبة فله فضل صحبة فالا سود له فضل كثير وعبدالله عبدالله.“

(۱) تدریب الراوی: الفائدة الثانية في حد الحافظ والمحدث

یعنی حماد فقہت میں زہری سے بڑھ کر، ابراہیم نخعی سالم سے بڑھ کر، علقمہ فقہت میں عبداللہ بن عمر سے کم نہیں یہ اور بات ہے کہ انہیں صحابیت کا شرف حاصل ہے اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رفع یدین کی نفی والی حدیث کو امام اعظم نے راجح قرار دیا ہے راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے جب کہ امام اوزاعی نے رفع یدین پر ثبوت والی حدیث کو راجح قرار دیا ہے علو اسناد کے بنا پر چنانچہ ابن ہمام اس مناظرہ کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں: "ان ابا حنیفہ رجح روايته بفقہ الرواة کما رجح الاوزاعی بعلو الاسناد" (۱)

**خلاصہ بحث:** اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراٹھاتے وقت رفع یدین کرنا یہ بھی حدیث سے ثابت ہے اور نہ کرنا یہ بھی حدیث سے ثابت ہے البتہ حنفیہ و مالکیہ حضرات کے نزدیک نہ کرنے والی حدیث کے راجح ہونے کی وجہ سے رفع یدین نہ کرنا افضل ہے۔ لہذا بعض غیر مقلدین کا یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ نماز میں رفع یدین نہ کرنا حدیث کے خلاف ہے اور صرف رفع یدین والی احادیث کو دکھا دکھا کر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرنا، حدیث کی خدمت نہیں بلکہ حدیث کے ساتھ کھلی ہوئی خیانت اور جن حضرات کی امامت و فقہت بلا تکبر مسلم الثبوت ہے، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی ایک ناپاک کوشش ہے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: "لا ترفع یدیک الا فی اول تکبیرة وان فعلت فقد فعل" (۲)  
اپنے ہاتھ کو تکبیر تحریمہ کے سوانہ اٹھا ہاں اگر تو نے ایسا کر لیا تو تحقیق کہ یہ بھی کیا گیا ہے یعنی یہ بھی حضور سے ثابت ہے۔

ابن حزم لکھتے ہیں: "فان رفعنا صلینا کما کان رسول اللہ ﷺ یصلی وان لم نرفع فقد صلینا کما کان علیہ السلام" (۳)

اگر ہم نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سراٹھاتے وقت رفع یدین کیا تو ہم نے نماز ادا کی جیسا کہ حضور نے نماز پڑھی اور اگر نہیں کیا تو بھی ہم نے نماز حضور کے طریقے پر ہی پڑھی۔ [ابن ہمام کہتے ہیں:

"واعلم ان الآثار عن الصحابة والطرق عنه ﷺ کثیرة جدا والكلام فیها واسع من جهة الطحاوی وغیره والقدر المتحقق بعد ذلك کله ثبوت رواية كل من الامرین عنه ﷺ الرفع عند الركوع وعدمه فیحتاج الی الترجیح لقیام التعارض" (۴)

(۱) مرقاة: ۲ / ۲۵۶

(۲) اختلاف العلماء للمروزی: فی رفع یدین فی الصلوٰۃ

(۳) المحلی بالآثار: مسألة رفع یدین للتکبیر مع الاحرام

(۴) فتح القدیر: باب صفة الصلوٰۃ

جان لیجیے! کہ احادیث و آثار بہت زیادہ ہیں اور طحاوی وغیرہ نے ان میں بڑی لمبی گفتگو کی ہے تاہم تمام تر گفتگو کے بعد حضور ﷺ کا رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح کی روایت ثابت ہے اور روایت کے متعارض ہونے کی صورت میں ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”فاذا اراد ان یرکع رفع یدیه حد ومنکبہ او اذنیہ וכذک ان یرفع رأسہ من الرکوع ولا یفعل ذلک فی السجود..... وهو من الھیات فعلہ النبی ﷺ مرة وترکہ مرة والکل سنة واخذ بکل واحد جماعۃ من الصحابة والتابعین ومن بعدہم وهذا احد المواضع التي اختلف فیہا اهل المدينة والکوفة ولکل واحد اصل اصیل والحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنة“ (۱)

پھر جب آپ رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے ہاتھ کو شانے یا کانوں تک اٹھاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کرتے ہاں البتہ سجدے میں ایسا نہیں کرتے۔۔۔ بہر حال یہ ان کیفیات میں سے ہے جو حضور نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا لہذا دونوں سنت ہے اور ہر ایک پر صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اور بعد کے لوگوں نے عمل کیا ہے نیز یہ کہ یہ ان مقامات میں سے ہے جس میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے پاس اپنی دلیل موجود ہے میرے نزدیک ان جیسے مقامات میں حق یہ ہے کہ دونوں سنت ہے۔

صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی اس عبارت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (۲)

نذیر میاں غیر مقلد نے لکھا ہے:

”در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مخالفت و مشامت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواهد بود زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آل حضرت ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین دریں باب موجود، لہذا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ در شرح سفر السعادت بعد بیان دلائل طرفین نوشتہ اند کہ چارہ نیست از قول سنیت ہر دو فعل۔“ (۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں آج کے فتنوں سے بچائے، ہم پر حق کے راستے کو واضح کرے اور دین کے راستے میں خاص کرجن مسائل میں شریعتِ اسلامیہ نے وسعت دی ہے ان میں بے جا تشدد و تعصب سے محفوظ رکھے۔



(۱) حجة الله البالغة: اذکار الصلوة وھیأتها المندوب الیہا

(۲) الدرر البہیہ والروضۃ الندیة: الرفع فی المواضع الاربعہ

(۳) فتاویٰ نذیریہ: ۱/ ۴۴۱



## فقہ حنفی اور قراءت خلف الامام

مولانا محمد اصغر علی مصباحی، استاذ دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر، اڈیشہ

فقہ قانون کے اس مجموعہ کا نام ہے جو ہدایت الہی کی روشنی میں حالات و تقاضوں کا لحاظ کر کے مرتب و مدون کیا گیا ہو جیسا کہ فقہی کتابوں میں درج ہے "الفقہ مجموعۃ الاحکام المشروعة فی الاسلام" شرعی قوانین کے مجموعہ کا نام فقہ ہے۔

شرعی قوانین کی روشنی میں زندگی گزارنے کا سلسلہ ابتداءے آفرینش سے جاری ہے، کسی دور میں بھی زندگی کے بنیادی قوانین سے انسان جاہل اور بے خبر نہیں تھا، ہمیشہ اس کے سامنے ہدایت الہی کی روشنی رہی، جس سے لوگوں کو ہدایت کا راستہ ملتا رہا۔ اگر کبھی اغراض و جذبات کی غلط روی سے ہدایت میں غلط اجزا کی آمیزش ہوتی ہو تو ان اجزا کو اصل سے جدا کرنے کے لیے پیغمبران اسلام تشریف لائے اور حالات و تقاضوں کی مناسبت سے من جانب اللہ ایسے قوانین کا اضافہ کرتے رہے جس سے انسان کی اجتماعی زندگی کی ترقی میں مدد ملتی رہی۔ اوقات و حالات کے تقاضوں کے اعتبار سے قوانین الہی کا نفاذ عہد صحابہ تک ہوتا رہا، مگر یہ قوانین باضابطہ عہد صحابہ میں مدون نہ ہوئے تھے بلکہ عہد تابعین میں باقاعدہ ایک فن کی شکل میں مدون ہوئے۔ اور عالم اسلام میں فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نے شہرت و مقبولیت حاصل کی لیکن سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی، فقہ حنفی کی خداداد مقبولیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مذاہب اربعہ کے مدون ہونے کے بعد جتنے بھی اولیاء اللہ و بزرگان دین سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں پیدا ہوئے وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد و متبع رہے، لیکن مذہب حنفی کے مقلدین و متبعین صوفیہ و مشائخ کی تعداد کثیر ہے۔ خصوصیت کے ساتھ بر صغیر میں فقہ حنفی کی مقبولیت تو آفتاب نصف النہار کی طرح نظر آتی ہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی کا نظریہ جب سے ہندوستان میں آیا، اس وقت سے امت کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی مسلسل کوششیں منظم یا غیر منظم طریقہ پر ہوتی رہیں۔ امت نے اسے شخصی اختلاف سمجھ کر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ ہاں! امت کے علماء اس سے غافل نہ رہے بلکہ ہمیشہ اس کا رد و مقابلہ کرتے رہے اور اس

کے فاسد و باطل نظریات سے لوگوں کو باخبر کرتے رہے، البتہ نجدی سکھ وجود میں آنے کے بعد عمل بالحدیث کے نام پر نئے نئے فتنے کا ظہور ہوا پھر عملی طور پر سیدھے سادے مسلمانوں کو مسالک اربعہ سے بدظن کرنے کی ناپاک سازش رچی گئی جس میں مسلک حنفی کو بالخصوص نشانہ بنایا گیا اور بنایا جا رہا ہے۔

دنیا کے تمام ممالک اسلامیہ کی آبادی کا جائزہ لیا جائے تو بلاشک و شبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی اور ان کا سواد اعظم مسلک حنفی پر قائم ہے۔ اس لیے مسلک حنفی کو نشانہ بنانے کے لیے یہ افواہ پھیلائی جاتی ہے کہ حنفی مسلک حدیث کے مطابق و موافق نہیں ہے۔ سرخیل مذہب چونکہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس لیے انہیں خاص طور پر مکرو فریب کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ وہ محدث نہیں تھے۔ کبھی یہ آواز بلند کی جاتی ہے کہ ان کی آرا اور ان کے مسائل، حدیث کے خلاف، قیاس پر مبنی ہیں۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ صحیح بخاری شریف کی احادیث کے ذریعہ عوام کو دھوکا دیا جا رہا ہے جب کہ دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام بخاری کی روایات کا بیشتر حصہ حضرت امام اعظم کے شاگرد در شاگردوں کا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد قیاس پر ہے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں یا اس کے کچھ اصول ہیں، اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسائل اخذ کرنے میں کیا طریقہ کار ہے۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ کرنا آسان ہو کہ کیا وہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں یا یہ ایک بے بنیادان پر الزام ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سن ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ امر مسلم ہے کہ آپ تابعی تھے اور یہ اعزاز و سعادت دوسرے کسی امام حدیث و فقہ کو حاصل نہیں۔ (مذہب حنفی کے اصول)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ علما کی اس بات سے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اہل الرائے ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ علما نے ان کی توہین کی ہے، اور نہ ہی یہ سمجھے کہ یہ حضرات اپنی رائے کو سنت پر ترجیح دیتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے، کیوں کہ یہ بات متعدد طریقوں سے ثابت ہو چکی ہے کہ آپ سب سے پہلے قرآن مجید سے رہنمائی لیتے، اگر قرآن میں وہ حکم نہیں ملتا تو سنت کی طرف رجوع کرتے، اور اگر سنت میں بھی نہیں ملتا تو پھر آپ صحابہ کرام کا قول جو قرآن و حدیث کے مطابق ہو، لیتے، اور اگر صحابہ کا قول نہیں ملتا تو پھر آپ تابعین کے قول کے پابند نہیں ہوتے بلکہ خود اجتہاد کرتے جیسا کہ دوسرے مجتہدین کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قیاس ہونے کا قول کرنا سراسر بے بنیاد اور الزام ہے بلکہ مبنی بر حسد ہے۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ میرے متعلق کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ حالانکہ میں تو حدیث سے فتویٰ دیتا ہوں کتاب اللہ اور

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۹۴

سنت رسول میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں، البتہ جس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہوا ہے تو ہم ان کے اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن و سنت کے زیادہ قریب ہو اور جو اس کے علاوہ ہے اس میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔“

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذہب حنفی کی بنیاد اور اساس دین کے چار اصول: کتاب، سنت، اجماع، قیاس ہیں احناف کے اصول فقہ کا ایک مشہور کلیہ یہ بھی ہے کہ جب قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے گی، اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو خبر واحد متروک ہوگی اور قرآن پر عمل کیا جائے گا۔

اس قاعدہ اور اصول کے بعد اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول بظاہر حدیث کے خلاف نظر آتا ہے تو حقیقت میں وہ خلاف نہیں بلکہ دونوں پر عمل کرنا ہے۔ اس کی واضح مثال قراءت خلف الامام ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

قرآن میں حکم دیا گیا ”فاقرؤا ما تیسر من القرآن“ قرآن میں جہاں سے آسان ہو اسے پڑھو بالاتفاق یہ حکم نماز کے لیے ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ یا آیتیں پڑھنا دونوں داخل ہیں۔

اس مفہوم کی دیگر روایات بھی ہیں جن میں سورہ فاتحہ اور کچھ زائد کے الفاظ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جاؤ مدینہ میں اعلان کر دو کوئی نماز نہیں بغیر قرآن کے اگرچہ سورہ فاتحہ ہو اور کچھ زیادہ۔“ (۱)

(۲) ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم سورہ فاتحہ پڑھیں، اور جو آسان ہو۔“

(۳) مسند احمد میں رفاعہ بن رافع کی حدیث ہے:

”سورہ فاتحہ پڑھو پھر جو چاہو پڑھو۔“ (۲)

ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ مطلق قرآن پڑھنا فرض ہے نہ کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا، اور یہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف ہے۔ لیکن غیر مقلدین زمانہ، سورہ فاتحہ کو فرض قرار دیتے ہیں، اور دلیل میں عبادہ بن صامت کی وہ روایت جو بخاری میں ہے پیش کرتے ہیں کہ ”لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب“ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے بظاہر صرف سورہ فاتحہ کی روایت ثابت ہوتی ہے۔ مگر حضرت عبادہ بن صامت کی وہ روایت جو مسلم شریف میں ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ”لا صلوة لمن لم

(۱) ابو داؤد، ج: ۱، ص: ۱۳۶

(۲) انوار امام اعظم، ص: ۸۲۸



یقرأ بام القرآن فصاعدا“ جس نے سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوگی۔  
کچھ زائد کے الفاظ سے عبادہ بن صامت کی روایت میں متناظر اب پیدا ہو جاتا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات  
کی پڑی کہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ کی روایت کو دیکھا جائے۔

ابو داؤد، ترمذی، سنن بیہقی، مسند احمد، طحاوی، ابن حبان وغیرہ کی تمام روایات میں سورہ فاتحہ کے ساتھ  
”فما زاد، بما شئت، بما تيسر“ کے الفاظ ملتے ہیں، جن سے صرف سورہ فاتحہ کی فرضیت نہیں ہوتی، بلکہ کچھ زائد  
بھی شامل ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مقتدی قراءت کرے یا نہ کرے اس میں بھی مختلف روایات ہیں، جن میں سے بعض  
میں جہری اور سبزی دونوں نمازوں میں قراءت کا حکم ملتا ہے تو بعض روایات سے صرف جہری نمازوں میں قراءت  
کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں کن روایات پر عمل کیا جائے اور کن پر نہیں، لیکن قربان جائے حضرت امام  
اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی فقہت پر کہ آپ نے تطبیق کی ایسی صورت نکالی کہ تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے۔ آپ نے  
مطلق قراءت کو فرض قرار دیا، اور سورہ فاتحہ کو واجب۔ وہ بھی صرف تنہا نماز پڑھنے والے کو۔ اور اگر وہ مقتدی ہے تو  
خاموش رہے گا، کچھ نہ پڑھے گا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی تائید حضرت امام احمد بن حنبل کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:  
فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ”المغنی“ میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ”ہم نے اہل اسلام میں سے کسی  
شخص کو بھی نہیں سنا، جو یہ کہتا ہو کہ امام جہر قراءت کرے تو جس نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور یہ  
کہ حضور ﷺ یا صحابہ یا تابعین نے اس طرح کی بات کہی ہو۔ یہ اہل حجاز میں امام مالک ہیں۔ اہل عراق میں سفیان ثوری  
ہیں۔ اہل شام میں امام اوزاعی ہیں۔ کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اور اس نے قراءت نہیں کی تو  
اس کی نماز باطل ہے۔“ (۱)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کے اس بیان سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ جہری نمازوں میں مقتدی کی قراءت  
کا کوئی قائل نہیں ہے۔ لیکن سبزی نماز کا حکم مخفی رہا۔ تو واضح ہو کہ سبزی نماز کا حکم بھی وہی ہے جو جہری کا ہے کہ مقتدی  
خاموش رہے گا قراءت نہ کرے گا۔

کیوں کہ قرآن میں ہے ”اذا قرى القرآن فاستمعوا له وأنصتوا“ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو غور  
سے سنو اور خاموش رہو۔ کلام الہی کی جامعیت پر قربان جائے کہ جہری اور سبزی قراءت میں مقتدی کے لیے ایک  
آیت میں حکم بیان کر دیا گیا کہ جب زور سے پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اور جب آہستہ پڑھا جائے تو

(۱) المغنی، ص: ۵۶۴

خاموش رہنے کا حکم پھر بھی باقی رہے گا۔ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

حدیث (۱): "من كان له امام فقرأه الامام له قراءة"

یعنی جس کا کوئی امام ہو اس کے لیے امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔<sup>(۱)</sup>

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:  
"جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"<sup>(۲)</sup>

حدیث (۳): حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"<sup>(۳)</sup>

حدیث (۴): مشہور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت نہ کی جائے۔"<sup>(۴)</sup>

اس کے علاوہ خلفائے راشدین، حضرت ابو برداء، جابر بن عبد اللہ، عمر بن عبد اللہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سب کے سب قراءت خلف الامام کو منع فرماتے تھے۔ امام شعبی فرماتے ہیں: "ادركت سبعين بدر ياكلهم يمنعون عن القراءة خلف الامام" میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا جو سب کے سب امام کے پیچھے قراءت کو منع فرماتے تھے۔<sup>(۵)</sup>

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مقتدی قراءت نہ کرے، کیوں کہ جو شخص جماعت کھڑی ہونے پر مسجد میں آیا اور امام کو رکوع میں پایا تو حکم ہے کہ نیت باندھ کر بغیر فاتحہ پڑھے رکوع میں چلا جائے، اگر اس نے امام کے ساتھ رکوع پایا لیا تو وہ رکعت پالی۔ حالانکہ اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز سبزی ہو یا جہری دونوں میں بغیر سورہ فاتحہ پڑھے مقتدی کی نماز ہو جانے پر، اور اس پر قراءت واجب نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر فرض ہوتا تو بغیر ادائے فرض کے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قیام فرض ہے تو بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

حاصل کا یہ ہے کہ مطلق قراءت چوں کہ قرآن سے ثابت ہے اس لیے فرض ہے۔ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ،

(۱) موطا امام مالك، موطا امام محمد

(۲) صحيح مسلم، ج: ۱، ص: ۱۷۴

(۳) زحاجة المصايح، ج: ۱، ص: ۶۲۸

(۴) صحيح مسلم، ج: ۱، ص: ۲۱۵

(۵) روح النعماني، ج: ۹، ص: ۱۵۲

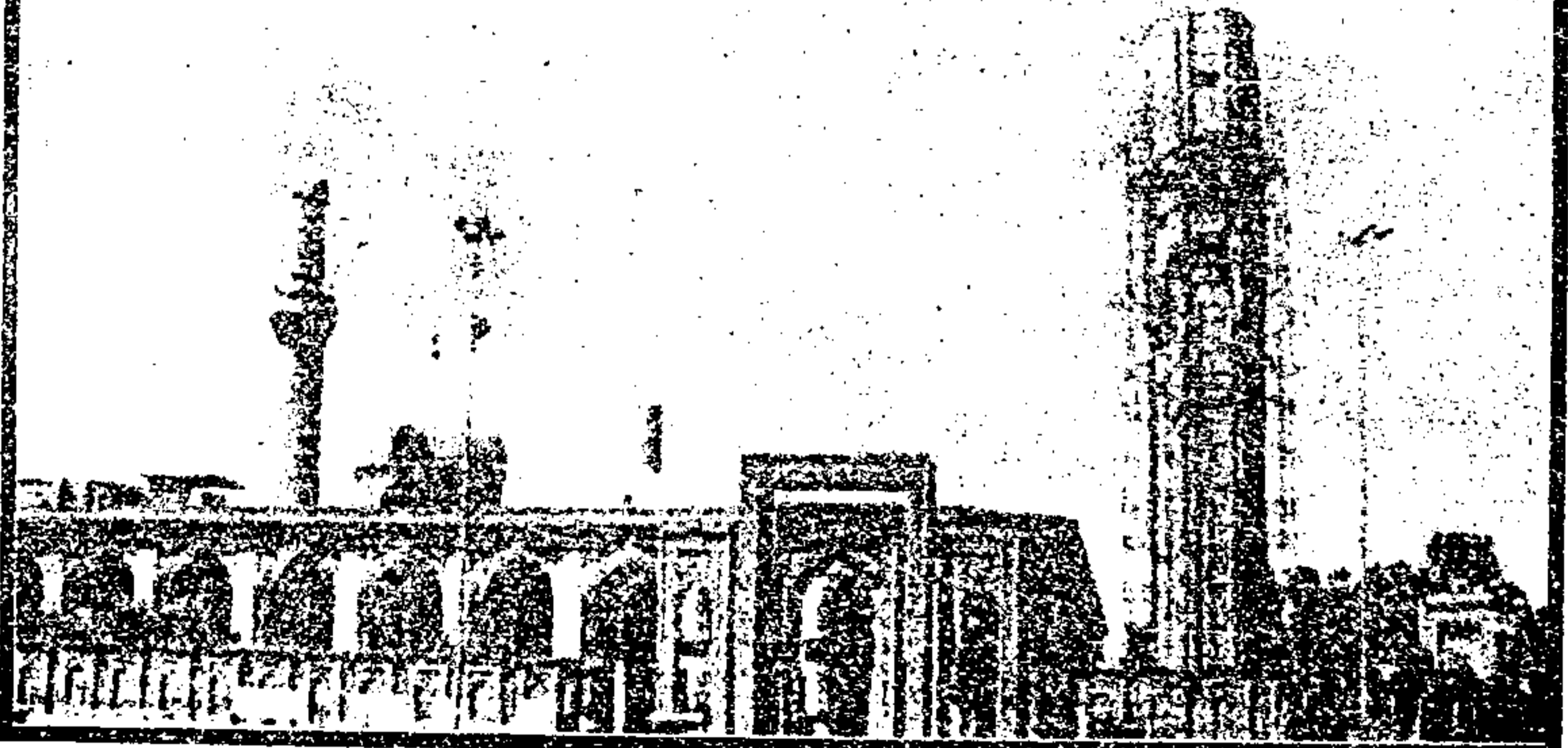
حدیث سے ثابت ہے، اس لیے یہ دونوں واجب ہیں۔ تاکہ قرآن و حدیث دونوں پر عمل ہو جائے اور کسی ایک کا بھی ترک لازم نہ آئے۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف ہے۔ آپ کا موقف کتنا صحیح و درست ہے، اس کا اعتراف علامہ عبد الوہاب شعرانی (باوجودیکہ وہ شافعی المسلک ہیں) نے کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ امام اعظم ابو حنیفہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے فرض و واجب کے الفاظ اور معنی، جدا جدا رکھے۔ پس جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا اس کا درجہ اونچا رکھا، اس چیز سے جس کو رسول اللہ ﷺ نے فرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ اگرچہ حضور ﷺ بھی اپنی خواہش سے نہیں کہتے تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ امام اعظم ابو حنیفہ کی ایسی چیزوں پر مدح فرماتے ہیں، کیوں کہ اگرچہ آپ کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ اپنے رب کے جاری کردہ قانون کے درجہ، کو اپنے جاری کردہ قانون پر بلند رکھنا پسند فرماتے ہیں۔ اس بات کی طرف ان لوگوں نے اشارہ کیا ہے کہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مسئلہ ہو کتاب الطہارۃ سے کتاب المیراث تک کو کو سوئی اور معیار پر رکھا جائے تو ہر باب کا مسئلہ اسی اصول پر اترتا چلا جائے گا جو استنباط مسائل کے اصول امام اعظم ابو حنیفہ نے مقرر فرمائے ہیں کہیں بھی کسی مسئلہ میں سر موخراف نہ ملے گا بشرطیکہ پرکھنے والا پرکھنے کی صلاحیت و اہلیت رکھتا ہو اگر امام اعظم ابو حنیفہ کے بیان کردہ مسائل کے کسی مسئلہ میں دلیل مذکور نہ ہو یا اس دلیل تک ہماری رسائی نہ ہو تو یہ ہماری کم علمی اور کوتاہی ہوگی نہ کہ فقہ حنفی اور امام اعظم کی۔ اسی لیے قاضی القضاة حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فقہ حنفی کے جملہ مسائل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے جس مسئلہ میں بھی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر انہیں کے مذہب کو آخرت میں نجات دینے والا پایا۔ حضرت علامہ عبد الوہاب رضی اللہ عنہ کے قول سے اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کسی بھی مسئلہ میں قرآن و حدیث کے خلاف فتویٰ نہیں دیا ہے بلکہ قرآن و حدیث کا جو مرتبہ و مقام ہے اسے اس مرتبہ پر قائم رکھا ہے اور وہ مسئلہ آخرت میں نجات دینے والا ہے چاہے وہ رفع یدین کا مسئلہ ہو یا قراءت خلف امام کا یا آئین بالسر کا یا مسح علی الخفین کا ہر مسئلہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے جو لوگ ان پر قیاس ہونے کا قول کرتے ہیں وہ صرف حاسد ہیں اللہ تعالیٰ حضرت امام کے مرقد پر رحمت و نور کی بارش برسائے آمین۔





باب پنجم  
امام اعظم امام الائمہ  
فی الحدیث



امام اعظم کی احادی، ثنائی اور ثلاثی حدیثیں  
فقہ حنفی اور عمل بالا حدیث  
امام اعظم بحیثیت محدث

## امامِ اعظم کی اُحادی، ثنائی اور ثلاثی حدیثیں

مفتی محمد رحمت علی تبغی مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ عبداللہ بن مسعود، گلشن کالونی، کولکاتا

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ دنیا کے کسی محدث کے پاس تین واسطوں سے کم سند سے کوئی بھی حدیث نہیں؛ لیکن الحمد للہ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ہی یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہیں صرف ایک واسطہ سے حدیث رسول ﷺ حاصل ہے۔ گویا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بعد روئے زمین پر کوئی بھی محدث نہیں جس کا حضور نبی اکرم ﷺ سے اقرب طریق یا سب سے چھوٹی سند ایک واسطہ سے ہو۔ ائمہ حدیث میں یہ شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست روایت کرنے کے سبب سے حضور نبی اکرم ﷺ اور امام ابو حنیفہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ اصول حدیث میں ایک واسطہ سے روایت ہونے والی حدیث کو اصطلاحاً ”وحدان“ کہا جاتا ہے۔ جب کہ بعض علمائے ثنائی اور ثلاثی کے وزن پر اس اصطلاح کا نیا نام ”اُحادی“ وضع کیا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سندِ عالی ”اُحادی“ ہے جب کہ باقی معروف ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی بھی سندِ عالی اُحادی نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن حجر ہیتمی مکی تک ائمہ نے تحقیق کر کے سات اُحادیات اپنی کتابوں میں بیان کی تھیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بذریعہ صحابی ایک واسطہ سے روایت کی ہیں اور بعض علمائے اس پر تحقیق کر کے امام اعظم کے ایک واسطہ سے روایت ہونے والی اُحادیات کی تعداد ۱۶ تک کر دی ہے۔ علما و طلبہ کے افادہ کے لیے ان ۱۶ اُحادیات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا متن مع ترجمہ و تخریج حاضر خدمت ہے:

### (۱) — اُحادیاتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ

(امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ۱۶ اُحادی حدیثیں)

۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: طَلَبُ

العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: أَدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کی طرف رہ نمائی کرنے والا (اجر و ثواب کے حصول میں) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ. (۳)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور انھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَّاهُ اللَّهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۴)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (کچھ بوجھ) حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مُخْلِصًا بِهَا قَلْبَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقْتُمْ كَمَا تُرَزَّقُ الطَّيْرُ تَعْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا. (۵)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی

(۱) ابونعیم اصبہانی، مسند الإمام أبي حنيفة، ۱۷۶/ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء و الحث على طلب العلم، ج: ۱، ص: ۸۱، رقم ۲۲۴

(۲) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۸۵ / موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۲۶

(۳) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۸۵ / بيهقي، شعب الإيمان، ج: ۲، ص: ۲۵۴، رقم ۱۶۶۴

(۴) قزويني، التدوين في اخبار قزوين، ج: ۳، ص: ۲۶۱

(۵) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۶ / ترمذی، السنن، كتاب الزهد، باب في التوكل على الله، ج: ۴، ص: ۵۷۳



اکرم اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خلوص دل کے ساتھ (لا إله إلا الله) کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم نے اللہ پر اس طرح توکل کیا جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر (واپس اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں۔

۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: وَلِذَلِكَ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَقَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَنَسٍ الْكُوفَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِينَ وَ سَمِعْتُ مِنْهُ وَأَنَا أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: نَحْبُكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصْمُ. (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے تو میں نے انہیں ۱۴ سال کی عمر میں فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی چیز سے انسان کی محبت اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے (اسے نہ تو محبوب کا کوئی عیب نظر آتا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں وہ کوئی غلط بات سنا سکتا ہے)۔

۷- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: رَأَيْتُ فِي عَارِضِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ بِالذَّهَبِ الْأَحْمَرِ لَا بِمَاءِ الذَّهَبِ (السَّطْرُ الْأَوَّلُ) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، (وَالسَّطْرُ الثَّانِي) الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمَوْذِنُ مُؤْتَمِنٌ فَأَرشَدَ اللَّهُ الْأَيْمَةَ وَ غَفَرَ لِلْمُؤَدِّينَ (وَالسَّطْرُ الثَّالِثُ) وَجَدْنَا مَا عَمِلْنَا، رَبِحْنَا مَا قَدِمْنَا، خَسِرْنَا مَا خَلَفْنَا، قَدِمْنَا عَلَى رَبِّ غَفُورٍ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کے کونوں میں سرخ سونے (خالص سونے) کے ساتھ نہ کہ سونے کے پانی کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں: پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا: لا إله إلا الله محمد رسول الله ﷺ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)، دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، پس اللہ تعالیٰ ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرمائے، اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا: ہم نے جو عمل کیا (اس کا صلہ) ہم نے پالیا، ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اس کا نفع پالیا، ہم جو پیچھے چھوڑ آئے اس کو ہم نے کھو دیا اور ہم رب غفور کے پاس حاضر ہو گئے ہیں۔

۸- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: وَلِذَلِكَ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتِّ وَتِسْعِينَ وَأَنَا ابْنُ سِتِّ

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۷۸ / ابو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في

الهيوى، ج: ۴، ص: ۳۳۴، رقم: ۵۱۳۰

(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۵-۳۶

عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلَقَةً عَظِيمَةً فَقُلْتُ لِأَبِي: حَلَقَةٌ مِنْ هَذِهِ؟ قَالَ: حَلَقَةٌ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو انھوں نے فرمایا: یہ صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

۹- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ جَزْءَ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ: أُرِيدُ أَنْ أَسْمَعَ مِنْهُ فَحَمَلَنِي أَبِي عَلَى عَاتِقِهِ وَذَهَبَ بِي إِلَيْهِ. فَقَالَ: مَا تُرِيدُ؟ فَقُلْتُ: أُرِيدُ أَنْ تُحَدِّثَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ قَرُصٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن حارث جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے ملا ہوں، میں نے کہا: میں ان سے سماع کرنا چاہتا ہوں تو میرے والد گرامی مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر ان کے پاس لے گئے۔ انھوں نے مجھے کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: مجھے ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مصیبت زدہ کی مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہو جاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔

۱۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُعَاوِيَةَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةِ بَنِي اللَّهِ لَهُ بُيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (۳)

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۸۰

(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۵

(۳) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۸۲ / موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۰

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو معاویہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص مسجد بناتا ہے چاہے وہ تیر کے گھونسے کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

۱۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَ يُصِمُّ، وَالدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَقَاعِلِهِ وَالدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَمِثْلِهِ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ. (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: تیری کسی چیز سے محبت (تجھے) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، نیکی کی طرف رہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور برائی کی طرف رہ نمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔

۱۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ عَجْرَدٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ: أَكْثَرَ جُنْدِ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ: الْجَرَادُ، لَا آكُلُهُ وَلَا أُحْرَمُهُ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت عجرہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈی دل ہے، میں نے اسے کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔

۱۳- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُظْهِرَنَّ شِمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيُعَافِيَهُ اللَّهُ وَ يُبْتَلِيكَ. (۳)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے کر تجھے مصیبت میں نہ ڈال دے۔

۱۴- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: دَعُ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ. (۴)

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۶

(۲) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۷۹

(۳) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۸۶

(۴) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۱

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تو اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لیے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔

۱۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يَظُنُّ أَحَدُكُمْ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَى اللَّهِ بِأَقْرَبٍ مِنْ هَذِهِ الرَّكَعَاتِ يَعْنِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ. (۱)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ نے فرمایا: میں نے حضرت واثلہ بن اسقع کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی یہ گمان نہ کر لے کہ وہ ان رکعات یعنی پانچ وقت کی فرض نمازوں سے بڑھ کر کسی اور شے سے اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

۱۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ (الصَّحَابِيِّ) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ فَقَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. فَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مَنبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ يَضَعُ إصْبَعَهُ عَلَى أَنْفِهِ وَ يَقُولُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. (۲)

[ترجمہ] امام ابو حنیفہ صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے ابو درداء رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سوار تھا سو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو درداء جو شخص اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کو دہرایا تو میں نے (پھر) عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کو دہرایا تو میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اور اگرچہ ابو درداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما ہر جمعہ کو یہ

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ج: ۱، ص: ۳۶

(۲) أبو يوسف، كتاب الآثار، ج: ۱، ص: ۱۹۷

حدیث حضور نبی اکرم ﷺ کے منبر کے قریب بیان فرماتے تھے: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اگرچہ ابو درداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔

## اہم علمی نکات:

الحمد للہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ۱۶ احادی حدیثیں مع ترجمہ و تخریج نقل کر دی گئی ہیں۔ ان تمام احادیث میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور نبی اکرم ﷺ کے درمیان صرف صحابی کا واسطہ ہے۔ درج ذیل نکات کی بنا پر ان احادیث کی بلند پایہ ثقاہت واضح ہوتی ہے۔

۱- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں محدثین اور اصولیین کا اس بات پر اجماع ہے:

أن الصحابة كلهم عدول ليس فيهم مجروح ولا ضعيف. <sup>(۱)</sup>

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں، ان میں کوئی بھی مجروح یا ضعیف نہیں ہے۔

اس متفق اصول کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہ راست روایت ہونے کی بنا پر یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔

۲- امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی درج بالا تمام احادیث کے نیچے دیگر ائمہ حدیث کی کتب سے تخریج بھی دیدی گئی ہے۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں حدیث امام اعظم نے تو ایک صحابی سے اپنی سند سے روایت کی مگر اسی حدیث کا تہن امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ، امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ اور امام ترمذی و دیگر ائمہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ متون کی مطابقت سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی تمام روایات صحیح الاسناد ہیں۔

۳- امام اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ حدیث کی روایت کردہ احادیث میں بنیادی فرق صرف یہ ہے کہ امام

اعظم رضی اللہ عنہ نے براہ راست ایک صحابی سے حدیث لی ہے، آپ کے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے درمیان صحابی کے سوا اور کوئی واسطہ نہیں جب کہ باقی ائمہ حدیث نے اپنی سند کے ساتھ وہی متن حدیث کئی واسطوں سے روایت کیا ہے۔ امام اعظم نے یہ تمام احادیث اُس وقت روایت کر دی تھیں جب نہ ”صحیح بخاری“ وجود میں آئی تھی، نہ صحیح مسلم، نہ سنن ترمذی، نہ سنن ابی داؤد، نہ سنن نسائی، نہ سنن ابن ماجہ اور نہ مسند احمد بن حنبل، حتیٰ کہ ان کتب حدیث کے مصنف بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بعد کے دور میں جب یہ ائمہ حدیث تشریف لائے تو اپنی اپنی الگ الگ سند کے ساتھ انھیں احادیث کے متن کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر دیا جس سے ان کی کتب حدیث معرض وجود میں آگئیں۔

۴- محدثین کا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث کے متون کو اپنی جدا جدا سندوں کے ساتھ لینا اس بات کی بھی دلیل

ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ ضعیف الحدیث نہ تھے بلکہ صحیح الاسناد، ثقہ، عدول، مامون، اصح اور اوثق تھے؛ کیوں کہ جن احادیث کے متون کو آپ نے روایت کیا انھیں متون کو بعد کے ائمہ نے اپنی الگ الگ اسناد کے ساتھ روایت کر دیا۔

(۱) ابن حبان، الصحيح، ج: ۱، ص: ۱۶۲

## ۲- ثنائیات امام اعظم رضی اللہ عنہ

(امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دو واسطوں سے مروی حدیثوں کی تعداد)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو علم الحدیث میں ائمہ صحاح ستہ سمیت دیگر ائمہ حدیث پر فوقیت حاصل ہے، کیوں کہ ایک، دو اور تین واسطوں سے جتنی روایات آپ سے مروی ہیں اور کسی امام سے نہیں۔ پچھلے صفحات میں امام اعظم کی احادیث کو مع تخریج رقم کیا جا چکا ہے۔ یہی حال امام صاحب کی ثنائیات کا ہے۔ آپ سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہیں۔ مختلف کتب کو کھنگال کر ثنائیات امام اعظم پر تحقیق کر کے اس کی تعداد معلوم کی گئی ہے۔ صرف تین کتب حدیث میں ثنائیات امام اعظم کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

۳۶۶:

۱. جامع المسانید للإمام خوارزمی

۸۱:

۲. کتاب الآثار للإمام ابی یوسف

۵۹:

۳. کتاب الآثار للإمام محمد الشیبانی

۵۰۶:

تینوں کتب میں کل ثنائیات

ان تینوں کتب میں ثنائیات امام اعظم کی تعداد سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لیے بطور نمونہ ذیل میں ہم امام اعظم کی ۱۶ ثنائیات مع تخریج درج کر رہے ہیں جن سے امام صاحب کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔

۱- روی ابو حنیفہ عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ قال: قرأ رسول اللہ ﷺ قوله تعالى: (وَصَدَقَ بِالْحُسْنَى)، قال: بِ لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (وَكَذَبَ بِالْحُسْنَى)، قال: بِ لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. (۱)

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: "اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی۔" آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تصدیق کرنا ہے۔ "اور اس نے اچھائی کو جھٹلایا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو جھٹلانا ہے۔

۲- روی ابو حنیفہ عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرہ عن النبی ﷺ قال: من سئل عن علم فکتمہ، أُلجم يوم القيامة بلجام من نار. (۲)

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے علم کے بارے

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام ابی حنیفہ، ج: ۱، ص: ۹۵

(۲) خوارزمی، جامع المسانید للإمام ابی حنیفہ، ج: ۱، ص: ۹۶

میں سوال کیا گیا اور اس نے (جانتے ہوئے بھی اسے چھپایا) توفیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔

۳- روی ابو حنیفہ عن الزہری عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال: من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. (۱)

[ترجمہ] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

۴- روی ابو حنیفہ عن أبي سفيان طلحة بن نافع، عن جابر بن عبد الله قال: سئل رسول الله ﷺ أي العمل أفضل؟ قال: الصلاة في مواقيتها. (۲)

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔

۵- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَسْفِرُوا بِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلثَّوَابِ. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز (طلوع فجر کے بعد صبح کی) سفیدی میں پڑھا کرو کیوں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

۶- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتِي الْفَجْرِ، (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) وَ (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ). (۴)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے چالیس دن یا ایک مہینہ تک حضور نبی اکرم ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ نماز فجر کی دو رکعت سنت میں (سورہ اخلاص) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اور (سورہ الکافرون) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تلاوت فرماتے۔

۷- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ وَلَا تَجْعَلُوهَا قُبُورًا. (۵)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبي حنیفہ ۱: ۹۹

(۲) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۲۹۷

(۳) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۰۴

(۴) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۱۴

(۵) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۶۵

(نفل) نمازیں پڑھا کرو اور انہیں قبور مت بناؤ۔

۸- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمَزٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: كُلُّ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يَهُودَانِهِ وَيُنَصْرَانِهِ وَيَمَجْسَانِهِ، قِيلَ: فَمَنْ مَاتَ صَغِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ. (۱)

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ (اصل) فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جو بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے (اس کا معاملہ کیا ہوگا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے جو وہ (دنیا میں رہ کر) کرنے والے تھے۔

۹- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كُلُّ مَعْرُوفٍ فَعَلْتَهُ إِلَى غَنَى أَوْ فَقِيرٍ صَدَقَةٌ. (۲)

[ترجمہ] حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی جسے تم خواہ امیر کے ساتھ کرو یا غریب کے ساتھ کرو، صدقہ ہے۔

۱۰- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ، ابْنِ عَمْرِو قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ لَمْ يَجَاوِزِ الرُّكْنَ الْيَمَانِي حَتَّى يَسْتَلِمَهُ. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ طواف کرتے تو رکنِ یمنی کو استلام کیے بغیر وہاں سے آگے نہ گزرتے۔

۱۱- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عَمْرِو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ لَمْ يَجْعَلِ الشِّفَاءَ فِي أَرْبَعَةٍ: الْحَبَّةُ السُّودَاءُ وَالْحِجَامَةُ وَالْعَسَلُ وَمَاءُ السَّمَاءِ. (۴)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں میں شفا رکھی ہے: سیاہ دانہ (یعنی کلونجی)، پچھنے لگوانا (یعنی سرجری)، شہد اور بارش کا پانی۔

۱۲- رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ

(۱) خوارزمی جامع المسانید، للامام أبي حنيفة، ۱: ۱۸۸

(۲) خوارزمی جامع المسانید، للامام أبي حنيفة، ۱: ۹۶

(۳) خوارزمی جامع المسانید، ۱: ۵۲۲

(۴) خوارزمی جامع المسانید، ۱: ۹۹



(۱) قلنسوة شامية بيضاء.

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سفید شامی ٹوپی تھی۔

۱۳- روی أبو حنیفة عن عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال: زرعبا تزدد حبا. (۲)

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چند دن کے بعد (یعنی وقفہ سے پہلے بھائی کی) زیارت کیا کرو اس سے تمہاری محبت بڑھے گی۔

۱۴- روی أبو حنیفة عن نافع عن بن عمر قال: رسول الله ﷺ البر لا يبلى والائم لا يئسى. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی (اس کا اجر مل کر رہتا ہے) اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا (اس کا بھی مواخذہ ہوتا ہے)۔

۱۵- روی أبو حنیفة عن إبراهيم بن عبد الرحمن السكسكي الدمشقي عن عبد الله ابن أبي أوفى أن رجلا أتى النبي ﷺ فقال: إني لا أستطيع أن أتعلم القرآن فعلمني ما يحزني عنه، فقال له: قل: سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. فقال: هذا لربي فمالي: فقال: قل اللهم ارحمني واغفر لي واهدني وارزقني وعافني. (۴)

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں قرآن سیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا لہذا آپ مجھے وہ (کلمات) سکھائیں جو میرے لیے اس کے قائم مقام ہو جائیں۔ پس آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو کہا کر (سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم). (اللہ پاک ہے۔ اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور قدرت و طاقت صرف اللہ عظیم و برتر کی مشیت سے ہی ہے)۔ اس نے عرض کیا: یہ (کلمات حمد تو) میرے رب کے لیے ہو گئے، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہا کر (اللهم ارحمني واغفر لي واهدني وارزقني وعافني). (اے اللہ! تو مجھ پر رحم فرما، مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت کر، مجھے رزق سے نواز اور عافیت عطا فرما)۔

(۱) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنیفة، ۱: ۱۹۸

(۲) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنیفة، ۱: ۹۷

(۳) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنیفة، ۱: ۹۹

(۴) خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنیفة، ۱: ۱۱۷

۱۶- روی ابو حنیفہ عن محارب بن دثار، عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: شاهد الزور لا تزول قدماء حتى تجب له النار. (۱)

[ترجمہ] حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا (قیامت کے روز اللہ کے حضور) کھڑا رہے گا یہاں تک کہ اسے جہنم کا مستحق قرار دے دیا جائے گا۔

### ۳- ثلاثیات امام اعظم رضی اللہ عنہ

(امام اعظم رضی اللہ عنہ سے تین واسطوں سے مروی حدیثوں کی تعداد)

جن خوش نصیب اکابر ائمہ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں۔ ان میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد الطیالسی، امام عبد بن حمید، امام دارمی اور امام طبرانی شامل ہیں۔ جس طرح امام اعظم کو سب سے زیادہ ثلاثیات روایت کرنے کے اعتبار سے جمیع محدثین پر فوقیت حاصل ہے، یعنی یہ حال ثلاثیات کا ہے۔ امام صاحب سے جتنی ثلاثیات مروی ہیں اتنی اور کسی بھی معروف محدث سے نہیں۔

۲۷۷:

۱. جامع المسانید للإمام الخوارزمی

۲۵۱:

۲. کتاب الآثار للإمام أبي يوسف

۱۹۸:

۳. کتاب الآثار للإمام محمد الشیبانی

۱۱۲۶:

تینوں کتب میں کل ثلاثیات

ان تینوں کتب میں موجود ثلاثیات امام اعظم سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے سینکڑوں ثلاثیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لیے بطور نمونہ ذیل میں ہم امام اعظم کی ۱۶ ثلاثیات مع تخریج نقل کر رہے ہیں جن سے امام اعظم کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔

۱- روی ابو حنیفہ عن علقمة بن مرثد عن ابن بريدة الاسلمي عن أبيه قال: كنا جلوسا عند رسول الله ﷺ فقال: اذهبوا بنا نعود جارنا هذا اليهودي، قال: فأتينا، فقال: كيف أنت؟ وكيف؟ فسأله ثم قال: يا فلان! أشهد أن لا إله إلا الله، و أني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه وكان عند رأسه، فلم يرده عليه شيئا، فسكت، فقال: يا فلان! أشهد أن لا إله إلا الله، و أني رسول الله، فنظر الرجل إلى أبيه فلم يكلمه، فسكت، ثم قال: يا فلان! أشهد أن لا إله إلا الله، و أني رسول الله، فقال له أبوه: أشهد له، فقال: أشهد أن لا إله إلا الله، وأنك رسول الله، فقال رسول

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۶۳: ۱۱، رقم: ۵۷۴۳

اللہ ﷻ: الحمد لله الذي أعتق بي نسمة من النار. (۱)

[ترجمہ] حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے ساتھ آؤ ہم اپنے اس یہودی پڑوسی کی عیادت کر آئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کیسی طبیعت ہے؟ خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

اے فلاں! تم اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس شخص نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے کھڑا تھا، اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا لہذا وہ خاموش رہا۔ حضور ﷺ نے مکرر ارشاد فرمایا:

اے فلاں، تم اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہودی نے دوبارہ باپ کی طرف نظر اٹھائی، اس نے اس سے کوئی کلام نہ کیا لہذا وہ پھر خاموش رہا، پھر آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا:

اے فلاں! تم گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تب اس کے باپ نے اس سے کہا: اقرار کر لو، تو اس جوان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ ایک انسان کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا۔

۲- روی أبوحنيفة عن الحسن عن الشعبي عن النعمان بن بشير عن النبي ﷺ قال: إن في الإنسان مضغة إذا صلحت صلح بها سائر الجسد، وإذا سقمت سقم بها سائر الجسد ألا وهي القلب. (۲)

[ترجمہ] حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو اس کے سب سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا بدن بیمار ہوتا ہے، خبردار ہو وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔

۳- روی أبوحنيفة عن حماد عن أبي وائل عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: طلب العلم فريضة على كل مسلم. (۳)

(۱) محمد الشيباني، كتاب الآثار، ۷۷، رقم: ۲۷۵

(۲) حصكفي، مسند الإمام الأعظم، ۲۱۶

(۳) حصكفي، مسند الإمام الأعظم، ۲۰

[ترجمہ] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۴- روی ابوحنیفہ عن اسمعیل عن ابي صالح عن أم هاني قالت: قال رسول الله ﷺ: يا عائشة! ليكن شعارك العلم والقرآن. (۱)

[ترجمہ] حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے عائشہ! علم اور قرآن کو اپنا شعار بناؤ۔

۵- روی ابوحنیفہ عن علي أبي الحسن الزرّاد عن تمام عن جعفر بن أبي طالب أن ناسا من أصحاب رسول الله ﷺ، دخلوا عليه، فقال: مالي أراكم قلحا استاكوا، فلو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة. (۲)

[ترجمہ] حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعض صحابہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھ رہا ہوں، مسواک کیا کرو، اگر مجھے اپنی امت پر شاق نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا ہوں۔

۶- روی أبوحنيفة عن خالد بن علقمة عن عبد خير عن علي بن أبي طالب أنه توضأ فغسل كفيه ثلثا، ومضمض ثلثا، واستنشق ثلثا، وغسل وجهه ثلثا، وذراعيه ومسح راسه وغسل قدميه، وقال: هذا وضوء رسول الله ﷺ. (۳)

[ترجمہ] حضرت عبد خیر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو کیا تو تین بار ہاتھ دھوئے، تین بار کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، تین مرتبہ (کہنیوں تک) ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے، پھر فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کا وضو ہے۔

۷- روی أبوحنيفة قال: حدثنا أبو الحسن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد، عن جابر بن عبد الله الانصاري قال: صلى رسول الله ﷺ ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من أصحاب النبي ﷺ ينهاه عن القراءة في الصلاة، فقال: أتنهاني عن القراءة خلف نبي الله ﷺ؟ فتنازعا، حتى ذكر ذلك للنبي ﷺ، فقال النبي ﷺ: من صلى خلف إمام

(۱) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۰

(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۱

(۳) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۳

(۱) فان قراءة الإمام له قراءة.

[ترجمہ] حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ کے پیچھے قراءت کرنے لگا، جب کہ ایک صحابی رسول ﷺ سے نماز میں (امام کے پیچھے) قراءت سے منع کرنے لگے تو اس شخص نے کہا: کیا آپ مجھے اللہ کے نبی ﷺ کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ پس دونوں کے درمیان تنازع ہو گیا یہاں تک کہ یہ معاملہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

۸- روی أبو حنیفة عن عاصم عن أبيه عن وائل ابن حجر قال: كان النبي ﷺ إذا

سجد وضع ركبتيه قبل يديه و إذا قام رفع يديه قبل ركبتيه.

[ترجمہ] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے وقت ہاتھوں سے

پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے اور (سجدہ سے) اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

۹- روی أبو حنیفة عن أبي سفيان عن أبي نظرة عن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ:

الإنسان يسجد على سبعة أعظم: جبهته و يديه و ركبتيه و مقدم قدميه و إذا سجد أحدكم فليضع كل عضو موضعه، و إذا ركع فلا يدبح تدبيح الحمار.

[ترجمہ] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان سات

ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سروں پر۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہر عضو کو اس کی اپنی جگہ پر رکھے اور جب رکوع کرے تو گدھے کی طرح سر نہ جھکا دے (بلکہ رکوع میں پیٹھ اور گردن کو برابر رکھے)۔

۱۰- روی أبو حنیفة عن عاصم عن أبيه عن وائل بن حجر قال: كان رسول الله ﷺ إذا

إذا جلس في الصلاة، أضع رجله اليسرى وقعد عليها ونصب رجله اليمنى.

[ترجمہ] حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ جب نماز میں (التحیات میں)

بیٹھتے تو بائیں پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

۱۱- روی أبو حنیفة عن إسماعيل بن أبي خالد و بيان بن بشر عن قيس بن أبي حازم قال:

(۱) محمد الشيباني، كتاب الآثار: ۱۷، رقم: ۸۶

(۲) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

(۳) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

(۴) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۹۹

سمعت جریر بن عبد اللہ البجلي يقول: قال رسول الله ﷺ: إنكم سترون ربكم كما ترون هذا القمر ليلة البدر لا تضامون في رؤيته فلا تغلبوا تغلبوا عن صلاة قبل طلوع الشمس وقبل غروبها. (۱)

[ترجمہ] حضرت جریر بن عبد اللہ البجلي رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عن قریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، تمہیں اس کے دیکھنے کے باعث ایذا نہیں دی جاتی، پس دھیان رکھو کہ (غفلت کی وجہ سے) تم سے طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز (نماز فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز (نماز عصر) چھوٹے نہ پائے (کہہیں تم دیدار الہی سے محروم رہ جاؤ)۔

۱۲- روی أبو حنیفة عن عبد الملك بن عبير عن قرعة أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ أنه قال: لا تسافر المرأة يومين إلا مع زوج أو ذي محرم، قال: ونهى عن صلاتين: عن صلاة بعد الغداة حتى تطلع الشمس، وبعد العصر حتى تغيب الشمس، وعن صيام الأضحى والفطر، وقال: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد، مسجد الحرام ومسجدي ومسجد الأقصى. (۲)

[ترجمہ] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے، آپ ﷺ نے دو اوقات میں نقلی نمازوں سے منع فرمایا: نماز فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو اور نماز عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو، آپ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں: مسجد حرام، میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ کے سوا (زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے اور کسی مسجد کی طرف) رخت سفر نہ باندھا جائے۔

۱۳- روی أبو حنیفة عن الهيثم عن الحسن عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من مات يوم الجمعة وفي عذاب القبر. (۳)

[ترجمہ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہا۔

۱۴- روی أبو حنیفة عن عطاء عن أبي صالح الزيات عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: يقول الله تعالى: كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فهو لي وأنا أجزي به. (۴)

(۱) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۱۶۴

(۲) أبو يوسف، کتاب الآثار، ۱۹: رقم: ۹۱

(۳) حصکفی، مسند الإمام الأعظم، ۸۵:

(۴) حصکفی، مسند الإمام الأعظم، ۱۰۷:

[ترجمہ] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اس کے واسطے ہیں مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔

۱۵- روی أبوحنیفہ عن زیاد عن عبد اللہ بن الحارث عن أبي موسى قال: قال رسول الله ﷺ: تزوجوا فإني مكاثر بكم الأمم. (۱)

[ترجمہ] حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شادی کرو؛ کیوں کہ (روز قیامت) میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

۱۶- روی أبوحنیفہ عن بهز بن حکیم بن معاویة عن أبيه عن جدہ قال: قال رسول الله ﷺ: ويل للذي يحدث فيكذب، فيضحه به القوم، ويل له، ويل له. (۲)

[ترجمہ] حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔

☆☆☆

(۱) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۲۷

(۲) خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۳۰۲

## فقہ حنفی اور عمل بالا حدیث

مفتی محمد امام الدین برکاتی مصباحی، استاذ مرکزی دار القراءت، جمشید پور، جھار کھنڈ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (ولادت: ۸۰ھ - وفات: ۱۵۰ھ) ایک بلند پایہ مجتہد، محقق، محدث، مفسر، فقیہ اور فقہ حنفی کے بانی تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فضائل و کمالات کا معترف پورا زمانہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال من أبناء فارس حتى يتناوله“<sup>(۱)</sup>  
اگر دین ثریا کی بلندی پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لیتا، یا یہ فرمایا کہ فارس کے کچھ لوگ اسے ضرور حاصل کر لیتے۔

واضح رہے کہ یہ حدیث ”علم“ اور ”ایمان“ وغیرہ دوسرے الفاظ کے ساتھ دوسرے طرق سے بھی مروی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:  
”اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابو حنیفہ ہیں؛ کیوں کہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے علم و فضل تک نہ پہنچ سکا“<sup>(۲)</sup>

جملہ علوم و فنون پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ قرآن و حدیث، اجماع امت اور اجتہاد کے ذریعہ مسائل شرعیہ کا استنباط و استخراج فرما کر امت مسلمہ پر آپ نے بڑا احسان کیا۔ آپ کی بلند پایہ فقاہت تمام ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک مسلم ہے۔ حضرت امام شافعی (ولادت: ۱۵۰ھ - وفات: ۲۰۴ھ) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الناس عيال في الفقه على أبي حنيفة. ما رأيت أي علمت أحدا أفقه منه.“<sup>(۳)</sup>

لوگ فقہ میں امام اعظم کے محتاج ہیں۔ میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں پایا۔

(۱) صحیح مسلم، باب فضل فارس، ج: ۲، ص: ۳۱۴

(۲) تذکرۃ المحدثین، ص: ۴۸

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۲۹



## فقہ حنفی کی بنیاد:

فقہ حنفی کی بنیاد کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم صراحتہ، دلالتہ، اشارہ یا اقتضاء نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاة والسلام ہیں۔ جب ان میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو اجماع امت کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس حکم میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد اجتہاد و قیاس کی منزل آتی ہے۔ فقہ حنفی کی یہ بنیادی ترتیب وہی ترتیب ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا: اے معاذ! جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا: کتاب اللہ کی روشنی میں، نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: اگر اس میں نہ پاؤ؟ عرض کیا: سنت رسول کی روشنی میں۔ پھر فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ عرض کیا: اجتہاد برائی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ جواب سن کر نبی کریم ﷺ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:

الحمد لله الذي وفق رسول الله لما يرضى به رسول الله. (۱)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو ایسی بات کی تو فبق دی جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

## علم حدیث میں امام اعظم کا مرتبہ اور عمل بالا حدیث:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے اور اس مقام و مرتبہ پر متمکن ہونے کے لیے علم حدیث میں مہارت و رسوخ ایک اہم شرط ہے۔ ایک فقیہ کے لیے علم حدیث کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن مناوی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ایک لاکھ حدیثیں جسے یاد ہوں، کیا وہ فقیہ ہے؟ فرمایا: نہیں۔ کیا دو لاکھ؟ فرمایا: نہیں، کیا تین لاکھ؟ فرمایا: نہیں، کیا چار لاکھ؟ تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر (ہاں) کا اشارہ کیا۔ (۲)

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت کے چار ہزار اجلہ علمائے حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

”لقد كان - رحمه الله تعالى - إماماً في ذلك؛ فإنه - رضي الله عنه - أخذ الحديث

(۱) مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة/ باب العمل في القضاء و الخوف منه، ص: ۳۲۴، مطبع: مجلس

بركات، مبارکپور

(۲) انوار إمام اعظم، ص: ۳۹۷

عن أربعة آلاف شيخ من أئمة التابعين وغيرهم. و من ثم ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين. و من زعم قلة اعتناؤه بالحدیث فهو إما لتساهله أو حسده إذ كيف يتأتى ممن هو كذلك استنباط مثل ما استنبطه من المسائل. (۱)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما فن حدیث کے امام تھے۔ کیوں کہ آپ نے ائمہ تابعین اور غیر تابعین میں سے چار ہزار شیوخ و اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی وغیرہ نے آپ کو محدثین حفاظ میں شمار کیا ہے۔ لہذا جو یہ خیال کرے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کو علم حدیث میں کم دسترس تھی تو اس کا یہ خیال تساہل یا حسد کی وجہ سے ہوگا۔ اس لیے کہ جو شخص ایسا ہوگا اس سے ایسے مسائل کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے جو انہوں نے کیا۔

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما جو بذات خود ایک جلیل القدر محدث ہیں، وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث دانی اور احادیث نبویہ پر مہارت و رسوخ کے بارے میں یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بتفسير الحديث و مواضع النكت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة. و قال أيضا: ما خالفته في شيء قط فتدبرته إلا رأيت مذهبه الذي ذهب إليه أنجي في الآخرة. و كنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحدیث الصحيح متي. و قال: كان إذا صتم على قول درت على مشائخ الكوفة، هل أجد في تقوية قوله حديثا أو أثرا؟ فرجما وجدت الحديثين والثلاثة فأتيته بها. فمنها ما يقول فيه: هذا غير صحيح أو غير معروف. فأقول له: و ما علمك بذلك مع أنه يوافق قولك فيقول: أنا عالم بعلم أهل الكوفة. (۲)

(حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ) میں نے احادیث کی تفسیر و وضاحت اور فقہی نکات بیان کرنے میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے زیادہ جان کار شخص نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی اور پھر میں نے اس میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام اعظم ابو حنیفہ گئے ہیں۔ اور جب میں حدیث میں غور و فکر کرتا تو معلوم ہوتا کہ احادیث نبویہ پر ان کی نظر مجھ سے زیادہ تھی۔

نیز انہوں نے فرمایا: جب وہ کسی بات پر فیصلہ فرمادیتے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر مل جائے تو بسا اوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں۔ جب میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا تو آپ فرماتے کہ اس میں یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا یہ حدیث غیر معروف ہے۔ میں

(۱) مقدمہ رد المحتار، مطلب: يجوز تقليد المفضل مع وجود الافضل، ج: ۱، ص: ۱۶۶، مطبع: دار احياء التراث العربی، بیروت

(۲) الخيرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص: ۶۱، مطبع: دار الكتب العربية الكبرى

عرض کرتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں آپ کے قول کی تائید میں ہیں۔ آپ فرماتے کہ مجھے اہل کوفہ کی تمام احادیث کا علم ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام اعظم اتنے بڑے محدث تھے کہ پورے کوفہ جیسے مرکز علم میں ان کے پایے کا کوئی نہیں تھا۔ اور سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت امام اعظم جو فیصلہ فرماتے وہ قیاس سے نہیں بلکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ کوفہ کے اندر علم حدیث کے جتنے سرچشمے ہیں وہ سب ابو حنیفہ کے سینے میں محفوظ ہیں۔

امام الائمہ فی التابعین و استاذ الاساتذہ فی الحدیث حضرت سلیمان اعلم رضی اللہ عنہ سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (اس زمانے میں امام اعلم سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر تھے۔ امام اعلم نے وہ مسائل امام اعظم سے پوچھے، آپ نے ان کے جوابات دے دیے۔ امام اعلم نے فرمایا: یہ جوابات آپ نے کہاں سے دیے، فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمادیں۔ یہ سن کر امام اعلم نے فرمایا:

حسبك، ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الأحاديث. يا معشر الفقهاء! أنتم الأطباء و نحن الصيادلة. وأنت أيها الرجل! أخذت بكلا الطرفين. (۱)

بس کیجیے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں، آپ نے ایک گھڑی میں وہ ساری حدیثیں سنا دیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ان حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدثین، عطار ہیں۔ اور اے ابو حنیفہ! تم نے توفیقہ و حدیث دونوں کنارے حاصل کر لیے۔

تفصیل مذکور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو علم حدیث پر کامل دسترس تھی۔ اس کا اعتراف ان کے معاصرین علماء و محدثین اور اصحاب جرح و تعدیل سبھی نے کیا ہے نیز فقہ حنفی کے مسائل بھی اس پر شاہد ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے علم حدیث کے تعلق سے یہ تفصیل پیش کرنے کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کو تاہ نظروں کی آنکھیں کھل جائیں جو ان پر قلت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور ان کی محدثانہ شان و عظمت کو دیکھ کر اپنے حسد اور انا کی تسکین کی خاطر یہ کہنے میں بھی دریغ نہیں کرتے کہ امام اعظم ابو حنیفہ احادیث نبویہ پر عمل نہیں کرتے تھے، بڑے قیاس تھے اور مسائل شرعیہ کے استنباط و استخراج میں احادیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ (ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم)

حالاں کہ یہ آپ کی ذات پر ایک بہتان اور الزام تراشی ہے جیسا کہ اس حقیقت کا انکشاف غیر مقلدین کے پیشوا شیخ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ”منهاج السنة النبویہ“ میں کیا ہے:

(۱) مصدر سابق

”امام اعظم ابو حنیفہ کے علمی مقام میں کوئی اختلاف نہیں ہے بعد کے لوگوں نے ان کی طرف بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں جو سراسر غلط ہیں۔ ان سب کا مقصد امام اعظم ابو حنیفہ کی شخصیت کو مجروح کرنا ہے۔“ (۱)

فقہ حنفی کی جتنی کتابیں ہیں ان سب میں سے ہر ایک سے عمل بالا حدیث کا جلوہ ابھر کر سامنے آتا ہے لیکن بقول شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

گر نہ بیند بروز شپہ چشتم  
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

عمل بالحدیث کے تعلق سے علامہ بدرالدین عینی ”عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری“ میں رقم طراز ہیں:

”إنَّ أبا حنيفة قال: لا اتبع الراي والقياس إلا إذا لم أظفر بشيء من الكتاب أو السنة أو الصحابة (رضي الله عنهم)“ (۲)

امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: میں اجتہاد و قیاس کے درپے اسی وقت ہوتا ہوں جب مجھے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں سے کچھ بھی نہ ملے۔

امام اعظم ابو حنیفہ پر، حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس و رائے پر عمل کرنے کا الزام بالکل حقیقت کے خلاف اور طلوع شمس کے باوجود وجود نہار کے انکار کے مترادف ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی، امام اعظم سے حضرت عبد اللہ بن مبارک کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے اس الزام کی مکمل تردید ہوتی ہے۔

و قال ابن المبارك رواية عنه: إذا جاء الحديث عن رسول الله ﷺ فعلى الرأس والعين وإذا جاء عن الصحابة أختارنا ولم نخرج عن أقوالهم وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم. (۳)

حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: جب رسول اکرم ﷺ کی حدیث ہم تک پہنچے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے اور جب صحابہ کرام کی روایتیں ہمیں مل جائیں تو ہم ان سے انحراف نہیں کرتے بلکہ ان کو ہم اختیار کر لیتے، ہاں، جب تابعی کا قول ہو تو ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”میزان الشریعۃ الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں: ابو مطیع کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت امام جعفر صادق، سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہائے کرام آئے اور انھوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا: ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں، اس سے ہمیں آپ پر اندیشہ ہے کیوں کہ سب سے

(۱) منهاج السنة النبويه، ج: ۲، ص: ۶۱۹، مطبع: مؤسسة القرطبة، قاہرہ، مصر

(۲) عمدة القاري شرح صحيح البخاري، باب: من أشعرو قلد بذى الحليفة ثم أحرم، ج: ۷، ص: ۳۰۲، دار الفكر بيروت

(۳) الخيرات الحسان، الفصل الحادي عشر فيما بني عليه مذهبه، ص: ۲۷، دار الكتب العربية الكبرى

پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ اس پر امامِ اعظم ابو حنیفہ نے ان کے سامنے اپنے مسائل پیش کیے اور صبح سے زوال کے پہلے تک مناظرہ ہوتا رہا۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا:

إتی أقدم العمل بالكتاب. ثم بالسنة، ثم بأقضية الصحابة مقدما ما أتفقوا علی ما اختلفوا وحينئذ أقیس“

یعنی میں کتاب اللہ پر عمل کو سب سے مقدم رکھتا ہوں، اس کے بعد احادیث پر، پھر صحابہ کرام کے متفقہ فیصلوں پر، پھر مختلف اقوال اور فیصلوں پر، پھر قیاس کرتا ہوں۔

پھر حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بتائے ہوئے اصول پر اپنے مسائل کو ثابت فرمایا جس کی وجہ سے یہ فقہائے کرام بے حد خوش ہوئے اور امامِ اعظم ابو حنیفہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: آپ علما کے سردار ہیں ہماری خطا معاف فرمائیں ہم آپ کے تاجر علمی سے غافل تھے۔ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”غفر الله لنا ولكم أجمعین“<sup>(۱)</sup>

اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ سب کی مغفرت فرمائے۔

اسی طرح یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں امامِ اعظم ابو حنیفہ امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تعارف کے بعد امام باقر نے امامِ اعظم ابو حنیفہ سے کہا: تم وہی ابو حنیفہ ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث کو رد کرتے ہو۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ نے معاذ اللہ پڑھا اور فرمایا: تشریف رکھیں؛ کیوں کہ میرے نزدیک آپ اسی طرح لائق احترام ہیں جیسے آپ کے جد کریم صحابہ کی نظر میں۔

حضرت امامِ اعظم نے عرض کیا: حضور! یہ بتائیں کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ امام باقر نے فرمایا: عورت، عرض کیا: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا، امامِ اعظم نے عرض کیا: اگر میں قیاس کے ذریعہ حکم دیتا تو عورت کو مرد کا دو نا حصہ دینے کا حکم دیتا؛ پھر عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے فرمایا: نماز، عرض کیا: اگر میں قیاس کا حکم دیتا تو حائضہ عورت کو نماز کی قضا کا حکم دیتا؛ کیوں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضا بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیے۔ اس پر امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ کھڑے ہو کر امامِ اعظم ابو حنیفہ کی پیشانی چوم لی۔<sup>(۲)</sup>

مذکورہ بالا واقعات و تصریحات علمائے کرام سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ پر عمل بالحدیث کے ترک کا الزام بالکل بے بنیاد اور حقیقت واقعہ کے خلاف ہے اور حقیقت یہی ہے کہ فقہ حنفی کی

(۱) میزان الشریعة الکبری، فصل فی بیان ضعف قول من نسب الإمام أبا حنیفة إلى أنه يقدم القیاس

علی حدیث رسول اللہ ﷺ، ج: ۱، ص: ۷۹-۸۰، مطبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۵۱، / حیات حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، ص: ۱۲۸

بنیاد قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس شرعی پر ہے۔ اور قیاس کی باری اسی وقت آتی ہے جب قرآن و حدیث اور اجماع امت میں مسئلہ سے متعلق کوئی دلیل نہ ہو۔ اس دعویٰ کی مزید تائید و تقویت کے لیے ذیل کی سطروں میں فقہ حنفی کے کچھ ایسے مسائل ہدیہ قارئین ہیں جن میں حدیث پر عمل کی وجہ سے قیاس ترک کر دیا گیا ہے۔

### قہقہہ ناقض وضو ہے:

رکوع اور سجدہ والی نماز میں بلند آواز کی ہنسی سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ عقل و قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قہقہہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، رکوع و سجدہ والی نماز ہو یا غیر رکوع و سجدہ والی نماز ہر حالت میں ناقض وضو نہیں ہونا چاہیے اور یہی مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ الفقہ الحنفی میں ہے:

”القہقہة فی کل صلاة ذات رکوع و سجود. والقیاس انہا لا تنقض، و هو قول الشافعی - رحمة الله علیہ - لانه لیس بخارج نجس.“<sup>(۱)</sup>

ہر رکوع و سجدہ والی نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہ ہو اور یہی موقف امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس لیے کہ خروج نجاست نہیں پایا جا رہا ہے۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنے قیاس اور اصول کو کہ ”نجاست نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے“ ایک حدیث نبوی کی بنا پر ترک کر دیا۔ حدیث نبوی یہ ہے:

روی الإمام أبو حنیفة عن منصور بن ذاذان عن الحسن عن معبد، عن النبی ﷺ قال: بینما هو فی الصلاة إذا أقبل أعمى یرید الصلاة، فوقع فی رکتہ، فاستحضک القوم حتی قہقہوا، فلما حصر فی النبی ﷺ، فقال: من کان منکم قہقہ فلیعد الوضوء والصلاة.<sup>(۲)</sup>

حضرت معبد نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک نابینا نماز کے ارادے سے آئے اور گڑھے میں گر پڑے تو لوگ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں سے جس جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ دوبارہ وضو کرے اور نماز لوٹائے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال ابن حزم: ”جميع الحنفية مجمعون على أن مذهب أبي حنیفة أن ضعيف الحدیث عنده أولى من الراي فتاقل هذا الإعتناء بالأحادیث... و من ثمة قدم العمل بالأحادیث

(۱) الفقہ الحنفی و أدلتہ، نواقض الوضوء، ج: ۱، ص: ۵۵، مرکز اہل سنت برکات رضا

(۲) سنن الدار قطنی، کتاب الطہارة/ باب احادیث القہقہة فی الصلوة و عللہا، ج: ۱، ص: ۱۲۸، مطبع: دار الفکر بیروت

المرسلة على العمل بالقياس، فأوجب الوضوء من القهقهة مع إنها ليست بحدث في القياس للخبر المرسل فيها. (۱)

ابن حزم نے کہا: تمام احناف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ان کے نزدیک رائے اور قیاس سے اولیٰ ہے۔ لہذا عمل بالا حدیث کے اس اہتمام کو دیکھو۔ یہی وجہ ہے کہ عمل بالقیاس پر احادیث مرسلہ پر عمل کو مقدم کیا تو باب قہقہہ میں خبر مرسل کے پیش نظر قہقہہ سے وضو کو واجب قرار دیا باوجودے کہ قہقہہ از روئے قیاس حدث نہیں ہے۔

### بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے:

رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص بھول کر کھاپی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے سے مطلقاً روزہ ٹوٹ جائے خواہ جان بوجھ کر ہو یا بھول کر اور یہی مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے:

إذا أكل الصائم، أو شرب، أو جامع ناسيا لم يفطر، والقياس أن يفطر و هو قول مالك رحمة الله عليه. (۲)

جب روزہ دار بھول کر کھالے، پی لے یا جماع کر لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے۔ اور یہی موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

لیکن امام اعظم ابو حنیفہ نے ایک حدیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: إذا نسي فأكل أو شرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه. (۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب (روزہ دار) بھول جائے اور کھا، پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے؛ کیوں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

### سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہے:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لیے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اس کا

(۱) الخيرات الحسان، الفصل التاسع والثلاثون، ص: ۷۱، ملخصاً

(۲) ہدایہ اولین، کتاب الصوم / باب ما یوجب القطاء والکفارة، ج: ۱، ص: ۱۹۶، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(۳) صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب: الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، ج: ۱، ص: ۲۵۹، مطبع: مجلس برکات

طریقہ یہ ہے کہ دائیں جانب سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر تشهد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے ہوں جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا موقف ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام کے پیش نظر قیاس کو ترک کر کے احادیث پر عمل کیا۔ اصول الشاشی میں ہے:

وروی عن ابن مسعود حدیث السہو بعد السلام: و ترک القیاس بہ (۱)

(امام محمد رضی اللہ عنہ) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث سہو کی روایت کی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا۔ احسن الحواشی میں ہے:

قوله: "حدیث السہو الخ و هو قوله علیہ السلام لكل سہو سجدتان بعد السلام. والقیاس یقتضی أن یسجد قبل السلام كما قال به الشافعی لأنه یجبر الفائت والجابر یقوم مقام الفائت فی الصلاة فكذا ما هو جابر، و بعد السلام خارج من وجه فلم یكن فی الصلاة من كل الوجه" (۲)

حدیث سہو اور حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ہر سہو کے دو سجدے ہیں سلام کے بعد حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سلام سے پہلے سجدہ کرے جیسا کہ یہی موقف امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس لیے کہ سجدہ سہو فوت ہونے والے واجب کی تلافی کرتا ہے اور تلافی کرنے والا نماز میں فوت شدہ کے قائم مقام ہوتا ہے تو یہی حکم اس کا بھی ہوگا جو تلافی کرنے والا ہے (یعنی وہ بھی من کل الوجوہ نماز میں ہے) اور سلام کے بعد من وجہ نماز سے خارج ہے لہذا یہ سجدے من کل الوجوہ نماز میں نہیں ہوں گے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جن احادیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: لكل سہو سجدتان بعد ما یسلم. (۳)

حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر سہو کے دو سجدے ہیں اور وہ سلام پھیرنے کے بعد ہے۔

عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ: أن النبی ﷺ سجد سجدتی السہو بعد السلام والكلام" (۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سلام اور کلام کے بعد سہو کے دو

سجدے کیے۔

(۱) أصول الشاشی، الأصل الثانی السنۃ، بحث تقسیم الراوی علی قسمین، ص: ۷۵، مجلس برکات

(۲) مصدر سابق

(۳) سنن أبي داود، کتاب الصلاة، باب من نسی أن یتشهد و هو جالس، ج: ۱، ص: ۱۴۹، مطبع: اصح المطابع

(۴) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب من ترک الرکعتین أو نحوهما الخ، ج: ۱، ص: ۲۱۳، مجلس برکات



## منہ بھرتے ناقض وضو ہے:

کھانے یا پانی یا صفراء کی منہ بھرتے وضو توڑ دیتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:  
وینقضه قئی ملافاہ من مرة أو علق أو طعام أو ماء. (۱)

جب کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اس لیے کہ یہ نجس نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کا خروج معدہ کے اوپری حصہ سے ہوتا ہے اور وہ حصہ محل نجاست نہیں ہے لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے احادیث نبویہ علی صاحبہا علیہ الصلاة والسلام پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو ترک کر دیا۔  
اصول الشاشی میں ہے:

”وروی عن عائشة حدیث القئی و ترک القیاس بہ“ (۲)

حضرت امام محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قے والی حدیث روایت کی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا۔ احسن الحواشی میں ہے:

والقیاس یقتضی أن لا یفسد الوضوء بالرعاف والقئی لأن الخارج لیس بنجس لأنه من أعلى المعدة و هو لیس بمحل النجاسة. (۳)

اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نکسیر اور قے سے وضو نہ ٹوٹے اس لیے کہ قے ناپاک نہیں ہے کیوں کہ اس کا خروج معدہ کے اوپری حصہ سے ہوتا ہے اور وہ محل نجاست نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جن احادیث پر عمل کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

عن أبي الدرداء أن رسول الله ﷺ قاء فتوضأ فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق فذکرت ذلك له، فقال: صدق، أنا صببت له وضوءه“ (۴)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قے فرمانے کے بعد وضو فرمایا۔ پھر میں نے دمشق کی مسجد میں ثوبان سے ملاقات کی اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے سچ کہا ہے۔ وضو کا پانی حضور کے لیے میں ہی لایا تھا۔

”قال رسول الله ﷺ: إذا قاء أحدکم فی صلاته أو قلس فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن

(۱) تنویر الابصار، کتاب الطہارة/ مطلب: نواقض الوضوء، ج: ۱، ص: ۲۳۸، ۲۳۹، مطبع: دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲) أصول الشاشی، الأصل الثاني السنة، بحث تقسیم الراوی علی قسمین، ص: ۷۵، مجلس برکات

(۳) مصدر سابق

(۴) جامع الترمذی، أبواب الطہارة، باب الوضوء من القئی والرعاغ، ج: ۱، ص: ۱۳، مجلس برکات

علی ما مضی من صلاتہ ما لم یتکلم“ (۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: حالت نماز میں جب تم میں سے کوئی شخص قے کرے یا اسے متلی آئے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے، پھر جب تک گفتگو نہ کی ہو تو گزشتہ نماز پر بنا کرے۔

مذکورہ بالا مسائل سے یہ ثابت ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ احادیث نبویہ ﷺ پر مکمل طور پر عامل تھے اور احادیث کے ہوتے ہوئے قیاس کو ترک فرمادیتے تھے۔ لہذا جن مؤرخین اور مخالفین نے ان پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ قیاس اور رائے پر عمل کرتے تھے، شاید اس قسم کے مسائل سے نا آشنا تھے جن کی وجہ سے ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی، ورنہ مذکورہ مسائل میں احادیث کے پیش نظر قیاس کو ترک کر دینا اس امر کی واضح نشان دہی ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے عمل بالحدیث کا حال یہ تھا کہ انہوں نے اپنا بنیادی دستور بنالیا تھا کہ ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ یعنی جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور جہاں تک کچھ مسائل میں قیاس کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں صرف امام اعظم ابو حنیفہ کی کیا خصوصیت ہے۔ اس میں تو تقریباً سبھی ائمہ کرام شریک ہیں جیسا کہ مذکورہ مسائل میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ میں امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کیا ہے اور کسی مسئلہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دی ہے۔ بلکہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی، حضرت لیث بن سعد کا قول نقل کرتے ہیں:

”قال الليث بن سعد: أحصيت على مالك سبعين مسألة قال فيها براهيه و كلها مخالفة لسنة رسول الله ﷺ“ (۲)

لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ عنہ کے ستر مسئلے ایسے شمار کیے جو انہوں نے اپنے رائے سے نکالے ہیں حالانکہ وہ سب سنت رسول ﷺ کے مخالف ہیں۔ اور اسی میں یہ بھی ہے:

والحاصل أن أبا حنيفة لم ينفرد بالقول بالقياس بل على ذلك عمل فقهاء الأمصار، كما قاله ابن عبد البر و بسط الكلام عليه ردا على من جهل فجعل ذلك عيبا. (۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی قیاس نہیں کرتے تھے بلکہ فقہائے امصار کا بھی اس پر عمل ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا اور اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا اور جس نے اسے عیب جانا اس کا رد بھی کیا ہے۔

(۱) سنن الدار قطنی، کتاب الطہارۃ، باب فی الوضوء من الخارج من البدن كالرعاف، ج: ۱، ص: ۱۱۷، مطبع: دار الفكر بیروت

(۲) الخیرات الحسان، الفصل السابع والثلاثون، ص: ۶۶، دار الکتب العربیة الکبری

(۳) مصدر سابق .

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ائمہ کرام اور فقہائے عظام احادیث نبویہ کے معانی و مفہیم کو سمجھنے اور واضح کرنے کے لیے قیاس سے مدد لیتے تھے؛ کیوں کہ احادیث نبویہ پر عمل، بغیر رائے اور قیاس کے درست نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر، ہیتمی مکی شافعی رقم طراز ہیں:

وقد قال المحققون: لا يستقيم العمل بالحدیث بدون استعمال الرأي فيه إذ هو المدرك لمعانيه التي هي مناط الأحكام و من ثمة لما لم يكن لبعض المحدثين تأمل مدرك التحريم في الرضاع، قال بأن المرتضعين بلبن الشاة تثبت بينهما المحرمية ولا العمل بالرأي المحض، و من ثمة لم يفطر الصائم بنحو الأكل ناسيا و أفطر بالإستقاء مع أن القياس في الأول الفطر لوجود ما يضاد الصوم و في الثاني عدمه: لأن الصوم إنما يفسده ما دخل دون ما خرج (۱)

محققین رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نہ تو صرف رائے پر عمل کرنا درست ہے اور نہ فقط حدیث پر عمل کرنا ٹھیک ہوتا ہے جب تک کہ اس میں رائے اور قیاس نہ استعمال کیا جائے۔ اس لیے کہ حدیث کے وہ معانی جن پر اسلامی احکام کا مدار ہے وہ رائے اور قیاس کے ذریعہ واضح ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین رضی اللہ عنہم نے مدرك تحریم فی الرضاع میں غور و فکر نہ کیا تو حکم دے دیا کہ ایسے دو شخص جنہوں نے ایک بکری کا دودھ پیا ہو، ان کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

اور یہی وجہ ہے کہ بھول کر کھالینے سے روزہ نہیں جاتا ہے جب کہ قصداً قے کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ باوجودے کہ اول میں روزہ کا مخالف پائے جانے کی وجہ سے قیاس افطار کو چاہتا ہے اور دوسری صورت میں قیاس عدم افطار کا مقتضی ہے۔ اس لیے کہ پیٹ کے اندر جانے والی چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے۔ باہر نکلنے والی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

میں نے اس مختصر مقالے میں اپنے عنوان ”فقہ حنفی اور عمل بالاحادیث“ کے اس گوشے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے جس کے متعلق مخالفین و معاندین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر الزام تراشی اور بہتان طرازی کرتے ہیں؛ کیوں کہ یوں توفیق حنفی کے تمام مسائل کتاب و سنت اور اجماع امت کے موافق ہیں۔ اور ان سب کا احاطہ مشکل ہے لہذا تفصیل کے لیے ”شرح معانی الآثار“ ”صحیح البہاری“ وغیرہ کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر رحمت و غفران کی بارش نازل فرمائے اور ہم سب کو ان کے علمی اور روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ و علی آلہ و صحبہ أفضل الصلاة و أکمل التسليم.

\*\*\*\*

(۱) الخیرات الحسان، الفصل الرابعون، ص: ۷۱، دار الکتب العربیة الکبری، بیروت

## امام اعظم بحیثیت محدث

محمد حسیب رضا مجدی، پرنسپل مدرسہ اہل سنت مدینۃ العلوم، پولس لائن گیوال بیگھ، گیا (بہار)

سراج الفقہاء، تاج الاتقیاء، امام الائمہ حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی ذات مرجع خلاق ہے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے جملہ اسلامی علوم و فنون پر کامل دسترس حاصل کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اگر ایک طرف امام الفقہاء کے منصب پر فائز تھے تو دوسری طرف راس المحدثین جیسے اعلیٰ مقام پر بھی جلوہ بار نظر آئے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو آج تک امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تعلق سے تذبذب کے شکار ہیں کہ آیا امام اعظم محدث بھی تھے یا صرف فقہ ہی تک ان کی رسائی تھی؟ حالاں کہ یہ مسلم الثبوت اصول ہے کہ حدیث کی معرفت کے بغیر نہ قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی فقہی بصیرت کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

لہذا ذیل میں کچھ ایسے حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ امام اعظم صرف حدیث داں ہی نہیں بلکہ علم حدیث کے ایسی مسند پر فائز تھے کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین بھی آپ کی بارگاہ میں سماع حدیث کے لیے زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کتاب اللہ کے معانی و مفاہیم کی اساس جس طرح حدیث پاک ہے، ٹھیک ویسے ہی فقہی بصیرت کی بنیاد بھی حدیث پاک ہے۔ اسی لیے امام اعظم نے حدیث پاک کی حصول میں انتھک کوشش فرمائی۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و شور سے جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس وقت اس صفت میں مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا اور ہر گھر دارالحدیث و دارالعلوم بن گیا تھا۔ چوں کہ کوفہ میں حدیث و فقہ کے ایسے ایسے ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں کاہر شخص اپنے وقت کا آفتاب و ماہتاب تھا، اسی وجہ دے امام اعظم نے حصول علم حدیث کا آغاز بھی کوفہ ہی سے کیا۔ اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔ اور ابوالمحسن شافعی کے مطابق ۹۳ھ میں قیام فرماتے تھے یا کوفہ تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ کوفہ کے علاوہ بصرہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے بلاد کا بھی آپ نے سفر فرمایا۔ اس طرح ہر جگہ علم کی تلاش

میں سرگرداں نظر آئے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے آپ نے علم حدیث و فقہ حاصل کیا جیسا کہ علامہ ابن حجر مہتمی نے ذکر کیا ہے۔ (الخیرات الحسان)

امام ابو یوسف ”بیان العلم“ میں فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام اعظم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ۱۹۳ھ اپنے والد کے ساتھ حج کو گیا اس وقت میری عمر ۱۶ برس تھی۔ میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ ان کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ بوڑھے شخص کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث ہیں، پھر میں نے دریافت کیا کہ ان کے پاس کیا ہے؟ میرے والد نے جواباً ارشاد فرمایا: ان کے پاس وہ حدیثیں ہیں جو انہوں نے رسول پاک ﷺ سے سنی ہیں۔ میں نے کہا: مجھے بھی ان کے پاس لے چلیے تاکہ میں بھی حدیث رسول سنوں۔ چنانچہ میرے والد مجھ سے آگے بڑھے اور لوگوں کی صفیں چیرتے ہوئے چلے۔ یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا اور میں نے ان سے سنا کہ رہے تھے: ”قال رسول اللہ ﷺ من تفقہ فی الدین کفاه اللہ ہمہ و رزقہ من حیث لا یحتسب.“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی، اس کی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کو اس طرح روزی دیتا ہے کہ کسی کو شان و گمان بھی نہیں۔

امام اعظم کے تعلق سے بعض لوگ کج فہمی کے شکار ہیں وہ فقہ حنفی کو بالعموم حدیث سے تہی دامن اور قیاس و رائے پر اس کی بنا سمجھتے ہیں جو سراسر خلاف واقع ہے۔ اس حقیقت کو تفصیل سے جاننے کے لیے ماہرین علوم و فنون کی آرا کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جن میں امام ابو یوسف، امام سیوطی، امام شافعی وغیر ہم جیسے اکابر نے اسی طرح کی پھیلائی گئی غلط فہمی کے ازالہ کے لیے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ امام اعظم کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے رائے اور قیاس پر حکم صادر فرماتے تھے جو سراسر غلط ہے۔ ابو حنیفہ کی رائے اور رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابو حنیفہ اول تابعین میں سے ہوتے تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔ ابو حنیفہ علم حدیث بیان کرنے میں بہت سخت تھے اور وہی کہتے جو حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ احادیث ناسخ و منسوخ کے بہت ماہر تھے اور بلاشبہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

شعبہ و سفیان ثوری کے استاذ، مشہور تابعی امام اعظم سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کیے، انہوں نے امام اعظم سے پوچھا: ”آپ کیا کہتے ہیں؟“ امام اعظم نے ان سب مسائل کے واضح اور متفرق حکم بیان فرمادئے۔ امام اعظم نے پوچھا: ”یہ کہاں سے کہتے ہو؟“ امام اعظم نے فرمایا: ”آپ ہی کی بیان کردہ احادیث سے“۔ اور ان سب احادیث کو جو امام اعظم سے آپ نے سنیں مع اسناد ایک ایک کر کے بیان کر دی۔ امام اعظم نے فرمایا: ”بس بس! میں نے آپ سے جتنی احادیث سون میں بیان کی آپ نے وہ سب ایک ہی دن میں سنادی۔ اس کے بعد اپنے اصحاب

سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا: ”یا معشر الفقہاء اَنتُم الأَطباء و نحن الصیادلہ و أنت ایہا الرجل بکلا الطرفین.“ اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور آپ (امام اعظم) نے دونوں کو حاصل کر لیا۔ سبحان اللہ! یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا علم حدیث میں کمال۔

حضرت امام مالک سے حضرت امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا، اخیر میں امام اعظم کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا: ”سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے، میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا“۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حدیث میں بعض ایسی خصوصیات حاصل تھیں جو دوسرے محدثین میں نہ تھیں۔ ابو علقمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی حدیثوں کو جب امام اعظم پر پیش کیا تو انہوں نے ہر ایک راوی کا ضروری حال بیان کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں کیوں نہیں سنادیں۔ (مناقب کردری)

امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل تھے وہ آج ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں کہ تشنگان علوم احادیث نبویہ کا انبوه کثیر، آپ کے حلقہ درس میں سماعت کے لیے حاضر رہتا۔ جن لوگوں نے آپ کے حلقہ درس سے سماعت حدیث کا شرف حاصل کیا وہ اپنے زمانے کے ممتاز المحدثین کی صورت میں مثل شمس و قمر ہر جگہ درخشاں و تابندہ نظر آئے۔ جیسا کہ امام وکیع بن جراح کے تعلق سے حافظ ابن عبد البر ترجمہ وکیع میں رقم طراز ہیں: ”وکیع ابن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور وہ اس لیے کہ انہوں نے اپنے اوپر سماعت حدیث کے لیے امام اعظم کے درس کو لازم کر لیا تھا۔“

مذکورہ بالا سطور سے امام اعظم کی فن حدیث میں مہارت ظاہر و باہر ہے۔ لیکن بعض عناد پسند لوگوں کو اب بھی یہ شبہ ہے کہ ”جب اتنے عظیم محدث تھے تو روایات بھی اس حیثیت کی کیوں نہیں جب کہ محدث اعظم و اکبر ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ لاکھوں حدیثیں آپ سے مروی ہونی چاہیے جیسا کہ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں۔ اور انہوں نے صحیح بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا ہے۔ پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلے میں امام اعظم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔“ جب کہ معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی کوشش احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھی مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم و مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لیے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے منقح مسائل کے استنباط کے لیے کوشاں تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک احادیث کو محفوظ کرنا پہلی منزل اور پھر ان کو روایت کرنا اور شائع کرنا دوسرا درجہ اور آخری منزل ان احادیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنا ہے حالانکہ امام اعظم کے وقت تمام مرویات ان کے پیش نظر تھیں۔ پھر بھی ان سب کو روایت نہ کرنے کی وجہ استنباط و استخراج مسائل میں مشغولیت تھی۔ اور رہی بات امام اعظم سے مروی احادیث کی تو خیال رہے کہ امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں صرف ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جن سے

محض مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور ﷺ نے امت کے لیے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا وہ از قبیل سنن ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں: ”امام اعظم نے ۶۰ ہزار شریعت کے احکام و مسائل مستنبط کیے ہیں۔ امام موفق مکی نے کہا: ۸۳ ہزار مسائل بیان کیے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام اعظم نے ۵ لاکھ مسائل شریعت مرتب کیے۔ ایک ایک حدیث سے دو دو مسائل بھی لیے ہوں تو ڈھائی لاکھ احادیث یوں ہی بن جاتی ہیں۔ پھر بھی اگر کج فہم لوگوں کے نزدیک امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم کی احادیث کی روایت کی قلت ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ امام اعظم کے دور میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم نہیں تھا۔ جب کہ امام بخاری کے زمانے میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سیکڑوں اشخاص نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے امام اعظم اور امام بخاری کے درمیان روایت کی تعداد کا فرق ہے جو کہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا جائزہ لیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے بھی زیادہ ہیں۔

امام اعظم کی مرویات چار قسم کی شمار کی گئی ہیں جن میں کتاب الآثار، مسند امام ابو حنیفہ، اربعینات اور وحدانیات ہیں۔ مذکورہ تمام مرویات کا ذکر اپنی جگہ، صرف مسند امام ابو حنیفہ کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ امام اعظم کے مرتب کردہ اصول کے مطابق چالیس ہزار احادیث کا ذخیرہ موجیں مار رہا ہے۔ بقیہ مرویات کے مجموعہ کو کیا کہیں گے؟ مذکورہ تمام تر گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام اعظم نے نہ صرف عام حدیث کو حاصل کیا بلکہ اس کی اشاعت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، مسائل سے لے کر فرائض تک ہر جگہ حدیث مصطفیٰ کی اشاعت میں منہمک و کوشاں نظر آئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے دلوں میں امام اعظم کی سچی محبت عطا فرمائے۔ (آمین، ثم آمین)

☆☆☆





باب ششم  
فقہ حنفی

ضرورت و اہمیت



امام اعظم اور تدوین فقہ

اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ

امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں

مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت

امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہی مہارت

امام اعظم کی فقہی بصیرت

فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب و علل



## امام اعظم اور تدوینِ فقہ

مولانا نفیس احمد مصباحی - استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں خود آپ کی ذات والاصفات شریعت کا مرجع و مصدر تھی، جہاں سے صحابہ کرام قرآن و حدیث کی صورت میں اسلامی شریعت کے مسائل و احکام سیکھتے تھے، اور ان پر عمل کر کے اور انہیں زبانی یاد کر کے اور کبھی کبھی لکھ کر ان کی حفاظت و صیانت کا کام کرتے تھے۔ عہدِ نبوی کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل گئے اور جیسے جیسے فتوحات کے ذریعہ اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، صحابہ کرام بھی مختلف دیار و امصار میں پھیلتے اور وہاں سکونت اختیار کرتے گئے۔

خليفة دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں بصرہ اور کوفہ شہر آباد ہوئے تو صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد وہاں آکر مقیم ہو گئی، اس طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرح بصرہ اور کوفہ بھی صحابہ کرام کے وجود کی برکت سے علومِ شریعت کے انوار و تجلیات سے جگمگا اٹھے۔ صحابہ کرام میں تمام ہستیاں علم و فضل اور دینی فقاہت و بصیرت میں یکساں نہیں تھیں، بعض کو بعض پر فوقیت و برتری حاصل تھی۔

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب "تقریب" میں حضرت مسروق کا یہ

قول درج کیا ہے۔

"انتهی علم الصحابة إلى ستة: عمر، وعلي، وأبي بن كعب، وزيد، وأبي الدرداء،

و ابن مسعود. ثم انتهى علم الستة إلى علي و عبد الله." (۱)

[تمام صحابہ کا علم چھ حضرات میں سمٹ گیا: حضرت عمر، علی ابن ابوطالب، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابو

الدرداء، عبد اللہ بن مسعود، پھر ان چھ حضرات کا علم حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سمٹ گیا۔]

اور ان دو شخصیتوں نے کوفہ کو اپنے نورانی وجود سے زینت بخشی، اور اپنے انوارِ علم و معرفت سے اس شہر کو بقعہ

نور بنا دیا۔

اب ذیل میں ہم شہر کوفہ، اور اپنے علمی و روحانی فیضان سے اسے بہرہ ور کرنے والی بلند پایہ ہستیوں (حضرت علی و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور حضرت امام اعظم کے سلسلہ شیوخ میں آنے والے جلیل القدر علمائے تابعین کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی و اجتہادی کارناموں اور آپ کی مجلس تدوین فقہ کی تاریخی و فنی حیثیت اور قرار واقعی اہمیت سامنے آجائے۔

مگر اس سے پہلے آٹھویں صدی ہجری کے عظیم شافعی محدث، مورخ اور تنقید نگار امام شمس الدین ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کا یہ بیان پیش خدمت ہے، جس سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے سلسلہ فقہ میں آنے والے اساتذہ و مشائخ کی علمی و فقہی حیثیت سامنے آتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”أفقه أهل الكوفة: علي وابن مسعود، وأفقه أصحابها: علقمة، وأفقه أصحابه: إبراهيم، وأفقه أصحاب إبراهيم: حماد، وأفقه أصحاب حماد: أبو حنيفة، وأفقه أصحابه: أبو يوسف، وانتشر أصحاب أبي يوسف في الآفاق، وأفقهُم: محمد، وأفقه أصحاب محمد: أبو عبد الله الشافعي. رحمهم الله تعالى.“ (۲)

[اہل کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، اور ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علقمہ ہیں، اور حضرت علقمہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابراہیم نخعی ہیں، اور حضرت ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں، اور حضرت حماد کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو حنیفہ ہیں، اور امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابو یوسف ہیں، امام ابو یوسف کے شاگرد آفاق عالم میں پھیل گئے، ان میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی ہیں، اور ان کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی ہیں۔]

### مرکز علم و عرفان ”کوفہ“ پر ایک نظر

کوفہ وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷ھ میں بسایا تھا۔ بعض علمائے کوفہ نے لکھا ہے کہ ۷ھ میں بصرہ آباد ہوا اور ۸ھ میں کوفہ، اور بعض نے اس کی آبادی کا سن ۱۹ ہجری بتایا ہے، لیکن مشہور قول ۷ھ ہجری کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن کے بارہ ہزار اور قبیلہ نزار کے آٹھ ہزار افراد کو کوفہ بھیجا اور ان کے لیے روزینہ مقرر کیا، اس شہر کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ (۳)

ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں کوفہ اور اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

”هَبَطَ الكوفة ثلاث مائة من أصحاب الشجرة وسبعون من أهل بدر.“ (۴)

(کوفہ میں تین سو اصحاب بیعت رضوان اور ستر بدری صحابہ نے سکونت اختیار کی۔)

اس شہر کے بیچ نہایت وسیع و عریض عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی جس میں چالیس ہزار افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو ”زُمَحُ اللہ“ (اللہ کا نیزہ)، ”کنزُ الإیمان“ (ایمان کا خزانہ)، اور ”جُمُعَةُ العَرَبِ“ (عربوں کی کھوپڑی) کہا ہے۔

حضرت سلمان فارسی نے فرمایا:

”الكوفة قبة الإسلام و أهل الإسلام۔“ (کوفہ اسلام اور مسلمانوں کا گنبد ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”الكوفة جُمُعَةُ الإسلام و كنزُ الإیمان و سيفُ اللہ و زُمَحَةُ۔“ (۵)

(کوفہ اسلام کا سر، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور خدائی نیزہ ہے)۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام (جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکا تھے) آباد ہوئے۔ جہاں ہدایت و ارشاد کے اتنے ماہ و نجوم اکٹھا ہوں اس کی نورانیت اور ضوفشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعلیم و تربیت، اور پھر حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کے قیام کی بدولت کوفہ کا ہر گھر علم و معرفت کے انوار و تجلیات سے جگمگا اٹھا، اسی مبارک سرزمین سے تمام اسلامی علوم نے سرا بھارا، صحابہ کرام کی برکت سے وہاں علم حدیث کے چشمے پھوٹے، اور یہ شہر نحو، صرف، لغت، فلسفہ لغت، علوم بلاغت، فقہ اور اصول فقہ کا مصدر و منبع بن گیا۔ قرآن کریم کی سات قراءتوں میں تین کے ائمہ یعنی امام عاصم، امام حمزہ اور امام کسائی یہیں کے رہنے والے تھے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جس زمانے میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث و فقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ اور کوفہ کی یہ علمی شان و شوکت صحاح ستہ کے مولفین کے زمانے میں بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر فقہا علم فقہ حاصل کرنے کے لیے یہاں آتے تھے تو محدثین کو احادیث نبویہ کی تحصیل کے لیے یہاں بار بار آنا پڑتا تھا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں:

”میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے دو بار مصر، دو بار شام، دو بار جزیرہ، چار بار بصرہ گیا، چھ سال حجاز میں رہا، اور کوفہ و بغداد کتنی بار گیا، اس کا شمار نہیں۔“ (۶)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں حجاز اور بغداد کی طرح کوفہ بھی علم دین خصوصاً علم حدیث کا مرکز تھا۔

مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن و ابوتراب اور خطابات حیدر و اسد اللہ ہیں۔ اعلان نبوت سے دس سال پہلے پیدا

ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے، حضور اکرم ﷺ نے اپنی سب سے چہیتی صاحب زادی حضرت فاطمہ زہرا کو ان کے حوالہ عقد میں دیا۔ غزوہ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے اور جاں نثاری کا حق ادا کیا۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں، مدینہ طیبہ میں جب رشتہ مواخات قائم فرمایا تو ازراہ کرم ان سے فرمایا: "أنت أخي في الدنيا والآخرة." (تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو)۔ آپ سابقین اولین، خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور ان چھ مخصوص افراد میں سے ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ راضی ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ (۷)

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی آغوش تربیت میں پلے، بڑھے اور پروان چڑھے، اور جس قدر آپ کو سرکارِ اقدس ﷺ کے اقوال و افعال سے مطلع ہونے کا موقع ملا کسی اور کو نہیں ملا۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا: آپ اور صحابہ کی بہ نسبت رسول اکرم ﷺ سے زیادہ حدیثیں کیوں روایت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "میں سرکارِ اقدس ﷺ سے کچھ پوچھتا تھا تو بتاتے تھے اور چپ رہتا تھا تو خود ہی بتانا شروع کر دیتے تھے۔"

اس کے علاوہ ذہانت، استنباط مسائل کی قوت، اور استدلال و استخراج کی مہارت اس درجہ کی تھی کہ عموماً صحابہ اس کا اعتراف کرتے تھے، حضرت عمر فاروق فرماتے تھے: "خدا نہ کرے کوئی مسئلہ درپیش ہو اور علی نہ ہوں۔" حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود مجتہد و فقیہ تھے مگر فرمایا کرتے تھے کہ "جب ہمیں علی کا فتویٰ مل جائے تو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔" (۸)

لیکن آپ کو خلیفہ ہونے کے بعد منصبِ خلافت کی ذمہ داریوں میں مصروفیت کے باعث علم دین کی نشرو اشاعت کے لیے وہ فراغت نہ مل سکی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ کو حاصل تھی۔

### حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ سابقین اولین میں سے ہیں، جنگ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ علمی اعتبار سے صحابہ میں آپ کی شخصیت بہت ممتاز تھی، آپ حدیث و فقہ دونوں کے جامع تھے، مسلمان ہونے میں آپ کا چھٹا نمبر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے ہم دم و ہم راز تھے، سفر و حضر میں خدمت نبوی میں حاضر رہتے تھے۔ (۹)

صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے، ہم نے عبد اللہ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم انہیں سرکارِ اقدس ﷺ کے اہل بیت سے سمجھتے رہے۔" (۱۰)

صحیح مسلم ہی میں ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک مجمع میں دعویٰ کیا کہ تمام صحابہ جانتے ہیں کہ "میں قرآن کریم

کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔“ شقیق اس مجمع میں موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں اکثر صحابہ کے حلقوں میں شریک ہوا مگر کسی کو عبد اللہ بن مسعود کے دعوے کا منکر نہیں پایا۔<sup>(۱۱)</sup>

خطیب تبریزی نے ”الإكمال في أسماء الرجال“ میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث روایت کی: ”قال رسول الله ﷺ: رضيتُ لأمتي ما رضي لها ابنُ أمِّ عبدٍ، وسَخِطْتُ ما سَخِطَ لها ابنُ أمِّ عبدٍ.“<sup>(۱۲)</sup>

[میں اپنی امت کے لیے اسے پسند کرتا ہوں جسے عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کریں، اور اسے ناپسند کرتا ہوں جسے عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے ناپسند کریں۔]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۷۱ھ میں کوفہ شہر بسایا، اور ۲۰ھ میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کو کوفہ بھیجا اور اس موقع پر اہل کوفہ کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

”میں نے عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے، یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے برگزیدہ صحابی اور اہل بدر میں سے ہیں، میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے بیت المال کا محافظ و نگران بنایا ہے، تم ان دونوں سے علم حاصل کرو اور ان کی پے روی اور اطاعت کرو، میں نے اپنے آپ پر ایثار کر کے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔“<sup>(۱۳)</sup>

آپ ۲۰ھ سے ۳۰ھ تک کوفہ میں مقیم رہے، اور فرزند ان اسلام کو قرآن مجید اور دینی احکام و مسائل کی تعلیم دیتے رہے، آپ کی برکت سے کوفہ ”پہلا اسلامی مدرسہ“ بنا۔ آپ نے وہاں علم و فضل کے ایسے دریا بہائے کہ کوفہ علم و معرفت کا شہر بن گیا۔<sup>(۱۴)</sup>

حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ”اسرار الانوار“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے، ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ان کے استقبال کے لیے آئے تو سارا میدان ان کے شاگردوں سے بھر گیا، انھیں دیکھ کر حضرت علی بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم و فقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔“<sup>(۱۵)</sup>

کوفہ میں آپ کے سیکڑوں بلکہ ہزاروں شاگرد تھے، لیکن ان میں حضرت عبیدہ، حضرت حارث، حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ نہایت ممتاز ہوئے۔<sup>(۱۶)</sup>

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو شبل، نام علقمہ اور لقب ”فقیہ کوفہ“ تھا، یہ اپنے وقت کے امام فقہ، حافظ حدیث، مجتہد قرآن اور

جلیل القدر مجتہد تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، عائشہ، سعد، حذیفہ، خالد بن ولید، خطاب، ابو برداء، عمار بن یاسر، ابو مسعود بدری، ابو موسیٰ اشعری، اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بڑی پابندی کے ساتھ رہے اور ان کے طور طریقے کو اس قدر اپنایا کہ لوگ کہنے لگے: ”جس نے علقمہ کو دیکھا اس نے عبداللہ بن مسعود کو دیکھ لیا۔“ (۱۷)

خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ”جتنی علقمہ کی معلومات ہیں، میری معلومات ان سے زیادہ نہیں۔“ ان کی علمی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ صحابہ کرام ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ (۱۸) حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں اگر کوئی ان کا ہم سر تھا تو وہ حضرت اسود تھے۔ آپ کا انتقال ۶۲ھ میں توے سال کی عمر میں ہوا۔ (۱۹)

### حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ

حضرت علقمہ بن قیس نخعی کے بعد ان کے بھانجے حضرت ابراہیم نخعی ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو عمران اور والد کا نام یزید تھا۔ آپ نے فقہ کو بہت کچھ وسعت دی، یہاں تک کہ ”فقیہ العراق“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بچپن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ آپ نے صحابہ کرام سے حدیثیں روایت کی ہیں، لیکن آپ کی زیادہ تر روایتیں حضرت مسروق، حضرت اسود اور حضرت علقمہ جیسے ائمہ تابعین سے ہیں۔ (۲۰) آپ کی توجہ حدیث کی روایت سے زیادہ اس کی درایت پر تھی، آپ روایت حدیث میں ارسال زیادہ کرتے تھے۔ اپنے استاذ الاستاذ حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام لے کر حدیث بیان کر دیا کرتے تھے، ایک دفعہ مشہور و محدث حضرت سلیمان اعمش نے آپ سے کہا: جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت بیان کریں تو بیچ کے واسطے کو بھی ظاہر کر دیا کریں تو آپ نے فرمایا: ”اگر میں راوی کا نام لے کر حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کروں تو سمجھ لو کہ مجھ سے صرف اسی ایک راوی نے وہ حدیث بیان کی ہے، اور اگر بیچ کے راوی کا نام نہ لوں تو سمجھ لو کہ روایت کرنے والے کئی لوگ ہیں۔“ (۲۱)

مشہور محدث حضرت یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کی بیان کردہ مُرسل حدیثیں میرے نزدیک امام شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

آپ بڑے عبادت گزار تھے، آپ کی شریک حیات حضرت ہنیدہ کی روایت ہے، کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے، اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔ (۲۲)

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی حافظ حدیث، عامل سنت اور بہت ذہین انسان تھے۔ (۲۳)



نہایت عظیم تابعی فقیہ و محدث حضرت سعید بن جبیر سے (کوفہ کے) ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم لوگ مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، حالاں کہ حضرت ابراہیم نخعی تمہارے یہاں موجود ہیں؟<sup>(۲۳)</sup>

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو، آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آنسو بہنے لگے، کسی نے رونے کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا: ملک الموت کا انتظار کر رہا ہوں، معلوم نہیں جنت کی بشارت لائے گا یا دوزخ کی خبر سنائے گا۔<sup>(۲۵)</sup>

۹۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ امام شعبی نے لوگوں سے کہا: تم لوگ سب سے بڑے فقیہ کو دفن کر کے آرہے ہو، کسی نے کہا: کیا حسن بصری اور ابن سیرین سے بھی بڑے؟ آپ نے کہا: صرف حسن بصری اور ابن سیرین سے نہیں، بلکہ تمام اہل بصرہ، اہل کوفہ، اہل شام، اہل حجاز سے بڑے فقیہ تھے۔<sup>(۲۶)</sup>

حضرت ابراہیم نخعی کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا، جس کا ماخذ حدیث نبوی اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ تھے، یہ مجموعہ اگرچہ مرتب طریقے پر قلم بند نہیں کیا گیا تھا، لیکن ان کے شاگردوں کو اس کے مسائل زبانی یاد تھے، خصوصیت کے ساتھ یہ مجموعہ حضرت حماد بن ابی سلیمان کے پاس جمع تھا، جو حضرت ابراہیم نخعی کے نہایت ممتاز شاگرد تھے۔<sup>(۲۷)</sup>

### حضرت حماد بن ابی سلیمان

آپ کی کنیت ابو اسماعیل، نام حماد، والد کا نام مسلم اور کنیت ابو سلیمان ہے۔ فقیہ کوفہ کے لقب سے آپ کی شہرت تھی۔ آپ امام ابراہیم نخعی کے علوم کے حامل اور ان کے جانشین تھے۔ آپ مردیگانہ اور صاحب احوال تھے۔ حدیث شریف کی روایت حضرت انس بن مالک، سعید بن المسیب وغیرہما سے کی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں امام ابو حنیفہ، امام اعمش، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، شعبہ بن تجان، حماد بن سلمہ، ابو بکر ہنشلی جیسے جلیل القدر فقہا اور محدثین ہیں۔ آپ بڑی ذہین، طباع، مال دار، سخی طبیعت اور باحیا انسان تھے۔<sup>(۲۸)</sup> ماہ رمضان شریف میں ہر روز پچاس افراد کو کھانا کھلاتے تھے اور عید کے دن ان میں سے ہر ایک کو ایک جوڑا کپڑا اور ایک سو درہم عنایت کرتے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا: آپ میرے لیے اس کام کی سفارش ابو الزناد سے کر دیں، ابو الزناد کوفہ میں زکاۃ کی وصولی کا افسر تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: تم کو اس کام میں کتنے منافع کی توقع ہے؟ اس نے ایک ہزار درہم بتائے۔ آپ نے اس کو پانچ ہزار درہم دیے اور فرمایا: اس حقیر رقم کے واسطے ابو الزناد کے سامنے اپنی آبرو کیوں ضائع کروں؟<sup>(۲۹)</sup>

مغیرہ کا بیان ہے کہ آپ جب حج کر کے کوفہ آئے تو آپ نے اہل کوفہ سے کہا: ”تمہارے بچے اور بچوں کے بچے (یعنی آپ کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد) عطا، مجاہد اور طاؤس سے زیادہ فقیہ ہیں۔ میں ان حضرات کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔“<sup>(۳۰)</sup>

آپ کے اس ارشاد پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے، وہ آپ کے اس قول کو استخفاف پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ آپ کا قول ایک قید کے ساتھ مقید ہے اور مطلب یہ ہے کہ فقہ میں امام حماد کے شاگردوں کا پایہ بہت بلند ہے۔ کیا امام شافعی نے نہیں فرمایا ہے: "الناس فی الفقہ عیال ابی حنیفہ" (کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔) کیا امام اعمش نے نہیں کہا ہے: "نحن الصیادۃ وأنتم الاطباء" (ہم محدثین دو فروش ہیں اور تم فقہا طیب کی طرح ہو۔)

مشہور مقولہ ہے: "لِکُلِّ فِی رِجَالٍ" (ہر فن کے کچھ افراد ہوا کرتے ہیں۔) حضرت عطاء، مجاہد، طاؤس وغیرہ نے ارشاد نبویہ کی روایت کی ہے۔ حضرات صحابہ سے جو کچھ انھوں نے سنا ہے اس کو بیان کیا ہے۔ وہ یقیناً لائق صدا احترام ہیں۔

امام حماد کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کی جلالتِ شان، بلند حوصلگی، راست گفتاری، امرا و حکام سے بے نیازی اور علم کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ حضرت امام ابو حنیفہ کی ذاتِ ستودہ صفات سے کیا جائے جو ان کے تربیت یافتہ تھے کہ آپ نے ان کو کیسی اعلیٰ تربیت دی اور کس بلند مقام پر پہنچایا۔

### امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مشہور روایت کے مطابق ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سن شعور کو پہنچنے کے بعد وقت کے نامور اساتذہ و شیوخ سے علم حاصل کیا۔ امام موفق بن احمد مکی نے حضرت ابو عبد اللہ بن ابو حفص الکبیر کے حوالے سے آپ کے اساتذہ و شیوخ حدیث کی تعداد چار ہزار بتائی ہے، اور حرفِ تہجی کی ترتیب پر بہت سے اساتذہ کے نام بھی شمار کرائے ہیں۔ مگر آپ نے ان میں سب سے زیادہ استفادہ حضرت امام حماد بن ابی سلیمان کوفی علیہ الرحمۃ والرضوان سے کیا۔<sup>(۳۱)</sup>

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثال ذہانت و فطانت اور عقل و دانائی سے نوازا تھا، فطری اوصاف، ذاتی تجربات اور حضرت حماد کی تعلیم و تربیت نے اس سونے کو کندن بنا دیا، اور آپ کو وہ فقہی بصیرت اور مسائل کے استخراج و استنباط میں وہ کمال حاصل ہوا کہ وقت کے ائمہ فقہ و حدیث نے کھلے دل سے آپ کی اجتہادی قوت اور علمی سطوت و شوکت کا اعتراف و اقرار کیا۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں:

"ما رأیت أحداً أفقہ من ابی حنیفہ."

[میرے علم میں ابو حنیفہ سے بڑا کوئی فقیہ (عالم شریعت) نہیں ہے۔]

"من أراد أن يعرف الفقہ فلیزم أبا حنیفہ و أصحابہ فإن الناس کلہم عیال علیہ"

فی الفقہ۔“

[جو فقہ (علم شریعت) سیکھنا چاہے وہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے، کیوں کہ سارے لوگ فقہ کے معاملے میں امام ابو حنیفہ کے دست نگر ہیں۔]  
مشہور محدث حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

”القراءة عندی قراءة حمزة، والفقہ فقہ ابي حنیفة، علی هذا أدركت الناس.“

[میرے نزدیک قراءت حمزہ کی قراءت ہے، اور فقہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے، میں نے لوگوں کو اسی حالت پر پایا۔] (۳۲)  
بلند پایہ محدث حضرت سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

”ما مقلت عینی مثل ابي حنیفة.“

[میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔]

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا:

”نعم، رأيت رجلاً لو كلمت في هذه السارية أن يجعلها ذهباً لقم بحجته.“ (۳۳)

[میں نے انھیں ایسا (باکمال) پایا کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے کے لیے تم سے گفتگو کرتے تو

دلیل سے اسے ثابت کر دیتے۔]

مشہور فقیہ و محدث حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں:

”اجتهد أبو حنیفة في الفقہ اجتهاداً لم يسبقه إليه أحد فهداه الله سبيله، وسهل له

طريقه، وانتفع الخاص والعام بعلمه.“ (۳۴)

[امام ابو حنیفہ نے علم شریعت میں ایسا اجتہاد کیا کہ اس جیسا اجتہاد ان سے پہلے کسی نے بھی نہ کیا تھا، تو اللہ

تعالیٰ نے انھیں سیدھی راہ دکھائی، اور اجتہاد کا راستہ ان کے لیے آسان کر دیا، اور عوام و خواص سب نے ان کے علم

سے فائدہ اٹھایا۔]

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

”ما رأيت أحداً أعلم بتفسير الحديث من أبي حنیفة، وكنا نختلف في المسئلة فنأتي

أبا حنیفة فكأنه يخرجها من كتمه فيدفعه إلينا.“ (۳۵)

[میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر حدیث کی تفسیر و توضیح کا جان کار کسی کو نہیں پایا، کسی مسئلے میں ہمارے

درمیان اختلاف ہو جاتا تو ہم امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اس مسئلے کا حل اپنی

استین میں رکھے ہوئے تھے، بس وہیں سے نکال کر ہمیں دے دیا۔]

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانے تک اگرچہ فقہ کے خاصے مسائل مدون ہو چکے تھے، لیکن ایک تو یہ تدوین صرف زبانی روایت کے طور پر تھی، دوسرے جو کچھ تھافتی حیثیت سے نہ تھا، نہ اس وقت تک استنباط و استخراج کے قواعد و ضوابط طے ہوئے تھے، نہ احکام کی تفریح کے اصول منضبط ہوئے تھے، نہ احادیث میں فرق مراتب کا لحاظ تھا، نہ قیاس کے اصول مقرر تھے۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت تک فقہ، مسائل کے جزئیات کا نام تھا، اس کو قانون کے درجے تک پہنچانے کے لیے ابھی بہت زینے باقی تھے۔ (۳۶)

### امام ابو حنیفہ نے فقہ (قانون اسلام) کی تدوین کیوں کی؟

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دل میں فقہ (اسلامی قانون) کے مسائل اور دفعات باضابطہ مرتب کرنے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟ تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں اس کے تعلق سے کوئی معقول اور تسلی بخش واقعہ نہیں ملتا۔ ہاں "قلائد عقود العقیان" میں اس کے تعلق سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، جو یہ ہے کہ:

دو شخص حمام میں نہانے گئے، اور حمّامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے، ان میں سے ایک نہا کر پہلے نکلا اور حمّامی سے امانت طلب کی، اس نے وہ امانت اس کے حوالے کر دی، یہ لے کر چلتا بنا، اس کے بعد دوسرا شخص نہا کر نکلا اور اس سے امانت مانگی، تو اس نے کہا کہ میں نے تمہارے شریک کو امانت دے دی ہے، دھیرے دھیرے بات بڑھ گئی، اس شخص نے عدالت میں حمّامی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ قاضی (جج) صاحب نے فریقین کی باتیں سننے کے بعد حمّامی کے خلاف یہ کہتے ہوئے فیصلہ دیا کہ جب دونوں نے مل کر تمہارے پاس امانت رکھی تھی تو تم پر لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں ہی وہ امانت واپس کرتے۔ اس فیصلے کے بعد وہ حمّامی گھبرایا ہوا امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا، حضرت امام اعظم نے فرمایا: تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت کی ادائیگی کے لیے تیار ہوں، لیکن قاضی صاحب کے فیصلے کے مطابق تنہا تمہیں نہیں دے سکتا۔ اپنے شریک کو لاؤ اور امانت لے جاؤ۔ اس واقعے کے بعد امام موصوف کو فقہ کی تدوین اور اسلامی قانون کی ترتیب کا خیال پیدا ہوا، اور اس کام کا آغاز کر دیا۔ (۳۷)

ممکن ہے یہ واقعہ بھی اس عظیم کام کا محرک بنا ہو، لیکن اس کارِ عظیم کا اصل سبب صرف یہ واقعہ نہیں ہے، تاریخ و تذکرہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ کے دل میں فقہ کی تدوین کا خیال ۱۲۰ھ میں پیدا ہوا۔ جب آپ کے استاد حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتقال ہو گیا، آپ نے اپنی عمر عزیز کے چالیس سال پورے کر لیے تھے، علم کے ساتھ عقل و دانائی بھی کمال کو پہنچ رہی تھی، آپ کا وطن کوفہ علمی و تہذیبی اعتبار سے نہایت اہم تھا، وہاں آئے دن باہر سے لوگوں کا آنا جانا ہوتا تھا۔ آپ اس وقت تک پچیس حج کر چکے تھے، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے ان مبارک اسفار سے جہاں دینی و مذہبی برکتیں ہاتھ آئی تھیں، وہیں حج کے موقع پر پورے عالم اسلام

کے مسلمانوں سے ملاقات کے مواقع میسر آئے تھے، اور نئے نئے تجربات و مشاہدات نے فکر و نظر کی دنیا میں بے پناہ وسعت اور پھیلاؤ پیدا کر دیا تھا۔

آپ کے سامنے وہ عظیم خلافت تھا، جو خلافت راشدہ کے بعد شوریٰ کا سدباب ہو جانے سے اسلام کے قانونی نظام میں واقع ہو چکا تھا، اور اس کے دور رس منفی اثرات و نتائج بھی آپ ماتھے کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، ایک صدی کے قریب اس حالت پر گزر جانے کے بعد جو نقصان رونما ہو رہا تھا اسے ایک صاحب فکر آدمی کی طرح آپ محسوس کر رہے تھے۔ ایک طرف مسلم ریاست کے حدود سندھ سے اسپین تک پھیل چکے تھے، مختلف قومیں اپنے الگ الگ تمدن، رسم و رواج اور حالات کے ساتھ اس میں شامل ہو چکی تھیں۔ اندرون ملک مالیات کے مسائل، تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے مسائل، شادی بیاہ کے مسائل، دستوری، دیوانی اور فوج داری قوانین و ضوابط کے مسائل روز بہ روز سامنے آرہے تھے۔

بیرون ملک دنیا بھر کی قوموں سے اس عظیم ترین سلطنت کے تعلقات تھے، اور ان میں جنگ، صلح، سفارتی روابط، تجارتی لین دین، بحری و بری مسافرت اور کسٹم وغیرہ کے مسائل پیدا ہو رہے تھے، اور مسلمان چوں کہ اپنا ایک مستقل نظریہ، اصول حیات اور بنیادی قانون رکھتے تھے، اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے ہی نظام قانون کے تحت ان بے شمار نئے مسائل کا حل تلاش کریں۔

غرض ایک طرف وقت کا یہ زبردست چیلنج تھا جس سے اسلام کو سابقہ درپیش تھا اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ ملکیت کے اس دور بلاخیز میں کوئی ایسا مسلم آئینی ادارہ باقی نہ رہا تھا، جس میں مسلمانوں کے معتمد علیہ اہل علم و بصیرت، فقہا اور مدبرین بیٹھ کر اجتماعی طریقہ پر ان مسائل کو سوچتے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ان کا ایک مستند حل پیش کرتے، جو سلطنت کی عدالتوں اور اس کے سرکاری محکموں کے لیے قانون قرار پاتا اور پوری اسلامی مملکت میں یکساں طور پر اس پر عمل کیا جاتا۔

اس نقصان کو خلفاء، گورنر، حکام اور قاضی سب محسوس کر رہے تھے، کیوں کہ انفرادی اجتہاد اور معلومات کے بل پر روزمرہ پیش آنے والے اتنے مختلف مسائل کو بروقت حل کر لینا ہر مفتی، حاکم، جج اور ناظم محکمہ کے بس کا کام نہ تھا، اور اگر فرداً فرداً انھیں حل بھی کیا جاتا تھا تو اس سے بے شمار متضاد فیصلوں کا ایک جنگل پیدا ہو رہا تھا۔ مگر دشواری یہ تھی کہ ایسا ایک ادارہ حکومت ہی قائم کر سکتی تھی، اور حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو خود جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ان کا کوئی اخلاقی و قار و اعتماد نہیں ہے۔ ان کے لیے علماء و فقہا کا سامنا کرنا تو درکنار ان کو برداشت کرنا بھی مشکل تھا۔ ان کی ماتحتی و نگرانی میں بننے والے قوانین کسی حالت میں بھی مسلمانوں کے نزدیک اسلامی نظام قانون کا جز نہ بن سکتے تھے۔

ابن المقفع نے اپنے ”رسالۃ الصحابہ“ میں اس خلا کو بھرنے کے لیے خلیفہ منصور عباسی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ خلیفہ اہل علم کی ایک کونسل بنائے جس میں ہر نقطہ نظر کے علما پیش آمدہ مسائل پر اپنا اپنا علم اور خیال پیش کریں۔ پھر خلیفہ خود ہر مسئلے پر اپنا فیصلہ دے اور وہی سارے ملک کے لیے واجب العمل قانون ہو۔ لیکن منصور اپنی حقیقت سے اتنا بے خبر نہ تھا کہ یہ حماقت کرتا۔ اس کے فیصلے سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے فیصلے کبھی نہیں بن سکتے تھے۔ اس کے فیصلوں کی عمر خود اس کی اپنی عمر سے زیادہ نہ ہو سکتی تھی۔ بلکہ اس کی زندگی میں بھی یہ امید نہ تھی کہ پوری مملکت میں کوئی ایک مسلمان ہی ایسا مل جائے جو اس کے منظور کیے ہوئے قانون کی مخلصانہ پابندی کرے، وہ ایک سیکولر اور لادینی قانون تو ہو سکتا تھا، مگر اسلامی قانون کا حصہ ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔

اس نازک صورت حال میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کو ایک بالکل انوکھا اور نرالا راستہ سوجھا اور وہ یہ تھا کہ وہ حکومت سے بے نیاز رہ کر خود ایک غیر سرکاری مجلس وضع قانون قائم کریں۔ یہ بات ایک انتہائی بلند فکر، وسیع النظر اور عالی دماغ آدمی ہی سوچ سکتا تھا، اور اس کی ہمت وہی شخص کر سکتا تھا جو اپنی قابلیت پر، اپنے کردار پر اور اپنے اخلاقی وقار پر اتنا اعتماد رکھتا ہو کہ اگر وہ ایسا کوئی ادارہ قائم کر کے قوانین مدون کرے گا تو کسی سیاسی قوت نافذہ کے بغیر اس کے مدوّن کردہ قوانین اپنی خوبی، اپنی صحت، اپنی مطابقت احوال، اور اپنے مدون کرنے والوں کے اخلاقی اثر کے بل پر خود نافذ ہوں گے۔ قوم خود ان کو قبول کرے گی، اور سلطنتیں آپ ہی آپ ان کو قبول کرنے کے لیے مجبور ہوں گی۔ آپ نے ایک حد درجہ دانا و بینا اور دور اندیش انسان کی حیثیت سے بالکل صحیح اندازہ کر لیا تھا کہ وہ اس خلا کو اپنی نجی حیثیت سے بھر سکتے ہیں، اور ان کے بھرنے سے وہ خلا بھر بھی جائے گی۔

### مجلس تدوین فقہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی قانون کی تدوین اور دستوری اعتبار سے اس کی ترتیب جتنی اہم، ضروری اور امت مسلمہ کے لیے نفع بخش تھی، اتنی ہی وسیع، ہمہ گیر، پر خطر اور حزم و احتیاط کی متقاضی بھی تھی، اتنے بڑے اہم اور وسیع کام کو تنہا انجام دینا فرد واحد کے لیے نہایت دشوار اور مشکل تھا، اس میں گونا گوں شبہات، زلات، خطاؤں اور لغزشوں کا احتمال تھا، اس لیے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے اسلام کے بابرکت شورائی طریقہ کار کو اختیار کیا اور باضابطہ ایک مجلس تدوین فقہ تشکیل دی، اس دستوری کمیٹی کے ارکان کے طور پر ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو قرآن، حدیث، عربی زبان و ادب اور دیگر ضروری علوم میں مہارت کے ساتھ اخلاص، للہیت، خوفِ خدا اور تقویٰ و پرہیز گاری اور جرأتِ اظہار کی دولت سے مالا مال تھے۔ (۳۸)

### مجلس کا صدر مقام

کسی بھی مجلس اور اجتماعی کمیٹی کی کامیابی میں اس کے صدر مقام کا بہت دخل ہوتا ہے، اس لحاظ سے شہر کوفہ

نہایت موزوں تھا۔ کیوں کہ یہ مختلف عربی اور عجمی تہذیبوں کا سنگم تھا، مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے باہمی ارتباط و تعلق کی وجہ سے آئے دن نئے نئے مسائل سامنے آتے تھے، طرح طرح کے واقعات جنم لیتے تھے، یہاں حدیث، فقہ، کلام، شعر و ادب اور دیگر علوم و فنون کے ماہر بڑی تعداد میں موجود تھے، اس کے علاوہ عرب کے دوسرے شہروں میں تہذیبوں کا یہ تنوع نہ تھا، ان میں سے اکثر و بیشتر کی تہذیب خالص عربی اور سادہ تھی، اور ایک قانون ساز اور آئین کی تدوین و ترتیب کرنے والے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہوتی ہے کہ ممکنہ حد تک اس کی نظر دنیا کی مختلف تہذیبوں پر ہو، زمانے کے عرف و عادات اور رواج عام سے بھرپور واقفیت ہو۔ یہ ساری باتیں کوفہ میں موجود تھیں۔ اس لیے یہ شہر مجلس تدوین فقہ کا صدر مقام قرار پایا۔ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جائے ولادت ہونے کے ساتھ ان کی تجارتی سرگرمیوں کا بھی مرکز و محور تھا۔

### مجلس تدوین کا آغاز اور مدت کار

۱۲۰ھ میں آپ کے استاذ حضرت حماد بن ابی سلیمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتقال ہوا اور امام ابو حنیفہ کو جانشین کی حیثیت سے ان کی مسند درس و افتاء پر بٹھایا گیا، اس کے بعد ہی سے آپ نے تدوین فقہ کا آغاز کر دیا۔ اور یہ کام آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہ کی تدوین اور اسلامی قانون کی تشکیل و ترتیب کا یہ کام تقریباً تیس برس تک چلتا رہا۔

اس میں چھ سال کی وہ مدت بھی شامل ہے جو آپ نے مکہ مکرمہ میں گزاری، کیوں کہ اموی گورنر ابن ہبیرہ کے مظالم سے تنگ آکر آپ نے ۱۳۰ھ میں کوفہ سے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی، اور ۱۳۶ھ میں منصور عباسی کے خلیفہ بننے کے بعد آپ کوفہ واپس آئے تھے۔<sup>(۳۹)</sup>

لیکن اس میں آپ کی حیات طیبہ کے وہ آخری ایام شامل نہیں ہیں جب عہدہ قضا قبول نہ کرنے کی پاداش میں خلیفہ منصور عباسی کے حکم پر آپ کو بغداد کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا تھا، کیوں کہ اس زمانے میں آپ کو درس و افتاء کے کاموں سے روک دیا گیا تھا۔<sup>(۴۰)</sup>

### مجلس تدوین کے ارکان کی تعداد

اس مجلس کے ارکان کی تعداد کے بارے میں مورخین اور سوانح نگاروں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جو کچھ اس طرح ہے:

- ارکان کی تعداد دس تھی، حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کا یہ بیان نقل کیا ہے:
- "كان أصحاب أبي حنيفة عشرة." <sup>(۴۱)</sup>
- (امام ابو حنیفہ کے اصحاب مجلس دس تھے۔)

• ان کی تعداد تیس تھی۔

امام موفق بن احمد کی (متوفی ۵۶۸ھ) اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة رضي الله عنه وأكرم“ میں حضرت سہیل بن مزاحم کی ایک مشاہداتی روایت نقل کی ہے۔ جس میں اس وقت کے حاضرین مجلس کی تعداد تیس ہے۔ عبارت یہ ہے:

”قال سهل بن مزاحم: كنت عند أبي حنيفة وكان حوله من خيار أصحابه وأفاضلهم ثلاثون رجلا فسأل جميعهم عن بلوغهم في كم بلغوا؟ فاجتمع عاقمتهم على ثمان عشرة، وقال بعضهم: تسع عشرة، فوضع بلوغ الغلام على ما اجتمع عاقمتهم.“ (۴۲)

(سہل بن مزاحم کا بیان ہے کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس تھا، ان کے ارد گرد ان کے منتخب اور پسندیدہ ترین تیس شاگرد تھے۔ آپ نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ لڑکے کتنی عمر میں بالغ ہوتے ہیں؟ اکثر نے کہا کہ اٹھارہ سال کی عمر میں۔ اور بعض نے کہا: انیس سال میں تو آپ نے لڑکے کی بالغ ہونے کی عمر وہی قرار دی جس پر اکثر حاضرین مجلس کا اتفاق تھا۔)

انہیں سہل بن مزاحم کا بیان ہے:

”سمعتُ أبا حنيفة يقول: الذي أعتد عليه من أصحابي ثلاثون، عشرة منهم فقهاء صالحون، وعشرة منهم يصلحون للفتيا، وعشرة منهم يصلون للقضاء وهم أحسن أصحابي.“ (۴۳)

[میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شاگردوں میں جن پر میں بھروسہ کرتا ہوں، وہ تیس ہیں۔ ان میں دس تو اچھے فقیہ ہیں، دس فتویٰ دینے کے لائق ہیں اور دس منصبِ قضا کے لائق ہیں، اور یہ میرے تلامذہ میں سب سے بہتر ہیں۔]

• ارکان مجلس کی تعداد تیس سے زیادہ تھی۔

امام موفق بن احمد کی نے اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں اور امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری حنفی (متوفی ۸۲۷ھ) نے بھی اپنی کتاب ”مناقب الامام الاعظم“ میں حضرت وکیع بن جراح کا یہ بیان نقل کیا ہے:

”كنتُ أنا وابن أبي زائدة و سفيان بن عيينة في مسجد الكوفة، وأبو حنيفة في ناحية المسجد وقد ارتفعت أصواتهم إذ قام أبو يوسف فجلس إلينا، فقال له ابن عيينة: أما يعرف أبو حنيفة للمسجد حقاً؟ ما هذا اللغظ في المسجد؟ قال: فسكت ثم زمانا بمسئلة علم إنا نختلف فيها فقال فيها ابن عيينة، وقلتُ فخالفته، وقال ابن أبي زائدة فخالفني



فتکلنا فقال أبو يوسف: يا سبحان الله، أنتم ثلاثة وقد ارتفعت أصواتكم فتلوم أكثر من ثلاثين ثم نهض. (۳۳)

[میں، ابن ابی زائدہ اور سفیان بن عیینہ کوفہ کی مسجد میں تھے، اور امام ابو حنیفہ (اپنے تلامذہ کے ہمراہ) مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے، اور ان لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، جبھی حضرت امام ابو یوسف وہاں سے اٹھ کر ہماری مجلس میں آ بیٹھے، تو حضرت سفیان بن عیینہ نے ان سے کہا: کیا ابو حنیفہ کو مسجد کے حقوق معلوم نہیں؟ مسجد میں یہ شور و شغب کیسا ہے؟ حضرت وکیع کہتے ہیں: (یہ سننے کے بعد) امام ابو یوسف خاموش رہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے ہم لوگوں کے سامنے ایک علمی مسئلہ رکھ دیا، اس میں ہم لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا، سفیان بن عیینہ نے اس کے تعلق سے اپنی رائے ظاہر کی، میں نے اس کے خلاف بات کہی، اور ابن ابی زائدہ نے میرے خلاف رائے دی، اس طرح ہم لوگ (بلند آواز سے) گفتگو کرنے لگے، تو امام ابو یوسف نے فرمایا: تم صرف تین آدمی ہو، اور تمہاری آوازیں بلند ہو رہی ہیں، اور تم تیس سے زیادہ لوگوں کو بلا مت کر رہے ہو؟ یہ کہہ کر ہماری مجلس سے اٹھ گئے۔]

• ارکان مجلس کی تعداد چھتیس تھی۔ قاضی ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری حنفی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب "اخبار أبي حنيفة و أصحابه" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد کے حوالے سے خود حضرت امام اعظم کا قول ذکر کیا ہے جس میں چھتیس کی تعداد کی صراحت ہے۔ (۳۵) امام موفق بن مکی نے اپنی کتاب "مناقب" کے آخر میں بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ (۳۶) اور شیخ محمد ابوزہرہ مصری نے بھی اپنی کتاب "أبو حنيفة: حياته و عصره" میں یہی روایت ذکر کی ہے۔ (۳۷)

### • ان کی تعداد چالیس تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف" میں اور شبلی نعمانی نے "سيرة النعمان" میں فقہ واجتہاد کے ماہر تلامذہ اور آپ کی مجلس کے ارکان کی تعداد چالیس لکھی ہے۔ (۳۸) اس طرح تاریخ و تراجم کی مختلف کتابوں میں الگ الگ تعداد ملتی ہے، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعداد ہر زمانے میں برابر نہ رہی۔ صحیح یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے استاذ امام حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں ان کی مسند درس و افتاء پر جلوہ گر ہوئے، اور اس کے بعد ہی قانون اسلامی کی تدوین و تشکیل کا کام شروع ہو گیا، اور ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات تک تقریباً تیس سال تک یہ عمل جاری رہا۔ اس دوران پوری اسلامی مملکت سے ارباب ذوق، تعلیم فقہ اور استنباط احکام کی تربیت کے لیے آپ کی مجلس فقہ و تدریس میں آتے رہے، ان میں سے کچھ اس فقہی مجلس کے رکن بھی مقرر ہوئے، تاہم اکثر اپنے حالات کے مطابق مناسب مدت تک اکتساب فیض کے بعد اپنے وطن واپس ہو گئے، ان تلامذہ و مستفیدین میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو آپ کی مجلس کے آخری ایام تک آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر فیض اٹھاتے

رہے، ان میں بھی کچھ خاص تلامذہ ایسے تھے جو دیگر علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ یہ مجلس فقہ ایسے ہی باذوق اہل علم اور ماہر فن تلامذہ سے مرکب تھی۔ مناقب و تراجم کی کتابوں میں ان کی پہچان ”لِزَمَهُ، صَحْبَتُهُ، لَازِمَةٌ“ یا ان کے ہم معنی الفاظ سے کرائی گئی ہے۔ لیکن ان کی تعداد تدوین فقہ کے ان تیس برسوں میں ہمیشہ برابر اور یکساں نہیں رہی، بلکہ اس میں کمی و بیشی ہوتی رہی۔ اسی لیے ارکان مجلس کی تعداد کے بارے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سوانح نگاروں کے اقوال میں اختلاف نظر آتا ہے۔

شیخ محمد ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں:

”لقد كان لأبي حنيفة تلاميذ كثيرون، منهم من كان يرحل إليه، ويستمع أمدا ثم يعود إلى بلده بعد أن يأخذ طريقته ومنهاجه، ومنهم من لازمه.“ (۳۹)

[امام ابو حنیفہ کے بہت شاگرد تھے، ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو آپ کے پاس آکر ایک عرصہ تک استفادہ کرتے، آپ کا طریقہ اجتہاد و استنباط سیکھتے، پھر اسے اپنا کر اپنے وطن لوٹ جاتے، اور ان میں سے کچھ نے آپ کی مستقل صحبت اختیار کر لی تھی۔]

امام ابو حنیفہ کے مناقب و سوانح کی کسی کتاب میں آپ کی مجلس فقہ کے تمام ارکان کا ذکر یکجا نہیں ملتا، ان کے ناموں کی تلاش کے لیے بلاشبہ بڑی محنت، کوشش اور جگر کاوی کی ضرورت ہے، لیکن یہ محال و ناممکن بھی نہیں ہے۔ کتب مناقب میں امام ابو حنیفہ کے سیکڑوں تلامذہ اور مستفیدین کی روایتیں موجود ہیں، ان میں سے جو مجلس فقہ کے رکن رہے، ان کی پہچان مصنفین نے ”صَحْبَتُهُ، لِزَمَهُ اور لَازِمَةٌ“ جیسے الفاظ سے کرا دی ہے۔ اسی پہچان کی روشنی میں ارکان مجلس فقہ کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

### ارکان مجلس کے اسمائے گرامی

- ۱- حضرت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی (م: ۱۵۰ھ)
- ۲- حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (م: ۱۸۲ھ)
- ۳- حضرت امام زُفر بن ہذیل بن قیس العبیری (م: ۱۵۸ھ)
- ۴- حضرت امام محمد بن حسن شیبانی (م: ۱۸۹ھ)
- ۵- حضرت قاضی عافیہ بن یزید الاودی الکوفی (م: ۱۸۰ھ)
- ۶- حضرت ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی الکوفی (م: ۱۶۵ھ)
- ۷- حضرت وکیع بن جراح بن ملیح الرواسی الکوفی (م: ۱۹۹ھ)
- ۸- حضرت حفص بن غیاث بن طلق بن عمرو النخعی الکوفی (م: ۱۹۲ھ)

- ۹- حضرت یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ بن میمون (م: ۱۸۲ھ)
- ۱۰- حضرت امام حسن بن زیاد اللؤلؤی الکوفی (م: ۲۰۲ھ)
- ۱۱- حضرت امام ابواسمعیل حماد بن ابی حنیفہ (م: ۱۷۹ھ)
- ۱۲- حضرت حبان بن علی العززی الکوفی (م: ۱۷۲ھ)
- ۱۳- حضرت مندل بن علی العززی الکوفی (م: ۱۶۸/۱۶۷ھ)
- ۱۴- حضرت علی بن مسہر الکوفی (م: ۱۸۹ھ)
- ۱۵- حضرت قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود الکوفی (م: ۱۷۵ھ)
- ۱۶- حضرت ابوالمنظر اسد بن عمرو بن عامر بن اسلم البجلي الکوفی (م: ۱۸۸ھ)
- ۱۷- حضرت یحییٰ بن سعید القطان (م: ۱۹۸ھ)
- ۱۸- حضرت امام عبد اللہ بن مبارک (م: ۱۸۱ھ)
- ۱۹- امام المحدثین یزید بن ہارون الواسطی (م: ۲۰۶ھ)
- ۲۰- محدث شہیر حضرت عبد الرزاق بن ہمام صاحب المصنف (م: ۲۱۱ھ)
- ۲۱- حضرت ضحاک بن مخلد ابو عاصم النبیل (م: ۲۱۲ھ)
- ۲۲- میزان الحدیث حضرت مسعر بن کدام (م: ۱۵۵ھ)
- ۲۳- حضرت مکی بن ابراہیم البلیخی (م: ۲۱۵ھ)
- ۲۴- حضرت ابو عصمہ نوح بن مریم الملقب بالجامع، قاضی مرو (م: ۱۷۳ھ)
- ۲۵- حضرت ابو محمد نوح بن دمراج النخعی الکوفی (م: ۱۸۲ھ)
- ۲۶- امام فقہ و تصوف حضرت فضیل بن عیاض بن مسعود التیمی (م: ۱۷۸ھ)
- ۲۷- حضرت ابراہیم بن طہمان الخراسانی (م: ۱۶۰ھ تقریباً)
- ۲۸- حضرت ابو زید سعید بن اوس الانصاری (م: ۲۱۵ھ)
- ۲۹- حضرت فضل بن موسیٰ السینانی (م: ۱۹۱ھ)
- ۳۰- حضرت نصر بن عبد الکریم (م: ۱۶۹ھ)
- ۳۱- حضرت ابو عمر حفص بن عبد الرحمن النیساپوری (م: ۱۹۹ھ)
- ۳۲- حضرت ہشیم بن بشیر السلمی (م: ۱۸۳ھ)
- ۳۳- حضرت ابو خالد یوسف بن خالد بن عمر السمتی (م: ۱۸۹ھ)
- ۳۴- حضرت ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ بن مسلمہ البلیخی (م: ۱۹۷ھ)

- ۳۵- حضرت ابوالاشہب ہوذہ بن خلیفہ الثقفی البصری (م: ۲۱۵ھ)
- ۳۶- حضرت بشر بن غیاث المریسی (م: ۲۲۸ھ)
- ۳۷- حضرت مالک بن مغول البجلی (م: ۱۵۹ھ)
- ۳۸- حضرت خارجہ بن مصعب السخری
- ۳۹- حضرت حسن بن رشید
- ۴۰- حضرت قاضی ابو علی عمر بن میمون البلیخی (م: ۱۷۱ھ)
- ۴۱- حضرت قاضی شریک بن عبداللہ الکوئی (م: ۱۷۷ھ)
- ۴۲- حضرت قاضی علی بن ظبیان العبسی (م: ۱۹۲ھ)
- ۴۳- حضرت زہیر بن معاویہ بن خدیج الکوئی (م: ۱۷۲ھ)
- ۴۴- حضرت قاضی ابوالاحمد القاسم بن الحکم (م: ۲۰۸ھ)
- ۴۵- حضرت ابو معاذ خالد بن سلیمان البلیخی (م: ۱۹۹ھ)
- ۴۶- حضرت محمد بن القاسم الاسدی البخاری
- ۴۷- حضرت ابراہیم بن ادہم البلیخی
- ۴۸- حضرت شقیق بن ابراہیم البلیخی

### تدوین فقہ کا طریقہ

اس مجلس میں فقہ (اسلامی قانون) کی تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کوفہ کی جامع مسجد میں اپنی درس گاہ میں تشریف رکھتے، ارد گرد آپ کے منتخب تلامذہ ہوتے، پھر مجلس میں کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق ہوتے، اور خود حضرت امام کا بھی اتفاق ہوتا تو اسے اسی وقت نوٹ کر لیا جاتا، اور اگر اس میں آپ کے شاگردوں میں اختلاف ہوتا، تو پوری آزادی کے ساتھ اس کے تعلق سے گرم بحثیں ہوتیں، کبھی کبھی ان کے درمیان ایسی بحثیں ہوتیں کہ ان کی آوازیں مسجد میں گونجنے لگتیں، امام صاحب پورے صبر و تحمل کے ساتھ بہت غور سے ان کی تقریریں سنتے، پھر جب اس مسئلے کے تعلق سے گفتگو شروع کرتے، تو مجلس میں ہر طرف سناٹا چھا جاتا، ایسا محسوس ہوتا کہ مجلس میں کوئی موجود ہی نہیں۔ (۵۰)

حضرت ابو سلیمان جوزجانی کا بیان ہے کہ ایک دن امام موصوف کسی مسئلے کے تعلق سے فیصلہ کن گفتگو فرما رہے تھے، اور تمام حاضرین مجلس مکمل خاموشی اور توجہ کے ساتھ سن رہے تھے، ایک شخص نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

”سبحان الذی انصت للجمیع لک.“ (۵۱)

[پاک ہے وہ ذات جس نے امام ابو حنیفہ کے لیے ان سب حضرات کو خاموش کر دیا۔]  
اس مجلسِ تدوین میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے شاگردوں سے بحث کرتے، کبھی وہ آپ کی دلیلیں سن کر مطمئن ہو جاتے، اور آپ کا موقف تسلیم کر لیتے، اور کبھی آپ کی دلیلوں کے مقابل اپنے دلائل پیش کرتے۔  
حدیث جلیل امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان اس مجلسِ فقہ کے طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:  
”إِنَّهُمْ إِذَا وَقَعَتْ لَهُمْ مَسْئَلَةٌ يُدِيرُونَهَا حَتَّى يُضَيِّقُونَهَا.“ (۵۲)

[جب ان کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو اس کو اس قدر گردش دیتے ہیں کہ اس کا حکم روشن ہو جاتا ہے۔]  
امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس کے اراکین کو بحث و مباحثے کی اس قدر آزادی دے رکھی تھی کہ وہ بلا جھجک امام صاحب کو بھی ٹوک دیتے، اور ایسا بے باکانہ انداز اپناتے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی۔  
حضرت جرجانی کہتے ہیں کہ میں امام صاحب کی مسجد میں حاضر تھا کہ ججھی ایک نوجوان نے آپ سے کوئی سوال کیا، جس کا آپ نے جواب دیا، لیکن نوجوان کو میں نے دیکھا کہ جواب سنتے ہی امام صاحب سے بے جھجک کہنے لگا: ”آپ نے غلطی کی“ جرجانی کہتے ہیں نوجوان کے اس اندازِ گفتگو کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا، اور حاضرین مجلس کو متوجہ کرتے ہوئے میں نے کہا: ”حیرت ہے کہ تم لوگ اپنے استاذ کا بالکل لحاظ نہیں کرتے۔“ میری بات ابھی بوری بھی نہ ہوئی تھی کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان نے ٹوکتے ہوئے فرمایا:  
”دَعَّاهُمْ فَإِنِّي قَدْ عَوَّدْتُهُمْ ذَلِكَ مِنْ نَفْسِي.“ (۵۳)

[آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، کیوں کہ میں نے خود انھیں اس طرزِ تکلم کا عادی بنایا ہے۔]  
امام موفق بن احمد کی لکھتے ہیں:

”امام اعظم نے اپنے مذہب کی بنیاد اپنے شاگردوں کی شوریٰ پر رکھی، اور ان پر اپنی رائے مسلط نہ کی، اس سے آپ کا مقصد دین میں احتیاط اور خدا و رسول سے پر خلوص تعلق اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے آخری حد تک کوشاں رہنا تھا۔ آپ ایک مسئلہ پیش کر کے اپنے تلامذہ کی رائے سنتے، پھر اپنے موقف کی وضاحت کرتے، کبھی کبھی ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے تک بحث جاری رہتی، یہاں تک کہ جب کسی ایک بات پر سب کا اتفاق ہو جاتا تو امام ابو یوسف اسے اصول میں درج کر لیتے، اس طرح انھوں نے سارے اصول تحریر کیے۔“ (۵۴)

حضرت عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے:

”ایک مرتبہ اس مجلس میں تین دن تک مسلسل ایک ہی مسئلے پر بحث ہوتی رہی، تیسرے دن شام کے وقت میں نے جب اللہ اکبر کی آوازیں سنیں تو پتہ چلا کہ اس بحث کا فیصلہ ہو گیا۔“ (۵۵)

امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی مجلسِ تدوین کے ایک اہم رکن حضرت علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن

مجلس میں چند احادیث زیر بحث آئیں کہ ان کی اسناد کیا ہیں؟ اتفاق سے مجھے اس کی سندیں معلوم تھیں، میں نے بیان کر دیں، تو حضرت امام نے مجھے بہت شاباشی دی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ (۵۶)

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متون اور الفاظ و معانی پر بھرپور توجہ دینے کے ساتھ ان کی سندوں کو بھی جانچتے پرکھتے تھے، وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ اپنے تلامذہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے تاکہ وہ پورے شوق، رغبت اور تن دہی کے ساتھ اس دینی و علمی خدمت کو انجام دینے کی کوشش کریں، بددلی اور آزرہ خاطر کا شکار نہ ہو کر اس عظیم خدمت سے دست کش نہ ہو جائیں، کیوں کہ اس سے بہت بڑا دینی و علمی خسارہ ہوگا۔

احادیث نبویہ کے تعلق سے اس مجلس کے میر کارواں حضرت امام اعظم کی وسعت علمی، ژرف نگاہی اور دیدہ وری کا اندازہ اس مجلس کے سکریٹری حضرت امام ابو یوسف کی اس روایت سے ہوتا ہے جسے امام موفق بن احمد کی نے اپنی کتاب ”مناقب الإمام الأعظم“ میں ذکر کیا ہے:

امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ بحث و مباحثہ کے بعد جب کسی حکم پر مجلس میں امام اعظم اور ان کے ارکان مجلس کا اتفاق ہو جاتا تو میں کوفہ کے دوسرے مشائخ اور علما کی طرف رجوع کرتا کہ کیا اس حکم کی تلبید و موافقت میں ان کے پاس کوئی حدیث یا صحابی کا قول ہے تو بسا اوقات اس کی موافقت میں دو دو، تین تین حدیثیں مل جاتیں، میں وہ احادیث لے کر امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو وہ بعض احادیث کو یہ کہہ کر رد کر دیتے کہ یہ صحیح نہیں، حالانکہ وہ حدیثیں اس حکم کے موافق اور مؤید ہوتیں۔ اور بعض کو صحیح قرار دے کر قبول کر لیتے۔ میں ان سے پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا علم کیسے ہوا؟ تو فرماتے: ”أنا عالمٌ بعلم أهل الكوفة.“ [کوفہ میں جتنا علم ہے (حدیث) میں اس سے سے آگاہ ہوں۔] (۵۷)

امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس مجلس فقہ میں جو حضرات بھی شریک تھے، وہ سب علم و فضل کے اعتبار سے استاذ زمانہ اور مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے، لیکن ان میں سے کچھ بہت ممتاز اور نمایاں تھے، وہ بحث و مباحثہ میں سب سے زیادہ حصہ لیتے تھے۔

عاصم بن یوسف کا بیان ہے کہ سب سے زیادہ بحث امام صاحب کی مجلس میں ہوتی تھی، اور سب سے زیادہ بحث میں حصہ لینے والے چار حضرات تھے: امام زفر، امام ابو یوسف، امام عافیہ، اور حضرت اسد بن عمرو۔ (۵۸)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کسی مسئلہ کا حکم قلم بند کرانے کے وقت اپنے ان ممتاز تلامذہ اور ارکان مجلس کی موجودگی ضروری سمجھتے تھے۔ مناقب کردری میں ہے کہ اگر کسی دن حضرت عافیہ مجلس میں موجود نہ ہوتے تو باقی ارکان مجلس کے اتفاق کے باوجود امام صاحب فرماتے کہ ابھی اس مسئلے کو لکھنے میں جلدی نہ کرو، عافیہ کو آ لینے دو۔ جب حضرت عافیہ آجاتے اور وہ بھی اتفاق کرتے تب امام صاحب فرماتے، اب اسے لکھ لو۔ (۵۹)

بہر حال سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے پورے حزم و احتیاط اور مکمل اخلاص و دیانت داری اور ذمہ داری

کے ساتھ فقہ اسلامی کی تدوین کا فریضہ انجام دیا، اور اس کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر انجام دینے کے لیے اس مجلسِ بحث و مذاکرہ میں شرکاء کو بھرپور آزادانہ ماحول فراہم کیا، تاکہ امام صاحب کے ادب و لحاظ اور عقیدت و محبت کے دباؤ میں شرکاءے مجلس کھل کر اظہارِ خیال کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں اور قانونِ اسلامی کی تدوین و ترتیب میں کسی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔

اسی وجہ سے جب ایک دن مشہور محدث و فقیہ حضرت وکیع بن جراح کی مجلس میں ایک شخص نے یہ کہا کہ ”امام ابو حنیفہ سے غلطی ہوئی“ تو وہ حد درجہ ناراض ہوئے اور اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

”من يقول هذا كالأنعام، بل هم أضلّ سبيلاً.“ (۶۰)

[جو لوگ اس طرح کی بات کرتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔]

پھر ارشاد فرمایا:

”كيف يقدر أبو حنيفة أن يخطئ ومعه مثل أبي يوسف و زفر و محمد في قياسهم واجتهادهم، ومثل يحيى بن زكريا بن أبي زائدة وحفص بن غياث و حبان و مندل ابنا علي في حفظهم للحديث ومعرفتهم به، ومثل القاسم بن معن - يعني ابن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه - في معرفته باللغة العربية، وداؤد بن نصير الطائي وفضيل بن عياض في زهدهما وورعهما؟ من كان أصحابه هؤلاء وجلسائه لم يكن ليخطئ؛ لأنه إن أخطأ ردوه إلى الحق.“ (۶۱)

[امام ابو حنیفہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جب کہ ان کے ساتھ امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد جیسے قیاس و اجتہاد کے ماہر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی اور مندل بن علی جیسے حفاظِ حدیث، قاسم بن معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود جیسے زبان و ادب کے ماہر، اور داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے صاحبِ زہد و تقویٰ موجود تھے؟ جس کے رفقاء وہم نشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا، کیوں کہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ انہیں حق کی طرف لوٹادیں گے۔]

### فقہ تقدیری اور امام موصوف:

فقہ تقدیری سے مراد ان فرضی مسائل کا شرعی حکم بتانا ہے جو ابھی عالم وجود میں نہیں آئے، فقہائے اسلام کے یہاں اس طرح کی فقہ کا خاصا ذخیرہ موجود ہے، اور بلاشبہ اس طرح کی فقہ، فقہائے کرام اور امتِ مسلمہ کے لیے ضروری بھی تھی اور مفید بھی، ضروری تو اس لیے کہ جب کتاب و سنت سے مسائل و احکام ثابت کرنے کے لیے علتوں کے استخراج کے درپے ہوتے تو ان کو ذہن نشین کرانے کے لیے وہ فرضی صورتیں بنانے کے لیے مجبور

ہوتے، تاکہ انھوں نے شرعی احکام کی جو علتیں اخذ کی ہیں انھیں صحیح سمت میں جاری کر کے دکھا سکیں اور غیر موجود فرضی واقعات پر منطبق کر کے ان کی وضاحت کر سکیں۔

اور مفید اس لیے ہے کہ کسی بھی صورت مسئلہ کے درپیش ہونے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم ہو جاتا تھا، جس سے علمائے کرام کو حکم بتانے میں اور اس صورت حال سے دوچار شخص کو شریعت کے مطابق عمل کرنے میں آسانی ہوتی تھی۔

فقہ تقدیری کا آغاز کسی حد تک امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے پہلے ہو چکا تھا، کیوں کہ امام عامر بن شراحیل شعبی کوفی جن کا انتقال ۱۰۳ھ میں ہو گیا تھا، ان سے فقہاء کے بارے میں یہ شکوہ منقول ہے کہ وہ لوگ اپنے علمی مباحثوں میں کہتے ہیں: "أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ كَذَا." [ذرا بتائیے کہ اگر یہ صورت حال ہو تو کیا حکم ہوگا؟] اور اسی کا نام تو فرض و تقدیر ہے، وہ ایسے ہی لوگوں کو "أَرَأَيْتُونَ" [آر ایت والے] کہا کرتے تھے۔ (۱۲)

اس لیے صحیح یہ ہے کہ فقہ تقدیری کے مؤسس اور بانی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں کیوں کہ امام شعبی کے انتقال کے وقت آپ نے تدوین فقہ کا کام شروع ہی نہیں کیا تھا، بلکہ اس وقت آپ اپنے استاذ گرامی حضرت امام حماد بن ابی سلیمان علیہ الرحمہ والرضوان کے حلقہ درس میں طلب علم میں مصروف تھے، جب کہ فقہ تقدیری کا رواج کسی حد تک امام شعبی کے زمانے میں ہو چکا تھا، اس لیے آپ کو اس کا موجد کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے، مگر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ نے اس فن کو نمایاں ترقی دی اور اوج کمال تک پہنچایا۔

اس کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ علماء و فقہاء کو ان مشکلات کے حل کے لیے پہلے ہی سے تیار رہنا چاہیے، جن میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، واقع ہونے سے پہلے ان سے بچنے کی جو صورتیں ہیں ان کو سوچ لینا چاہیے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جس کو امام موفق بن احمد کی نے "مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه وأكبره" ج: ۱/ ص: ۱۰۳، ۱۰۴ میں اور امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری نے "مناقب الإمام الأعظم" ج: ۱، ص: ۱۵۸ میں الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے:

مشہور تابعی امام حضرت قتادہ بن دعامہ السدوسی کوفہ آئے، ان کے پاس لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہو گئی، انھیں میں حضرت امام ابو حنیفہ بھی تھے۔ حضرت قتادہ نے حاضرین سے کہا کہ مجھ سے فقہ کا کوئی مسئلہ پوچھو۔ حضرت امام ابو حنیفہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے ابو الخطاب! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو چند سال تک گھر سے غائب رہا، گھر والوں کو اس کا کچھ بھی پتہ نہیں معلوم، اب اس کی بیوی کیا کرے؟ حضرت قتادہ نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہی کہتا ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کی بیوی چار سال تک انتظار کرے، اگر اس مدت میں شوہر واپس آجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ عدتِ وفات (چار مہینہ دس دن) گزار کر جس سے چاہے نکاح کر لے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر



اس عورت نے اسے مردہ سمجھ کر دوسرے سے نکاح کر لیا، پھر پہلا شوہر بھی لوٹ کر گھر آ گیا اور اس نے کہا: ”میرے زندہ رہتے ہوئے تو نے دوسرا نکاح کر لیا۔“ اور دوسرے شوہر نے اس سے کہا: ”شوہر ہوتے ہوئے تو نے مجھ سے نکاح کر لیا۔“ بتائیے اب اس عورت کا کس کے ساتھ لعان ہوگا؟

امام ابو حنیفہ اس سے پہلے اپنے ساتھیوں سے کہ چکے تھے کہ اگر قتادہ اس کے سلسلے میں کوئی حدیث بیان کریں گے تو وہ جھوٹی ہوگی اور اپنی ذاتی رائے سے کام لیں گے تو وہ غلطی میں پڑیں گے۔ بہر حال یہ سوال سن کر حضرت قتادہ نے کہا: کیا ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا: کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا ہے۔ تو حضرت قتادہ نے فرمایا: تو پھر ایسی صورت کا حکم کیوں پوچھتے ہو جو پیش ہی نہیں آئی؟ اس پر امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا:

”إن العلماء يستعدون للبلاء، ويتحززون منه قبل نزوله، فإذا نزل عرفوه وعرفوا الدخول فيه والخروج منه.“ (۶۳)

[اہل علم مصیبت کے پیش آنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کی تیاری کرتے ہیں اور اس کے پیش آنے سے پہلے ہی اس سے بچاؤ کا سامان کرتے ہیں، پھر جب وہ درپیش ہو جاتی ہے تو اس سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے۔]

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کے بعد مفروضہ سوالات اور ان کے جوابات دینے کا طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا۔ اکثر فقہائے کرام اور مجتہدین امت اسی ڈگر پر چل پڑے، امام لیث بن سعد، امام شافعی اور دیگر فقہائے اسلام بھی بہت سے مسائل فرض کر کے ان کا حکم بیان کرنے لگے، جس سے فقہ و استنباط میں بڑی مدد ملی۔ اور حق بات یہ ہے کہ فرضی معاملات کی صورت میں جب امکان کے دائرے میں داخل رہیں، اور ان کے واقع ہونے کا امکان ہو تو ایسے مسائل کا ذکر و اثبات فقہ کے طلب گاروں کے لیے ضروری ہے، بلکہ دراصل علم فقہ کا مغز اور روح یہی ہے۔ (۶۴)

بلاشبہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے علم فقہ کو ایک نئی جہت دینے میں بنیادی اور اہم کردار نبھایا جس سے لوگ عمومی طور پر واقف نہیں تھے، مشہور محدث حضرت نصر بن سمیل نے بڑی سچی بات ارشاد فرمائی ہے:

”كان الناس تياماً عن الفقه حتى أيقظهم أبو حنيفة بمافتقه وبيته ولخصه.“ (۶۵)

[لوگ فقہ سے خوابیدہ اور غافل تھے، یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ نے اسے پردہ خفا سے نکال کر، اچھی طرح واضح کر کے اور اس کا خلاصہ و مغز پیش کر کے انھیں بیدار و ہوشیار کر دیا۔]

حافظ حدیث حضرت قیس بن ربیع سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا:

”أعلم الناس بمالم يكن“ (۶۶)

[جو چیزیں ابھی واقع نہیں ہوئیں ان کے احکام وہ سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔]

### مجموعہ قوانین کی ترتیب:

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے مجموعہ قوانین کی جمع و تدوین کے لیے جو ترتیب مقرر کی، آج فقہی کتابوں میں وہی ترتیب جاری و ساری ہے، آپ نے تدوین کا آغاز مسائلِ طہارت سے کیا، اور اس کے بعد عبادات (نماز، زکات، روزہ، حج) کے ابواب مدون کروائے، اس کے بعد معاملات کے ابواب رکھے، اور سب سے آخر میں وصیت اور میراث کے ابواب رکھے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ محمد بن محمود خوارزمی (م: ۶۶۵ھ) لکھتے ہیں:

”إنما بدأ بالطهارة والصلاة؛ لأنها أهم العبادات وأعتها، وإنما ختمها بالمواريث لأنها آخر أحوال الناس.“ (۶۷)

[امام صاحب نے طہارت اور نماز کو ابتدا میں اس لیے رکھا کہ یہ سب سے اہم اور سب سے عام عبادت ہے، اور میراث پر اس کا خاتمہ اس لیے کیا کہ یہ لوگوں کی آخری حالت سے متعلق ہے۔]

علامہ موفق بن احمد کی کچھ زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ یوں رقم طراز ہیں:

”دونه أبو حنيفة فجعله أبوابا منبوذة وكتبا مرتبة، فبدأ بالطهارة، ثم بالصلاة، ثم بسائر العبادات على الولاء، ثم بالمعاملات، ثم ختم بكتب المواريث، وإنما ابتداءً بالطهارة ثم بالصلاة، لأن المكلف بعد صحة الاعتقاد أول ما يخاطب بالصلاة؛ لأنها أخص العبادات وأعتها وجوبا، وأخر المعاملات؛ لأن الأصل عدمها وبراءة الذمة منها، وختمه بالوصايا والمواريث؛ لأنها آخر أحوال الإنسان فما أحسن ما ابتدأ به وختم.“ (۶۸)

[فقہ اور علم شریعت کی تدوین امام ابو حنیفہ نے کی تو اسے ابواب و کتب پر مرتب کیا، کتاب الطہارت سے آغاز کیا، پھر نماز، پھر دیگر عبادات پھر معاملات کے ابواب بیان کیے، پھر کتاب المیراث پر اسے ختم کیا۔]

طہارت کے بعد نماز کے مسائل اس لیے ذکر کیے کہ تصحیح عقائد کے بعد نماز اولین فریضہ ہے جو بندہ پر عائد ہوتا ہے، کیوں کہ نماز عبادات میں خصوصی مقام رکھتی ہے، اور اس کا وجوب بلا تخصیص تمام مسلمانوں پر ہے، اور معاملات (عام بندوں کے مالی حقوق) کو (عبادات سے) موخر کیا، کیوں کہ اصل یہی ہے کہ بندے کے ذمہ دوسرے بندوں کے مالی حقوق اور مطالبات نہ ہوں۔

اور وصایا و میراث کے مسائل آخر میں اس لیے ذکر کیے کیوں کہ ان کا تعلق انسان کی آخری حالت سے ہوتا ہے تو اس ترتیب ابواب کی ابتدا اور اختتام دونوں ہی کیا خوب ہیں۔]

مجموعہ قوانین کے مسائل اور دفعات کی تعداد

علامہ موفق بن احمد کی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں طے شدہ مسائل اور دفعات کی تعداد تراسی ہزار تھی، ان میں سے اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے اور پینتالیس ہزار کا تعلق معاملات سے ہے۔<sup>(۶۹)</sup>

لیکن یہ تعداد کسی ایک وقت کی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ وضع قانون اور استخراج مسائل کا عمل امام ابو حنیفہ کی وفات کے قریب تک برابر جاری رہا، اور ان کتابوں میں برابر اضافے ہوتے رہے، جن میں طے شدہ مسائل اور قوانین لکھے جاتے تھے۔

مجلس تدوین کے اہم رکن حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”میں نے امام ابو حنیفہ کی کتابیں کئی بار نقل کی ہیں، ان کتابوں میں جو اضافے ہوتے رہتے تھے، ان کو بھی لکھنا ہوتا تھا۔“<sup>(۷۰)</sup>

اس بیان سے معلوم ہوا کہ کسی بھی باب کے مسائل طے کرنے کے بعد اس کا کام یکسر بند نہیں کر دیا جاتا تھا، بلکہ دوسرے ابواب کے مسائل پر بحث و مباحثے کے دوران اگر سابقہ باب کا کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا تو اسے بھی طے کر کے اس باب کے مسائل کے ساتھ بڑھا دیا جاتا تھا، ان اضافوں کی وجہ سے ان کتابوں کی نئی نقلیں تیار کرنی پڑتی تھیں۔

یہی امام موفق بن احمد کی اپنی کتاب ”مناقب الإمام الأعظم“ کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

”بلغت مسائل أبي حنيفة خمس مائة ألف مسألة، وكتبه وكتب أصحابه تدل على ذلك مع ما ضمن مذهبه وأودعه من المسائل الغامضة المشتملة على دقائق النحو والحساب ما يتعب في استخراجها أهل العلم بالعربية وأهل العلم بالجبر والمقابلة.“<sup>(۷۱)</sup>

[امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ پہنچ گئی تھی، اس پر امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کی کتابیں دلیل ہیں، امام موصوف نے ان میں علم نحو و حساب کی باریکیوں پر مبنی ایسے مشکل اور اہم مسائل رکھے جن کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھلکے چھوٹ جائیں۔]

علامہ محمد بن محمد الکردوری نے ”مناقب الإمام الأعظم رضي الله عنه“ جلد اول، ص: ۵۵ پر اور علامہ محمد بن محمود خوارزمی نے ”جامع مسانيد الإمام الأعظم“ جلد اول، ص: ۵۵ پر مجلس امام ابو حنیفہ میں طے شدہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ ہی لکھی ہے۔

بعض مصنفین نے اس روایت کو مبالغہ آمیز قرار دیا ہے، اور اپنی طرف سے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ امام موصوف کے وضع کردہ اصول و کلیات سے بعد میں فقہائے کرام نے جن مسائل کا استنباط کیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے، چونکہ ان مسائل کی بنیاد امام اعظم ہی کے اصول و کلیات پر قائم تھی، اس لیے انہیں بھی امام صاحب ہی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔<sup>(۷۲)</sup>

بہر حال اگر تراسی ہزار والی روایت کو ہی صحیح مان لیا جائے تو بھی یہ اتنا عظیم دینی و علمی کارنامہ ہے کہ اللہ عزوجل کی خصوصی توفیق کے بغیر اس کو انجام دینا ممکن نہیں۔

### روزانہ کتنے مسائل طے ہوتے تھے؟

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ امام اعظم کی مجلس تدوین میں طے شدہ مسائل کی مجموعی تعداد کے بارے میں دو قول ہیں: ۱- پانچ لاکھ - ۲- تراسی ہزار۔

پہلی روایت کے مطابق روزانہ مجموعی طور پر چھپالیس، سینتالیس مسائل طے ہوتے تھے، اور اگر اسے مبالغہ پر مبنی قرار دے کر دوسری روایت کو صحیح قرار دیا جائے، تو اس کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ اوسطاً سات آٹھ مسائل کا فیصلہ ہوتا تھا۔

اس کے مقابلے میں موجودہ زمانے کی قانون سازی کی رفتار کو سامنے رکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس مجلس تدوین قانون میں قانون سازی کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز تھی، کیوں کہ آج کل کی قانون ساز مجالس میں تو بسا اوقات کئی کئی مہینوں میں بلکہ سال بھر میں اتنے قوانین طے نہیں ہو پاتے، جب کہ حکومت کی جانب سے ان مجالس کو ہر طرح و سائل، گونا گوں سہولتیں اور اختیارات، حاصل ہوتے ہیں۔

### اسلامی قانون کے پہلے مدون

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اسلامی قانون کے پہلے مدون امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں۔ بعد کے تمام فقہاء مجتہدین نے امام اعظم کے اس طریقے کی پیروی کی ہے۔ دمشق (شام) کے ممتاز شافعی عالم و فقیہ حضرت علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی لکھتے ہیں:

”إِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ دَوَّنَ عِلْمَ الْفِقْهِ وَرَتَّبَهُ أَبُو بَابَا، ثُمَّ تَبِعَهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ فِي تَرْتِيبِ الْمَوْطَاءِ، لَمْ يَسْبِقْ أَبُو حَنِيفَةَ أَحَدٌ؛ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - إِنَّمَا كَانُوا يَعْتَمِدُونَ عَلَى قُوَّةِ حِفْظِهِمْ، فَلَمَّا رَأَى أَبُو حَنِيفَةَ الْعِلْمَ مَنْتَشِرًا خَافَ فَجَعَلَهُ أَبُو بَابَا مَبْتُوبَةً وَكِتَابًا مَرْتَبَةً.“ (۷۳)

[امام ابو حنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ (قانون اسلام) کی تدوین کی اور اس کو ابواب پر مرتب کیا، پھر امام مالک نے (اپنی کتاب) موطا کی ترتیب میں ان کی پے روی کی، امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے، کیوں کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اعتماد صرف اپنی قوت حافظہ پر تھا، جب امام ابو حنیفہ نے دیکھا کہ علم شریعت (یکجا نہیں، بلکہ منتشر ہے تو آپ کو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا تو اسے ابواب و کتب میں مرتب و منضبط کر دیا۔]

آپ نہ صرف قانون اسلام کی اجتماعی تدوین کے بانی ہیں بلکہ بعض ایسے مباحث پر بھی بھرپور گفتگو فرمائی ہے جن پر آپ سے پہلے کسی نے کوئی مستقل بحث نہیں کی تھی۔ مثلاً کتب الفرائض اور کتاب الشروط، ان سے پہلے اس

موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی۔

علامہ صالحی دمشقی آگے اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

”وهو أول من وضع كتاب الفرائض وأول من وضع كتاب الشروط.“

[آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تصنیف فرمائی۔]

پھر آگے قاضی ابو عبد اللہ صیمری کے حوالے سے ایک دل چسپ واقعہ لکھا:

”ابو سلیمان جوزجانی کا بیان ہے کہ مجھ سے بصرہ کے قاضی احمد بن عبد اللہ نے کہا: شروط کے بارے میں ہم

اہل کوفہ سے زیادہ ماہر ہیں، اس پر میں نے کہا: علما کے لیے انصاف اپنانا بہتر ہے، ان شروط کے وضع کرنے والے اور بیان کرنے والے اما ابو حنیفہ ہیں، ان کی بیان کی ہوئی شرطوں کو لے کر تم نے کہیں کوئی لفظ بڑھا دیا اور کہیں کوئی لفظ گھٹا دیا، اور کہیں کسی لفظ کو اچھے لفظ سے بدل دیا، تم مجھے اپنے (اہل بصرہ کے) اور اہل کوفہ کے وہ شروط دکھاؤ جو امام ابو حنیفہ سے پہلے کے ہوں، یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے، اور پھر بولے:

”التسليمُ للحقِّ أولى من المجادلة في الباطل.“ (۷۴)

[حق کو مان لینا ناقص بات کے بارے میں کٹھ ججتی سے بہتر ہے۔]

امام ابو حنیفہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے بین الاقوامی قانون کو مستقل فقہی موضوع قرار دیا، جب کہ وہ تاریخ کا ایک حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ آپ نے اس کے لیے ”کتاب السیر“ مرتب کی، جس میں صلح و جنگ اور ان کے متعلقات کے قوانین مدون کیے، اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ کتاب اسی وقت معاصرانہ مباحث کا موضوع بن گئی۔ امام اوزاعی نے اس کی تردید میں ایک کتاب لکھی، جس کا جواب امام ابو حنیفہ کے نام ور شاگرد امام ابو یوسف نے ایک کتاب کی صورت میں دیا، جس کا نام ”الردُّ علی کتاب الأوزاعي“ ہے۔

عالم ربانی امام عبد الوہاب شعرانی (م: ۹۷۳ھ) نے بڑی پیاری بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

”مذهبه أول المذاهب تدوینا وأخرها انقراضا، كما قاله بعضه أهل الكشف، قد اختاره

الله إماما لدينه وعباده، ولم تزل أتباعه في زيادة في كل عصر إلى يوم القيامة.“ (۷۵)

[امام ابو حنیفہ کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب سے پہلا مذہب ہے اور ختم ہونے کے اعتبار سے سب سے

آخری مذہب ہے، جیسا کہ بعض اہل کشف (اولیائے کرام) نے فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت امام کو اپنے دین اور

اپنے بندوں کا امام و پیشوا بنایا ہے، اور ہمیشہ اور ہر دور میں ان کے مقلدین زیادہ رہے ہیں اور قیامت تک زیادہ رہیں گے۔]

عظیم محدث و فقیہ حضرت یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں:

”اجتهد أبو حنيفة في الفقه اجتهادا لم يسبقه إليه أحد فهداه الله سبيله، وسهل له

طریقہ، وانتفع الخاص والعام بعلمہ۔“ (۷۶)

[امام ابو حنیفہ نے فقہ (علم شریعت) کے بارے میں ایسا اجتہاد فرمایا کہ ان سے پہلے اس طرح کا اجتہاد کسی نے نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی راہ دکھائی، اور اسے ان کے لیے آسان بنا دیا، خاص و عام سبھی لوگوں نے ان کے علم سے فائدہ اٹھایا۔]

اور یقیناً سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا کہ ان کے علم، فقہ اور مذہب کو خلق خدا میں وہ قبول عام حاصل ہوا کہ ان کے مقابلے میں دوسرے ائمہ فقہ کے مذاہب پھیکے پڑ گئے۔ خلفاء، امراء، حکام اور قائدین سبھی نے اسے اپنایا، اور اس کے مطابق متنازع فیہ امور کے فیصلے کیے، اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مقبولیت بعد وفات نہیں حاصل ہوئی، بلکہ ان کی زندگی ہی میں حاصل ہو گئی تھی۔

حضرت یحییٰ بن آدم ہی کا بیان ہے:

”كانة الكوفة مشحونة بالفقه فقهاؤها كثير مثل ابن شبرمة و ابن أبي ليلى والحسن بن صالح و شريك و أمثالهم فكسبت أقاويلهم عند أقاويل أبي حنيفة، وسير بعلمه إلى البلدان، وقضى به الخلفاء والأئمة والحكام، واستقر عليه الأمر.“ (۷۷)

[کوفہ فقہ سے مالا مال تھا، وہاں ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، حسن بن صالح اور شریک جیسے بہت سے فقہا موجود تھے، لیکن امام ابو حنیفہ کے اقوال کے آگے دوسرے فقہا کے اقوال کا بازار پھیکا پڑ گیا، آپ کا علم مختلف علاقوں میں پھیل گیا۔ خلفاء، ائمہ اور حکام اسی کے مطابق فیصلہ کرنے لگے۔]

### مصادر و مراجع

اس مقالے کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے:

- ۱- ابو حنیفہ - حیات و عصرہ، تصنیف، شیخ محمد ابو زہرہ مصری۔ مطبوعہ دار الفکر العربی، مصر، ۱۹۳۷ء
- ۲- الإصابة في تمييز الصحابة، تالیف: شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)
- ۳- الإكمال في أسماء الرجال، مع مشكاة المصابيح، تصنیف: شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی، مطبوعہ: مجلس برکات، الجامعة الاشرافية، مبارکپور، اعظم گڑھ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۴- تاریخ بغداد، تالیف: حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ)، دراستہ و تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعة الاولى ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء
- ۵- تحصيل التعرف في معرفة الفقه والتصوف، تصنیف: علامہ محقق شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی، (متوفی: ۱۰۵۲ھ) ترجمہ نام ”تعارف فقہ و تصوف“ از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری لاہوری، مطبوعہ: اعتقاد پبلشنگ

ہاؤس، سوئی والان، نئی دہلی (غیر موڑخ)

- ۶- التقریب، تصنیف: امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) مع شرحہ: تدریب الراوی، مطبوعہ: دار الحدیث، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
- ۷- حیات امام ابو حنیفہ: تصنیف: شیخ محمد ابو زہرہ مصری، ترجمہ: غلام احمد حریری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، سوئی والان، نئی دہلی، اشاعت اول۔ جولائی ۱۹۸۷ء
- ۸- الخیرات الحسان فی مناقب ابي حنیفة النعمان، تالیف: شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی (متوفی ۹۷۳ھ)، مطبوعہ: دار الکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر (غیر موڑخ)
- ۹- سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنیفہ، تالیف: مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی، ناشر: شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی، ۶، طبع سوم ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء
- ۱۰- سیرۃ النعمان، تصنیف: مولانا شبلی نعمانی، ناشر: دار المصنفین، شبلی الیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی، جون ۲۰۰۵ء
- ۱۱- سیرۃ اعلام النبلاء، تصنیف: حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعة الاولى ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
- ۱۲- سنن الترمذی، تالیف: امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، مطبوعہ: مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۱۳- جامع مسانید الامام الاعظم، تالیف: علامہ محمد بن محمود خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ)، الطبعة الاولى، ۱۳۳۲ھ، مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد، دکن۔
- ۱۴- الطبقات الکبریٰ، تالیف: امام محمد بن سعد بن منیع زہری (متوفی ۲۳۰ھ)، فہرست ساز: ریاض عبداللہ ہادی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء
- ۱۵- مناقب الامام الاعظم ابي حنیفة رضی اللہ عنہ و اکرم، تالیف: صدر الائمتہ امام موفق بن احمد مکی (متوفی ۵۶۸ھ)، مطبوعہ: مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد، دکن، الطبعة الاولى ۱۳۲۱ھ
- ۱۶- مناقب الامام الاعظم رضی اللہ عنہ، تالیف: امام حافظ الدین، محمد بن محمد بن شہاب کردری حنفی، صاحب فتاویٰ بزازیہ (متوفی ۸۲۷ھ) مطبوعہ مذکورہ بالا۔
- ۱۷- معجم البلدان، تالیف: امام شہاب الدین ابو عبد اللہ جعفر بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی (متوفی ۶۲۶ھ)، تحقیق: فرید عبدالعزیز جندی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
- ۱۸- میزان الشریعۃ الکبریٰ، تالیف: امام عبد الوہاب بن احمد بن علی الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (متوفی ۹۷۳ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء

۱۹- نزہة القاری شرح صحیح البخاری، تصنیف فقیہ اعظم ہند، علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، (متوفی ۱۳۲۱ھ/۲۰۰۰ء) مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی، ضلع منو، پاراول، جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ / فروری ۱۹۸۲ء

### حوالے و حواشی

- (۱) تقریب النواوی مع تدریب الراوی، النوع التاسع والثلاثون: معرفة الصحابة، ص: ۴۸۴
- (۲) سیر أعلام النبلاء، ج: ۵، ص: ۱۴۴
- (۳) معجم البلدان، ج: ۴، ص: ۴۹۱، ۴۹۲، ملتقطاً
- (۴) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج: ۶، ص: ۳۶۹
- (۵) مصدر سابق، ج: ۶، ص: ۳۶۷
- (۶) نزہة القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۵۲، ۵۳ • ہدی الساری، مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۷۸
- (۷) نزہة القاری، ج: ۱، ص: ۳۹۳، ۳۹۴، ملخصاً
- (۸) الإصابة في تمييز الصحابة، ج: ۲، ص: ۵۰۹، مكتبة السعادة، ۱۳۲۸ھ
- (۹) اسد الغابة، ج: ۳، ص: ۳۸۳، ۳۸۴
- (۱۰) صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۹۲ • سنن ترمذی، ج: ۲، ص: ۲۲۲
- (۱۱) صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۲۹۳، كتاب الفضائل، باب فضائل عبد الله بن مسعود
- (۱۲) الإكمال في أسماء الرجال، مع مشكاة المصابيح، ص: ۶۰۵
- (۱۳) الطبقات الكبرى لابن سعد، ج: ۶، ص: ۳۶۸
- (۱۴) سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنیفہ، ص: ۱۰۸
- (۱۵) نزہة القاری، ج: ۱، ص: ۱۱۴
- (۱۶) سوانح بے بہاے امام اعظم ابو حنیفہ، ص: ۱۰۸
- (۱۷) سیر أعلام النبلاء، ج: ۵، ص: ۳۲۷ - ۳۲۹، ملتقطاً
- (۱۸) مصدر سابق، ج: ۵، ص: ۳۳۰، ۳۳۱، ملخصاً
- (۱۹) مصدر سابق، ج: ۵، ص: ۳۳۱، ۳۳۲
- (۲۰) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۱۷، ۶۱۸
- (۲۱) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۱۹، ۶۲۱
- (۲۲) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۱۹
- (۲۳) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۲۲
- (۲۴) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۱۹
- (۲۵) مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۲۲



- (۲۶) - مصدر سابق، ج: ۴، ص: ۶۲۱
- (۲۷) - حیات حضرت امام ابو حنیفہ (مترجم)، ص: ۳۳۸
- (۲۸) - سیر أعلام النبلاء، ج: ۱، ص: ۱۴۱
- (۲۹) - مصدر سابق، ج: ۵، ص: ۱۴۵
- (۳۰) - مصدر سابق، ص: ۱۴۳
- (۳۱) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۱، ص: ۳۸-۵۳
- (۳۲) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۳۱
- (۳۳) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۲۶
- (۳۴) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۴۱
- (۳۵) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۴۳
- (۳۶) - سیرة النعمان، ص: ۱۸۰
- (۳۷) - قلائد عقود العقیان، بحوالہ سیرة النعمان، ص: ۱۸۰، ۱۸۱
- (۳۸) - جامع المسانید، ج: ۱، ص: ۳۳
- (۳۹) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۱، ص: ۲۳، ۲۴
- (۴۰) - ابو حنیفہ - حیاتہ و عصرہ (مترجم)، ص: ۱۰۳
- (۴۱) - تاریخ بغداد، ج: ۱۴، ص: ۲۴۵
- (۴۲) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۱، ص: ۸۲
- (۴۳) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۸۹
- (۴۴) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۱، ص: ۲۲۰ • مناقب الإمام الأعظم للکردری، ج: ۲، ص: ۱۳۵، ۱۳۶
- (۴۵) - أخبار أبي حنیفہ و أصحابه للصیمری، ص: ۱۵۲
- (۴۶) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۱، ص: ۲۴۶
- (۴۷) - ابو حنیفہ - حیاتہ و عصرہ (مترجم)، ص: ۱۹۶
- (۴۸) - تعارف فقہ و تصوف (ترجمہ تحصیل التعرف)، ص: ۲۲۳ • سیرة النعمان، ص: ۱۸۲
- (۴۹) - ابو حنیفہ - حیاتہ و عصرہ (مترجم)، ص: ۱۹۷
- (۵۰) - مناقب الإمام اعظم للموفق المکی، ج: ۲، ص: ۱۵۰
- (۵۱) - مناقب الإمام الأعظم للکردری، ج: ۲، ص: ۱۰۸، ۱۰۹
- (۵۲) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۳
- (۵۳) - الخیرات الحسان، ص: ۵۴

- (۵۳) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۲، ص: ۱۳۳ - ۱۳۴ • مناقب الإمام الأعظم للكردي، ج: ۱، ص: ۵۰
- (۵۵) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۲، ص: ۵۴
- (۵۶) - مصدر سابق
- (۵۷) - مصدر سابق، ج: ۲، ص: ۱۵۱-۱۵۲
- (۵۸) - أجلي الإعلام، فتاوى رضويه (مترجم)، ج: ۱، ص: ۹۷
- (۵۹) - مناقب الإمام الأعظم للكردي، ج: ۲، ص: ۲۱۴
- (۶۰) - الخيرات الحسان، ص: ۲۸
- (۶۱) - جامع المسانيد، ج: ۱، ص: ۳۳
- (۶۲) - حیات امام أبو حنيفة (مترجم)، ص: ۴۰۴
- (۶۳) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۱، ص: ۱۰۳ - ۱۰۴ • مناقب الإمام الأعظم للكردي، ج: ۱، ص: ۱۵۸
- (۶۴) - حیات امام أبو حنيفة (مترجم)، ص: ۴۰۵ ملخصاً
- (۶۵) - تاريخ بغداد للخطيب البغدادي، ج: ۱۳، ص: ۳۴۵
- (۶۶) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۲، ص: ۴۰
- (۶۷) - جامع مسانيد الإمام الأعظم ج: ۱، ص: ۳۴
- (۶۸) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۲، ص: ۱۳۶
- (۶۹) - مصدر سابق، ج: ۱، ص: ۹۶
- (۷۰) - سيرت امام ابو حنيفه، ص: ۱۴۸، بحواله جامع المسانيد، ص: ۳۵
- (۷۱) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۱، ص: ۱۳۷، ۱۳۸ • مناقب الإمام الأعظم للكردي، ج: ۱، ص: ۵۵
- (۷۲) - سيرة النعمان، ص: ۱۸۵ • امام ابو حنيفه كى سياسى زندگى، ص: ۲۳۳
- (۷۳) - قلائد عقود الجمان، ص: ۱۸۴، بحواله سوانح بے بها، ص: ۱۴۱
- (۷۴) - مصدر سابق
- (۷۵) - ميزان الشريعة الكبرى، فصول في بعض الأجوبة، الفصل الأول
- (۷۶) - مناقب الإمام اعظم للموفق المكي، ج: ۲، ص: ۴۱
- (۷۷) - مصدر سابق

## اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ

مفتی محمد سجاد عالم مصباحی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود، (گلشن کالونی) کولکاتا - ۱۰۰

اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وہ فضل و کمال عطا فرمایا ہے جو دوسرے ائمہ عظام کو عطا نہیں ہوا تمام اماموں میں شرف تابعیت صرف آپ کو حاصل ہے پھر آپ کا زمانہ خیر القرون کا، اس لیے جس کثرت کے ساتھ صحیح حدیثیں آپ کو ملیں وہ دوسروں کو نہ پہنچیں کیوں کہ مرور زمانہ کی بنیاد پر صحیح و ضعیف کے قوانین میں تبدیلی ہوئی اور زمانہ خیر القرون میں جو حدیثیں معمول بہ تھیں بعد کے ادوار میں ان میں سے کچھ میں وہ قوت و صحت باقی نہ رہیں۔ لہذا ان کے علاوہ حدیثیں معمول بہ قرار پائیں۔ پھر ہر ایک امام نے جن احادیث کو قوی ہونے کے اعتبار سے قابل اعتنا سمجھا ان میں اجتہاد کر کے ان سے مسائل مستنبط کیے جس کی وجہ سے وہ قابل شکر اور لائق اتباع ہوئے اور مسلمانوں نے ہر ایک کی بارگاہ میں نیاز عقیدت لٹائے اگرچہ انہوں نے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کی اور اسی کے مستخرج مسائل پر عمل کیا مگر جذبہ حسن عقیدت سب کے ساتھ یکساں رہا، اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان ائمہ حقہ میں سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ انعام عطا فرمایا کہ بشارت نبوی کا حقدار ٹھہرایا، ہر زمانے میں لوگوں میں سب سے زیادہ ماننے والے آپ کے ہوئے اور تدوین فقہ کا آغاز بھی آپ ہی سے ہوا۔

### فقہ حنفی کی تدوین:

فقہ اپنی وسعت و جامعیت کے اعتبار سے زندگی کے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے تک اگرچہ فقہ کے بعض مسائل مدون ہو چکے تھے لیکن اسے باقاعدہ ایک کامل دستور اور جامع قانون کی حیثیت حاصل نہ تھی، اس وقت تک نہ تو استدلال و استنباط مسائل کے قواعد مقرر ہوئے تھے اور نہ ہی ایسے اصول و ضوابط طے ہوئے تھے جن کی روشنی میں احکام کی تشریح کی جاتی۔

بارہا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حکومت کے قاضیوں اور حکام کو فیصلو میں غلطیاں کرتے دیکھا یہ بھی تدوین فقہ کا ایک سبب تھا نیز تمدن میں وسعت کی وجہ سے روز بروز نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے اطراف و بلاد سے آنے والے سینکڑوں استفتا امام اعظم کی خدمت میں آنے لگے تو آپ نے ارادہ کیا کہ احکام و مسائل کے وسیع و کثیر جزئیات کو

اصولوں کے ساتھ ترتیب دے کر ایک جامع فن کی شکل دے دی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے اسلامی دستور مشعل راہ بن جائے۔

چنانچہ آپ نے تدوین فقہ کے عظیم کام کے لیے اپنے شاگردوں میں سے چالیس نامور افراد جو اپنے اپنے فن کے ماہر تھے ان کا انتخاب کر کے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی یہ سب ائمہ حضرات درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اراکین کمیٹی میں امام ابو یوسف، امام داؤد طائی، حضرت یحییٰ بن ابی زائدہ، حضرت حفص بن غیاث اور حضرت عبداللہ بن مبارک کو روایت اور آثار و حدیث میں خاص کمال حاصل تھا۔ حضرت قاسم بن معن اور امام محمد عربیت اور ادب میں مہارت رکھتے تھے جب کہ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے (رضی اللہ عنہم)۔ افراد کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں انہیں بھی مجلس کارکن بنایا جائے، غرض مختلف صلاحیتوں کے ماہرین کو اس مجلس میں جمع کیا گیا کیوں کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے کے مسائل پر مبنی ہے، اس لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف علوم و فنون کے ماہرین کو جمع کیا اور ان کی معاونت سے اسلامی قوانین کو مرتب کرنے میں مصروف ہو گئے۔<sup>(۱)</sup>

ان چالیس میں سے دس یا بارہ ائمہ کی ایک اور خصوصی مجلس تھی جس میں امام اعظم کے علاوہ امام ابو یوسف، امام زفر، داؤد طائی، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن زکریا، حبان بن علی، امام مندل بن علی، عافیہ بن یزید، علی بن مسہر، علی بن ظبیا، قاسم بن معن اور اسد بن عمرو شامل تھے۔ یہ لوگ فیصلہ کو حتمی شکل دیتے، پھر اسے تحریر کر دیا جاتا (رضی اللہ عنہم)۔ دستور اسلامی کی تدوین کا یہ عظیم الشان کام ۱۲۱ھ میں شروع ہوا اور کئی سال جاری رہا یہاں تک کہ امام اعظم کی اسیری کے ایام میں بھی یہ کام جاری تھا۔ اس دستور کے جتنے اجزا تیار ہو جاتے ساتھ ہی ساتھ انہیں شائع کر دیا جاتا، یہ مجموعہ ”کتب فقہ ابی حنیفہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔<sup>(۲)</sup>

## فقہ کی ضرورت:

انسانی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنا دیا ہے کہ ایک انسان لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو محال ہے۔ مسلمان چوں کہ عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے، اس لیے اسے عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم، لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت ہے، آپ صرف عبادت ہی کو لیجیے اس کے فروع و جزئیات کتنے کثیر ہیں، اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی و مطالب کے حفظ رکھے اور تمام احادیث کو مع سند مالہ و ما علیہ یاد رکھے تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر و اشاعت میں

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں ص ۱۰۸

(۲) ایضاً ۱۰۹

مصرف ہو جس کا حکم صریح سورہ توبہ کی آیت (۱۲۲) میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”ہر گروہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے۔“ رہ گئے عوام تو انہیں یہ حکم ہے:

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (۱)

علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کے بعد علماء کی اطاعت کریں ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۲)

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو۔

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی آیت پڑھ کے سنائی جائے، یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے، اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتادینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لیے ضروری ہوا کہ امت کے جن علماء کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت اور استعداد دی ہے کہ وہ قرآن و احادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و مطالب سے کما حقہ واقف ہیں اور ان کے ناخ و منسوخ کو جانتے ہیں اور جن میں اجتہاد و استنباط کی پوری قوت ہے وہ خداداد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منقح احکام مذکور ہوں۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے حضرت امام الائمہ، سراج الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا اور اپنی خداداد صلاحیت کو قرآن و احادیث و اقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج و استنباط میں صرف فرمادیا، جس کے احسان سے امت مرحومہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، خصوصاً جب کہ دور وہ شروع ہو چکا تھا کہ نئے نئے فتنے اٹھ رہے تھے، بد مذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزار ہا ہزار احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔ (۳)

(۱) الانبیاء: ۷

(۲) النساء: ۵۹

(۳) نزہة القاری، ج: ۱، ص: ۱۳۵-۱۳۶

## مروج زبانوں میں فقہ حنفی کی خدمت:

اللہ تعالیٰ نے فقہ حنفی کو جو شہرت لازوال عطا فرمائی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو اپنے اپنے زمانے کی مقبول و مروج زبانیں فقہ حنفی کی تصنیفات سے مالا مال ہیں۔ عربی زبان میں تو بے شمار کتابیں تصنیف ہوئیں کیوں کہ یہ زبان قرآن و حدیث کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بلاد عجم اور خصوصیت سے بلاد عرب کے مسلمانوں کی بھی زبان تھی، اور تدوین فقہ کا آغاز بھی اسی زبان میں ہوا اس لیے قدیم و جدید کی اکثر تصنیفیں اسی زبان میں ہیں مثلاً: فتح القدر، ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، جامع الرموز وغیرہا سفار، لیکن بلاد عجم میں برصغیر ہندو پاک کی مغلیہ سلطنت اور انگریزوں کی حکومت کا آدھا زمانہ فارسی زبان کے عروج کا تھا کیوں کہ یہ دفتری زبان تھی، لہذا مسلمانوں کے احکام و مسائل اور فقہ و فتاویٰ ان ادوار میں اسی زبان میں تصنیف ہوئے مثلاً "اشعة اللمعات" اگرچہ یہ کتاب شرح کی ہے لیکن فقہ حنفی کو اس زبان میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر جب اردو رابطے کی زبان بنی اور لوگوں نے اردو زبان میں تصنیفات کا کام شروع کیا تو فقہی سرمایہ بھی اس زبان میں منتقل ہوا۔

## اردو زبان:

اردو زبان برصغیر (ہندو پاک) کے کس حصے میں پیدا ہوئی یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا، لیکن اس کے دعوے دار بہت ہیں، کوئی اس کا مقام پیدائش سندھ کو قرار دیتا ہے، تو کوئی پنجاب کو، کوئی وسط ہند کو تو کوئی دکن کو۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ جدید ہندوستانی زبان ہے اس کے بولنے والے چاہے پوزب ہو یا بچھتم، اتر ہو یا دکھن ہر علاقے میں بکھرے ہوئے ہیں، اس کا کوئی مخصوص علاقہ یا گھر نہیں ہے۔ اس کے باوجود اردو ایک زبان ہے، زندہ زبان ہے لاکھوں اور کروڑوں کی مادری زبان ہے، مقبول زبان ہے ایک ایسی ترقی یافتہ زبان ہے جس کے وجود سے، علمی و ادبی اہمیت سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اردو زبان کے عروج و ارتقا کی تاریخ اس وقت لکھی گئی جب اس نے ہم عصر مسائل، تقاضے، رجحانات اور رویوں کو اپنے دامن میں سمیٹا ہے۔ اور تب جا کر لوگوں نے اس زبان کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا، یہ لوگوں میں رابطے کی زبان بنی۔ لیکن اسے اس مقام تک پہنچنے کے لیے کئی مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے، یہاں اس موضوع پر گفتگو کا مقام نہیں، تفصیل اردو زبان کے عروج و ارتقا سے متعلق تصنیف شدہ کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

اس زبان کے ارتقا کے ساتھ ہی لوگوں نے اس زبان میں مختلف قسم کے فنون پر طبع آزمائی کی۔ وہ لوگ جو اب تک فارسی اور عربی زبان میں اپنے مضامین و اشعار، قصیدہ و مقالات اور نعت و منقبت لکھا کرتے تھے اب اردو میں بھی لکھنے لگے۔ یوں یہ زبان مقبول ہوئی یہاں تک کہ اٹھارہویں صدی میں اس زبان میں مذہبیات کو بھی شامل کر لیا گیا۔

## اردو زبان میں مذہبیات کا فروغ:

چوں کہ اردو دور جدید میں ابلاغ و ترسیل کا اہم ذریعہ ہے اور اس زبان کے ساتھ برصغیر کی عوام کی والہانہ عقیدت بلا تفریق رنگ و نسل ہمیشہ رہی ہے، اس کی گونا گوں خصوصیات کی بنیاد پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان والوں نے مذہبیات کو بھی اس زبان میں شامل کر لیا، پھر اس زمانہ میں ترجمہ نگاری کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ قرآن کریم کے اردو زبان میں بہت سارے ترجمے ہوئے جن میں شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبدالقادر کے ترجمے سب سے پہلے معرض وجود میں آئے، ان کے بعد ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ قرآن شائع ہوا۔ لیکن قوم مسلم کو ایک صحیح اور سلیس ترجمہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بطور تحفہ دیا جو ”کنز الایمان“ کے نام سے پورے عالم میں جانا پہچانا جاتا ہے جس میں تعظیم حرمت الہیہ، تحفظ ناموس رسالت اور عقائد اہل سنت کی بھرپور رعایت و پاسداری کی گئی ہے۔ ترجمہ قرآن کے علاوہ احادیث نبویہ، سیرت رسول پاک ﷺ، سیرت صحابہ، اور شعرا کے اشعار کیساتھ ساتھ فقہ کی کتابوں کا بھی اردو زبان میں ترجمہ ہوا، یوں اگر کہا جائے کہ اردو زبان میں فقہ حنفی کا آغاز ترجمہ سے ہوا تو شاید غلط نہ ہوگا۔

برصغیر ہندو پاک میں ہی چوں کہ خصوصیت کے ساتھ اردو بولنے، لکھنے اور پڑھنے والوں کی کثرت ہے اس لیے علمائے اہل سنت نے اردو زبان میں فقہ حنفی کی جو قابل فخر خدمات انجام دی ہیں اور اس باب میں جو سعی مشکور کی ہیں ان کو دو خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- (۱) دوسری زبانوں میں موجود فقہی سرمایہ کا اردو زبان میں ترجمہ۔
- (۲) اسی زبان میں مستقل فقہی کتابوں کی تصنیف۔ ہمیں سر دست دوسری قسم سے متعلق اپنی باتیں پیش کرنی ہیں۔ اردو زبان میں جو تصنیفیں ہوئیں اس میں قانون شریعت، سنی بہشتی زیور، احکام شریعت، بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ ہیں۔ آج اردو لکھنے پڑھنے والا علما اور عوام کا طبقہ فقہی معاملات میں ”بہار شریعت“ اور ”فتاویٰ رضویہ“ پر غیر معمولی اعتبار و اعتماد کرتا ہے۔

(۱) - بہار شریعت: ”بہار شریعت“ اپنی حسن ترتیب، زبان کی شیفتگی اور مسائل کو آسانی کے ساتھ بیان کرنے میں اپنی مثال آپ ہے، اس میں صرف مفتی بہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ایک قاری کو اپنے مذہب کے معاملات و احکام پر عمل کرنے میں آسانی ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسئلہ عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ فقہی سرمایہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شاہ کار اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جسے بجا طور پر فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی چھ حصے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہما نے حرف بہ حرف سنے اور جاہ جاہ اصلاح فرمائی اور انھیں تقریظ سے مزین کیا۔ کتب میں اردو زبان میں بہار شریعت کی ترتیب یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے آیت مبارکہ پھر احادیث طیبہ اور اس

کے بعد فقہی مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ تنقیح مضمون کے لیے دو مسئلہ ہدیہ ناظرین ہے:

- (۱) مسئلہ عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں۔ دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہو یا بڑھیا۔ یوں ہی واعظ کی مجالس میں بھی جانا جائز ہے۔<sup>(۱)</sup>
- (۲) مسئلہ اگر ہدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے تو ہدیہ صدقہ نفل ہو کر رہ گیا ان روزوں کی قضا رکھے۔<sup>(۲)</sup>

نیز اس کتاب کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس کا سولہواں حصہ جس میں انسانی زندگی میں پیش آنے والے روز مرہ کے مسائل کھانا، پینا، لباس، زینت، وغیرہ بیان کیے گئے ہیں، اس حصے کی اہمیت کے پیش نظر اس کی عام افادیت کے لیے علاحدہ سے شائع کیا گیا جو بارہا ”اسلامی اخلاق و آداب“ کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

(۲) - فتاویٰ رضویہ: مؤخر الذکر کتاب ”فتاویٰ رضویہ“ چودھویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہما کی وہ شاہ کار تصنیف ہے جو اردو زبان میں فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر ہے کہ اردو میں تصنیف شدہ فقہ حنفی کی دوسری کتابیں اسی سے اکتساب فیض کرتی ہیں۔ کیا علما کیا مفتی اور کیا مصنف، جب تک اپنی تصنیفات اور فتاویٰ کو فتاویٰ رضویہ کے حوالوں سے مزین نہ کر لے لائق اعتنا اور قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت نے عربی زبان اور فارسی زبان کی تمام فقہی کتابوں کا گویا مجموعہ اور زبان میں فتاویٰ رضویہ کی شکل میں پیش کر دیا ہے، زبان و بیان کی چاشنی اور لذت کہ بس پڑھتے رہے ایک بار اگر قاری نے پڑھنا شروع کر دیا تو وقت کا احساس نہیں ہوتا اور علمی گہرائی کا اندازہ بس کیے جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ نے اردو زبان والوں کے لیے بڑی آسانیاں فراہم کر دیں، عالم ہو کہ فقیہ، مفتی ہو کہ محدث جنہیں کسی مسئلہ کا جزئیہ یا پھر مفتی بہ اقوال کے نقل کرنے کے لیے یا حالات اور زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے احکام میں تبدیلی کے لیے ایک ایک جزئیہ کی تلاش میں کئی کئی گھنٹے بلکہ دن اور ہفتے لگ جاتے تھے فتاویٰ رضویہ کی بدولت آسانی ہو گئی، کیوں کہ مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے مسئلہ تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں پھر وہ مسئلہ فقہ کی کن کن کتابوں میں کہاں کہاں ہے نام بنام اس کی صراحت موجود ہے، یا کسی جزئیہ کی تلاش ہے وہ کس کتاب میں مذکور ہے وہ سب یہاں بڑی آسانی سے موجود ہے کیوں کہ زبان اردو ہے اس لیے کسی فقیہ کو زیادہ دشواری نہیں ہوتی، ورنہ یوں ہی کوئی مسئلہ عربی کی متداول کتابوں سے خود تلاش کر کے نکالے پھر دیکھے کہ کیا کچھ مشکلات راہ میں آتی ہیں اور کن کن پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر میں یوں کہوں تو یقیناً حق بجانب ہوں گا کہ فتاویٰ رضویہ نے علمائے ہندوپاک کو دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ علمائے فتاویٰ رضویہ پر مختلف طریقہ پر

(۱) بہار شریعت، حصہ: ۳

(۲) بہار شریعت، حصہ: ۵، ص: ۱۳۳



اس کی عام افادیت کے لیے کام کیا ہے اور ہنوز یہ کام جاری ہے، آج ہندو پاک کا کوئی دارالافتاء ایسا نہیں جس میں فتاویٰ رضویہ موجود نہیں حیرت تو یہ ہے دوسرے مکتب و فکر کے لوگوں نے بھی فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت سے اپنے دارالافتاء کو زینت دی ہے کہ وہ تہی علم ان کتابوں کی مراجعت کے بغیر صحیح فتویٰ نہیں دی سکتے۔

حاصل کہ اردو زبان کے ان فقہی سرمایوں نے مالیات کے مسائل، تجارت و زراعت کے مسائل وغیرہ کی تفہیم آسان بنادی اور اسی وجہ سے ان فقہی سرمایوں کو اسلامی تاریخ میں لازوال عظمت حاصل ہوئی۔

### اردو میں فتاویٰ کی کتابیں:

اردو زبان میں فقہ حنفی کا سرمایہ فتاویٰ کی کتابوں کی شکل میں بھی موجود ہے، یہ کتابیں مفتیان کرام کی زندگی کی وہ عظیم شاہ کار ہیں جسے انھوں نے تاحین حیات بڑی کرق ریزی اور جاں فشانی سے لوگوں کی جانب سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات کی شکل میں پیش کیا اور جسے ان کے معتقدین و متبعین نے افادہ عام کے لیے ان کی زندگی میں یا بعد از وصال مجموعہ کی شکل میں ترتیب دیا، یہ وہ عظیم گراں مایہ ہے جس کے احسان سے اہل سنت کی گردنیں زیر بار ہیں صرف ہندوستان میں ہی پچاسوں فتاویٰ کی کتابیں موجود ملیں گی جن میں

فتاویٰ مصطفویہ (۱ جلد)، از شہزادہ علی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ امجدیہ، از فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ ملک العلماء، از: حضرت علامہ ظفر الدین بہاری رضی اللہ عنہ۔

حبیب الفتاویٰ، از: عمدۃ الفقہا حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی بھاگل پوری رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ شارح بخاری، از فقیہ عصر حضور شارح بخاری حضرت علامہ شریف الحق امجدی رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ افریقہ از علی حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ فقیہ ملت (۲ جلدیں)، از فقیہ ملت حضرت علامہ جلال الدین امجدی رضی اللہ عنہ۔

فتاویٰ بحر العلوم (۶ جلدیں) از بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان مصباحی صاحب قبلہ۔

فتاویٰ فیض الرسول (۲ جلدیں)، از فقیہ ملت حضرت علامہ جلال الدین امجدی رضی اللہ عنہ۔

پھر بہت سی غیر مطبوعہ فتاویٰ کی کتابیں بھی ہیں مثلاً فتاویٰ حافظ ملت از جلالتہ العلم حضور حافظ ملت عبدالعزیز محدث مراد آبادی رضی اللہ عنہ۔ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی فتاویٰ کی کتابیں ہیں قلت وقت کے پیش نظر ان کے ذکر سے صرف نظر کرتا ہوں۔ ان سب کتابوں نے امت کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کیں، اور ان کا ہر طبقہ اس سے استفادہ کرتا ہے، لہذا اور فتاویٰ جن پر اب تک کام نہیں ہوا اور جن کی اشاعت نہیں ہو سکی انھیں بھی اشاعت کے مراحل سے گزارنے کے لیے کوششیں ہونی چاہیے تاکہ وہ عظیم فقہی سرمایہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ ☆☆

## امام اعظم کا مقام تدوین فقہ کے میدان میں

مولانا محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری، پرنسپل الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

مسائل شرعیہ کے استنباط و اخراج کے لیے چار چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس۔ یہی وہ چار چیزیں ہیں جس پر شریعت مطہرہ کی بلند و بالا عمارت کھڑی ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں مسائل شرعیہ کا اصل ماخذ قرآن عظیم اور وہ زبان فیض ترجمان تھی جس سے وحی الہی کی تلاوت ہوا کرتی تھی تاہم قیاس کی ابتدا بھی زمانہ رسالت ﷺ میں ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ آقائے کائنات معلم انسانیت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم کس طرح وہاں فیصلہ کرو گے؟ آپ نے عرض کیا: قرآن پاک کی روشنی میں، آپ نے ﷺ ارشاد فرمایا: اگر تمہیں قرآن میں نہ مل سکا تو؟ آپ نے عرض کیا: آپ ﷺ کے فرمان کے اجالے میں، سرکار فرماتے ہیں کہ اگر حدیث میں بھی نہ مل سکا تو کیا کرو گے؟ آپ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ یہ سن کر رسول گرامی و قاری ﷺ نے فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ جل مجدہ کے لیے ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس کو اللہ کے رسول پسند فرماتے ہیں۔ آقائے کائنات ﷺ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی گفتگو کی تائید کرنا اس بات کی مکمل دلیل ہے کہ زمانہ رسالت مآب ہی میں قیاس کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

قرآن و حدیث، قیاس اور اجماع امت کے عطر مجموعہ کا نام فقہ ہے۔ اس لیے اسلام میں فقہ کو بڑی اہمیت و فوقیت حاصل ہے۔ اسلامی معاشرے کا پورا ڈھانچہ اسی پر قائم ہے، حلت و حرمت اور جواز و عدم جواز کا سارا دار و مدار اسی پر ہے۔ معاملات، عبادات، بیع و شراء، علم میراث اور قضاء، ان سب کا تعلق صرف اور صرف باب فقہ سے ہے اور اس سے ہٹ کر ایک ایسا پاکیزہ سماج، پاکیزہ معاشرہ اور صاف ستھرا کلچر کی تعمیر و تشکیل کا کوئی تصور نہیں ہے اس لیے فقہ کے علم کو سب سے بہتر علم قرار دیا گیا ہے۔ بانی شریعت رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔ اس قول رسول ﷺ کی تائید کلام ربانی سے بھی ہورہی ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ (۱)

جس کو حکمت ملی اسے بہت بھلائی دی گئی۔ اور یہ بھلائی ہر ایک کا مقدر نہیں بلکہ جس پر خدا کا خاص فضل اور اس کی عنایتیں ہوتی ہیں، وہی اس منصب جلیلہ کا حامل ہوتا ہے، اس خصوص میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ ائمہ اربعہ میں صحابہ سے ملاقات کا شرف صرف آپ ہی کو حاصل ہے گویا فیضان رسالت ﷺ سے اپنے دامن کو بھرنے کے لیے صرف ایک واسطہ ہے اور بس!

حضرت حماد کے صاحبزادے حضرت اسمعیل رضی اللہ عنہ کا قول خطیب بغدادی نے یوں نقل کیا کہ میرے دادا کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، ان کے والد حضرت ثابت صفر سنی میں حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے تو آپ نے ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا ہمارے حق میں قبول کر لی گئی۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کی پر نور محفل میں حاضر تھے، اس مجلس میں سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے اس سورہ کی آیت (اٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِرَبِّهِمْ) پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے، یہ سن کر آقائے دو عالم ﷺ خاموش رہے جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور ارشاد فرمایا: لو كان الإيمان عند الشرا لتناوله رجل من هؤلاء. اگر ایمان شریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کر لیں گے۔<sup>(۱)</sup>

حضرت علامہ ابن حجر مکی نے حافظ امام سیوطی کے بعض شاگردوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد امام سیوطی یقین کے ساتھ کہتے تھے کہ اس حدیث کے اولین مصداق حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں، کیوں کہ امام کے زمانے میں اہل فارس میں سے کوئی بھی آپ کے علم و فضل تک نہیں پہنچ سکا۔<sup>(۲)</sup>

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے آپ کے استنباط، استناد، اجتہاد، علمی جلال، درک و بصیرت، ژرف نگاہی اور فقہی شان و عظمت کا اعتراف اس طرح کیا ہے: الناس في الفقه عيال أبي حنيفة.

ان تمام شواہد کے اجالے میں یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سراج الامتہ کاشف النعمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ جیسا صاحب نظر، علم حدیث، علم تفسیر اور فقہ و افتا کا ماہران کے معاصرین میں کوئی نہیں تھا۔ آپ اپنی اصابت فکر، جودت طبع، زیرک دانائی، ذہن ثاقب، فہم و فراست، ذہانت و فطانت اور تفقہ فی الدین میں اپنی مثال آپ تھے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سرکار امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے فقہ اسلامی کی تدوین عمل میں آچکی تھی مگر مستقل اسے فن کی حیثیت حاصل نہیں تھی، جس میں قوانین و ضوابط کے اجالے میں جزئیات کا استخراج باضابطہ طور پر ہو سکے۔ آپ کے عہد گرامی تک مسائل شرعیہ عام طور پر زبانی یاد کرائے جاتے تھے مگر آپ نے مستقل اسے فن کی ایک حیثیت بخشی۔ کم و بیش چالیس فقہاء محدثین، علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہرین اور علماء مفسرین پر مشتمل ایک جماعت تشکیل دی اور

(۱) مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم، ص: ۸۸

(۲) ایضاً

ایک فقہی اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور آپ کے آستانہ علم و فضل سے خوشہ چینی کرنے والی شخصیات کی بحث و تہیص، اجتہاد و استنباط، جاں سوزی و عرق ریزی اور شبانہ یوم کی محنت و مشقت کے بعد مسائل شرعیہ پر مجتمع ایک کتاب ترتیب دی گئی۔

”تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی مسئلہ کے متعلق آیت و حدیث پیش ہوتی، اس میں امام اعظم متعدد احتمالات بیان کرتے اور ان احتمالات کی تائید میں نصوص و عبارات پیش کرنے کے لیے اپنے تلامذہ میں تقسیم فرماتے اور ایک احتمال پر خود دلیل قائم فرماتے تمام اصحاب ان احتمالات کی تفسیح و توضیح میں کوشش فرماتے۔“ (۱)

غرض یہ کہ اس طرح جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو اس کو لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی ایک احتمال پر متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال انہیں کی طرف منسوب ہو کر لکھا جاتا، جو اس وقت قائم ہوتے۔ اسی لیے کتب فقہ میں متعدد اقوال منقول ہیں لیکن درحقیقت یہ سب امام اعظم ہی کی جانب سے ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ تقریباً تیس سال تک جاری رہا اور ہر طرح کے مسائل کی تدوین عمل میں آتی رہی۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ ہر مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کے بعد جلیل القدر ائمہ و فقہانے اپنی تحقیق سے امت مسلمہ کو شاد کام کیا۔ (۲)

تدوین فقہ کے ضمن میں آپ کا سب سے اہم اور منفرد کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے استنباط مسائل کے نہ صرف بیانے طے کیے بلکہ اسلامی زندگی سے منسلک جملہ فروعی مسائل کے جزئیات و کلیات اور سنہرے اصول و ضوابط مرتب کیے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ جو مسائل جس درجے کے تھے، ان کے لیے بھی آپ نے فقہی جزئیات کا مکمل احصا کیا۔ یہ وہ تابناک گوشہ ہے جس سے یورپی علوم کے ماہرین بھی غرق حیرت ہیں اور آپ کی فقہی بلندی، جزئیات پر درک و مہارت، فکر مستقیم اور شرعی اصول و قوانین پر مکمل گرفت کے سامنے رومن لاکھ لاکھ پیمانے کی علمی برتری کی چوکھٹ پر سجود نیاز لٹاتے نظر مذاہب آپ کے مقابل وجود میں آئے، ان مذاہب کے ائمہ و فقہا بھی آپ کی علمی برتری کی چوکھٹ پر سجود نیاز لٹاتے نظر آتے ہیں۔ پروردگار عالم آپ کے ان تلامذہ پر رحم فرمائے جنہوں نے نہ صرف آپ کے فقہی کلیات و جزئیات کے تحفظ کے لیے قابل قدر اقدام کیا بلکہ اپنی سعی محمود سے اس کے دامن کو مزید وسعت و کشادگی عطا کی۔ اور آج پوری دنیا کی چار تہائی حصوں میں امام اعظم کے مقلد پائے جاتے ہیں، جس میں ان کے مخلص تلامذہ کا کلیدی کردار ہے۔ خود ملک ہند میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی اکثریت ہے اور اس کی فتح و کامرانی کا سہرا ماضی قریب کے سب سے بڑے فقیہ، نامور محدث، بلند پایہ محقق اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سر جاتا ہے، جس کے لیے بہت زیادہ شواہد اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقہ حنفی کے مسائل پر مشتمل فتاویٰ رضویہ شریف ارباب افتا کی نگاہوں کا سرمہ بنا ہوا ہے۔ کسی بھی مسئلہ کی تفسیح میں اس قدر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے کہ کسی بھی گوشے سے کسی کا احساس نہیں ہوتا لہذا اس امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو بھی انکار نہیں ہونا چاہیے کہ سرزمین ہندوستان میں حنفیت کے فروغ و ارتقا میں جو انقلابی کردار رضا اور خاندان رضانیے کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ اور الحمد للہ ثم الحمد للہ تاہنوز یہ خدمت جاری و ساری ہے۔

(۱) مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم، ص: ۱۳۰

(۲) ایضاً، ص: ۱۳۱

## مذہب حنفی کی وجہ ترجیح اور اس کی عام اشاعت

محمد حسان رضا، تپنی مصباحی، متعلم اختصاص فی الادب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور (۸۹ بی، مارٹن پاڑہ (سیکنڈ فلور، کولکاتا ۱۰۰)

مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی، یہ چاروں مذاہب برحق ہیں اور اہل سنت و جماعت کی شاخیں ہیں۔ ان کے عقائد یکساں اور متحد ہیں البتہ اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید واجب و ضروری ہے۔ کیوں کہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو جائے پھر بھی وہ گناہگار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں بھی اس کی تقلید ضروری ہوگی۔ بلاشک و شبہہ ان چار مذاہب میں سب سے زیادہ شہرت، مقبولیت اور اشاعت، مذہب حنفی کو حاصل ہوئی ہے چنانچہ امام ابو حنیفہ کے زمانے میں خود کوفہ کے اندر تین بڑے فقیہ موجود تھے:

(۱) سفیان بن سعید ثوری (۲) شریک بن عبداللہ نخعی (متوفی: ۱۷۷ھ)

(۳) محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (متوفی: ۱۴۸ھ)۔

مگر کوفہ کے اندر قبول عام اور شہرت دوام کا شرف صرف امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے فقہ کو ہی نصیب ہوا۔ یقیناً یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ان پر فضل عظیم اور سرکار دو عالم ﷺ کی دعاؤں کا اثر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے قواعد اجتہاد اور اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے فقہ کو مرتب و مدون کیا جسے ہم فقہ حنفی یا مذہب حنفی کے نام سے جانتے ہیں۔

چنانچہ مولوی فقیر محمد جہلمی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ”حداائق الحنفیہ“ میں مسند خواری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”امام ابو حنیفہ نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کر کے ابواب مرتب کیا، اور آپ کے دیکھا دیکھی امام مالک نے موٹا میں یہی طرز اختیار کیا، سو اس امر میں آپ سے کسی نے سبقت نہیں کی۔ کیوں کہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب کر کے کوئی تصنیف نہیں کی تھی۔ ان کو اپنی یاد پر اعتماد تھا، لیکن جب امام نے علم کو منتشر دیکھا تو متاخرین کے سوے حفظ سے ڈر کر کہ مبادا علم ضائع نہ ہو جائے، اس کی تدوین مستحسن سمجھی۔ پس اس تدوین میں طہارت سے ابتدا کی، پھر صلوٰۃ و صوم و باقی عبادات پھر معاملات و موارثت پر خاتمہ کیا۔“<sup>(۱)</sup>

(۱) حداائق الحنفیہ، ص: ۷۴

امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: ۸۲۷ھ) رقم طراز ہیں: ”ابن جہنح فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلامی مسائل کو مرتب کیا۔ اس میں اپنی تصنیفات فرمائی تھیں۔“ (۱)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور فراست علمی و دینی کا ہی نتیجہ ہے کہ فقہ حنفی و مذہب حنفی تمام مذاہب پر راجح قرار پائی اور جس کی اشاعت تمام عالم اسلام میں بڑی تیزی سے ہوئی۔

ذیل میں مذہب کو دیگر مذاہب ثلاثہ پر جو فوقیت اور برتری حاصل ہے اس کے چند اہم نکات و اسباب ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں:

(۱) - **قرآن حکیم سے مطابقت:** مذہب حنفی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو احکام قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور جن احکام میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، ان میں امام اعظم جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ نہایت مضبوط دلائل پر مبنی اور اصول عقل کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی تمام آیتیں جن سے کوئی بھی مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں، ان کے وہی معنی صحیح تر ہیں جو امام ابو حنیفہ نے اختیار فرمائے ہیں۔

مثال کے طور پر نماز میں قراءت فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ، یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ امام اعظم کا مذہب ہے کہ نماز میں قراءت فاتحہ مقتدی کے لیے ضروری نہیں جب کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ و جوب کے قائل ہیں۔ امام اعظم کی مستدل آیت کریمہ: **وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ** (۲) ہے۔

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ اگرچہ اس آیت سے سڑی نمازوں میں بھی ترک قراءت کا حکم ثابت ہوتا ہے، لیکن جہزی نماز کے لیے تو یہ آیت نص قطعی ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ لیکن امام شافعی نے اس مسئلہ میں احادیث سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس باب میں جو حدیثیں وارد ہیں وہ خود متعارض ہیں۔ جس درجہ کی وجوب قراءت کی حدیثیں ہیں اسی درجہ کی ترک قراءت کی بھی حدیثیں ہیں۔ اس کی اور بھی مثالیں کتب فقہ و اصول میں ملیں گی۔

(۲) - **مذہب حنفی کی بنیاد صحیح احادیث پر:** مذہب حنفی کے راجح ہونے کی دوسری وجہ صحیح احادیث پر

اس کی بنیاد کا ہونا ہے۔ امام اعظم کا ارشاد ہے: ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ یعنی جو صحیح حدیث ہو وہی میرا مذہب ہے۔

(۱) مقامات امام اعظم مترجم، ص: ۲۷۲، مطبع: المجمع المصباحی، مبارک پور

(۲) الاعراف: ۲۰۴

تبیض الصحیفہ میں ہے:

”ابو عثمان کہتے ہیں کہ میں نے اسرائیل سے کہتے ہوئے سنا:

كان نعم الرجل النعمان ما كان يحفظه لكل حديث فيه فقه واشد فحشه عنه

فاكرمه الخلفاء و الأمراء و الوزراء.“<sup>(۱)</sup>

یعنی نعمان بن ثابت اچھے آدمی ہیں۔ احادیث فقہ کے کیسے زبردست حافظ ہیں، اور ان احادیث کی بہترین جانچ اور چھان بین کرنے والا آپ سے زیادہ کوئی نہیں ہے جن میں مسائل فقہیہ ہیں۔ اسی وجہ سے خلفاء، امیروں اور وزیروں نے ان کی تعظیم کی۔

چوں کہ آپ نے بلا واسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین کرام سے، اور ان میں کوئی راوی ضعیف نہیں اس لیے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں اور آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

(۳) - احادیث کی پیروی: امام صاحب احادیث کے اتباع اور سنت کی پیروی میں دیگر ائمہ سے بہت

آگے ہیں کہ آپ حدیث مرسل کو (وہ حدیث جس میں آخر سند سے تابعی کے بعد راوی غیر مذکور ہو) حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی حدیث مرسل پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

امام اعظم کو احادیث کے اتباع سے اس قدر شغف اور محبت تھی کہ قیاس کے مقابلے میں ضعیف احادیث کو بھی ترجیح دیتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔

(۴) - فطرت کا لحاظ: اسلام دین فطرت ہے اس بنا پر ایسے مسائل میں جہاں کوئی نص موجود نہ ہو یا

روایات مختلف ہوں تو مذہب حنفی میں عام طور پر فطری تقاضوں کو وجہ ترجیح قرار دیا جاتا ہے۔

جیسے مذہب حنفی میں نماز میں قیام کے دوران ہاتھ ناف پر رکھنے کے مقابلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح حاصل ہے کیوں کہ فطری طور پر انسان تعظیم کے موقع پر ہاتھ سیدھے کر کے ناف سے نیچے رکھتا ہے۔

(۵) - آسانی اور سہولت: فرمان الہی ہے: **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**<sup>(۲)</sup>

یعنی اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا کہ مصداق، امام اعظم کے وضع کردہ اصولوں اور ضابطوں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہ حنفی دیگر فقہوں کے مقابلے میں نہایت آسان اور سہولت دہری پر مبنی ہے۔

مثلاً قرآن پاک میں مطلقاً رکوع اور سجدے کا ذکر ہے اس لیے رکوع کے لیے منہ کے بل جھک جانا اور سجدے کے لیے زمین پر پیشانی لگا دینا کافی ہے۔ لہذا اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا اور اعتدال، فرض نہ ہوگا جو کہ نسبتاً

(۱) تبیض الصحیفہ، ص: ۲۷

(۲) البقرة: ۱۸۵

پریشانی اور دشواری کا سبب ہے۔ ہاں ہمارے نزدیک بھی اعتدال واجب ہے۔

(۶) - شورائی مذہب: مذہب حنفی کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت اس کا باہمی مشورے سے

وجود میں آنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: **وَأْمُرْهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** (۱)

یعنی ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے، کا صحیح مصداق، مذہب حنفی ہے۔ قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ صحابہ کرام کے معاملات باہمی مشوروں سے طے پاتے تھے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے“۔ (زیر آیت، تفسیر خزائن العرفان)

قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین کی پیروی کرتے ہوئے امام اعظم نے فقہ حنفی کی تدوین کے لیے ۴۰ فقہاء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی تھی۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور تبادلہ خیال کرتے، ان کے دلائل ملاحظہ کرتے اور اپنے دلائل پیش کرتے۔ یہاں تک کے مسئلہ طے ہو جاتا اور اسے قلم بند کر لیا جاتا۔

گویا فقہ حنفی کو یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ انفرادی نہیں بلکہ شورائی فقہ ہے جب کہ دیگر ائمہ کرام کے فقہ ان کے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ انہیں اسباب و علل کی وجہ سے عالم اسلام میں مذہب حنفی کو وہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں لائی جاسکتی۔ جب کہ اس وقت اور بھی دیگر فقہاء موجود تھے مگر امام اعظم جیسا فقہی پیشوا کوئی بھی نہیں قرار پایا جن کی تقلید لوگ بخوشی اور شوق و رغبت سے کریں۔ چنانچہ عالمی سطح پر مذہب حنفی کی عام اشاعت اور اس کی مقبولیت کس زور و شور سے ہوئی، اس کا اجمالی خاکہ ذیل میں ہم قارئین کی نذر کرتے ہیں:

**مذہب حنفی کی اشاعت عام:** مذہب حنفی کی ابتدا کوفہ سے ہوئی جس کے بانی امام اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ

کے وصال کے بعد حنفی علمائے اسے خوب سینچا اور لوگوں تک پھیلایا۔ دھیرے دھیرے بیشتر اسلامی ممالک میں پھیل گیا۔ مصر، شام، عراق اور ماوراء النہر تک جا پہنچا۔

مولوی فقیر محمد جہلمی رضی اللہ عنہ رقم طراز ہیں: ”شامی میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کا اشتہار یہاں تک ہوا کہ عام بلاد اسلام، بلکہ بہت سی ولایات اور شہروں مثل روم و ہند و سندھ و ماوراء النہر اور سمرقند میں بجز آپ کے مذہب کے اور کوئی مذہب مشہور نہیں ہے۔ اور تحقیقی طور پر منقول ہے کہ سمرقند کے قبرستان میں چار سو ایسی قبریں ہیں کہ ان میں محمد نام کے شخص جنہوں نے تصنیفات کی اور فتویٰ دیا اور ایک جم غفیر نے ان سے علم اخذ کیا۔ مدفون ہیں۔“

مزید لکھتے ہیں: ”یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور ضرور ہے کہ ان اشخاص میں سے ہر ایک کے لیے اصحاب ہوں اور اسی طرح ان کے لیے۔“ (۲)

چند سطروں کے بعد تحریر کرتے ہیں: ”ملا علی قاری نے اس رسالے میں جو انہوں نے قتال مروزی کے

(۱) الشوری: ۳۸

(۲) حقائق الحنفیہ، ص: ۷۴، ۷۵



جواب میں لکھا ہے، بیان کیا ہے کہ مقلدین امام ابو حنیفہ کے قدیم و جدیداً تمام شہروں خصوصاً روم کے شہروں اور ماوراء النہر اور ہندو سندھ اور اکثر خراسان و عراق و بلاد عرب میں بالاتفاق زیادتی پر ہیں۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ بلاشبہ دو تہائی مسلمان حنفی ہوں گے بلکہ مہند سین کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔ علاوہ اس کے ہر ایک زمان و مکان اور عصر و ہر اور بحر میں سلاطین روم و ماوراء النہر اور ہندو سندھ مذہب نعمان پر ثابت ہیں۔<sup>(۱)</sup>

مذہب حنفی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے معمولات آپ کے ارشادات اور آپ کے طریقہ کار پر مبنی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے موقف و نکات کا سچا ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام ابو یوسف خلیفہ ہارون رشید کے دور خلافت میں منصب قضا پر فائز ہوئے تو حنفی مذہب سرکاری حیثیت کی حامل ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں اس کی بھرپور اشاعت ہوئی۔

عوام میں حنفی مذہب کی ترویج و اشاعت اور عام مقبولیت کے اسباب کے متعلق شیخ محمد ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں:

”ابتداء میں مذہب حنفی کے اثر و نفوذ کا سبب حنفی قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن ان سیاسی اثرات کے علاوہ کچھ دیگر اسباب بھی حنفی مذہب کی ہر دلعزیزی کا باعث تھے۔ مثلاً عام لوگوں کو مذہب حنفی سے مانوس ہو جانا یا علمائے حنفیہ کی وہ مساعی جمیلہ جو انھوں نے اس مذہب کو مقبول عام بنانے میں سرانجام دیں۔ یا وہ مناظرات اور مباحثے جو حنفی فقہاء اور دیگر مذہب کے علماء و فقہاء کے مابین ہوتے رہے۔ چنانچہ جب سیاسی قوت کمزور پڑ گئی تو وہ علماء ہی کی جدوجہد تھی جس نے مختلف بلاد و امصار میں حنفی مذہب کو زندہ رکھا۔<sup>(۲)</sup>

وہ بلاد و امصار جہاں فقہ حنفی پہنچا اور وہاں کے عوام نے اسے پسند کیا ان میں سے چند ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

**مغربی ممالک میں حنفیت کی اشاعت:** بر اعظم افریقہ میں طرابلس (لیبیا)، تونس اور الجزائر کے ملکوں میں حنفی مذہب پہلے مشہور اور مقبول نہ تھا، جب اسد بن فرات (جس نے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے تلامذہ سے استفادہ کیا تھا) یہاں کے قاضی مقرر ہوئے تو انھوں نے حنفیت کی اشاعت کا کام زور و شور سے کیا جس سے مذہب حنفی کو اچھا خاصا فروغ ملا۔

انوار امام اعظم میں تاریخ افکار و علوم اسلامی کے حوالے سے نقل ہے: ”مغرب اقصیٰ میں آج کل مالکی مذہب کی اکثریت ہے نیز جزائر، تونس اور طرابلس پر اس کا غلبہ ہے، کہ ان مقامات میں ان کے سوا کسی اور فقہی مذہب کے پیرو نہ ملیں گے، سوائے احناف کے۔ مگر وہ بھی بہت تھوڑے ہیں اور جو ترک خاندان کے پچایا ہیں۔ اور ان میں سے اکثر تونس میں ہیں، اور ان میں بھی زیادہ تربیت الامارت کے افراد ہیں۔ اسی لیے وہاں کے بڑے قبیلے کے لیے امتیازی طور پر حنفی قاضی کا انتظام ہے۔ یوں اس قبیلے میں دو بڑے مفتی ایک حنفی، جس کا لقب شیخ الاسلام ہے اور

(۱) ایضاً، ص: ۷۵

(۲) حیات حضرت امام ابو حنیفہ مترجم، ص: ۷۵۶، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی

اسے سب پر اولیت اور فوقیت حاصل ہوتی ہے اور دوسرا مالکی۔

دوسری خاص بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ حنفی مذہب کے مقلدین قلت تعداد کے باوجود یہ دیرینہ دستور العمل چلا رہا ہے کہ ”جامع زیتونہ“ کے مدرسین میں نصف حنفی اور نصف مالکی ہوا کرتے ہیں اور حنفیت کو یہ امتیاز اس لیے حاصل ہے کہ وہ شاہی خاندان کا فقہی مذہب ہے۔<sup>(۱)</sup>

مصر: مصر، عباسی خلیفہ مہدی کے عہد حکومت میں فقہ حنفی سے روشناس ہوا۔ جب تک عباسی خلفا مصر پر قابض رہے، مذہب حنفی کا غلبہ رہا۔ لیکن مصریوں میں مذہب حنفی مقبول نہ ہو سکا، کیوں کہ وہاں شافعییت کا غلبہ تھا۔

ملک شام میں نور الدین شہید (جو حنفی تھے) برسر اقتدار آئے، انھوں نے شام میں مذہب حنفی پھیلانا شروع کیا جس کے نتیجے میں شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں خوب پھیلا۔ مگر سرکاری حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔ جب عثمانی ترک، مصر پر قابض ہوئے تو سب قاضی احناف میں سے تعینات کیے جانے لگے۔ کثیر التعداد طلبہ حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقہ حنفی نے اس سے بڑا فروغ پایا اور ابتدائی دور کی طرح حنفی مذہب کو پھر سرکاری سرپرستی نصیب ہوئی اور احکام و فتاویٰ اسی فقہ کی روشنی میں صادر کیے جانے لگے۔<sup>(۲)</sup>

شام: ملک شام اور قرب و جوار میں حنفی مذہب بڑی تیزی سے پھیلا اور جو سلاطین مصر و شام کے حاکم تھے، وہ جس طرح مصر میں مذہب حنفی سے بے زار تھے اور عصبیت کے شکار تھے، شام میں بھی انھوں نے ایسا ہی کرنا چاہا مگر مصر کے برعکس شام میں ان کی روش کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لیے کہ مذہب حنفی اہل شام میں اشاعت پذیر ہو چکا تھا۔ اور حکومت کی پشت پناہی اور سرپرستی کا محتاج نہ تھا۔<sup>(۳)</sup>

**مشرقی ممالک میں حنفی فقہ کو عروج:** جہاں تک بلاد مشرق کی بات ہے تو ان میں عراق، خراسان، روس، ترکستان اور ایران، ارمینیا، آذربائیجان، تبریز، رے اور اہواز وغیرہ ملکوں میں حنفیت کا کافی غلبہ رہا۔ پر ملک فارس (ایران) میں پہلے احناف کی بڑی کثرت تھی۔ مگر بعد میں شیعہ مذہب کا غلبہ ہو گیا۔

**ہندوستان و مضافات:** ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں حنفی مذہب کی کثرت ہے۔ ان تینوں ملکوں میں تقریباً ۴۰ لاکھ حنفی مسلمان رہتے ہیں۔ جب کہ ساؤتھ انڈیا، اور اس کے علاوہ برصغیر سے ملحق جزائر سری لنکا، فلپائن، جاوا، انڈونیشیا اور ملیشیا میں شافعی مذہب کے پیروکار ہیں۔

غرض کہ فقہ حنفی عقل و نقل سے زیادہ قریب ہے اور یہی اس کی عام شہرت و مقبولیت کا اصل سبب ہے۔ فقہ حنفی کے اصول و قوانین میں جو چمک ہے، وہ دیگر فقہوں کو حاصل نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو فقہ حنفی پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہما کے فیضان سے مالا مال فرمائے (آمین) ☆

(۱) انوار امام اعظم، ص: ۷۵۷ بحوالہ تاریخ افکار و علوم اسلامی، ج: ۲، ص: ۸۹/۹۰

(۲) تلخیص حیات حضرت امام ابو حنیفہ، ص: ۷۵۹/۷۶۰

(۳) تلخیص حیات حضرت امام ابو حنیفہ، ص: ۷۶۰

## امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی فقہی مہارت

مولانا محمد ریاض الدین مجاہدی، مہتمم مدرسہ مدینۃ الاسلام، شاہی (جھار کھنڈ)

تفقہ فی الدین اور فقہی بصیرت و ادراک، خالق ارض و سما کے خاص انعامات میں سے ہے۔ اور اس انعام کے وہی لوگ مستحق ہو کر ”العلماء و رثۃ الأنبیاء“ کا صحیح مصداق بنتے ہیں، جن پر خدا کے لاشریک کا خصوصی کرم اور خاص عنایت ہوتی ہے۔ اور اسی انعام خداوندی اور عطیہ ربانی کی وجہ سے مصطفیٰ جان رحمت ﷺ فرماتے ہیں: ”من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین“۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا شمار انہیں خاص بندگان خدا میں ہوتا ہے، جنہیں اللہ رب العزت کی جانب سے استنباطی صلاحیت، استخراجی قوت اور اجتہاد و دانائی کا ملکہ عطا ہوا تھا، نص قرآن اور متن حدیث کے مقتضی کی تفہیم کی استعداد کلی طور پر موجود تھی۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب و سنت سے استخراج و استنباط کے اصول و قواعد کی تعیین کی اور علم فقہ کو ایک مستقل علم کی حیثیت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر اس غیر معمولی فقہی بصیرت و دیعت فرمائی تھی، جس کا اعتراف اپنے اور بیگانے سبھی نے کیا ہے۔

### امام اعظم رضی اللہ عنہما کی فقہی بصیرت، ارباب علم و فضل کی نظر میں:

(۱) امام شافعی رضی اللہ عنہما نے امام مالک رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ”کیا آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے؟“ تو انہوں نے امام اعظم کی قوت استدلال کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: ”جی! میں نے اس شخص کو ایسا دیکھا ہے کہ اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ستون ثابت کرنے پر کلام کرتے، تو اس پر حجت قائم کر دیتے۔“<sup>(۲)</sup>

(۲) محدث کبیر امام وکیع بن الجراح، صحاح ستہ کے مشہور و معروف راوی اور امام اعظم کے شاگرد ہیں، وہ آپ کی شان فقہت یوں بیان کرتے ہیں:

”میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔“<sup>(۳)</sup>

(۱) بخاری: ج: ۱، ص: ۱۲

(۲) وافیات الاعیان، ج: ۳، ص: ۲۰۳

(۳) المیزان الکبری، ص: ۳۳

(۳) امام حسن بن علی بیان کرتے ہیں: "قلت لابی عاصم یعنی النبیل ابو حنیفہ أفتقہ أو سفیان؟ قال عبد أبي حنیفہ أفتقہ من سفیان ثوری۔"

میں نے ابو عاصم نبیل سے پوچھا کہ ابو حنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ انہوں نے فرمایا: "امام اعظم کا غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔" (۱)

(۴) امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "الناس عیال علی أبي حنیفہ فی الفقہ۔"

فقہ میں لوگ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔ (۲)

(۵) ابو نعیم فرماتے ہیں: "كان أبو حنیفہ صاحب غوص فی المسائل۔"

ابو حنیفہ مسائل کی گہرائیوں میں اترنے والے تھے۔ (۳)

(۶) حضرت اسرائیل کا قول ہے: "احکام کے متعلق کسی کو ان سے زیادہ احادیث یاد نہ تھی اور ان سے زیادہ کوئی حدیث کی فقہ جاننے والا نہ تھا۔" (۴)

(۷) ابراہیم بن مسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے اپنے عصر کے جید فقیہ ابو جعفر علی بن محمد سے سنا تھا کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی سخت مسئلہ آتا اور وہ اسے حل نہیں کر پاتے تو فرمایا کرتے: "میں نے ضرور کوئی ایسا گناہ کیا ہے جس کی شامت سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا ہے" تو آپ رب ذوالجلال کی بارگاہ اقدس میں توبہ و استغفار کرتے اور بعض اوقات وضو فرما کر دو رکعت نفل نماز ادا کرتے پھر دعا فرماتے تو مسئلہ حل ہو جاتا تھا پھر آپ خداوند قدوس کا شکر یہ بجالاتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار فرما کر کہتے: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے۔" (۵)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فراست و دانائی کا عالم یہ تھا کہ جب لوگوں کا آب وضو دیکھتے تو اپنی فراست سے ماء مستعمل کے ساتھ گرنے والے گناہوں کو بھی دیکھ لیتے حتیٰ کہ یہ بھی جان لیتے کہ یہ دھون گناہ کبیرہ یا صغیرہ کا ہے۔ اسی طرح آپ ایک مرتبہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے جہاں ایک نوجوان وضو کر رہا تھا، جب اس کے اعضاء وضو سے پانی ٹپکنے لگا تو غسالہ دیکھ کر امام اعظم آپ نے فرمایا: "بیٹے والدین کو تکلیف دینے سے توبہ کر۔" اس نے صدق دل سے توبہ کی۔ اسی طرح ایک اور شخص کا غسالہ دیکھ کر فرمایا: "بھائی زنا سے توبہ کر۔" آپ کے فرمانے کے بعد فوراً اس شخص نے تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تُوْبَةً تَّصَوُّحًا (۶) پر عمل کیا اور سچا تائب ہو گیا۔ (۷)

(۱) امام اعظم، ص: ۱۳۳

(۲) تذکرۃ المحدثین، ص: ۵۹

(۳) تہذیب الکمال، ج: ۱، ص: ۴۰۲

(۴) تذکرۃ المحدثین، ص: ۶۰

(۵) مناقب امام اعظم، ص: ۶۸

(۶) التحريم، ۸

(۷) عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان، ص: ۱۹۹

یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی دانائی اسی لیے تو رسول کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
 ”اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله.“

مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

آپ کے متعلق بہت سارے ایسے واقعات منقول ہیں کہ آپ دقیق سے دقیق دشوار اور کٹھن فقہی مسائل کو بحسن و خوبی حل کر لیتے تھے، جسے دیکھ کر آپ کے زمانے کے تمام فقہا آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے نظر آتے۔

**زوجین کے درمیان اختلاف اور اس کا حل:** حضرت اعمش، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مابین

قدرے معاصرانہ چچمک تھی ایک مرتبہ امام اعمش کا ان کی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ زوجہ نے کہا: ”میں تم سے بات نہیں کروں گی۔“ حضرت اعمش بات کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ اعراض کرتی رہی، اس حرکت پر حضرت اعمش برہم ہو گئے اور بولے کہ اگر آج رات تو مجھ سے بات نہیں کرے گی تو تجھے تین طلاق۔ بیوی ضد میں آکر بات کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ جب حضرت اعمش کو اپنی شرط اور طلاق کا خیال آیا تو ندامت و شرمندگی ہوئی۔ اور اس کے حل کے لیے مختلف تدبیریں سوچی کہ کسی طرح طلاق واقع نہ ہو، لیکن کوئی تدبیر کام نہ آئی۔ آخر کار آدھی رات کو دوڑتے ہوئے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کے آنے کا سبب دریافت کیا، انھوں نے اپنی پریشانی ظاہر کی اور پورا واقعہ بیان کیا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے واقعہ کی سماعت کے بعد فرمایا: ”بس تم اتنی سی بات لے کر پریشان ہو، ابھی تمہاری پریشانی کا حل نکال دیا جائے گا،“ آپ نے اعمش کے مؤذن کو بلایا اور فرمایا: ”آج صبح فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دینا“ حالانکہ کوفہ میں یہ حکم تھا کہ وقت سے پہلے کوئی بھی شخص اذان نہیں دے سکتا۔ مؤذن نے وقت سے پہلے اذان پکاری، تو امام اعمش کی زوجہ نے سوچا کہ رات کی سیلہی چھٹ کر صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی ہے۔ اب اگر میں اپنے شوہر سے کلام کر لوں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، میری جان خطرے میں پڑنے سے بچ جائے گی، لہذا اب میں طلاق والی ہوں۔ بیوی نے کہا: ”اعمش آج میں تمہاری زوجیت سے نکل چکی ہوں۔“ شوہر نے کہا کہ ابھی رات باقی ہے۔<sup>(۲)</sup>

یہ ہے آپ کا علمی معیار اور فقہت و بصارت کہ جس کی وجہ سے آپ کے متبعین کے علاوہ مخالفین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ فقہی بصیرت و دانائی اور علم و عمل میں آپ سے زیادہ کوئی نہیں۔ اور بلاشبہ یہ مسلم حقیقت ہے۔

کتب سیر و توارخ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ اور آپ کی علمی جلالت و کمال کے واقعات بھرے پڑے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فقہ و حدیث و دیگر علوم میں آپ یکتاے روزگار تھے۔

(۱) جاء الحق، بحوالہ زرقانی شرح مواہب، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) مقامات امام اعظم، ص: ۳۱۸

## امام اعظم کی فقہی بصیرت

مولانا ابوالکلام احسن قادری، استاذ دارالعلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ، ہوڑہ

سواد اعظم کے پیشوا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کا مقام و مرتبہ ارباب علم و دانش سے پوشیدہ نہیں، بلاشبہ آپ ایک عظیم مجتہد، بلند پایہ محدث، بے مثال اور بارز عب منظر اور بلند خیال مفکر ہوتے ہوئے عقل و دانش فہم و فراست ذہانت و فطانت اور فقہی بصیرت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔

علمائے مفسنین نے اپنی اپنی معرکۃ الآراء تصانیف یعنی ”الخیرات الحسان“ اور ”مناقب الامام“ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی ذہانت و فطانت اور فقہی بصیرت کے تعلق سے بہت سارے واقعات درج فرمائے ہیں ان مستند کتابوں میں سے قارئین کی دل چسپی اور معلومات کے لیے چند واقعات درج کیے جا رہے ہیں۔

**واقعہ (۱): انمول دعا...** حدیث شریف میں مذکور ہے کہ کعبہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو اسی وقت جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔ اب لوگ اس موقع پر سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ کون سی دعا مانگی جائے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما نے اپنی خداداد ذہانت و فطانت کے پیش نظر اس مسئلہ کو اس طرح حل فرمایا کہ جب پہلی بار حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما خانہ کعبہ کی حاضری کے لیے مکہ شریف تشریف لے گئے اور آپ کی پہلی نظر خانہ کعبہ شریف پر پڑی تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! تو مجھے ”مستجاب الدعوات“ بنا دے یعنی جو دعائیں مانگوں قبول ہو جائے۔

**واقعہ (۲): حاضر جوابی...** حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑ گیا ہے، اس کی کل جائیداد میں سے مجھے کل ایک ہی دینار ملا ہے۔ آپ نے اس عورت سے دریافت کی کہ ترکہ کی تقسیم کس نے کی ہے، اس نے جواباً عرض کیا کہ داؤد طائی رضی اللہ عنہ نے، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ انہوں نے صحیح فیصلہ فرمایا ہے اور تمہارا حق یہی بنتا ہے، تمہیں اسی پر اکتفا کرنا چاہیے، اس لیے کہ تیرے بھائی نے دو بیٹیاں ایک بیوی بارہ بھائی والدہ اور ایک بہن (جو تو خود ہے) چھوڑے ہیں، ایسا ہے کہ نہیں؟ اس عورت نے اقرار کیا کہ ہاں وارث تو بس یہی ہیں،

آپ نے فرمایا بیٹیوں کے حصے دو تہائیاں اور وہ چھ سو دینار سے چار سو دینار لے گئیں، ماں کو چھٹا حصہ ملا، وہ ایک

سو دینار لے گئی، بیوی کو آٹھواں حصہ ملا اور وہ ۷۵ دینار لے گئی، باقی پچیس دینار رہ گئے ان میں سے چوبیس دینار بھائیوں کو ملے اور ایک دینار تمہارے حصے میں آیا اس لیے تمہیں ایک ہی دینار ملے گا۔

**واقعہ (۳): سفیان ثوری کا اعتراف...** ایک شخص نے اپنی بیوی سے غصہ میں قسم کھا کر کہا کہ میں تجھ سے

اس وقت تک بات نہیں کروں گا جب تک تو مجھ سے بات نہیں کرے گی، بیوی نے بھی غصہ میں قسم کے وہی الفاظ کہے جو شوہر نے کہے تھے، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو دونوں کو افسوس ہوا، معاملہ کو سمجھنے کے لیے شوہر حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور میاں بیوی کے درمیان جو کچھ ہوا تھا ان کے سامنے پیش کر دیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ تم میں سے جس نے بھی پہلے بات کی اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور! معاملے کا حل فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: تم دونوں میں سے کسی پر کفارہ نہیں ہوگا لہذا تم دونوں آپس میں بات کر سکتے ہو۔ جب یہ بات حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ پھر تم جا کر ان سے پوچھو، اس نے دوبارہ اُگروہی سوال کیا، آپ نے وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، اس پر سفیان ثوری رضی اللہ عنہما نے خود حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلے کا جواب کیسے دیا؟ آپ نے فرمایا: شوہر کے حلف اٹھانے کے بعد جب عورت نے یہ کہا کہ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی تو اس عورت نے توبات کر لی، لہذا اب مرد پر قسم واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ اس کی قسم ساقط ہوگئی اس طرح کسی پر بھی کفارہ نہیں ہوگا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہما نے کہا: ابو حنیفہ! تم پر وہ علوم منکشف ہوئے ہیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

**واقعہ (۴): ایک گنجلک مسئلہ کا بے نظیر حل...** کوفہ میں ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کا دو سگے بھائیوں

سے نکاح کیا، رات کو رخصتی کے وقت غلطی سے دلہنیں بدل گئیں، یعنی بڑے بھائی کی منکوحہ چھوٹے بھائی کے پاس اور چھوٹے بھائی کی منکوحہ بڑے بھائی کے پاس چلی گئی، دونوں بھائیوں نے شبِ باشی کی صبح ہوئی تو یہ راز فاش ہوا، اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک کو سخت پریشانی دامن گیر ہوئی۔ دعوتِ ولیمہ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مدعو تھے میزبان نے یہ مسئلہ علما کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ جس نے جس کے ساتھ وطی کی ہے اسے مہر ادا کرے اور پھر اپنی زوجہ واپس لے لے اور دوسری مرتبہ اسے مہر ادا کرے، اس سے ان کے نکاح میں کچھ فرق نہیں آیا، حضرت امام مسعر بن کرام رضی اللہ عنہما حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس مسئلہ کا حل پوچھا، آپ نے ان دونوں بھائیوں کو، جن کا نکاح ہوا تھا علیحدہ علیحدہ بلایا اور ان سے پوچھا کہ رات جو لڑکی تمہارے ساتھ رہی اُگروہی تمہارے نکاح میں رہے تو کیا تمہیں پسند ہے؟ ہر ایک نے کہا ہاں مجھے پسند ہے، تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی اپنی بیوی یعنی جس سے تمہارا نکاح ہوا ہے اسے طلاق دے دو، اور پھر جس سے وطی کی ہے اس سے نکاح کر لو۔

شرعاً مسئلہ کا وہ حل بھی ٹھیک ہی تھا جو سفیان ثوری رضی اللہ عنہما نے بتایا تھا مگر اس سے کئی خرابیاں پیدا ہوتیں، اور تو

دل میں اس سے تعلق برقرار رہتا جس سے وطن کی تھی اور دوسری بات یہ کہ غیرت و حمیت کے خلاف ہوتی، اور ازدواجی رشتہ مستحکم بنیاد پر قائم نہ ہوتا، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مصلحت و حکمت پر مبنی حل بتایا جس سے سبھی لوگ عیش کر رہے تھے۔ حضرت امام مسعر بن کرام رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیشانی چوم لی اور فرمایا: ”لوگو! مجھے اس شخص کی محبت میں تم لوگ ملامت کرتے ہو مگر آج اس شخص نے مجھے اور سفیان ثوری کو بھی مطمئن کر دیا، خدائے قدیر جل شانہ اسے خوش رکھے۔“

**واقعہ (۵): وضو کا مسئلہ...** حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے کسی کام سے کوفہ جانا پڑا، وہاں ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے شراب کا گھڑا ٹوٹ جائے اور کوئی شخص اس سمت میں بیٹھا وضو کر رہا ہے جس سمت میں پانی بہتا ہے تو اس شخص کے وضو کا کیا ہوگا؟ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ جب میں کوفہ آیا تو وہ مسئلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب نہایت آسان ہے، اگر بہتے ہوئے پانی سے شراب کی بو آرہی ہو یا پانی کا ذائقہ بدل گیا ہو، ان صورتوں میں وضو جائز نہ ہوگا، اور اگر ان دونوں صورتوں میں سے کچھ نہ ہو تو وضو جائز ہوگا۔

**واقعہ (۶): امانت کا مسئلہ...** حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے ابن شبرمہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ایک شخص کے پاس بطور امانت کسی کا ایک درہم اور دوسرے شخص کے دو درہم تھے، ان تین درہموں میں سے دو درہم اس سے گم ہو گئے، اب اس ایک درہم کا کیا کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا: اس درہم کو دونوں میں مساوی طور پر نصف نصف تقسیم کر دیا جائے، عبداللہ بن مبارک نے پھر یہ مسئلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: یہ جواب درست نہیں، کیوں کہ جب تین درہم یکجا کر دیے گئے تو دونوں آدمی کی شرکت ہو گئی، اب ضائع ہونے والے درہم دونوں کے ہیں، یعنی ایک کا دو تہائی حصہ ضائع ہوا اور دوسرے کا ایک تہائی، پس باقی رہنے والے ایک درہم کے تین حصے کر دیے جائیں: دو تہائی دو درہم والے کو دیئے جائیں اور ایک تہائی ایک درہم والے کو دیا جائے۔ سبحان اللہ! یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت۔

**واقعہ (۷): امام اعش کا اعتراف...** حضرت امام اعش رضی اللہ عنہ ایک بار اپنی بیوی کو غصہ میں یہ کہہ بیٹھے اگر تم نے مجھے یہ خبر دی کہ آنا ختم ہو گیا، تو تمہیں طلاق، اگر آنا کے ختم ہونے کے بارے میں کچھ لکھا، یا آنا ختم ہونے کے متعلق کوئی پیغام دیا، تو ان تمام صورتوں میں تمہیں طلاق۔ یہ سن کر ان کی بیوی حیران رہ گئی کہ انہوں نے کیا کہہ دیا ہے، وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کیا جائے۔ اسے کسی نے مشورہ دیا کہ اس مشکل سے صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی نکال سکتے ہیں تم ان کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کرو، چنانچہ وہ ان کے پاس آگئی اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں کیا مشکل ہے؟ اس کا حل تو بہت آسان ہے تم رات کے وقت ان



کے ازار بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلا باندھ دینا وہ خود محسوس کریں گے کہ آٹا ختم ہو گیا ہے، چنانچہ صبح کے اندھیرے میں جب وہ شلوار پہننے لگے تو انھیں ازار بند کے ساتھ کچھ چیز لپٹی ہوئی محسوس ہوئی جب دیکھا تو وہ آٹے کا خالی تھیلا تھا انہیں معلوم ہو گیا کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا ہے یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگے بخدا یہ ترکیب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہیں بتا سکتا، جب تک وہ زندہ ٹھیک ہے یعنی ”جب تک وہ زندہ ہے“ یہی درست ہے ہمیں شرمندہ کرتا رہے گا۔

**واقعہ (۸): قاضی ابن ابی لیلیٰ کے ایک فیصلے کی تصحیح...** کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ ایک دن عدالت سے فارغ ہو کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں انھوں نے دیکھا کہ ایک پاگل عورت کسی سے جھگڑ رہی ہے اور گفتگو کے دوران اس نے اس شخص کو ”اے زانی اور زانیہ کے بیٹے“ کہہ دیا، قاضی صاحب نے اس عورت کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پھر مجلس قضا میں واپس آکر حکم دیا کہ اس عورت کو مسجد میں کھڑی کر کے ڈرے لگائیں اور دو حدیں ماریں۔

یہ بات جب امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ابن ابی لیلیٰ نے اپنے فتویٰ میں کئی غلطیاں کی ہیں۔ وہ مجلس سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ عدالت لگائی یہ آئین عدالت کے خلاف ہے۔ اس شخص کے ماں باپ کو گالیوں پر حدیں جاری کیوں حالانکہ مدعی وہ شخص نہیں بلکہ اس کے والدین کے ہونے چاہیے تھے۔ ایک ساتھ دو حدیں نافذ کی گئیں حالانکہ ایک ساتھ دو حدیں نافذ نہیں ہو سکتیں۔ عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کی گئی حالانکہ عورت کو کھڑا کر کے حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ پاگل عورت پر حد قائم نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ مرفوع العقل اور مرفوع القلم ہوتی ہے۔ مسجد میں حد قائم کی حالانکہ مسجد میں حد قائم نہیں کی جاسکتی۔ علی بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت سے ہم حیران رہ گئے۔



## فقہ حنفی کی ہمہ گیر اشاعت - اسباب و علل

مولانا عبدالرزاق پیکر رضوی، استاذ: الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ

اسلام کے جملہ علوم و فنون میں فقہ کو جو بلند مقام حاصل ہے، وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ قرآن و احادیث کے پاکیزہ اوراق اس کے فضائل و برکات سے بھرے ہوئے ہیں۔ تاریخی طور پر اس علم کی بنیاد حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارکہ میں پڑی اور پھر آہستہ آہستہ خلفائے راشدین کے زمانے میں اس کے فروغ کا آغاز ہوا لیکن اس فروغ کا اثر ایک محدود حلقے تک قائم رہا۔ خیر القرون میں اصحاب رسول کے دو طبقے تھے: ایک طبقہ دن رات صرف احادیث کے حفظ و روایت میں مشغول رہتا تھا، یہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور سعید خدری رضی اللہ عنہم وغیرہ نے کافی شہرت پائی۔ دوسرا طبقہ ارباب فقہ و افتاء پر مشتمل تھا، جو غور و فکر اور فہم و تدبر کے ساتھ کلام اللہ اور احادیث نبویہ سے جزئی احکام مستنبط فرماتے تھے۔ ان میں حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔ علم فقہ کی ترقی و فروغ کی حالت عہد تابعین میں بھی سست رہی۔ اس عہد میں سات جلیل القدر اصحاب فقہ و حدیث کی مرجعیت کا سراغ ملتا ہے جو ”فقہائے سبعہ“ کے نام سے مشہور ہیں، لیکن فقہ کو اصلی فروغ و ارتقا دوسری صدی کے اوائل میں حاصل ہوا، جس میں باضابطہ اسے ایک فن کا درجہ ملا اور اسی دور میں اس کی جمع و ترتیب کا تاریخی فریضہ بھی انجام پایا۔ بلاشبہ اس تاریخی کارنامے کی اولیت کا سہرا حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے سر جاتا ہے جو بانی فقہ کے لقب سے اسلام کی علمی تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔

دنیا کے تمام مسلم ممالک میں اب تک جن ائمہ کے فقہی مذاہب مروج ہیں، وہ صرف چار ہیں، جو مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان ائمہ اربعہ میں جو شہرت و دل پذیری اور قبولیت و ہر دل عزیز علی اللہ عزوجل نے فقہ حنفی کو عطا فرمائی اور جو روشن امتیازات اس کو حاصل ہوئے، وہ ان تین ائمہ کے فقہی مذاہب کو کسی دور میں بھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چالیس ممتاز و منتخب علمائے مجتہدین کی ایک مجلس قائم کی اور علم فقہ میں باضابطہ تصنیف و تالیف اور تدوین فقہ کی بنا ڈالی۔ علمائے احناف ہی

کو فقہ واجتہاد اور رائے و حدیث میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ فقہائے احناف نے بشمول حریم شریفین مختلف ملکوں اور شہروں مثلاً عراق، بغداد، خراسان، سمرقند، بلخ، بخارا، رے، شیراز، طوس، ہمدان، زنجان، استرآباد، فرغان، مرغینان وغیرہ میں پھیل کر فقہ و حدیث کی ترویج و اشاعت کی اور تصنیفات و تالیفات سے مذہب اسلام کی بے لوث خدمت انجام دی۔ ان جلیل القدر فقہاء سے امت مسلمہ نے خوب استفادہ کیا اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ درجہ بہ درجہ خوش اسلوبی کے ساتھ آج تک جاری و ساری ہے۔ خود برصغیر ایشیا میں ہر دور میں علمائے احناف نے علم فقہ کی ترقی میں زبردست پیش رفت فرمائی اور دنیا کے اسلام کو گراں مایہ فقہی تصانیف سے مالا مال فرمایا۔ ان میں ”فتاویٰ عالمگیری“ کا نام بہت روشن ہے، جو ایک عرصے تک مسلم حکومتوں کی عدالت عالیہ کی زینت بنی رہی۔ ہندوستان کے عہد برطانوی میں فقیہ اسلام سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی مشہور زمانہ فقہی تصنیف ”فتاویٰ رضویہ“ اسی سلسلۃ الذہب کی روشن کڑی ہے۔

کسی بھی فقہ کی ترویج و اشاعت کا اصلی سبب اگرچہ خود اس فقہ کی خوبی و کمال ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس امر میں خود صاحب فقہ کے ذاتی اثر و رسوخ کا بھی کچھ نہ کچھ دخل ہوتا ہے۔ اس جہت سے اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت کو سمجھنے میں کچھ دیر نہیں لگ سکتی کہ امام ابو حنیفہ کو چھوڑ کر دیگر ائمہ کے مسائل فقہیہ کی ترویج و اشاعت میں بڑی حد تک ان کی ذاتی عظمت و کمال نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت امام مالک خالص عرب خاندان اور مرکز نبوت مدینۃ النبی کے باشندہ تھے، جو خلفائے راشدین کا دار الخلافہ رہ چکا ہے۔ اس خاص تعلق سے اہل اسلام کو شہر مدینہ اور اصحاب مدینہ سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی، اتنا ہی نہیں ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔ دادا مالک بن ابی عامر جلیل القدر تابعی اور صحاح کے رواۃ میں داخل ہیں، جنہیں فن روایت و حدیث میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت ابو ہریرہ، ام المومنین حضرت عائشہ و دیگر صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ خود ان کے چچا حضرت ابو سہیل نافع ایک بلند پایہ محدث تھے اور ان کا شمار ثقافت تابعین و ارکان حدیث میں ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت امام مالک نے فقہ و حدیث میں قابلیت حاصل کی، تو ان عارضی خصوصیتوں نے ان کے ذاتی کمال کے اعتبار و ثقاہت کو مزید چمکایا اور عام دلوں پر ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو تو ان سے بھی زیادہ یہ خصوصیتیں حاصل تھیں۔ وہ مکی، قریشی اور مطلبی سب کچھ تھے۔ مکہ مکرمہ کی ولایت، خاندانی اعزاز و شرافت اور رحمۃ للعالمین رضی اللہ عنہ سے ہم نسی، یہ وہ بے مثل خصوصیات ہیں، جن سے بڑھ کر مرجعیت و قبولیت عامہ کے لئے کوئی موثر آلہ نہیں ہو سکتا۔ کم و بیش یہی حال حضرت امام احمد بن حنبل کا ہے۔ وہ خالص عربی النسل تھے۔ خاندانی سلسلہ قبیلہ عدنان سے ملتا ہے، جو شجاعت و دلیری اور غیرت

وحیث کے لیے مشہور ہے۔ دنیوی وجاہت کے ساتھ علمی حیثیت سے بھی ان کا خاندان بہت ممتاز تھا اور اس میں متعدد علماء، فضلا، مقررین، شعرا اور ماہرین انساب گزرے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں اس قسم کی کوئی خصوصیت نہیں ملتی۔ قریشی اور ہاشمی ہونا تو دور کی بات ہے۔ وہ عربی النسل بھی نہ تھے۔ خاندان بھی کوئی علمی خاندان نہ تھا اور نہ اس میں کوئی فرد ایسا تھا جو اہل اسلام میں مقتدا و مرجع رہ چکا ہو۔ آبائی پیشہ تجارت تھا اور خود بھی زمانہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔ مقام ولادت شہر کوفہ ضرور تھا جو اگرچہ گہوارہ علوم و فنون تھا مگر اسے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ جیسی محبوبیت کا درجہ کیوں کر حاصل ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ بعض نا فہم اصحاب روایت ہمیشہ ان کی مخالفت پر آمادہ رہا کرتے تھے۔

الغرض حسن قبولیت اور عام اثر و رسوخ کے لیے جو ظاہری اسباب ہو سکتے ہیں ان اسباب سے ان کا دامن بالکل خالی تھا۔ اس کے باوجود فقہ حنفی کا تمام ممالک اسلامیہ میں عام ترویج و اشاعت پانا اور مسلم دنیا کے ایک تہائی حصہ پر غالب و حاوی ہو جانا، بیشک یہ واقعہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ فقہ حنفی کے اندر ایسی خوبیاں اور اس کے دامن میں ایسے جواہر موجود ہیں، جن سے دوسرے مذاہب فقہ کا دامن خالی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہ حنفی انسانی فطرت کے عین مطابق واقع ہوئی ہے، اس میں جاذبیت ہے، موزونیت ہے، طبع انسانی سے مناسبت ہے، ضروریات کی تکمیل کرنے کی صلاحیت ہے اور دنیا کی ہر تہذیب و تمدن کے رجحانات کو جذب کرنے کی پوری قوت و توانائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ائمہ کی فقہ صرف انہیں امصار و دیار میں اشاعت پذیر ہو سکی، جہاں تہذیب نے ترقی نہیں پائی تھی یا تمدن نے بال و پر نہیں پھیلانے تھے، اس کے برعکس فقہ حنفی جس ملک یا جس خطہ زمین میں قدم رکھا، اس کے اطوار و خصائل کو اپنی خاص تہذیب میں ڈھالتی چلی گئی۔ اور فقہ حنفی کا قانون سیل رواں کے مانند طبع انسانی کی وسعتوں میں پھیلتا چلا گیا۔

فقہ حنفی کی ہمہ گیر ترویج و اشاعت کے سلسلے میں دو قسم کی نکتہ چینی سامنے آتی ہے۔ بعض ارباب ظواہر جیسے ابن حزم وغیرہ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابو حنیفہ کے فقہی مذہب نے ابتدا ہی میں سلطنت کے بل بوتے پر رواج عام حاصل کیا۔ کیوں کہ جب قاضی ابو یوسف کو قاضی القضاة کا منصب ملا تو انہوں نے ممالک اسلامیہ میں عام طور پر حنفی قاضیوں کو مقرر کیا۔ لیکن ابن حزم وغیرہ کی یہ عیب جوئی محض ایک فریق کی حیثیت سے ہے جو سراسر تعصب و بے جا طرف داری پر قائم ہے۔ ورنہ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد کو رونق بخشی، جب کہ قاضی ابو یوسف ۱۷۰ھ میں قاضی القضاة ہوئے۔ جو عہد ہارونی میں ان کی تقرری و تخت نشینی کا زمانہ ہے۔ قاضی ابو یوسف کی تقرری و عروج سے پہلے ۵۰ سال کا جو طویل عرصہ ہے اس میں فقہ حنفی کا رواج عام ملک کے ہر گوشہ میں ہو چکا تھا اور ان کے سینکڑوں تلامذہ افتاء و قضاء کے عہدوں کو سنبھال

چکے تھے۔ اس ہمہ گیر ترویج و اشاعت سے صرف نظر کر دینا، ارباب ظواہر کی سخت غلطی ہی نہیں بلکہ مضحکہ خیز بیان ہے، جس سے بغض و عناد کی صاف بو آتی ہے جو ہرگز قابل اعتنا نہیں۔

دوسرا سب سے بڑا اعتراض یورپ کے متعصبین کی جانب سے کیا جاتا ہے جو تدوین فقہ، اس کے اصول و قواعد سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ فقہ حنفی رومن لا سے ماخوذ ہے۔ اپنی تائید میں ان لوگوں نے بے سرو پا اور غلو آمیز خیالات کا اظہار بھی کیا ہے جو ایک لمبی بحث ہے۔ دفع تکرار میں اسلامی مورخوں نے اپنی مضبوط دلائل و براہین سے حجت تمام کر دی ہے۔ جو مطالعہ کا دلچسپ موضوع ہے۔ ان تمام بحثوں کو اس مختصر مضمون میں یکجا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بس اتنا کہ دینا ہی کافی ہے کہ یورپی مصنفین کی تمام بحث کی بنیاد ذاتی مخالفت و عداوت پر مبنی ہے۔ جو ان کی فقہ حنفی سے ہیبت و مرعوبیت کی علامت ہے۔ اہل اسلام کے گزشتہ کارناموں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کے کمالات کا رد و انکار کرنا یورپی مصنفین کی عام عادت ہے جو ان کی شرانگیز فطرت کا حصہ ہے۔ اس لیے ان کے بے جا فکری یلغار سے فقہ حنفی اور اس کے ہمہ گیر قوانین کی خوبیوں اور محاسن کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان کے مزعومات کی حیثیت خس و خاشاک سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

فقہ حنفی کا یہ مشہور نظریہ ہے کہ احکام شرعیہ، اسرار و مصالح پر مبنی ہیں۔ قرآن و احادیث میں جہاں مہمات مسائل مذکور ہوئے ہیں، وہیں ان کی غایت و مصلحت پر بھی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اہم مسائل کی مصلحت تک عام لوگوں کی نظر پہنچنے سے قاصر ہے۔ اس نظریے نے فقہ حنفی کو اصول عقلی سے بہت قریب کر دیا ہے جب کہ دوسری فقہوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ خاص کر شافعیوں کے یہاں تو یہ نظریہ غالب ہے کہ احکام شرعیہ خصوصاً عبادات وغیرہ کے مسائل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں، بلکہ یہ مسائل جس قدر عقل سے دور ہوں اسی قدر ان میں خوبی پائی جائے گی۔ اس باب میں ”شرح معانی الآثار“ ایک معرکہ الادب تصنیف ہے جو امام جعفر طحاوی (متوفی: ۳۲۱ھ) کی ہے۔ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے تلمیذ و خلیفہ ملک العلماء محمد ظفر الدین بہاری نے بھی اسی دلچسپ اور اہم موضوع پر ”صحیح بہاری“ لکھی، جو بہت مشہور ہے۔ ان کتابوں میں مجتہدانہ استدلال سے ثابت کیا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسائل فقہ، نصوص اور طریق نظر دونوں کے موافق ہیں۔

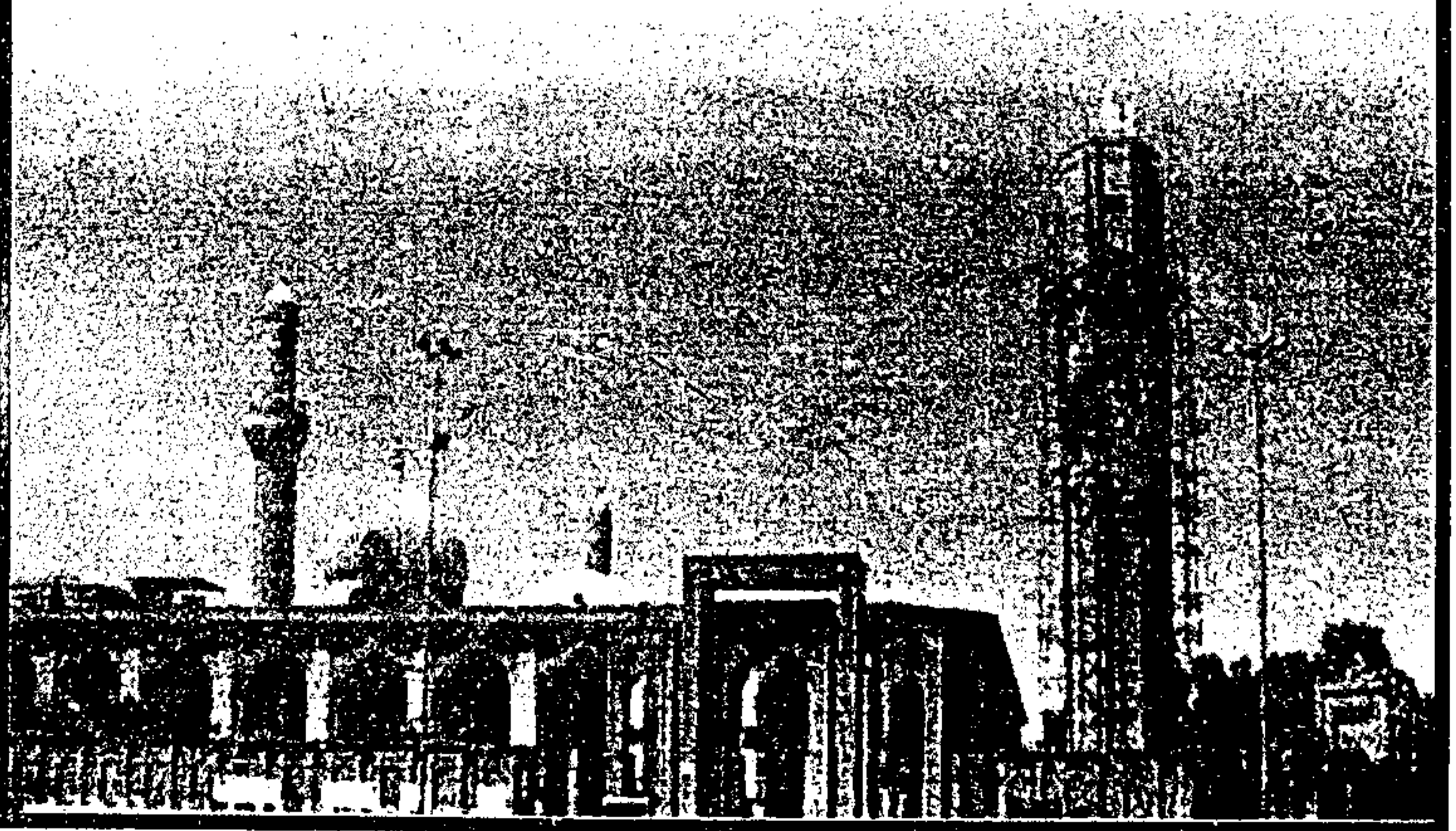
فقہ حنفی کی دوسری سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دیگر فقہوں کے مقابلے میں عمل کے اعتبار سے نہایت سہل و آسان ہے، جو عین قرآن و احادیث کے فرمودات کے مطابق ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات، ان کا کوئی بھی باب اٹھا کر دیکھ لیجیے، یہ فرق صاف نظر آتا ہے۔ اور ہر منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی نہایت سیر التعمیل ہے جو شریعت سہلہ کی نمایاں شان ہے۔ اس کے برعکس دوسرے ائمہ کی فقہیں، عمل کے اعتبار سے نہایت دشوار و سخت ہے۔ خاص کر حدود و جنایات، بیع و شرا اور حظر و اباحت وغیرہ کے مسائل تو اس قدر سخت و مشکل ہیں کہ

آج کی مہذب و تمدن یافتہ دنیا میں ان کی پابندی زندگی کو سخت دشواری میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مجھے طوالت کا اندیشہ مانع نہ ہوتا تو میں اس بحث کو امثال و نظائر سے مزین کر کے دکھاتا لیکن فقہی تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کی جزیات سے فقہی کتابیں بھری ہوئی ہیں بلکہ ایک ایک جزیہ پر مستقل کتاب بھی موجود ہے۔

فقہ حنفی کی تیسری سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی ہمہ گیر ترویج و اشاعت کے باب میں معاون ثابت ہوئی، وہ ذمیوں کے حقوق سے متعلق ہے، یعنی وہ لوگ جو ابھی داخل اسلام نہیں ہوئے لیکن مسلمانوں کے ملک میں شرط اطاعت کے ساتھ اقامت پذیر ہیں۔ فقہ حنفی میں ان لوگوں کے لیے فیاضانہ حقوق بخشے گئے ہیں، جن کی نظیر دوسری فقہوں میں نہیں ملتی ہے۔ ذمیوں کے حقوق کے متعلق خود قرآن و احادیث میں بیشتر ہدایتیں موجود ہیں، جو عام کلیات کی شکل میں ہیں لیکن ائمہ حضرات ان کی تعبیروں میں مشغول ہوئے تو باہمی اختلافات کا وقوع ہوا جو ایک فطری بات ہے۔ ان اختلافات کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے اور فقہی کتابوں میں بڑی بڑی بحثیں ملتی ہیں لیکن اس سلسلے میں فقہ حنفی جو تعبیر مطالب پیش کرتی ہے، نقل و عقل اور اصول تمدن کے اعتبار سے وہی سب سے زیادہ صحیح و درست تعبیر ہے۔ کیوں کہ ان سے انصاف و عدل کی خوشبو صاف طور پر محسوس کی جاسکتی ہے اور قیام امن و امان کا ان میں غالب رجحان پایا جاتا ہے۔

الغرض اپنی گونا گوں خصوصیات اور رنگارنگ محاسن کی وجہ سے فقہ حنفی ہر دور میں سب سے زیادہ قابل عمل رہی اور دنیا کے ہر گوشے میں ہمہ گیر اشاعت پانے میں کامیاب رہی۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور دنیا کو اپنی فیض و برکت سے مالا مال کر رہی ہے۔ ☆☆☆

باب ہفتم  
اخلاق اور تصوف



امام اعظم - حسن اخلاق کے آئینہ میں

امام اعظم اور خدمتِ خلق

امام اعظم اور تصوف

امام اعظم بحیثیت تاجر





## امام اعظم - حسن اخلاق کے آئینے میں

علامہ محمد عبدالعزیز نعمانی مصباحی، سربراہ اعلیٰ دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ، منو، یوپی، ورکن المجمع الاسلامی، مبارک پور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین

سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ کے بارے میں قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِيْمٍ ﴿۱﴾

اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔ [کنز الایمان]

جب اللہ کے آخری رسول پیکر اخلاق تھے تو امت میں جو بھی آپ کا سچا نائب اور تابع ہو گا وہ بھی ضرور اپنے اخلاق و کردار میں آپ کے نقش قدم پر ہو گا، چوں کہ امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی سرکار کے عاشق و محب تھے دین پاک مصطفیٰ کے تحفظ اور پیش آمدہ مسائل کی تحقیق، احادیث طیبہ کی تشریح و توضیح کے سلسلے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی، امت کی رہنمائی و خیر خواہی میں آپ ممتاز مقام کے حامل تھے، احکام و اخلاق کی جملہ احادیث اور سیرت طیبہ کے ہر گوشے پر آپ کی عمیق نظر تھی، آیات قرآن اور احادیث نبوی کے الفاظ و معانی پر بھی بھرپور دست رس رکھتے تھے، روایت و درایت دونوں پہلوؤں کے جامع تھے، اجتہاد و استنباط مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے ساتھ ہی زہد و تقویٰ اور حسن اخلاق میں بھی یکتا زمانہ تھے آپ کی پوری زندگی اسوۂ رسول کا نمونہ تھی آپ کی ایک ایک ادالت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ تھی۔

آپ کی حیات طیبہ کے اخلاقی گوشوں کو پیش کرنے سے قبل مناسب ہے کہ اسلاف و ائمہ کے آپ کی شخصیت سے متعلق اقوال و ارشادات بھی ملاحظہ کر لیے جائیں کیوں کہ کسی کی ذات سے متعلق اس کے ہم عصر اور اکابر امت کے اقوال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) محدث ابو نعیم فرماتے ہیں:

امام اعظم خوب رو، خوش لباس، خوش بو پسند اور خوش مجلس تھے آپ بڑے کرم نواز اور دوستوں پر حد درجہ غم

(۱) القلم: ۶۸/۴

خوار اور شفیق تھے۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ السلام فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ غیبت سے کوسوں دور تھے، میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔

(۳) حضرت شریک نے کہا:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نہایت خاموش طبع، بہت عقل مند، ذہین اور لوگوں سے بہت کم بحث کرنے، اور کم بولنے والے تھے۔

(۴) حضرت ضمیرہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ زبان کے درست تھے کبھی کسی کا ذکر برائی سے نہ کیا، اور جب ان سے کہا گیا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کسی پر اعتراض نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ (۲)

یعنی جب کوئی کسی کی غیبت یا برائی کرتا ہے تو اس کے سبب وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور غیبت کرنے والوں کی نیکیاں اسے دے دی جاتی ہیں اس لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ خاموش رہتے جو اب نہیں دیتے، اس طرح بھی آپ مقام و مرتبے میں اپنے ہم عصروں سے بالاتر تھے۔

(۵) امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ: ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے کہا: امام اعظم

ابو حنیفہ کے اخلاق بیان کرو؛ انھوں نے فرمایا:

”امام اعظم رضی اللہ عنہ حرام چیزوں سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے، بغیر علم کے دین میں کوئی بات کہنے سے بہت ڈرتے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی کوشش کرنے والے تھے۔ وہ دنیا داروں سے بہت دور رہتے اور کبھی کسی کی خوشامد نہ کرتے۔ اکثر خاموش رہتے اور دینی مسائل میں غور و فکر کیا کرتے۔ علم و عمل میں مرتبہ بلند پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ جب ان سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرتے اگر قرآن و سنت میں اس کی نظیر ملتی تو بطریق حق قیاس کرتے، اپنے نفس اور اپنے دین کی حفاظت کا خیال کرتے۔ راہ خدا میں علم و مال دونوں خوب خرچ کرتے اور پوری سخاوت کا ثبوت دیتے، ان کا نفس لوگوں سے بے نیاز نہ تھا، حرص اور لالچ سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، غیبت سے کوسوں دور تھے، کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے کرتے۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون نے کہا: صالحین (اللہ کے نیک بندوں) کے اخلاق ایسے ہی ہوا کرتے ہیں پھر اس نے

(۱) خطیب بغدادی: ۳۳۰/۱۳

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۲

کاتب کو حکم دیا کہ یہ اوصاف لکھ لو، اور اپنے بیٹے سے کہا کہ ان کو یاد کر لو۔<sup>(۱)</sup>  
یہی امام ابو یوسف فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ کو علم و عمل، سخا و ایثار اور دیگر جملہ قرآنی اخلاق سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔<sup>(۲)</sup>

(۶) امام زفر علیہ الرحمۃ: امام زفر جو امام اعظم کے خاص تلامذہ میں ہیں وہ فرماتے ہیں:

مجھے امام اعظم کی خدمت میں بیس سال سے زیادہ گزارنے کا موقع ملا، میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا کسی اور کو نہ دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ آپ کے شب و روز اللہ کی یاد کے لیے وقف تھے، اور سارا دن تعلیم و تدریس میں، باہر سے آنے والے مسائل کا جواب تحریر سے دیتے۔ بالمشافہ مسائل پوچھنے والوں کی بھی رہنمائی فرماتے، مجلس میں ہوتے تو وہ تدریس کی مجلس ہوتی اور باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، فقرا و مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور آنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہوتے۔ رات عبادت میں گزارتے، اور قرآن پاک کی بہترین انداز میں تلاوت کرتے، یہی معمولات زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔<sup>(۳)</sup>

(۷) معانی بن عمران موصلی: آپ کہتے ہیں کہ امام اعظم میں دس ایسی صفات تھیں کہ اگر ان میں سے

ایک بھی کسی کے اندر موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے:

پرہیز گاری، سچائی، فقہی مہارت، عوام الناس کی خاطر مدارات، سخاوت پر خلوص ہمدردی، لوگوں کو نفع پہنچانے میں سبقت، طویل خاموشی یعنی فضول گفتگو سے پرہیز، گفتگو میں حق بات کا اختیار کرنا اور مظلوموں کی اعانت، دوست ہو یا دشمن (مناقب موفق ایضاً)

(۸) حضرت داؤد طائی: تلمیذ امام اعظم حضرت داؤد طائی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں بیس سال تک حضرت

امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہا، اس مدت میں، میں نے انھیں خلوت اور جلوت میں کبھی ننگے سر اور پاؤں پھیلاتے ہوئے نہیں دیکھا، ایک بار میں نے ان سے عرض کیا: استاذ محترم! اگر آپ خلوت (تہائی) میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ فرمایا: خلوت میں ادب ملحوظ رکھنا جلوت کی بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔<sup>(۴)</sup>

یہ آٹھ اکابر و معاصرین کے وہ اقوال ہیں جو خاص امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و کردار اور محاسن افعال سے متعلق ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حسن اخلاق اور مکارم خصال نے اپنے لوگوں کو خوب خوب متاثر کیا

(۱) امام اعظم از سید شاہ تراب الحق قادری، ص: ۶۰-۶۱، مطبوعہ: دہلی

(۲) الخیرات الحسان

(۳) مناقب الامام الاعظم للموفق، ۴۰۰

(۴) حقائق الحنفیہ، ص: ۷۲ بحوالہ امام اعظم

تھا اور ان کے دلوں میں جگہ بنا لیا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال کے بعد اب آپ کی حیات طیبہ کے کچھ واقعات بھی مطالعے میں لائیں اور دیکھیں کہ آپ کے بارے میں تعریف کرنے والوں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت سے کس قدر قریب ہے:

### اخلاق و کردار کی بلندی سے متعلق واقعات:

(۱) ایک دن ایک عورت ریشمی کپڑے کا تھان بیچنے کے لیے آپ کے پاس لائی، آپ نے اس سے دام پوچھا، اس نے ایک سوتائے، آپ نے فرمایا: یہ کم ہے یہ کپڑا اس سے زیادہ قیمت کا ہے، تو اس نے دو سوتائے، آپ نے پھر کہا یہ کم ہے تو اس نے تین سو پھر چار سوتائے، امام اعظم نے کہا یہ بھی کم ہے۔ اب اس عورت نے کہا: آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ اس کے بعد آپ نے پانچ سو درہم دے کر اس کپڑے کو خرید لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام نے کسی کی کم عقلی بھولے پن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ رزق کے معاملہ میں خدا پر کامل بھروسہ کیا اور ہمیشہ تقویٰ کو پیش نظر رکھا جس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں بے شمار برکتیں ہوئیں، لوگوں کا اعتماد بڑھا اور تجارت بام عروج تک پہنچی۔

اس واقعے میں حقوق العباد کی پاسداری، تقویٰ و پرہیزگاری اور امانت و دیانت داری جیسی خوبیاں خوب جھلکتی نظر آرہی ہیں۔

(۲) ایک بوڑھی عورت حضرت امام اعظم کے پاس آئی اور اس نے کہا میری زیادہ استطاعت نہیں اس لیے یہ کپڑا جتنے میں آپ کو پڑا ہے اس دام پر میرے ہاتھ فروخت کر دیں، آپ نے فرمایا: تم چار درہم میں لے لو وہ بولی کہ میں ایک بوڑھی عورت ہوں میرا مذاق کیوں اڑاتے ہو، کیوں کہ یہ قیمت بہت کم ہے، آپ نے فرمایا: میں نے دو کپڑے خریدے تھے، ان میں سے ایک کپڑے کو دونوں کی قیمت خرید سے چار درہم کی کم پر فروخت کر چکا ہوں اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو مجھے چار درہم میں پڑا ہے تم چار درہم میں اسے لے لو۔

(۳) ایک مرتبہ آپ نے اپنے کاروباری شریک (پارٹنر) کو بیچنے کے لیے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا اس سے فرمایا: جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب بھی بتا دینا اس نے تھان فروخت کر دیے لیکن گاہک سے اس تھان کا عیب بیان کرنا بھول گیا، اور یہ بھی نہ یاد رہا کہ وہ عیب دار کپڑا کس گاہک کو فروخت کیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہما کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ان تمام تھانوں کی قیمت تیس ہزار درہم صدقہ کر دیے اور اس شریک کو علیحدہ کر دیا۔<sup>(۱)</sup>

اعلیٰ اخلاق کی مثال ہے یہ دوسرا واقعہ کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے اس بوڑھی عورت کی بات سچی کر دکھائی۔ اور اس قدر سستا کپڑا دے دیا کہ اس کو حیرت ہوئی، بوڑھے بوڑھیوں کے احترام کا بھی اسلام داعی ہے، اس واقعے میں

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۴۰

اس پر عمل کرنے کی بھی مثال صادق آتی ہے۔

تیسرے واقعے میں تقویٰ اور خوفِ آخرت کا درس ہے، حالاں کہ ایک ہی تھان کا صدقہ کر دینا فقہی اعتبار سے درست تھا، مگر محض اس لیے پوری رقم صدقہ کر دی بھول ہی کر سہی جو ناجائز پیسہ تھا وہ سب میں مل گیا تھا اور حضرت امام کے حزم و اتقانے اس کو گوارا نہ کیا کہ اس پوری رقم سے کچھ کھائیں۔

شریک تجارت کو علیحدہ کر دینے میں بھی ایک درس ہے کہ جو بھول کر بھی تجارت میں غلطی کر جائے وہ اس لائق نہیں کہ کوئی مومن متقی اس کو اپنے ساتھ رکھے۔

**سخاوت میں کمال:** حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے لیکن آپ مال تجارت کے نفع کو اپنے اوپر خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں، طلبہ علوم دینیہ کے لیے بھی وافر مقدار میں صرف فرماتے، پھر جو بیچ جاتا اسے ان حضرات میں نذر کرتے ہوئے فرماتے: یہ میں اپنا مال نہیں دے رہا ہوں، یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے جو اس نے آپ حضرات کے لیے مجھے عطا فرمایا۔<sup>(۱)</sup>

حضرت مسعر بن عبد الرحمن کہتے ہیں: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر کے لیے کپڑا یا میوہ خریدتے تو پہلے اس مقدار میں علماء و مشائخ کے لیے خریدتے۔<sup>(۲)</sup>

حضرت امام شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آپ سے پڑھتا آپ اس کو نان و نفقہ سے بے نیاز کر دیتے بلکہ اس کے گھر والوں کو بھی کچھ دیتے اور جب وہ علم حاصل کر لیتا تو اس سے فرماتے: اب تم کو بہت بڑی دولت مل گئی ہے کیوں کہ اب تم کو حلال و حرام کی پہچان ہو گئی ہے۔<sup>(۳)</sup>

آپ کے تلمیذ خاص حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے بیس (۲۰) سال تک میرا اور میرے گھر والوں کا خرچہ برداشت کیا اور میں جب بھی آپ سے کہتا کہ میں نے آپ سے زیادہ دینے والا نہیں دیکھا تو فرماتے: اگر تم میرے استاذ حضرت حماد کو دیکھ لیتے تو ایسا نہ کہتے۔

امام ابو یوسف مزید یہ بھی فرمایا کرتے: اگر آپ کسی کو کچھ دیا کرتے اور وہ آپ کا شکر یہ ادا کرتا تو آپ کو اس کا بڑا ملال ہوتا اور آپ اس سے فرماتے: شکر اللہ تعالیٰ کا ادا کرو کہ اس نے یہ روزی تم کو دی۔<sup>(۴)</sup>

اللہ اکبر! دے کر احسان جتانے والے اور شکر پے کے طالب تو بہت دیکھے گئے، مگر حضرت امام کی توشان ہی نرالی تھی کہ اگر کوئی بشکر یہ ادا کرتا تو ملال کا احساس کرتے اور اللہ کے شکر کی تلقین کرتے، دے کر احسان جتانے والے

(۱) مناقب للموفق، ص: ۲۷۶

(۲) ایضا

(۳) مناقب موفق، ص: ۱۳۷

(۴) مناقب للموفق، ص: ۱۳۶

حضرات حضرت امام اعظم کے اس حسن اخلاق اور بلندی کردار سے سبق لیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے، تجارت میں جو نفع ہوتا وہ راہ خدا میں دے دیا کرتے تھے، مجھ کو اس کثرت سے تحفے ارسال کیے کہ مجھے وحشت ہونے لگی میں نے ان کے بعض احباب سے اس کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا: اگر تم ان تحفوں کو دیکھتے جو انہوں نے سعید بن ابی عروبہ رضی اللہ عنہما کو بھیجے ہیں تو تم حیران رہ جاتے۔ طلبہ و احباب کے علاوہ محدثین کے ساتھ بھی آپ حسن سلوک اور احسان کا عمل جاری رکھتے۔<sup>(۱)</sup>

ایک بار آپ نے اپنی مجلس میں ایک شخص کو دیکھا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا، جب جانے لگا آپ نے اس سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! پھر فرمایا: میری جانماز کے نیچے جو کچھ ہے وہ لے آؤ اسے لے لو اور اس سے اپنی حالت سدھارو۔ اس نے جانماز اٹھا کر دیکھا تو اس کے نیچے ہزار درہم تھے، اس نے عرض کیا: میں صاحب ثروت ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے وہ حدیث نہیں سنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کا اثر دیکھنا چاہتا ہے لہذا تم اپنی حالت بدلو تاکہ تمہیں دیکھ کر کسی کو تمہارے محتاج ہونے کا شبہ نہ ہو اور تمہارے دوست تمہاری خوش حالی سے خوش ہوں۔<sup>(۲)</sup>

اس واقعے میں عبرت و نصیحت کے کئی پھول ہیں:

۱- آدمی کو خود سے اپنا وقار مجروح نہیں کرنا چاہیے۔

۲- اللہ نے نعمت سے ہمکنار فرمایا ہے تو بندے کو چاہیے کہ اپنی زندگی میں اس کے آثار ظاہر کرے کہ یہ بھی شکر خداوندی کی ایک شکل ہے، البتہ تکبر و ریا کا شکار نہ ہو کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں برباد ہوتی ہے۔

۳- امام اعظم رضی اللہ عنہما کی سخاوت و دریادلی اور اصلاح حال کی فکر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

۴- امداد کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اصلاح و امداد کے لیے تنہائی بہتر ہے، کہ لوگوں کے سامنے ٹوکنابا اوقات ہتک عزت کا سبب بن جایا کرتا ہے، اور اکثر لوگ ناراض ہو کر اصلاح قبول کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۵- اس واقعے میں اس کا بھی درس ہے کہ ہر بڑے کی چھوٹوں پر نظر ہونی چاہیے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کسی مریض کی عیادت کو جا رہے تھے، راہ میں ایک ایسا شخص آتا دکھائی دیا جو آپ کا مقروض تھا اس نے دیکھتے ہی راستہ بدل دیا، آپ نے اسے دیکھ لیا زور سے آواز دے کر بلا یا وہ اسی جگہ کھڑا ہو گیا اور گھبرایا کہ کہیں اس سے قرض کا مطالبہ نہ ہو جائے، آپ نے قریب پہنچ کر فرمایا: تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۵

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۳

ویا؟ اس نے عرض کیا: میں آپ کا دس ہزار درہم کا مقروض ہوں اس لیے آپ کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔  
 آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہارا تمام قرض معاف کیا، اب آئندہ مجھ سے منہ نہ چھپانا اور میری وجہ سے تم کو جو شرمندگی اور ندامت ہوئی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔  
 یہ روایت بیان کر کے حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: آپ کا یہ حسن سلوک دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی زاہد اور بامروت ملے گا۔<sup>(۱)</sup>

حسن اخلاق کی یہ وہ نادر مثال ہے جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی ملنا مشکل ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام اعظم خلقِ عظیم میں بھی نبی کریم ﷺ کے سچے نائب و وارث تھے۔  
 ایک بار حج کے سفر میں عبد اللہ بن بکر سہمی علیہ الرحمۃ کا کسی بدوی سے جھگڑا ہوا وہ انہیں امام اعظم کی خدمت میں لے آیا کہ یہ میری رقم ادا نہیں کر رہا ہے، انہوں نے رقم کا انکار کیا۔ آپ نے بدوی سے فرمایا: بتاؤ تمہارا کتنا درہم ان کے ذمے آتا ہے؟ اس نے کہا چالیس (۴۰) درہم۔ آپ نے فرمایا: تعجب ہے کہ لوگوں کے دلوں سے مروت و حمیت کا جذبہ بالکل ختم ہو گیا ہے، اتنی تھوڑی رقم پر جھگڑا؟ مجھے تو شرم محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے اپنے پاس سے چالیس درہم اس بدوی کو ادا کر کے رخصت کر دیا۔<sup>(۲)</sup>

جھگڑا چکانے کی یہ ایک بہترین مثال ہے جس میں امام اعظم کی سخاوت کا جلوہ بھی صاف جھلک رہا ہے، یہ واقعہ بھی امام اعظم کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اجاگر کرتا ہے۔ فیصلہ تو یوں ہونا چاہیے تھا کہ البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر (مدعی کو گواہی اور دلیل پیش کرنا لازم ہے اور جو انکار کرے اس پر قسم ہے) لیکن مقدمے کو اس منزل سے گزارنے میں کسی ایک کے اوپر گناہ لازم آتا یا کم از کم سبکی ضرور ہوتی، اور مذکورہ بالا مشکل میں امام اعظم نے ایک آسان شکل اختیار کی اور اپنی سخاوت کا بھی ثبوت فراہم کر دیا۔

کوفہ میں ایک مال دار شخص تھا جو بڑا خوددار اور حیا دار تھا، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب و محتاج ہو گیا، وہ بازار جا کر مزدوری کرتا مشقت اٹھاتا اور مشکلات پر صبر کرتا، ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی۔ گھر آ کر ماں سے ککڑی کے لیے پیسے مانگے، ماں اس کی خواہش پوری نہ کر سکی کہ پیسے تھے نہیں، گھر کے ساز و سامان پہلے ہی فروخت ہو چکے تھے، مزید بیچنے کو کچھ نہ تھا، یہ صورت حال دیکھ کر بچی رونے لگی تو اب اس شخص نے سوچا کہ چلو امام اعظم جیسے سخی کے دربار میں ان سے ہی کچھ مانگ لائیں، ایک روز وہ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھا مگر شرم و حیا سے اس کی زبان کھل نہ سکی۔ حضرت امام اعظم نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے مگر حیا کے باعث سوال نہ کر پا رہا ہے، جب وہ شخص وہاں سے

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۳۵

(۲) مناقب الامام للموفق، ص: ۲۷۲

اٹھ کر جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا جو گھر تک گیا، میں نے دیکھا کہ اس شخص نے اپنی بیوی سے بتایا کہ میں شرم کی وجہ سے کچھ نہ مانگ سکا، امام اعظم کے بھیجے ہوئے اس آدمی نے واپس جا کر یہ ماجرا بیان کر دیا۔

پھر جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امام اعظم نے پانچ ہزار کی تھیلی لے کر اس کے گھر پر دستک دی اور یہ بولتے ہوئے واپس ہو گئے کہ میں نے تمہارے دروازے پر ایک چیز رکھ دی ہے اس کو اٹھا لینا، گھر والوں نے جب اس تھیلی کو کھولا تو دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ اس میں پانچ ہزار درہم تھے، اس میں ایک پرزہ بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ تمہارے دروازے پر ابو حنیفہ یہ تھوڑی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی حلال کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا۔<sup>(۱)</sup>

اس واقعے امام اعظم کی سخاوت کے بھی جلوے ہیں اور آپ کی فراست و باطن بینی کے اسرار بھی، دروازے پر رکھ کر چلے آنے میں یہ راز ہے کہ کہیں لینے والا دینے والے کے سامنے اپنی کسی طرح کی سبکی نہ محسوس کرے اور کہیں لینے سے انکار نہ کر دے، پرزے میں تفصیل لکھنا اس لیے ضروری سمجھا کہ انجان شخص کی چیز لینے اور اس کو خرچ کرنے میں تکلف نہ ہو، پھر یہ کہ کہیں حیا اور شرم اس رقم کو واپس کرنے کا باعث نہ بنے، اس لیے صاف لکھ کر تاکید کر دی کہ اس کو واپس نہ کرے بلکہ بلا تامل استعمال میں لائیں۔

اس میں امام اعظم کی سخاوت کے ساتھ حاجت مندوں کی امداد اور غمزدوں کی غمگساری اور حسن سلوک کا پتا بھی ملتا ہے، حضرت امام کا یہ پاکیزہ کردار آج ہمارے لیے بھی درس عبرت ہے، کیوں کہ تیزی کے ساتھ اب اخلاقی قدریں زوال پذیر ہیں، اور خود غرضی اور مطلب پرستی کا دور دورا ہے۔

### امانت و دیانت کی جلوہ باری:

عفت و پارسائی اور دیانت و امانت کا یہ واقعہ بھی چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے:

آپ کے ایک شاگرد عبدالعزیز صنعانی فرماتے ہیں: جب میں حج پر جانے لگا تو اپنی ایک کینز حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بطور امانت رکھ چھوڑا۔ ایک عرصہ کے بعد جب میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے پوچھا: حضور میری کینز نے آپ کی کیسی خدمت کی؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس سے کبھی کوئی کام ہی نہ لیا اور نہ ہی کبھی آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا، کیوں کہ یہ آپ کی امانت تھی۔<sup>(۲)</sup>

امام اعظم رضی اللہ عنہ محاسن اخلاق و فضائل اعمال کے اس درجہ حامل تھے کہ آپ کے عہد میں لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے اور کامل اعتماد کرتے لاکھوں نہیں کروڑوں کی رقم پاس میں ہوتی مگر پائے استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آتی، اس وجہ سے حاکم وقت نے آپ کو نگرانِ خزانہ بنانے کی بہت کوشش کی مگر آپ نے انکار ہی کیا، تاکہ بددیانتی نہ سہی لیکن

(۱) مناقب امام اعظم للموفق، ص: ۲۸۱

(۲) مناقب للموفق، ص: ۲۳۵



دشمنوں کو بدنام کرنے کا موقع بھی ہاتھ نہ آئے، حضرت وقیح فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے امانت دار تھے، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف جلوہ گر تھا، وہ رب کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

ایک اعرابی (دیہاتی) نے آپ کے پاس ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت رکھے اور رکھ کر وہ فوت ہو گیا اس نے کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے اس قدر لمبی رقم امام ابو حنیفہ کے پاس امانت رکھی ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جب وہ بالغ ہو گئے تو امام اعظم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے والد کی ساری رقم ان کو لوٹادی اور فرمایا: یہ تمہارے والد کی امانت تھی۔ آپ نے یہ امانت خفیہ طور پر لوٹائی تاکہ لوگوں کو اتنی بڑی رقم کا علم نہ ہو اور وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس واقعے سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دیانت کے ساتھ ان نابالغ کے لیے خیر خواہی کا جو جذبہ تھا اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ان کو رقم اس طور پر سوچی کہ اس کا مکمل تحفظ بھی ہو۔

ایک واقعہ ملاحظہ ہو:

آپ کے کچھ حاسدین نے امتحان لینے اور بدنام کرنے کی غرض سے ایک تھیلی آپ کے پاس امانت رکھوائی جس پر سرکاری مہر بھی تھی حاسدوں کی بدگمانی یہ تھی کہ امام کچھ عرصہ کے بعد اس رقم کو کاروبار میں لگا دیں گے اور اسی پر گرفت کی جائے گی اور آپ کی بدنامی ہوگی۔

چنانچہ اسی منصوبہ کے تحت کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلی کے پاس دعویٰ دائر کر دیا کہ امام ابو حنیفہ نے فلاں کا مال امانت اپنے بیٹے کو تجارت کے لیے دے دیا، امام اعظم طلب کیے گئے اور آپ پر جو الزام تھا اس کو سامنے رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ الزام بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس کی امانت جوں کی توں محفوظ ہے آپ چاہیں تو سرکاری نمائندے بھیج کر تصدیق کر لیں، جب وہ لوگ آئے تو دیکھا کہ مال خانے میں وہ رقم ویسے ہی محفوظ تھی اور سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر حاسدوں کو ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سرخرو رہے۔<sup>(۲)</sup>

حضرت محمد بن فضل فرماتے ہیں: جب امام اعظم کا وصال ہوا، اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں محفوظ تھیں جنہیں آپ کے فرزند حضرت حماد نے لوگوں کو لوٹایا۔<sup>(۳)</sup>

ان واقعات کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ امانت و دیانت میں بھی امام اعظم کا درجہ ہم عصروں میں بڑھا ہوا تھا، اور لوگ آپ پر کامل اعتماد کیا کرتے تھے، اور یہ کہ آپ کے صاحب زادے بھی امانت و دیانت میں آپ ہی کے نقش قدم پر تھے۔ آج کے بددیانتی کے طوفان میں امام اعظم کا کردار بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔☆☆☆

(۱) مناقب للموفق، ص: ۲۳۳

(۲) مناقب للموفق، ص: ۲۳۴

(۳) ایضاً، ص: ۲۳۵

## امام اعظم اور خدمت خلق

مولانا محمد عبدالحق مصباحی، جان نگر روڈ، کولکاتا

اللہ کے اس برگزیدہ بندے کا آج تذکرہ کرنے جا رہا ہوں جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے نوازا، اور اپنا منور دیدار ننانوے یا سو دفعہ خواب میں کرایا۔ آج اس کا ذکر مقصود ہے جس کو نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت عظمیٰ سے نوازا کر، سارے ائمہ و جملہ علماء و صوفیہ پر علم و تقویٰ میں فوقیت و برتری عطا فرمایا۔ جو ذات ستودہ صفات، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کی برکت بن کر چمکی اور جس نے اپنے علم و عمل کے انوار کو اس وقت تک نہیں پھیلا یا جب تک کے رسول گرامی و قار صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن افشائے علم نہ لے لیا۔ تو اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے کہ کیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک صالح اور اس کا محبوب نہ ہوگا؟ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ آدمی نہ ہوگا؟ وہ صحابہ کرام کا چہیتا نہ ہوگا؟ ہوگا اور یقیناً ہوگا تو ایسے شخص کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا میرے خیال میں اہل علم کا شیوہ نہیں ہے۔ حالاں کہ آج بھی طعن و تشنیع کے نشتر چلانے والے موجود ہیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے جیسا کہ اللہ کے کسی ولی نے فرمایا ہے: ”جس کا کوئی مخالف نہیں وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا“۔ ایسے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ کے پیکر سے میری مراد، سراج الامہ و امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ جن کا نام نامی اسم گرامی: نعمان، کنیت: ابو حنیفہ اور لقب: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ آپ فارس کے مشہور ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب نوشیرواں عادل سے جا ملتا ہے۔

اس ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت کے سارے اوصاف فاضلہ کا احاطہ مقصود نہیں ہے، اور نہ یہ ایک انسان سے ممکن ہے۔ مجھے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت خلق سے متعلق چند نمونے پیش کرنا ہے۔

آج کے مسابقتی دور میں اہل دولت اور اصحاب ثروت حضرات، اپنے اپنے حساب اور تخمینے سے مخلوق خدا کے ساتھ ہر طرح کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور کرتے بھی ہیں جیسا کہ شب و روز ہمارا اور آپ کا مشاہدہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر چہار جانب افراتفری کا عالم ہے۔ آج لوگوں میں سکون و اطمینان کا فقدان نظر آ رہا ہے۔ اس کی وجہ میرے فہم کے اعتبار سے جن کی خدمت کی جاتی ہے، ان میں صبر و شکر کا جذبہ ختم تو نہیں ہوا ہے لیکن بہت کم ہو گیا

ہے اور خدمت خلق کرنے والے میں ریا و تصنع کا بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے۔ لیکن پہلے کے خدمت کرنے والوں میں اور خدمت لینے والوں میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے اس وقت کے دونوں عمل کارگر اور مفید ثابت ہو کرتے تھے۔

آئیے! اب ہم اپنے مدوح کے جذبہ خدمت خلق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت خلق کا انداز اس لیے نرالا اور شان دار تھا کہ آپ مخلوق کی ضرورتوں کا خاص خیال فرماتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے تھے، یا پھر جو ضرورت منداپنی حاجتیں پیش کرتا، اس کی خدمت اسی انداز سے کرتے تھے۔ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ مخلوق خدا کی خدمت میں اتنے منہمک نظر آ رہے ہیں کہ زندگی و موت کا وہ کون سا شعبہ ہے جس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی رہنمائی و خدمت ہمیں نہیں مل رہی ہے؟ آپ جو بھی کام کرتے اس میں خوشنودی خدا و رسول کا حصول مقصود ہوتا۔ چنانچہ حضرت شفیق فرماتے ہیں: ”میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا کہ ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور چھپ گیا، اور دوسرا راستہ اختیار کیا، آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے پکارا، وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا: ”تم اپنی راہ سے کیوں بے راہ ہو کر چلے؟“ اس نے کہا: ”میں آپ کا مقروض ہوں“ آپ کا مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے، کافی عرصہ ہو گیا ہے اور میں تنگ دست ہوں اس لیے آپ سے مجھے شرم آتی ہے۔“ آپ نے فرمایا: ”سبحان اللہ! میری وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے۔ جاؤ! میں نے سب روپیے تم کو بخش دیے اور میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا۔“ اور فرمایا کہ آئندہ اب مجھ سے نہ چھپنا۔ اور جو خوف کھارے دل میں میری وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کے بدلے مجھے معاف کر دو۔“<sup>(۱)</sup>

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ جو دو سخا میں بد طولی رکھتے تھے۔ آپ کی سخاوت و فیاضی سے، صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء بھی مستفید ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی علما نوازی بہت مشہور تھی۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے: آپ کے پسر حضرت حماد کو ان کے استاذ محترم نے سورہ فاتحہ پڑھا دیا تو آپ نے خود جا کر ان کے استاذ محترم کو ہزار درہم ہدیہ دیا اور فرمایا کہ اگر میرے پاس اس وقت اس سے زیادہ ہوتا تو وہ سب آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں امام اعظم کے جو دو سخا کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ”آپ نہایت خوب صورت اور کثیر الکرم تھے۔ عمدہ سے عمدہ خوشبو اور لباس استعمال فرماتے تھے اور جیسا لباس خود پہنتے، اپنے شاگردوں اور ہم نشینوں کو بھی اسی لباس میں رکھتے تھے۔“

ایک مرتبہ امام اعظم نے اپنے ہم نشینوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس کا لباس بوسیدہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ بیٹھے رہو! یہاں تک کے تمام حاضرین چلے گئے، تو آپ نے اس سے فرمایا: جائے نماز کے نیچے

(۱) جواہر البیان، ص: ۷۴

جو کچھ ہے لے لو اور اپنا لباس سلوا لو، جب اس نے آپ کے مصلىٰ کو الٹا تو دیکھا کہ ہزار درہم ہے، آپ نے فرمایا: ”سب لے لو“۔

ہمارے درمیان ایسے حضرات کی کمی ہے جو اپنے گاؤں، محلہ اور پڑوسیوں بلکہ اپنے بھائیوں کی ہر مصیبت میں کام آتے ہوں۔ لیکن وہی حضرات جہاں ان کے جو دو سخا کے ڈنکے بجیں گے، وہاں دل کھول کر مخلوق خدا کی ہر خدمت کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بہر حال پہلا حق اپنے اور اپنے محلہ والوں اور پڑوسیوں کا ہے کہ ان کی ہر ضرورت میں ہم کام آئیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل واقعہ سے اس پر مکمل روشنی پڑتی ہے:

امام اعظم کا ایک پڑوسی تھا جو پیشے سے موچی تھا، دن بھر محنت و مزدوری کرتا، شام کو بازار سے گوشت اور شراب خرید کر گھر آتا، جب کچھ رات گزرتی تو اپنے دوست و احباب کے ساتھ دل کھول کر عیاشی کرتا۔ پوری رات شراب و کباب میں گزار دیتا۔ امام اعظم رات کو اس کی نغمہ سنجیاں اور شور و غل سنتے اور کچھ تعرض نہ کرتے۔ ایک رات شہر کے کوتوال نے اسے گرفتار کر کے، قیدخانہ میں ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے آپ سے رات کا سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ غریب تو قیدخانہ میں ہے۔ آپ نے اسی وقت سواری طلب کی اور دربار کے کپڑے پہن کر دارالامارہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوفہ کے گورنر کو لوگوں نے اطلاع دی کہ امام اعظم آپ سے ملنے آئے ہیں۔ اس نے یہ سنتے ہی آپ کے استقبال کے لیے اپنے درباریوں کو بھیجا۔ جب آپ کی سواری قریب آئی تو گورنر آپ کی تعظیم کے لیے اٹھا اور نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ آپ کو بیٹھایا اور عرض کیا کہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ مجھ کو بلا بھیجتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا، کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے رہا کر دیا جائے۔“ گورنر نے اسی وقت حکم بھیجا۔ اور وہ رہا کر دیا گیا۔ امام اعظم وہاں سے چلے تو وہ موچی بھی آپ کا ہم رکاب ہو گیا۔ امام صاحب نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟“ اس نے عرض کیا: ”نہیں آپ نے تو حق ہم سائیگی ادا کیا ہے۔“ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اس خلق مروت کا، اس کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے عیش پرستی سے توبہ کر لی اور امام اعظم کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ علم فقہ میں مہارت حاصل کی اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔<sup>(۱)</sup>

سفیان بن عیینہ نے فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بہت صدقہ فرماتے اور جو کچھ بھی حاصل کرتے تو اس میں سے ضرور راہِ خدا میں صدقہ کرتے۔ اور انھوں نے خود میرے پاس اس قدر کثرت سے تحائف بھیجے کہ میں متوحش ہو گیا، پھر تو میں نے ان کے بعض شاگردوں سے اس کا تذکرہ کیا انھوں نے کہا کہ امام صاحب نے جو تحائف سعید بن عربہ کو بھیجے ہیں، کاش کہ آپ ان کو دیکھتے۔ وہ کسی محدث کو بغیر کثرت احسان کے نہیں چھوڑتے تھے۔

مسعر فرماتے ہیں کہ امام صاحب جب بھی اپنے اہل و عیال کے لیے کوئی کپڑا یا میوہ یا اور بھی کوئی چیز خریدتے، تو

(۱) حیوٰۃ الحیوان، ج: ۱، ص: ۱۱۷

اس کے قبل اپنے اساتذہ کے لیے خرید لیتے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام صاحب کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا تو آپ غمگین ہو جاتے اور فرماتے کہ شکریہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ادا کرو کہ سب اسی کی دی ہوئی روزی ہے۔ بیس سال تک آپ میری اور میرے اہل و عیال کی کفالت فرماتے رہے اور جب میں کہتا کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا۔ تو فرماتے: ”تیرا کیا حال ہوتا اگر تو حماد کو دیکھتا“۔

شریک روایت کرتے ہیں کہا کہ امام صاحب سے جو شخص بھی پڑھتا آپ اس کو غنی فرمادیتے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اہل و عیال کا بھی خرچ اپنے اوپر لے لیتے، پھر جب وہ سیکھ لیتا اور علم حاصل کر لیتا تو فرماتے کہ تجھے بڑی مال داری حاصل ہوئی کہ تو نے حلال و حرام کو پہچان لیا۔

ابراہیم بن عیینہ چار ہزار سے زیادہ مقروض ہونے کی وجہ سے قید کر دیے گئے۔ ان کے بھائیوں نے چاہا کہ چندہ کر کے انھیں چھڑالیں گے، جب وہ لوگ امام صاحب کے پاس چندہ کے لیے آئے تو آپ نے فرمایا: ”جس سے جو کچھ بھی لیا ہے وہ سب واپس کر دو اور آپ نے ان کے قرض کی پوری رقم اپنے پاس سے ادا فرمایا۔ (جو اہر البیان ملخصاً) اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)



## امام اعظم اور تصوف

ماسٹر محمد طفیل احمد تیغی نمازی، استاذ جامعہ عبداللہ بن مسعود گلشن کالونی، کوکاتا

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و صحبہ اجمعین

نام: نعمان بن ثابت

کنیت: ابو حنیفہ

لقب: امام اعظم

پیدائش: کوفہ میں، ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں۔

زمانہ: صحابہ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور۔

تعلیم: حضرت امام شعبی نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا: ”تمہارے اندر صلاحیتیں ہیں، علما کے پاس بیٹھا

کرو!“ لہذا آپ پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ تحصیل علم میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ﴿۱۰﴾

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اعمال صالحہ کیے، اللہ تعالیٰ مقام محبوبیت عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کو مقام محبوبیت پر فائز

فرماتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے کہ بے شک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت رکھو

!، جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھتے ہیں اور آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے

سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر اس کے

لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (۲)

مذکورہ بالا آیت اور حدیث کی روشنی میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقبولیت زمین والوں میں دیکھ کر یہ بات

(۱) مریم: ۹۶

(۲) صحیح بخاری، ۴۵۶/

واضح ہوتی ہے کہ ہمارے امام اعظم مقبول بارگاہ کبریا ہیں۔  
ذیل میں چند مشہور صوفیہ اور محبوبان الہی کے نام ذکر کیے جاتے ہیں جو فقہ حنفی کے مقلد اور تابع تھے اور جن کے دامن کرم سے اکثر سنی مسلمان وابستہ ہیں:

- (۱) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۲) سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری حنفی رضی اللہ عنہ۔
- (۳) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۴) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۵) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۶) محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۷) مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد کجی منیری حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۸) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۹) محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۱۰) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۱۱) اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۱۲) محبوب الاولیاء شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد تیغ علی مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۱۳) حضور جلالت الارشاد الحاج الشاہ محمد نمازی تبینی مظفر پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے ابتدا میں تصوف کا لباس پہنا اور گوشہ نشینی کا ارادہ کیا حتیٰ کہ انھوں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان سے فرما رہے ہیں: ”اے ابو حنیفہ! تم کو مخلوق میں رہنا چاہیے کیوں کہ میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب تم ہو گے“۔ اس کے بعد آپ نے گوشہ نشینی کا ارادہ ختم کر دیا۔

آپ ہی کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس. (۱)

یعنی اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص اسے ضرور حاصل کر لیتا۔

خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور مذکورہ حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امام اعظم

رضی اللہ عنہ مقبول بارگاہ رسالت ہیں۔

(۱) صحیح مسلم، باب فضل فارس، ج: ۲، ص: ۳۱۲

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار انور پر حاضر ہو کر السلام علیکم یا سید المرسلین کہا، تو سرکار سے جواب ملا: وعلیک السلام یا امام المسلمین۔<sup>(۱)</sup>  
شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إنه عليه الصلوة والسلام قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين و مائة۔<sup>(۲)</sup>

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۱۵۰ھ میں دنیا کی زینت ختم ہو جائے گی۔

اس حدیث میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کی سن وفات کی طرف اشارہ ہے۔

مذکورہ حدیث پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی اور امام اعظم رضی اللہ عنہما کی عظمت کو بتا رہی ہے۔

زیر نظر عنوان کے تحت فقہ حنفی اور آپ کے تقویٰ کا بھی ذکر ہونا چاہیے کیوں کہ فقہ و تقویٰ تصوف کی بنیاد ہے،

جو مندرجہ ذیل بیان سے ظاہر ہے:

التصوف هو الاتصاف باخلاق العبودية.

عبودیت کی سیرتوں کے ساتھ متصف ہونا تصوف ہے۔

اور قطب الکونین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الولاية ظل النبوة، والنبوة ظل الالهية، وكرامة الولي استقامة فعله على قانون قول

النبي صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ولایت نبوت کا عکس ہے، اور نبوت الوہیت کا، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل ارشاد نبی کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون پر پورا پورا اترے۔

بے شریعت، طریقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا کفر و الحاد ہے۔ کوئی بھی ولی احکام

شرعی کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا، البتہ اگر جذب سے عقل زائل ہو گئی ہو تو اس سے قلم شریعت اٹھ جاتا ہے مگر وہ

شریعت کا مقابلہ نہ کرے گا۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہما تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

ابن خلکان کی کتاب ”وفیات الاعیان“ میں مذکور ہے:

حضرت اسد بن عمرو نے فرمایا: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما نے ۴۰ سال تک عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کی، اور

(۱) تذكرة الاولياء، ص: ۱۶۵

(۲) الخيرات الحسان



رات بھر میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے۔ خشیتِ الہی سے رونے کی آواز کو پڑوسی سنتے اور رحم کھاتے۔ جس جگہ آپ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کی، وہاں آپ نے ۷۰ ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا۔ حضرت حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیتے وقت فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے کہ آپ ۳۰ سال تک روزے سے تھے۔

آپ حقوق شناس اور سخی تھے۔ اہل و عیال کے ساتھ ساتھ علما و مشائخ کے لیے بھی اخراجات نکال کر، ان کے درمیان تقسیم کراتے تھے۔ حضرت شفیق بن ابراہیم بلخی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا، ایک شخص سامنے سے آتا دکھائی دیا اور چھپنا چاہا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ راستہ کیوں کاٹ رہے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں نے آپ سے دس ہزار روپیہ قرض لیے تھے، ابھی تک ادا نہیں کر سکا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے وہ قرض معاف کر دیا۔ حضرت شفیق بلخی کہتے ہیں کہ میں دل میں کہا کہ حقیقت میں یہ شخص زاہد اور بامروت انسان ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ بے مثال فقیہ، صوفی باصفا اور ولی کامل تھے۔ ان کے علاوہ بھی ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ ان کی ولایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علامہ کروری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مناقب الامام الاعظم (ص: ۳۲۳، بیروت) میں فرماتے ہیں:

ذکر الدیلمی عن بن دکین انه قال: ان لم تکن فی الدنیا والآخرۃ العلماء و الفقہاء اولیاء اللہ تعالیٰ فلیس للہ ولی قال تعالیٰ: "اللہ ولی الذین امنوا" ... الآیة ... والعلماء و الفقہاء اشد معرفۃ باللہ تعالیٰ.

امام دیلمی نے ابن دکین سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: اگر دنیا و آخرت میں علماء، فقہاء اور اولیاء اللہ نہ ہوں تو پھر اللہ کا ولی کوئی نہیں۔ ارشادِ بانی ہے: اللہ ولی الذین امنوا۔<sup>(۱)</sup> یعنی اللہ مومنوں کا ولی ہے، اور بلاشبہ علماء و فقہاء اللہ کی معرفت میں بہت آگے ہوتے ہیں۔ اہل معرفت کو قربِ خداوندی حاصل ہوتی ہے اور جو جس قدر زیادہ قرب میں ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا ولی ہوگا۔ ثابت ہوا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور بہت بڑے ولی بھی۔

حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نبی ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ اللہ کے ولی ضرور ہیں۔ اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا<sup>(۲)</sup>

[ترجمہ] اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(۱) البقرہ: ۱۷۷

(۲) الکہف: ۶۵

ولایت کے لیے علم ضروری ہے خواہ وہ علم کسی ہو یا لدنی۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہما کو دونوں ہی علم حاصل تھے۔ کشف و کرامت اور فراست و ذہانت کی خوبیاں مومن کامل کو من جانب اللہ عطا ہوتی ہے اور ہمارے امام اعظم کو بھی عطا ہوئی ہیں۔

ترمذی شریف کی مشہور حدیث پاک ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:  
إتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله.

یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے، ہمارے امام اعظم بھی نور الہی سے دیکھتے تھے، جس کے ثبوت میں چند واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں:

تاریخ بغداد میں مذکور ہے: امام اعظم رضی اللہ عنہما کے شاگرد امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ جب میرے والد انتقال کے اس وقت میں چھوٹا تھا، میری ماں مجھے ایک دھوبی کے یہاں کام سیکھنے کے لیے لے جا رہی تھی، راستے میں میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس دیکھا تو وہیں بیٹھ گیا۔ ماں نے کہا: میرا لڑکا یتیم ہے، یہاں سے جانا نہیں چاہ رہا ہے، امام اعظم نے فرمایا: ”اسے یہیں رہنے دے یہ علم حاصل کرے گا اور عنقریب فالودہ پے گا۔“ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب مجھے عہدہ قضا سپرد کیا گیا تو ایک دن میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ خلیفہ کانوکر فالودہ لے کر آیا۔ خلیفہ نے مجھ سے کہا: پیو! میں یہ سن کر تبسم کیا، خلیفہ نے تبسم کا سبب پوچھا تو انھوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ پتہ یہ چلا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے نور الہی سے دیکھ لیا تھا کہ امام ابو یوسف فالودہ پییں گے اور وہی ہوا۔<sup>(۱)</sup>

تاریخ بغداد میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک بار امام اعظم رضی اللہ عنہما نے امام داؤد طائی رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم عبادت کے ہی ہو کر رہو گے۔ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم دنیا کی طرف مائل ہو گے اور مالدار ہو جاؤ گے۔ اسی طرح امام زفر وغیرہ کے بارے میں بھی فرمایا۔ جس کے لیے جو فرمایا وہی ہوا۔<sup>(۲)</sup>

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

حدیثوں میں جو ارشاد ہوا کہ وضو میں ہر عضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں، جسے اہل کشف اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ امام اعظم نے بھی ماے مستعمل میں نجاست غلیظہ کو دیکھ لیا، اسی لیے حکم دیا کہ ماے مستعمل نجاست غلیظہ ہے۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کہ اکابر علمائے شافعیہ ہیں ”میزان الشریعہ“ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ عنہما کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہما جب کبھی وضو کا پانی دیکھتے تو اس میں لوگوں کے دھلے ہوئے گناہ کبیرہ اور صغیرہ اور مکروہ سب کو پہچان لیتے تھے، اسی لیے آپ نے ماے مستعمل

(۱) تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۶۱

(۲) تاریخ بغداد، ج: ۱۴، ص: ۲۶۸، بیروت

کے تین حکم رکھے کہ نجاست غلیظہ یا حنیفہ یا پاک ہے، مگر پاک نہیں کر سکتا اس تیسری صورت میں مکروہ غسلہ ہوا۔ امام اعظم نے ایک شخص کا غسلہ (آب وضو) دیکھ کر فرمایا: زنا سے توبہ کر!، اس شخص نے توبہ کر لی۔ ایک اور شخص کا غسلہ دیکھ کر فرمایا: شراب پینے اور مزا میرسننے سے توبہ کر!، اس شخص نے بھی توبہ کر لی۔ اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں۔ امام زفر بن ہذیل فرماتے ہیں:

مجھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیس سال سے زیادہ گزارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہم درد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ آپ کے شب و روز اللہ کے لیے وقف تھے۔ رات عبادت میں گزرتی تھی اور قرآن کی تلاوت بہترین انداز میں کرتے تھے۔

معانی بن عمران الموصلی فرماتے ہیں:

امام اعظم رضی اللہ عنہ میں دس صفات ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا سردار بن جاتا ہے۔ پرہیز گاری، سچائی، فقہی مہارت، عوام کی خاطر مدارات، سخاوت، پر خلوص ہمدردی، لوگوں کو نفع پہنچانے میں سبقت، فضول گفتگو سے پرہیز، حق بات کہنا، مظلوم کی معاونت خواہ دشمن ہو یا دوست۔<sup>(۱)</sup>

حضرت داؤد طائی فرماتے ہیں:

میں بیس سال تک امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا، اس مدت میں میں نے انھیں خلوت و جلوت میں ننگے سر اور پاؤں پھیلانے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک بار میں نے ان سے عرض کیا: استاذ محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو کیا مضائقہ ہے؟، آپ نے فرمایا: خلوت میں ادب ملحوظ رکھنا، جلوت کی بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔<sup>(۲)</sup>

امام ابو یحییٰ نیشاپوری فرماتے ہیں:

میں نے ساری رات امام اعظم رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے دیکھا۔ میں دیکھتا تھا کہ آپ کے آنسو مصلیٰ پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔<sup>(۳)</sup>

حضرت وکیع فرماتے ہیں:

بخدا! آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت و کبریائی آپ کے قلب میں راسخ تھی۔ آپ اپنے رب کی خوشنودی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے۔ آپ واقعی ابراروں میں سے تھے۔<sup>(۴)</sup>

(۱) الخیرات الحسان، ص: ۱۶۱

(۲) حدائق الحنفیہ، ص: ۷۲

(۳) تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۱۱۹

(۴) الخیرات الحسان

امام اعظم رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں:

اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہیں دیتا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں ہے کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔ اس لیے فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ سے ڈرتا ہوں۔<sup>(۱)</sup>

ایک روز امام اعظم رضی اللہ عنہما کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر پڑ گیا، اس لڑکے نے کہا: اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟، آپ نے یہ بات سنی تو غشی کھا کر گر گئے کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟، آپ نے فرمایا کہ کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔<sup>(۲)</sup>

امام اعظم رضی اللہ عنہما تقویٰ و پرہیزگاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہو گئیں تو آپ نے دریافت کیا کہ بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہتی ہے؟، لوگوں نے بتایا کہ سات سال، آپ نے سات سال تک بکرے کا گوشت نہیں کھایا۔<sup>(۳)</sup>

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

میں نے بہت سے علما دیکھے مگر کسی کو بھی امام اعظم رضی اللہ عنہما سے زیادہ عقلمند، افضل اور متقی نہیں پایا۔<sup>(۴)</sup>

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ علم میں، ورع میں، زہد میں اور دار آخرت کو ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ وہاں تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا ہے۔ کوڑے لگے ابو منصور جعفر (عباسی) کے کہ قاضی بن جائیں لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا۔ اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان سے راضی ہو۔<sup>(۵)</sup>

محمد بن میمون فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے زمانے میں ان سے بڑا عالم، متقی، زاہد، عارف اور فقیہ کوئی نہ تھا۔ خدا کی قسم مجھ کو ان سے علمی باتیں سننے کے بجائے کوئی شخص اگر ایک لاکھ دینار بھی دیتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی۔<sup>(۶)</sup>

(۱) مناقب للموفق، ص: ۲۲۱

(۲) الخیرات الحسان، ص: ۸۷

(۳) الخیرات الحسان، ص: ۹۸

(۴) الخیرات الحسان، ص: ۹۶

(۵) تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۴۰

(۶) الخیرات الحسان، ص: ۷۷

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک دن بازار جا رہے تھے، ناخن کے برابر کیچڑ آپ کے کپڑے پر لگ گئی، آپ فوراً دریائے دجلہ پر جا کر اُسے دھویا۔ کسی نے کہا: اے امام! آپ نے نجاست کی ایک مقدار مقرر کر دی ہے لیکن آپ اس قدر قلیل کیچڑ دھورے ہیں؟، آپ نے فرمایا: ہاں! وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔<sup>(۱)</sup>

آپ نے اپنے آخری حج کے موقع سے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت نفل نماز ادا کی جس میں آپ نے پورے قرآن کی تلاوت کیا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے میرے رب! میں نے تجھے پہچانا ہے جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے لیکن میں تیری ایسی عبادت نہ کر سکا جیسا حق تھا۔ مولیٰ! میری عبادت کی کمی کو معرفت کے کمال کی وجہ سے بخش دے۔ غیب سے آواز آئی: اے ابو حنیفہ! تم نے ہماری معرفت حاصل کی اور عبادت میں خلوص کا مظاہرہ کیا، اس لیے ہم نے تمہیں بخش دیا اور قیامت تک تمہارے مذہب پر چلنے والوں کو بھی بخش دیا۔<sup>(۲)</sup>

حضرت شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

میں نے عارف ربانی شیخ نصر اللہ شیرازی مہاجر کی کو فرماتے سنا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو معارف و حقائق شیخ ابو یزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہما کو حاصل تھے وہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کو بھی حاصل تھے۔ شریعت اور اس کے احکام کا علم اس کے علاوہ تھا یعنی دونوں ائمہ فقہ، فقہ و تصوف دونوں کے جامع تھے اور انصاف یہ ہے کہ دونوں ائمہ تصوف بھی فقہ و تصوف دونوں کے جامع تھے۔<sup>(۳)</sup>

اب امام اعظم کے کچھ وصایا کا ذکر کیا جاتا ہے، جس سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا علم تصوف بھی ظاہر ہو گا اور تصوف حاصل کرنے والوں کو ہدایت بھی ملے گی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”و عليك بتقوى الله و اداء الامانة“

تمہارے لیے یہ ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کرنا اور امانت ادا کرنا۔

”ولا تحتشم من أحد عند ذكر الحق و إن كان سلطانا“

حق بیان کرنے سے کبھی اور کسی کے سامنے پیچھے نہ ہٹو، اگرچہ وہ سلطان ہی کیوں نہ ہو۔

”ولا تشتر بنفسك ولا تبع بل اتخذ لك غلاما مصلحا ليقوم باشغالك و تعتمد عليه

فی أمورك“<sup>(۴)</sup>

(۱) مرآة الاسرار (مترجم)، ص: ۲۶۸

(۲) الخیرات الحسان

(۳) تعارف فقہ و تصوف، ص: ۲۰۴

(۴) الاشباہ، ص: ۵۱۹

اپنے نفس کو نہ بیچو اور نہ ہی خریدو! بلکہ اسے اپنا غلام بنا لو جو تمہاری خدمت کا کام انجام دے، تم اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرو۔ ”واذ کر لموت“ اور موت کو یاد کرو۔

”ولا تجالس أحداً من أهل الأهواء الأعلیٰ سبیل الدعوة إلى الدین“  
کسی بدعتی کی صحبت اختیار نہ کرو ہاں دعوت الی الحق کی غرض سے شرکت کی اجازت ہے۔  
رسول اعظم ﷺ کا ارشاد ہے:

إتاكم وإيتا هم يضلونكم ولا يفتنونكم.

تم ان (بد مذہبوں) سے دور رہو اور اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دے اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ [مسلم شریف]

”لا تكثر اللعب والشتيم“.

کھیل کود، لعن طعن اور گالی گلوچ سے پرہیز کرو!

”واذا أذن المؤذن فتأهب لدخول المسجد“.

مؤذن اذان دے تو عوام سے پہلے مسجد آنے کی تیاری کرو۔

”وإياك والبخل فإنه يبغض به المرء ولا تك طماعاً ولا كذاباً بل إحفظ مروثك في الأمور كلها.“

بخل سے بچنے کی کوشش کرو کیوں کہ اس میں آدمی کی رسوائی ہوتی ہے۔ لالچی اور جھوٹانہ بنو بلکہ تمام امور میں اپنی غیرت کی حفاظت کرو۔

”وألبس من الثياب البيض في الأحوال كلها“.

اور ہر وقت سفید کپڑا استعمال کرو۔

”وإذا مشيت في الطريق فلا تلتفت يمينا ولا شمالا، بل داوم النظر إلى الأرض“.

راہ چلتے وقت دائیں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔

”وحقر الدنيا المحقرة عند أهل العلم فإن ما عند الله خير منها“.

اور دنیا کو حقیر سمجھو جو کہ اہل علم کے نزدیک بے قدر و قیمت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔

”إعلم انك متى أسأت عشرة الناس صاروا لك اعداء ولو كانوا لك أمهات و آباء“.

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب لوگوں سے آپ کا برتاؤ اچھا نہ ہوگا تو وہ آپ کے دشمن بن جائیں گے، اگرچہ وہ

آپ کے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

”ولا تخرجن سرک إلى أحد ولا تثق بصحبة أحد حتى تمتحنه ولا تخادن خسیسا ولا وضیعا“۔

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو، بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو۔

ومن مرض من اخوانك فعده بنفسك تعاهده برسلك و من غاب منهم افتقدت احوا. و من قعد منهم عنك فلا تقعد أنت معه و اظهر توددوا للناس ما استطعت وافش السلام ولو علی قوم لثام۔

اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پر سی کو جاؤ، اور قاصد کے ذریعہ اس کی خبر گیری کرتے رہو، اگر ان میں سے کوئی غیر حاضر ہو تو اس کا حال پوچھتے رہو۔ اگر تم سے کوئی پیچھے ہٹ جائے تو تم نہ ہٹو، جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے محبت و الفت کا اظہار کرو۔ سلام کو عام کرو بلکہ کم درجہ کے لوگوں سے بھی سلام کرنے میں سستی نہ کرو۔

## وصال:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ۲ شعبان ۱۵۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار پاک بغداد شریف میں ہے، جو مرجع عوام و خواص و ذریعہ قضاے حاجات ہے، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اعلم انه لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبره ویتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم و یرون نجح ذالك منهم الامام الشافعی انتھی۔<sup>(۱)</sup>

جان لے! علما و اصحاب حاجات امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاے حاجات کے لیے آپ کو وسیلہ بناتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے۔ ان علما میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

بے شک ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی راہ تصوف کے مسافروں کے لیے بھی ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے امام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اسی طرح گزارنے کی کوشش کریں۔

ہمارے امام چاروں اماموں میں سب سے بڑے ہیں اور میں حقیر سراپا تقصیر ہوں۔ لہذا ناچیز سے آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ بیاں ہو اوہ ایک نذرانہ خلوص ہے۔



(۱) الخیرات الحسان، ص: ۶۹

## امام اعظم رضی اللہ عنہ بحیثیت تاجر

مولانا محمد مشتاق احمد، اتر دینا خ پور (بنگال)

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت ہے۔ ابو حنیفہ کنیت اور امام اعظم لقب ہے۔ آپ ۷۸۰ھ میں عراق کے دار الحکومت کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ عبد الملک بن مروان اس وقت اموی خلیفہ تھا اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے ۵۲ سال بنی امیہ کے عہد میں اور ۱۸ سال بنی عباس کی حکومت میں گزار کر دو شعبان المعظم ۱۵۰ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کے والد ماجد ثابت بن زوطی فارسی تھے اس طرح آپ فارسی النسب ہوئے۔ والد گرامی کا پیشہ تجارت تھا۔ ریشمی کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے امام اعظم ۱۶ سال کے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کو والد صاحب کا کاروبار سنبھالنا پڑا۔

### تجارت کے اصول:

اچھی زندگی بسر کرنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ تجارت کے بھی کچھ اصول ہیں، جن پر چل کر ہم تجارت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اخلاص و محبت، مروت و سچائی و ایمان داری جو انسانی اخلاق و کردار کی بنیاد ہیں، حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن میں ہے: ”تجارت تم پر حلال کی گئی ہے اور سود تم پر حرام کر دیا گیا ہے“۔ یہ ہیں وہ کلیدی الفاظ جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس اصول کے تحت تجارت میں جائز طریقے سے کمایا ہوا روپیہ جائز نفع ہے۔ اسلام نے کہا ہے کہ تجارت چھوٹے پیمانے پر ہو یا اعلیٰ پیمانہ پر، اندرونی ہو یا بیرونی، ہمیشہ یاد رکھو کہ یہ باتیں تم پر لازم ہیں، ایمان داری، جائز منافع، راست گوئی، خوش اخلاقی و محبت اور وعدہ کا نبھانا، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ تجارت کے لیے اگر بہت زیادہ مال نہ ہو تو تھوڑے پیمانے پر شروع کر دو، خدا برکت و ترقی دینے والا ہے۔ امام غزالی نے ”تنبیہ الغافلین“ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کپڑے کا کاروبار اختیار کرو کہ ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا یہ شغل تھا“۔ انھوں نے ہی ”کیمیائے سعادت“ میں یہ حدیث نقل فرمایا کہ سرکار ﷺ



کافرمان ہے کہ تجارت کرو کیوں کہ روزی کے دس حصے ہیں نو حصے فقط تجارت میں ہے۔ امام موفق نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ میں کپڑا کاروبار کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی معیشت کے لیے تجارت کو اپنایا اور زندگی بھر والد کے اسی کام سے متعلق رہے۔

### خرید و فروخت میں احتیاط:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تجارت کے کچھ ایسے واقعات ہمیں ملتے ہیں جن میں آپ کی سچائی، احتیاط، حدیث رسول ﷺ کے مطابق تجارت کے طریقے اور تجارت میں برکت کاراز اور ایک اچھے تاجر کا کردار موجود ہے جو ہمارے لیے نمونہ عمل اور مشعل راہ ہے۔ سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، ص: ۶۹ میں حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے معتبر کتابوں کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ ایک کپڑے میں کچھ عیب تھا آپ نے اپنے شریک حفص بن عبدالرحمن کو وہ عیب دکھا کر ان سے کہا کہ اس کپڑے کو فروخت کرتے وقت خریدار کو عیب دکھا دینا۔ حضرت حفص مال لے گئے اور اس کو فروخت کر کے روپیہ لے آئے لیکن اس عیب دار کپڑے کا عیب خریدار کو بتانا بھول گئے جب امام اعظم ابو حنیفہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے کل مال کی ساری قیمت صدقہ کر دی۔

حضرت سفیان بن زیاد بغدادی نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کا ورع انتہا درجہ کا تھا۔ وہ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے، بڑی دقیق نظری سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کا ایک شخص کپڑا خریدنے کے واسطے آپ کی دکان پر پہنچا اور اپنی پسند کا کپڑا ایک ہزار درہم کو خرید کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد امام کو اس کپڑے کی تلاش ہوئی تو دکان کے کارندہ نے آپ سے اس کے فروخت کر دینے کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ ایک ہزار درہم میں فروخت ہوا ہے۔ آپ نے اس کارندہ سے فرمایا: کیا میری دکان پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے ہو؟ اور اسے دکان سے ہٹا دیا، پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کپڑا پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ یہی شخص میری دکان سے کپڑا خریدا ہوگا۔ جب بات چیت ہوئی تو یقین ہو گیا کہ یہی شخص ہے جس نے زیادہ قیمت دے کر خریدا ہے، اس لیے آپ نے واجبی قیمت چار سو درہم رکھ کر بقیہ چھ سو درہم واپس کر دیئے۔ عبدالحکیم جندی نے ”ابو حنیفہ بطل الحرمیہ“ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اپنی دکان میں تھے کہ ایک شخص نے ریشمی کپڑا طلب کیا۔ آپ نے اپنے فرزند حماد سے کپڑا دکھانے کو کہا۔ وہ کپڑا لائے اور دکھاتے وقت انہوں نے ”صلی علی محمد“ کہا عرب ممالک میں یہ مبارک جملہ مقام تحسین میں بولا جاتا ہے۔ حضرت امام نے جب اپنے فرزند سے یہ کلمہ تحسین سنا تو فرمایا ”قدمدحتہ“ ہائے! تم نے اس کپڑے کی تعریف کر دی اب تم اس کپڑے کو اٹھاؤ اور اس کا ہک کے ہاتھ وہ کپڑا فروخت نہیں کیا۔

یہ تو فروخت کا طریقہ تھا۔ خریدنے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ بیچنے والے کی غفلت اور لاعلمی سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ صحیح کیفیت کی ہدایت فرماتے تھے۔

ابن حجر مکی نے ”الخیرات الحسان“ میں لکھا ہے: ایک عورت آپ کے پاس ریشمی کپڑا بیچنے کے واسطے آئی۔ آپ نے اس سے دام پوچھا، اس نے ایک سو بتایا۔ آپ نے فرمایا یہ زیادہ کا ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟ اس نے ایک سو بڑھایا اور اسی طریقے پر وہ چار سو تک پہنچی آپ نے فرمایا یہ چار سو سے زیادہ کا ہے۔ وہ بولی تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کسی شخص کو لاؤ کہ وہ اس کے دام لگائے چنانچہ وہ ایک شخص کو لائی اور اس نے پانچ سو قیمت بتائی، اس پر آپ نے وہ کپڑا خریدا۔

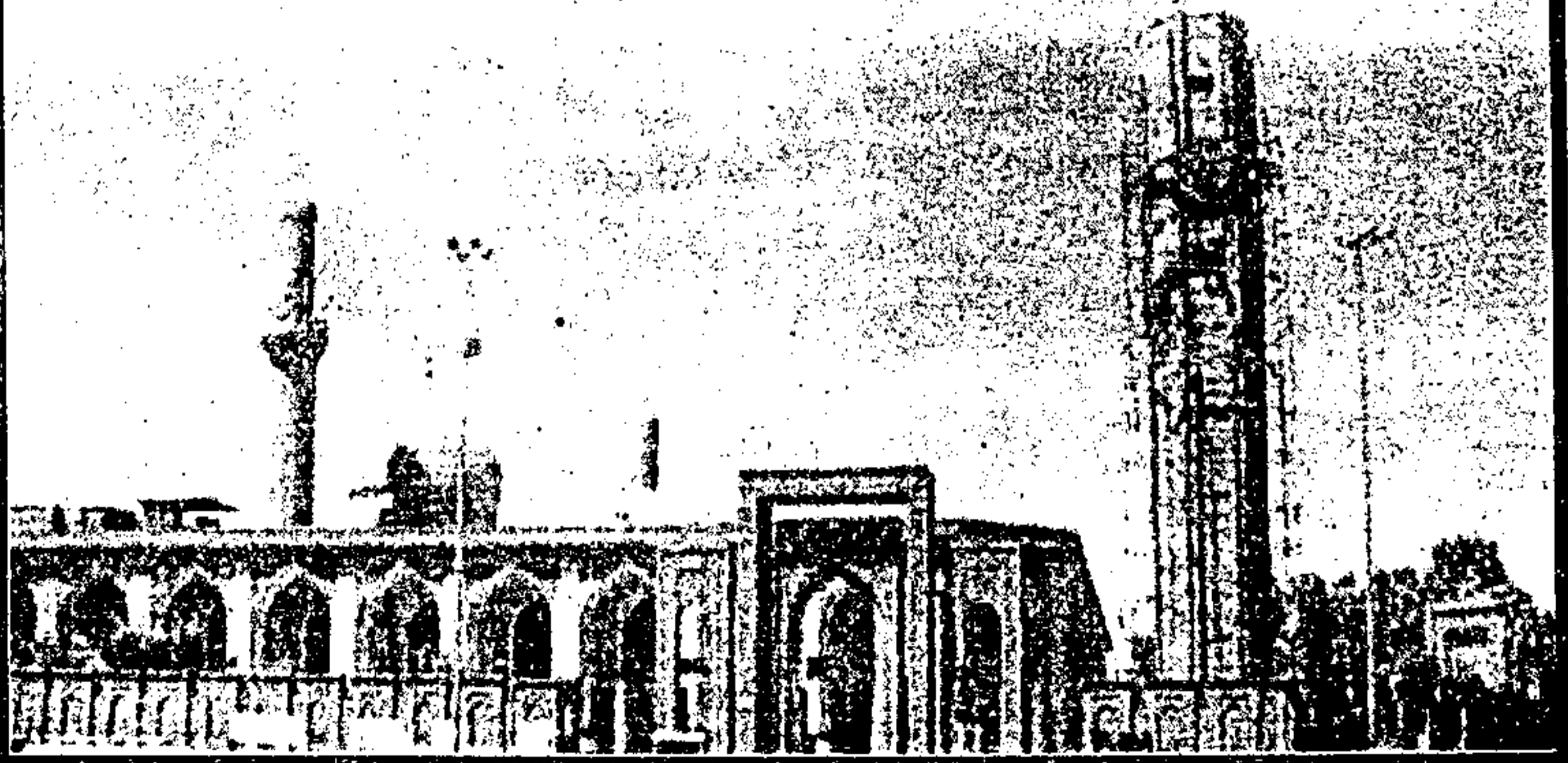
### مال منفعت کا مصرف:

علامہ خطیب بغدادی نے ”تاریخ بغداد“ میں لکھا ہے کہ آپ تجارت کے نفع کو سال بھر تک جمع کرتے تھے پھر اس سے اساتذہ اور محدثین کی ضروریات مثلاً خوراک، پوشاک یا اور کوئی دوسری ضروریات کی چیزیں خرید کر ان کو پیش کرتے تھے اور جو روپیہ نقد رہ جاتا تھا وہ ان حضرات کو دیتے تھے اور ان سے فرماتے تھے میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں دیا ہے یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہارے واسطے مجھ کو دیا ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔

### سبق آموز جملوں:

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ذریعہ معاش میں سب سے اہم، تجارت ہے۔ اسلام میں تجارت کی بہت اہمیت ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بڑی اہمیت مذکور ہے۔ خود ہمارے نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی زندگی کی شروعات تجارت سے کی ہے۔ انبیاء و صحابہ اور بزرگان دین نے بھی اس پیشہ کو اختیار فرمایا انہیں اسلاف کے نقش قدم پر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی تجارت ہی کو ذریعہ معاش بنایا اور پوری زندگی آپ کا یہی مشغلہ رہا۔ آپ نے اس راہ میں ایسا طریقہ چھوڑا جو تجارت کے باب میں ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں انھیں بزرگان دین اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ کی زندگی کے وہ گوشے جو انہوں نے تجارت میں گزارا، مطالعہ کرنا ہوگا اور اس پر عمل بھی کرنا ہوگا۔ کیوں کہ آپ کی تجارت میں سچائی، احتیاط، قرآن و حدیث کے مطابق تجارت کے طریقے اور تجارت میں برکت کا راز اور ایک اچھے تاجر کا کردار موجود ہے۔ ☆☆☆

باب ہشتم  
تصنیفات، ارشادات و  
ملفوظات



کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانید امام اعظم - مختصر تعارف

ملفوظات امام اعظم ابوحنیفہ

ارشادات امام اعظم - قرآن و حدیث اور اپنے کردار کے آئینے میں

امام اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ

امام اعظم ابوحنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں



## کتاب الآثار، الفقہ الاکبر اور مسانید امام اعظم

### مختصر جائزہ

مہتاب پیامی، شعبہ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ مبارک پور [payamee@gmail.com](mailto:payamee@gmail.com)

## کتاب الآثار

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دوران درس جو احادیث بیان کی ہیں انہیں شاگردوں نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے درسی افادات کا نام ”کتاب الآثار“ ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔ ”کتاب الآثار“ اس دور کی پہلی کتاب ہے، جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لیے ترتیب و تبویب کے رہنما اصول فراہم کیے۔ شبلی نعمانی نے ”کتاب الآثار“ کے متعدد نسخوں کی نشان دہی کی ہے، لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے۔ ان نسخوں میں سے امام محمد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

”کتاب الآثار“ بروایت امام محمد

”کتاب الآثار“ بروایت قاضی ابو یوسف

”کتاب الآثار“ بروایت امام زفر

”کتاب الآثار“ بروایت امام حسن بن زیاد

## الفقہ الاکبر

الفقہ الاکبر امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے یا ان سے منسوب کتاب ہے۔ یہ سوال اکثر و بیشتر لوگوں کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کوئی اپنی تصنیف بھی ہے یا نہیں۔ کچھ لوگ اس کے منکر ہیں اور کچھ اس کا اقرار کرتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کی جانب یوں تو پانچ کتابیں منسوب ہیں جن میں الفقہ الاکبر، العالم والمتعلم، الرسالہ

الی عثمان البتی، الوصیة اور الفقه الایسط بھی ہیں۔ لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور "الفقه الاکبر" ہے اور اسی کا سب سے زیادہ چرچا ہے اور اسی کتاب کی علمائے احناف نے زیادہ خدمت کی ہے یعنی اس پر شروحات اور حاشیے لکھے ہیں۔

الفقه الاکبر کے امام ابو حنیفہ کی جانب انتساب کرنے کے جو حضرات منکر ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی صحیح سند اور واسطے سے ان تک نہیں پہنچتی۔ اس کے رواۃ میں ضعیف مجہول اور وہ جن پر کذب اور وضع حدیث کی تہمت لگی ہے۔ موجود ہیں۔ اسی بنا پر وہ اس کے منکر ہیں۔

جب کہ جن لوگوں نے اس کتاب کا انتساب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جانب کیا ہے ان کے دلائل زیادہ مضبوط اور قابل لحاظ ہیں۔

اس کتاب کو امام ابو حنیفہ کی تصنیف قرار دینے والوں میں سب سے پہلا نام "ابن ندیم" کا ہے۔ ابن ندیم کی کتاب الفہرست بہت مشہور اور معروف ہے اس نے اپنے دور تک کے مصنفین اور ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ چوں کہ چوتھی صدی ہجری کا ہے اور اس کا عہد بھی امام اعظم ابو حنیفہ سے بہت قریب ہے اس لیے اس کے بیان پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ چنانچہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصنیفات کے ضمن میں لکھتا ہے:

له (للإمام أبي حنيفة) الفقه الاکبر ورسالة ال البتی (۱)

مشہور اشعری عالم اور متکلم امام ابوالمظفر الاسفرائینی اپنی کتاب "التبصیر فی الدین" میں لکھتے ہیں:

کتاب العالم والمتکلم لابی حنیفہ، فیہ الحجج القاهرة علی اهل الاحاد والبدعة، وکتاب الفقه الاکبر الذی اخبرنا به الثقة بطریق معتمد واسناد صحیح عن نصر بن یحیی عن ابی حنیفة.

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفی "اتحاف السادة المتقین" میں لکھتے ہیں۔

ثم قال الزبیدی ولا زال الکلام له ونحن نذكر له من نقل هذه الكتب واعتمد عليها فمن ذلك فخر الاسلام البزدوی وقد ذکر فی اصوله جملة من الفقه الاکبر، وکتاب العالم والمتعلم والرسالة وقابل اخيرا وقد ذکر جملا من الكتب الخمسة "الفقه الاکبر والعالم والمتعلم، الفقه الاوسط، الرسالة، الوصیة متقولا عنها فی نحو ثلاثین کتابا من كتب الائمة وهذا القدر كاف فی تلقی الامة لها بالقبول، والله اعلم (۲)

جب کہ عبد القاهر بغدادی جن کی تصنیف "الفرق بین الفرق" بہت زیادہ مشہور ہے وہ اصول الدین میں

(۱) "الفہرست" لابن ندیم ص ۲۸۵

(۲) اتحاف السادة المتقین ۲/۱۴

لکھتے ہیں۔

ان (ابا حنیفہ) لہ کتاب فی الرد علی القدریۃ سماہ "الفقہ الاکبر"، ولہ رسالۃ املاھا فی نصرۃ قول اہل السنن: ان الاستطاعۃ مع الفعل... وعلیٰ ہذا قوم من صحابنا (۱) علاوہ ازیں اس کتاب کی ایک شرح ابو منصور ماتریدی نے بھی لکھی ہے وہ چوتھی صدی کے ہیں۔ ۳۳۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ محض دو اور تین واسطوں سے وہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں انہوں نے الفقہ الاکبر کی شرح لکھی ہے اور اسی پر اپنی کتاب التوحید کی بنیاد رکھی ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی کتابوں کے تعلق سے سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والے تھے اگر اس کتاب کی نسبت میں شک و شبہ ہوتا تو امام ابو منصور ماتریدی اس کی شرح کیوں لکھتے۔ اس کتاب کی سند اور شروحات کے بارے میں آگے ذکر کیا جائے گا۔

اس کتاب کا ایک نسخہ (الفقہ الاکبر کا) مدینہ منورہ کے مکتبہ شیخ الاسلام حکمت عارف اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۲۶ ہے۔

### الفقہ الاکبر کی سند:

یہ کتاب جو مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں ہے درج ذیل سند کے ساتھ منقول ہے۔ اس کتاب کے راوی علی بن احمد الفارسی ہیں انہوں نے اس کتاب کی روایت نصر بن یحییٰ سے انہوں نے ابو مقاتل حفص بن سالم سے اور انہوں نے عصام بن یوسف سے اور انہوں نے حماد بن ابی حنیفہ سے اور انہوں نے اپنے والد امام ابو حنیفہ سے اس کتاب کی روایت کی ہے۔

لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سند کے اعتبار سے بھی اس کتاب کی امام ابو حنیفہ سے روایت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مصر کے کتب خانہ ازہر میں بھی موجود ہے۔

### شروحات:

الفقہ الاکبر کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں۔ جس میں قابل ذکر درج ذیل ہیں: سب سے پہلی شرح امام ابو منصور ماتریدی نے لکھی ہے۔ جو شرح الفقہ الاکبر کے نام سے مشہور و معروف ہے اور طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کے محقق عبداللہ بن ابراہیم الانصاری ہیں۔ اور یہ کتاب قطر کی وزارت امور اسلامی نے اپنی نگرانی میں شائع کی ہے۔ قبل ازیں یہ کتاب حیدرآباد کن کی دائرۃ المعارف النظامیہ نے

(۱) اصول الدین، ص: ۳۰

۱۳۲۱ھ میں شائع کی تھی۔

دوسری شرح محی الدین محمد بن بہاء الدین متوفی ۹۵۶ھ نے لکھی۔ انھوں نے الفقہ الاکبر کی شرح میں علم کلام، علم تصوف دونوں سے کام لیا اور نہایت تفصیل سے ہر مسئلہ پر بحث کی۔ اس شرح کا نام القول الفصل ہے۔ تیسری شرح الیاس بن ابراہیم السیبوی متوفی ۸۹۱ھ نے لکھی ہے یہ مختصر ہے۔ چوتھی شرح احمد بن محمد المغنیساوی نے لکھی ہے۔ پھر اپنی اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

الفقہ الاکبر کو ابوالبقاء احمدی نے نظم کیا اور کانام "عقد الجوہر نظم نثر الفقہ الاکبر" رکھا۔ اس کے علاوہ ابراہیم بن حسان الکریمانی المعروف شریفی (متوفی ۱۰۱۶ھ) نے بھی الفقہ الاکبر کو نظم کیا ہے۔

الفقہ الاکبر کی جو شرح مشہور اور اہل علم کے درمیان متداول اور مقبول ہے وہ ہے مشہور حنفی محدث اور فقیہ ملا علی قاری کی شرح جو یوں تو شرح الفقہ الاکبر کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا اصل نام ہے۔ "منح الروض الازھر" جو دارالکتب العلمیہ بیروت اور دیگر اداروں سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کی ایک شرح شیخ اکمل الدین نے بھی لکھی ہے جس کا نام ہے "الارشاد"۔

### ایک اہم مسئلہ:

ایک بات آخر میں جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ کیا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خود کی تحریر ہے یا انہوں نے اصول دین کے تعلق سے جو کچھ اپنے شاگردوں کو املا کر لیا تھا اسے ہی انہوں نے لکھ لیا ہے۔ اس بارے میں قول یہ ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خود کی تحریر نہیں ہے بلکہ یہ ان کے محاضرات اور لکچرس ہیں جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دیے۔ چنانچہ امام زبیدی لکھتے ہیں:

الصحيح ان هذه المسائل المذكورة في هذه الكتب من امالي الامام التي املاها على اصحابه كحماد وابي يوسف، وابي مطيع البلخي وابي مقاتل المرقندي وتلقاها عنهم جمع من الائمة كاسماعيل بن حماد (حفيد الامام) ومحمد بن مقاتل الرازي ومحمد بن سماعة ونصير بن يحيى البلخي وشداد بن الحكم وغيرهم الى ان وصلت بالاسناد الصحيح الى الامام ابي منصور الماتريدي، فمن عزاهن الى الامام صح لكون تلك المسائل من املائه ومن عزاهن الى ابي مطيع البلخي او غيره ممن هو في طبقتهم او ممن هو بعدهم صح ونظير ذلك المسند المنسوب للامام الشافعي فانه من تخريج ابي عمرو ومحمد بن عجعفر بن محمد بن مطر النيسابوري، ابوالعباس الاصم، من اصول الشافعي. (المصدر السابق)



## مسانید امام اعظم رضی اللہ عنہ

### تعریف المسانید:

مسانید جمع ہے مُسند کی جو کہ (سند) سے اسم مفعول ہے، اہل لغت نے اس کی تعریف لغوی اس طرح پیش کی ہے:

المسانید أو المسانید جمع : مسند ، وهو : اسم مفعول من الثلاثي : ( سَنَدَ ) ، قال ابن فارس ( ت ۳۹۵ ھ ) : " السین والنون والبدال أصل واحد يدل على انضمام الشيء إلى الشيء . وقد سُمِّيَ الدهر : مُسَنَدًا ؛ لأن بعضه متضام " (

وقال الليث : " السند ما ارتفع عن الأرض " وقال الأزهري ( ت ۳۷۰ ھ ) : " كل شيء أسندت إليه شيئًا فهو مُسندٌ " وحكى أيضًا عن ابن بُزُج أن السند مثقل : (( سنود القوم في الجبل )) ، وقال الجوهري ( ت ۳۹۳ ھ ) : " السند : ما قابلك من الجبل وعلا عن السطح ، وفلان سنده أي : معتمد " وقال ابن منظور ( ت ۷۱۱ ھ ) : " ما يسند إليه يُسمى مسندًا ومُسندًا ، وجمعه : المسانيد " (۱۳) وزاد صاحب القاموس أنه يجمع أيضًا بلفظ : (مسانيد) ، ويرى أبو عبد الله : محمد بن عبد الله الشافعي الزركشي ، ( ت ۷۹۴ ھ ) (أن الحذف أولى).

حاصل یہ کہ مُسند کا معنی لغوی اعتبار سے یہ ہے کہ جو کسی چیز کی طرف منسوب کیا جائے، جو کسی چیز کی طرف ملایا جائے، اس چیز کو مضبوط کرنے کے لیے۔

### مسند کی اصطلاحی تعریف

اصطلاح میں مسند کا اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے اور حدیث کی کتاب پر بھی ہوتا ہے، مسند اس حدیث مرفوع کو کہتے ہیں جس کی سند کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو۔ یہ تو مسند حدیث کی تعریف ہے، اور اسی طرح مسند کا اطلاق حدیث کی ان کتب پر بھی ہوتا ہے، جن کو اس کے مؤلفین نے أسماء الصحابة کے مسانید پر جمع کیا ہو یعنی مسند حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں ہر صحابی کے احادیث کو الگ الگ جمع کیا جائے، پھر بعض محدثین نے اس بارے میں یہ ترتیب رکھی کہ پہلے سابقین فی الاسلام صحابہ کی احادیث ذکر کرتے ہیں جیسے عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر وغیرہ، اور بعض محدثین حروف المعجم کے اعتبار سے صحابہ کی احادیث ذکر کرتے ہیں، وغیرہ۔ بغرض فائدہ یہ تو مسند کی لغوی و اصطلاحی تعریف کا

مختصر تذکرہ تھا، اب میں ان کبار اہل علم و علمائے امت کا تذکرہ کروں گا جنہوں نے امام اعظم کے ان مسانید کو جمع کیا۔ یاد رہے کہ امام محمد بن محمود الخوارزمی رحمہ اللہ نے امام اعظم کی پندرہ (۱۵) مسانید کو جامع مسانید الإمام ابی حنیفۃ النعمان کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے، اور ان کے جمع کرنے کی وجہ یہ لکھی کہ میں نے شام میں بعض جہلا سے سنا جو امام اعظم کی شان میں توہین و تنقیص کر رہے تھے اور امام اعظم پر روایت حدیث کی قلت کا الزام لگا رہے تھے، اور اس سلسلے میں مسند الشافعی و موطا مالک وغیرہ سے استدلال کر رہے تھے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ ابو حنیفہ کی تو کوئی مسند نہیں ہے، لہذا مجھے دینی غیرت و حمیت لاحق ہوئی پس میں نے ارادہ کیا کہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کی ان پندرہ (۱۵) مسانید کو جمع کروں جن کو کبار علمائے حدیث نے جمع کیا ہے۔ ان علمائے حدیث کا تذکرہ درج ذیل ہیں جنہوں نے امام اعظم کے مسانید کو جمع کیا ہے:

### مسانید جمع کرنے والی شخصیات:

(۱) مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ رضی اللہ عنہ: مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری

مغروف بہ عبداللہ الاستاذ حنفی، مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں، آپ کی ولادت ۲۵۸ھ اور وفات ماہ شوال سنہ ۳۴۰ھ میں ہوئی، شاہ ولی اللہ نے اپنے رسالہ "الانتباہ" میں ان کو اصحاب الوجوہ میں شمار کیا ہے، اصحاب الوجوہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان ہے، آپ نے ابو حفص صغیر سے علم فقہ حاصل کیا، طلب حدیث میں خراسان، عراق اور حجاز کا سفر کیا اور بہت سے شیوخ وقت سے علم حدیث حاصل کیا، علم حدیث میں آپ کی وسعت نظر اور معرفت فن کا بڑے بڑے محدثین نے اعتراف کیا ہے، حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے آپ کو شیخ اور مکثر الحدیث کہا ہے۔<sup>(۱)</sup>

علامہ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں:

"ما وراء النہر کے عالم اور محدث علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری ۳۴۰ء میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال تھی، آپ "الاستاذ" سے ملقب تھے، آپ نے بھی امام ابو حنیفہ کے مسند کو جمع کیا ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "تعجیل المنفعة" میں آپ کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے، بڑے بڑے حفاظ

حدیث جیسے: حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ اور حافظ ابو بکر جعالی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے، حافظ حارثی کی جمع کردہ مسند کے سلسلہ میں محدث خوارزمی جامع مسانید میں لکھتے ہیں:

(۱) مقدمہ اعلاء السنن: ۱۶۸/۳، (۹) سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۴۴

”ومن طالع مسنده الذي جمعه للامام ابي حنيفة علم تبجره في علم الحديث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون.“

جو شخص ان کی سند کا مطالعہ کرے گا جس میں انھوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مرویات جمع کی ہیں، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی نظر کی ہمہ گیری کا قائل ہو جائے گا۔

(۲) حافظ عصر ابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ: ابو العباس احمد بن سعید الکوفی، عقدہ ان کے والد کا لقب تھا، جو نہایت

صالح آدمی تھے، حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

”ابن عقدہ حافظ العصر والمحدث البحر“۔

پھر ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اليه المنتهى في قوة الحفظ وكثرة الحديث وصنف وجمع والف في الابواب والتراجم“۔

قوتِ حافظ اور کثرتِ حدیث کی ان پر انتہا ہو گئی؛ انھوں نے ابواب و تراجم دونوں عنوانوں کے تحت تصنیف و تالیف کی اور حدیثیں جمع کیں۔

حافظ ابن الجوزی ”المنتظم“ میں لکھتے ہیں:

”یہ خود اکابر حفاظ میں سے تھے، اُن سے اکابر حفاظ ابو بکر بن الجعابی، عبد اللہ بن عدی، طبرانی، ابن المظفر، دارقطنی اور ابن شاہین نے احادیث روایت کی ہیں، ان کی ولادت ۲۴۹ھ میں اور وفات ذیقعدہ ۳۲۳ھ میں ہوئی، حافظ بدرالدین محمود عنسی شارح بخاری نے اپنی تاریخ کبریٰ میں لکھا ہے کہ صرف ”ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ“ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہیں۔<sup>(۱)</sup>

(۳) حافظ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ: عبد اللہ بن محمد بن العوام السعدی المتوفی ۳۳۵ھ یہ فن حدیث میں

امام نسائی اور امام طحاوی کے شاگرد ہیں، مصر میں عہدہ قضا پر فائز رہے، امام ابو حنیفہ کے مناقب میں ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اور یہ مسند ابی حنیفہ بھی اس کتاب کا ایک جز ہے، اس کا قلمی نسخہ دمشق کے کتب خانہ ”ظاہریہ“ میں موجود ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۴) حافظ محمد بن مخلد بن حفص دوری رحمۃ اللہ علیہ: ان کی کنیت ابو عبد اللہ اور عطا کی نسبت سے شہرت

ہے ”دور“ بغداد کے آخری سرے پر مشرقی جانب میں شہر کے بالائی مقام پر ایک محلہ تھا، اسی کی طرف منسوب ہیں۔

ولادت ۲۳۳ھ میں ہوئی اور وفات جمادی الاخریٰ ۳۳۱ھ میں پائی، فن حدیث کی تحصیل دورتی، زہیر بن بکار،

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۳/۸۲۸

(۲) نصب الراية: ۱/۴۴

حسن بن عرفہ اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ سے کی اور ان سے دارِ قطنی، ابن عقدہ اور ابن المظفر جیسے اکابر حفاظ نے اس فن کو حاصل کیا، حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

”الامام المفید الثقة والصلاح والاجتهاد بالطلب“<sup>(۱)</sup>

یہ ثقاہت میں نیکی میں اور طلب حدیث کے لیے جدوجہد کرنے میں مشہور ہیں۔

ایک بار محدث دارِ قطنی سے ان کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے: ”ثقة مامون“۔

(۵) حافظ اشثانی رحمۃ اللہ علیہ: قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی بن مالک شیبانی، بغدادی، اشثانی، آپ کی

ولادت ۲۵۹ھ میں اور وفات ۳۳۹ھ میں ہوئی، آپ نے اپنے والد حسن بن علی، محمد بن عیسیٰ المدائنی، موسیٰ بن سہل الوشاء، ابوبکر الدینیا محمد بن شداد سمعی سے علوم حاصل کیے۔

ابن عقدہ، ابن المظفر، معانی الہروانی، دارِ قطنی، ابوالحسن بن بشر، ابوالحسن بن مخلد نے آپ سے علمی تشنگی بجھائی،

ملک شام میں متعدد مقامات پر منصب قضاء پر فائز رہے اور جوانی ہی سے حدیث بیان کرنا شروع کیا۔<sup>(۲)</sup>

(۶) حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ: ابواحمد عبداللہ بن عدی، جرجانی المعروف بابن القطان صاحب ”کتاب

الکامل فی الجرح والتعدیل“ آپ کی ولادت ۲۷۷ھ میں اور وفات سنہ ۳۶۵ھ میں ہوئی۔ فن جرح و تعدیل میں ان کا بڑا شہرہ ہے، حدیث میں امام نسائی اور ابویعلیٰ موصلی کے شاگرد ہیں، ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے ”السہم المصیب فی کبد الخطیب“ میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عدی اپنی کتاب مسند ابی حنیفہ کے دیباچہ میں امام ممدوح کے مناقب بھی لکھے ہیں۔<sup>(۳)</sup>

(۸) حافظ محمد بن المظفر رحمۃ اللہ علیہ: ابوالحسن بغدادی ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۰۰ھ میں حدیث کا سماع

شروع کیا، جب کہ ان کی عمر چودہ سال کی تھی، طلب حدیث میں مصر، شام اور جزیرہ عرب و عراق کا سفر کیا، امام محمد بن جریر طبری بھی ان کے اساتذہ میں شامل ہیں، دارِ قطنی، ابن شاہین، ابونعیم اصفہانی وغیرہ بڑے اکابر محدثین نے ان کے ساتھ زانوئے تلمذتہ کیا، حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا:

”الحافظ الامام الثقة محدث العراق.... جمع والف وعن هذا الفن لم يتخلف۔“

حافظ، امام، ثقہ اور محدث عراق انھوں نے حدیثیں جمع کیں، کتابیں تالیف کیں اور اس فن کے اصول سے

تجاوز نہیں کیا۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۳/۸۲۸

(۲) شذرات الذهب: ۴/۲۰۸

(۳) جامع المسانید: ۲/۵۲۵

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تعجیل المنفعہ بزوائد الرجال الاثمة“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے جو مسند ابی حنیفہ لکھی ہے، وہ حافظ ابو بکر بن المقرئ کی مسند ابی حنیفہ کے برابر ہے، جس میں صرف امام ابو حنیفہ کی مرفوع احادیث درج ہیں اور وہ امام حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے، آپ کی وفات ۳۷۹ھ میں ہوئی۔<sup>(۱)</sup>

(۸) حافظ طلحہ رضی اللہ عنہ: حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد ابو القاسم ۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۰ھ میں وفات ہوئی، مشہور محدث ہیں، علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

”کان مقدم العدل والثقات الاثبات۔“

حافظ تقی الدین سبکی نے ”شفاء السقام فی زیادة خیر الانام“ میں ان کی مسند سے ایک حدیث کو نقل کرتے ہوئے ان کو شاہد اور عدل جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے، محدث خوارزمی نے ان کی مسند کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حروف معجم پر مرتب ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۹) حافظ ابن المقرئ رضی اللہ عنہ: ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی الخازن المشہور بابن المقرئ الاصفہانی، مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں، فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد ہیں، حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

”ابن المقرئ محدث اصبہان الامام الرجال الحفاظ الثقة۔“

ابو النعمان اصفہانی نے ان کے بارے میں یہ الفاظ تحریر کیے ہیں:

”محدث کبیر.... صاحب مسانید یسمع مالا یحصى کثرة۔“

بڑے محدث ہیں اور مسند حدیثوں کے عالم ہیں اور اتنی کثرت سے حدیث کا سماع کیا ہے، جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ خود ابن المقرئ کا بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ طلب حدیث میں مشرق و مغرب کا سفر کیا ہے، حافظ ذہبی نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے:

”وقت صنف مسند ابی حنیفہ۔“

انھوں نے امام ابو حنیفہ کی مسند احادیث تصنیف کی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تعجیل المنفعہ“ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ ان کی تصنیف سے حارثی کی تصنیف چھوٹی ہے اور صرف مرفوع روایات پر مشتمل ہے۔<sup>(۳)</sup>

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۹۸۰

(۲) لسان المیزان: ۳/ ۲۱۲

(۳) سیر اعلام النبلاء: ۱۶/ ۳۹۸

(۱۰) حافظ دارقطنی رضی اللہ عنہ: محدث ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہری بغدادی شافعی، بغداد میں دارقطن محلہ کے رہنے والے تھے، ولادت ۳۰۶ھ میں ہوئی اور وفات ۳۸۵ھ میں، آپ نے خلق کثیر سے سماع کیا، علم حدیث کی تحصیل کے لیے شام اور مصر کا سفر کیا، امام شمس الدین بن احمد بن عثمان ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وكان بحور العلم ومن ائمة الدنيا انتهي اليه الحفظ ومعرفة علل الحديث ورجاله.“<sup>(۱)</sup>

آپ علم کے سمندر اور بڑے مشہور امام تھے، حدیث شریف کے حفظ، علل حدیث سے واقفیت اور رجال حدیث کی معرفت میں آپ کا کوئی تانی نہیں تھا، دارقطنی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جو مسند لکھی ہے اس کا نسخہ خطیب بغدادی کے پاس موجود تھا۔

(۱۱) حافظ ابن شاہین رضی اللہ عنہ: ابو حفص عمر بن احمد عثمان بغدادی مشہور واعظ ہیں، ان کو ابن شاہین سے

لوگ جانتے تھے، ولادت ۲۹۷ھ میں اور وفات ۳۸۵ھ میں ہوئی، صاحب تصانیف تھے، خود ان کا بیان ہے کہ میں نے تین سو تیس کتابیں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

”ابن شاهين الحافظ المفيد المكثر محدث العراق صاحب التصانيف.“

انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی جو مسند لکھی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری نے ”تانیب الخطیب“ میں کیا

ہے اور محدث خطیب بغدادی کے پاس اس کا نسخہ موجود تھا۔<sup>(۲)</sup>

(۱۲) احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق مہرانی رضی اللہ عنہ: صوفی، شافعی، ولادت سنہ ۳۳۶ھ میں اور

وفات ماہ محرم سنہ ۴۳۰ھ میں ہوئی، مشہور مصنف اور محدث ہیں، صغریٰ ہی میں مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت مل چکی تھی، حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

”تهيأ له من لقي الكبار مالم يقع لحافظ.“

بڑے بڑے لوگوں سے جس قدر ان کو ملاقات میسر ہوئی، کسی حافظ حدیث کو نہ ہو سکی۔

ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے:

”ابونعيم الحافظ الكبير.“

محدث العصر، مولانا ابوالوفاء افغانی اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں کہ ابو نعیم نے چھوٹی سی مسند ابی حنیفہ لکھی؛

مگر بہت عمدہ لکھی، بڑی تحقیق کی، متابعات ذکر کیئے، تفرد کو بتایا، رواۃ کے اوہام کو بھی بتایا۔<sup>(۳)</sup>

(۱) مقدمہ سنن دارقطنی: ۷/۱

(۲) تذكرة الحفاظ: ۳/۹۸۷

(۳) جامع المسانيد: ۲/۳۹۱

(۱۳) حافظ ابن القیسرانی رضی اللہ عنہما: ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی المعروف بابن القیسرانی، ولادت ۲۲۸ھ میں ہوئی اور وفات ماہ ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوئی، بہت بڑے حافظ حدیث گزرے ہیں، طلب حدیث میں اتنے پھرے کہ دو مرتبہ پیشاب سے خون آنے لگا، یہ برہنہ پابگیر سواری کے سفر کرنے کا نتیجہ تھا، حافظ ذہبی نے آپ کے حالات کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے، جو ان لفظوں سے شروع ہوتے ہیں:

”کان ثقة حافظاً عالماً بالصحيح والسقيم حسن المعرفة بالرجال والمتون كثير التصانيف۔“

ثقة تھے، حافظ حدیث، صحیح و غیر صحیح کے عالم تھے، رجال و متون حدیث کی بڑی معرفت تھی، کثیر التصانیف تھے۔ انھوں نے ”اطراف حدیث ابی حنیفہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کتاب کا ذکر ان کی مشہور تصنیف ”الجمع بین رجال الصحیحین“ کے آخر میں (جو ان کا مفصل تذکرہ چھپا ہے اس میں) موجود ہے، اطراف پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، ان میں متن حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو مع سند بیان کرتے ہیں؛ اس لیے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کتاب میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی مختلف مسانید سے ان کی حدیثوں کے اطراف کو لے کر جمع کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

(۱۴) حافظ ابن خسر و رضی اللہ عنہما: ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسر و بلخی نزیل بغداد متوفی ۵۲۲ھ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں، فن حدیث میں حافظ ابن عساکر کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ”محدث مكثر“ لکھا ہے اور حافظ ابن النجار نے ”تاریخ بغداد“ کے تکرار میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

”ابو عبد اللہ السمسار الحنفی مفید اهل بغداد في وقته سمع الكثير وبالغ في الطلب حتى يسمع من طبقه دون هؤلاء.... وكتب الكثير من الكتب لنفسه ولغيره وكان مفيداً للغرباء وجمع مسند ابی حنیفہ۔“

انھوں نے طلب حدیث میں بڑی کوشش کی؛ حتیٰ کہ ان شیوخ سے جو نیچے کے طبقے کے تھے ان سے بھی حدیثیں سنیں اور بہت سی کتابیں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے لکھیں، باہر سے آنے والوں کو افادہ علمی فرماتے اور انھوں نے امام ابو حنیفہ کی مسند بھی تالیف کی ہے۔<sup>(۲)</sup>

(۱۵) مسند الدنیاء رضی اللہ عنہما: قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد انصاری حلبی البزاز المعروف بقاضی المرستان،

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۱۹/۳۶۱

(۲) جامع المسانید: ۲/۴۳۴

ولادت سنہ ۲۲۲ھ میں اور وفات ماہِ ربیع الثانی ۵۳۵ھ میں ہوئی، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں شیخ الاسلام ابوالقاسم اسماعیل اصفہانی کے تذکرہ ۵۳۵ھ کی وفیات کے ذیل میں اُن کا ذکر کیا ہے "طبقات الحنابلہ" میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے، یہ مشہور محدث تھے، ترانوے سال کی عمر تک ان کے حواس میں ذرا تغیر نہیں ہوا تھا، سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، بہت سے علوم کے جامع تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں حافظ ابن خسر کے تذکرہ میں اس امر کے ماننے سے انکار کیا ہے کہ قاضی صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کی کوئی مسند تالیف کی؛ حالانکہ خود ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی قاضی صاحب موصوف سے ان کی مسند کو درج ذیل سند سے روایت کرتے ہیں:

"عن التدمری عن المیدومی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان" (۱)

محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید میں اس کتاب کی متعدد سندیں اپنے سے لے کر قاضی مرستان تک ذکر کی ہے۔

(۱۲) حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ: ثقہ فی الدین ابوالقاسم علی ابن الحسن بن ہبیب اللہ دمشقی شافعی، نہایت

مشہور مصنف اور نامور محدث ہیں، آپ کی ولادت ۴۹۹ھ میں اور وفات سنہ ۵۷۱ھ میں ہوئی، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اُن کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے:

"ابن عساکر الامام الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمة صاحب التصانيف والکتب۔ تیرہ سو شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، جن میں اسی سے زیادہ محدثہ خواتین بھی داخل ہیں، حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ نہایت بسط کے ساتھ کیا ہے، حافظ ابن عساکر نے امام ابو حنیفہ کی جو مسند تالیف کی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری اور ڈاکٹر کرد علی نے بھی کیا ہے۔" (۲)

(۱۷) علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ: حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان بن محمد سخاوی نے بھی مسند

جمع کیا ہے، آپ علم تفسیر، حدیث اور ادب کے ماہر تھے، قاہرہ میں سنہ ۸۱۲ھ میں ولادت ہوئی اور مدینہ منورہ میں سنہ ۹۰۲ھ میں وفات ہوئی۔ (۳)

(۱۸) محدث عیسیٰ جعفری مغربی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کی ولادت ۱۰۲۰ھ اور وفات ۱۰۸۰ھ میں ہوئی،

آپ کا نسب اس طرح ہے، عیسیٰ بن محمد بن احمد، اور جعفر بن ابی طالب کی طرف نسبت کی وجہ سے جعفری کہلاتے

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۲۳

(۲) الاعلام: ۴/۲۷۳

(۳) علوم الحدیث: ۳۹۰



ہیں، اپنے زمانہ کے اکابر فقہائے مالکیہ میں سے تھے، تحصیل علم کے لیے بہت زیادہ اسفار کیے، محدثین متاخرین میں سے ہیں۔

(۱۹) ابی اسماعیل انصاری رضی اللہ عنہما: حافظ ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری حنفی نے بھی مسند جمع کیا ہے،

ان کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ (علوم الحدیث: ۳۹۰)

(۲۰) مسند ابی علی البکری رضی اللہ عنہما: جامعین کے سلسلہ میں اختصار کے ساتھ جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے

واضح ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مسانید کو جمع کرنے والے سب کے سب حفاظ حدیث ہیں اور ان کا زمانہ امام اعظم کے تلامذہ کے عہد سے لے کر گیارہویں صدی تک پھیلا ہوا ہے، یہ سارے کے سارے احناف ہی نہیں؛ بلکہ بعض شوافع اور بعض حنابلہ و مالکیہ میں سے ہیں اور ان میں سے متعدد محدثین صف اول کی شخصیات میں سے ہیں، مثلاً ابن عدی، ابو نعیم، دارقطنی، ابن عساکر، سخاوی، ابن شاہین۔<sup>(۱)</sup>

اگرچہ "کتاب الآثار" کی مرفوع روایات کے وہ مجموعے بھی "مسند امام اعظم" کے عنوان سے ذکر کیے جاتے ہیں، جن کو امام ابو یوسف، امام محمد و امام زفر وغیرہ نے "کتاب الآثار" سے الگ کر کے مرتب کیا تھا اور وہ سب کے سب "جامع المسانید" میں شامل ہیں؛ مگر اصلاً یہ عنوان امام اعظم کی ان مرویات کے مجموعوں کے لیے تجویز کیا گیا، جن کو واسطہ در واسطہ سننے والوں نے خود مرتب کیا ہے، یہ مجموعے تعداد میں کتنے ہیں؟ اس سلسلہ میں سترہ کا عدد معروف ہے، جن میں سے پندرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ "جامع المسانید" میں شامل ہیں۔

### معروف مسانید:

امام اعظم کی مذکورہ مسانید میں بقول شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دو مسانید زیادہ معروف ہیں، ایک "مسند حارثی" دوسرے "مسند ابن خسرو" چنانچہ حسینی اور ابن حجر نے ان کے ہی رجال کے تراجم کو ذکر کیا ہے۔<sup>(۲)</sup>

### جامع المسانید:

درج بالا سطور میں مشاہیر ائمہ محدثین کا ذکر تھا؛ جن میں سے ہر ایک نے امام ابو حنیفہ کی احادیث کو مستقل تصانیف میں اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا ہے، بعد میں قاضی القضاة محدث ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۵۵ھ نے "جامع المسانید الامام اعظم" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی پندرہ مسانید کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے؛ چنانچہ وہ جامع المسانید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

(۱) علوم الحدیث: ۳۹۲

(۲) حیات امام ابو حنیفہ: ۲۷۱

"میں شام کے بعض جاہلوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی مسند نہیں اور وہ میں نے چاہا کہ امام ممدوح کی ان پندرہ مسانید کو جنہیں نامور علمائے محدثین نے مرتب کیا ہے، یکجا جمع کر دوں۔

چنانچہ ابوالموئذ محمد بن محمود خوارزمی حنفی نے تمام مسانید کو یکجا کر کے جامع المسانید سے موسوم کیا ہے، جو دو جلدوں میں اور چالیس ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں امام اعظم کے مناقب، دوسرے باب میں اپنی مسانید کو ذکر کرنے کے بعد تیسرے باب میں مرویات کا سلسلہ شروع کیا ہے، ابواب کی ترتیب فقہ کے مطابق ہے؛ البتہ پہلا باب ایمان سے متعلق ہے اور آخری باب میں کتاب کے رجال کے احوال ذکر کیے گئے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

### مختصرات:

(۱) متعدد محدثین نے "مسانید امام اعظم" کا اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے "اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء الرجال الاسانید".

(۲) حافظ ابوبکر جعفر عمر بن احمد بن شجاع حلبی شافعی متوفی ۹۳۶ھ نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے: "لفظ المرجان فی مسند النعمان".

(۳) جمال الدین محمد بن احمد قونوی دمشقی حنفی نے بھی اختصار کیا ہے جس کا نام: "المعتمد فی مختصر المسند" ہے۔

(۴) ابوالبقا احمد بن ابی ضیا محمد قریشی مکی نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام "المستند فی مختصر المسانید" ہے۔

(۵) محمد بن عباد خلاطی م ۶۵۹ھ نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام "مقصد المسند" ہے۔

(۶) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم حنفی نے بھی اختصار کیا ہے، جس کا نام ہے "مختصر المسند".

(۷) محمد بن محمد بن عبدالرزاق بلگرامی متوفی ۱۲۰۵ھ نے بھی خاص انداز میں جامع المسانید کا اختصار کیا ہے،

جس کا نام "عقود الجواهر المنیفة فی ادلة الامام ابی حنیفہ" ہے۔<sup>(۲)</sup>

### ترتیب و تبویب:

مسند کے متعلق معروف ہے کہ مسند کی ترتیب حضرات صحابہ کے اسما کے اعتبار سے ہوتی ہے ابواب فقہیہ کے مطابق نہیں، اس کی وجہ سے کسی موضوع و مسئلہ سے متعلق کسی روایت کی تلاش میں زحمت ہوتی ہے، اس لیے

(۱) کشف الظنون: ۱۶۸۰/۲

(۲) کشف الظنون: ۱۶۸۱/۲

متعدد حضرات نے مسانید کو ابواب فقہیہ کے مطابق جمع کیا ہے؛ جیسا کہ علامہ زبیدی نے اپنے مختصر کو اسی انداز پر مرتب کیا ہے، شیخ محمد بن عابد سندھی حنفی متوفی ۵۷۲ھ نے حصکفی کے مختصر کو ابواب فقہیہ پر مرتب کیا ہے اور حافظ قاسم بن قطلوبغا نے مسند حارثی اور مسند ابن مقرئ کو مبوب و مرتب کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

### شروحات جامع المسانید:

شیخ قاسم بن قطلوبغا متوفی سنہ ۸۷۹ھ نے جامع المسانید کی دو جلدوں میں شرح کی ہے، نیز امام سیوطی نے بھی شرح لکھی ہے، جس کا نام "التعلیقۃ المنیفة فی شرح مسند ابی حنیفۃ" رکھا، علامہ زبیدی نے بھی اپنے مختصر کی شرح کی ہے، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ نے مسند حصکفی کی شرح کی ہے، جس کا نام "مسند الانام فی شرح مسند الامام" ہے، جمال الدین محمود بن احمد قونوی نے بھی خود اپنے مختصر کی شرح کی ہے، شیخ عابد سندھی نے مسند حصکفی کی ترتیب کے بعد اس کی نہایت ضخیم مفید شرح لکھی ہے۔

اس ساری تفصیل کے بعد آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ چند جہلاے زمانہ کی طرف سے امام اعظم کے خلاف جو باطل و کاذب و سوسہ پھیلا یا جاتا ہے یہ سوسہ صرف جہلا و سفہا کی مجلس میں کارگر ہوتا ہے ارباب علم و اصحاب فکر و نظر کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں متقدمین میں تصنیف کے لیے آج کل کا مروجہ طریقہ نہیں تھا؛ بلکہ ان کی تصانیف املا کی صورت میں ہوتی تھیں، جن کو ان کے لائق اور قابل تلامذہ تعلیم و تدریس کے وقت تحریر فرماتے تھے اور پھر وہ تصانیف ان ہی شیوخ کی طرف منسوب کی جاتی تھیں؛ اسی طرح امام اعظم کے درس حدیث کے وقت بیان کردہ احادیث کو آپ کے تلامذہ نے قلم بند کیا اور سب کو یکجا کر کے کتابی شکل دے کر امام اعظم کی طرف منسوب کر دیا۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کی طرف جو مسانید منسوب ہیں، یہ آپ کی باضابطہ تالیف نہیں؛ بلکہ آپ کے لائق تلامذہ کی جمع کردہ ہیں؛ البتہ روایات سب آپ کی ہیں۔



نوٹ: مضمون کے اکثر مندرجات انٹرنیٹ کی مختلف ویب سائٹس سے لیے گئے ہیں۔ (مہتاب بیامی)

(۱) مقدمہ مسند امام اعظم مترجم: ۹

## ملفوظاتِ امامِ اعظم ابو حنیفہ

مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، کھردہ بڑی مسجد، کولکاتا

بزرگوں اور اکابرین کے ملفوظات و ارشادات اور اقوال و فرمودات اپنے عہد کے ترجمان اور اپنے عصر کے عکاس ہوتے ہیں، ان سے بزرگانِ دین کی طرز زندگی سے واقفیت ہوتی ہے، افکار و خیالات کی تربیت کا سامان فراہم ہوتا ہے، شریعت کے احکام و آداب سے شناسائی ہوتی ہے، طریقت کے رموز و نکات کے درواہ ہوتے ہیں۔ ان کے ملفوظات کے ایک ایک جملے میں ایسی ایسی تعلیم ہوتی ہے جو زندگی کے لیے کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ امامِ الائمہ، سرانجام الامۃ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس بھی ان پاکیزہ نفوسِ قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کے ارشادات و فرمودات اور اقوال و ملفوظات درج بالا اوصاف سے متصف ہوتے تھے۔ ظاہر ہے جو کلام اتنی اہمیت رکھے اس سے واقفیت ایک اہم اور ضروری امر ہے اور اس سے پہلو تہی کسی قدر مناسب نہیں، اس لیے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات و ارشادات میں سے چند ذیل میں سپرد قلم کرنے کی سعی کی جا رہی ہے تاکہ ان کو عملی جامہ پہنا کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا جاسکے۔

(۱) - نامراد لوگ:

روی زفر بن الہذیل أن الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قال: "من لم يمنعہ العلم عن محارم اللہ تعالیٰ، و لم یحجزہ عن معاصی اللہ تعالیٰ، فهو من الخاسرین۔"

امام زفر بن ہذیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص کو اس کے علم نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے نہ روکا اور نہ اس کی نافرمانی سے بچایا تو وہ نامراد لوگوں سے ہے۔

(۲) - ولی اللہ کون؟

روی اللفضیل بن دکین عنہ أنه قال: "ان لم یکن اولیاء اللہ فی الدنیا و الآخرة الفقہاء و العلماء فلیس للہ ولی۔"

حضرت فضیل بن دکین علیہ الرحمہ امامِ اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر دنیا و آخرت میں علماء و فقہاء، اولیاء اللہ نہیں تو کوئی اللہ کا ولی نہیں۔

(۳) - غزوہ کی فضیلت:

روی ابراہیم بن سوید عنہ أنه قال: "غزوة بعد حجة الاسلام أفضل من خمسين حجة". حج فرض کے بعد ایک غزوے میں شامل ہونا پچاس حج سے افضل ہے۔

(۴) - بقیہ زندگی ذلت میں:

روی ابن المبارک عنہ أنه قال: "من طلب الرياسة في غير حينه لم يزل في ذل ما بقي". حضرت امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص قبل از وقت سرداری چاہتا ہے تو اس کی بقیہ زندگی ذلت میں ہی رہے گی۔

(۵) - علم کس چیز کے لیے:

ابو شہاب عنہ قال: "من تعلم العلم للدنيا حرم بركته و لم ينتفع به كثير واحد، و من تعلمه للدين بورك في علمه و رسخ في قلبه، و انتفع المقتبسون بعلمه". حضرت ابو شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو حصول دنیا کے لیے علم سیکھتا ہے وہ برکتِ علم سے محروم ہوتا ہے اور مخلوق خدا کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا اور جو حصول دین کے لیے علم سیکھتا ہے اس کے علم میں برکت، دل میں رسوخ دیا جاتا اور علم حاصل کرنے والے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(۶) - سب سے عظیم طاعت و نافرمانی کیا ہے؟

محمد الليثي عنہ قال: "أعظم الطاعات الإيمان بالله تعالى، وأعظم المعاصي الكفر بالله، فمن اطاع الله تعالى في أعظم الطاعات و انتهى عن أعظم المعاصي، رجونا له الغفران فيما يأتي بعد ذلك".

حضرت محمد لثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سب سے عظیم طاعت اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا ہے اور سب سے عظیم معصیت اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے۔ لہذا جس نے اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم طاعت کی اور سب سے بڑی معصیت سے باز رہا تو میں باقی چیزوں میں اس کے لیے بخشش کی امید کرتا ہوں۔

(۷) - فقہ کے بغیر حدیث کا طالب کی مثال:

رجاء الهروي عنہ قال: "مثل من يطلب الحديث و لا يتفقه، مثل الصيدلاني يجمع الأدوية و لا يدري لأي داء هي حتى يجي الطبيب، هكذا طالب الحديث و لا يعرف وجه حديثه حتى يجي الفقيه".

حضرت رجاء ہروی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فقہ کے بغیر حدیث طلب کرنے والے کی مثال اس دوا فروش کی سی ہے جو دوا تو جمع کر لے لیکن جب تک وہ طبیب کے پاس نہ آئے نہیں جانتا کہ وہ دوا کس بیماری کے

لیے ہے۔ اسی طرح حدیث کا طالب کہ حدیث کی صورت واضح نہیں ہوتی جب تک فقیہ کے پاس نہ آئے۔

(۸) - اکابر کا ادب:

ذکر ابو یوسف للإمام رحمہ اللہ تعالیٰ علقمة و الأسود أيہما أفضل؟ فقال: "والله ما قدری أن أذكرهما الا بالدعاء و الاستغفار اجلاً لهما؛ فكيف أفضل بينهما".  
امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کون افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا: بخدا! میں تو اس لائق بھی نہیں کہ دعا و استغفار کے علاوہ ان کا ذکر کروں تو میں ان کے مابین ترجیح کیسے دے سکتا ہوں۔

(۹) - فتویٰ پر پیرشش:

روی ابو یوسف عنہ قال: "من تكلم في شئ من العلم و هو يظن أن الله لا يسأل عنه : فكيف أفتى في دين الله؟ فقد سهلت عليه نفسه و دينه."

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی علمی گفتگو کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کرے گا تو وہ کیوں کر اللہ کے دین میں فتویٰ دے سکے گا؟ کیوں کہ اس کا دین اور اس کی جان اس کے نزدیک معمولی ہو گئے (یعنی یہ دونوں ہلاکت میں پڑ گئے)۔

(۱۰) - سلامتی کی زندگی ندامت کی زندگی سے بہتر:

محمد الوبری عنہ قال: "قال له عيسى بن موسى: لِمَ لا تغشانا يا أبا حنيفة فمسن يغشانا؟ فقال له رحمه الله: لأنك اذا قربتني فتننتني، و اذا أقصيتني أخزنتني، و ليس عندك ما أرجوك له، و ليس عندى ما أخافك عليه، و انما يغشاك من يغشاك ليستغنى بك عن سواك و أنا غنى بمن أغناك، فلم اغشاك فيمن يغشاك؟ ثم أنشأ يقول:

كسرة خبز و قعب ماء و سحق ثوب مع السلامة

خير من العيش في نعم يكون من بعدها ندامة

حضرت محمد وبری امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عیسیٰ بن موسیٰ نے مجھ سے کہا: آپ ہمارے دربار میں کیوں تشریف نہیں لاتے؟ آپ نے فرمایا: جب میں آپ کے قریب ہو جاؤں گا تو (بڑے) فتنے میں پڑ جاؤں گا اور جب مجھے آپ سے دوری ہوگی تو میں غمزہ اور معذور ہو جاؤں گا۔ مجھے آپ کے دربار میں کوئی کام نہیں جس کی تکمیل کی امید میں لے کر آؤں اور نہ میرے پاس آپ کی کوئی چیز ہے جس کا مجھے ڈر ہو، آپ کے پاس تو وہ لوگ آئیں گے جنہیں آپ کے سوا کوئی نہیں ملتا اور مجھے آپ کی دولت کی کوئی ضرورت نہیں لہذا میں آپ کے پاس کیوں کر آؤں؟

روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک پیالہ اور پھٹا پرانا کپڑا ہو تو انسان سلامتی میں رہتا ہے۔ عیش کی زندگی میں نعمتیں جتنی بڑھتی جائیں گی اس میں ندامت زیادہ ہوتی جائے گی۔

(۱۱) - ہر جواب کے متعلق سوال :

یزید بن الکیمیت قال: "ناظر رجل ابا حنیفة و قال له : اتق الله ، فانقبض و اصفر لونه و طاطا رأسه ، ثم قال : يا أخى ! جزاك الله خيراً ، فما أحوج الناس الى من يذكرهم الله وقت اعجابهم بما يظهر على ألسنتهم من العلم حتى يريدوا الله باعمالهم ، اعلم أنى ما نطقت بالعلم الا و انا اعلم أن الله عز و جل يسألنى عن الجواب ، لقد حرصت على طلب السلامة."

یزید بن کیمیت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر کہا: آپ اللہ سے ڈریں، تو آپ کا چہرہ زرد پڑ گیا اور آپ نے اپنا سر جھکا لیا پھر فرمایا: اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بلاشبہ انسان کو اس وقت اللہ عزوجل کی یاد دلانے والے کی سخت ضرورت ہوتی ہے جس وقت اسے اپنی زبان پر جاری علم بھائے (ایسا اس لیے) تاکہ ان کے اعمال صرف اللہ کے لیے ہوں۔ یاد رکھنا! میں نے کوئی مسئلہ نہیں کہا مگر اس یقین کے ساتھ کہ اللہ عزوجل مجھ سے اس جواب کے متعلق سوال فرمائے گا۔ بلاشبہ میں سلامتی کا حریص ہوں۔

(۱۲) - دنیا کی مشقتوں کی پروا نہیں :

حسن بن زیاد عنہ قال: "من كرمته عليه نفسه ، هانت عليه الدنيا و كل شدة فيها ، و قال : من أراد أن ينجو من عذاب الآخرة فلا يبال من عذاب الدنيا." [۱]

حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کا نفس اس پر محترم ہو گیا تو اس پر دنیا اور اس کی تکلیفیں آسان ہو گئیں۔ نیز فرمایا: جو آخری عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو وہ دنیوی مشقتوں کی پروا نہ کرے۔

(۱۳) - اللہ مفتی بنائے :

ابو نعیم الفضل بن دکین قال : قال ابو حنیفة : " من ابغضنى جعله الله مفتياً " ( عقود الجمان )

حضرت ابو نعیم فضل بن دکین نے فرمایا: امام اعظم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس نے مجھ سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے مفتی بنائے۔

(۱۴) - عقل کب جمع نہیں رہتی :

توبة قال : قال لی أبو حنیفة : " لا تسألنى عن أمر الدين وأنا ماش ولا تسألنى وأنا أحدث الناس ولا تسألنى وأنا قائم ولا تسألنى وأنا متكئ فان هذه أماكن لا يجتمع فيها عقل الرجل." ( اخبار ابی حنیفہ میں بھی ۴۴ )

حضرت توبہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: جب میں راہ چلوں یا لوگوں سے بات کروں یا کھڑا رہوں، لیٹا ہوں تو مجھ سے دینی بات مت پوچھو اس لیے کہ ان مواقع میں مرد اور خیالات کی عقل مجتمع نہیں رہتی۔

(۱۵) - علم کا مقصد:

عن سهل بن مزاحم قال : سمعت يقول ابا حنيفة لأصحابه : " ان لم تريدوا بهذا العلم الخير لم توفقوا. "

حضرت سہل بن مزاحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنے شاگردوں کو فرماتے سنا: اگر تم اس علم سے بھلائی نہیں چاہو گے تو تمہیں توفیق نہیں دی جائے گی۔

(۱۶) - اندازے سے بات کہنا:

عنه قال : سمعت أبا حنيفة يقول : " عجبنا لقوم يقولون بالظن ، و يعلمون بالظن والله تعالى لم ير ض لنبيه ﷺ ذلك. "

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: مجھے ایسے لوگوں پر تعجب ہے جو (دین کے معاملے میں) اندازے سے کہتے اور بتاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے بھی اسے پسند نہیں فرمایا۔

(۱۷) - علم عبادت کی اصل:

قال ابو حنيفة لإبراهيم بن ادھم : " انك رزقت من العبادة شيئاً صالحاً ، فليكن العلم من بالك ، فانه رأس العبادة و به قوام الامور. "

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ کو عبادت کا نیک حصہ عطا کیا گیا تو آپ اپنی عنان توجہ علم کی طرف بھی مبذول رکھیے اس لیے کہ علم عبادت کی اصل ہے اور اسی سے (دینی و دنیوی) معاملات کی درستگی ہے۔

(۱۸) - کھانا اور عقل:

عن بعض أصحاب أبي حنيفة قال : سمعت ابا حنيفة يقول : " اذا أردت حاجة من حاجات الدنيا ، فلا تأكل حتى تقضيها ، فان الأكل يغير العقل. "

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض شاگردوں نے فرمایا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: جب تم کسی دنیاوی حاجت کا ارادہ کرو تو جب تک اسے پورا نہ کر لو کھانا نہ کھاؤ۔ کیوں کہ کھانا عقل کو بدل دیتا ہے۔

(۱۹) - گناہ اور مال جمع مت کرو:

عن بعض أصحاب الامام أبي حنيفة، انه قال : " لا تجمع الذنوب لحبيبك و الاموال لبغيتك ، فحبيبك النفس و البغيتك الوارث. "



امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض شاگردوں سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے محبوب کے لیے گناہ اور اپنے مبغوض کے لیے مال و دولت جمع مت کرو۔ تمہارا محبوب تمہاری جان اور تمہارا مبغوض تمہارے وارث ہیں۔

(۲۰) - غیبت سے احتراز اور معافی اور رحمت کی دعا:

حضرت بکر بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بسا اوقات امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتا کہ فلاں ایسا ایسا ہے تو جب وہ زیادہ ہو جاتا قال: دع ما أنت فيه ، ماتقول في كذا و كذا ؟ فيقطع عليه كلامه ، و يقول : اياكم و نقل ما لا يحبه الناس . أي من حديث الناس . عفا الله عن قال فينا مكرها ، رحم الله من قال فينا جميلاً ، تفقهوا في الدين ، و ذروا الناس .

آپ فرماتے: جس میں تم مشغول ہو اس سے باز رہو، کیا تم فلاں فلاں کے بارے میں کہ رہے ہو؟ تو اسی پر کلام ختم کر دیا جاتا اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے: لوگوں کی غیر پسندیدہ باتوں کو نقل کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف فرمائے جس نے میرے بارے میں ناپسندیدہ بات کہی اور اس پر رحم فرمائے جس نے میرے متعلق اچھی بات کہی (لوگوں کی باتیں نقل کرنے کی بجائے) دین میں سمجھ حاصل کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو۔

(۲۱) - کسے علم و ادب سے محبت نہیں:

عن مساور الوراق قال: قال أبو حنيفة : لا تجدك بفقهك من لا يشتهيه ، فيؤذي جليساك ، و من قطع عليك حديثك فلا تغده ؟ فانه قليل المحبة في العلم و الأدب .

حضرت مساور الوراق نے فرمایا: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تو اپنی فقہ اس شخص کے سامنے بیان مت کر جسے اس (کے سننے) کی خواہش نہ ہو کہ وہ تیرے جلسے کو تکلیف دے گا اور جو تیری بات کاٹ دے اس کی طرف توجہ مت دے اس لیے کہ ایسا شخص علم و ادب سے محبت نہیں رکھتا۔

(۲۲) - عورت کی جگہ پر کب بیٹھے؟

عن ابن المبارك عن أبي حنيفة قال : " اذا قامت المرأة من موضعها ، فلا تجلس فيه حتى يبرد . " [۲]

حضرت عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب عورت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو تو جب تک وہ جگہ ٹھنڈی نہ ہو جائے وہاں مت بیٹھو۔

(۲۳) - اللہ کا خوف:

عن ابى يوسف قال سمعت أبا حنيفة يقول: " لولا الفارق من الله ان يضيع العلم ما أفتيت احدا يكون لهم المهنا وعلي الوزر . " [۳]

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا: اگر اللہ تعالیٰ سے خوف نہ ہوتا کہ علم ضائع ہو جائے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا کہ راحت و آرام ان کو ہو اور گناہ مجھ پر۔

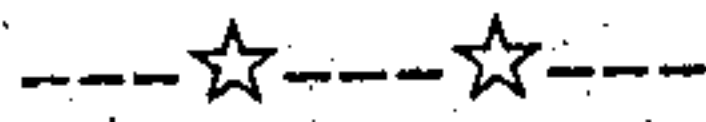
(۲۳) - بھلائی کی بات کیا؟

ابو نعیم قال سمعت ابا یوسف یقول: "سئل أبوحنیفہ بعد صلاة الصبح عن مسائل فأجاب عن مسائل فاجاب فيها فقیل له ألیس كانوا یکرهون الکلام فی مثل هذا الوقت إلا یخیر فقال أبو حنیفة وأی خیر أكبر من أن تقول هذا حلال وهذا حرام تنزه الله وتحذر الخلق من معاصیه إن الجراب إذا فرغ من الزاد جاع صاحبه." [۳]

حضرت ابو نعیم رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے امام ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما سے نماز فجر کے بعد چند مسائل (دینیہ) پوچھے گئے تو آپ نے ان کے جواب عنایت فرمائے پھر ان سے کہا گیا: کیا علمائے کرام اس جیسے وقت میں بھلائی کے سوا دیگر کلام کو ناپسند نہیں کرتے۔ حضرت امام اعظم نے رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے بڑھ کر بھلائی کی بات اور کیا ہے کہ تو بتائے یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تو اللہ کی پاکی بیان کر اور مخلوقِ خدا کو اس کی نافرمانی سے بچا۔ بے شک جب تھیلی توشہ سے خالی ہو جاتی ہے تو اس کا مالک بھوکا رہ جاتا ہے۔

### مصادر و مراجع

- [۱] ملفوظات ۱ تا ۱۱، منتخب از مناقب الامام الاعظم، ج: ۲، ص: ۸۰، ۹۸ بحوالہ امام الاثمة الفقہاء، ص: ۳۷۱، ۳۷۴
- [۲] ملفوظات ۱۳ تا ۲۲، منتخب از عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفة النعمان، ص: ۸۰، ۸۶
- [۳] اخبار ابی حنیفہ، ۴۵، المكتبة الشاملة
- [۴] مصدر سابق، ۴۶



## ارشادات امام اعظم

قرآن و حدیث اور اپنے کردار کے آئینے میں

مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، کھردہ بڑی مسجد، کولکاتا

جو شخصیت جس قدر فضل و کمال، علم و ہنر، فکر و نظر، شرف و بزرگی اور کردار و عمل کی حامل ہوتی ہے اس کے اقوال و فرمودات اور ارشادات و ملفوظات اسی قدر افضل و اہم اور معتبر و مستند ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک عظیم المرتبت اور فقید المثال ہستی، سراج الامہ، امام الائمہ، امام المجتہدین حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تھی رضی اللہ عنہ تھی جن کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے اقوال، گوہر آبدار، ہدایات، درنایاب، ارشادات، سبق آموز اور ملفوظات نصیحت آمیز ہوتے۔ آپ کے ارشادات و ملفوظات میں قرآن کریم اور احادیث کریمہ کے احکام اور اسباق کی شعائیں پھوٹتی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب و تحریص بھی ہوتی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو بھی ارشادات و ملفوظات کے جوہر بکھرے، آپ خود بھی اس کی عملی تصویر تھے۔ یہ ارشادات ایسے قیمتی ہیں کہ نہ صرف آپ کے دور تک ہی اس کی اہمیت تھی بلکہ آج بھی ان کی اہمیت مسلم ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکتے ہیں اور دارین کی بھلائیوں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے انہیں سبق آموز اور نصیحت آمیز اقوال و ارشادات اور فرمودات و ملفوظات میں سے چند کو قرآن و حدیث اور خود آپ رضی اللہ عنہ کے کردار و عمل کے آئینے میں پیش کرنے کی حقیر سعی کی جا رہی ہے تاکہ امت مسلمہ جہاں آپ کے اقوال و فرمودات سے واقف ہوں وہیں آپ کے ارشادات میں موجود قرآن و حدیث کی ضیاء کرنوں سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کریں ساتھ ہی اس سے بھی آشنا ہوں کہ آپ کی ذات مبارکہ اقوال و اعمال، دونوں کا حسین سنگم تھی۔

### ذکر الہی کی کثرت:

قرآن اور ذکر الہی: رات و دن، صبح و شام بلکہ ہر گھنٹی، ہر وقت، ہر آن اور ہر لمحہ ذکر الہی سے اپنے زبان و قلب کو معمور رکھنا دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا کام ہے اور نہ صرف اجر کا باعث ہے بلکہ ذکر الہی ایسی عبادت و

نعمت ہے جس سے دلوں کو چین و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ قرآن کریم اس تعلق سے گویا ہے:

(۱) اَلَا يَذْكُرُ اللهُ تَطْمِينُ الْقُلُوبِ ۝ [ترجمہ: سن لو! اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔

ذکر الہی دنیا و آخرت میں اطمینان اور اجر و ثواب کا سبب تو ہے ہی ساتھ ہی کامیابی کی ضمانت بھی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

(۲) وَادْكُرُوا اللهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ [ترجمہ: اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

حدیث اور ذکر الہی: احادیث مبارکہ میں بھی ذکر اللہ کی تاکید و تلقین اور ترغیب و تحریریں مختلف پیرایہ بیان میں موجود ہے۔ ایک حدیث میں یوں ہے:

(۱) "عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهُ عَلَى كُلِّ أُحْيَانِهِ" [۳]

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

ایک حدیث میں ذکر اللہ کرنے والے کی مثال بایں انداز مذکور ہے:

(۲) عَنْ أَبِي مُوسَى (رضی اللہ عنہ) ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ

مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. [۴]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کا ذکر کرے اور جو اللہ کا ذکر نہ کرے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

ذکر اللہ سے متعلق آپ نے آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ اب امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے

آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔

ارشاداتِ امام اعظم: آپ رضی اللہ عنہ ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) "جب تو لوگوں کے درمیان بیٹھے تو ذکر الہی عزوجل کی کثرت کرتا کہ ان کی بھی یہ عادت بنے۔" [۵]

(۲) ذکر اللہ عزوجل اور درود و سلام کی کثرت کرنا۔ [۶]

امام اعظم کا عمل: امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ذکر اللہ میں مشغولیت اور یاد الہی میں استغراق کا کیا عالم تھا اسے پڑھیے

اور رشک کیجیے اور حتی الوسع اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیجیے۔ حضرت اسد بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"صلى أبو حنيفة فيما احفظ عليه صلاة الفجر بوضوء العشاء أربعين سنة ، و كان عامة

الليل يقرأ جميع القرآن في ركعة واحدة و كان يسمع بكاؤه في الليل حتى يرحمه جيرانه" [۷]

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور اکثر راتوں میں آپ

ایک رکعت میں پورا قرآن تلاوت فرماتے اور رات میں آپ کی گریہ و زاری کی آواز سن کر آپ کے پڑوسی (بارگاہ

خداوندی میں) آپ پر رحم کی دعا کرتے۔

### محاسبہ نفس:

**قرآن اور محاسبہ نفس:** عقل مند انسان وہی ہے جو اس فانی دنیا میں رہ کر اپنی باقی دنیا یعنی آخرت کو سنوارنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے جن کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔ اسی محاسبہ نفس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

(۱) اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ [۸]

ترجمہ: بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہوتا ہے۔

محاسبہ نفس کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے قرآن کا یہ انداز مخاطب بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَيْبٍ [۹]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا۔

**حدیث اور محاسبہ نفس:** محاسبہ نفس کی اہمیت کے تعلق سے احادیث بھی وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے والے کو عاقل اور محاسبہ نہ کرنے والے کو احمق بتایا گیا ہے جیسا کہ ذیل کے احادیث سے واضح ہے:

(۱) عن النبی ﷺ قال: الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه

ہواها وتمنى على الله. [۱۰]

سمجھ دار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے انعام کی امید بھی رکھے۔

(۲) ایک حدیث شریف میں ہے کہ عقل مند آدمی کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہئیں جن میں سے ”وَسَاعَةٌ يُحَاسِبُ فِيهَا نَفْسَهُ“ [۱۱] ایک ساعت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

درج بالا آیات و احادیث کو حاشیہ ذہن پر رکھ کر امام اعظم کے اس فرمان کو ملاحظہ فرمائیں جو ان آیات و احادیث

سے مترشح ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

**ارشاد امام اعظم:** اپنے نفس کی نگرانی کرو اور دوسروں کی بھی نگرانی کرو تاکہ وہ تمہاری دنیا و آخرت اور تمہارے علم سے نفع حاصل کریں۔ [۱۲]

**امام اعظم کا کردار:** امام اعظم رضی اللہ عنہما کس بلند پایہ کے بزرگ تھے وہ مخفی نہیں اس کے باوجود اپنے نفس کی نگہ

داشت اور محاسبہ کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو بارگاہ خداوندی میں گریہ و زاری کرتے اور رحم و کرم کی دعا کرتے جیسا کہ

حضرت بکر عابد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”رأيت أبا حنيفة ليلة يصلي ويبكي ويتضرع ويدعو ويقول: رب ارحمني يوم تبعث عبادك وقني عذابك واغفر لي ذنوبي يوم يقوم الأشهاد“ [۳]

میں نے امام اعظم (رضی اللہ عنہ) کو رات میں دیکھا کہ آپ نماز ادا کرتے، گریہ وزاری کرتے اور دعائیں یوں عرض گزار ہوتے: اے میرے رب! تو مجھ پر اس دن رحم فرما جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا، اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور اس دن میرے گناہوں کی بخشش فرما جس دن گواہ قائم ہوں گے۔

### تقویٰ:

دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ تقویٰ مشکلات سے نجات، رزق میں فراخی اور مہمات میں آسانی کا بھی سبب ہے۔ علاوہ ازیں متقی حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے انعامات کا بھی مژدہ سنایا ہے۔ چنانچہ اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قرآن اور تقویٰ: (۱) لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ [۴]

ترجمہ: پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔

تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار اور خشیتِ الہی سے دل کو سجانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ راہ نجات پیدا فرمادیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:

(۲) وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ [۵]

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

حدیث اور تقویٰ: تقویٰ اور خوفِ خدا کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے تقویٰ کے بارے میں اپنے لیے بارگاہِ الہی میں دعا فرمائی۔ جسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باس الفاظ روایت فرمائی:

(۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَىٰ وَالْتَقَىٰ وَالْعَقَافَ وَالْغِنَى [۶]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاکدامنی اور فراخی کا سوال کرتا ہوں۔

تقویٰ کی فضیلت پر ایک اور حدیث پیش ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۲) ”عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: أفضل العبادة الفقه وأفضل الدين الورع“ [۱۷]

سب سے افضل عبادت فقہ (دین میں غور و فکر کرنا) اور دین کی سب سے افضل چیز تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہما تقویٰ و پرہیزگاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

ارشادات امام اعظم: (۱) ”تقویٰ یوں اختیار کرنا کہ اللہ عز و جل سے ڈرتے ہوئے اپنے اعضا کو گناہوں سے

بچانا اور خالصتاً اس کی بندگی کرتے ہوئے اس کے احکام پر پوری طرح کاربند رہنا“ [۱۸]

(۲) تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کر لو کیوں کہ یہ تمام امور کو درست رکھتا ہے اور آخرت میں نجات پانے اور ہر

مصیبت سے چھٹکارا پانے کا وسیلہ ہے اور اس کے ذریعے تم اچھے انجام کو پا لو گے۔ [۱۹]

(۳) خوفِ خداوندی عز و جل کو ہر چیز پر فوقیت دینا کہ یہ بات تمہیں دنیا و آخرت کے معاملات میں کافی ہوگی اور

اس کی برکت سے غلط فیصلہ کرنے سے سلامتی نصیب ہوگی۔ [۲۰]

امام اعظم کا کردار: تقویٰ و پرہیزگاری کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہما کے اقوال مذکور ہوئے۔ یہ اقوال صرف زبانی

نہیں تھے بلکہ آپ اپنے ان اقوال پر سختی سے عامل بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ وقت کے عظیم شخصیات نے آپ کے

تقویٰ و پرہیزگاری کی شہادت دی۔ چنانچہ حضرت عبدالوہاب ابن ہمام فرماتے ہیں:

”ما رأينا بالكوفة في زمن أبي حنيفة أفقه منه ولا أشد ورعا“ [۲۱]

ہم نے امام اعظم ابو حنیفہ کے زمانے میں سرزمین کوفہ میں ان سے بڑا فقیہ اور متقی نہیں دیکھا۔

حضرت حسن بن صالح رضی اللہ عنہما آپ کے تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”كان أبو حنيفة شديد الورع هائبا للحرام تاركا لكثير من الحلال مخافة الشبهة“ [۲۲]

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما بڑے متقی تھے، آپ حرام چیزوں سے تو دور رہتے ہی تھے صرف شبہ کے خوف سے

بہت سی حلال چیزوں کو بھی ترک فرمادیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہما آپ کی اس صفت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”قدمت الكوفة فسألت عن أروعها العلماء فقالوا أبو حنيفة“ [۲۳]

میں نے کوفہ حاضر ہو کر علمائے کرام سے سب سے بڑے متقی کے بارے میں دریافت کیا تو علمائے کرام نے

فرمایا: (امام اعظم) ابو حنیفہ۔

دنیا کو حقیر تصور کرنا:

قرآن اور دنیا: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ لہذا دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے توشہ اٹھانہ کرنا اور حصول دنیا ہی میں لگن

رہنا، کسی قدر دانش مندی کی بات نہیں کیوں کہ ایسا کرنا خود کو مقصد اصلی سے دور کرنا ہے۔ ویسے بھی متاع دنیا آخرت کی نعمت سے تھوڑا ہی نہیں بہت تھوڑا ہے اور دھوکا بھی۔ قرآن کریم خود اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے گویا ہے:

(۱) وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

(۲) فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: جیتی دنیا کا اسباب آخرت کے سامنے نہیں مگر تھوڑا؟

حدیث اور دنیا: دنیا مومنوں اور کافروں کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے اور بارگاہ خداوندی میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ اس کی وضاحت ہمارے آقا ﷺ یوں فرماتے ہیں:

(۱) "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ." ﴿۲۶﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

(۲) ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے دنیا کی کمتری بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنَ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا." ﴿۲۷﴾

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جس قدر یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے اللہ تعالیٰ کے حضور دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

امام اعظم کے گلدستہ ملفوظات میں سے دنیا کی حقیقت سے آشنا کرنے والے درجہ ذیل ملفوظ سے آنکھوں کو شاد کام فرمائیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ارشاد امام اعظم: اہل علم کے نزدیک ذلیل و حقیر دنیا کو تم بھی حقیر جانتا کیونکہ جو اللہ عزوجل کے پاس ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے۔ ﴿۲۸﴾

امام اعظم رضی اللہ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ دنیا حقیر شی ہے یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف دنیا کو حقیر اور فریب دہ جاننے کی تعلیم دی بلکہ خود بھی اسے حقیر و ذلیل جانا اور مانا۔ حالاں کہ دنیا نے آپ کے دروازہ پر شرف قبولیت کا دستک بھی دیا۔ لیکن آپ نے اسے شرف قبولیت سے محروم رکھا۔

امام اعظم کا کردار: چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو انھوں نے آپ ﷺ کے اس پہلو کو یوں بیان فرمایا:

"تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ عَرَضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا وَالْأَمْوَالُ الْعَظِيمَةُ فَنَبَذَهَا وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَضْرَبَ السَّيَاطِ"



وقبل له خذ الدنيا فصبر على السراء والضراء ولم يدخل فيها كان غيره يطلبه ويتمناه والله لقد كان على خلاف من ادركناه يطلبون الدنيا والدنيا تهرب منهم وتأتيه الدنيا فيهرب منها“ [۲۹]

تم لوگ ایسے شخص کے بارے میں کہتے ہو جس پر دنیا اور کثیر مال و دولت پیش کی گئی تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ پھر انہیں کوڑے لگا کر دنیا قبول کرنے کو کہا گیا لیکن انہوں نے خوشی اور مشقت دونوں حالتوں میں صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا اور اپنے مطلوب و مقصود کے علاوہ کسی شے کو اختیار نہ فرمایا۔ قسم بخدا! امام اعظم رضی اللہ عنہ ان تمام لوگوں سے مختلف تھے جن سے میری ملاقات ہوئی (کیوں کہ) وہ سب دنیا کے خواہاں تھے جبکہ دنیا ان سے بھاگتی تھی اور دنیا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آتی تھی لیکن وہ اس دنیا سے دور رہتے تھے۔

### حصول علم دین:

**قرآن اور علم:** علم دین کا حصول تمام مسلمانوں پر بقدر کفایت فرض ہے۔ یہی علم، معرفت الہی کا ایک ذریعہ بھی ہے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث بھی۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر حصول علم کی تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ہے:

(۱) فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾

تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

ایک مقام پر علم کو خشیت ایزدی کا سبب بھی بتایا۔ جیسا کہ ذیل کی آیت میں ہے:

(۲) إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ﴿۳۱﴾

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

**حدیث اور علم:** نبی مکرم ﷺ نے علم دین کے حصول کو بھلائی کا باعث اور حصول جنت کا سبب قرار دیتے ہوئے اپنی امت کو اس کے حصول کی ترغیب و تاکید فرمائی۔ جیسا کہ ذیل کی دونوں احادیث سے واضح ہے۔

(۱) ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ“ [۳۲]

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

(۲) ”مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ“ [۳۳]

جو حصول علم (دین) کے لیے کوئی راہ چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے راہ جنت آسان فرمادیتا ہے۔

ان آیات و احادیث سے قلوب و اذہان کو جلا بخشنے کے بعد امام اعظم کے ارشادات عالیہ سے بھی انہیں منور کیجیے

جو دراصل ان آیات و احادیث ہی سے مستعار ہیں:

ارشادات امام اعظم: (۱) جس چیز کے جاننے کی تمہیں ضرورت ہو اس کے جاننے سے جاہل نہ رہنا۔ [۳۴]  
(۲) اگر تم خوراک اور کسبِ معاش کے بغیر دس سال بھی زندہ رہ سکو تب بھی علمِ دین سے دُوری اختیار نہ کرنا  
کیونکہ اگر تم نے علمِ دین سے منہ موڑا تو تمہاری معیشت تنگ ہو جائے گی۔

امام اعظم رضی اللہ عنہما اقوال و اعمال دونوں کے دھنی تھے۔ علمِ دین کے حصول کے حوالے سے ارشاد امام اعظم  
ملاحظہ کرنے کے بعد امام اعظم کے علمی مراتب بھی ملاحظہ کریں جس سے حصولِ علم میں آپ کے ذوق و شوق اور  
اشتغال و انسہاک عیاں ہوتا ہے۔ حضرت شداد ابن حکیم آپ کا علمی مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” ما رأیت اعلم من ابی حنیفۃ “ [۳۵]

میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔

حضرت یٰ بن ابراہیم رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں امام اعظم کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

” کان اعلم اهل زمانہ “ [۳۶]

امام اعظم اپنے دور میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

### بڑوں کا ادب:

حدیث اور احترام اکابر: اکابر کی تعظیم و تکریم، بڑی سعادت اور بڑوں کا ادب و احترام، عظیم نعمت ہے۔ یہی  
سبب ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اسے ایمان کا حصہ قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا:

(۱) ” عن النبی ﷺ قال: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا “ [۳۷]

جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔

احترام و اکرام اکابر کو ” کما تزرع تحصد اور کما تدین تدان “ کا مصداق بھی بتایا کہ اگر کوئی بڑے  
کی تعظیم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کا سامان فرمادے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(۲) ” عن أنس بن مالك قال: قال رسول ﷺ ما أكرم شاب شيخا لسنه إلا قبض الله

له من يكرمه عند سنه “ [۳۸]

جو شخص کسی بوڑھے کی اس کے بڑھاپے کے سبب عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے  
کو مقرر فرماتا ہے جو اس کی عزت کرنے۔

ان احادیث سے اسلام میں بڑوں کے اکرام و اعزاز کا مقام بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ان احادیث کے پس منظر  
میں احترام اکابر کے سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما کے ملفوظات ملاحظہ ہو:

ارشادات امام اعظم: (۱) غیر عالم بوڑھوں کے ساتھ راستوں کے درمیان نہ چلنا کیونکہ اگر تو نے اُن کو مقدم

کیا تو تیرے علمی مقام کو عیب لگے گا اور اگر ان سے آگے چلا تو تجھ پر عیب لگے گا کہ تو نے ان کا احترام نہیں کیا حالانکہ حضور پر نور، شافعِ یومِ النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: جو ہمارے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ [۳۹]

(۲) جب تو اہل علم کے شہر میں داخل ہو تو اپنے علم کو (جاہ و منصب کے لیے) مت اختیار کرنا بلکہ وہاں ایک عام شہری کی طرح رہنا تاکہ وہ جان لیں کہ تیرا مقصد ان کی عظمت و بزرگی کو لوگوں کی نظر میں کم کرنا نہیں۔ ورنہ وہ سب کے سب تیرے مقابلے میں آجائیں گے اور تیرے مذہب پر طعن کریں گے۔ اور عام لوگ بھی تیرے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور تجھے (تیز) نظروں سے دیکھیں گے اور تو ان کے نزدیک خواہ مخواہ ذلیل ہو جائے گا۔ [۴۰]

(۳) بزرگوں کے پاس جاؤ تو اس وقت تک برتری نہ چاہنا جب تک کہ وہ خود تمہیں برتری نہ دیں تاکہ تمہیں ان سے کوئی پریشانی نہ پہنچے۔ [۴۱]

امام اعظم کا کردار: آپ رضی اللہ عنہ اپنے اکابر اور بزرگوں کا کتنا ادب اور احترام کیا کرتے تھے، اس کا اندازہ ”الخیرات الحسان“ میں مذکور استاذ محترم امام حماد رضی اللہ عنہ کے متعلق مندرجہ ذیل روایت سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ مذکور ہے کہ:

”ما صلیت صلوة منذ مات حماد الا أستغفرت له مع والدی و ما مددت رجلی نحو داره و ان بینی و بینہ سبع سبک و انی لأستغفر لمن تعلمت منه“ [۴۲]

استاذ محترم حضرت حماد رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں نے جو بھی نماز ادا کی تو اپنے والدین کے ساتھ اپنے استاذ کے لیے بھی دعائے مغفرت کی اور اور میں نے اپنے استاذ کے گھر کی طرف (کبھی بھی) اپنا پیر نہیں پھیلا یا حالاں کہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں۔

## حسن سلوک:

**قرآن اور حسن سلوک:** حسن سلوک ان اوصاف میں سے ایک ہے جس سے خود کو مزین کر لینے کے بعد انسان لوگوں کی نظر میں محبوب بن جاتا ہے۔ نیز حسن سلوک ان اوصاف سے بھی ہے جس کا خداے تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم بھی فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) وَ أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ [۴۳]

اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کی۔

علاوہ ازیں حسن سلوک کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اسے اپنی عبادت کے بعد مصلحتاً ذکر فرمایا، جس سے اس کی اہمیت و فضیلت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

ارشاد ہے:

(۲) وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّبْيِ وَالْحَلَائِلِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ [۳۴]

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی و غلام کے ساتھ بھلائی کرو۔

حدیث اور حسن سلوک: حسن اخلاق کے پیکر حضور ﷺ حسن سلوک کے آئینہ دار تھے۔ آپ صرف اپنوں سے ہی حسن سلوک سے پیش نہ آتے بلکہ اپنے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا برتاؤ فرماتے۔ جس کی مثال میں فتح مکہ کا واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ جس طرح لوگوں سے حسن سلوک فرماتے اسی طرح اپنی امت کو بھی اس سے آراستہ دیکھنا چاہتے اسی لیے آپ ﷺ نے مختلف پیرایہ بیان میں اس کا حکم فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے:

(۱) ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ، إِزْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُم مَّن فِي السَّمَاءِ“ . [۳۵]

جو (مخلوق خدا پر) مہربانی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے، سو تم لوگ زمین والوں پر مہربانی کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

ایک اور حدیث میں حسن سلوک کا حکم یوں فرمایا:

(۲) ”عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ“ . [۳۶]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے جو بھی ارشاد، ورود مسعود ہوتا وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوتا۔ حسن سلوک کی اہمیت اور فضیلت اجاگر کرنے والے آیات و احادیث اوپر گزرے۔ اب حسن سلوک کا درس دینے والے امام اعظم کے ارشاد پڑھیے اور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیجیے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ارشادات امام اعظم: (۱) یاد رکھو! اگر تم، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے تو وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے اگرچہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ [۳۷]

(۲) جب تم لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمہارے ماں باپ کی طرح ہو جائیں گے اگرچہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی رشتہ ناٹھ نہ ہو۔ [۳۸]

امام اعظم رضی اللہ عنہ حسن سلوک میں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مظہر تھے کہ آپ صرف اپنوں کے ساتھ ہی اچھا برتاؤ نہ کرتے بلکہ اپنے معاندین اور دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا کردار پیش کرتے ہیں۔ ذیل میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں ایک ہی شخص پڑوسی ہونے کی حیثیت سے اپنوں سے بھی تھا اور برا بھلا کہنے

کے سبب دشمنوں سے بھی تھا لیکن امام اعظم نے اس کے ساتھ حسن سلوک کا کیسا عظیم نمونہ پیش کیا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ”اسکاف“ نامی ایک پڑوسی تھا جو ہر رات شراب نوشی میں مست ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا لیکن ایک رات جب آپ نے اپنے اس پڑوسی کی آواز نہیں سنی تو اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے سپاہی نے اسے پکڑ کر قید خانے میں مقید کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ صبح کو خلیفہ کے پاس آئے اور فرمایا:

”لی جار اسکاف“ أخذہ العسس منذ لیال، یا امیر المؤمنین! مرتبخلیتہ، قال: نعم وکل من أخذ الملك اللیلة الی یومنا هذا فأمر لتخلیتهم أجمعین، فرکب ابو حنیفة و الاسکاف یمشی وراءہ، فقال له ابو حنیفة: یا فتی! اضعناک، فقال: لا، بل حفظت و رعیت، جزاک اللہ خیراً عن حرمة الجوار و رعایة الحق و تاب الرجل و لم یعد الی ما کان علیہ“ [۳۹]

میرا ایک ”اسکاف“ نامی پڑوسی ہے جس کو سپاہیوں نے چند راتوں سے پکڑ رکھا ہے۔ اے امیر المؤمنین! آپ اس کی رہائی کا حکم فرمادیں۔ خلیفہ نے کہا: جی ہاں، اور اس رات سے آج تک جو بھی پکڑے گئے سب کی رہائی کا حکم دے دیا۔ پھر امام اعظم سوار ہو گئے جبکہ آپ کا پڑوسی اسکاف آپ کے پیچھے چلنے لگا (یہ دیکھ کر) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے جوان! ہم نے تجھے کھو دیا تھا۔ تو اس پڑوسی نے کہا: نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پڑوسی کی عزت اور حق کی رعایت کرنے پر جزائے خیر سے نوازے پھر وہ شخص تائب ہوا اور گزشتہ حالت (شراب میں بدست ہو کر برا بھلا کہنے) کی طرف نہ لوٹا۔

### مشورہ کرنا:

**قرآن اور مشورہ:** مشورہ دینا اور لینا دونوں سنت رسول اکرم رضی اللہ عنہ بھی ہے اور سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی۔ اس کی اہمیت سمجھنے کے لیے غزوہ بدر کا سخت ترین واقعہ کافی ہے اور پھر اس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے اس کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) وَشَاوْرَهُمْ فِی الْأَمْرِ [۴۰] اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

انتہائی نہیں بلکہ مشورہ کرنے والوں کی تحسین بھی فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:

(۲) ”وَ أَمْرُهُمْ شُورَى بَیْنَهُمْ“ [۴۱] اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔

**حدیث اور مشورہ:** اس تعلق سے ذخائر احادیث میں احادیث اچھی تعداد میں موجود ہیں، جیسا کہ احادیث کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں، جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جس سے مشورہ طلب کیا جائے، امین و رازدار فرمایا:

(۱) ”المستشار امین المستشار امین“ [۴۲]

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔  
 ایک حدیث میں ہے کہ مشورہ کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا گویا جس نے مشورہ سے پہلو تہی کی اور اس سے منہ  
 موڑا بسا اوقات اسے شرمندگی اور ندامت کی قید میں گرفتار ہونا پڑتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:  
 (۲) ”عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ ما خاب من استخار ولا ندم من  
 استشار ولا عال من اقتصد“ [۵۴]

حضرت انس بن مالک رضي الله عنه بیان کرتے ہیں کہ آقائے مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے استخارہ کیا وہ  
 نامراد نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادم نہیں ہوگا اور جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کنگال نہیں ہوگا۔  
 اب مشورہ سے متعلق امام اعظم رضي الله عنه کے ارشادات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:  
**ارشاد امام اعظم:** جب کوئی شخص تم سے مشورہ طلب کرے تو اسے اس بات کا مشورہ دو جس کے متعلق تمہیں  
 علم ہو کہ یہ تمہیں اللہ عزوجل کے قریب کر دے گی۔ اور میری اس نصیحت کو قبول کر لو، ان شاء اللہ عزوجل دنیا  
 و آخرت میں نفع پاؤ گے۔ [۵۴]

**امام اعظم کا کردار:** امام اعظم رضي الله عنه اپنے وقت کے امام بلکہ امام الائمہ تھے۔ اس کے باوجود مشورہ کرنے میں  
 عار محسوس نہ فرماتے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف رضي الله عنه آپ کے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
 ”كنا نكلم أبا حنيفة في باب من ابواب العلم ، فاذا قال : بقول واتفق عليه  
 أصحابه ، أو قال : اتفقنا عليه ، درت على مشائخ الكوفة ، هل أجد في تقوية قوله حديثاً  
 أو أثراً؟ فربما وجدت الحديثين أو الثلاثة فأتيته بها فمنها ما يقبله و منها ما يردہ“ [۵۵]  
 ہم علم کے کسی باب میں امام اعظم ابو حنیفہ رضي الله عنه سے مشورہ کرتے تو جب آپ رضي الله عنه کوئی مشورہ دے دیتے  
 اور آپ کے اصحاب اس پر متفق ہو جاتے تو میں اس امید پر مشائخ کوفہ کے در کا چکر لگاتا کہ امام صاحب کی تائید میں  
 کوئی حدیث یا اثر پاؤں۔ سو مجھے کبھی دو اور کبھی تین حدیثیں مل جاتیں جنہیں لے کر میں امام اعظم کی بارگاہ میں پیش  
 کر دیتا تو آپ رضي الله عنه ان میں سے بھی کسی کو قبول فرماتے اور کسی کو رد فرمادیتے۔

حضرت خارجہ بن مصعب رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رضي الله عنه کو دس ہزار درہم  
 انعام دینے کے لیے بلایا تو آپ رضي الله عنه نے حضرت خارجہ سے مشورہ فرمایا اور آخر کار امام اعظم نے دزہم قبول نہ  
 فرمائے۔ حضرت خارجہ بات مکمل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”فكان أبو حنيفة لا يكاد يشاور في أمره غیری“ [۵۶]

امام اعظم ابو حنیفہ رضي الله عنه اپنے معاملات میں مجھ ہی سے مشورہ فرماتے تھے۔

## مصادر و مراجع

- [۱] سورة الرعد ، آیت : ۲۸
- [۲] سورة الانفال ، آیت : ۴۵
- [۳] صحيح مسلم، حديث: ۸۵۲ ، المكتبة الشاملة
- [۴] صحيح بخاری، حديث: ۶۶۰۷، المكتبة الشاملة
- [۵] امام اعظم کی وصیتیں، ص : ۱۵، المدینہ لائبریری ( سوفٹ ویئر )
- [۶] مصدر سابق ، ص : ۲۳
- [۷] تبيين الصحیفه بمناب ابی حنیفہ، مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ عنہ، ص : ۱۰۵، مطبع: دار الکتب العلمیہ ، بیروت
- [۸] بنی اسرائیل ، آیت : ۳۶
- [۹] سورة الحشر ، آیت : ۱۸
- [۱۰] جامع الترمذی، حديث: ۲۴۵۹، المكتبة الشاملة
- [۱۱] شعب الایمان، حديث: ۴۳۵۲، المكتبة الشاملة
- [۱۲] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۱۶
- [۱۳] اخبار ابی حنیفہ ، مصنف : حسین ابن علی صمیری، ص : ۵۶، المكتبة الشاملة
- [۱۴] سورة آل عمران ، آیت : ۱۵
- [۱۵] سورة الطلاق ، آیت : ۳.۲
- [۱۶] صحيح مسلم ، حديث: ۷۰۷۹
- [۱۷] مجمع الزوائد، حديث: ۴۷۹، المكتبة الشاملة
- [۱۸] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۳۱، ۳۲
- [۱۹] مصدر سابق ، ص : ۳۸
- [۲۰] مصدر سابق ، ص : ۴۱
- [۲۱] اخبار ابی حنیفہ للصمیری، ص : ۴۴
- [۲۲] مصدر سابق ، ص : ۴۴
- [۲۳] مصدر سابق ، ص : ۴۶
- [۲۴] سورة آل عمران ، آیت: ۱۸۵
- [۲۵] سورة التوبه ، آیت : ۳۸
- [۲۶] صحيح مسلم ، حديث: ۷۶۰۶
- [۲۷] سنن ابن ماجه، حديث: ۴۱۱۱، المكتبة الشاملة
- [۲۸] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲۲
- [۲۹] اخبار ابی حنیفہ ، ص : ۴۶
- [۳۰] سورة النحل ، آیت : ۴۳
- [۳۱] سورة فاطر ، آیت : ۲۸
- [۳۲] صحيح مسلم، حديث: ۵۰۶۳
- [۳۳] صحيح مسلم ، حديث : ۷۰۲۸
- [۳۴] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۳۲
- [۳۵] تبيين الصحیفه ، ص : ۱۰۵
- [۳۶] تبيين الصحیفه ، ص : ۱۰۵
- [۳۷] سنن ابو داؤد ، حديث: ۴۹۴۵
- [۳۸] جامع الترمذی ، حديث : ۲۰۲۲
- [۳۹] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۶
- [۴۰] مصدر سابق ، ص : ۱۲
- [۴۱] مصدر سابق ، ص : ۲۳
- [۴۲] الخيرات الحسان، مصنف: ابن حجر هيثمی ، ص : ۶۲، مطبع : مطبعة السعادة
- [۴۳] سورة القصص ، آیت: ۷۷
- [۴۴] سورة النساء ، آیت : ۳۶
- [۴۵] جامع الترمذی ، حديث : ۱۹۲۴
- [۴۶] صحيح بخاری ، حديث : ۱۹۲۲
- [۴۷] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲۵
- [۴۸] مصدر سابق ، ص : ۲۶
- [۴۹] تبيين الصحیفه ، ص : ۱۱۵
- [۵۰] سورة آل عمران ، آیت : ۱۵۹
- [۵۱] سورة الشوری ، آیت: ۳۸
- [۵۲] مصنف عبد الرزاق ، حديث : ۲۰۹۴۵، المكتبة الشاملة
- [۵۳] المعجم الاوسط ، حديث : ۶۶۲۷ ، المكتبة الشاملة
- [۵۴] امام اعظم کی وصیتیں ، ص : ۲۰
- [۵۵] عقود الجمان ، ص : ۲۹۵
- [۵۶] عقود الجمان ، مصنف : ملا عبد القادر افغانی ص : ۲۷۶

## امام اعظم کا نعتیہ قصیدہ مع ترجمہ

اردو نظم: ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ذیل کا قصیدہ حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جس سے آپ کے علم و فضل بارگاہ رسالت سے عقیدت و ابستگی، محبت و نیاز مندی اور آپ کے عقیدہ کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک و مختار، نور مجسم، حاضر و ناظر، حاجت روا، مشکل کشا، باعث ارض و سما، سید انبیاء، شافع روز جزا، اور تمام مخلوقات کے آقا و مولیٰ اور بلجا و ماویٰ ہونے پر واضح طور پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ نورانی و پیارا قصیدہ مبارکہ صحیح العقیدہ اہل محبت احناف کے لیے جام کیف و سرور اور ان معتقدات کو شرک سے تعبیر کرنے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو ہدف تنقید بنانے والے خشک، حنیفوں کے لیے درس عبرت ہے۔ پڑھیے اور ایمان تازہ فرمائیے:

أَرْجُوا رِضَاكَ وَاخْتِمْ بِحَبَاكَ

آپ کی خوشنودی و حفظ و امان درکار ہے

قَلْبًا مَشُوقًا لَا يَرُومُ سِوَاكَ

جو ہے شیدا آپ کا اور غیر سے بے زار ہے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّيْ أَهْوَاكَ

یہ دل عاشق شراب عشق سے سرشار ہے

كَلَّا وَلَا خُلُقَ الْوَرَى لَوْلَاكَ

آپ کے ہونے سے ہی یہ گلشن و گلزار ہے

وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُورِ بَهَاكَ

آپ ہی سے سارا عالم مطلع انوار ہے

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جَعَّتْكَ قَاصِدًا

یا رسول اللہ بندہ حاضر دربار ہے

وَاللَّهُ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِي

ہے میرے پہلو میں یا خیر الخلائق ایسا دل

وَيَحِقُّ جَاهِكَ إِنِّي بِكَ مُعْرَمٌ

آپ کی عظمت میں کھا کر قسم کہتا ہوں سچ

أَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُؤٌ

مگر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ ہوتی کوئی شے

أَنْتَ الَّذِي مِنْ نُورِكَ الْبَدْرُ آكْثَسِي

آپ ہی کے نور سے روشن ہیں یہ شمس و قمر



بِكَ قَدْ سَمِعْتُ وَتَزَيَّنْتُ لِسْرَاكَ  
 فخر کرتا آپ پر ہر ثابت و سیر ہے  
 وَلَقَدْ دَعَاكَ لِقُرْبِهِ وَحَبَاكَ  
 اور بلا کر قرب کی خاطر جو دینا تھا دیا  
 لَبَّاكَ رَبُّكَ لَمْ تَكُنْ لِسَوَاكَ  
 حق نے فرمایا تمہارا ہی یہ حق ہے مصطفیٰ  
 مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَارَوْهُوَ آبَاكَ  
 اپنی لغزش پر وسیلہ جب کہ چاہا آپ کا  
 تَبَوَّأَا وَقَدْ حَمَدْتَ بِنُورِ سَنَاكَ  
 واسطہ دے کر انھوں نے آپ کا جب کی دعا  
 فَأَزِيلُ عَنْهُ الضَّرَّ حِينَ دَعَاكَ  
 دور سختی ہو گئی ان کی وہیں یا مجتبیٰ  
 بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَا دَحَا بَعْلَاكَ  
 آئے عیسیٰ آپ کا مژدہ سنانے بے ریا  
 بِكَ فِي الْقِيَامَةِ يَحْتَمِي بِحِمَاكَ  
 روزِ محشر بھی رکھیں گے آپ پر ہی آسرا  
 وَالرُّسُلُ وَالْأَمَلَاكُ تَحْتِ لِيَاكَ  
 آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا خیر الوریٰ  
 وَفَضَائِلُ جَلَّتْ فَلَيْسَ تُحَاكَ  
 ہو نہیں سکتا فضائل کے بیاں کا حق ادا  
 وَالضَّبُّ قَدْ لَبَّاكَ حِينَ آتَاكَ  
 گوہ حاضرِ خدمت ہوئی لبیک کہتی بر ملا  
 بِكَ تَسْتَجِيرُ وَتَحْتَمِي بِحِمَاكَ

أَنْتَ الَّذِي لَمَّا رُفِعَتْ إِلَى السَّمَاءِ  
 آپ کی معراج سے رتبہ ملا افلاک کو  
 أَنْتَ الَّذِي نَادَاكَ رَبُّكَ مَرْحَبًا  
 مرحبا کہہ کر پکارا آپ کو اللہ نے  
 أَنْتَ الَّذِي فِينَا سَأَلْتَ شَفَاعَةَ  
 جب شفاعت کی ہماری التجا کی آپ نے  
 أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ  
 آپ کے دادا صفی اللہ ہوئے جب کامیاب  
 وَبِكَ الْخَلِيلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ  
 آگ ابراہیم پر فوراً ہوئی سرد و فرد  
 وَدَعَاكَ أَيُّوبُ لِضُرِّ مَسَّهُ  
 وقت سختی جب پکارا آپ کو ایوب نے  
 وَبِكَ الْمَسِيحُ آتَى بِبَشِيرًا مُجَبَّرًا  
 بن کے مداحِ علیٰ اور مخبرِ حسنِ صفا  
 وَكَذَلِكَ مُوسَى لَمَّا يَزَلُ مُتَوَسِّلًا  
 آپ کے متوسل اس دنیا میں بھی موسیٰ رہے  
 وَالْأَنْبِيَاءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِي الْوَرَى  
 سب رسل، کل انبیاء، سارے فرشتے اور خلق  
 لَكَ مُعْجَزَاتٌ أَعْجَزَتْ كُلَّ الْوَرَى  
 لوہا مانا خلق نے ہے معجزوں کا آپ کے  
 نَطَقَ الذَّرَاعُ بِسَمِيهِ لَكَ مُعَلِّنًا  
 بکری کے شانہ نے زہر آلودگی کر دی بیاں  
 وَالذُّبُّ جَاءَكَ وَالغَزَالَةُ قَدْ آتَتْ

بھیریا و ہرنی نے آپ کی چاہی حمایت  
 وَكَذَا الْوَحُوشُ أَتَتْ إِلَيْكَ وَسَلَّمَتْ  
 آکے وحشی جانور کہنے لگے تجھ کو سلام  
 وَدَعَوْتُ أَشْجَارًا أَتَتْكَ مُطِيعَةً  
 جب بلایا اشجار کو ہو کر مطیع حاضر ہوئے  
 وَالْمَاءُ فَاصَّ بِرَاحَتِكَ وَسَبَّحَتْ  
 آپ کی ہتھیلیوں سے پانی جاری ہو گیا  
 وَعَلَيْكَ ظَلَلَتِ الْغَمَامَةُ فِي الْوَرَى  
 مخلوق میں وہ آپ ہیں کہ ابر بھی سایہ کرے  
 وَكَذَاكَ لَا أَثَرَ لِمَشِيكَ فِي الثَّرَى  
 یوں ہی چلنے سے نہ پڑتا خاک پر کوئی نشان  
 وَشَفَيْتَ ذَالْعَاهَاتِ مِنْ أَمْرَاضِهِ  
 سب مریضوں کو بیماری سے شفا دی آپ نے  
 وَرَدَدْتِ عَيْنَ قَتَادَةَ بَعْدَ الْعَمَى  
 آپ نے نابینا قتادہ کو بینائی پھیر دی  
 وَكَذَا حُبَيْبًا وَابْنَ عَفْرَا بَعْدَمَا  
 ابن عفرا و حبیب جب کہ تھے زخمی بہت  
 وَعَلَى مِنْ رَمَدٍ بِهِ دَاوَيْتُهُ  
 آپ کی خوشبوئے لب سے حضرت علی اچھے ہوئے  
 وَسَأَلْتَ رَبَّكَ فِي ابْنِ جَابِرِ الَّذِي  
 حق نے زندہ کر دیا جابر کے مردہ پر کو  
 شَاءَ مَسْنَبَتْ لِأُمِّ مَعْبُدِ الَّتِي  
 دودھ اس کا خشک تھا پر دودھاری ہو گئی

حاضر خدمت ہوئے وہ آپ سے چاہتے پناہ  
 وَشَكَاَ الْبَعِيرُ إِلَيْكَ حِينَ رَاكَ  
 اونٹ نے بھی اپنا شکوہ آپ کو سب کہہ دیا  
 وَسَعَتْ إِلَيْكَ مُحِبَّةً لِنَدَاكَ  
 دوڑے آئے آپ کی خدمت میں وہ سن کر ندا  
 صُمُّ الْحَصَى بِالْفَضْلِ فِي مَيْتَاكَ  
 پہلے داہنے ہاتھ میں پتھر نے بھی کلمہ پڑھا  
 وَالْجَذَعُ حَنَّ إِلَى كَرِيمٍ لِقَاكَ  
 آپ کی قربت کی خاطر حنمانہ بھی رونے لگا  
 وَالصَّخْرُ قَدْ غَاصَتْ بِهِ قَدْ مَاكَ  
 پتھر کے سینے میں اتر جاتا تھا اکثر نقشِ پا  
 وَمَلَأَتْ كُلَّ الْأَرْضِ مِنْ جَدْوَاكَ  
 اپنے جو دو لطف سے روئے زمیں کو بھر دیا  
 وَابْنَ الْحَصِينِ شَفَيْتُهُ بِشِفَاكَ  
 ابن حصین کو اپنے فضل و کرم سے بخش شفا  
 جُرْحًا شَفَيْتَهُمَا بَلْمَسِ يَدَاكَ  
 دونوں ہاتھوں سے کیا مس اور اچھا کر دیا  
 فِي خَيْرِ فَشَفَيْ بَطِيبِ لِمَاكَ  
 یومِ خیر عارضہ چشم میں تھے مبتلا  
 قَدَمَاتِ ابْنَاءِ وَقَدْ أَرْضَاكَ  
 آپ کی سن کر دعا آپ کو راضی کیا  
 نَشَفَتْ قَدَرَاتٍ مِنْ شِفَا رُقْيَاكَ  
 امِ مَعْبُدِ كِ بَكْرِي كُ جِبِ آفِ نِ مَس كُ رِ دِ يَا

وَدَعَوْتَ عَامَ الْقَحْطِ رَبَّكَ مُعَلَّنًا  
 قَطِ سَالِي فِي دَعَاكَ كَيْفَ لَمْ يَدْعُكَ  
 وَدَعَوْتَ كُلَّ الْخَلْقِ فَانْقَادُوا إِلَى  
 أَبِي سَلَامٍ كَيْفَ دَعَوْتَ فِي جَمَلِ خَلْقِكَ  
 وَخَفَضْتَ دِينَ الْكُفْرِ يَا عَلَمَ الْهُدَى  
 كَرَّمْتَ دِينَ أَبِي سَلَامٍ فِي كَفَرٍ  
 هَدَى إِلَى الْهُدَى وَأَنْقَضْتَ  
 دِينَ الْكُفْرِ يَا عَلَمَ الْهُدَى  
 أَغْدَاكَ عَادُوا فِي الْقَلْبِ بِجَهْلِهِمْ  
 اندھے کفروں میں گرے دشمن جہالت سے تمام  
 فِي يَوْمِ بَدْرٍ قَدْ أَتَيْتَكَ مَلَائِكُكَ  
 بدر کے دن آئے اللہ کے فرشتے فوج فوج  
 وَالْفَتْحِ جَاءَكَ يَوْمَ فَتْحِكَ مَكَّةَ  
 یوم فتح مکہ بھی حضرت ہوئے فیروز مند  
 هُوْدٌ وَيُونُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا  
 ہود و یونس حسن حضرت سے ہوئے صاحب جمال  
 قَدْ فُقِّتَ يَا طَهَ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ  
 آپ سارے انبیاء پر فاتح اے طاہر ہوئے  
 وَاللَّهِ يَا يُسَيْنُ مِثْلَكَ لَمْ يَكُنْ  
 آپ کا یسین مخلوقات میں ثانی نہیں  
 عَنْ وَصْفِكَ الشُّعْرَاءُ يَا مُدْتَرُ  
 ہمارے مدثر کے ہیں اتنے صفات عالیہ  
 أَنْجِيلُ عِيسَى قَدْ آتَى بِكَ مُخْبِرًا  
 آئی تھی انجیل، عیسیٰ آپ کی دینے خبر  
 مَاذَا يَقُولُ الْمَادِحُونَ وَمَا عَسَى

فَأَنْهَلَ قَطْرُ الشُّحْبِ حِينَ دَعَاكَ  
 مینہ برسنے لگ گیا فی الفور ہی وقت دعا  
 دَعَاكَ طَوْعًا سَامِعِينَ نِدَاكَ  
 آئے طوعاً آپ کی جانب سبھی سن کر ندا  
 وَرَفَعْتَ دِينَكَ فَاسْتَقَامَ هُدَاكَ  
 سر بلندی دین کو دی جم گیا نقش ہدی  
 صَرَعَى وَقَدْ حُرِّمُوا الرِّضَى بِحَقِّكَ  
 ہو گئے محروم رحمت آپ پر کر کے جفا  
 مِنْ عِنْدِ رَبِّكَ قَاتَلْتَ أَغْدَاكَ  
 آپ کے اعدا سے لڑ کر کر دیا ان کو فنا  
 وَالنَّصْرُ فِي الْأَحْزَابِ قَدْ وَافَاكَ  
 اور ہوئی احزاب میں بھی نصرت حق رہ نما  
 وَجَمَالَ يُوسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ  
 نور سے تھی آپ ہی کے حسن یوسف کی ضیا  
 طَرًّا فَسُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَاكَ  
 آپ کو شب میں خدا عرش برس پر لے گیا  
 فِي الْعَالَمِينَ وَحَقِّ مَنْ أَنْبَاكَ  
 اس کا شاہد ہے وہ رب جس نے نبوت کی عطا  
 عَجَزُوا وَكَلُّوا مِنْ صِفَاتِ عِلْمِكَ  
 جن کی ہے تعریف سے قاصر ہر اک شاعر رہا  
 وَلَنَا الْكِتَابُ آتَى بِكَ حُلَاكَ  
 اور ہے قرآن میں مدح حضرت کی سوا  
 أَنْ يَجْمَعَ الْكُتَّابُ مِنْ مَعْنَاكَ

مدح میں کیا آپ کی کوئی کہے گا مدح گو  
وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُهُمْ  
روشنائی ان کی ہو جائیں اگر دریا تمام  
لَمْ يَقْدِرِ الثَّقَلَانِ تَجْمَعُ نَزْرَهُ  
جب بھی جن وانس مل کر جو لکھیں گے، ہو گا ہیج  
بِكَ لِي قَلْبِي مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِي  
دل میرا ہے آپ ہی کا شیفہ یا سیدی  
فَإِذَا سَكَتَ فَعِنِكَ صَمْتِي كُلُّهُ  
چپ جو ہوتا ہوں تو ہوتا ہوں تصور میں ترے  
وَإِذَا سَمِعْتُ فَعِنكَ قَوْلًا طَيِّبًا  
سنتا ہوں جب تو ہوں سنتا آپ کے اقوال کو  
يَا مَالِكِي كُنْ شَافِعِي فِي فَاقَتِي  
میرے مالک فخر میں ہیں، آپ ہی شافع میرے  
يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرَى  
اکرم الثقلین اور کنز الوری بھی آپ ہیں  
أَنَا ظَامِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ  
میں حریص بخشش حضرت کیوں نہ ہوں جب نہیں  
فَعَسَاكَ تَشْفَعُ فِيهِ عِنْدَ حِسَابِهِ  
ہے امید اس کو کہ ہوں گے آپ شافع روزِ حشر  
فَلَإِنِّي أَكْرَمُ شَافِعٍ وَمُشْفَعٍ  
سب سے بڑھ کر آپ مقبول شفاعت ہیں شفیع  
فَاجْعَلْ قِرَاكَ شَفَاعَةً لِي فِي عَدِي  
میری مہمانی شفاعت آپ کی ہو کل کے دن

لکھنے والے کیا لکھیں آپ کے وصف و ثنا  
وَالشُّعْبُ أَقْلَامُ جُعِلَيْنِ لِيذَاكَ  
اور اشجارِ جہاں سے لیں قلم سسکھوں بنا  
أَبَدًا وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ إِذْرَاكَ  
کیا لکھیں یارا نہیں جب شان کے ادراک کا  
وَحُشَاشَةُ مُحْشَوَةٌ بِهَوَاكَ  
جان جو باقی ہے اس میں آپ ہی کی ہے ہوا  
وَإِذَا نَطَقْتُ فَمَا إِدْحَا غُلْيَاكَ  
بولتا جب ہوں تو مدحت میں تری ہوں بولتا  
وَإِذَا نَظَرْتُ فَمَا أَرَى إِلَّاكَ  
دیکھتا جب ہوں تو میں ہوں آپ ہی کو دیکھتا  
إِنِّي فَقِيرٌ فِي الْوَرَى لِيغْنَاكَ  
سب سے بڑھ کر آپ کا ہوں میں ہی محتاجِ غنا  
جُدْنِي بِجُودِكَ وَأَرْضِنِي بِرِضَاكَ  
کیجیے راضی رضا سے، جود سے بھی کچھ عطا  
لِأَبِي حَنِيفَةَ فِي الْآنَامِ سِوَاكَ  
بو حنیفہ کا کوئی یاور محمد کے سوا  
فَلَقَدْ عَدَا مُتَمَسِكًا بِعُرَاكَ  
اس لیے کہ اس نے اک دامن ہے پکڑا آپ کا  
وَمِنَ التَّجْلِ بِحِمَاكَ قَالَ رِضَاكَ  
جس نے تھاما آپ کا دامن ملی اس کو رضا  
فَعَسَى أُرَى فِي الْحَشْرِ تَحْتَ لِيوَاكَ  
ہوں میں حضرت روزِ محشر آپ کے تحت لیا

صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ يَا عَلَّمَهُ الْهُدَى مَا حَنَّ مُشْتَقًا إِلَى مَثْوَاكَ  
 اے ہدایت کے نشاں اللہ کی رحمت آپ پر ہو جہاں تک کوئی مشتاق آپ کے دیدار کا  
 وَعَلَى صَحَابَتِكَ الْكَرَامِ جَمِيعِهِمْ  
 آپ کے صحب کرام اور تابعین پر بھی درود  
 وَالتَّابِعِينَ وَصَلَّى مَنْ وَالَاكَ  
 اور اس پر بھی جو رکھے دوست حضرت کو سوا

### ترجمہ:

- ۱:- اے آقاؤں کے آقا! میں بالقصد آپ کے پاس آیا ہوں، آپ کی خوشنودی کا امیدوار اور آپ کے حرم کی پناہ کا طلب گار ہوں۔
- ۲:- اے ساری مخلوق سے بہتر ہستی بخدا میرا دل آپ کا ایسا مشتاق ہے کہ آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ نہیں رکھتا۔
- ۳:- آپ کی قدر و منزلت کی قسم! میں آپ پر شیدا ہوں، اور اللہ جانتا ہے کہ میں آپ کو دل سے چاہتا ہوں۔
- ۴:- آپ کی ہستی وہ (مقدس) ہستی ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ کبھی کوئی انسان پیدا ہوتا، اور نہ کوئی مخلوق وجود میں آتی۔
- ۵:- آپ ہی ہیں جس کے نور سے چودھویں کے چاند نے (حسن و جمال اور روشنی کا) لباس پہنا، اور آپ ہی کے نور جمال سے یہ آفتاب روشن ہے۔
- ۶:- آپ ہی وہ ہیں کہ جب آپ کو (شب معرۃ ۳۳۵) آسمان پر بلایا گیا تو آسمان کو آپ سے رفعت و بلندی نصیب ہوئی، اور آپ کے اس سفر کی وجہ سے وہ آراستہ و پیراستہ ہوا۔
- ۷:- آپ ہی وہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے "مرحبا" کہہ کر پکارا، اور آپ کو اپنے قرب خاص میں بلایا اور (جو کچھ عطا کرنا تھا) عطا کیا۔
- ۸:- آپ ہی وہ ہیں جس نے بارگاہ الہی میں ہماری شفاعت کی درخواست کی، تو آپ کے رب نے اسے قبول فرمایا اور شفاعت کبریٰ کا حق آپ کے سوا کسی اور کے لیے نہیں ہے۔
- ۹:- آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم (عَلَيْهِ السَّلَام) نے اپنی لغزش کے بارے میں آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب و بامراد ہوئے، حالانکہ وہ آپ کے جد امجد ہیں۔
- ۱۰:- حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے آپ کے وسیلہ سے دعا کی تو آپ کے نور کی تابش سے آگ بجھ کر ٹھنڈی ہو گئی۔



سے دعا کی تو رب کائنات نے (انہیں زندہ فرما کر) آپ کو راضی کر دیا۔

۲۸:- امم معبد کی وہ بکری جس کا دودھ خشک ہو چکا تھا، آپ نے اپنے ہاتھوں سے اسے چھو دیا تو آپ کی دعا کی برکت سے وہ دودھ جاری ہو گئی۔

۲۹:- اور قحط سالی کے وقت آپ نے بلند آواز سے اپنے رب سے دعا کی تو آپ کی دعا کے وقت ہی زوردار بارش ہونے لگی۔

۳۰:- آپ نے ساری مخلوق کو (اسلام کی) دعوت دی تو لوگوں نے آپ کی پکار سن کر بخوشی آپ کی دعوت کی پیروی کی۔

۳۱:- اے ہدایت کے مینار! آپ نے دین کفر کو پست اور اپنے دین کو سر بلند کیا تو آپ کی ہدایت مستحکم اور ثابت قدم ہو گئی۔

۳۲:- آپ کے دشمن اپنی جہالت کے باعث قتل ہو کر کنویں میں جا پڑے، اور آپ سے بے رخی کر کے اللہ کی خوشنودی سے محروم ہو گئے۔

۳۳:- جنگ بدر کے دن رب کائنات کی جانب سے آپ کے پاس فرشتے آئے جنہوں نے آپ کے دشمنوں سے جنگ کی۔

۳۴:- فتح مکہ کے دن آپ کو فتح ملی، اور جنگ احزاب (جنگ خندق) میں (بھی) فتح و نصرت آپ کے ہم رکاب رہی۔

۳۵:- حضرت ہود اور حضرت یونس (علیہما السلام) آپ کے جمال سے صاحبان جمال ہوئے، اور حسن یوسف (بھی) آپ کے نور کا پرتو ہے۔

۳۶:- اے ظہر! آپ سارے انبیاء کرام پر فائق ہوئے، تو پاکی ہے اس خدا کے لیے جو (معراج کی) رات میں آپ کو (عرش بریں پر) لے گیا۔

۳۷:- اللہ کی قسم! اور اس کی قسم جس نے آپ کو نبی بنایا! اے یسین! سارے جہانوں میں کوئی آپ کے جیسا نہیں ہوا۔

۳۸:- اے بالا پوش اور بھنے والے! شعر آپ کی مدح و ثنا سے قاصر اور آپ کے بلند اوصاف کے بیان سے عاجز ہیں۔

۳۹:- عیسیٰ (علیہ السلام) کی انجیل آپ (کی آمد) کی خبر، اور ہماری کتاب (قرآن کریم) نے بھی آپ کے

اوصاف بیان کیے۔

۴۰:- مدح سراہی کرنے والے (آپ کی مدح میں) کیا کہیں، اور لکھنے والے آپ کے اوصاف و کمالات کیا جمع کریں۔

۴۱:- بخدا! اگر سارے سمندر ان کی روشنائی ہو جائیں اور درخت کی شاخیں مدح و ثنا کے لیے قلم بنادی جائیں۔

۴۲:- تب بھی جن و انس مل کر کبھی آپ کی تھوڑی سی (کما حقہ) مدح و ثنا نہیں لکھ سکیں گے، اور نہ (آپ کی حقیقت کا) ادراک کر سکیں گے۔

۴۳:- اے میرے آقا! میرا یہ (ٹوٹا ہوا) دل آپ ہی کا شیفتہ ہے، اور میری روح آپ کے عشق سے سرشار ہے۔

۴۴:- جب میں خاموش ہوتا ہوں تو میری ساری خاموشی آپ ہی (کے تصور) میں ہوتی ہے، اور میں جب بولتا ہوں تو آپ کی عظمت و رفعت کے گن گاتا ہوں۔

۴۵:- اور جب سنتا ہوں تو آپ ہی کے کلماتِ طیّبہ سنتا ہوں، اور جب دیکھتا ہوں تو آپ ہی کو دیکھتا ہوں۔

۴۶:- اے میرے مالک! میری محتاجی میں میرے شفیع بن جائیے، کیوں کہ میں مخلوق میں آپ کی غنا کا محتاج ہوں۔

۴۷:- اے جن و انس میں سب سے باعزت ہستی! اور اے مخلوق کے خزانے! اپنے جو دو کرم اپنی سخاوت سے مجھے عطا کیجیے، اور اپنی رضامندی سے مجھے شاد کام کیجیے۔

۴۸:- میں آپ کے جو دو کرم کا امیدوار ہوں، آپ کے سوا پوری خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔

۴۹:- تو امید ہے کہ آپ قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے، اس لیے اس نے آپ کا دامن کرم مضبوطی کے ساتھ پکڑ رکھا ہے۔

۵۰:- کیوں کہ آپ سب سے باعزت ایسے شفاعت فرمانے والے ہیں جس کی شفاعت قبول ہوگی، اور جس نے آپ کی بارگاہ کی پناہ لی اس نے آپ کی خوشنودی پالی۔

۵۱:- تو قیامت کے دن کی شفاعت کو آپ اپنی جانب سے (میری) مہمانی بنا دیجیے، امید ہے کہ میں حشر میں آپ کے جھنڈے تلے دیکھا جاؤں گا۔

۵۲:- اے ہدایت کے (روشن) مینار! اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے جب تک کوئی مشتاق دیدار آپ کی آرام گاہ (تربت النور) کا مشتاق رہے۔

۵۳:- اور آپ کے تمام صحابہ کرام، تابعین (عظام) پر اور ہر اس شخص پر جو آپ سے محبت رکھتا ہو۔



## امام اعظم ابو حنیفہ کے وصایا اور نصیحتیں

محمد رحمت علی یعنی مصباحی، جامعہ عبداللہ بن مسعود، کولکاتا

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے برگزیدہ تلامذہ خصوصاً حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور حضرت یوسف بن خالد بن سمی کو بہت ہی شاندار نصیحتیں فرمائیں، جو بلاشبہ ہر مسلمان کے لیے بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ میں سید شاہ تراب الحق قادری کی تصنیف ”امام اعظم“ سے پوری عبارت من و عن افادہ عوام المسلمین کے لیے نقل کیے دیتا ہوں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو چند نصیحتیں فرمائیں۔ جو ظاہری اصلاح اور باطنی تربیت میں بنیادی اور اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا ”تم سب میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرا حزن و ملال دور کرنے والے ہو۔ میں نے تمہارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اس کی زین کس دی اور اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم تمہارے فیصلے سنا کریں گے اور تمہارے نقش قدم پر چلیں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچانا۔ جب تم سے کوئی قاضی بن جائے تو لوگوں کے مسائل حل کرے ان کا حاکم نہ بنے۔ لوگوں کو انصاف مہیا کرنا اور اگر کوئی خرابی محسوس ہو تو فوراً منصب قضا سے علیحدہ ہو جانا، تنخواہ اور دولت کے لالچ میں اس سے چمٹے نہ رہنا۔ ہاں اگر ظاہر و باطن ایک ہوں تو پھر منصب قضا پر قائم رہ کر خلق خدا کی امداد کرنا۔

ایسے لوگ جو امور دنیا سے علاحدہ ہو کر محض اللہ کی رضا کے لیے یہ عہدہ قبول کرتے ہیں ان کے لیے تنخواہ حلال ہے۔ اگر تم قاضی بن جاؤ تو لوگوں کے سامنے پردے نہ لگا دینا کہ وہ تم سے مل نہ سکیں۔ ان کے لیے اپنی عدالتوں کے دروازے کھلے رکھنا، پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں ادا کرنا اور نماز کے بعد اعلان کرنا، جسے انصاف کی ضرورت ہو اس کے لیے عدالت کے دروازے کھلے ہیں۔ عشاء کے بعد تین بار اعلان کرنا۔ اگر بیمار ہو جاؤ اور عدالت میں نہ جاسکوں تو اتنے دنوں کی تنخواہ نہ لینا۔ یاد رکھو انصاف نہ کرنے والے قاضی کی امامت باطل ہو جاتی ہے

ایسے قاضی کا فیصلہ درست نہیں۔ اگر کوئی گناہ یا جرم کرے تو قاضی کا فرض ہے کہ اس کو روکے یا سزا دے۔  
(مناقب للموفق: ۷۷؛ ملخصاً)

امام اعظم رضی اللہ عنہما نے اپنے خاص شاگردوں امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما اور امام یوسف بن خالد سمعی رضی اللہ عنہما کے نام جو وصایا تحریر فرمائے وہ بلاشبہ نہ صرف امام اعظم رضی اللہ عنہما کے ایک مشفق باپ، مہربان استاذ، عظیم دانشور اور ماہر نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں بلکہ آپ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا عطر اور دینی و دنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ مزید یہ کہ یہ نصیحتیں خواص و عوام دونوں کے لیے یکساں نصیحت آموز ہیں یہ دونوں وصایا پیش خدمت ہیں۔

### (۱) - امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نام:

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نام امام اعظم رضی اللہ عنہما کی وصیت جب کہ امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کی ذات سے رشد و ہدایت اور حسن سیرت و کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ لوگوں سے معاملات کی جانب متوجہ ہوئے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہما نے انہیں یہ وصیت فرمائی کہ اے یعقوب!

**حاکم کے ساتھ محتاط طرز عمل:** سلطان وقت کی عزت کرو اس کے مقام کا خیال رکھو۔ اس کے سامنے دروغ گوئی سے خاص طور سے پرہیز کرو۔ اور ہر وقت اس کے سامنے حاضر نہ رہو جب تک کہ تمہیں کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔ کیوں کہ جب تم اس سے کثرت سے ملو گے تو وہ تمہیں حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظروں سے گرجائے گا۔ پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور دور بھی رہتے ہو، اس کے قریب تک نہیں جاتے کیونکہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفادات کے علاوہ کچھ اور دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ تم حاکم کے قریب کثرت کلام سے بچو کہ وہ تمہاری گرفت کرے گا تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمہارا محاسبہ کرے گا تاکہ تم اس کے حواریوں کی نظر وں میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرز عمل اختیار کرو۔

جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسروں کے مقابلے میں تمہارے رتبے کا خیال رکھے۔ اور سلطان کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ جب وہاں دیگر ایسے اہل علم موجود ہوں جن کو تم نہ جانتے ہو۔ اس لیے کہ اگر تمہارا علمی رتبہ ان سے کم ہو گا تو ممکن ہے کہ تم ان پر برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جذبہ تمہارے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اگر تم ان سے زیادہ صاحب علم ہو تو شاید تم ان کو کسی بات پر جھڑک دو اور اس وجہ سے تم حاکم وقت کی نظروں سے گرجاؤ۔

جب سلطان وقت تمہیں کوئی منصب عطا کرے تو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضا کے بارے میں مطمئن ہے تاکہ فیصلوں میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی

حاجت نہ ہو۔ اور سلطان اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھنا، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھنا اور اس کے حاشیہ برادروں سے الگ رہنا تاکہ تمہارا وقار و عزت برقرار رہے۔

**عوام کے ساتھ محتاط طرز عمل:** عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلا ضرورت بات چیت نہ کیا کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو تاکہ ان کو تمہاری محبت و رغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے ورنہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کر لیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مذاق کرنے سے باز رہو اور بازار میں بکثرت نہ جایا کرو۔ بے ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو کہ وہ فتنہ ہیں البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو۔ عام لوگوں اور بوڑھے لوگوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دو گے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ظاہر ہوگی اور اگر تم ان سے آگے چلو گے تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم سے نہیں ہے۔“ کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازاروں اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو۔ پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ مخمل، زیور اور انواع و اقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعوت جھلکتی ہے۔

**ازدواجی آداب:** اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے سوا بستر پر اپنی بیوی سے زیادہ بات نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس و مس اختیار نہ کرو اور جب بھی اس کے پاس جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ جاؤ اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں کے بارے بات نہ کیا کرو وہ تم سے بے تکلف ہو جائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا ذکر کرو گے تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے متعلق بات کریں گی۔ اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو اور باپ، ماں یا سابقہ خاوند سے لڑکی موجود ہو۔ لیکن صرف اس شرط پر کہ تمہارے گھر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آئے گا اس لیے کہ جب عورت مال دار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس عورت کے پاس جو بھی مال ہے وہ سب اس کا ہے اور اس عورت کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہے۔ اور دوسری شرط یہ رکھے کہ جہاں تک ممکن ہو گا وہ اپنے والد کے گھر نہیں جائے گی۔ اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہو جانا کہ تم شب زفاف سسرال میں گزارو گے ورنہ وہ لوگ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلہ میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔ اور صاحب اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنی اولاد کے لیے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی اس لیے اس کو اپنی اولاد تمہاری اولاد سے زیادہ پیاری ہوگی۔ تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ رکھنا، اور جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو دو سزا نکاح نہ کرنا۔

امور زندگی کی ترتیب: (امور زندگی کی بہترین ترتیب یہ ہے کہ) پہلے علم حاصل کرو پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو اور پھر ازدواجی رشتہ اختیار کرو۔ علم حاصل کرنے کے زمانہ میں اگر تم مال کمانے کی جدوجہد کرو گے تو تم حصول علم سے قاصر رہو گے۔ اور یہ مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا اور تحصیل علم سے قبل ہی تمہیں دنیا کی لذتوں اور عورتوں کے ساتھ مشغول کر دے گا، اس طرح تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا جب تمہارے اہل و عیال کی کثرت ہو جائے گی تو تمہیں ان کی ضروریات پوری کرنے کی فکر ہو جائے گی اور تم علم سیکھنا چھوڑ دو گے۔ اس لیے علم حاصل کرو آغاز شباب میں جب کہ تمہارے دل و دماغ دنیا کے بکھیروں سے فارغ ہوں پھر مال کمانے کا مشغلہ اختیار کرو تاکہ شادی سے قبل تمہارے پاس بقدر ضرورت مال ہو کہ اس کے بغیر اہل و عیال کی ضروریات دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہیں لہذا کچھ مال جمع کرنے کے بعد ہی ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیے۔

سیرت و کردار کی تعمیر: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اداے امانت اور ہر خاص و عام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو اور لوگوں کو عزت دو تاکہ وہ تمہاری عزت کریں ان کی ملنساری سے پہلے ان سے زیادہ میل اور جول نہ رکھو اور ان سے میل جول میں مسائل کا تذکرہ بھی کرو کہ اگر مخاطب اس کا اہل ہو گا تو جواب دے گا۔ اور عام لوگوں سے دینی امور کے ضمن میں علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) پر گفتگو سے پرہیز کرو کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے اور علم کلام میں مشغول ہو جائیں گے۔

جو شخص تمہارے پاس استفتا کے لیے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔ علم سکھانے سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا اگرچہ تم دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو، نہ کوئی اکتسابی طاقت، کیوں کہ اگر تم علم سے اعراض کرو گے تو تم تمہاری معیشت (گزر بسر) تنگ ہو جائے گی۔ تم اپنے ہر فرقہ سیکھنے والے طالب علم پر ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنا لیا ہے تاکہ تم ان میں علم کی رغبت کا باعث بنو۔ اگر کوئی عام شخص اور بازاری آدمی تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی۔ اور اظہار حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ و حشمت کا خیال نہ کرو اگرچہ وہ سلطان وقت ہو۔ جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لیے پسند نہ کرو بلکہ عبادت میں سبقت اختیار کرو۔ کیوں کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں اور پھر وہ دیکھیں کہ تمہاری توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو تمہارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچایا سوائے اسی نفع کے جو ان کی جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ مبتلا ہیں۔

معاشرتی آداب: جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لیے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو۔ بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی ایک عام سے شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ان کی جاہ و منزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے ورنہ اگر انہوں نے تم سے اپنی عزت کو خطرے میں محسوس کیا تو

وہ سب تمہارے خلاف کام کریں گے اور تمہارے مسلک پر کچھڑا چھالیں گے اور (ان کی شہ پر) عوام بھی تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تمہیں بری نظر سے دیکھیں گے جس کی وجہ سے تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے۔

اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث و تکرار سے باز رہو اور جو بات ان سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو۔ اور ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو، ورنہ تمہارے اندر بھی کیرے نکالیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا خالص بنا لو جیسا کہ تمہارے ظاہری احوال ہیں۔ اور علم کا معاملہ اصلاح پزیر نہیں ہوتا تا وقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنا لو۔

**آداب زندگی:** جب سلطان وقت تمہیں کوئی ایسا منصب دینا چاہے جو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو جب تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔ اور مجلس فکر و نظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو کیوں کہ یہ خوفزدگی کلام میں اثر انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی۔

زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ چلنے کے دوران سکون و اطمینان سے چلو اور امور زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے اس کی آواز کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے۔ اور گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو۔ سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادت میں شامل کرو تاکہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔

لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کر لیں۔ اور اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کر لو جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور صبر و استقامت کی دولت جو رب کریم نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کا شکر ادا کرو اور اپنے لیے ہر ماہ کے چند ایام کے لیے مقرر کر لو تاکہ دوسرے لوگ اس میں بھی تمہاری پیروی کریں۔

اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو اور دوسروں کے رویہ پر بھی نظر رکھو تاکہ تم اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا اور آخرت میں نفع اٹھاؤ۔ تمہیں چاہیے کہ بذات خود خرید و فروخت مت کرو بلکہ اس کے لیے ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو بہ حسن و خوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنے دنیاوی معاملات اور خود کو درپیش صورت حال کے بارے میں بے فکر مت رہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔

سلطان وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ تمہیں اس کا قرب حاصل ہو ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کر دیا تو وہ تمہیں تمہارے مقام سے گرا دے گا اور اگر تم نے ان کی حاجتوں کی تکمیل کے لیے کوشش نہ کی تو حاجت مند

تمہیں الزام دیں گے۔

**آداب و عظ و نصیحت:** غلط باتوں میں لوگوں کی پیروی نہ کرو بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی شخص میں برائی دکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو۔ اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ البتہ اگر تمہیں اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کر دو تاکہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق و فاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحب جاہ و منزلت ہو۔

اس طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو، اور اس کے عزت و مرتبہ کی پرواہ نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین اور مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کر دو گے تو وہ لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار و اعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

جب تم سلطان وقت سے خلاف دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے آگاہ کر دو۔ یہ اظہار وفاداری اس وجہ سے ہے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ تم اس طرح اظہار خیال کرو کہ جہاں تک آپ کے اقتدار اور غلبہ کا تعلق ہے میں آپ کا فرماں بردار ہوں بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلے میں جو دین کے مطابق نہیں ہے آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایک بار سلطان و حاکم کے ساتھ اس جرات سے کام لیا تو وہ تمہارے لیے کافی ہوگی، اس لیے کہ تم اگر اس سے بار بار کہو گے تو وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔

اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمہاری دینی جدوجہد کا اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلاف دین حرکت کرے تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو اور دین کی رو سے نصیحت کا فریضہ ادا کرو۔ اگر حاکم وقت مبتدع ہے تو اس سے دو بندو بحث کرو اگرچہ وہ سلطان ہے اور اس سلسلے میں کتاب و سنت رسول ﷺ میں جو تمہیں یاد ہو اسے یاد دلاؤ۔ اگر وہ ان باتوں کو قبول کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمہاری حفاظت فرمائے۔

تم موت کو یاد رکھو اور اپنے ان اساتذہ کے لیے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے، استغفار کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو۔ قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کیا کرو اور عام مسلمانوں کے ان خوابوں کو جو نبی کریم ﷺ اور صالحین سے متعلق تمہیں سنائے جائیں، خواہ مسجد ہو یا قبرستان یعنی ہر جگہ توجہ سے سنو اور نفس پرستوں میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو۔ سوائے اس کے کہ کسی کو دین کی طرف بلانا ہو۔ کھیل کود اور گالی گلوچ سے اجتناب کرو اور جب مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

سلطان وقت کے قرب و جوار رہائش اختیار نہ کرو۔ اگر اپنے ہمسائے میں کوئی بری بات دیکھو تو پوشیدہ رکھو کہ

یہ بھی امانت داری ہے اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق صحیح مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیت کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ وصیت تمہیں انشاء اللہ، دنیا اور آخرت میں نفع دے گی۔

**اخلاق حسنہ:** بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لالچی اور دروغ گو نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی) کو آپس میں خلط ملط نہ کیا کرو بلکہ تمام امور میں اپنی غیرت و حمیت کی حفاظت کرو۔ اور ہر حال میں سفید لباس زیب تن کرو۔ اپنی طرف سے حرص سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے دل کا غمی ہونا ظاہر کرو۔ اور اپنے آپ کو مال دار ظاہر کرو اور تنگ دستی ظاہر نہ ہونے دو اگرچہ فی الواقع تم تنگ دست ہو۔

باہمت بنو اور جس شخص کی ہمت کم ہوگی اس کا درجہ بھی کم ہوگا اور راہ چلتے داییں بائیں توجہ نہ کرو بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو اور جب تم حمام میں داخل ہو تو حمام اور نشستگاہ کی اجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو تاکہ ان پر تمہاری اعلیٰ ہمتی ظاہر ہو اور وہ تمہیں باعظمت انسان خیال کریں۔ اور اپنا سامان تجارت کاریگروں کے پاس جا کر خود ان کے حوالے نہ کیا کرو بلکہ اس کے لیے ایک بااعتماد ملازم رکھو جو یہ امور انجام دیا کرے اور وہ ہم و دینار کی خرید و فروخت میں ذہانت سے کام لو یعنی لین دین میں چوکس رہو اور اپنے حق کے لیے کوشش کرو۔

نیز درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو بلکہ اس معاملہ میں بھی کسی بااعتماد شخص سے کام لو۔ اور متاع دنیا جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے، اسے حقیر جانو کہ اللہ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔ غرض کہ اپنے دنیاوی معاملات کسی دوسرے شخص کے سپرد کرو تاکہ تمہاری توجہ علم دین پر پوری طرح مرکوز رہے۔ یہ طرز عمل تمہاری ضروریات کی تکمیل کا زیادہ محافظ ہے۔

پانگلوں سے اور ان اہل علم سے جو حجت اور مناظرے کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں کلام نہ کرو۔ اور وہ لوگ جو جاہ پرست ہیں اور لوگوں کے معاملات میں عجیب و غریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ تمہیں کسی طرح نیچا دکھانے کے خواہش مند ہوں گے اور اپنی انا کے مقابلے میں وہ تمہاری کوئی پرواہ نہیں کریں گے اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم حق پر ہو۔

اور جب بھی کسی بڑے رتبہ والے کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا جب تک کہ وہ خود تمہیں بلند جگہ نہ عطا کر دیں تاکہ ان کی طرف سے تم کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ کسی قوم میں نماز کی امامت کے لیے پیش قدمی نہ کرو جب تک کہ وہ خود تمہیں ازراہ تعظیم مقدم نہ کریں۔ اور حمام میں دو پہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو اور سیر گاہوں میں بھی نہ جایا کرو (کہ وہ عوام کی جگہیں ہیں)

**آداب مجلس:** سلاطین کے مظالم کے وقت وہاں حاضر نہ رہا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں یقین ہو کہ اگر تم ان کو ٹوکو گے تو وہ انصاف کریں گے۔ بصورت دیگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انہیں ٹوکنے کی تمہیں قدرت و ہمت نہ ہوگی تو لوگ تمہاری خاموشی کی بنا پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا وہ ناجائز کام برحق ہے۔

علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصہ گو کو جھوٹ بولے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور وہاں ان باتوں کو بیان کر جو مخاطب کے لیے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں تاکہ تمہاری حاضری سے لوگوں کو یہ دھوکا نہ ہو کہ تمہارا ہم نشین کوئی عالم ہے جب کہ وہ درحقیقت عالم نہ ہو۔ اور اگر وہ شخص فتویٰ سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے کہیں نہ بیٹھو کہ کوئی دوسرا شخص موجودگی میں درس دیا کرے بلکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھا دو تاکہ وہ تمہیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کے بارے میں بتادے۔

ذکر کی مجالس میں یا اس شخص کی مجلس و عظ میں حاضری نہ دو جو تمہاری جاہ و منزلت یا تمہاری جانب سے اپنے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرنے بلکہ ان کی جانب اپنے شاگردوں میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہل محلہ اور اپنے عوام کو جن پر تمہیں اعتماد ہے متوجہ کرو (کہ وہ وہاں جایا کریں) اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کرو اسی طرح نماز جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کر دو۔

(آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ یہ تمہارے اور دوسرے مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہیں۔

## (۲) - یوسف بن خالد سستی رضی اللہ عنہما کے نام:

یوسف بن خالد سستی رضی اللہ عنہما نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر جب علم حاصل کر لیا تو اپنے شہر بصرہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا اور آپ سے اجازت چاہی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”میں تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں یہ باتیں تمہیں ہر جگہ کام دیں گی خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہل علم کے مراتب کا سوال ہو، تادیب نفس کا مرحلہ ہو یا سیاسی امور کا، خواص و عوام کی تربیت کا معاملہ ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو غرض کہ یہ باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی اور لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوں گی۔

تعمیر انسانیت: اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے چاہے وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو یہ معاشرہ تمہیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمہارے ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر فرمایا: ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو میں تمہارے لیے ایسے امور کی نشان دہی کیے دیتا ہوں جن کا خود بہ خود شکر یہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا، دیکھو گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہو گئے اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے۔

تم نے اپنے علم کی وجہ سے خود کو ان پر بڑا ثابت کیا ان کے ساتھ میل جول کو برا سمجھا ان کے معاشرے سے جدا



ہوئے اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے نتیجہ میں انہوں نے بھی تمہاری مخالفت کی، تم نے انہیں چھوڑ دیا تو انہوں نے بھی تمہیں منہ نہیں لگایا تم نے انہیں گالی دی ترکی بہ ترکی جو اب ملا تم نے انہیں گمراہ کہا تو انہوں نے بھی تمہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا اور یوں سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمہیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے۔ وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہو سکتا کہ اسے کسی سے واسطہ پڑے اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

**معاشرتی حقوق:** جب تم بصرہ پہنچو تو لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے، تم سے ملنے کے لیے آئیں گے کیوں کہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو بزرگوں کو عزت دو، علما کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو، نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو، عوام کے قریب رہو، نیک و بد کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھو، بادشاہ وقت کی توہین نہ کرو، کسی کو کم تر نہ سمجھو، اپنی مروت اور شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو، خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو، اس شخص سے محبت کا اظہار نہ کرو جو تمہیں پسند نہ کرتا ہو۔ سنو کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو اور ان کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نرم گفتاری، ضبط و تحمل، حسن اخلاق، کشادہ دلی اور اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری ہی استعمال کرو۔ حوائج ضروریہ کے لیے کوئی وقت مقرر کر لو تاکہ ہر کام آسانی سے کر سکو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو، ان کی اصلاح کی سب سے پہلے فکر کرو مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو، نرم لہجہ میں گفتگو کرو، عتاب و توبیخ سے بچو کہ اس سے نصیحت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ انہیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری تادیب کریں، ایسا کرنے سے تمہارے حالات درست رہیں گے۔

**تعمیر سیرت:** نماز کی پابندی کرو اور سخاوت سے کام لو کیوں کہ بخیل آدمی کبھی بھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار رکھ لو جو تمہیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمہیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو اور جب اصلاح پا جائے تو اپنی عنایت اور رغبت کو اور بڑھاؤ۔ جو شخص تم سے ملے اس سے ملو اور اس سے بھی ملو جو نہ ملے۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو کوئی بد خلقی سے پیش آئے تو تم حسن اخلاق کا ثبوت دو اور عفو و کرم کو مضبوطی سے تھام لو۔ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو اور جو تم سے بیزار ہو اس سے ترک تعلق کر لو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔

**حقوق العباد:** اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو مزاج پر سی کرو اور اگر کوئی آناجانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ جو شخص تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو اگر کسی نے تمہاری برائی کی تو درگزر کرو جو شخص تمہارے بارے میں غلط مشہور کرے تم اس کے بارے میں اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق پورے کرو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے تو اسے مبارک دو، اگر کسی پر مصیبت پڑ جائے تو اس کی غم خواری کرو۔

اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شریک ہو اور اگر وہ تم سے کام لینا چاہے تو کام کر دو۔ اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سن لو، اگر کوئی مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرو، جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں کی مدد کرو۔ لوگوں سے محبت و شفقت کا ظہار کرو، سلام کو رواج دو خواہ وہ کمینوں کی جماعت ہی کیوں نہ ہو۔

**تعلیم و تربیت:** اگر مسجد میں تمہارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے وہ بتاؤ جو لوگوں میں رائج ہو پھر بتاؤ کہ دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے۔ اس طرح ان کے دلوں میں تمہاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی اور جو شخص تمہاری مخالفت کرے تو اسے کوئی ایسی راہ دکھا دو جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو اور مشکل اور گہرے مسائل بیان نہ کیا کرو کہ کہیں وہ غلط مطلب نہ سمجھ لیں۔

لوگوں سے لطف و مہربانی کا سلوک کیا کرو بلکہ کبھی کبھی اس نے مذاق بھی کر لیا کرو کیوں کہ تمہارا یہ عمل لوگوں میں تمہاری محبت پیدا کر دے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو اور کبھی کبھی ان کی دعوت کر دیا کرو، ان سے سخاوت سے پیش آؤ۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگزر کر دیا کرو اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کیا کرو بہتر یہی ہے کہ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصہ بنا لو۔

نہ تو کسی سے دل تنگ کرو اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو کہ گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور ان کے لیے وہی چیزیں پسند کرو جو تمہیں پسند ہیں۔

**تزکیہ نفس:** نفس کی حفاظت اور احوال کی دیکھ بھال کرو اور فتنہ و جھگڑے سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تم سے بری طرح بات کرتا ہے تو اس سے اچھی طرح بات کرو اور اس کو جھڑکو نہیں۔ اگر کوئی تمہاری باتیں غور سے سن رہا ہو تو تم بھی اس کی طرف کان لگا لو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جس کی وہ تمہیں تکلیف نہیں دیتے۔ اخلاص نیت سے لوگوں کا خیر مقدم کرو اور سچائی کو لازم کر لو۔

غرور و تکبر کو اپنے سے دور رکھو اور دھوکہ بازی سے دور رہو خواہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہوں امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمہارے ساتھ خائنت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں، وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہل کتاب سے وہی تعلق اور معاملہ رکھو جیسا وہ تمہارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے۔ دیکھو اس وقت میں دو کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔

خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی الامی و علی آلہ و صحبہ وسلم

☆☆☆

۷ اشعبان ۱۴۳۵ھ / جون ۲۰۱۴ء کو جامعہ عبداللہ بن مسعود  
کو کاتمانڈیا میں منعقدہ ”امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار“ کے مقالات کا مجموعہ

# جہانِ امام اعظم ابوحنیفہ

رضی اللہ عنہ

ترتیب

مفتی محمد رحمت علی تنغی مصباحی

کتاب محل